وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

ترجمہ: اور فرما دو کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا

گوئے توفیق و سعادت در میان افگندہ اند
کس بہ میدان در نمی آید سواراں را چہ شد

ترجمہ: توفیق و سعادت کا گیند درمیان میں ڈال رکھا ہے

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

ترجمہ: یہ بڑا اچھا طریقہ ہے کہ دوستوں کا راز دوسروں کی باتوں

عمدۃ المقامات
مع
عمدۃ الجوابات

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

اعتراضات کے جوابات

جلد چہارم

از

مجلس شوریٰ مجدد الف ثانی ٹرسٹ

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

ترجمہ: اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا

گوئے توفیق وسعادت درمیان افگندہ اند کس بہ میدان در نمی آید سواران را چہ شد

ترجمہ: توفیق وسعادت کا گیند درمیان میں پڑا ہے، کوئی بھی میدان میں نہیں آتا سواروں کو کیا ہوا ہے

خوشتر آن باشد کہ سرِّ دلبران گفتہ آید در حدیث دیگران

ترجمہ: یہ بڑا اچھا طریقہ ہے کہ دوستوں کا راز، دوسروں کی بات میں ڈال کر بیان کر دیا جائے

عُمدۃ المقامات

مع

عُمدۃ الجوابات

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ سیفیہ پر کیے گئے

اعتراضات کے جوابات

جلد چہارم

از

مجلس شوریٰ مجدّد الف ثانی ٹرسٹ

ناشر

تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں:

نام کتاب : عمدۃ المقامات مع عمدۃ الجوابات

از : مجلس شوریٰ مجدّد الف ثانی ٹرسٹ

جلد : چہارم

اشاعت بارِ اوّل : جون 2015ء

تعداد : 1100

صفحات : 720

ناشر : تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

باہتمام : مجدّد الف ثانی ویلفیئر

297-4
467ف
١٦٠٢١٨
۱ جلدیں

قارئین کرام متوجہ ہوں

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کے کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط ہو، پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں ازالہ کیا جاسکے۔
نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے (ادارہ)

کتاب ملنے کا پتہ:

مرکزی خانقاہ شریف

اورنگی ٹاؤن سیکٹر 4F مومن آباد روڈ مجاہد کالونی نزد فٹبال گراونڈ کراچی 41

021-36740009,0300-2230155,0333-2331084,0322-3852618

اجمالی فہرست

صفحہ نمبر	تفصیل	نمبر شمار
۱	باب نمبر ۴۶	*
	بطورِ اعتراض، صاحبزادہ جناب یار جان صاحب نے فرمایا۔	
۴	باب نمبر ۴۷	*
	پیر کو تبدیل کرنے کا عدم جواز۔	
۲۶	باب نمبر ۴۸	*
	اہل قلب کو اہل کلب (کتے والے) کہنا۔	
۳۲	باب نمبر ۴۹	*
	سوال: (۱۱۴) پیارے اسلامی بھائیو نفل جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے لکھا۔	
۴۶	باب نمبر ۵۰	*
	پیشانی پر نشان کی حقیقت۔	
۵۱	باب نمبر ۵۱	*
	بدمذہب کو القاب لگانا۔	
۶۳	باب نمبر ۵۲	*
	بدمذہبوں کے پاس بیٹھنا کیسا؟	

☼	باب نمبر ۵۳	۶۷
	تصویر رکھنا، بنانا، دیوار پر لگانا۔	
☼	باب نمبر ۵۴	۷۲
	ڈنکے کی چوٹ اظہار حق فرما۔	
☼	باب نمبر ۵۵	۷۴
	بھیڑ کی شکل میں بھیڑیا۔ کیا لکھتا ہے؟	
☼	باب نمبر ۵۶	۸۶
	حضرت مبارک علیہ السلام کا تقویٰ۔	
☼	باب نمبر ۵۷	۹۵
	ماں، باپ، بزرگوں کے ہاتھ، پاؤں چومنا۔	
☼	باب نمبر ۵۸	۹۸
	علم غیب ذاتی کا بیان۔	
☼	باب نمبر ۵۹	۱۰۱
	علم غیب عطائی۔	
☼	باب نمبر ۶۰	۱۲۹
	آنحضرت ﷺ پر لفظ بشر کے اطلاق اور آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے متعلق۔	
☼	باب نمبر ۶۱	۱۳۳
	حضور اقدس ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ اور اصحاب تصرف ہیں۔	
☼	باب نمبر ۶۲	۱۶۵
	نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت۔	
☼	باب نمبر ۶۳	۲۰۸

	علم ظاہر کے استاد سے علم باطن کے استاد کی فضیلت زیادہ ہے۔	
❊	باب نمبر ۶۴	۲۲۱
	تصوف فرض عین۔	
❊	باب نمبر ۶۵	۳۱۶
	ایک ہی صحبت میں چمکا دیتا ہوں۔	
❊	باب نمبر ۶۶	۳۲۴
	بیعت کا طریقہ۔	
❊	باب نمبر ۶۷	۳۳۰
	لطائف کا بیان۔	
❊	باب نمبر ۶۸	۳۴۷
	لطائف کی اصل۔	
❊	باب نمبر ۶۹	۳۸۵
	اعتراضات برائے وجد:	
❊	باب نمبر ۷۰	۶۰۶
	وجد میں مختلف آوازیں۔	
❊	باب نمبر ۷۱	۶۱۳
	سال سے کم عرصہ میں ولایت کی سند مل جاتی ہے۔	
❊	باب نمبر ۷۲	۶۲۰
	حضرت مبارک مع خلفاء حضرات کی ولایت خاصہ ولایت عامہ حاصل ہے۔	
❊	باب نمبر ۷۳	۶۶۶
	مشائخ کے اعمال محتاج سند نہیں۔	۶۶۶

٭	باب نمبر ۷۴	۶۶۸
	ختم خواجگان پر اعتراضات۔	
	تفصیلی فہرست	۶۷۸

باب نمبر ۴۶

سوال: (۱۱۰) بطورِ اعتراض، صاحبزادہ جناب یارجان صاحب نے فرمایا:

کراچی میں بھی ایک مبارک صاحب ﷺ کے مرید (سے مراد حضرت اقدس صوفی نثار الحق سیفی) ایسے ہیں جو آج بڑے پیر بن چکے ہیں، مگر ان کا کردار کیا رہا یہ بیان کرنا بڑی تکلیف دہ بات ہے لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ان کے مریدین جب مبارک صاحب ﷺ دست مبارک پر بیعت ہوتے یا ہمارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں تو اس کی وجوہات کیا ہوتی ہیں۔

(سستم توڑے، ص، ۷، ۳، جون، ۲۰۱۴)

الجواب:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

عدم اخذی العهد علی مرید نکث عهد شیخه وجاء نی یجعلنی شیخه، وکذلک مما انعم الله به علی عدم اظهار البشاشة له، وفاءبحق شیخه الذی نکث عهده، ومابش شیخ فی وجه من نکث علی شیخه الا مقت هو وذلک المرید، وکان من خلق سیدی علی المرصفی، والشیخ محمد الشناوی، ان لا یاخذ العهد علی مرید الا بعد ان یقول له: هل تقدمت لک صحبة مع احد؟ فان قال: نعم، قال: اذهب الی حال سبیلک۔

واعلم انه ینبغی لکل من برز للمشیخة فی هذا الزمان ان لا یتلاعب بالطریق، فیاخذ العهد علی المرید صورة، فلیس معه، مدد یمده به، لان ذلک نفاق، والمنافق لا یکون داعیا الی الله تبارک وتعالیٰ، وفی بعض الآثار (لا تقوم الساعة حتی تجلس الشیاطین علی الکراسی ویعظوا الناس والناس لا یشعرون ان ذلک الواعظ شیطان۔

ترجمہ: میں (حضور سیّدی امام عبدالوہاب شعرانی ﷺ) اس مرید سے عہد نہیں لیتا جس نے اپنے شیخ کا عہد توڑا ہو۔ اور وہ میرے پاس آئے کہ مجھے اپنا شیخ قرار دے۔ اسی طرح مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی انعام ہے کہ اس کے اس شیخ کا جس کا عہد اس نے توڑا ہے حق پورا کرنے کے لئے میں اس کے لئے خندہ پیشانی کا اظہار بھی نہیں کرتا۔ اور کوئی شیخ اس کے سامنے خندہ پیشانی کا اظہار نہیں کرتا جس نے اپنے شیخ کا عہد توڑا ہو مگر وہ اور وہ مرید دونوں غضب کا شکار ہوتے ہیں۔

اور سیدی علی المرصفی ﷺ اور شیخ محمد الشناوی ﷺ کی عادت تھی کہ دونوں میں سے کوئی بھی کسی مرید سے عہد نہ لیتا مگر پہلے اس سے پوچھ لیتے کہ کیا کسی کے ساتھ

تمہاری صحبت رہی ہے؟ اگر وہ کہتا کہ ہاں تو فرماتے کہ اپنی راہ لے۔ اور جان لے کہ اس دور میں جو بھی بطور شیخ ظاہر ہوا سے چاہئے کہ وہ طریقت کو کھیل نہ بنائے کہ مرید سے صورۃ عہد لے لیکن اس کے پاس مدد نہ ہو جس سے اس کی مدد کرے کیونکہ یہ نفاق ہے اور منافق داعی الی اللہ تبارک و تعالیٰ نہیں ہوتا۔

اور بعض آثار میں ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ شیاطین کرسیوں پر بیٹھ کر لوگوں کو وعظ کریں گے اور لوگوں کو شعور نہیں ہوگا کہ یہ واعظ شیطان ہے۔

(المنن الکبری، الباب الثامن، ص، ۳۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

اے مغفَل رشتۂ برپائے بند		تاز خود ھم گم نگردی اے رند

ترجمہ: اے بے تمیز اپنے پاؤں پر رسی باندھ کر (ایک ہی آستانہ پر مقیم رہ) تاکہ اے رند مشرب کہیں تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے۔

(مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ۶۲)

حضرت مؤیدالدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۳ھ، لکھتے ہیں:

اما پیر صحبت می تواند کہ متعدد باشد بشرط اجازت پیر اول یافوت صحبت او بعدازین سخن فرمودند کہ آرے پیر خرقہ متعدد نمی باشد اما پیر تعلیم همچو پیر صحبت متعدد می باشد و معمول سالکان است فرمودند کہ در سلاسل خرقہ رامعنعن از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اسنادمی کنند و ذکر معنعن بیان نہ کردہ اند امادر سلسلہ نقشبندیہ و کبرویہ بہ ذکر معنعن از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم رسیدہ داست از حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجھہ الی یومناھذ ادروسائط فتورے نرفتہ۔

ترجمہ: ہاں پیر صحبت متعدد ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ پہلا پیر اجازت دے۔ یا اس کی صحبت فوت ہو جائے۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ ہاں پیر خرقہ متعدد نہیں ہو سکتے۔ لیکن پیر تعلیم پیر صحبت کی طرح متعدد ہو سکتے ہیں۔ اور اسی پر سالکوں کا معمول ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ان سلسلوں میں خرقہ کی اسناد حضرت رسالت پناہ ﷺ تک دست بدستی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر عن فلاں وعن فلاں کا ذکر بیان نہیں کیا۔ لیکن سلسلہ نقشبندیہ اور کبرویہ میں عن فلاں عن فلاں کا ذکر حضرت رسالت پناہ ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک دست بدست پہنچتا ہے درمیانی واسطوں میں کوئی فتور نہیں ہے۔

(کلیات باقی باللہ، یعنی مجموعۂ کلام ورسائل وملفوظات ومکتوبات، ص، ۳۲، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ، لاہور)

مجلس شوریٰ کی جانب سے جواب:

(۱) حضور سیدی حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے زندگی بھر حضرت اقدس (صوفی نثار الحق سیفی) کے کسی مرید کو مرید نہیں بنایا آپ کی یہ بات غلط ہے۔

(۲) صاحبزادہ احمد سعید عرف یارجان صاحب اگر آپ نے یا آپ کے دیگر بھائیوں نے مرید بنائے تو اس کا جواب نیچے باب (۴۷) میں موجود ہے اب ہم آپ کے جواب کے منتظر ہیں۔ جواب کے لیے بے قرار ہیں۔ مزید وجوہات بھی بیان کریں، اگر آپ کی نظر میں غوث الاعظم یا خواجہ معین الدین اجمیری یا مجدد الف ثانی، جن کے متعدد پیر تھے تو اس کا جواب نیچے موجود ہے آپ سوال کریں۔ باقی ناقص برائے نام پیر کے مرید کو مرید کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کا اعتراض

حضرت اقدس (صوفی نثار الحق سیفی) پر ہے اس کا جواب ہم، اکرام الحق، میں دے چکے ہیں۔

تعدّد پیر کے جواز کی صورت:

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

قدسیہ: وھم شیخ باین فقیر می فرمودند کہ من اول از خدمت حاجی خضر خلیفۂ حضرت ایشان' کہ احوال وے ببالا ذکر یافت' طریقہ گرفتہ بودم واحوال عالیہ بحصول پیوستہ' چون بخدمت حاجی واردات خود را گزرانیدم فرمود کہ زیادہ برین مرا حاصل نیست۔ اکنون در خدمت حضرت ایشان بروید۔ باجازت حاجی بخدمت حضرت ایشان پیوستم۔

قدسیہ: شیخ نے یہ بھی اس فقیر سے کہا کہ میں نے پہلے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے خلیفہ حضرت حاجی خضر علیہ الرحمہ کی خدمت میں جن کا حال اوپر گزرا) طریقہ ذکر سیکھا تھا اور احوال عالیہ بھی حاصل ہوئے تھے جب میں نے حاجی صاحب کو اپنے واردات بیان کیے تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے زیادہ مجھے نہیں آتا، اب تم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں جاؤ، میں خلیفہ حضرت حاجی خضر علیہ الرحمہ کی اجازت سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

(حضرات القدس، ج،۲،ص، ۳۸۴، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

باب نمبر ۴۷

پیر کو تبدیل کرنے کا عدم جواز:

سوال: (۱۱۱) مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں

(۱) کہا جاتا ہے کہ جماعت دعوت اسلامی اور اسکے امیر مولانا محمد الیاس قادری کی آپ تکفیر و تضلیل کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے اور اگر واقعی آپ کے نزدیک وہ کافر و گمراہ ہیں تو اس کی وجہ شرعی اور سبب تکفیر کیا ہے؟

(خطرہ کا سائرن، ص، ۱۶)

سوال: (۱۱۲) مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:

سوال اعتراض کے طور پر کیا دعوت اسلامی والے ان اوصاف سے مرصع و مرقع نہیں۔

پیر صاحب نے مطلق ولایت کو اپنے سیفیوں پر بند کر کے شارع بننے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ جو عند الشریعت قبیح کام ہے۔ پیر صاحب کو یہ جرأت کیسے ہوئی؟ کس دلیل کے زور پر سیفیوں کو مصداق صحیحہ قرار دیا؟ اس کی وضاحت مطلوب ہے۔ **ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین**۔ کون پیر ہے جو اپنے مریدوں کے تقوی فی العقیدہ، تقوی فی العمل اور فی الاخلاق کی گواہی نہیں دیتا۔ کیا دعوت اسلامی والے ان اوصاف سے مرصع و مرقع نہیں؟ ان میں عقیدہ کے لحاظ سے عمل کے اعتبار سے یا اخلاق کے لحاظ سے کوئی کمی ہے؟ تو بیان فرمائیں۔ انہیں اس آیت کا مصداق صحیح کیوں قرار نہیں دیا؟

اس آیت مبارکہ میں مطلق اولیاء واتقیاء کا بیان ہے۔ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے یعنی جس میں ولایت کے اوصاف پائے جائیں گے وہی اس آیت کا مصداق اور حکم مطلق کا محکوم علیہ بنتا جائے گا۔ خواہ وہ قادری ہو، چشتی ہو، نقشبندی ہو، سہروردی ہو، صابری ہو یا نظامی ہو۔ ان میں سے کسی سلسلہ کی ترجیح بغیر دلیل نص مطلق پر زیادتی لازم آئے گی۔ مگر پیر سیف الرحمٰن صاحب نے اپنے مریدین کا مصداق صحیح ہونے کا دعوی کر دیا۔

(صفحہ، ۵۸، ۵۹، الفتنۃ الشدیدۃ)

الجواب:

(۱) دعوت اسلامی والوں کی بات بعد میں پہلے پیرا امیر دعوت اسلامی کی بات کرو۔

(۲) امیر دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس قادری صاحب، لفظ قیوم کو بندے کے لیے استعمال کرنے یا قیوم جہاں لکھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اس کا جواب جلد دوم میں لکھا ہے اس فتوی میں سارے نقشبندی مجددی بہت سارے اسلاف، خود حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب بھی شامل ہیں، اب فیصلہ کرو۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد بشیر القادری صاحب لکھتے ہیں:

چنانچہ مفتی وقار الدین نے امام شاہ احمد نورانی صدیقی کی مشاورت سے مولانا الیاس قادری صاحب کو امیر دعوت اسلامی مقرر کیا، اور ان کو خلافت عطا کی۔

(پندرھویں صدی کے مجدد کا اعلان، ص، ۹۳، ادارہ تحقیقات امام شاہ احمد نورانی صدیقی، کراچی)

اسی طرح شیخ واستاذِ امیر اہل سنت (حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری) حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی فرماتے ہیں۔

(عمامہ کے فضائل، ص، ۱۳۰، المدینۃ العلمیہ، دعوت اسلامی، کراچی)

علامہ سعید اللہ خان قادری لکھتے ہیں:

دعوت اسلامی کے محرک مولانا محمد الیاس صاحب قادری مخلص سنی اور حضرت ضیاء الملۃ والدین مولانا محمد ضیاء الدین صاحب قادری مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں بلا تامل ہر سنی کو اس تحریک دعوت اسلامی میں شریک ہو کر اسے تقویت پہنچانا چاہیے۔

(فضائل عمامہ، ص، ۲۱۱، مکتبہ غوثیہ، کراچی)

المدینۃ العلمیۃ۔ از شیخ طریقت امیر اہل سنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ۔

(عمامہ کے فضائل، ص، ۳، المدینۃ العلمیہ، دعوت اسلامی، کراچی)

الجواب:

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

عرض: شیخ (یعنی اپنے کامل پیر) سے بظاہر کوئی ایسی بات معلوم ہو جو خلافِ سنت ہے تو اس سے پھرنا کیسا؟

ارشاد: محرومی اور انتہائی گمراہی ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص، ۴۹۸، ۴۹۹، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

سوال: نزد اهل کمال گمراهی چیست و گمراه کرا میگویند در شریعت گمراه همانست که خلاف شرع شریف ورزد اما گمراه طریقت کرا نامند جواب گمراه طریقت آنست که خلاف شریعت کند و یا خلاف طریقت ورزد و از اطاعت پیر بیرون شود۔

سوال: اہل کمال کے نزدیک گمراہی کیا ہے اور گمراہ کس کو کہتے ہیں؟ شریعت میں گمراہ وہ شخص ہے کہ شرع شریف کے خلاف چلے لیکن گمراہ طریقت کس کو کہتے ہیں۔

جواب: گمراہ طریقت وہ شخص ہے جو کہ شریعت کے خلاف عمل کرے اور یا طریقت کے خلاف چلے اور پیر کی اطاعت سے باہر ہو جائے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، سوم، مکتوب، ۲۱۷، ص، ۲۶۱، گارڈن ویسٹ، کراچی)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

پیر طریقت جامع شرائط صحت بیعت سے بلا وجہ شرعی انحراف ارتداد طریقت ہے اور شرعاً معصیت کہ بلا وجہ ایذاء و احتقار ہے، اور وہ دونوں حرام۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ

ترجمہ: تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا۔(الفتح:۱۰)

اور اللہ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا

ترجمہ: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔(الاحزاب:۵۸)

عن انس قال: قال رسول اللہ ﷺ: من اذیٰ مسلماً فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔(رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط رقم: ۳۲۳۳، ج ۴، ص ۳۷۳، الجامع الصغیر ص ۵۰۵، رقم: ۸۲۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت،)

(فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷، ص ۵۷۷، ۵۷۸، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اکابر فرماتے ہیں ایک شخص کے دو باپ نہیں ہو سکتے۔ ایک وقت میں ایک عورت کے دو شوہر نہیں ہو سکتے ایک مرید کے دو پیر نہیں ہو سکتے۔ یہ وسوسہ ہے اس پر عمل نہ کیا جائے، یک در گیر محکم گیر (ایک ہی دروازہ پکڑو مگر پکڑو مضبوطی سے۔) پریشان نظری والا کسی کی طرف سے فیض نہیں پاتا۔

حدیث میں ارشاد ہوا:

من رزق شیٔ فلیلزمہ۔

ترجمہ: جس کو کسی چیز میں (یعنی اس کے سبب سے) رزق دیا جائے تو چاہئے کہ اس پر لزوم اختیار کرے۔

(کنز العمال برمذھب عن انس، حدیث ۹۲۸۶، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۴/۱۹)

قرآن عظیم کی آیت بھی اسی معنی کا افادہ فرماتی ہے جو کارڈ پر نہیں لکھی جاسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ، ج ۲۱، ص ۶۰۳، ۶۰۴، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

دوم، مرید غلام ہے، اور طالب وہ کہ غیبت شیخ میں بضرورت یا باوجود شیخ کسی مصلحت سے، جسے شیخ جانتا ہے یا مرید شیخ غیر شیخ سے استفادہ کرے۔ اسے جو کچھ اس سے حاصل ہو وہ بھی فیض شیخ ہی جانے، ورنہ دو در کبھی فلاح نہیں پاتا۔

اولیائے کرام فرماتے ہیں: لا یفلح مرید بین شیخین۔

ترجمہ جو مرید دو پیروں کے درمیان ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۶، ص ۵۵۸، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

مسئلہ ۲۹۵ و ۲۹۶: از گلما ئر ڈاک خانہ ماہی ضلع فرید پور مرسلہ عبدالرحمن صاحب ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) زید طریقہ نقشبندیہ متبرکہ میں بیعت ہوا اور اپنے شیخ سے مقامات پورا کیا مگر بعض مقام میں قدرے شبہ رہتی ہے اور خلافت واجازت نہ ملتی ہے، شیخ صاحب کا انتقال ہو گیا، اب زید کے لئے اس شبہہ کو دور کرنے اور اجازت وخلافت حاصل کرنے کے واسطے دوسرے مرشد پکڑنا جائز ہے یا اپنے شیخ سے

جو حاصل ہوئی اسی پر اکتفا کرنا چاہئے؟ اگر اسی پر اکتفاء کرنے کی کوشش کی تو ترقی وفیض یاب ہوسکتا ہے اور شبہ باقی ماندہ دور کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر دوسرے مرشد پکڑنا جائز ہے تو اسے نقشبندیہ طریقہ کا ہونا ضروری ہے یا دیگر چہار طریقہ میں سے جو ہو کافی ووافی ہوں گے؟ پھر اسی نقشبندیہ طریقہ کی جو مشائخ زید کو فی الحال میسر ہوتے ہیں اگر وہ زید کے شیخ سے کمالیت واشغال میں کم درجہ کے ہیں ان کو مرشد بنائے یا جو مشائخ زید کو مسافت بعیدہ وغیرہ وغیر ملکی ہونے کے میسر نہیں ہوتے ہیں حالانکہ وہ سب زید کے شیخ سے بڑھ کر ہے یا برابر ہے تو اب زید کو فی الحال میسر ہوتے ہیں ان سے پورا کرے یا جو غیر میسر ہیں ان کی توقع وامید پر رہے؟

(۲) قادری کوئی شخص دوسرے قادری سے یا نقشبند دوسرے نقشبندی سے یا قادری نقشبندی سے یا نقشبندی قادری علیٰ ہذا البواقی خواہ علی الوفاق ہوئے یا علی الخلاف بیعت ہونے کو چاہے تو از سرنو بیعت ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور یہ بیعت جدیدہ کہلائے گی یا کیا؟ اور شیخ اول ہی بدستور رہیں گے یا دونوں؟ اور مرید کن کا کہلائے گا؟ بیّنوا توجروا۔ (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے۔)

الجواب: جو شخص کسی شیخ جامع شرائط کے ہاتھ پر بیعت ہو چکا ہو تو دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہ چاہئے۔ اکابر طریقت فرماتے ہیں:

لا یفلح مرید بین شیخین۔

ترجمہ: جو مرید دو پیروں کے درمیان مشترک ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا

خصوصاً جبکہ اس سے کشود کار بھی ہو چکا ہو، حدیث میں ارشاد ہوا:

من رزق فی شیئ فلیلزمہ۔

ترجمہ: جسے اللہ تعالیٰ کسی شئ میں رزق دے وہ اس کو لازم پکڑے۔

(شعب الایمان، حدیث ۱۲۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۲/۸۹)

دوسرے جامع شرائط سے طلب فیض میں حرج نہیں اگرچہ وہ کسی سلسلہ صحیحہ کا ہو اور اس سے جو فیض حاصل ہو اسے بھی اپنے شیخ ہی کا فیض جانے،

کما فی سبع سنابل مبارکۃ عن سلطان الاولیاء امام الحق والدین رضی اللہ تعالی عنہ۔

جیسا کہ سبع سنابل شریف میں سلطان الاولیاء امام الحق والدین ﷺ سے مروی ہے۔

شیخ جب نہ رہا اور اس کا سلوک ناقص ہوا س کی تکمیل بطور خود نہ کرے کہ یہ راہ تنہا چلنے کی نہیں،

کما افادہ الامام القشیری فی رسالۃ المبارکۃ والامام السہروردی فی العوارف الشریفۃ وبیناہ فی فتاوٰی افریقۃ۔

جیسا کہ امام قشیری علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ مبارکہ اور امام سہروردی علیہ الرحمۃ نے عوارف شریفہ میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔ اور ہم نے اس کو فتاوٰی افریقہ میں بیان کیا ہے۔

بلکہ کسی لائق تکمیل سے استمداد کرے اس میں حتی الامکان لحاظ قرب رکھے اپنے شیخ کے خلفاء میں سے کوئی اس قابل ہو تو وہ اولیٰ ہے ورنہ اپنے سلسلے سے اقرب فالاقرب اور نہ ملے تو جو ملے یہ اس لئے کہ اختلاف راہ اطالت عمل کرنے اور اپنے زمانے میں اپنے حق میں اپنے شیخ صحیح المشیخیۃ سے کسی کو افضل جاننا سوء ادب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوٰی رضویہ، ج۲۶، ص۵۷۸،۵۷۹، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

حضور سیدی علامہ امام عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وکان سیدی علی بن وفاء رضی اللہ عنہ یقول: کما لم یکن للعالم الھان، ولا للرجل قلبان، ولا للمرأۃ زوجان، کذلک لا یکون للمرید شیخان، وکان رضی اللہ عنہ یقول: کما ان اللہ تعالیٰ لا یغفر ان یشرک بہ، فکذلک الاشیاخ لا یسامحون المرید فی شرکتہ معھم غیرھم، ومتی سامحوہ کان غشا منھم لہ، قال رضی اللہ عنہ: وتامل قولہ تعالیٰ: (تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا) (مریم: ۹۰) فما جعل السموات والارض تنشق وتنفطر، والجبال تنھدم الا الشرک باللہ، وکذلک الشیخ لا یزیل قلبہ عن حفظ المرید وتربیتہ ترک احسان ولا خدمۃ، وانما یزیلہ ان یشرک بہ المرید غیرہ، انتھی۔

ترجمہ: حضور سیدی علی بن وفا ﷺ فرماتے ہیں۔جس طرح جہان کے دو معبود نہیں۔ایک شخص کے دو قلب نہیں۔اور عورت کے بیک وقت دو شوہر نہیں اسی طرح مرید کے لئے دو شیخ نہیں۔اور آپ فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے اسی طرح مشائخ مرید سے درگزر نہیں کرتے کہ وہ ان کے ساتھ ان کے غیر کو شریک کرے۔اور جب وہ درگزر کریں تو یہ ان سے اس کے متعلق کھوٹ ہوگا۔فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد پر غور کر:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا، اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا، وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا۔

ترجمہ: قریب ہے آسمان شق ہو جائیں اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ لرزتے ہوئے گر پڑیں کہ انہوں نے کہا کہ رحمٰن کا بیٹا ہے اور رحمٰن کے شایاں نہیں کہ وہ بیٹا اختیار فرمائے) پس آسمانوں اور زمین کو شق ہوتا اور پھٹتا اور پہاڑوں کو گرتا نہیں کیا مگر شرک باللہ نے۔(سورۃ مریم: ۹۰ تا ۹۲)

اور اسی طرح شیخ کے قلب کو مرید کی حفاظت وتربیت سے احسان اور خدمت کا ترک زائل نہیں کرتا۔اسے تو مرید کا اس کے ساتھ اس کے غیر کو شریک کرنا زائل کرتا ہے۔

(المنن الکبریٰ، الباب الثامن، ص، ۳۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ امام عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

ومن شأنہ ان لا یکون لہ الا شیخ واحد، فلا یجعل لہ قط شیخین، لان مبنی طریق القوم علی التوحید الخالص، وقد ذکر شیخ محی الدین فی الباب الاحد والثمانین ومأتۃ من الفتوحات المکیۃ مانصہ: واعلم انہ لا یجوز لمرید ان یتخذ لی الا شیخاً واحداً لان ذٰلک اعون لہ فی الطریق، وما رأینا مریدا قط افلح علی ید شیخین، فکما انہ لم یکن وجود العالم بین الھین ولا المکلف بین رسولین ولا امرأۃ بین زوجی، فکذٰلک المرید لا یکون بین شیخین، ھذا کلہ فی مرید تقید بشیخ بقصد سلوکہ الطریق، واما من لم یتقید فھو متبرک بالشیخ فقط، فمثل ذٰلک لا یمنع من الاجتماع باحد ۰ وقد کان سیدی علی المرصفی رحمہ اللہ علیہ یقول: "ومن البتلی بصحبۃ شیخین فاکثر، فلیجعل شیخہ الحقیقی فی حاشیۃ قلبہ، بجانب محبۃ رسول اللہ ﷺ، لانہ نائب رسول اللہ ﷺ فی نصح امتہ وارشادھم الی طرق الھدی وکان ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ یقول: ومن لم یکن لہ استاذ

واحد فھو مشرک فی الطریق،والمشرک شیخہ الشیطان۔

ترجمہ: مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ صرف ایک شیخ کے دامن سے وابستہ ہو اور ہرگز دو شیخ نہ اپنائے کیونکہ صوفیاء علیہم الرحمۃ کا طریقہ خالص توحید پر مبنی ہے۔حضور سیدی معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے ''الفتوحات المکیہ'' کے باب ۱۸۱ میں فرمایا: جان لو مرید کے لیے صرف ایک شیخ کو اختیار کرنا جائز ہے کیونکہ اس سے طریقت میں زیادہ مدد ملتی ہے اور ہم نے دو بزرگوں کے مرید کو کبھی کامیاب نہیں دیکھا۔

تو جس طرح اس عالم کا وجود دو خداؤں کے درمیان، ایک مکلف دو رسولوں کے درمیان، اور ایک عورت دو خاوندوں کے درمیان (مشترک نہیں اسی طرح ایک مرید کا تعلق) دو بزرگوں (مرشدوں) کے ساتھ نہیں ہوتا۔ یہ تمام باتیں اس مرید کے بارے میں ہیں جو کسی شیخ سے اس لیے وابستہ ہوتا ہے کہ وہ طریقت کی راہ پر چلے (سلوک کی منازل طے کرے) لیکن جس مرید کا یہ مقصد نہ ہو وہ اپنے شیخ سے محض برکت حاصل کرتا ہے اس کے لیے مختلف شیوخ کے پاس جانا ممنوع نہیں۔

میرے آقا علی المرصفی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے جو شخص دو یا زیادہ شیوخ کے ساتھ تعلق کی آزمائش میں ہو تو وہ رسول اکرم ﷺ سے محبت کی وجہ سے اپنے شیخ کو دل کے اندر جگہ دے کیونکہ وہ شیخ رسول اکرم ﷺ کی امت کی خیر خواہی اور ان کو راہ ہدایت کی طرف بلانے میں رسول اکرم ﷺ کا نائب ہے۔حضرت ابو یزید بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے جس کا اک استاذ مرشد نہ ہو تو وہ طریقت میں مشرک ہے اور مشرک کا شیخ شیطان ہوتا ہے۔

(الانوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ، الجزء الاول ص، ۴۰، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وقد تقدم فی الباب الاول اجماع الاشیاخ علی انہ لا یجوز للمرید ان یتخذ لہ شیخین وقالو: کما انہ لا یکون للعالم آلھین، ولا للمرأۃ زوجین، ولا للرجال قلبین، کذالک لایکون للانسان شیخین، واجمعو علی ان کل مرید رأی ان علم شیخہ لا یکفیہ فلیس، لہ ان یتقید علیہ، وربما کان احد شیخین غیر محقق فیأمر المرید بما یوافق ھواہ لغیر حکمۃ فیھلک، وبالجملہ فلم یقع لاحد قط انہ سلک الطریق ووصل الی مقامات الرجال بین شیخین ابداً۔

ترجمہ: پہلے باب میں یہ بات گزر چکی ہے کہ مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایک مرید کے لیے دو شیخ (مرشد) اختیار کرنا جائز نہیں وہ فرماتے ہیں جس طرح کائنات کے دو معبود نہیں ہو سکتے، ایک عورت کے دو خاوند نہیں ہو سکتے ایک آدمی کے دو دل نہیں ہو سکتے اسی طرح ایک انسان کے دو مرشد نہیں ہو سکتے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جو مرید دیکھے کہ اس کے شیخ کا علم اسے کافی نہیں تو اس پر اس کے ساتھ مقید ہونا لازم نہیں بعض اوقات دو مرشدوں میں سے ایک محقق نہیں ہوتا بس وہ مرید کو کسی حکمت کے بغیر محض اپنی خواہش کے مطابق حکم دیتا ہے پس ہلاک ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کوئی شخص جو دو مرشدوں کے درمیان ہو اور وہ طریقت کی راہ اختیار کرے تو وہ مردوں (اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے مقامات تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔

(الانوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ، الجزء الثانی ص، ۳۱، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

ودر عهد گفته اند۔

پیمان مشکن که هر که پیمان بشکست		از پای در افتاد رفت زدست
آنرا که بدردست بود پیمان الست		نشکسته بهیچ حال هر عهد که بست

كما قال الحافظ:

ازدم صبح ازل تا آخر شام ابد		دوستی بریک عهد ویک میثاق بود

وقال:

پیمان شکن هر ائینه گردد شکسته حال		ان العهود لدى اهل النهى ذمم

قال بعض الكبار: هذا البيعة نتيجة العهد السابق المأخوذ على العباد فى بدء الفطرة فيضرهم النكث وينفعهم الوفاء قال الشيخ اسماعيل بن سودكين فى "شرح التجليات الأكبرية" قدس الله سرهما: المبايعون ثلاثة: الرسل والشيوخ والورثة والسلاطين والمبايع فى هؤلاء الثلاثة على الحقيقة واحد وهو الله تعالى وهؤلاء الثلاثة شهود الله تعالى على بيعة هؤلاء الأتباع وعلى هؤلاء الثلاثة شروط يجمعها القيام بأمر الله وعلى الأتباع الذين بايعوهم شروط يجمعها المتابعة فيما أمروا به فأما الرسل والشيوخ فلا يأمرون بمعصية أصلاً فان الرسل معصومون من هذا والشيوخ محفوظون وأما السلاطين فيمن لحق منهم بالشيوخ كان محفوظاً والا كان مخذولاً وأما هذا فلا يطاع فى معصية والبيعة لازمة حتى يلقوا الله تعالى ومن نكث الاتباع من هؤلاء فحسبه جهنم خالداً فيها لا يكلمه الله ولا ينظر اليه وله عذاب أليم هذا حظه فى الآخرة وأما فى الدنيا فقد قال أبو يزيد البسطامى قدس سره فى حق تلميذه لما خالفه: كما قال أبو سليمان الدارانى قدس سره۔ دعوا من سقط من عين الله فرؤى بعد ذلك مع المخنثين وسرق فقطعت يده۔

اور عہد پیمان کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا:

پیمان مشکن که هر که پیمیان بشکست		از پای در افتاد رفت زدست
آنرا که بدردست بود یمیان الست		نشکسته بهیچ حال هر عهد که بست

ترجمہ: عہد نہ توڑ کیونکہ جس نے عہد توڑا وہ ذلیل ہوا اور ہاتھ سے باہر ہوا یعنی خوار ہوا، ہوا کے ہاتھ میں ہے پیمان الست۔ اس نے کسی حالت میں بھی کوئی عہد نہ توڑا۔

حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا:

ازدم صبح ازل تا آخر شام ابد		دوستی بریک عهد ویک میثاق بود

ترجمہ: صبح ازل سے شام عہد تک دوستی و محبت میں ایک عہد و میثاق پر ہونا چاہئے۔

اور فرمایا:

پیمان شکن هر ائینه گردد شکسته حال		ان العهود لدی اهل النهی ذمم

ترجمہ: عہد توڑنے والے کا یقیناً برا حال ہوگا کیونکہ عقلمندوں کے نزدیک عہد پورا کرنا بڑی ذمہ داری ہے۔

بعض مشائخ علیہ السلام نے فرمایا کہ بیعت اسی میثاق سابق کا نتیجہ ہے جو ابتدائے فطرت سے (روز الست) لیا گیا، اسی لیے اس کا توڑنا نقصان دیتا ہے اور اس کی وفاء نفع دیتی ہے۔ حضرت اسماعیل بن سودکین قدس سرہ نے ''التجلیات الاکبریہ'' میں فرمایا کہ بیعت لینے والے تین قسم کے ہیں:

(۱) رسل (انبیاء) علیہم السلام،

(۲) مشائخ جو انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں،

(۳) بادشاہ، ان تینوں کا حقیقی بیعت والا ایک ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور یہ تینوں اللہ تعالیٰ کی اس اتباع کے گواہ ہیں جن کے وہ مامور ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اس کی اتباع کا معاہدہ کریں یہی وجہ ہے کہ ان تینوں کے لیے شرائط ہیں کہ جن کی وجہ سے وہ امر الٰہی کو قائم کریں گے۔ اور بیعت کرنے والوں کے بھی ان امور میں شرائط ہیں جن کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے نائبین کی بیعت کر سکیں۔ انبیاء و رسل علیہم السلام اور مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) تو کسی گناہ کا حکم نہیں فرمائیں گے اس لیے کہ انبیاء و رسل علیہم السلام تو گناہوں سے بالکل معصوم اور مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) محفوظ ہوتے ہیں اور بادشاہ جو کسی ولی اللہ سے وابستہ ہوتے ہیں تو وہ بھی گناہوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں مگر جو بادشاہ بے مرشد ہوتے ہیں وہ دونوں کی ذلت اور رسوائی اٹھاتے ہیں ایسے بادشاہ کی معصیت میں اطاعت نہ کی جائے ہاں اس کی (حکومت کے امور میں) بیعت کرنا جائز ہے یہاں تک کہ موت آئے۔ اور ان تینوں کی ان کے متعلقات میں بیعت توڑنے کی سزا جہنم ہے، اس میں وہ ہمیشہ رہے گا نہ اللہ تعالیٰ اس سے قیامت میں کلام کرے گا اور نہ نظرِ کرم سے دیکھے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہے، جیسا کہ حضرت ابوسلیمان دارانی قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ اس کی آخرت کی سزا ہے اور دنیا کی سزا وہ ہے جو حضرت ابویزید بسطامی قدس سرہ نے اپنے اس شاگرد (مرید) کے لیے فرمایا جس نے آپ کی بیعت کے بعد مخالفت کی اس کے لیے آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو جو اللہ کی نظر عنایت سے گر گیا۔ اس کے بعد اسے ہیجڑوں میں دیکھا گیا اور چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

(روح البیان، سورۃ الفتح: تحت الآیۃ: ۱۰، ج ۹، ص ۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی با کمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

فان مرتد الطريقة أعظم ذنباً من مرتد الشريعة۔ قال الجنيد: لو أقبل صديق على الله الف سنة، ثم اعرض عنه لحظة فان ما فاته اكثر مما ناله، فأما عذابه فى الدنيا فبسلب الصدق والرد عن باب الطلب، وارخاء الحجاب وذله وتقوية الهواى وتبديل الاخلاص بالرياء والحرص على الدنيا وطلب الرفعة والجاه، وأما عذابه فى الآخرة فباشتعال نيران الحسرة والندامة على قلبه المعذب بنار القطيعة وهى نار الله الموقدة التى تطلع على الأفئدة۔ (وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ) يشير الى أن من ابتلى

بر د و لا یۃ شیخ کامل ولو امتلأت الأرض بالمشایخ وأرباب الولایۃ وھو یتمسک بذیل ارادتھم غیر أن شیخہ ردہ لا یمکن لأحد ھم اعانتہ واخراجہ من ورطۃ الرد الا ماشاء اللہ کما فی "التأویلات النجمیۃ۔

ترجمہ: شریعت کے مرتد سے طریقت کے مرتد کا گناہ بہت بڑا ہے اس لئے اس کی سزا بھی بہت بڑی ہے۔ حضور سید نا سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ صدّیق کا مرتبہ پا کر کوئی ہزار سال اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے لیکن بد قسمتی سے صرف ایک گھڑی روگردانی کرے تو تمام مراتب ضائع ہو کر سخت سزا کا مستحق ہوجائیگا یعنی ہزار سالہ عبادت وریاضت ضائع ہوگئی اور سزا کا استحقاق مزید برآں۔ طریقت کے مرتد کی دنیوی سزا یہ ہے کہ اس سے قلب کی صدق وصفائی چھین لی جائیگی اور اسے طلب حق کے دروازے سے ہٹادیا جائیگا اور س کے آگے ہزاروں پردے لٹکا دئے جائیں گے اور اسے معنوی ذلت وخواری میں مبتلا کیا جائے گا اور اُس پر ہوا ،اور ہوس کو مسلط کیا جائیگا اس کے اخلاص کو ریاء اور حرص علی الدنیا اور جاہ وجلال اور حشمت ووجاہت کی طلب میں تبدیل کیا جائیگا اور اس کی آخرت کی سزا یہ ہے کہ اس کے دل پر حسرت وندامت کو مسلط کر کے اسے دائمی جدائی ومفارقت کی آگ میں جلایا جائیگا یہ نار ہجران آلٰہی وہی ہے جو بدبختوں کے قلوب کو جھلسادے گی۔

وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

ترجمہ: اور زمین میں کوئی نہ اس کا حمایتی ہوگا اور نہ مددگار۔ (سورۃ التوبہ: ۷۴) میں اشارہ ہے کہ جو شیخ کامل ولی اللہ کی ولایت کا مردود ہے اس کا دنیا میں کوئی حامی ومددگار نہیں اگرچہ عالم دنیا کے عالم مشائخ اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اس کیلئے سفارش کریں اور اپنے شیخ سے اگر مردود ہو چکا ہے تو وہ اگرچہ ہزاروں مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی ارادت کا دم بھرے یا بے شمار اولیاءِ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی خدمت کرے تب بھی اپنی بدبختی سے نہیں نکل سکے گا اور نہ ہی اسے کوئی کامل اس بدبختی سے نکال سکے گا، ہاں اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ مالک ومختار ہے۔ (کذافی التاویلات النجمیہ)

(تفسیر روح البیان، ج ۳، ص ۴۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبد الحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی قدس اللہ سرہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

فرمود بعض درویشان با پیری بیعت کردہ باشند بران بسند نمی کنند تا بر پیری دیگر میروند وبیعت وخرقہ او ھم می ستانند نزدیک من، این چیزی نیست بیعت ھمان ست کہ اول با کسے کردہ باشند اگرچہ پیر یکی از آحاد باشد واز شیخ نظام الدین سوال کردند حکم شیخ منصور حلاج چسیت فرمود کہ مردہ است او مرید خیز نساج بود ترک او گرفت بر شیخ جنید آمد ودرخواست بیعت کرد جنید فرمود تو مرید خیر نساجی ترا دست بیعت ندھم او رارد کرد جنید مقتدای وقت بود در داور دھمہ شد۔

ترجمہ: ایک مرتبہ فرمایا کہ بعض مرید ایسے ہوتے ہیں جو اپنے پیرومرشد پر اکتفا نہیں کرتے اور دوسرے پیر کے ہاتھ پر بیعت کرکے اس سے خرقہ حاصل کر لیتے ہیں میرے نزدیک یہ حرکت کوئی قابل قبول نہیں، دراصل بیعت تو وہی ہے جو پہلی مرتبہ کسی کے ہاتھ پر کیجائے اگرچہ وہ پیرومرشد ایک عام آدمی ہی کیوں نہ ہو۔ خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ سے کسی نے ایک مرتبہ شیخ منصور حلاج علیہ الرحمہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مردہ دراصل خیر نساج کا مرید تھا جن کی ارادت وعقیدت سے منہ موڑ کر حضور سید نا سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ سے بیعت کرنا چاہی حضور سید نا سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم دراصل حضرت شیخ خیر نساج علیہ الرحمہ کے مرید ہو میں تمہیں دوبارہ بیعت نہیں کرتا چنانچہ حضور سید نا سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ جو اپنے وقت کے مقتدا اور کامل تھے انہوں

نے حلاج علیہ الرحمۃ کو واپس کر دیا، چونکہ شیخ منصور حلاج علیہ الرحمۃ کو آپ نے واپس لوٹا دیا تھا اس لئے دوسرے تمام مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے بھی ان سے بیعت نہ لی۔

(اخبار الاخیار، ص ۵۹، نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، بلال روڈ، لاہور)

معارف آگاہی شیخ ابو عبداللہ محمد محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۳۸ھ، کا فیصلہ:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

قال الشيخ محى الدين عليه الرحمة: وما سامح شيخ مريده فى الاجتماع بغيره الا فسد حاله، وحصل له تردد فى اى الشيخين اعلى، مقاما حتى يتلمذ له، واذا حصل له التردد دفعه قلب هذا وقلب هذا ولم ينتفع باحد منهما، لان شرط الانتفاع بشيخ جزم المريد بالتقيد فى دائرته لا يخرج منها حتى يحصل له الكمال، وحينئذ يصير كالاخ فى الطريق للشيخ، وللشيخ عليه حكم الافاضة من غير وقوف معه، انتهى۔

ترجمہ: معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ کسی شیخ نے اپنے مرید سے کسی کے پاس جانے سے صرف نظر کیا مگر اس کے حال میں فساد برپا ہوا اور اسے تردد لاحق ہو جاتا ہے کہ دونوں مشائخ میں کس کا مقام اعلیٰ ہے تا کہ اس کی شاگردی اختیار کرے اور جب اسے تردد ہوتا ہے تو اس کا قلب اور اس کا قلب اسے رد کر دیتا ہے اور دونوں میں کسی سے بھی نفع حاصل نہیں کر سکتا۔

کیونکہ کسی شیخ سے نفع حاصل کرنے کی شرط مرید کا اس کے دائرے میں پابندی کرنے کا عزم بالجزم ہے کہ اس سے نکلے گا نہیں حتیٰ کہ اسے کمال حاصل ہو جائے اور اس وقت وہ شیخ کے لئے گویا طریقت کا بھائی ہو جاتا ہے اور شیخ کے لئے اس کے ساتھ وقوف کے بغیر فیض عطا کرنے کا حکم ہے۔

(المنن الکبریٰ، الباب الثامن، ص ۳۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ، لکھتے ہیں:

حضرت مخدوم مینا قدس سرروحه میفرمود که مرید اگر در حالت حیات پیر بدیگری در اتباع و تلقین توجه کند بهره نیابد و باوجود پیر، از دیگری کلاه محبت ستدن و خلافت قبول کردن جائز نبود۔

ترجمہ: حضرت مخدوم شیخ مینا قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر کوئی مرید اپنے پیر کی زندگی میں کسی اور کی پیروی اور تلقین کی جانب توجہ کرتا ہے تو وہ کہیں سے کوئی حصہ نہیں پاتا اور پیر کے ہوتے ہوئے کسی اور شخص سے محبت کی کلاہ لینا اور خلافت قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

(سبع سنابل، سنبلہ دوم، در بیانِ پیری و مریدی، ص ۸۸، النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور)

سید محمد بن مبارک کرمانی، میر خورد، چشتی علیہ الرحمۃ، متوفی ۷۷۰ھ، لکھتے ہیں:

سلطان المشائخ فرمود بعضے درویشان با پیرے بیعت کرده باشند بر آن بسنده نمے کنند تا بر پیرے دیگر میروند و بیعت و خرقه او هم مے ستانند نزدیک من این چیزے نیست زیرا که مرید را محبت حق تعالیٰ و جل و علی بر اندازهٔ محبت پیر خود حاصل مے شود چون بادو پیر بیعت کند و خرقهٔ دو پیر ستاند چگونه راست آید بیعت همان است که اول با کسے کرده باشد اگر چه آن پیر یکے از احاد باشد و مے

فرمود شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سهروردی قدس سرہ بارها گفتے هر درے وهر سرے نباشید یک در گیرید محکم گیرید از سلطان المشائخ سوال کردند حکم شیخ حسین منصور حلاج چیست فرمود که مردود است او مرید خیر نساج بود ترک او گرفت وبر جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آمد و در خواست بیعت کرد جنید فرمود تو مرید خیر نساجی ترا دست بیعت ندهم او را رد کرد چون جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقتداے وقت بود رد او رد همه باشد و بخط مبارک سلطان المشائخ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نبشته دیده ام: فان قال قائل انا راینا المشائخ استفادوا عن غیر شیخ واحد کابی عثمان فانه کانی متمسکا بمتابعته یحیٰ الرازی وبعده رغب فی صحبة شاہ الکرمانی ثم اتبع ابا حفص الحدّاد وبلغ مبلغ الرجال وانت فقد تحجرت واسعا اعلم ان تعلق الارادة تعلق یشترک فیه غیره وتعلق یشترک فیه غیره فانه یمکن ان یربی الصبی غیر الوالدین فیه صبعه الطیر الا ان تموت الشیخ کما کان حال الشیخ ابی النجیب السهروردی لما مات شیخه احمد الغزالی استفاد باشارته عن الشیخ حماد دباس۔

ترجمہ: سلطان المشائخ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بعض درویش پہلے ایک پیر سے بیعت کر لیتے ہیں لیکن اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ دوسرے پیر کے پاس جاتے اور اس سے بیعت کرتے اور خرقہ بھی پہنتے ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ کوئی بات نہ ہوئی کیونکہ مرید کو خدا تعالیٰ کی محبت اپنے پیر کی محبت کے اندازہ پر ہوتی ہے اور جب یہ ہے تو جو شخص دو پیروں سے بیعت کرے گا اور خرقے لے گا تو پھر یہ بات کیوں کر حاصل ہوگی۔ بیعت وہی معتبر ہے جو اول مرتبہ کسی شخص سے کی ہے اگرچہ وہ پیر مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں ادنیٰ درجہ رکھتا ہو اور ان ہی میں کا ہو آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز بارہا فرمایا کرتے تھے کہ آدمی ہر بابی اور ہر سری نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ ایک دروازہ کو پکڑنا اور نہایت استحکامی اور مضبوطی سے پکڑنا واجب ہے۔

چنانچہ آپ اپنے مریدوں کو سب سے اول یہی نصیحت فرماتے اور نہایت زور کے ساتھ اس مضمون کو بیان کرتے اسی اثناء میں حاضرین نے سلطان المشائخ علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ شیخ منصور حلاج علیہ الرحمہ کا کیا حکم ہے فرمایا کہ ان کا حکم مردود ہے۔ اصل میں وہ حضرت شیخ خیر نساج علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ لیکن بعدہ انہیں چھوڑ کر حضور سیّدنا سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے پاس آئے اور بیعت کی درخواست کی جنید علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ چونکہ تم خیر نساج کے مرید ہو اس لیے میں تمہاری بیعت نہیں لیتا غرضیکہ حضور سیّدنا سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے ان کی اس درخواست کو رد کر دیا اور چونکہ آپ مقتدائے وقت اور شیخ زمان تھے اس لیے آپ کا ان کی اس درخواست کو رد کرنا گویا سب کا رد کرنا ہے۔

میں نے خاص سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کے قلم مبارک سے عبارت لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ ہم نے مشائخ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے علاوہ ایک پیر کے بہت سے مشائخ سے فائدہ اٹھایا ہے جیسے شیخ ابوعثمان علیہ الرحمہ کو وہ اول اول یحییٰ رازی علیہ الرحمہ کی پیروی کرتے اور ان کے طریقہ سے تمسک کرتے تھے کہ پھر شاہ کرمانی کی صحبت میں راغب ہوئے اور ان پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ابوحفص حداد کی پیروی کی اور مردان راہ خدا کے مرتبہ کو پہنچ گئے اور تم نے اس طریقہ کے وسیع دائرہ کو تنگ کر دیا ہے سو واضح رہے کہ ارادت کا علاقہ ایک ایسا علاقہ ہے جس میں اس کا غیر شریک ہو سکتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک بچہ کی پرورش اس کے ماں باپ کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ تکمیل کے مرتبہ کو پہنچ جائے مثلاً اسے دایہ پال لے۔

لیکن ہاں جب پہلا شیخ انتقال کر جائے تو مرید کو دوسرے پیر کی طرف رجوع کرنا جائز ہے جیسے شیخ ابوالنجیب سہروردی علیہ الرحمہ اپنے شیخ احمد غزالی علیہ الرحمہ

کے بعد ان کے اشارہ سے شیخ حماد دباس علیہ الرحمۃ سے مستفید ہوئے۔

(سیرُ الاولیاء، باب، ششم،ص،۳۳۷، ۳۳۸، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد)

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اپنے پیر کو چھوڑ کر دوسرے سے طلب کرنا مرتد ہونا ہے اس لئے اپنے پیر ہی سے طلب کرے اگر دوسرے کے پاس جائے گا وہ اس کی دستگیری نہ کرے گا مفت میں اس کی راہ ماری ہوگی۔ (خاتمہ،ص،۹۲)

اگر مرید کسی ایسی مجلس میں حاضر ہو جہاں خواجہ خضر علیہ السلام اور ابدال و اوتاد وغیرہ اولیاء اور اس کے پیر بھی تشریف رکھتے ہوں تو یہ اپنے پیر ہی سے غرض رکھے اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ (خاتمہ،ص،۹۹)

حضرت شیخ المشائخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا قول بھی اسی کا شاہد ہے۔

مارجع من رجع الاعن الطریق و من وصل لا یرجع

یعنی جو الٹا پھرتا ہے تو وہ راستہ ہی سے الٹا پھرتا ہے اور جو پہنچ گیا وہ الٹا نہیں پھرتا) میں بھی یہی کہتا ہوں۔

مرید اپنے پیر سے جنید علیہ الرحمۃ و بایزید علیہ الرحمۃ کو بھی بہتر نہ جانے، اگر اپنے پیر پر کسی اور شخص کی فضیلت ظاہر و ثابت بھی ہو جائے تب بھی اپنا ہاتھ پیر کے دامن سے نہ ہٹائے باپ ہی اپنے بچہ کی پرورش کرتا ہے، غیر کیسا ہی رحیم و شفیق ہو تمہاری پرورش نہ کرے گا تمہاری پرورش تمہارے پیر ہی پر فرض ہے کیونکہ اس کی تم اولاد معنوی ہو۔ (خاتمہ،ص،۱۰۰)

سید محمد بن مبارک کرمانی، میر خورد، چشتی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۷۷۰ھ، لکھتے ہیں:

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا اچھا کہا:

بیت

که نیست در همه عالم باتفاق امروز		جز آستانۂ تو مقصدے وملجائے

ترجمہ: تیرے آستانہ کے سوا اس زمانہ میں کوئی جگہ پناہ وحصول مقصد کی نہیں۔

(سیرُ الاولیاء، باب، ششم،ص،۳۴۵، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

هم بران در گرد از سگ کم مباش		با سگِ کهف ارشد ستی خواجه تاش

ترجمہ: (ارے! ایک) کتے سے کم رتبہ نہ بن اگر تو اصحاب کہف کے کتے کا ہم رتبہ بن گیا ہے تو اسی دروازے کا طواف کئے جاؤ (جس نے دہانہ غار کو نہیں چھوڑا)۔

چوں سگاں هم مرسگاں را ناصح اند		که دل اندر خانۂ اول به بند

ترجمہ: جب کتے بھی (دوسرے) کتوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ (اپنے) پہلے (مالک) کے گھر میں ہی جی لگاؤ۔

(کیا تم کتوں سے بھی گئے گزرے ہو۔ جو اپنے پہلے مرشد کے ساتھ وابستہ نہیں رہتے)۔

آں درِ اول کہ خوردی استخواں		سخت گیر و حق گزاری را مماں

ترجمہ: (کتے کہتے ہیں کہ) اس پہلے دروازے کو کہ (جس سے تو نے ہڈی کھائی ہے مضبوط پکڑ اور حق گزاری کو نہ چھوڑ)۔

(مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ٦٣)

بیوفائی چوں سگاں را عار بود		بیوفائی چوں رَوا داری نمود

ترجمہ: جب کتوں کے لئے بیوفائی عار تھی تو تو نے بیوفائی کرنا کیونکر روا رکھا۔

(مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ٦٤)

ہر کجا بینی برہنہ و بے نوا		وانکہ او بگریختہ از اوستا

ترجمہ: جہاں کہیں تم کسی (خلعتِ باطنی سے) ننگے اور (دولتِ معرفت سے) بے بہرہ کو دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ اپنے استاد (طریقت) سے بھاگا ہوا ہے۔

صائب

تا چناں گردد کہ میخواہد دلش		آں دلِ کور بد بے حاصلش

ترجمہ: (وہ) اس لئے (بھاگا ہے) کہ جس طرح اس کا دل چاہے اسی طرح ہو جائے۔ اس کا وہ دل جو اندھا ہے برا ہے، بے نصیب ہے۔

گر چناں گشتے کہ استا خواستے		خویش راو خویش را آراستے

ترجمہ: اگر وہ اسی طرح (عمل کرنے والا) ہوتا جس طرح استاد چاہتا تو آج سے اپنے آپ کو اور (نیز اپنے) اقارب کو (فضائل و کمالات سے) مزین کرسکتا۔

ہر کہ از استا گریزد در جہاں		اوزِ دولت میگریزد ایں بداں

ترجمہ: جو شخص دنیا میں استاد سے بھاگتا ہے وہ (درحقیقت) دولت (علم) سے بھاگتا ہے۔ اس کو (خوب) سمجھ لو۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ٧٧٣)

حضرت شیخ المشائخ خواجہ نجم الدین کبریٰ، متوفی ٦٠٠، لکھتے ہیں:

اور شیخ کے احوال کے معاملات کو ارادت کی نگاہ سے دیکھے، اور کوتاہ بین عقل کی نظر کو تصرف میں نہ لائے، کیونکہ بڑی اعلیٰ شرط ولایت کا تسلیم کرنا ہے۔ جیسا کہ انڈے اور مرغ کی صورت میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر انڈا ذرا بھی مرغ کے تصرف اور اس کی تسلیم کو چھوڑ دے تو اس سے مدد کا ملنا بند ہو جاتا ہے اور مرغ ہونے کی خاصیت جو اس کو ہوتی ہے، فوراً جاتی رہتی ہے، نہ وہ انڈا ہی رہتا ہے اور نہ ہی مرغ بنتا ہے۔ اور جو انڈا کسی مرغ کے تصرف میں رہ کر گندہ ہو جائے تو اسے جہان بھر کے مرغ بھی ٹھیک نہیں کر سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر مرید ولایت شیخ کا مردود ہو جائے تو مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے کوئی بھی اس کو کمال تک نہیں پہنچا سکتا، اور وہ سارے مشائخ کی ولایت کا مردود ہو جاتا ہے، مگر جو مرید کسی خاص عذر کے سبب شیخ سے رہ جائے، وہ جس کا دامن پکڑے گا اسی سے ولایت کے درجے کو پہنچ جائے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شیخ کی خدمت میں پہنچنے اور اس سے فائدہ اٹھانے سے اس وجہ سے معذور ہو، کہ شیخ وفات پا گیا ہے یا دور کا سفر ہے کہ مرید وہاں نہیں پہنچ سکتا، جب

ان عذروں کے سبب دوسرے شیخ کی خدمت میں شامل ہوگا، اور معذور ہوگا، تو ممکن ہے کہ نئے شیخ کی دعا سے مرغ ہونے کے مقام تک پہنچادے، اس واسطے کہ مرید کے وجود کا انڈا مرغیت کی استعداد کے لئے بہ سبب رد کرنے کسی صاحب ولایت کے خراب نہیں ہوگیا۔

(مرصاد العباد، ص، ۱۸۶)

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی نقشبندی علیہ الرحمۃ "انفاس رحیمیہ" میں لکھتے ہیں:

اصل کام یہ ہے کہ اپنے اختیار کو درمیان سے اٹھادے اور خود کو اہل اللہ کے سپرد کردے، تاکہ مقصود حاصل ہو جائے، وگرنہ کبھی حاصل نہ ہوگا اور خود کو اس کے عقیدت مندوں میں سے ایک آدمی بنالے اور طلب فیض کی نیت دو جگہوں سے نہ کرے، وگرنہ کسی جگہ سے بھی فیض نہیں ملے گا۔

(رسائل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی، ص، ۲۱۱)

واپس چلے جاؤ اور شیخ ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمۃ کو راضی کرلو:

شروع میں امام ابوالقاسم قشیری علیہ الرحمۃ اور شیخ ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمۃ کے درمیان رنجش تھی۔ امام قشیری علیہ الرحمۃ کا خیال تھا کہ میرا علم و دانش شیخ ابوسعید علیہ الرحمۃ سے زیادہ ہے، پھر ان کا درجہ و رتبہ مجھ سے بلند کیسے ہوسکتا ہے؟۔ ایک عرصہ تک یہ خیال امام قشیری علیہ الرحمۃ کے دل میں رہا۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ کی زیارت کا عزم کیا۔ پہلے وہ خرقان میں حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور تین ماہ تک یہاں مقیم رہے۔ ایک روز خرقانی علیہ الرحمۃ نے امام قشیری علیہ الرحمۃ سے فرمایا: ''واپس چلے جاؤ اور شیخ ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمۃ کو راضی کرلو۔ اس کے بعد تمہارا خانہ کعبہ کو جانا صحیح ہوگا'' امام قشیری علیہ الرحمۃ نے شیخ خرقانی علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد کے بعد سفر حجاز مقدس منسوخ کردیا اور جب وہ نیشاپور میں واپس پہنچے تو لوگوں نے سفر حج پر نہ جانے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: ''شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ نے میری کمر سے ستر زناریں توڑ ڈالیں ہیں جن میں سب سے کم درجے کی زنار میری شیخ ابوالخیر علیہ الرحمۃ سے عداوت تھی''

(حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ، ص ۵۳)

سلوک میں دوسرے شیخ کے اجتماع سے روکنے کی وجہ:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وانما منع الاشیاخ المرید من الاجتماع بغیرھم من الاشیاخ لیختصروا له الطریق فان حکم طریق کل شیخ کالاصبع المتصلة بالکف فاذا سلک الانسان مقدار عقدة ثم انتقل الی شیء آخر فسلک علی یدیه مقدار عقدة ثم انتقل الی آخر فسلک علی یدیه مقدار عقدة فقا اوقف نفسه عن السیر ولو انه جعل سلوک تلک العقد کلها علی ید شیخ واحد لکان دخل حضرة الکف فان کل اصبع ثلاث عقد فنفذ عمر هذا وهو فی اول عقدة من سائر الطرق فهذا سبب منع الاشیاخ مریده حان یشرک معهم فی السلوک غیرهم انتهی۔ ثم اعلم ان المعرفة عند ائمة الاصول هی العلم بالله تعالیٰ و صفاته الذاتیة والمعنویة فهذا هو المطلوب من معرفة الصانع جل وعلا اذ الذات مجهولة من حیث الاحاطة بها۔

ترجمہ: اور شیوخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے مرید کو اپنے سوا دوسرے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اجتماع سے صرف اس لئے منع فرمایا تاکہ اس

کے لئے طریق مختصر کردیں کیونکہ ہر شیخ کے طریق کا حکم انگلی کی طرح ہے جو کہ ہتھیلی سے متصل ہے۔ تو جب ایک انسان نے ایک گرہ کی مقدار سلوک اختیار کیا پھر دوسری چیز کی طرف منتقل ہوگیا تو اس کے ہاتھوں پر ایک گرہ کی مقدار سلوک کیا۔ پھر کسی اور کی طرف منتقل ہوگیا تو اس کے ہاتھوں پر ایک گرہ کی مقدار سلوک اختیار کیا۔ تو اس نے اپنے آپ کو سیر سے روک لیا۔ اور اگر وہ ان گرہوں کا سلوک ایک شیخ کے ہاتھ پر کرتا تو وہ ہتھیلی تک رسائی حاصل کرلیتا۔ کیونکہ ہر انگلی کی تین ہی تو گرہیں ہیں۔ تو اس کی عمر تو تمام طرف کی پہلی گرہ میں ہی ختم ہوگئی۔ تو یہ ہے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اپنے مرید کو اس سے روکنے کی وجہ کہ سلوک میں ان کے غیر کو شریک کرے۔ انتہی۔ پھر جان لو کہ ائمہ اصول کے نزدیک معرفت نام ہے اللہ تعالیٰ۔ اس کی صفات ذاتیہ اور معنویہ کے ساتھ علم کا اور صانع جل جلالہ کی معرفت سے یہی مطلوب ہے۔ کیونکہ ذات کا اس حیثیت سے کہ اس کا احاطہ ہو سکے علم حاصل نہیں ہو سکتا۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص، ۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سراج السالکین سید شاہ اشرف سمنانی علیہ الرحمۃ نے لکھا دو پیر کے بارے میں:

دو شیخ کے تفاضل میں ایک دوسرے کی شان وشوکت بیان کرنے میں کسی شیخ کی ہتک ہوگی۔ اور یہ ارتدادِ معنویت کی حقیقت میں سے ہے۔

قطعہ

چراخواجه تاشان شاهان بهم		نشینند دربزعم عیش ونوای
چوبایکد گر و صف شاهان کنند		بهم ضد یکد یگر آبیند برای

ترجمہ: اے خواجہ اپنی زندگی اور آواز کے زعم میں دو شاہوں کی شان میں کیوں بیٹھا۔

جب ایک دوسرے کی صفت بیان کرینگے تو ضد میں دوسرے کے لیے برائی لائینگے۔

(مکتوباتِ اشرفی/ پہلا ایڈیشن، ص: ۱۰۷)

حضرت شیخ کلیم اللہ چشتی علیہ الرحمۃ کی زیارت:

ایک بار آپ حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی جہاں آبادی علیہ الرحمۃ (م ۱۱۴۲ھ/ ۱۷۲۹ء) کی خدمت میں پہنچے۔ وہ اس وقت درس حدیث میں مشغول تھے اور فرما رہے تھے کہ حدیث میں آیا ہے کہ رات کے وقت جنات میں سے ایک دیو نے رسول خدا ﷺ پر حملہ کیا۔ آپ ﷺ نے دعائے حضرت سلیمان علیہ السلام پڑھے بغیر اسے پکڑنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ دیکھیں کہ شیخ اس کی کیا تاویل فرماتے ہیں؟ شیخ کلیم اللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیخ کے لیے لازم ہے کہ وہ کسی دوسرے کے مرید پر اس کے پیر کی اجازت کے بغیر تصرف نہ کرے۔

(خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص: ۱۵۶)

اپنے پیر سے بے ادبی تمام سلسلہ عالیہ کے ساتھ بے ادبی ہے:

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

مخدوما هر بے ادبی که کرده است تنها بشما نکرده است به بزرگان این سلسله کرده است چون شما که پیر او باشید ازوے آزرده باشید

مار اباو چه آشنائی ماند قوت انتقامیه در فقیر کمتر است دو کلمه از روے غیرت باو نوشته است اگر متاثر شد فبها و الا او داند و کار او۔

ترجمہ: میرے مخدوم! اس نے جو بے ادبی بھی کی ہے صرف آپ (پیر) ہی کے ساتھ نہیں کی ہے (بلکہ) اس سلسلہ (عالیہ نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ) کے بزرگوں کے ساتھ (بھی) کی ہے، جب آپ جو کہ اس کے پیر ہیں اس سے آزردہ (ناراض) رہیں گے تو ہمارے (دادا پیر) اس کیساتھ کیا آشنائی رہے گی، انتقامی قوت اس فقیر (محمد معصوم علیہ الرحمہ) میں بہت کم ہے دو کلمے غیرت کے تقاضے سے اس کو لکھے گئے ہیں اگر اس نے اثر قبول کیا تو اچھا ہے ورنہ وہ جانے اور اس کا کام جانے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۱۱۱، ص، ۲۵۸، گارڈن ویسٹ، کراچی)

اپنے پیر کو راضی کرو پھر دادا پیر بھی راضی:

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

نموده می آید درینولا شنیده شد که مولانا محمد صدیق را که پیر شماست رنجانیده اید و گستاخیها و بے ادبیها نموده اید و در سلوک سابق تغیر هارفته و مولانا بسیار بسیار از شما رنجیده بحدیکه معامله به تبری و سلب رخصت کشیده است ازان تو اضعها و نیستیها و خداطلبیها که از شما ظاهر می شد این امور بسے مستبعد و خیلے محل تعجب است از پیر که قطع می کنید بکه می پیوندید مگر از خداهم، جل و علا قطع می خواهید بجاطر مریدان از پیر قطع نتوان نمود و بجهت رضائے مخلوق از خالق تعالیٰ نمی توان برید چه بلا شدحقوق از عالم رفت ازمثل شما مردم که این قسم حرکت ناملایم پیدا شود پس اعتماد از یاران واهل ارادت برخاست هر که نشو و نما پیدا خواهد کرد دقبولے خواهد بهم رسانید یا صفائی در وقتے خواهد دیداز پیر اعراض و ترک آشنائی خواهد نمود انا لله و انا الیه راجعون۔ باید که بمشاهده این امور رابطهٔ محبت و رسوخ عقیده به پیر زیاده تر شود و انکساری و خاکساری بسدهٔ او بیش از بیش نماید که این دولت پهن کردهٔ اوست و این صفا و قبول از انوار و برکات او نه آنکه گردن کشی نماید و رعونت بهم رساند که مشیخت و بطالبان صحبت داشتن درین وقت از محرمات طریقت است عجب است که ایمان بسلامت ماند بطلبه صحبت داشتن امریست علیحده، در نفحات از عزیزے نقل می کنند که هر که پیر ترا رنجه دارد و توبد و بد نباشے سگ به از تو باشد چه جائے آنکه مرید خود مباشر رنجش پیر بود بد فهمیده ایدز و دتدارک نمابید و مولانا را از خود راضے سازید بهر طریق که راضی شود غیر ازین علاجے نیست اگر مولانا راضی ست مانیز راضییم، والا مانیز راضی نیستیم رضائے ما فرع رضائے مولانا است شخصے می گفت که ارادهٔ آمدن سرهند دارید، آمدن بسرهند ازبے رضاے مولانا محض عبث است که باز به پشاور باید رفت و راضی باید ساخت چنانچه مولانا بنویسد بما که از فلانے راضی شدیم بعدازیں مانیز راضییم خواه بیایید و خواه نیایید، مخدوما آنچه نوشته شده است از راه دوستی و بهبودی شما نوشته شده بدنبرید۔

بیت

من آنچه شرط بلاغ است باتومیگویم		تو خواه از سخنم پند گیر وخواه ملال

نصیحت بظاهر تلخ است سعادت مند کسے است که این تلخی رادر رنگ شکر بجاید و از حلاوت معنوی بهره یابد چون کتابتهائے

متکثرہ ازمولانا درانواع شکوہ ازشمار سید بنا برآن نوشته شد زینها رالف زینهار که ازین چیز هادر میان آمده است نادم شوید ودررضاے مولانابجان کوشید۔

اس اثنا میں سنا گیا تم نے مولانا محمد صدیق کو جو تمہارے پیر ہیں رنج پہنچایا ہے اور گستاخیاں و بے ادبیاں کی ہیں اور سابقہ سلوک میں بہت تبدیلیاں آگئی ہیں اور مولانا تم سے بہت زیادہ رنجیدہ ہیں اس حد تک کہ معاملہ تبرا (بیزاری) اور اجازت کے سلب تک پہنچ گیا ہے ان تواضعات اور فنائیتوں اور خدا طلبیوں سے جو کہ تم سے ظاہر ہوتی تھیں یہ امور بہت ہی خلاف توقع اور نہایت تعجب خیز ہیں جب تم پیر سے قطع تعلق کرتے ہو تو پھر کس کے ساتھ تعلق جوڑو گے شاید اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے بھی قطع تعلق چاہتے ہو مریدوں کی وجہ سے پیر سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہئے اور مخلوق کی رضامندی کے لئے خالق تعالیٰ شانہٗ سے قطع تعلق نہیں کیا جاسکتا کیا مصیبت ہے دنیا سے حقوق اٹھ گئے۔ تم جیسے لوگوں سے بھی اس قسم کی نازیبا حرکات ظاہر ہوتی ہیں پس دوستوں اور اہل ارادت سے اعتماد اٹھ گیا جو شخص تربیت حاصل کرلے گا اور کچھ قبولیت بہم پہنچالے گا یا وہ کسی وقت میں کچھ صفائی (اپنے اندر) دیکھے گا وہ پیر سے روگردانی اور ترک آشنائی اختیار کرلے گا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (سورۃ البقرۃ،۱۵۶)

ہونا چاہئے کہ ان امور کے مشاہدہ کے ساتھ پیر کے ساتھ محبت کا رابطہ اور اعتقاد کی مضبوطی اور زیادہ ہوجائے اور اس کے آستانے کیساتھ انکساری وخاکساری زیادہ سے زیادہ ظاہر کرے کیونکہ یہ دولت اس کی پھیلائی ہوئی ہے اور یہ صفائی وقبولیت اس کے انوار وبرکات سے ہے نہ کہ اس سے سرکشی کرے اور رعونت (غرور) بہم پہنچائے کیونکہ اس وقت میں مشیخت (پیری مریدی کرنا) اور طالبوں کے ساتھ صحبت رکھنا طریقت کے محرمات میں سے ہے ایمان کا سلامت رہنا ہی عجب بات ہے طالبین سے صحبت رکھنا ایک علیحدہ امر ہے۔

نفحات الانس میں ایک بزرگ (حضرت سیدی شیخ الاسلام عبداللہ انصاری علیہ الرحمۃ) سے نقل کرتے ہیں کہ "جو شخص تیرے پیر کو رنجیدہ کرے اور تو اس سے نفرت نہ کرے تو کتا تجھ سے بہتر ہے" چہ جائے کہ مرید خود پیر کو رنج پہنچائے تم نے غلط سمجھا ہے جلدی تدارک کرو اور جس طرح سے بھی مولانا راضی ہوں ان کو اپنے آپ سے راضی کرو اور اس کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں ہے اگر مولانا (پیر) راضی ہیں تو ہم (داد پیر) بھی راضی ہیں ورنہ ہم بھی راضی نہیں ہیں ہمارا راضی ہونا مولانا (پیر) کے راضی ہونے کی فرع (شاخ) ہے۔ ایک شخص کہتا تھا کہ تم سرہند آنے کا ارادہ رکھتے ہو مولانا (پیر) کو راضی کئے بغیر سرہند آنا محض بے فائدہ ہے کہ پھر پشاور جانا اور (مولانا کو) راضی کرنا پڑے گا جب مولانا ہم کو لکھیں گے کہ ہم فلاں شخص سے راضی ہو گئے ہیں اس کے بعد ہم بھی راضی ہیں خواہ تم (یہاں آؤ یا نہ آؤ)۔

میرے مخدوم! جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تمہاری دوستی اور بھلائی کے لئے لکھا گیا ہے برا نہ مانیں۔

من آنچه شرط بلاغ است باتو میگویم		تو خواه از سخنم پند گیر وخواه ملال

ترجمہ: میں تجھ سے وہ بات کہتا ہوں جس کا پہنچانا ضروری ہے، خواہ تو میری بات سے نصیحت حاصل کر یا رنجیدہ ہو۔

نصیحت بظاہر تلخ ہے سعادت مندوہ ہے جو اس تلخی کو شکر کی طرح چبائے اور معنوی شیرینی سے بہرہ مند ہو چونکہ مولانا کے بہت سے خطوط تمہاری مختلف قسم کی شکایتوں کے بارے میں پہنچے اس بناء پر لکھا گیا نہایت تاکید ہے کہ ان چیزوں سے جو کہ درمیان میں آئی ہیں آپ شرمندہ ہوں اور مولانا کی رضامندی میں

(دل و) جان کے ساتھ کوشش کریں۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۱۱۲، ص، ۲۵۹، ۲۶۰، گارڈن ویسٹ، کراچی)

سید محمد بن مبارک کرمانی، میر خورد، چشتی علیہ الرحمہ، متوفی، ۷۷۰، ھ، لکھتے ہیں:

کسی بزرگ نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

شیر نربوسد بحرمت مرد قانع راقدم	پیرسگ خاید بدندان پائے مرد ہر درے

ترجمہ: شیر حرمت وعزت کے ساتھ قانع آدمی کے قدم کو بوسہ دیتا ہے اور جو شخص ہر دروازہ پر بیٹھتا ہے اس کے پاؤں کو بوڑھا کتا دانتوں سے چباتا ہے۔

(سیر الاولیاء، باب، چہارم، ص، ۲۵۷، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

نسمه فرمود: در معنی آن کلام که: "برکة العلم فی تعظیم الاستاذ" باید که شاگرد خود را همان جاهل شناسد که روز اوّل نزد استاد آمده بود و داند که هر چه پیدا کرده است استاد است۔ تا برکات آن تعلیم بروزگار از وی بماند۔ و باید که به استاد و پیر بی حیائی و بی ادبی ننماید که دران خوف زوال ایمان است چه او جانشین رسولِ رحمان است۔ و اهانتِ او در حقیقت اهانت آن سید انس و جان۔ و بدین تقریب حکایت کرد از مولانا معین الدین۔ که از علمای ربانی بود و او اساتذه امیر سید شریف جرجانی۔ ناگاه شاگردی از شاگردانش امری ناپسندید به آن جناب نسبت کرد۔

چون شنود فرمود: اگر راست گفته چه گویم و اگر دروغ می گوید الٰهی رسوای مرد و زن شود۔ چهل روز ازان سخن نگذشت که پیسی، در پیشانی آن شاگرد پدیدار شد۔ چند روز دستار کج نهاده می گشت۔ چون زیاده شد در خانه بنشست۔

وهم به تقریب اصلاح اساتذه ناراستی و کجی تلامذه را نقل کرد که روزی از پیش دکان درویش بیل گر می گزشتیم با جماعتی از اغره او به کار خود بود۔ چون مایان را بدید پیش آمد و گفت: از شما [ص/ ۲۰] سوالی دارم۔ آیا ضربی که صادر می شود بر بیل می آید بر سندان، یا بر تپک؟ اغره ساکت شدند۔

فقیر گفت: نه بر سندان آید و نه بر بیل و نه بر تپک بل بر کجی و ناراستی می آید۔ پیشانی مرا بوسه داد و گفت: رحمت خدای سبحانه بر تو باد که نیکو گفتی۔

هم بدین تقریب گفت: بیست تن از شاگردان مادر کما نگری به ما بی ادبی کردند همه۔ جوان مردند و به مراد نرسیدند۔ وهم بدین تقریب فرمود: آدمی باید آنچه دارد نزد حق داند و اصل خود را همان آب نطفه تصور نماید۔ کما قال عز و جل "خلق من ماء دافق" الایة،

نسمہ: اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے کہ برکة العلم فی تعظیم الاستاذ (علم کی برکت استاد کی تعظیم میں ہے) حضرت نے فرمایا:

شاگرد کو چاہیے خود کو ہمیشہ ایسا جاہل سمجھے گویا وہ پہلے روز استاد کے پاس آیا ہے۔ اور یہ سمجھے کہ جو علمی فائدہ بھی اسے پہنچا ہے اس استاد سے پہنچا ہے تاکہ اس تعلیم کی برکات زندگی میں اس کے ساتھ باقی رہیں

اور فرمایا اور اپنے استاد کیساتھ بے حیائی وبے ادبی کا معاملہ نہ کرے کہ اس میں ایمان زائل ہونے کا خطرہ ہے اس لیے کہ استاد اللہ تعالیٰ کے خلیفہ

کا جانشین ہے اور اس کی بے عزتی درحقیقت سید انس وجان ﷺ کی بے عزتی اور اہانت کرنا ہے۔

اس سلسلے میں آپ نے حضرت مولانا معین الدین علیہ الرحمۃ کی حکایت نقل کی جو میر سیّد شریف جرجانی علیہ الرحمۃ کے استادوں میں سے تھے اور عالم ربانی تھے۔ (دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) آپ کے شاگردوں میں سے ایک نے ایک ناپسندیدہ بات آپ کی طرف منسوب کی۔

جب آپ نے سنا تو فرمایا: اگر اس نے سچ کہا تو میں کیا عرض کروں لیکن اگر جھوٹ کہا تو مخلوق کے سامنے رسوا ہوگا۔

ابھی اس بات کو چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ اس کی پیشانی پر کوڑھ کے آثار ظاہر ہوئے۔ کچھ روز اس نے دستار ٹیڑھی کر کے پہنی لیکن جب یہ کوڑھ بڑھ گیا تو اب اسکو سخت تشویش لاحق ہوئی۔

استادوں کے ساتھ شاگردوں کے غیر پسندیدہ رویہ کی اصلاح کے سلسلہ میں انہوں نے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک لوہار درویش کی دوکان پر ہمارا گزر ہوا۔ کہ وہ پھاوڑے بناتے تھے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا تو پاس آئے اور سلام کیا اور کہنے لگے۔ مجھے کچھ پوچھنا ہے۔ پھاوڑے بنانے کے دوران میں جو یہ ضرب لگاتا ہوں یہ پھاوڑے پر پڑتی ہے یا ایرن پر یا ہتھوڑے پر۔ باقی لوگ خاموش رہے۔ میں نے عرض کیا پھاوڑے کی کجی پر۔ انہوں نے میری پیشانی چومی اور فرمایا۔ تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ تو نے اچھا کہا اور اسی سلسلے میں فرمانے لگے کہ میرے بیس شاگردوں نے مجھ سے بے ادبی کی۔ سب جوان مرے اور ان میں کوئی بھی اپنی مراد کو نہ پہنچا۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا آدمی کو چاہیے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسے خدا کی طرف سے جانے کہ اس کا عطیہ ہے اور اپنی اصل حقیقت اسی نطفہ کو سمجھے جس کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا:

خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ

ترجمہ:: وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا۔ (سورۃ الطارق: ۶)

(نسمات القدس، مقالہ اولی، ص ۸۵، ۸۶)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

واقعہ تربیت حضرت عیسیٰ۔ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام۔ نسبت بہ اخوی ((حافظ مہدی علی)) کہ نوشتہ بودند، بلی! ((حافظ)) بہ طریق ما مناسبت بسیار دارد، اما این قدر باید دانست کہ دولت ہر چند بہ صورت از ہر جا برسد، فی الحقیقت بہ شیخ خود راجع باید داشت، تا قبلۂ توجہ پراگندہ نشود و در کارخانہ خلل نیندازد۔

از ہر جا برسد از پیر خود باید دانست کہ او جامع است۔ بہ ہر صورت کہ تربیت او ظہور یابد، فی الحقیقت از اوست۔ این مقام از مزال اقدام طلاب است۔ واقف باید بود تا دشمن لعین راہ نیابد و پراگندہ نسازد۔

وشنیدہ باشند کہ ہر کہ یک جا، ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جا، ہیچ جا، ((حافظ)) را دعا رسانند والسلام۔

اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کی تربیت کا واقعہ جو آپ نے بھائی حافظ مہدی علی کے متعلق لکھا تھا۔ ہاں حافظ ہمارے طریقہ سے بہت مناسبت رکھتا ہے۔ لیکن یہ

۱۶۵۲۱۸

سمجھ لینا چاہئے کہ دولت اگر چہ ظاہری صورت میں کسی جگہ سے بھی پہنچے حقیقت میں اسے اپنے شیخ کی طرف سے سمجھنا چاہئے تا کہ قبلہ پراگندہ نہ ہو اور کارخانہ میں خلل نہ ڈالے جس جگہ سے بھی پہنچے اسے اپنے پیر کی طرف سے سمجھے کہ وہ جامع ہے۔ جس صورت سے بھی اس کی تربیت ظہور پائے وہ فی الحقیقت اسی طرف سے ہے اور یہ مقام طالبوں کے قدم پھسلنے کا ہے۔ اس سے واقف ہونا چاہئے تا کہ مردود دشمن راہ نہ پا سکے اور پراگندہ نہ کرے۔ یہ تو آپ نے سنا ہوگا کہ جو ایک جگہ ہے وہ ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے وہ کسی جگہ بھی نہیں ہے۔ حافظ کو دعا پہنچا دیں۔ والسلام

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۲۰، ج، ۲، ص، ۳۸۵، مرکز تحقیقات: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

امایک شرط را مرعی دارند و آن وحدت قبلہ توجہ است، قبلہ توجہ را متعدد ساختن، خود را در تفرقہ انداختن است، مثل مشہور است کہ ((وہر کہ یکجا، ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جا، ہیچ جا۔

حضرت حق۔ سُبحَانَہٗ وَ تعَالیٰ۔ بر جادہ شریعت مصطفویہ۔ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ۔ استقامت کرامت فرماید۔ والسلام علی من اتبع الہدی والتزم متابعۃ المصطفی علیہ وعلیٰ الہ الصلوات والتحیات۔

ترجمہ: لیکن ایک شرط خاص طور پر ملحوظ رکھیں کہ قبلہ توجہ صرف ایک ذات ہونی چاہیے (اپنا مرشد کامل) اپنا قبلہ توجہ متعدد افراد کو قرار دینا اپنے آپ کو تفرقے اور انتشار کا شکار کرنا ہے۔ مشہور مثل ہے۔ ہر کہ یک جا ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جا ہیچ جا، یعنی جو ایک جگہ قائم ہے ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے ایک جگہ بھی نہیں۔ حضرت سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی راہ پر استقامت عطا فرمائے۔ ان تمام پر جو تبع ہدایت ہیں اور مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات کی متابعت کو لازم جانتے ہیں، سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۷۵، ج، ۱، ص، ۲۲۱، مرکز تحقیقات: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

استاد و پیر برای آن غرض می گیرند کہ دلالت بہ شریعت نمایند و بہ برکت ایشان یسر و سہولی در اعتقاد و عمل بہ شریعت پیدا شود، نہ آنکہ مریدان ہر چہ دانند، کنند و ہر چہ خواہند، خورند و پیران سپر اینہا گردند و از عذاب نگاہ دارند، کہ این معنی متمنای محض است۔ آنجا بی اذن کسی شفاعت نتواند کرد و تا مرتضی نبود، شفاعت او نکند۔ مرتضی وقتی شود کہ بہ مقتضای شریعت عامل باشد و بہ، موجب بشریت زلتی اگر از وی واقع شود بہ شفاعت تدارک آن ممکن۔

استاد اور پیر اسی غرض سے پکڑتے ہیں کہ شریعت کی راہنمائی کریں اور ان کی برکت سے اعتقاد اور شریعت کے مطابق عمل کرنے میں آسانی اور سہولت پیدا ہو نہ یہ کہ مرید جو کچھ چاہیں وہ کرتے پھریں اور جو کچھ چاہیں کھاتے رہیں اور پیر ان کی ڈھال بن جائیں اور ان کو عذاب سے بچائے رکھیں کہ یہ مطلب محض ایک آرزو ہے۔ اس جگہ بے اجازت کوئی بھی سفارش نہیں کرے گا۔ جب تک کہ وہ پسندیدہ نہ ہوگا۔ کوئی بھی اس کی سفارش نہیں کرے گا۔ اور مرتضیٰ (پسندیدہ) اس وقت ہوگا جب کہ شریعت کے مطابق عمل کرے گا اور اگر بہ تقاضائے بشریت اس سے کوئی غلطی ہو جائے گی تو شفاعت سے اس کا تدارک ممکن ہوگا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۴۱، ج، ۲، ص، ۴۵۱، مرکز تحقیقات: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ھیں

عقل اگر کفایت می کرد، مثل ((ابی علی سینا)) که مقتدای ارباب معقول است، در جمیع احکام عقلیه محق می بود و غلط نمی کرد و حال آنکه دریک مسئله

الواحد لا يصدر عنه الا الواحد

آن قدر غلط کرده است، که بر ناظر منصف به ادنی تأمل واضح است

عقل اگر کافی ہوتی تو بوعلی سینا جیسا آدمی جو ارباب معقول کا پیشوا ہے تمام احکامِ عقلیہ میں حق پر ہوتا اور غلطی نہ کرتا۔ حالانکہ اس نے ایک ہی مسئلہ میں کہ

الواحد لا يصدر عنه الا الواحد

ترجمہ: ایک سے صرف ایک ہی چیز صادر ہوسکتی ہے۔

اس قدر غلطی کھائی ہے کہ وہ منصف آدمی کے دل پر ادنیٰ تامل سے واضح ہوجاتی ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۴۴، ج، ۲، ص، ۴۵۷، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((شیخ محمد چتری)) دربیان آنکه مدار کار بر قلب است، از مجرد اعمال صوری و عبادات رسمی کاری نمی کشاید و امثال آن، حق۔ سبحانه و تعالیٰ۔ از مادون خود اعراضی (روگردانی و بی توجهی۔) و به جناب قدس خود اقبالی ارزانی فرماید بحرمة سید البشر المحرر عن زیغ البصر۔ علیه و علیٰ اله الصلوات و التسلیمات۔

مدار کار بر قلب است، اگر دل به غیر او سبحانه گرفتار است، خراب و ابتر است۔ از مجرد اعمال صوری و عبادات رسمی کاری نمی کشاید۔

سلامتی قلب از التفات به ماسوای او تعالیٰ و اعمال صالحه که به بدن تعلق دارند و شریعت به اتیان آن امر فرموده، هر دو در کارست، دعوای سلامت قلب بی اتیان اعمال صالحۂ بدنیه، باطل است۔ همچنان که در این نشأة روح بی بدن غیر متصور است، احوال قلبی بی اعمال صالحۂ بدنی محال است۔

بسیاری از ملحدان این وقت به این قسم دعوای ادعامی نمایند۔ نجانا الله سبحانه عن معتقداتهم السوء بصدقة حبیبه علیه الصلوة و السلام و التحیة۔ (خداوند سبحان مارا از اعتقادات سوء ایشان نجات دهد به حرمت دوست و جیبش۔۔۔)

اس بیان میں کہ کام کا دارومدار قلب پر ہے۔ صرف اعمال کی صورتوں اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوتا اور اسی طرح کی اور باتوں میں۔ یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ حضور سید البشر علیه و علیٰ آله الصلوات و التسلیمات کی حرمت کے طفیل جو نظر کی کجی سے آزاد تھے، اپنے ماسواء سے روگردانی اور جناب قدس کی طرف توجہ نصیب فرمائے۔ کام کا دارومدار دل پر ہے۔ اگر دل حق سبحانہ وتعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہے تو خراب اور ابتر ہے۔ صرف ظاہری

اعمال اور رسمی عبادتوں سے کام مکمل نہیں بن سکتا۔ دل کو غیر حق تعالیٰ کی طرف توجہ سے سالم و محفوظ رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے ادا کرنے کا شرعاً حکم ہے، دونوں درکار ہیں۔ اعمال صالحہ بدنیہ کی بجا آوری کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ باطل ہے۔ جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح غیر متصور ہے، قلبی احوال کا حصول بھی بدنی اعمال صالحہ کے بغیر محال ہے۔ اس وقت کے بہت سے ملحد اور بے دین اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے صدقے ان کے اعتقادات سے نجات دے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۳۹، ج، ۱، ص، ۱۵۴، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

غوث صمدانی خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ''عبادت ہر کوئی کرسکتا ہے لیکن عبادت کے ذریعے ہر آدمی خواہشات سے جان نہیں چھڑا سکتا۔''

(حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ، ص، ۱۸۸)

باب نمبر ۴۸

سوال: (۱۱۳) اعتراض مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:

کہ سینے، شکم اور دماغ میں فلاں مقام سر ہے فلاں مقام خفی اور فلاں مقام مخفی اور یہ مقام قلب، یہ مقام روح، یہ مقام نفس، یہ مقام قربانی اور یہ مقام سلطانی ہے ایسے لوگ ہرگز ہرگز اہل قلب کہلانے کے مستحق نہیں بلکہ باحسد اور اہل کلب (کتے والے) ہیں اور بسبب تقلید طالب دنیا ہیں۔

(الفتنۃ الشدیدۃ ص، ۹۴)

الجواب:

حجابات نورانی: یہ بھی طالب ومطلوب کے درمیان پردے ہیں لیکن ان کا تعلق محرکات باطنیہ سے ہے مثلاً عقل، سر، روح خفی جیسے نور روح کے پردے۔

(سر الاسرار، ص، ۴۳)

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی، متوفی ۵۶۱ھ، لکھتے ہیں:

فقد هدى الله الذاكرين بقوله تعالى: (وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ) (البقرة: الآية: ۱۹۸)

الى مراتب ذكركم، وقال النبي ﷺ: افضل ما اقول انا وما قاله النبيون من قبلي لا اله الا الله۔

فلكل مقام مرتبة خاصة، اما جهرا او خفية، فالاول هداهم الى ذكر اللسان، ثم الى ذكر النفس، ثم الى ذكر القلب، ثم الى ذكر الروح، ثم الى ذكر السر، ثم الى ذكر الخفي، ثم الى ذكر اخفى الخفي۔

فاما ذكر اللسان: فكأنه بذلك يذكر القلب ما نسي من ذكر الله تعالى۔

واما ذكر النفس: فهو ذكر غير مسموع بالحروف والصوت، بل مسموع بالحس والحركة فى الباطن۔

واما ذكر القلب: فهو ملاحظة القلب ما فى ضميره من الجلال والجمال۔

واما نتيجة ذكر الروح: فهو مشاهدة انوار تجليات الصفات۔

واما ذكر السرّ: فهو مراقبة مكاشفة الاسرار الالٰهية۔

واما ذكر الخفي: فهو معاقبة انوار جمال الذات الاحدية فى مقعد صدق۔

واماذکر اخفی الخفی: فھو النظر الی حقیقۃ الحق الیقین، ولا یطلع علیہ غیر اللہ تعالیٰ۔

کما قال اللہ تعالیٰ: (فانہ یعلم السرّ واخفی) (طٰہٰ: الآیۃ: ۷)۔

اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والوں کی رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ

ترجمہ: اور ذکر کرو اس کا جس طرح اس نے تمہیں ہدایت دی (البقرۃ، ۱۹۸)

یعنی اللہ تعالیٰ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے تمہارے ذکر کے مراتب کی طرف تمہاری رہنمائی فرمائی۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

افضل ما اقول انا و ما قالہ النبیون من قبلی لا الٰہ الاّ اللہ

بہترین کلمہ وہ ہے جس کا ورد میں ﷺ کرتا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیاء ﷺ کرتے رہے ہیں وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے

ذکر کے ہر مقام کا ایک خاص مرتبہ ہے خواہ ذکر جہری ہو یا خفی ہو۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی زبانی ذکر کی طرف رہنمائی کی ہے۔ پھر ذکر نفس ہے پھر ذکر قلب، ذکر روح، ذکر سر، ذکر خفی، اور آخر میں اخفی الخفی کا مرتبہ ہے۔

لسانی ذکر گویا دل کو بھولا ہوا سبق یاد کرانا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بھول چکا تھا اس ذکر کے ساتھ اس کو یہ بھولا ہوا سبق یاد آجائے گا۔

ذکر نفس: یہ ذکر سنائی نہیں دیتا اور اس میں حرف وصوت پائے جاتے ہیں ہاں یہ باطن میں حس وحرکت کے ذریعے سنائی دیتا ہے

ذکر قلبی: اس کا طریقہ یہ ہے کہ دل اپنی تہہ میں اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کو ملاحظہ کرے

ذکر روحی: (صرف روح ذکر کرتی ہے) اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تجلیات صفات کے انوار مشاہدہ میں آنے لگتے ہیں

ذکر سرّی: اس سے مراد اسرار الٰہی کے مکاشفہ کے لئے مراقبہ کرنا ہے

ذکر خفی: مقصد صدق میں جمال ذات احدیت کے انوار کا معاقبہ ذکر خفی ہے

ذکر اخفی الخفی: حق الیقین کی حقیقت پر نظر رکھنا ذکر اخفی الخفی ہے۔ اس ذکر سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی مطلع نہیں ہوسکتا۔

جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى

ترجمہ: وہ تو بلاشبہ جانتا ہے رازوں کو بھی اور دل کے بھیدوں کو بھی۔ (سورۃ، طٰہٰ: ۷)

(سر الاسرار و مظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار، الفصل السابع ص، ۲۸، ۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

عالم دو ہیں:

عالم امر و عالم خلق:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا بڑی برکت والا ہے رب سارے جہان کا۔ (سورۃ الاعراف، ۷: ۵۴)

عالم خلق وہ چیزیں جو مادہ سے پیدا ہوتی ہیں جیسے انسان، حیوان، نباتات، جمادات، زمین و آسمان وغیرہا کہ نطفہ وتخم وعناصر سے بنے عالم امر وہ جو صرف امر کن سے بنا، اس کے لئے کوئی مادہ نہیں جیسے ملائکہ وارواح وعرش ولوح وقلم وجنت ونار وغیرہ۔ تو فرمایا روح عالم امر سے ایک چیز ہے، عقل کا حصہ اسی قدر ہے، آگے اس کی ماہیت اکابر اہل باطن جانتے ہیں۔

سبحان اللہ! آدمی خود اسی روح کا نام ہے اور یہ اپنے ہی نفس کے جاننے میں اس قدر نا کام ۔

تنت زنده بجان جان نهانی		توازجان زنده وجان رانه دانی

ترجمہ: تیرا بدن مخفی جان کی وجہ سے زندہ ہے، تو جان کے سبب زندہ ہے، اور جان کو نہیں جانتا ہے۔

اور سر وخفی وروح وقلب لطائف حضرات نقشبندیہ قدست اسرارہم سے ہیں جن میں تجلیات حق کے رنگارنگ ذوق کا ادراک کار عیاں ہے نہ کار بیان

ع

ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

ترجمہ: اللہ کی قسم تو اس شراب کا مزہ نہیں پہچان سکتا جب تک اسے چکھ نہ لے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۶، ص ۶۰۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

جسم کو اس طرح اسم میں چھپا لو کہ ہو گیا الف بسم میں پوشیدہ:

پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، چشتی، سیالوی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۳۵۶ھ، لکھتے ہیں:

برادر بگوش هوش باید شنید کل شیء هالک الا وجهه میرو دمیرو دمیرو دواقف باش بیجادم مزن

ترجمہ: بھائی ہوش کے کان سے (یعنی غور سے) سننا چاہیے، اللہ کی ذات کے سوا ہر شے فنا ہے، ہر سانس کا دھیان رکھ بے جا سانس نہ لے۔

هرآن کو غافل ازحق یکزمان است		درآن دم کافراست امانهان است
چنان کن جسم را دراسم پنهان		که می گردو الف دربسم پنهان

ترجمہ: ہر وہ جو حق سے غافل ہے اس گھڑی میں کافر ہے لیکن پوشیدہ ہے۔ جسم کو اس طرح اسم میں چھپا لو کہ ہو گیا الف بسم میں پوشیدہ۔

از شاهراه اسم پاکش نظر بسوئے مسمی بیفگن۔ اسم خواندی مسمی رابجوئے حق۔ حق۔ حق۔ حق۔ حق۔ حق۔ چونکه هو الظاهر است به‌بیں گویم مناسب بل واجب تعین قلبی، روحی، سری، خفی، اخفی همه راشکسته بے کیف رابچشم یقین باید دید۔ اے برادر بے نهایت، درگهیست هر چه آید بر تو پس آنجا مائیست برادر تادام صدف دل رابذکر بافکر شکسته غوطه نخوری گوهر مقصود بدست نخواهی آورد۔

ترجمہ: اس کے پاک اسم کی شاہراہ سے مسمی (ذات) کی طرف نظر ڈال۔ تو اسم کو پڑھتا ہے مسمی کو تلاش کر حق، حق، حق، حق، حق، حق۔ جب وہ ظاہر ہے تو دیکھو میں کہتا ہوں مناسب ہے بلکہ واجب ہے تعین قلبی، روحی، سری، خفی، اخفی۔ تمام کو توڑتا ہوا یقین کی آنکھ سے دیکھنا چاہیے۔ اے بھائی بے نہایت کیا ہے ایک جگہ ہے۔ ہر وہ جو تجھ پر آئے وہ حقیقت ہے، اے بھائی جب تک دل کے سیپی کے عیب کو ذکر وفکر کے ساتھ توڑتا ہوا غوطہ نہیں کھائے گا تو اس وقت تک مقصود کا گوہر حاصل نہیں کر سکتا۔

بیت

اے آنکه هزار هاگبر مسلمان کردی		یک گبردگر مسلمان کنی چه شود

ترجمہ: اے وہ جس نے کئی ہزار آتش پرستوں کو مسلمان کیا۔ ایک اور آتش پرست کو مسلمان کردے تو کیا ہوگا۔

مہر علی شاہ (ساکن گولڑہ ضلع راولپنڈی)

(مکتوبات طیبات، معروف، بمہر چشتیہ، ص: ۹۸)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

ور دلت بیدار شد میخسپ خوش		نیست غائب ناظرت از هفت و شش

ترجمہ: اور اگر تمہارا دل بیدار ہو جائے تو مزے سے سوتے رہو (پھر بحالتِ خواب بھی) تمہاری نظر ہفت (افلاک) اور شش (جہات) سے غائب نہ ہوگی۔

(مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ۱۹۴)

زاں که هفصد پرده دارد نورِ حق		پرده هائے نور داں چندیں طبق

ترجمہ: اس لئے کہ حق تعالیٰ کا نور سات سو پردے رکھتا ہے (پس) تم ان مراتب کو بھی نور کے پردے سمجھو۔

از پسِ هر پرده قومے را مقام		صف صفند ایں پردهاں شاں تا امام

ترجمہ: ہر پردے کے پیچھے ایک جماعت کا مقام ہے اسی طرح یہ پردے (اور ان کے پیچھے کی جماعتیں) صف بصف امام تک (قائم) ہیں۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۲۷۱)

ایک عزیز نے راقم کے سامنے اس شعر میں خون وشیر کے استعارہ کی عجیب توجیہ کسی بزرگ سے نقل کی یعنی لطائفِ ستہ جن کے انکشاف پر مراتب معرفت کا حصول موقوف ہے۔ انہی کی تعداد پر مولانا نے مثنوی کے چھ دفتر مرتب فرمائے اور ہر دفتر کی ایک لطیفہ کے ساتھ خاص مناسبت ملحوظ رکھی ہے

وہ لطائفِ ستہ یہ ہیں:

(۱) قلب	(۲) روح	(۳) نفس
(۴) سرّ	(۵) خفی	(۶) اخفیٰ

قلب کا مقام دل ہے جو بائیں پہلو میں ہے۔روح کا محل سینہ کی دائیں جانب ہے نفس کی جگہ ناف ہے لطیفہ سرّ کا مرکز فم معدہ ہے جو سینے کی دائیں بائیں جانب کے درمیان ہے۔لطیفہ خفی کا مظہر پیشانی اور لطیفہ اخفیٰ کی جلوہ گاہ کاسئہ سر ہے۔نیز مفتاح العلوم کی جلد دوم میں بیان ہو چکا ہے کہ اہلِ مکاشفہ کے نزدیک ان لطائف غیبیہ کو بعض خاص رنگوں سے مناسبت ہے۔چنانچہ لطیفہ قلب سرخ ہے۔لطیفہ روح سفید،لطیفہ نفس زرد اور لطیفہ خفی سبز۔چونکہ ایک لطیفہ کے جاری ومنکشف ہونے کے بعد دوسرے لطیفہ کے انکشاف کی استعداد حاصل ہونے کے لئے کچھ مدت کا گزرنا لازمی ہے۔اس لئے مولانا لطیفہ قلب کا استعارہ اس کے سرخ رنگ کی مناسبت پر خون سے اور لطیفہ روح کا استعارہ اس کے سفید رنگ کی مناسبت پر دودھ سے کر کے فرماتے ہیں کہ دفترِ اول کے بعد جس کا تعلق لطیفہ قلب سے تھا۔دفتر دوم کے بیان کی استعداد حاصل ہونے کے لئے جس کا تعلق روح سے ہوگا کچھ مدت چاہئے جس طرح خون کے دودھ بننے کے لئے کچھ مدت کا گزرنا لازمی ہے۔

یہ توجیہ اگرچہ بظاہر پرلطف اور عجیب ہے مگر چندوجوہ سے مخدوش ہے اول تو ہر شش دفاتر میں سے کسی دفتر کی حکایت وامثال اور ان کے ضمنی مسائل کی کسی خاص لطیفہ کے ساتھ کوئی مناسبت ظاہر نہیں ہوتی دوسرے خود مولانا کے کلام میں بھی کسی جگہ کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا کہ مثنوی کے دفاترِ ستہ کی لطائفِ ستہ کے ساتھ یا کسی ایک دفتر کی کسی خاص لطیفہ کے ساتھ کوئی خاص مناسبت ہے،جس سے یہ مفروضہ مناسبت صرف صاحبِ توجیہ کا تخیل معلوم ہوتا ہے۔تیسرے خون وشیر کے رنگوں کی مناسبت دفترِ اول ودوم کو جن دو لطیفوں کے ساتھ مناسب قرار دیتی ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلا لطیفہ قلب ہے حالانکہ اہلِ طریقت کے نزدیک پہلا لطیفہ نفس ہے۔جس سے بتدریج باقی لطائف اوپر کی طرف ترقی کرتے ہیں،اگر اہلِ طریقت کی بیان کردہ ترتیب ان لطائف کی تدریج وترقی پر مبنی ہے اور ضرور ہے تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ مثنوی کے دفاترِ ستہ کے ساتھ ان کی مناسبت بھی اسی ترتیب پر نہ ہوتی اور یہ ناممکن تھا کہ دفترِ اول کو لطیفہ قلب کے اسرار سے شروع کر دیا جاتا جو دوسرا لطیفہ ہے اور لطیفہ اول یعنی نفس کا ذکر آئندہ کے لئے اٹھا رکھا جاتا۔جس کی وہی مثال ہے۔ (مفتاح العلوم،دفتر دوم،ص۹)

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ،متوفی ۷۷۲ھ،فرماتے ہیں:

در هیچ کس به چشمِ حقارت مکن نگاه		گر آفتاب ملکی وگر سایۂ اله
آئینۂ دل است که روشن شود به آه		دل را به آه صبح صفاده که گفته اند
افتاده باش در رهِ عزت چو خاکِ راه		خواهی که چشمِ اهل دلے بر تو افتد

یعنی: اگر تو جہان کا سورج ہے یا ظلِ الٰہی ہے تو پھر کسی آدمی کو حقارت کی نگاہ سے مت دیکھو۔

(اپنے) دل کو صبح کی آہ سے پاکیزہ بنا،کیونکہ کہتے ہیں کہ دل کا آئینہ ایسی چیز ہے جو آہ کے ذریعے روشن ہوتا ہے۔

اگر تو یہ چاہتا ہے کہ کسی اہلِ دل کی نظر تیرے اوپر پڑ جائے تو پھر رہِ عزت میں راستے کی خاک کی مانند گرا پڑا رہ۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ،ص۹،خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز،کراچی)

عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

وبامبتدع صحبت ندارند واز وے گریزان بوند اھل البدعة کلاب اھل النار شنیدہ باشند۔

ترجمہ: بدعتی کے ساتھ صحبت نہ رکھیں اور اس سے بچتے رہیں اَھلُ الْبِدْعَۃِ کِلَابُ اَھْلِ النَّارِ (بدعتی لوگ اہل دوزخ کے کتے ہیں) آپ نے سنا ہوگا۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر سوم، مکتوب، ۳۴، ص، ۶۴، گارڈن ویسٹ، کراچی)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

وهيچ يكے از ارباب بدعت و اهلِ هوا بمقامِ قرب نرسيده ومحلِ انعكاس نورِ ولايت نگشته است۔ مشائخ گفته اند كه وجودِ ظلمتِ بدعت عملاً واعتقاداً مانع ظهور نورِ هدايت وولايت است وتا دل از لوثِ بدعت پاک نگردد ومتحلّی بحليه سنت نشود، سرِ حقيقت انكشاف نه پذيرد ونورِ يقين به دل در نيايد

جمالِ شاهدِ قرآن نقاب انگاه بكشايد		كه دار الملک ايمان را بيايد خالی از غوغا

اربابِ بدعت اور اہلِ ہوا میں سے کوئی ایک بھی مقامِ قرب تک نہیں پہنچا ہے اور نورِ ولایت کے محل تک نہیں پھرا ہے۔ مشائخ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا ہے کہ بدعت کی تاریکی کا وجود ہی عملاً اور اعتقاداً ہدایت اور ولایت کی روشنی کے ظہور کا مانع ہے جب تک دل بدعت کی گندگی سے پاک نہ ہوجائے اور سنت کی آرائش کا محل نہ بن جائے اس وقت تک حقیقت کے بھید کا انکشاف نہیں ہوتا اور نورِ یقین دل میں داخل نہیں ہوسکتا۔

جمالِ شاهدِ قرآن نقاب آنگاه بكشايد		كه دار الملک ايمان را بيايد خالی از غوغا

ترجمہ: قرآن کا جمال اس وقت بے نقاب ہوتا ہے جب وہ ایمان کے دار الملک کے لیے شور و غوغا سے خالی ہوجائے۔

(مرج البحرین، ص، ۳۲، محمد اعلیٰ، ناظم آباد، کراچی)

مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے تیرے نزدیک جو لطائف کا ذکر یا مقام بتاتے ہیں وہ اہل کلب (کتے) ہیں کیا جواب دو گے، جلال الدین رومی، غوثِ اعظم، مجدد اعظم، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام احمد رضا بریلوی، پیر مہر علی شاہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)، وغیرہم کے بارے میں، شرم کرو، کیا زبردست فتویٰ لگایا۔ جسے علماء اہلِ سنت نے رد نہیں کیا۔ (صد تعجب)

باب نمبر ۴۹

سوال: (۱۱۴) پیارے اسلامی بھائیو نفل جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے لکھا

نفل پڑھیں تو الگ الگ، ورنہ نفل جماعت کثیرہ کے ساتھ مکروہ ہے، چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق اور تین: دو میں تو علی المرجوع۔

درمختار میں ہے:

التطوع بجماعة يكره لو على سبيل التداعی بان يقتدی اربعة بواحد كما فی الدرر۔

ترجمہ: نوافل باجماعت پڑھنا مکروہ ہے بشرطیکہ بطور تداعی ہو بایں طریقہ کہ چار آدمی ایک کی اقتداء کریں، جیسا کہ درر میں ہے۔

(درمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۹۹)

ردالمحتار میں ہے:

اما اقتداء واحد بواحد او اثنين بواحد فلا يكره و ثلثة بواحد فيه خلاف۔ بحر عن الكافی۔

ترجمہ: لیکن ایک کا ایک کی اقتداء کرنا یا دو کا ایک کی اقتداء کرنا مکروہ نہیں اور تین کے ایک کی اقتداء کرنے میں اختلاف ہے۔ البحر الرائق نے الکافی سے نقل کیا۔

(ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۷۶)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں زیر قول شارح:

لو اقتدی ثلثة بواحد اختلف فيه۔

ترجمہ: اگر تین شخص ایک کی اقتداء کریں تو اس میں اختلاف کیا گیا ہے۔

فرمایا: والاصح عدم الكراهة۔

ترجمہ: زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی کراہت نہیں۔

(مراقی الفلاح مع شرح الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل بیان النوافل، نور محمد کتب خانہ کراچی، ص ۲۱۱) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۴، ص ۱۸۵، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ رضویہ، لاہور)

فرض چھوڑ کر نفل بجالانا:

حضرت شیخ محی الملۃ والدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف میں کیا کیا جگر شگاف مثالیں ایسے شخص کے لیے

ارشاد فرمائی ہیں جو فرض چھوڑ کر نفل بجالائے۔فرماتے ہیں: اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بلائے، یہ وہاں تو حاضر نہ ہُوا اور اس کے غلام کی خدمتگاری میں موجود رہے۔ پھر حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اس کی مثال نقل فرمائی کہ جناب ارشاد فرماتے ہیں: ایسے شخص کا حال اس عورت کی طرح ہے جسے حمل رہا جب بچّہ ہونے کے دن قریب آئے اسقاط ہوگیا اب وہ نہ حاملہ ہے نہ بچّہ والی۔یعنی جب پُورے دنوں پر اگر اسقاط ہو تو محنت تو پُوری اٹھائی اور نتیجہ خاک نہیں کہ اگر بچہ ہوتا تو ثمرہ خود موجود تھا حمل باقی رہتا تو آگے امید لگی تھی، اب نہ حمل نہ بچّہ، نہ اُمید نہ ثمرہ اور تکلیف وہی جھیلی جو بچّہ والی کو ہوتی۔ ایسے ہی اس نفل خیرات دینے والے کے پاس روپیہ تو اٹھا مگر جبکہ فرض چھوڑا یہ نفل بھی قبول نہ ہُوا تو خرچ کا خرچ ہوا اور حاصل کچھ نہیں۔اسی کتاب مبارک میں حضور مولیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم یقبل منه واهین۔

یعنی فرض چھوڑ کر سنّت ونفل میں مشغول ہوگا یہ قبول نہ ہوں گے اور خوار کیا جائے گا۔

(فتوح الغیب مع شرح عبدالحق الدہلوی المقالۃ الثامنۃ والاربعون، منشی نولکشور لکھنؤ ص، ۲۷۳)

یُوں ہی شیخِ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرہ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ:

ترک آنچه لازم و ضروری ست و اهتمام بآنچه نه ضروری است از فائده عقل و خرد دور است چه دفع ضرر اهم ست بر عاقل از جلب نفع بلکه بحقیقت نفع دریں صورت منتفی است۔

ترجمہ: لازم اور ضروری چیز کا ترک اور جو ضروری نہیں اس کا اہتمام عقل وخرد میں فائدہ سے دُور ہے کیونکہ عاقل کے ہاں حصولِ نفع سے دفعِ ضرر اہم ہے بلکہ اس صورت میں نفع منتفی ہے۔

(فتوح الغیب مع شرح عبدالحق الدہلوی المقالۃ الثامنۃ والاربعون، منشی نولکشور لکھنؤ ص، ۲۷۳)

حضرت شیخ الشیوخ امام شہاب الملّۃ والدّین سُہروردی قدس سرہ العزیز عوارف شریف کے باب الثامن والثلثین میں حضرت خواص ﷺ سے نقل فرماتے ہیں:

بلغنا ان اللّٰہ لایقبل نافلة حتی یؤدی فریضة یقول اللّٰہ تعالیٰ مثلکم کمثل العبد السوء بداء بالهدایة قبل قضاء الدین۔

ترجمہ: ہمیں خبر پہنچی کہ اللہ ﷻ کوئی نفل قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ فرض ادا کیا جائے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے فرماتا ہے کہاوت تمہاری بُرے آدمی کی مانند ہے جو قرض ادا کرنے سے پہلے تحفہ پیش کرے۔

(عوارف المعارف ملحق باحیاء العلوم باب ۳۸ فی ذکر آداب الصلوٰۃ الخ مکتبہ ومطبعہ المشہد الحسینی قاہرہ ص ۱۶۸)

خود حدیث میں ہے:

حضور پُرنور سیّد عالم ﷺ فرماتے ہیں:

اربع فرضهن اللّٰہ فی الاسلام فمن جاء بثلث لم یغنین عنه شیئًا حتی یاتی بهن جمیعاً الصّلوٰۃ و الزکوٰۃ و صیام رمضان و حج البیت۔ رواہ الامام احمد فی مسنده بسند حسن عن عمارۃ بن حزم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه۔

چار (۴) چیزیں اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض کی ہیں جوان میں سے تین ادا کرے وہ اسے کچھ کام نہ دیں جب تک پُوری چاروں نہ بجالائے نماز، زکوٰۃ، روزہ رمضان، حجِ کعبہ (اسے امام احمد نے اپنی مسند میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔)

(مسند احمد بن حنبل، حدیث زیاد بن نعیم، دار الفکر بیروت، ۴/۲۰۱، کنز العمال بحوالہ هب عن عمارہ بن حزم حدیث ۳۳، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱/۳۰)

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

امرنا باقام الصلٰوۃ وایتاء الزکٰوۃ ومن لم یزک فلا صلٰوۃ لہ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح۔

ترجمہ: ہمیں حکم دیا گیا کہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں (اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

(مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الکبیر، باب فرض الزکٰوۃ، دار الکتاب العربی بیروت، ۳/۶۲)

سبحان اللہ! جب زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز، روزے، حج تک مقبول نہیں تو اس نفل خیرات نام کی کائنات سے کیا امید ہے بلکہ انہی سے اصبہانی علیہ الرحمہ کی روایت میں آیا کہ فرماتے ہیں:

من اقام الصلٰوۃ ولم یؤت الزکوۃ فلیس بمسلم ینفعہ۔

ترجمہ: جو نماز ادا کرے اور زکوٰۃ نہ دے وہ مُسلمان نہیں کہ اسے اس کا عمل کام آئے۔

(الترغیب والترهیب بحوالہ اصبہانی، الترهیب من منع الزکوٰۃ، مصطفیٰ البابی مصر ۱/۵۴۰) (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰، ص۱۷۱، تا ۱۸۳، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

حضور پُر نور سید غوث الثقلین پیر دستگیر محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ در کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف مقالہ در ترتیب عبادات فرمو؛ آنجا بر همچو جاهلے که در حفظ سنّت و نفل فرائض راز دست می دهد اقامت قیامت کُبرٰی نمود، فقیر غفر اللہ تعالیٰ برخے ازاں سخن کریم مع ترجمہ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدّث دهلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل کنم باشد کہ جاهلاں را از خوابِ غفلت بیدار ساز واللہ الهادی مے فرماید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ینبغی للمؤمن ان یشتغل اولا بالفرائض مے باید و سزد مر مسلمان را کہ کار بندو نخست بہ چیزهائے کہ فرض و واجب گردانیدہ است حق تعالیٰ از عبادت کہ ترک آنها آثم و معاقب می گردد فاذا فرغ منها اشتغل بالسنن چوں بہ پرداز د از فرائض مشغول گردد بسنتهائے راتب را کہ معین و مؤکدہ شدہ است همراہ فرائض و ترک آں سبب اسائت و عتاب ست ثم یشتغل بالنوافل والفضائل پستر مشغول گردد بعبادت هائے نافلہ کہ زیادت ست برآں و فضیلت دارد و فعل آنها ثواب ست و بترک آں اثمی و اساءتے نے فمالم یفرغ من الفرائض فاشتغال بالسنن حمق ورعونۃ پس مادام کہ نہ پرداز د از فرائض و تمام نہ کند آنها را پس مشغول شدن بسنتها نشان جهل و بے خردی و سبک عقلی ست چہ ترک آنچہ لازم و ضروری ست و اهتمام بہ انچہ نہ ضروری ست از قاعدہ عقل و خرد دور ست چہ دفع ضرر اهم است بر عاقل از جلب نفع بلکہ بہ حقیقت نفع دریں صورت منتفی ست بایں قیاس کردن نوافل باترک فرائض نیز نا مقبول و باطل ست چنانچہ مے فرمایند فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض پس اگر مشغول گردد بسنتها و نفلها پیش از اتیانِ فرائض لم تقبل منہ و اهین در پذیر فتہ نہ شود از وبلکہ خوار کردہ شود و گفتہ اند کہ اتیانِ نوافل باترک فرائض بداں ماند کہ یکے هدیہ برد کسے کہ دام وے دارد و دام ندهد ایں هر گز قبول نیفتد و نیز گفتہ

اند که هر که نوافل نزد وے اهم از فرائض باشد وے مخدوع وممکورست و نیز گفته اند هلاک مردم دو چیز ست اشتغال نافل باتضییع فرائض وعمل جوارح بے مواطات قلب،

ترجمہ: حضور پُرنور سیّدنا غوث الثقلین پیر دستگیر محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی ﷺ اپنی مبارک کتاب فتوح الغیب شریف کے ترتیب عبادات کے مقالہ میں فرماتے ہیں اور ایسے جاہل پر جو سنّت ونفل کی وجہ سے فرائض ترک کر دیتا ہے قیامتِ کبریٰ برپا فرماتے ہیں، فقیر (اللہ تعالیٰ اسے بخش دے) اس مبارک گفتگو سے کچھ حصہ مع ترجمہ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی علیہ نقل کرتا ہے تاکہ جاہل لوگ خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت عطا فرمانے والا ہے، حضور غوثِ اعظم ﷺ فرماتے ہیں کہ "مومن کو چاہئے کہ وُہ پہلے فرائض بجالائے" مسلمانوں کو چاہئے کہ وُہ پہلے ان عبادات کو بجالائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض وواجب کی ہیں جن کے ترک سے وہ گنہگار اور قابلِ گرفت بن جاتے ہیں جب ان فرائض سے فراغت ہوجائے تو پھر سُنن میں مشغول ہو جب مسلمان ان فرائض سے فارغ ہوجائے تو پھر ان سُنن میں مشغول ہو جو فرائض کے ہمراہ معین مؤکد ہیں جن کا ترک اساءت اور عتاب کا سبب ہے" پھر نوافل و فضائل میں مشغول ہو" پھر ان نفلی عبادات میں مشغول ہو جو ان فرائض وسُنن سے زائد ہیں اور فضیلت رکھتے ہیں، ان کا بجالانا ثواب، لیکن ان کا ترک گناہ نہیں "جب تک فرائض سے فراغت نہ ہو سُنن میں مشغول ہونا بیوقوفی اور رعونت ہے) تو جب تک فرائض مکمل نہ ہوجائیں سنتوں میں مشغول ہونا جہالت اور بے عقلی ہے کیونکہ ایسی چیز کا ترک کرنا جو لازم وضروری تھی اور ایسی چیز کا اہتمام جو ضروری نہیں تھی عقل وخرد کے قاعدے سے دُور ہے کیونکہ عاقل کے لیے منافع کے حصول سے ضرر کا دُور کرنا اہم وواجب ہوتا ہے بلکہ حقیقۃً اس صورت میں نفع ہے ہی نہیں۔ اسی پر قیاس نوافل ادا کرنا اور فرائض ترک کر دینا بھی نامقبول و باطل ہے جیسا کہ فرمایا "پس اگر سنن ونوافل میں فرائض سے پہلے مشغول ہوگیا" یعنی اگر فرض کی ادائیگی سے پہلے ہی سُنن ونوافل میں مصروف ہوگیا تو" وہ مقبول نہ ہوں گے بلکہ ذلت ورسوائی ہوگی۔" علماء فرماتے ہیں کہ نوافل کا بجالانا اور فرائض کو ترک کر دینا ایسے ہے جیسے کوئی اپنے قرض خواہ کو ہدیہ دے دے مگر اس کا قرض ادا نہ کرے تو یہ ہدیہ ہرگز مقبول نہ ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا کہ جس کے نزدیک نوافل فرائض کی نسبت اہم ہوں وہ دھوکا وفریب زدہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو ۲ چیزیں لوگوں کو ہلاک کر دینے والی ہیں نفلی عبادات میں مشغول ہو کر فرائض کو ضائع کر دینا اور قلب کی موافقت کے بغیر ظاہری اعضاء کا عمل کرنا،

فمثله کمثل رجل یدعوه الملک الی خدمته پس حال وقصه غریب آں کسیے که ترک مے کند فرائض را باتیان سنن و نوافل همچو حال مردیے ست که مے خواند او را بادشاه بخدمت خود، کنایت ست از اتیانِ فرائض که پروردگار تعالیٰ که حامل و بادشاه علی الاطلاق ست، بداں خوانده وامر کرده است فلا یأتی الیه پس نمی آید آں مرد بسوئے بادشاه ویقف بخدمة الامیر الذی هو غلام الملک وخادمه می، ایستد در چاکری یکے از امرائے بادشاه که غلام بادشاه و چاکر اوست و تحت یده وولایته وزیرِ دست قدرت وتصرف اوست ایں مثال اتیان سنن ونوافل ست که بر طریقه رسولِ خدا صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم که بنده وامیر وزیرِ خاص در گاهِ اوست وباستحسان واستحباب علماء که بندگان و غلامان اویند عمل کردن ست اگر چه همه بحکم حضرت پروردگار تعالیٰ وتشریع اوست، ولیکن فرائض را به جهت الزام وایجاب نسبت بجناب ایزدی کنند و سنن و نوافل را که نه دراں مرتبه اند بخدمتِ رسول و اصحاب و اتباع او صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وعلیهم اجمعین عن علی بن ابی طالب روایت ست، از امیر المومنین علی کرم اللّٰه تعالیٰ وجهه قال قال رسول

اللہ گفت گفت پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان مثل مصلی النوافل بدرستیکہ قصہ و حال گزارندہ نفلہا وعلیہ فریضۃ وحال آنکہ بر ذمہ او فرضی ست کہ نہ گزاردہ است آن را کمثل حبلی حملت ہمچو قصہ و حال زنے بار داشت کہ تمام شدہ است مدت حمل او فلمادنی نفاسہا اسقطت پس ہر گاہ نزدیک شد وقت زائیدن وے افگند بچہ را ناتمام از شکم و وجہ تشبیہ رنج دیدن و مشقت کشیدن ست بے فائدہ زیرا کہ چون قبول نیفتاد نوافل بجہت عدم ادائے فرائض حاصل شد مر آن مصلّے را رنج و مشقت بے فائدہ چنانچہ حاصل شد آن زنِ حاملہ را کہ مدت مدید گزشت و مشقت کشید و فائدہ کہ حصول ولد ست بر آن مراتب نہ گشت فلاھی ذات حمل پس آن زن نہ، خداوند حمل ست باعتبار انتقائے مقصود کہ ولد ست ولا ھی ذات ولاد نہ خداوند ولادست بجہت اسقاطِ حمل و کذلک المصلی لا یقبل اللہ لہ نافلۃ حتی یؤدی الفریضۃ وہمچنیں مصلّی مذکور درنمی پذیر دخدائے تعالیٰ مراو رانمازِ نفل را تا آنکہ بجا آرد فرض را پس نہ فرض باشد اورا و نہ نفل و مثالِ دیگر مصلی نفل را بے ادائے فرائض مثل تاجر است کہ سود می خواہد بے سرمایہ چنانچہ می فرمایند ومثل المصلی کمثل التاجر وحال مصلّی مذکور حال سوداگر ست کہ لایحصل لہ ربحہ حاصل نمی شود مر اور اسود درسودا حتی یا خذا راس مالہ تا آنکہ بگیرد سرمایہ خود را فکذلک المصلی بالنوافل لایقبل لہ نافلۃ حتی یؤدی الفریضۃ ہمچنیں حال مشغول شوندہ بہ نوافل پذیرفتہ نمی شود مراور انفل کہ بمنزلہ سوداوست تا آنکہ ادا کند فرض را کہ بمشابہ سرمایہ است اھ، مع اختصار فی کلمات الشرح۔

"اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت میں بلائے" یعنی اس شخص کا حال جو فرائض ترک کر کے سنن ونوافل بجالائے اس کا حال اس شخص کی طرح ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت میں طلب کرے، اس سے مراد وہ فرائض ہیں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جو علی الاطلاق حاکم و بادشاہ ہے اور وہ اس اعلیٰ طریقے پر بلاتا ہے "پس وہ اس کی طرف نہیں آتا" یعنی وہ آدمی بادشاہ کی طرف نہیں آتا "اور وُہ بادشاہ کے ایسے امیر کے پاس کھڑا رہے جیسے اس کا غلام اور خادم ہو) یعنی وُہ ایسے جا کر کے پاس کھڑا رہتا ہے جو بادشاہ کا غلام ہے "اور اس کے قبضہ وولایت میں ہے" وہ اس کے تصرف اور قدرت کے تحت ہے، یہ ان سنن و نوافل کی مثال ہے جو رسول اللہ ﷺ (جو بارگاہ خداوندی میں امیر اور خصوصی وزیر ہیں) کے طریقہ پر یا علماء کے استحباب پر (جو اللہ تعالیٰ کے غلام اور بندے ہیں) کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتا ہے اگر چہ تمام پروردگار کے حکم سے ہی لیکن فرائض کی نسبت الزام وایجاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور وہ سنن و نوافل جن کا درجہ یہ نہیں ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب ﷺ واتباع کی طرف کر دی جاتی ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "نوافل ادا کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو نوافل ادا کرتا ہے حالانکہ اس پر فرائض ہیں" حالانکہ اس کے ذمہ ایسے فرائض ہیں جنھیں اس نے ادا نہیں کیا "اس حاملہ خاتون کی طرح ہے" جس کی مدتِ حمل مکمل ہوگئی" جب ولادت کا وقت آیا تو اس نے بچے کو گرادیا) یعنی ناتمام بچے کو اس نے جننے کے وقت گرادیا۔ وجہ تشبیہ بے فائدہ تکلیف ومشقت اٹھانا ہے کیونکہ جب وُہ نوافل عدمِ ادائیگی فرائض مقبول ہی نہیں تو وہ نمازی بے فائدہ مشقت اٹھا رہا ہے جیسے کہ حاملہ خاتون نے کتنی طویل مدت تکلیف اٹھائی مگر اس پر فائدہ بصورتِ اولاد مرتب نہ ہوا "پس اب یہ حاملہ نہیں ہے" کیونکہ مقصود فوت ہوگیا "نہ ہی یہ صاحبِ اولاد ہے" کیونکہ حمل ساقط ہوگیا "اسی طرح وہ نمازی جب تک فرائض ادا نہیں کرے گا

اللہ تعالیٰ اس کے نوافل قبول نہیں فرمائے گا" تو جب تک نمازی فرائض بجانہیں لاتا نہ اس کے نوافل ہوں گے نہ فرائض ۔ بے ادا فرائض کے نوافل ادا کرنے والے نمازی کی دوسری مثال یُوں ہے جیسے کوئی تاجر بغیر سرمایہ کے نفع حاصل کرنا چاہے، لہٰذا فرمایا "نمازی کی مثال تاجر کی طرح ہے" یعنی مذکور مصلّی کا حال سوداگر کی طرح ہے "اسے تجارت میں نفع حاصل نہیں ہوتا" یعنی اسے سوداگری میں اس وقت تک نفع نہیں ہوسکتا "یہاں تک کہ وُہ اپنا سرمایہ حاصل کرے" جب تک وُہ سرمایہ نہیں لگائے گا اسے نفع کیسے ہوگا "اسی طرح معاملہ ہے نوافل ادا کرنے والے نمازی کا، اس کے نفل ادائیگی فرائض کے بغیر مقبول نہیں ہوسکتے" کیونکہ نفل بمنزلہ نفع کے اور فرض بمنزلہ سرمایہ کے ہیں الخ کلماتِ شرح میں کچھ اختصار کیا گیا ہے۔

(فتوح الغیب مع شرح فارسی، مقالہ ۴۸، منشی نولکشور لکھنؤ، ص ۲۷۳ تا ۲۷۵) (فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۱۳۴، ۱۳۷)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بایددانست کہ اکثر مردم از خواص و عوام، در این زمان در ادای نوافل اہتمام تمام دارند و در مکتوبات (فریضہ ھا) مساھلات می نمایند و مراعات سنن و مستحبات را در آنہا کمتر می کنند و نوافل را عزیز می دارند و فرائض را ذلیل و خوار۔

کم است کہ فرائض را در اوقات مستحبہ ادا نمایند۔ و در تکثیرِ جماعت مسنونہ، بلکہ در نفسِ جماعت تیقیدی ندارند و بہ تکاسل و تساہل اداءِ فرائض را غنیمت می شمارند و روز ((عاشورا)) و شب ((برات)) و شب ((بیست و ھفتم)) ماہ رجب و اول شب جمعہ از ماہ مذکور کہ آن را ((لیلۃ الرغائب)) نام نہادہ اند، کمال اہتمام را مرعی داشتہ، بہ جمعیتِ تمام، نوافل را بہ جماعت می گذارند و آن رانیک و مستحسن می پندارند کہ این از تسویلات (آرایش ھا و زینتہا) شیطان است کہ سئیات را بہ صورت حسنات می نماید

شیخ الاسلام ((مولانا عصام الدین ہروی)) در حاشیہ ((شرح وقایہ)) می فرماید کہ: تطوع بہ جماعت و ترک فرض بہ جماعت از حبایل (دام ھا و ریسمانھا۔) شیطان است۔ بدان کہ نوافل را بہ جمعیتِ تمام گذاردن از بدعت ھای مذمومہ و مکروھہ است۔ از آن بدعت، ھاست کہ حضرت رسالت خاتمیت۔ علیہ من الصلوات افضلھا و من التسلیمات اکملھا۔ در شأن آن فرمودہ است: من احدث فی دیننا ھذا فھو رد۔

بدان کہ اداءِ نوافل بہ جماعت در بعضی روایات فقہیہ مطلقاً مکروہ است و در بعضی دیگر کراہت مشروط بہ تداعی و تجمع است۔ پس اگر بی تداعی یک، دو کس در ناحیۂ مسجد، نفل را بہ جماعت گذارند، روا باشد بی کراہت و در سہ کس، اختلاف مشایخ است ودر چہار کس، بہ اتفاق مکروہ است در بعضی روایات و در بعضی دیگر اصح آن است کہ مکروہ است۔ فی الفتاوی السراجیۃ کرہ، التطوع بالجماعۃ بخلاف التراویح وصلوٰۃ الکسوف وفی الفتاویٰ الغیاثیۃ، قال الشیخ الامام السرخسی۔ رحمہ اللہ سبحانہ۔ التطوع بجماعۃ خارج رمضان انما یکرہ اذا کان علیٰ سبیل التداعی اما اذا اقتدیٰ واحد او ثنان لا یکرہ و فی الثلث اختلاف و فی الاربع یکرہ بلا خلاف و ذکر فی الخلاصۃ التطوع بالجماعۃ اذا کان علی سبیل التداعی یکرہ اما اذا صلوا بجماعۃ بغیر اذان و اقامۃ فی ناحیۃ المسجد لا یکرہ۔ (امام سرخسی رحمہ اللہ در فتاوای غیاثیہ می فرماید: نماز نفل در غیر از رمضان با جماعت مکروہ است، چرا کہ بہ صورت اعلان و تداعی می باشد۔ اما اگر یکی دو نفر اقتدا کنند، مکروہ نیست، ولی در سہ نفر اختلاف است و در چہار نفر بدون ہیچ اختلافی مکروہ است۔ بہ طور خلاصہ در مورد نماز نفل می

گویند اگر برای تداعی و اعلان باشد، مکروه است، اما اگر نماز با جماعت در گوشه ای از مسجد ادا کردند بدون اذان و اقامه، اشکالی ندارد و مکروه نیست۔)

وقال شمس الائمة الحلوانی: اذ کان سوی الامامِ ثلثة لایکره بالاتفاق و فی الاربع اختلاف و الا صح انه مکروه (اما حلوانی رحمه الله می فرماید: اگر به جز امام سه نفر بودند، به اتفاق علماء مکروه نیست، و در مورد چهار نفر به جز امام اختلاف است و صحیح آن است که مکروه می باشد۔) وفی الفتاوی الشافیة: ولا یصلی التطوع بالجماعة الا فی شهر رمضان و ذٰلک انما یکره اذ کان علی سبیل التداعی یعنی باذان و اقامة اما لو اقتدیٰ واحد او اثنان لا علی سبیل التداعی فلا یکره و اذا اقتدی ثلثة اختلف المشایخ رحمهم الله تعالیٰ و ان اقتدیٰ اربعة کره اتفاقا و امثال این روایت بسیار است و کتب فقهیه به آن مملو اند و اگر روایتی پیدا شود که از ذکر عدد ساکت باشد و مطلقاً مجوز باشد، اداء نفل به جماعت، آن را حمل باید کرد بر مقید که در روایات دیگر واقع شده است و از مطلق مقید مراد باید داشت و جواز مقصور بر اثنین یا ثلث باید نمود، چه علماء حنفیه اگر چه در اصول، مطلق را بر اطلاق می گذارند و بر مقید حمل نمی کنند اما در روایات، حمل مطلق بر مقید جائز داشته اند، بلکه لازم دانسته و اگر بر طریق فرض محال حمل نکنیم و بر اطلاق بگذاریم، هر آینه این مطلق معارض خواهد بود مر آن مقید را اگر در قوت، برابر باشد و مساوات در قوت ممنوع است۔ چه روایاتِ کراهت با وجودِ کثرت، مختار و مفتیٰ بها اند، به خلاف رویات اباحت۔ ولو سلم مساوا تهما گوییم که بر تقدیر تعارض ادلۂ کراهت و ادله اباحت، ترجیح جانب کراهت راست، که رعایت احتیاط در آن است، چنانچه مقرر اهلِ اصولِ فقه است۔

پس جماعه (جماعتی) که در روز ((عاشورا)) و ((شب برات)) و ((لیلة الرغائب)) نماز به جماعت می گذارند۔ دویست دویست و سیصد سیصد کس، کم و بیش که در مسجدها جمع می شوند و آن نماز را و اجتماع و جماعت را مستحسن می پندارند، مرتکبان امر مکروه اند به اتفاق فقها و مکروه را مستحسن دانستن، از اعظم جنایات است، چه حرام را مباح دانستن منجر به کفر است و مکروه را حسن پنداشتن یک مرتبه از آن پایان است۔ شناعت این فعل را نیک ملاحظه باید نمود و دست آویز ایشان در باب رفعِ کراهت، عدم تداعی است۔ آری! عدم تداعی به مقتضای بعضی روایات، دفع کراهت می کند، اما مخصوص به واحد و اثنین است و آن هم، به شرطی است که در ناحیۂ مسجد متحقق شود و بدون هاخرط القتاد۔

با آنکه تداعی عبارت از اعلام یکدیگر است از برای ادای نماز نفل و اینمعنی در این جماعت متحقق است، چه قبیله قبیله در روز ((عاشورا)) وغیره یکدیگر را اعلام می کنند و می خوانند که در مسجد فلان شیخ یا فلان عالم می باید رفت و نماز به جمعیت می باید گذارد و این فعل را اعتیاد نموده اند۔ این قسم اعلام از اذان و اقامت هم ابلغ است۔ پس تداعی هم ثابت شد و اگر تداعی را مخصوص به اذان و اقامت داریم، چنانچه در بعضی روایات واقع شده است و حقیقت اذان و اقامه خواهیم، پس جواب همان است که بالا گذشت، که مخصوص است به واحد و اثنین با شرط دیگر که بالا مذکور شد۔

باید دانست که مبنای ادای نوافل بر اِخفا و تستر (پوشیدن۔) است که مظنۂ ریا و سمعه است و جماعت، منافی آن است و در ادای فرائض اظهار و اعلان مطلوب است، چه از شائبۂ ریا و سمعه مبرا است۔ پس با جماعت مناسب باشد با آنکه گوییم کثرتِ اجتماع، محل حدوثِ

فتنه است۔ لهذا از برای ادای نماز جمعه، حضور سلطان یا نائب او شرط کرده اند تا از حدوث فتنه، امن متحقق شود و در این جماعاتِ مکروهات هم احتمال ایقاظِ فتنه قوی است، پس این اجتماع مشروع نباشد و منکر باشد و در حدیث نبوی است۔ علیه من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها: الفتنة نائمة لعن الله من ایقظه (فتنه خوابیده است، لعنت خداوند بر آن که او را بیدار می کند۔)

پس ولاة (۳) اسلام و قضاة (۴) و اهل احتساب را لازم است که منع این اجتماع نمایند و در این باب، زجر را به ابلغ وجوه مرعی دارند تا استیصال این بدعت، که منجر به فتنه است، متحقق شود و الله یحق الحق و هو یهدی السبیل۔

جاننا چاہئے کہ اس زمانے میں اکثر خواص وعوام نوافل کے ادا کرنے میں تو بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور فرض نمازوں میں سُستی کرتے ہیں اور ان (فرائض) میں سنن و مستحبات کی رعایت بھی بہت کم کرتے ہیں نوافل کو عزیز جانتے ہیں اور فرائض کو ذلیل وخوار بہت کم لوگ ایسے ہیں جو فرائض کو مستحب وقتوں میں ادا کرتے ہوں۔ جماعت مسنونہ کی تکثیر (کثرت) میں بلکہ نفس جماعت کی بھی کوئی پابندی نہیں کرتے اور نفس فرائض کو غفلت وسُستی کے ساتھ ادا کرنے کو غنیمت جانتے ہیں۔ لیکن عاشورا (دسویں محرم) کے دن اور شب برات اور ماہ رجب کی ستائیسویں شب اور ماہ مذکور (رجب) کے اول جمعہ کی شب کو جس کا نام انھوں نے لیلۃ الرغائب (ماہ رجب کی پہلی شب جمعہ) رکھا ہے نہایت اہتمام کر کے نوافل بہت بڑی جمعیت و اہتمام کے ساتھ با جماعت ادا کرتے ہیں اور اس کو نیک اور مستحسن خیال کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ (نوافل کو اہتمام کے ساتھ با جماعت ادا کرنا) شیطان کا مکروفریب ہے جو کہ سیئات کو حسنات کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔ (جیسا کہ)

(۱) حضرت شیخ الاسلام مولانا عصام الدین ہروی علیہ الرحمہ شرح وقایہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ نوافل کو با جماعت ادا کرنا اور فرضوں کی جماعت کو ترک کرنا شیطان کا مکروفریب ہے۔

(۲) جاننا چاہئے کہ نوافل کو کامل جمعیت اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا مذمومہ ومکروہہ بدعتوں میں سے ہے اور ان (بدعتوں میں سے ہے جن کے متعلق حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ نے فرمایا ہے "من احدث فی دیننا هذا فهو رد" (جس کسی نے ہمارے اس دین میں نئی بات نکالی وہ رد (مردود) ہے)۔

(۳) جاننا چاہئے کہ نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا بعض فقہی روایتوں کی رو سے مطلق طور پر مکروہ ہے اور دوسری روایات میں کراہت تداعی وتجمیع (یعنی اعلان واجتماع) کے ساتھ مشروط کہا گیا ہے اگر تداعی کے بغیر ایک دو آدمی مسجد کے گوشہ میں نفل (نماز) جماعت سے ادا کریں تو یہ بغیر کراہت کے جائز ہے تین آدمیوں (کی جماعت) میں مشائخ کا اختلاف ہے اور بعض روایات میں چار آدمیوں کی جماعت بالاتفاق مکروہ ہے اور بعض دوسری روایات میں اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔

(۴) فتاوی سراجیہ (مولانا مفتی سراج الدین اوشی بن عثمان بن محمد علیہ الرحمہ) میں ہے کہ "تراویح اور کسوف (سورج گرہن) کی نماز کے علاوہ دیگر نوافل کو با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے

(۵) اور فتاوی غیاثیہ میں (حضرت شیخ محمد بن احمد بن سہل ابوبکر شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمہ) نے فرمایا کہ رمضان کے علاوہ نماز نوافل کو جماعت سے ادا کرنا جبکہ

تداعی (اعلان) کے طریق پر ہو مکروہ ہے لیکن جب ایک یا دو آدمی اقتدا کریں تو مکروہ نہیں اور تین میں اختلاف ہے اور چار میں بلا خلاف مکروہ ہے

(۶) اور (فقہ کی مشہور کتاب) خلاصہ میں (عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح بخاری حنفی حلوائی علیہ الرحمہ) ہے کہ نفلوں کی جماعت جب تداعی کے طریق پر ہو تو مکروہ ہے لیکن اگر اذان و اقامت کے بغیر گوشہ مسجد میں ادا کی جائے تو مکروہ نہیں۔

(۷) اور عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح بخاری حنفی حلوائی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب امام کے علاوہ تین آدمی ہوں تو بالاتفاق مکروہ نہیں اور چار میں اختلاف ہے اور اصح یہی ہے کہ مکروہ ہے اور فتاوی شافیہ میں ہے کہ رمضان کے علاوہ نوافل کو جماعت سے ادا نہ کریں اور نوافل کو تداعی کے طور پر یعنی اذان اور اقامت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے لیکن ایک یا دو آدمی اقتدا کر لیں جو تداعی کے طور پر نہ ہوں مکروہ نہیں اور اگر تین اقتدا کریں تو اس میں مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے اور اگر چار آدمی اقتدا کریں تو بالاتفاق مکروہ ہے اس قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں اور فقہ کی کتابیں ان سے بھری ہوئی ہیں۔ اور اگر کوئی ایسی روایت مل جائے جس میں عدد کا ذکر نہ ہو اور اس سے مطلق طور پر نفل نماز کو جماعت سے ادا کرنا جائز ثابت ہوتا ہو تو اس کو مُقَیَّد پر محمول کرنا چاہیئے جو دوسری روایات میں واقع ہے اور مطلق سے مقید مراد لینا چاہیئے اور جواز کو دو یا تین پر منحصر کرنا چاہئے کیونکہ علماء حنفیہ اگرچہ اصول میں مطلق کو اپنے اطلاق پر ہی رکھنے کے قائل ہیں اور مُقَیَّد پر حمل نہیں کرتے لیکن روایات میں مطلق کو مُقَیَّد پر حمل کرنا جائز بلکہ لازم جانتے ہیں۔ اور اگر ہم بفرض محال حمل نہ بھی کریں اور اطلاق پر ہی رہنے دیں جبکہ یہ مطلق قوت (ثبوت) میں مقید کے برابر ہو تو وہ اس مقید کا معارض ہوگا حالانکہ قوت میں مساوات ممنوع ہے کیونکہ کراہت کی روایتیں باوجود کثرت کے مختار اور مفتیٰ بہا ہیں برخلاف اباحت کی روایتوں کے۔ اور اگر دونوں کی مساوات تسلیم کر لی جائے تو ہم کہتے ہیں کہ کراہت و اباحت کے دلائل باہم متعارض ہونے کی صورت میں کراہت ہی کو ترجیح ہے کیونکہ احتیاط کی رعایت اسی میں ہے جیسا کہ اصول فقہ کے جاننے والوں کے نزدیک مقرر ہے پس وہ لوگ جو روز عاشورا و شب برات اور لیلۃ الرغائب (ماہ رجب کی پہلی شب جمعہ) میں نماز نوافل کو جماعت سے ادا کرتے ہیں اور دو دو سو یا تین تین سو یا اس سے کم و بیش آدمی مساجد میں جمع ہوتے ہیں اور اس نماز و اجتماع اور جماعت کو مستحسن خیال کرتا ہے ایسے لوگ باتفاق فقہاء امر مکروہ کے مرتکب ہیں۔ اور مکروہ کو مستحسن جاننا بڑے گناہوں سے ہے کیونکہ حرام کو مباح جاننا کفر تک پہنچا دیتا ہے اور مکروہ کو حسن نیک اور بہتر سمجھنا ایک درجہ اس سے کم ہے اس فعل کی برائی کو اچھی طرح ملاحظہ کرنا چاہئے اور کراہت کے رفع کرنے کے بارے میں ان کے پاس سند عدم تداعی ہے ہاں عدم تداعی بعض روایات کے مطابق کراہت کو دفع کرتی ہے لیکن ایک یا دو مقتدیوں کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ بھی اس شرط پر کہ گوشہ مسجد میں ہو "وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقِتَادِ" (اس کے علاوہ بے فائدہ رنج اٹھانا ہے) تداعی سے مراد نفل نماز کے ادا کرنے کیلئے ایک دوسرے کو خبر دینا اور یہ معنی ان جماعتوں میں متحقق ہیں جو عاشورا وغیرہ کے دن قبیلہ قبیلہ ایک دوسرے کو خبر کرتے اور بلاتے ہیں کہ فلاں شیخ یا فلاں عالم کی مسجد میں جانا چاہیئے اور نفل نماز جماعت سے ادا کرنی چاہیئے اور اس فعل کو بطریق عادت ادا کرتے ہیں اس قسم کی اطلاع دینا اذان و اقامت سے بھی ابلغ (زیادہ بڑھ کر) ہے۔ پس تداعی بھی ثابت ہوگئی اگر تداعی کو اذان و اقامت پر ہی مخصوص رکھیں جیسا کہ بعض روایات میں واقع ہوا ہے اور اس سے اذان و اقامت کی حقیقت مراد لیں تو پھر بھی جواب وہی ہے جو اوپر گذر چکا کہ (ایسی نماز) ایک یا دو (مقتدی) کے ساتھ مخصوص ہے وہ بھی دوسری شرط کے ساتھ جو اوپر مذکور ہو چکی ہے (یعنی مسجد کے گوشہ میں ہو)۔ جاننا چاہیئے کہ چونکہ ادائے نوافل کی بنیاد اخفاء و تستر (پوشیدگی) پر ہے اس لئے کہ نوافل میں ریا و سمعہ کا گمان ہو سکتا ہے اور جماعت اخفاء کے منافی ہے اور فرائض کے ادا کرنے میں اظہار و اعلان مطلوب ہے کیونکہ یہ ریا و سمعہ کی آمیزش سے

پاک ہے پس ان کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا مناسب ہے علاوہ بریں ہم یہ کہتے ہیں کہ کثرت اجتماع فتنہ پیدا ہونے کا محل ہے۔یہی وجہ ہے کہ نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے سلطان یا اس کے نائب کا حاضر ہونا شرط قرار دیا گیا ہے تا کہ فتنہ پیدا ہونے سے امن رہے اور ان مکروہہ جماعتوں سے بھی فتنہ پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے پس یہ اجتماع بھی مشروع نہ ہوگا بلکہ منکر اور ممنوع ہوگا حدیث شریف ''اَلْفِتْنَۃُ نَائِمَۃٌ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اَیْقَظَہٗ'' (فتنہ سویا ہوتا ہے جو اس کو جگاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے)۔پس اسلام کے والیوں قاضیوں اور محتسبوں پر لازم ہے کہ اس طرح کے اجتماع سے (لوگوں کو) منع کریں اور اس بارے میں بہت ہی زجر و تنبیہ کریں تا کہ یہ بدعت جس سے فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ ہے جڑ سے اکھڑ جائے ''وَاللّٰہُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ'' (اور اللہ تعالیٰ ہی حق کو ثابت کرتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے)

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۲۸۸، ج، ۱، ص، ۶۷۷، تا، ۶۸۰، مرکز تحقیق: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

ان کانت البدعۃ بحیث یکفر بھا فامرہ اشد من الذمی لانہ لایقر بجزیۃ ولا یسامح بعقد ذمۃ وان کان ممن لایکفر بہ فامرہ بینہ وبین اللہ اخف من امر الکافر لامحالۃ۔ولکن الامر فی الانکار علیہ اشد منہ علی الکافر لان شر الکافر غیر متعد فان المسلمین اعتقدوا کفرہ فلایلتفتون الی قولہ اذلایدعی الاسلام واعتقاد الحق اما المبتدع الذی یدعوا الی البدعۃ ویزعم ان مایدعو الیہ حق فھو سبب لغوایۃ الخلق فشرہ متعد فالاستحباب فی اظہار بغضہ ومعاداتہ والانقطاع عنہ وتحقیرہ والتشنیع علیہ ببدعتہ وتنفیر الناس عنہ اشد۔

ترجمہ: وہ بدعت جو مسلمان کو کفر میں مبتلا کردے تو ایسا کافر بدعتی دارالاسلام میں ذمی کافر سے بدتر ہے کیونکہ وہ جزیہ کا پابند نہیں بنتا اور نہ ہی وہ عقد ذمہ کی پروا کرتا ہے اور اگر بدعت ایسی ہو جس کی وجہ سے بدعتی کو کافر نہیں کہا جاسکتا تو ایسے بدعتی کا معاملہ کافر کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور خفیف ہے لیکن اس کی تردید کا معاملہ کافر کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے کیونکہ کافر کا شر مسلمانوں کے لیے اتنا نقصان دہ نہیں کیونکہ مسلمان اس کے کافر ہونے کی وجہ سے اس کی بات کو قابل التفات نہیں سمجھتے کیونکہ وہ اسلام اور حق کا مدعی نہیں بنتا لیکن گمراہ بدعتی اپنی بدعت کو حق قرار دے کر لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتا ہے اس لیے وہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کا سبب بنتا ہے لہٰذا اس کا شر زیادہ مؤثر ہے، ایسے شخص کو برا جاننا اس کی مخالفت کرنا، اس سے قطع تعلق کرنا، اس کی تحقیر کرنا، اس کا رد کرنا، اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنا زیادہ باعث اجر و ثواب ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب الالفۃ والاخوۃ، بیان مراتب الذین یبغضون فی اللہ، مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ مصر، ۲/۲۱۸)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

نماز تجھدٗ را بہ جماعت می گزارند، از اطراف و جوانب در آن وقت مردم از برای تھجد جمع می گردند و بہ جمعیت تمام ادا می نمایند، و این عمل مکروہ است بہ کراھتِ تحریمہ۔ جمعی از فقھاء کہ تداعی شرط کراھت داشتہ اند، جواز جماعت نفل را مقیّد بہ ناحیۂ مسجد ساختہ، زیاد از سہ کس را بہ اتفاق مکروہ گفتہ اند و ایضاً نماز تھجد را با این وضع، سیزدہ رکعت می دانند، کہ دوازدہ رکعت را ایستادہ می گزارند و دو رکعت را نشستہ، تا حکم یک رکعت پیدا کند و با آن سیزدہ رکعت گردد، نہ چنین است حضرت

پیغمبر ما۔ علیه وعلی اله الصلوات والتسلیمات۔ که گاهی سیزده رکعت ادا فرموده اند و گاهی یازده و گاهی نه و گاهی هفت۔ نماز تهجد همراه وتر حکم فردیت پیدا کرده است، نه آنکه دو رکعت قعود را حکم یک رکعت قیام داده اند۔

منشاء امثال این علم و عمل، تتبع سنت سنیه مصطفویه است۔ علی صاحبها الصلوٰة والسلام والتحیة۔ عجب است در بلادِ علما که مأوای مجتهدین است۔ علیهم الرضوان۔ این قسم محدثات رواج یافته، باآنکه ما فقیران، علومِ اسلامیه را از برکات ایشان استفاضه می نمائیم۔ والله سبحانه الملهم للصواب

اندکی پیش تو گفتم غم دل ترسیدم		که دل آزرده شوی، ورنه سخن بسیار است

ترجمہ: مثلاً اسی سلسلہ کے بعض لوگ نماز تہجد جماعت سے ادا کرتے ہیں۔ اردگرد سے لوگ تہجد کے وقت جمع ہوتے ہیں اور پھر یہ لوگ پوری جمعیت کے ساتھ یہ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل مکروہ تحریمہ ہے۔ جن فقہاء نے اس جماعت کی کراہت کے لیے تداعی (لوگوں کو بلانا) کو شرط قرار دیا ہے اُنہوں نے بھی ایک گوشۂ مسجد میں اسے جائز کہا ہے۔ وہ بھی اس صورت میں کہ تین افراد سے زیادہ نہ ہوں۔ تین سے زیادہ افراد کامل کر یہ نماز جماعت سے ادا کرنا فقہاء کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہے۔ نیز اس طرح نماز تہجد ادا کرنے میں تیرہ رکعت تصور کرتے ہیں۔ بارہ رکعات کھڑے ہوکر ادا کرتے ہیں۔ اور دو رکعت بیٹھ کر۔ اور ان دو کو ایک رکعت تصور کرتے ہیں اور اسی طرح تیرہ رکعات تصور کرتے ہیں حالانکہ بات یوں نہیں۔

ہمارے نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے جو بعض دفعہ تیرہ رکعات ادا فرمائی ہیں اور بعض دفعہ گیارہ رکعات اور بعض دفعہ نو رکعات تو وہ وتروں کو ساتھ ملا کر جفت رکعات کے بجائے طاق رکعات قرار دی ہیں یوں نہیں کہ دو رکعات نفل کو جو بیٹھ کر ادا کی ہوں ایک تصور کیا ہے۔ اس قسم کے علم وعمل کا منشا روشن سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی عدم تحقیق ہے۔ تعجب ہے کہ ان شہروں میں جو علماء مجتہدین کا مسکن وماویٰ ہیں اس طرح کی بدعات رواج پذیر ہوچکی ہیں حالانکہ ہم فقراء اسلامی علوم کا استفاضہ ان بزرگوں کی برکات سے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی درست بات کا الہام فرمانے والا ہے

فرد

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم		که دل آزرده شوی ورنه سخن بسیار است

ترجمہ: میں نے غم دل تھوڑا سا بیان کیا ہے میں ڈر گیا ہوں کہ تو دل آزردہ ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب، ۱۳۱، ج، ۱، ص، ۲۹۹، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((ملاطاهر بدخشی)) در بیان آنکه اداء نفل اگرچه حج باشد، اگر مستلزم باشد، فوت فرضی را از فرائض، داخل لایعنی است۔

مکتوبِ شریفِ اَخوی ارشدی لازال کاسمه طاهراً عن دنس التعلقات (۔ همیشه مانند اسمش پاک باشد از چرک و پلیدی تعلقات دنیوی۔) رسید۔

ای برادر! در خبر آمده است ((علامة اعراضه تعالی عن العبد اشتغاله بما لا یعنیه)) (نشانهٔ رویگردانی خداوند از بنده اش این است که او را

به کارهای لایعنی و بیهوده مشغول می کند۔) اشتغالِ به نفلی از نوافل، به اعراض فرضی از فرائض، داخل مالا یعنی است، پس تفتیشِ احوالِ خود نمودن لازم آمد، تامعلوم گردد که اشتغالِ او به چه چیز است؛ به نفل است، یا به فرض، به واسطه ادای یک حج نفل، مرتکب، چندین محظورات باید شد، نیک ملاحظه نمایند۔

العاقل تکفیه الاشارة (عاقل را اشاره ای کافی است۔) والسلام علیکم وعلی رفقاء کم

یہ مکتوب بھی ملا طاہر بدخشی علیہ الرحمہ کی طرف صادر فرمایا۔ اس امر کے بیان کہ ادائے نوافل اگر چہ حج ہی ہو اگر کسی فرض کے فوت ہونے کا سبب بنتا ہو تو وہ بھی لایعنی اور بے فائدہ امور میں داخل ہے۔ اخوی ارشدی (اپنے نام کی طرح ہمیشہ تعلقات کی میل کچیل سے پاک رہے) کا مکتوب موصول ہوا۔ اے برادر حدیث میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے سے اعراض کی علامت یہ ہے کہ بندہ لایعنی کاموں میں مشغول و مصروف ہوجائے۔ فرائض میں سے کسی بھی فرض سے اعراض کر کے نوافل میں سے کسی نفل عبادت میں مشغول ہونا لایعنی اور بے فائدہ ہے۔ لہٰذا اپنے احوال وافعال کی تفتیش کرتے رہنا ضروری ہے۔ تا کہ اس بات کا پتہ رہے کہ میں کن کاموں میں مشغول ہوں نوافل میں یا فرائض میں ایک نفلی حج کی خاطر اتنے ممنوعات کا مرتکب ہونا اچھا نہیں اچھی طرح ملاحظہ کرلیں۔ عقلمند کو اشارہ کافی ہے۔ والسلام علیکم وعلی رفقاء کم۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۲۳، ج ۱، ص ۲۹۱، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

مقربات اعمال، یا فرائض اند یا نوافل۔ نوافل را در جنب فرائض، هیچ اعتبار نیست۔ ادای فرضی از فرائض، در وقتی از اوقات به (بهتر و پسندیده تر۔) از ادای نوافل هزار ساله است۔ اگرچه به نیت خالص ادا شود۔ هر نفلی که باشد از صلوۃ و زکوۃ و صوم و ذکر و فکر و امثال اینها۔ بلکه گوییم که رعایت سنتی از سنن و ادبی از آداب در حین ادای فرائض نیز همین حکم دارد۔

منقول است که روزی امیر المومنین، حضرت فاروق۔ رضی اللہ تعالیٰ عنه۔ نماز بامداد را به جماعت گذارند، بعد از فراغ از صلوۃ، در قوم، نگاه کردند۔ شخصی را از اصحاب خود در آن وقت نیافتند۔ فرمودند که: فلانی به جماعت حاضر نشد۔ حاضران عرض کردند که او اکثر شب بیدار می باشد۔ یحتمل که در این وقت خوابش برده باشد۔ فرمودند که: اگر تمام شب خواب می کرد و نماز بامداد را به جماعت می گزارد، بهتر می بود۔

پس رعایت ادبی و اجتناب از مکروهی، اگرچه تنزیهی باشد، فکیف که تحریمی، به مراتب از ذکر و فکر و مراقبه و توجه بهتر باشد۔ آری، این امور به این رعایت و اجتناب اگر جمع کند، فقد فاز فوزاً عظیماً۔ و بدونه خرط القتاد۔

مثلاً تصدق دانگی در حساب زکوۃ، همچنان که از تصدق جبال عظام از ذهب، به طریق نفل، به مراتب بهتر است۔ رعایت ادبی از آداب در تصدق آن دانگ مثلاً آن را به فقیر قریب دادن نیز، به مراتب از آن بهتر است۔

پس نماز خفتن را در نصف اخیر از شب گزاردن و آن تأخیر را وسیلهٔ تأکید قیام لیل ساختن، بس مستکر (مکروه و زشت و ناپسند۔) باشد۔ چه نزد حنفیه۔ رضی اللہ تعالیٰ عنهم۔ ادای نماز خفتن، در آن وقت (۔ نصف آخر شب۔) مکروه است۔ ظاهر از این کراهت، کراهت تحریمه

اراده دارند۔ زیرا که اداء نماز خفتن را تا نصف لیل مباح داشته اند و از نصف آن طرف، مکروه گفته اند۔ پس مکروهی که مقابل مباح است، مکروه تحریمی است و نزد شافعیه در آن وقت، ادای نماز خفتن جائز نیست۔

پس به واسطۂ قیام لیل و حصول ذوق و جمعیت در آن وقت، مرتکب این امر گشتن، بسیار مستکره است۔ از برای این غرض تأخیر ادای وتر هم کافی است و آن تأخیر مستحب است۔ هم وتر در وقت نیک ادا می یابد و هم غرض قیام لیل و بیداری وقت سحر میسر گردد۔ پس ترک این عمل باید نمود و صلوات گذشته را قضا باید کرد۔

ترجمہ: حق تعالیٰ کی طرف قریب کرنے والے اعمال یا فرائض ہیں یا نوافل، نوافل کی فرائض کے سامنے کچھ حیثیت نہیں۔ کسی وقت میں فرائض میں سے ایک فرض کوادا کرنا ہزار سال نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ نفل عبادت نیت خالص سے ادا کی جائے۔ جو بھی نفل عبادت ہو، جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ، اورذکر وفکر وغیرہ۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ادائے فرائض کے دوران ایک سنت کی رعایت اور مستحبات میں سے ایک مستحب کی نگہداشت کا بھی یہی حکم ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز فجر با جماعت ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر قوم پر نگاہ ڈالی۔ اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو نہ پایا۔ دریافت فرمایا کہ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں۔ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ شخص رات کا اکثر حصہ بیدار رہتا ہے۔ شاید اس وقت سویا ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا اگر وہ ساری رات سویا رہتا اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرتا تو یہ بہتر تھا۔ لہٰذا ایک مستحب کی رعایت اور مکروہ سے بچنا، اگرچہ تنزیہی ہی ہو، اور مکروہ تحریمی تو بطریق اولیٰ کئی مرتبے ذکر فکر اور مراقبہ وتوجہ سے بہتر ہے۔ ہاں اگر یہ امور اس رعایت اور اس اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اس کے بغیر خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔

مثلاً ایک دو پیسے زکوٰۃ کے ادا کرنا بطریق نفل پہاڑوں جتنا سونا صدقہ کرنے سے کئی مرتبہ بہتر ہے۔ تو نماز عشاء رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا اور اسے نوافل تہجد کی ادیگی کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے۔ اس لیے حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک نماز عشاء نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ ہے۔ (کذا فی بحر الرائق) ظاہراً اس سے ان کی مراد کراہت تحریمہ ہے۔

اس لیے کہ فقہائے حنفیہ نے نماز عشاء کو نصف رات تک ادا کرنے کو مباح رکھا ہے، اور اس سے آگے مکروہ کہا ہے۔ لہٰذا جو مکروہ مباح کے مقابلے میں آتا ہے وہ مکروہ تحریمی ہے اور فقہائے شافعیہ کے نزدیک تو نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنا جائز ہی نہیں۔ تو ادائے تہجد اور ذوق وجمعیت کے حصول کے لیے اس وقت میں اس امر کا مرتکب ہونا بہت ناپسندیدہ ہے۔ اس غرض کے لیے وتر کی ادائیگی میں تاخیر کرنا کافی ہے۔ اور یہ تاخیر مستحب ہے۔ وتر اچھے وقت میں ادا بھی ہو جائیں گے اور سحری کے وقت بیدار ہونے اور تہجد ادا کرنے کی غرض بھی حاصل ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ کام چھوڑ دینا چاہیے اور گذشتہ نمازوں کی قضا کرنی چاہیے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۲۹، ج ۱، ص ۱۲۵، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

دار العلوم امجدیہ کے فتویٰ کا عکس :
نفل نماز با جماعت ادا کرنے کے بارے میں

الاستفتاء

جناب مفتی صاحب دار العلوم امجدیہ کراچی

السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے بارے میں کہ نفل نماز مثلاً صلوۃ والتسبیح جماعت سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں جواز یا عدم جواز کی صورت میں تحقیقاً جواب مرحمت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں

سائل... محمد سلیم
پتہ... جامع مسجد ہاشمی عثمان آباد نزد راسوائی کراچی نمبر ۵۳

باسمہ تعالیٰ

الجواب ... نفل کی جماعت کو فقہائے کرام ناجائز و مکروہ اور بدعت فرماتے ہیں لیکن تحقیق اس مسئلے کی یہ ہے کہ احناف تداعی کے ساتھ نفل نماز کی جماعت مکروہ قرار دیتے ہیں وہ بھی کراہت تنزیہی ہے پھر تداعی کے معنی میں بھی علماء کا اختلاف ہے علامہ ابن عابدین شامی کے نزدیک یہ ہے کہ چار مقتدی ہوں تو نفل کی جماعت مکروہ ہے لیکن سلف صالحین سے شب براءت وغیرہ میں نفل نماز جماعت سے پڑھنا بھی منقول ہے لہٰذا عادۃً نفل کی جماعت کا اہتمام کرنا اور لوگوں کو اس کی دعوت دینا اور اعلان کرکے بلانا مکروہ ہے اور شب براءت اور دیگر بڑی راتوں وغیرہ میں اگر لوگ بغیر کسی اہتمام کے جماعت سے نفل پڑھیں تو سلف صالحین کے معمول کی بناء پر جائز ہوجائیگا در مختار میں ہے **ولا یصلی التطوع بجماعۃ لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر** (ص ۶۶۳-۶۶۴) اور صلاۃ التسبیح میں ہر شخص مقررہ جگہوں پر ایک معین تعداد میں (ہر رکعت میں **پچھتر مرتبہ**) تسبیح پڑھنا ہوتا ہے اور جہاں معین تعداد میں تسبیح پڑھنا ہے ان مقامات میں ہر مصلی کو وہ تعداد پوری کرنا ہے جو اس کی ادائیگی کے لئے مقرر ہے اور ہر آدمی کا امام کے ساتھ تسبیح کی مقررہ تعداد برابر برابر نہیں پڑھ نہیں سکتا یعنی بیک وقت امام اور تمام کے تمام مقتدی ایک رفتار میں مقررہ تعداد میں تسبیح نہیں پڑھ سکتے اگر امام پہلے پڑھ چکا اور رکوع کرنے لگا اور مقتدی امام کا ساتھ نہ دے سکے تو تعداد پوری نہ ہونے کے باعث تسبیح پوری نہ ہوگی اس صورت میں صلاۃ التسبیح صلاۃ التسبیح نہیں رہے گی اور مقتدی امام کی مخالفت کرکے تسبیح کی تعداد پوری کرے تو یہ جائز نہیں لہٰذا صلوۃ التسبیح جماعت سے نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ صلوۃ التسبیح کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھنا چاہئے۔ لیکن ایسے لوگ جن کے ذمہ فرض نمازیں (قضاء) ہیں وہ نوافل و صلاۃ التسبیح کے بجائے فرض ہی (قضاء) پڑھیں کیونکہ جن کے ذمہ فرض باقی ہیں ان کی نوافل معلق ہوجاتی ہیں تاوقتیکہ فرض ادا نہ کرلیں اس کے متعلق امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کا ایک طویل رسالہ بھی شائع ہوچکا ہے تفصیلات اس رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ عطاء المصطفیٰ اعظمی

عطاء المصطفیٰ اعظمی عفی عنہ
دار الافتاء دار العلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی
۲۹ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ ---- ۲۶ نومبر ۲۰۰۰ء

دار العلوم امجدیہ

باب نمبر ۵

تبلیغی جماعت اور دعوت اسلامی کا انتخابی نشان:

پیشانی پر نشان کی حقیقت:

سوال: (۱۱۴) مولانا محمد بشیر قادری کراچی والے لکھتے ہیں:

اہل اللہ کی پیشانیوں پر سجدہ کا نشان سچے مومن کی نشانی ہے۔ (رد ضرب النعال، ص ۱۲)

الجواب:

اللہ نے ارشاد فرمایا:

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ

ترجمہ: ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔ (الفتح:۲۹)

علامہ احمد بن محمد خلوتی صاوی، مالکی ﷫، متوفی، ۱۲۴۱ھ، لکھتے ہیں:

اختلف فی تلک السیما، فقیل ان مواضع سجودھم یوم القیامۃ تری کالقمر لیلۃ البدر، وقیل: ھو صفرۃ الوجوہ من سھر اللیل، وقیل: الخشوع الذی سجودھم یظھر علی الاعضاء، حتی یتراءی انھم مرضی ولیسوا بمرض، ولیس المراد بہ مایصنعہ بعض الجھلۃ المرائین من العلامۃ فی الجبھۃ، فانہ من فعل الخوارج، وفی الحدیث: انی لابغض الرجل واکرھہ اذا رایت بین عینیہ اثر السجود۔

اس علامت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) تو کہا گیا ہے کہ علامت سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن سجدے کے مقامات (پیشانی، ہاتھ گھٹنے وغیرہ) چودھویں کے چاند کی طرح روشن دکھائی دیں گے۔

(۲) اور کہا گیا ہے کہ وہ راتوں کو جاگنے کی وجہ سے چہروں کی زرد رنگت مراد ہے۔

(۳) اعضاء جسم پر ظاہر ہونے والا وہ خشوع ہے جس کی وجہ سے وہ بظاہر بیمار نظر آتے ہیں حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتے۔ اور جو بعض جاہل پیشانیوں پر

کاری کرتے ہوئے نشان ڈال دیتے ہیں قطعاً مراد نہیں ہے، اس لیے کہ یہ خوارج کا عمل ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے: بے شک میں آدمی کا دشمن ہوں اور اس سے کراہت کرتا ہوں جب اس کے ماتھے پر سجدہ کا اثر (نشان) دیکھتا ہوں۔

(حاشیۃ العلامۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، ج ۳، ص ۳۱۹، قاسم پبلی کیشنز، اردو بازار، کراچی، پاکستان)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ (سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ) قال: اما انہ لیس ترون، ولکنہ سیما الاسلام وسسحنتہ وخشوعہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ کے تحت فرمایا: اس علامت سے مراد وہ نشان نہیں جو تم دیکھتے ہو، بلکہ اسلام کی وہ علامت، اس کی آب وتاب، اس کا حسن وجمال اور اسلام کا خشوع اور عجز وانکساری ہے۔

(تفسیر طبری، ابن جریر، ج ۲۶، ص ۱۲۷، داراحیاء التراث العربی بیروت، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج ۶، ص ۹۱۔ مکتبۃ الرحاب، القاہرۃ)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ (سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ) قال: السمت الحسن۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ کے تحت فرمایا: السمت سے مراد حسن ہے۔

(محمد بن نصر فی کتاب الصلاۃ، وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم والبیہقی فی سننہ، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج ۶، ص ۹۱۔ مکتبۃ الرحاب، القاہرۃ)

عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: فی قولہ (سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ) قال: النور یوم القیامۃ۔

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ کے تحت ارشاد فرمایا: اس سے مراد وہ نور ہے جو قیامت کے دن ان کے چہروں پر نمایاں ہوگا۔

(المعجم الاوسط، ج ۴، ص ۱۷۳، والمعجم الصغیر، ج ۱، ص ۲۰۷، ومجمع الزوائد، ج ۷، ص ۱۰۷، ابن مردویہ، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج ۶، ص ۹۲، مکتبۃ الرحاب، القاہرۃ)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ {سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ} قال: بیاض یغشی وجوھھم یوم القیامۃ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ کے تحت فرمایا: وہ سفیدی مراد ہے جو قیامت کے دن ان کے چہروں کو ڈھانپ لے گی۔

(بخاری فی تاریخہ، وابن نصر، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج ۶، ص ۹۲۔ مکتبۃ الرحاب، القاہرۃ)

عن عطیۃ العوفی رضی اللہ عنہ قال: موضع السجود اشد وجوھھم بیاض یوم القیامۃ۔

ترجمہ: حضرت عطیہ العوفی ﷺ نے فرمایا: ان کے چہروں میں سجدوں کی جگہ قیامت کے دن نسبتاً زیادہ سفید اور روشن ہوگی۔

(سعید بن منصور، عبد بن حمید، وابن نصر، وابن جریر، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج ۶، ص ۹۲۔ مکتبۃ الرحاب، القاہرۃ)

عن حمید بن عبد الرحمن قال: کنت عند السائب بن یزید اذ جاء رجل فی وجہہ اثر السجود فقال: لقد افسدہ ھذا وجہہ اما واللہ ما ھی السیما التی سمی اللہ، ولقد صلیت علی وجھی منذ ثمانین سنۃ ما اثر السجود بین عینی۔

ترجمہ: حضرت حمید بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ اچانک ایک آدمی آیا اس کے چہرہ میں سجدوں کا نشان تھا، تو انہوں نے فرمایا: تحقیق اس نے اپنا یہ چہرہ خراب کر دیا ہے، اللہ کی قسم! یہ وہ نشان نہیں ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، میں اسی سال سے اپنے چہرے پر نماز پڑھ رہا ہوں، میری آنکھوں کے درمیان سجدوں سے کوئی نشان نہیں بنا۔

(طبرانی، والبیہقی فی سننہ، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج۶، ص۹۲۔ مکتبۃ الرحاب، القاہرۃ)

عن مجاهد رضی اللہ عنہ {سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ} قال: لیس الاثر فی الوجہ ولکن الخشوع۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ کے تحت فرمایا: اس سے مراد چہرے پر نشان نہیں بلکہ اس سے مراد خشوع ہے۔

(سعید بن منصور، عبد بن حمید، وابن جریر، وابن نصر، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج۶، ص۹۲، مکتبۃ الرحاب، القاہرۃ)

عن مجاهد رضی اللہ عنہ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ قال: الخشوع والتواضع۔

ترجمہ: حضرت رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ کے تحت فرمایا: اس سے مراد خشوع اور تواضع ہے۔

(ابن مبارک، عبد بن حمید، وابن جریر، وابن نصر تفسیر ابن کثیر، ج۴، ص۲۱۵، میر محمد کتب خانہ کراچی، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج۶، ص۹۲، مکتبۃ الرحاب، القاہرۃ)

عن سعید بن جبیر اللہ عنہ فی الآیۃ، قال: ندی الطھور وثری الارض۔

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے ضمن میں روایت ہے، فرمایا: اس سے مراد وضو کے پانی کی تری اور مٹی کی نمنا کی ہے۔

(سعید بن منصور، عبد بن حمید، وابن جریر، ابن منذر وابن نصر، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج۶، ص۹۲، مکتبۃ الرحاب، القاہرۃ)

عن ضحاک رضی اللہ عنہ فی الآیۃ، قال: ھو السھر الرجل من اللیل اصبح مصفرا۔

ترجمہ: حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے ضمن میں روایت ہے، فرمایا: اس سے مراد رات کو جاگنا ہے کیونکہ جب آدمی رات کو جاگتا ہے تو اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔

(ابن نصر، وابن منذر، والدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج۶، ص۹۲، مکتبۃ الرحاب، القاہرۃ)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال فی قولہ {سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ} قال: ان جبریل قال: اذا نظرت الی الرجل من امتک عرفت انہ من اھل الصلاۃ باثر الوضوء، واذا اصبحت عرفت انہ قد صلی من اللیل، وھو یا محمد العفاف فی، الدین والحیاء وحسن السمت۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ کے تحت ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: جب آپ اپنی امت کے کسی آدمی کی طرف دیکھیں گے تو آپ وضو کے اثر سے پہچان لیں گے کہ یہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہے، اور جب آپ صبح کریں گے تو آپ پہچان لیں گے کہ اس نے رات کی نماز پڑھی ہے۔ اے محمد! ﷺ وہ دین میں پاک دامنی، حیاء اور عادات وخصائل کا حسن ہوتا ہے۔

(ابن مردویہ، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج۶، ص۹۲، ۹۳، مکتبۃ الرحاب، القاہرۃ)

عن مجاهد رضی الله عنه فی قوله تعالی {سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ} قال: هو الخشوع فتلت هو اثر السجود فقال انه یکون بین عینیه مثل رکبة المعز وهو کما شاء الله۔

ترجمه: امام حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ کے بارے میں روایت ہے کہ اس نشانی سے مراد خشوع ہے، میں نے بلکہ داغ جو سجدے سے پڑ جاتا ہے؟ فرمایا: ایک کے ماتھے پر اتنا بڑا داغ ہوتا ہے جیسے بکری کا گھٹنا اور وہ باطن میں ویسا ہے جیسے اس کے لیے خدائی مشیت ہوئی۔ (تفسیر الطبری، جامع البیان، ج ۲۲، ص ۲۶۴)

قال البقاعی و لا یظن ان من السیما ما یصنعه بعض المرائین من اثر هیأة السجود فی جبهتاه فان ذلک من سیما الخوارج۔

ترجمه: حضرت بقاعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نشانِ سجدہ جو بعض ریاکار اپنے ماتھے پر بنا لیتے ہیں یہ اس نشانی سے نہیں بلکہ یہ خارجیوں کی نشانی ہے۔

(تفسیر الشربینی، والفتوحات السلمانیة)

عن ابن عباس رضی الله عنه عن النبی ﷺ انه قال لا بغض الرجل و اکرهه اذا رایت بین عینیه اثر السجود۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس آدمی کا دشمن ہوں اور اس سے کراہت کرتا ہوں جبکہ اس کے ماتھے پر سجدہ کا اثر دیکھتا ہوں۔

(فتح البیان فی مقاصد القرآن، ج ۱۳، ص ۱۲۰، السراج المنیر فی الاعانة معرفتہ، ج ۴، ص ۵۸، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، ج ۱۸، ص ۳۴۱)

عن النبی ﷺ لا تعلبوا صورکم۔

ترجمه: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی صورتیں داغی نہ کرو۔

(تفسیر روح المعانی، الجزء السادس والعشرون، ص ۳۸۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

عن ابن عمر رضی الله عنه انه رای رجلا قد اثر فی وجهه السجود فقال ان صورة وجهک انفک فلا تعلب وجهک و لا تثنی صورتک۔ وقول ابن عمر وقد رأی رجلا بأنفه أثر السجود: إن صورة وجهك أنفك فلا تعلب وجهك ولا تشن صورتك۔

ترجمه: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے ناک پر داغ سجدہ کا دیکھ کر فرمایا کہ تیرے چہرے کی صورت تیری ناک ہے تو اپنا چہرہ داغی نہ کر اور اپنی صورت نہ بگاڑ۔

(تفسیر روح المعانی، الجزء السادس والعشرون، ص ۳۸۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

وقال منصور: سألت مجاهدا أهذه السيما هي الأثر يكون بين عيني الرجل قال: لا وقد يكون مثل ركبة البعير وهو أقسى قلبا من الحجارة

ترجمه: اور حضرت منصور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا اس سیما سے مراد وہ نشان ہے جو پیشانی پر ظاہر ہو جاتا ہے؟ فرمایا: نہیں، بسا اوقات اونٹ کے گھٹنے کے برابر یہ نشان کسی شخص کے ماتھے پر ہو جاتا ہے، اس کے باوجود اس کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔

(تفسیر روح المعانی، الجزء السادس والعشرون، ص ۳۸۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

عن مجاهد رضی اللہ عنہ سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ قال: الخشوع۔ قلت: ماکنت اراه الا هذا الاثر فی الوجه فقال: ربما کان بین عینی من هو اقسی قلباً من فرعون۔

ترجمہ: حضرت مجاہد ﷺ کے اس ارشاد: سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ: کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد خشوع ہے۔ میں اس کے آثار چہرے پر نظر آتے ہیں بلکہ شاید اس کی آنکھوں کے سامنے جو فرعون سے بھی سخت دل ہو۔

(تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۲۱۵ میر محمد کتب خانہ کراچی)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وکان اذا رأی (سیدنا، ومولانا شمس الدین محمد الحنفی) رضی اللہ عنہ فی جبهة فقیر أثر سجود یقول یا ولدی أخاف علیک أن یکون من الریاء

ترجمہ: اور جب (سیدنا، ومولانا شمس الدین محمد الحنفی ﷺ) کسی فقیر کی پیشانی پر سجدے کا نشان دیکھتے تو فرماتے: بچے! مجھے تجھ پر خوف ہے کہ یہ کہیں ریاء کی وجہ سے نہ ہو۔

(الطبقات الکبریٰ المسماة بلواقح الانوار فی طبقات الاخیار، ۴۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فائدہ مجلس شوریٰ: ان تین مسائل میں غور کرو، انشاء اللہ تعالیٰ جواب دو گے تو اور باتیں تحریر کریں گے۔

باب نمبر ۵۱

سوال: (۱۱۵) اعتراض کے طور پر مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں

پیر صاحب نے دیوبندی مولوی انور شاہ کشمیری کو ہدایۃ السالکین صفحہ ۹۵ میں ''علامہ انور شاہ کشمیری صاحب علیہ الرحمۃ'' لکھا ہے جبکہ ان کے خلیفہ خاص مولوی ضیاء اللہ سیفی دیوبندی نے ان کے حسب الارشاد کتاب ''سیف الرجال'' میں کشمیری صاحب کو امام العصر اور شیخ الکبیر علیہ الرحمۃ قرار دیا ہے۔

''میزائل سیفی''، صفحہ ۴۸ میں پیر صاحب کے خلیفہ مولوی احمد علی شاہ نے اور فرضیت سلوک میں خواجہ محمد سیفی نے دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی کو حکیم الامت علیہ الرحمۃ لکھا ہے۔ (خطرہ کا سائرن صفحہ ۱۳ تا ۱۴)

الجواب:

پیر محمد چشتی صاحب لکھتے ہیں:

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اکفار الملحدین کے مصنف ایک سنجیدہ عالمِ دین اور علمی شخصیّت تھے، جس نے اسلامی جذبہ کے تحت ایک حقیقی ملحد و مرتد کے خلاف اسلامی دنیا میں بیداری لانے کی غرض سے یہ کتاب لکھی تھی جو تقاضاءِ وقت کے مطابق مفید تھی۔ (اصولِ تکفیر ص ۳۸)

افسوس کہ حضرت شاہ جی صاحب علم و فضل ہوتے ہوئے۔ (اصول تکفیر ص، ۴۱)

الجواب: (ا) اب ہماری طرف سے پڑھو!

مذکورہ بالا عبارت میں مولانا ابوداؤد صادق صاحب پیر محمد چشتی نے کیا لکھا ذرا پڑھو!

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

الرَّابِعَةُ- قَالَ ابْنُ عَطِيَّةَ: وَحَدَّثَنِي أَبِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْفَضْلِ الْجَوْهَرِيَّ فِي جَامِعِ مِصْرَ يَقُولُ عَلَى مِنْبَرِ وَعْظِهِ سَنَةَ تِسْعٍ وَسِتِّينَ وَأَرْبَعِمِائَةٍ: إِنَّ مَنْ أَحَبَّ أَهْلَ الْخَيْرِ نَالَ مِنْ بَرَكَتِهِمْ، كَلْبٌ أَحَبَّ أَهْلَ فَضْلٍ وَصَحِبَهُمْ فَذَكَرَهُ اللهُ فِي محكم تنزيله.

مسئلہ نمبر ۴: ابن عطیہ نے بیان کیا ہے: میرے باپ نے مجھے بتایا انہوں نے کہا میں نے ۴۶۹ھ میں جامع مصر میں ابوالفضل جوہری کو منبر پر وعظ کرتے ہوئے سنا: بے شک جس نے اہل خیر سے محبت کی اس نے ان کی برکت کو پالیا، ایک کتے نے اہل فضل سے محبت کی اور ان کی سنگت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی محکم کتاب میں ذکر فرمایا۔ (المحرر الوجیز: ج: ۳: ص: ۵۰۴)

(تفسیر القرطبی، سورۃ الکھف، تحت الآیۃ: ۱۸، ج، ۱۰، ص، ۲۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مجلس شوریٰ: پیر محمد چشتی کے نزدیک انور شاہ کشمیری صاحب علم و فضل ہوئے اور اعلیٰ حضرت کے نزدیک اہلِ فضل، علماء و اولیاء کی قبروں پر عمارت (گنبد) بنانا مباح ہے۔ اب پیر محمد چشتی کو چاہیے کہ انور شاہ کشمیری کی قبر پر گنبد بنائے۔ صد تعجب والی بات ہے۔

فتویٰ پڑھو!

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

مجمع بحار الانوار جلد ثالث میں ہے:

قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء و العلماء لیزورھم الناس ویستریحون فیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ: سلف نے اہل فضل اولیاء و علماء کی قبروں پر عمارت بنانا مباح قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں آرام لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(تکملہ مجمع بحار الانوار، تحت لفظ "قبر" منشی نولکشور لکھنو، ۳/۱۴۰) (فتاویٰ رضویہ، ج۹، ص۴۲۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

کہ اہل فضل (واہل علم) کو دیکھ کر کھڑے ہو جایا کریں اگرچہ ان کو ہمارا کھڑا ہونا ناگوار ہو "**فعلینا التعظیم وعلیھم الکراھۃ**" کیونکہ ہمارے ذمہ ان کی تعظیم ضروری ہے اور ان کو اپنی تعظیم سے نفرت لازم ہے اور یہ کھڑا ہونا ہر حال میں مستحب ہے خواہ وہ عالم اپنے علم پر عمل کرنے والا ہو یا نہ ہو بشرطیکہ قیام میں دینی مصلحت ہو جو عدم قیام پر راجح ہو۔ خوب سمجھ لو۔

(ہم سے عہد لیا گیا ہے، ص ۴۷۴)

اب اعلیٰ حضرت کا دوسرا فتویٰ پڑھو! بدمذہب کو عالم دین کہنے کا حکم:

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم، مدارِ ایمان و مدارِ نجات و مدارِ قبولِ اعمال ہوئی یا نہیں؟۔ کہو ہوئی اور ضرور ہوئی!

تمہارا رب ﷻ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ࣙاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ

ترجمہ: اے نبی تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے (ف ۴۸) اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (سورۃ التوبہ: ۲۴)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی معزز، کوئی عزیز کوئی مال، کوئی چیز، اللہ و رسول سے زیادہ محبوب ہو، وہ بارگاہِ الٰہی سے مردود ہے، اللہ اسے اپنی طرف راہ نہ دے گا، اسے عذاب الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہیے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

پیارے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

"لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین"۔

ترجمہ: تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان باب حب الرسول ﷺ من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷، صحیح مسلم کتاب الایمان باب وجوب محبۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹)

یہ حدیث بخاری وصحیح مسلم میں انس بن مالک انصاری ﷺ سے ہے۔ اس نے تو یہ بات صاف فرمادی کہ جو حضور اقدس ﷺ سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے، ہرگز مسلمان نہیں۔

مسلمانو کہو! محمد، رسول اللہ ﷺ کو تمام جہانوں سے زیادہ محبوب رکھنا مدار ایمان و مدار نجات ہوا یا نہیں؟ کہو ہوا اور ضرور ہوا۔ یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول کرلیں گے کہ ہاں ہمارے دل میں محمد ﷺ کی عظیم عظمت ہے۔ ہاں ہاں ماں باپ اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور ﷺ کی محبت ہے۔ بھائیو! خدا ایسا ہی کرے، مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سنو:-

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

الٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔

ترجمہ: کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی (سورۃ العنکبوت: ۱، ۲، ۲۹/ ۱و۲)

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی ادعائے مسلمانی پر تمہارا چھٹکارا نہ ہوگا۔ ہاں ہاں سنتے ہو! آزمائے جاؤ گے، آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے۔ ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی و واقعی ہونے کو درکار ہیں، وہ اس میں ہیں یا نہیں؟ ابھی قرآن و حدیث ارشاد فرما چکے کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضروری ہیں۔

(۱) محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم۔

(۲) اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔

تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو۔ جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخیت، بزرگی، فضیلت، کو خطرے میں نہ لاؤ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ

رہا؟ اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے؟ کیا عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام وعلم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں؟ کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نبھائی یا اسے ہر برے سے بدتر برا نہ جانا یا اسے برا کہنے پر برا نہ مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پروائی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی، تو واللہ اب تم ہی انصاف کر لو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے، قرآن وحدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنے دور نکل گئے۔

مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو وقعت کر سکے گا اگرچہ اس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جسے محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگرچہ اسکا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو، واللہ اپنے حال پر رحم کرو اپنے رب کی بات سنو، دیکھو وہ کیوں کر تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے،

دیکھو رب ﷻ فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (القرآن الکریم، سورۃ المجادلہ: ۲۲، ۵۸/۲۲)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

اس آیت کریمہ میں صاف فرما دیا کہ جو اللہ یا رسول اللہ کی جناب میں گستاخی کرے، مسلمان اس سے دوستی نہ کرے گا، جس کا صریح مفاد ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے وہ مسلمان نہ ہوگا۔ پھر اس حکم کا قطعاً عام ہونا بالتصریح ارشاد فرمایا کہ باپ، بیٹے، بھائی، عزیز سب کو گنایا، یعنی کوئی کیسا ہی تمہارے زعم میں معظم یا کیسا ہی تمہیں بالطبع محبوب ہو، ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اس سے محبت نہیں رکھ سکتے، اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہو گے۔ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کا اتنا فرمانا ہی مسلمان کے لئے بس تھا مگر دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا، اپنی عظیم نعمتوں کا لالچ دلاتا ہے کہ اگر اللہ ورسول ﷺ کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے۔

(۱) اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان نقش کر دے گا جس میں ان شاء اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی بشارت جلیلہ ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

(۳) تمہیں ہمیشگی کی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

(۴) تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے، خدا والے ہو جاؤ گے۔

(۵) منہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید و خیال و گمان سے کروڑوں درجے افزوں۔

(۶) سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔

(۷) یہ کہ فرماتا ہے میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی بندے کیلئے اس سے زائد اور کیا نعمت ہوتی کہ اس کا رب اس سے راضی ہو مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی۔

مسلمانو! خدا لگتی کہنا اگر آدمی کروڑ جانیں رکھتا ہو اور سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کردے تو واللہ مفت پائیں، پھر زید و عمر سے علاقہ تعظیم و محبت، یک لخت قطع کر دینا کتنی بڑی بات ہے؟ جس پر اللہ تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرمارہا ہے اور اس کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ قرآن کریم کی عادت کریمہ ہے کہ جو حکم فرماتا ہے جیسا کہ اس کے ماننے والوں کو اپنی نعمتوں کی بشارت دیتا ہے، نہ ماننے والوں پر اپنے عذابوں کا تازیانہ بھی رکھتا ہے کہ جو پست ہمت نعمتوں کی لالچ میں نہ آئیں، سزاؤں کے ڈر سے، راہ پائیں۔ وہ عذاب بھی سن لیجئے:

تمہارا رب ﷻ فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۃ التوبہ: ۲۳، ۹/ ۲۳)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

اور فرماتا ہے کہ:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ

ترجمہ: اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرے بیشک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ؕ

ترجمہ: اگر تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ دراز کریں گے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (سورۃ الممتحنہ: ۱ تا ۳، ۶۰/ ۱ تا ۳)

ترجمہ: ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ان سے الگ کردے گا اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

اور فرماتا ہے:

مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ

ترجمہ: تم میں جو ان سے دوستی کریگا تو بے شک وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالموں کو۔ (سورۃ المائدۃ، ۵۱، ۵/۵۱)

پہلی دو آیتوں میں تو ان سے دوستی کرنے والوں کو ظالم و گمراہ ہی فرمایا تھا، اس آیت کریمہ نے بالکل تصفیہ فرمادیا کہ جو ان سے دوستی رکھے وہ بھی ان میں سے ہے، ان ہی کی طرح کافر ہے، ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا اور وہ کوڑا بھی یاد رکھیے کہ تم چھپ چھپ کر ان سے میل رکھتے ہو اور میں تمہارے چھپے اور ظاہر سب کو جانتا ہوں۔

اب وہ رسی بھی سن لیجئے جس میں رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے باندھے جائیں گے۔

تمہارا رب ﷻ فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

ترجمہ: اور وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے (سورۃ التوبہ: ۶۱، ۹/۶۱)

اور فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (سورۃ الاحزاب: ۵۷، ۳۳/۵۷)

ترجمہ: بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ ﷻ ایذاء سے پاک ہے اسے کون ایذاء دے سکتا ہے۔ مگر حبیب ﷺ کی شان میں گستاخی کو اپنی ایذاء فرمایا۔ ان آیتوں سے اس شخص پر جو رسول اللہ ﷺ کے بدگویوں سے محبت کا برتاؤ کرے، سات کوڑے ثابت ہوئے۔

(۱) وہ ظالم ہے۔

(۲) گمراہ ہے۔

(۳) کافر ہے۔

(۴) اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(۵) وہ آخرت میں ذلیل و خوار ہوگا۔

(۶) اس نے اللہ واحد قہار کو ایذاء دی۔

(۷) اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اے مسلمان! اے مسلمان! اے امتی سید الانس والجان ﷺ! خدارا، ذرا انصاف کر، وہ سات بہتر ہیں جو ان لوگوں سے یک لخت علاقہ ترک کر دینے پر ملتے

ہیں کہ دل میں ایمان جم جائے اللہ مددگار ہو، جنت مقام ہو، اللہ والوں میں شمار ہو، مرادیں ملیں، خدا تجھ سے راضی ہو تو خدا سے راضی ہو یا یہ سات بھلے ہیں جوان لوگوں سے تعلق لگا رہنے پر پڑیں گے کہ ظالم، گمراہ، کافر، جہنمی ہو، آخرت میں خوار ہو، خدا کو ایذا دے، خدا دونوں جہان میں لعنت کرے۔ ھیہات، ھیہات کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ سات اچھے ہیں، کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سات چھوڑنے کے ہیں، مگر جان برادر! خالی یہ کہہ دینا تو کام نہیں دیتا، وہاں تو امتحان کی ٹھہری ہے ابھی آیت سن چکے الم احسب الناس، کیا اس بھلاوے میں ہو کہ بس زبان سے کہہ کر چھوٹ جاؤ گے امتحان نہ ہوگا۔ ہاں یہی امتحان کا وقت ہے!

(فتاویٰ رضویہ، ج، ۳۰، ص، ۳۰۹، تا، ۳۱۵، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

فرقہ اول: بے علم نادان، ان کے عذر دو قسم کے ہیں۔

عذر اول:

فلاں تو ہمارا استاد یا بزرگ یا دوست ہے، اس کا جواب تو قرآن عظیم کی متعدد آیات سے سن چکے کہ رب عزوجل نے بار بار بتا کر صراحۃً فرمادیا کہ غضب الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو اس باب میں اپنے باپ کی بھی رعایت نہ کرو۔

عذر دوم:

صاحب یہ بدگو لوگ بھی تو مولوی ہیں، بھلا مولویوں کو کیوں کر کافر یا برا مانیں، اس کا جواب تمہارا رب ﷻ فرماتا ہے:

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ

ترجمہ: بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا اور اللہ ﷻ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مُہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے (سورۃ الجاثیہ: ۲۳، ۴۵/۲۳)

اور فرماتا ہے:

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ

ترجمہ: ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے کیا ہی بُری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔ (سورۃ الجمعہ: ۵، ۶۲/۵)

اور فرماتا ہے: وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ

ترجمہ: اور اے محبوب انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا۔

وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ

ترجمہ: اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھالیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے یہ حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو تم نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ دھیان کریں

سَآءَ مَثَلًا ۨ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ

ترجمہ: کیا بُری کہاوت ہے ان کی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور اپنی ہی جان کا بُرا کرتے تھے۔

مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

ترجمہ: جسے اللہ راہ دکھائے تو وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو وہی نقصان میں رہے۔ (سورۃ الاعراف، ۱۷۵، تا ۱۷۸، ۷/ ۱۷۵ تا ۱۷۸)

یعنی ہدایت کچھ علم پر نہیں، خدا کے اختیار میں ہے۔ یہ آیتیں ہیں اور حدیثیں جو گمراہ عالموں کی مذمت میں ہیں انکا شمار ہی نہیں یہاں تک کہ ایک حدیث میں ہے۔ دوزخ کے فرشتے بت پرستوں سے پہلے انہیں پکڑیں گے، یہ کہیں گے کیا ہمیں بت پوجنے والوں سے بھی پہلے لیتے ہو؟ جواب ملے گا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس من یعلم کمن لا یعلم

ترجمہ: جاننے والے اور انجان برابر نہیں ہیں۔ (معجم کبیر، حلیۃ الاولیاء، شعب الایمان حدیث ۱۹۰۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۰۹)

بھائیو! عالم کی عزت تو اس بنا پر تھی کہ وہ نبی کا وارث ہے، نبی کا وارث وہ جو ہدایت پر ہو اور جب گمراہی پر ہے تو نبی کا وارث ہوا یا شیطان کا؟ اس وقت اس کی تعظیم نبی کی تعظیم ہوتی۔ اب اس کی تعظیم شیطان کی تعظیم ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ عالم، کفر سے نیچے کسی گمراہی میں ہو جیسے بدمذہبوں کے علماء پھر اس کو کیا پوچھنا جو خود کفر شدید میں ہو اسے عالم دین جاننا ہی کفر ہے نہ کہ عالم دین جان کر اس کی تعظیم۔

بھائیو! علم اس وقت نفع دیتا ہے کہ دین کے ساتھ ہو ورنہ پنڈت یا پادری کیا اپنے یہاں کے عالم نہیں۔ ابلیس کتنا بڑا عالم تھا پھر کیا کوئی مسلمان اس کی تعظیم کرے گا؟ اسے تو معلم الملکوت کہتے ہیں یعنی فرشتوں کو علم سکھاتا۔ جب سے اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم سے منہ موڑا۔ حضور ﷺ کا نور کہ پیشانی آدم علیہ السلام میں رکھا گیا، اسے سجدہ نہ کیا، اس وقت سے لعنت ابدی کا طوق اس کے گلے میں پڑا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، شافعی، متوفی ۶۰۶ھ، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: **تلک الرسل فضلنا:** کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان الملئکۃ امروا بالسجود لاٰدم لا جل ان نور محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی جبهۃ اٰدم۔

ترجمہ: فرشتوں کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ ان کی پیشانی میں نور محمد رسول اللہ ﷺ تھا۔

(مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۶۹)

علامہ نظام الدین حسن بن محمد حسین بن نیشاپوری، متوفی ۷۲۸ھ، لکھتے ہیں:

وسجود الملئکۃ لاٰدم۔ انما کان لاجل نور محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الذی کان فی جبهتہ۔

ترجمہ: اور فرشتوں کا آدم ﷺ کو سجدہ کرنا۔۔اس لئے تھا کہ ان کی پیشانی میں نور محمد رسول اللہ ﷺ تھا۔

(غرائب القرآن ورغائب الفرقان تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳ مصطفی البابی مصر ۳/ ۷)

دیکھو جب سے اس کے شاگردان رشید اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں، ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ہر رمضان میں مہینہ بھر اسے زنجیروں میں جکڑتے ہیں، قیامت کے دن کھینچ کر جہنم میں دھکیلیں گے۔ یہاں سے علم کا جواب بھی واضح ہو گیا اور استاذی کا بھی۔

بھائیو! کروڑ افسوس ہے اس ادعائے مسلمانی پر کہ اللہ واحد قہار اور محمد رسول اللہ سید الابرار ﷺ سے زیادہ استاد کی وقعت ہو، اللہ و رسول سے بڑھ کر بھائی یا دوست، یا دنیا میں کسی کی محبت ہو۔ اے رب! ہمیں سچا ایمان دے صدقہ اپنے حبیب ﷺ کی سچی رحمت کا، آمین۔

(فتاویٰ رضویہ، ج، ۳۰، ص، ۳۲۴ تا ۳۲۶، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سوال: (۱۱۶) مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں:

آپ کے بڑے بڑے القاب و دعاوی آپ کی کتاب پر درج ہیں لیکن ممدوح علماء عرب و عجم اعلیٰ حضرت مجدد ملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو آپ نے محض ''مولوی احمد رضا خاں'' لکھا ہے بلکہ صرف احمد رضا خاں جبکہ اس کے بالمقابل دیوبندی مولوی کو آپ نے ''علامہ محمد انور شاہ کشمیری'' لکھا ہے۔ دیکھئے۔

(ہدایت السالکین صفحہ ۸۲، ۸۹، ۱۳۳)

سوال: (۱۱۷) مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں:

آپ کے اس انداز تحریر سے ایسا لگتا ہے کہ آپ کے نزدیک عاشق رسول امام اہلسنت فاضل بریلوی ایک عام قسم کے مولوی ہیں۔ مگر بدعقیدہ دیوبندی فرقہ کے مولوی انور شاہ آپ کے نزدیک زیادہ لائق تعظیم ہیں۔ اس لئے آپ نے ان کو نہ مولوی، نہ مولانا بلکہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری علیہ الرحمۃ لکھا ہے جس سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بدعقیدہ دیوبندی علماء کے عقیدت مند ہیں۔ اگر نہیں تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا صرف نام اور ان کو صرف مولوی اور دیوبندی مولوی کو علامہ اور علیہ الرحمۃ لکھنے کی کیا وجہ ہے؟

الجواب: (۱)

وہ القابات یہ ہیں:

(۱) قیوم زمان ☆ (۲) قطب الارشاد ☆ (۳) مجدد عصر ☆ (۴) فخر الاماثل والاکابر ☆ (۵) جامع طرق اربعہ ☆ (۶) قائد اہلسنت ☆ (۷) شیخ العرب والعجم ☆ (۸) سراج الاحناف ☆ (۹) حضرت اخوندزادہ سیف الرحمٰن صاحب پیرارچی خراسانی نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ

الجواب: (۲)

اعلیٰ حضرت کے مرشد کے نزدیک مجدد اعظم (الشیخ احمد مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) ایک عام شخص ہے لائق ادب تعظیم نہیں اس لئے لکھا (علماء متاخریں میں حضرت احمد صاحب سرہندی اور آپکے متبعین کہ وہ بھی نقشبندیہ مجددیہ ہیں، نور علی نور، ص، ۷۷) اور اعلیٰ حضرت کے نزدیک وہابی کافر ہے اعلیٰ حضرت نے شاہ اسماعیل و سید احمد کے ساتھ سلسلۃ الذہب مجدد اعظم کو ملایا۔

الجواب:(۳)

غلام مصطفیٰ رضوی مجددی نے فتویٰ دیا:

احسان الحق صاحب سے گفتگو شروع ہوئی حضرت موصوف نے کچھ اس طرح مسائل شرعیہ بیان فرمائے کہ تمام شبہات قلب سے محو ہو گئے۔مثلاً حضرت موصوف علیہ الرحمہ فرمایا کہ مولانا کسی بھی مقبول بارگاہ الٰہی کے لئے علیہ الرحمہ کہنا ضروری نہیں۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمہ کو اپنی کتب میں متعدد جگہ امام ربانی مجدد الف ثانی تحریر کیا ہے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا آپ کو فقط ''امام ربانی مجدد الف ثانی'' ہی تحریر فرمادینا بہ نسبت '''' علیہ الرحمہ '' نہ تحریر کرنے کے کافی ہے۔ویسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے مجدد صاحب علیہ الرحمہ کو'' علیہ الرحمہ '' ہی نہیں تحریر کیا بلکہ انکی شان میں ایک مستقل رسالہ (۱۰) تحریر فرمایا تھا جو طبع نہیں ہو سکا،مثلاً ایک شخص اعلیٰ حضرت کو مجدد مائتہ حاضر مانتا ہے،تحریر کرتا ہے مگر وہ علیہ الرحمہ نہیں لکھتا تو وہ شخص کافر بے دین نہیں ہے۔فقیر نے مطالعہ کرتے کرتے جب'' حسام الحرمین'' کی تمہید کا مطالعہ شروع کیا تو اس میں اعلیٰ حضرت کی ایک ایسی عبارت ملی کہ جس کو پڑھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔''

(مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ،ص ۱۷)

الجواب:(۴)

غلام مصطفیٰ رضوی مجددی نے مزید لکھا:

''حسام الحرمین'' کی مذکورہ عبارت ابتداء میں نقل کر چکا ہوں،اس عبارت میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے امام ربانی قدس سرہ کے نام گرامی کے ساتھ '' علیہ الرحمہ '' کا اہتمام کیا ہے۔مکتوبات رضاء کی عبارت میں بھی یہ اہتمام دیکھا جا سکتا ہے،باقی رہ گیا اس کو فرض وواجب سمجھنا،اور اس کا اہتمام نہ کرنے والے پر بغض وعناد کا الزام لگانا سراسر زیادتی ہے۔

(مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ،ص،۱۸)

الجواب:(۵)

اب اعلیٰ کے القابات دیکھیں اور انصاف کریں!

(۱) فیض مآب ☆ (۲) فیض بخش ☆ (۳) فیاض زماں ☆ (۴) بحضور لامع النور ☆ (۵) موفور السرور ☆ (۶) قاطع الشرور والفسق والفجور ☆ (۷) حضرت عالم اہل السنۃ والجماعۃ ☆ (۸) مجدد مائۃ حاضرہ ☆ (۹) سرآمد علمائے متکلمین ☆ (۱۰) سرخیل کملائے دین ☆ (۱۱) جنید عصر ☆ (۱۲) شبلی دہر ☆ (۱۳) حامی شریعت ☆ (۱۴) ماحی بدعت ☆ (۱۵) باطل اس کے قریب نہیں پھٹک سکتا ☆ (۱۶) بلکہ یہ نری ہدایت ہے ☆ (۱۷) جو حق وصواب تک پہنچانے والی ہے ☆ (۱۸) کیوں نہ ہو کہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر ☆ (۱۹) انتہائی فہم والے ماہر ☆ (۲۰) فقہاء اور محدثین کے مقتداء ☆ (۲۱) کاملین ومفسرین کے نشان ☆ (۲۲) بلیغ کلام والوں کے باغ ☆ (۲۳) فصیح ماہرین کے مرکز ☆ (۲۴) متون کے جامع ☆ (۲۵) فنون کے شارح ☆ (۲۶) پاکیزہ ☆ (۲۷) متقی ☆ (۲۸) نعمانِ وقت ☆ (۲۹) عالم اہلسنت ☆ (۳۰) ناصر ملت ☆ (۳۱) علامہ زماں ☆ (۳۲) محقق دوراں ☆ (۳۳) رأس

العلماء☆(٣٤)رئیس الفضلا☆(٣٥)موجودہ صدی کے مجدد☆(٣٦)غوث دوران☆(٣٧)قطب زمان☆(٣٨)مجدد ہذا الاوان☆(٣٩)مجدد اعظم☆(٤٠) قدوۃ الابرار وأسوۃ الاخیار☆ (٤١)زین الصالحین ☆(٤٢)زبدۃ العارفین ☆ (٤٣) علامۃ العصر ☆ (٤٤) فرید الدہر ☆ (٤٥)استاذ زمان☆(٤٦)مقتدائے جہان☆(٤٧)لازوال نتیجہ خاطرہ☆(٤٨)درۃ تاج الفیضان☆(٤٩)ثمرۃ شجرۃ☆ (٥٠)ضمیرہ باکورۃ☆(٥١)بستان العرفان☆(٥٢)مجدد اعظم،فقیہ افخم،امام اہلسنت،سیدنا اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن (متوفی: ١٣٤٠ھ)

(اصلاح اعمال،ص،٤٧)

القابات کے حوالہ جات دیکھئے:

جناب مستطاب،مجمت مآب،قدوۃ الابرار وأسوۃ الاخیار،زین الصالحین وزبدۃ العارفین،علامۃ العصر وفرید الدہر،عالم اہل السنۃ،مجدد مائۃ حاضرہ،استاذ زمان ومقتدائے جہان،لازوال نتیجہ خاطرہ،درۃ تاج الفیضان وثمرۃ شجرۃ ضمیرہ باکورۃ بستان العرفان السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ،

(فتاوٰی رضویہ،ج،١١،ص،٤٨٨،رضا فاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور)

مجدد اعظم امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ،

(فتاوٰی رضویہ،ج،١٥،ص،٩٧،رضا فاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور)

مجدد اعظم امام بریلوی قدس سرہ،

(فتاوٰی رضویہ،ج،١٥،ص،٩٨،رضا فاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور)

(١) مسئلہ ٢٧٨،٢٧٩،٢٧٧: ازموضع کچھی پورڈاکخانہ سگرام پور تحصیل بسولی ضلع بدایوں مسئولہ احمد حسین محرر روز دوشنبہ ١٥ ذوالحجہ ١٣٣٣ھ

جناب فیض مآب☆فیض بخش،فیاض زماں،مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام افضالہ،بعد سلام علیک دست بستہ کے عرض خدمت میں یہ ہے کہ:

(فتاوٰی رضویہ،ج،٢٦،ص،٥٦٦،رضا فاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور)

(٢) مسئلہ ١٥٣: ازشمس آباد ضلع کیمل پور علاقہ اٹک مرسلہ مولوی قاضی گیلانی صاحب ١٩ جمادی الاولیٰ ١٣٣٠ھ

بحضور لامع النور،موفور السرور،قاطع الشرور والفسق والفجور حضرت عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم!

(فتاوٰی رضویہ،ج،١١،ص،٣٠٥،تا،رضا فاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور)

(٣) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،سرآمد علمائے متکلمین سرخیل کملائے دین جنید عصر شبلی دہر،حامی شریعت ماحی بدعت،مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ حضرت مولانا صاحب قبلہ مدظلکم اللہ تعالیٰ علی الفارقین المعتقدین،

(فتاوٰی رضویہ،ج،١٤،ص،٤١٤،رضا فاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور)

(٤) لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ بل ہدایۃ مہداۃ الی الحق و الصواب و کیف لا و ہو للبحر الطمطام و الحبر الفہام قدوۃ الفقہاء والمحدثین وزبدۃ الکملاء والمفسرین ریاض البلغاء المتکلمین ومرکز الفصحاء الماہرین جامع المتون وشارح الفنون التقی النقی نعمان الزمان مولانا الحاج الحافظ القاری الشیخ احمد رضا خان لا زالت شموس افاضتہ علی الغلمین مشرقۃ وصمصام اجوبتہ لاعناق الملحدین قاطعۃ۔

ترجمہ: باطل اس کے قریب نہیں پھٹک سکتا،بلکہ یہ نری ہدایت ہے جو حق وصواب تک پہنچانے والی ہے کیوں نہ ہو کہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر،انتہائی فہم

والے ماہر، فقہاء اور محدثین کے مقتداء، کاملین ومفسرین کے نشان، بلیغ کلام والوں کے باغ، فصیح ماہرین کے مرکز، متون کے جامع، فنون کے شارح، پاکیزہ، متقی، نعمانِ وقت مولانا الحاج حافظ قاری الشیخ احمد رضا خاں کا یہ جواب ہے ان کے فیض کا سورج تمام جہانوں پر چمکتا رہے اور ان کے جوابات کی تلوار ملحدین کی گردن کو کاٹتی رہے،

(فتاوٰی رضویہ، ج،۱۵،ص،۳۹۷، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۵) مسئلہ ۲۸۹و۲۹۰: از بنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں عالم اہلسنت ناصر ملت علامہ زماں محقق دوراں رأس العلماء رئیس الفضلا حضرت مولانا الشیخ الحاج احمد رضا خاں صاحب مجدد المائۃ الحاضرہ ادامہ اللہ تعالی بفیوضہ الباطنۃ الظاھرۃ۔(سنت اور اہل سنت کے عالم دین کے مددگار، زمانے میں سب سے زیادہ جاننے والے، دور حاضر میں مسائل کی تحقیق کرنے والے، علماء کے سرتاج فاضلوں کے امام حضرت مولانا شیخ حاجی احمد رضا خاں صاحب موجودہ صدی کے مجدد، اللہ تعالی ظاہر اور باطنی فیض کے ساتھ انھیں ہمیشہ رکھے۔)

(فتاوٰی رضویہ، ج،۲۱،ص،۶۷۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۶) بعالی خدمت فیضدرجت، مجددغوث دوران، قطب زمان، مجدد ھذاالاوان، حضرت مولنا الحاج مولوی مفتی احمد رضاخان صاحب مدظلہ العالی

(فتاوٰی رضویہ، ج،۱۷،ص،۳۴۹، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

باب نمبر ۵۲

سوال:(۱۱۸)اعتراض: مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں

آپ نے ''ہدایت السالکین'' میں شیعی امام خمینی اور پیر محمد کی تصویر شائع کی ہے۔حالانکہ احادیث صریحہ کثیرہ میں رسول اللہ ﷺ نے جاندار کی تصویر کی ممانعت فرمائی ہے۔اور شروع سے علماء وامت حرمت تصویر کا مسئلہ لکھتے آئے ہیں۔اس کے باوجود آپ کو کس طرح شایان شان تھا۔کہ آپ کی کتاب میں اس گناہ کی اشاعت ہوتی ہے۔تصویر شائع کر کے آپ کا مولوی پیر محمد کے گناہ میں اشتراک کیونکر جائز ہوا؟

الجواب:

ہمارا مطلب یہ تھا فوٹو لگانے سے یہ پیر محمد چشتی سنی بریلوی ہے تو اغیار کے ساتھ کیوں بیٹھا ہے،جن پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے کفر کا فتویٰ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

ترجمہ: دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں۔جنت والے ہی کامیاب ہوں گے۔(پ۲۸،الحشر:۲۰)

قرآنِ عظیم میں اس مضمون کی بکثرت آیات ہیں۔صدیقِ اکبر وفاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما پر رافضی تبرا بکتے ہیں،ندوی کہتے ہیں:سنی اور شیعہ کا قَطعِیّات میں اتفاق ہے،صرف ظَنِّیّات میں اختلاف ہے۔ذرا ذرا سی بات پہاڑ بنا کر کہاں تک نوبت پہنچائی ہے۔تو اب نہ صدیق (رضی اللہ عنہ) کی صحابیت قطعی ٹھہری نہ صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کی خلافتِ راشدہ قطعی ہوئی نہ صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کا جنتی ہونا قطعی رہا،سب ظنیات ہو گئے!روافض کا تبرا بکنا صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینا ایک ذرا سی بات ہوئی!وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

(ملفوظات اعلیٰ حضرت،ص،۲۷۱،تا،۲۷۳،مکتبۃ المدینہ،باب المدینہ،کراچی)

بدمذہبوں کے پاس بیٹھنا کیسا؟

عرض:اکثر لوگ بدمذہبوں کے پاس جان بوجھ کر بیٹھتے ہیں۔ان کے لئے کیا حکم ہے؟

ارشاد:حرام ہے اور بدمذہب ہو جانے کا اندیشہ کامل اور دوستانہ ہو تو دین کے لیے زہر قاتل۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ

ترجمہ: انھیں اپنے سے دور کرو اوران سے دور بھاگو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔

(صحیح مسلم مقدمہ، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء۔۔۔الخ، الحدیث ۷، ص۹)

اور اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا بڑے کذاب پر اعتماد کرتا ہے،

اِنَّھَا اَکْذَبُ شَیْءٍ اِذَا حَلَفَتْ فَکَیْفَ اِذَا وَعَدَتْ

ترجمہ: نفس اگر کوئی بات قسم کھا کر کہے تو سب سے بڑھ کر جھوٹا ہے نہ کہ جب خالی وعدہ کرے۔) صحیح حدیث میں فرمایا: جب دجال نکلے گا، کچھ اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جائیں گے کہ ہم تو اپنے دین پر مُستقیم (یعنی قائم) ہیں، ہمیں اس سے کیا نقصان ہوگا؟ وہاں جا کر ویسے ہی ہوجائیں گے۔

(ملخصا، سنن ابی داوٗد، کتاب الملاحم، باب ذکر خروج الدجال، حدیث ۴۳۱۹، ج ۴، ص ۱۵۷)

حدیث میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں حلف سے کہتا ہوں جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا

(ملتقطا، مستدرک علی الصحیحین، کتاب الہجرۃ، ذکر اسماء اھل الصفۃ، الحدیث ۴۳۵۰، ج ۳، ص ۵۵۶)

سیدِ عالم ﷺ کا ارشاد۔ہمارا ایمان اور پھر حضور ﷺ کا حلف (یعنی قسم) سے فرمانا۔دوسری حدیث ہے: جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص ۲۷۷، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

شرح مقاصد شرح تحریر الاصول ورد المحتار علی الدر المختار وغیرہا میں ہے:

اھل القبلۃ معناہ الذین اتفقوا علی ماھو من ضروریات الاسلام واختلفوا فی اصول سواھا والا فلا نزاع فی کفر اھل القبلۃ المواظب طول العمر علی الطاعات بصدور شیء من موجبات الکفر عنہ۔ھ مختصراً۔

یعنی اہل قبلہ کے یہ معنی ہیں کہ جو تمام ضروریات دین کو مانتا ہو اور ان کے سوا بعض عقائد میں خلاف رکھتا ہو ورنہ اس میں کچھ خلاف نہیں کہ جس اہل قبلہ سے کوئی موجب کفر صادر ہو وہ کافر ہے اگرچہ تمام عبادتوں پر مداومت کرے۔

(شرح المقاصد، المبحث السابع فی مخالف الحق من اہل القبلۃ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۲/۲۶۹)

شرح فقہ اکبر علی قاری میں ہے:

لایخفی ان المراد بقول علمائنا لاتجوز تکفیر اھل القبلۃ بذنب لیس مجرد التوجہ الی القبلۃ فان الغلاۃ من الروافض وان صلوا الی القبلۃ لیسوا بمؤمنین۔

یعنی پوشیدہ نہیں کہ ہمارے علماء کے اس قول میں کہ اہل قبلہ کو کسی گناہ کے سبب کافر کہنا جائز نہیں فقط نماز میں قبلہ کو منہ کرلینا مراد نہیں کہ غالی رافضی اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں بلاشبہ کافر ہیں۔

(منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر، مطلب یجب معرفۃ المکفرات الاجتنابہا الخ، مصطفی البابی مصر، ص ۱۶۲) (فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۶۰۹، ۶۱۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وقول علماء ماوراء النہر چون شیعہ سب ولعن حضرات شیخین وذی النورین وبعضی از ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ کفر است تجویز کنند بر بادشاہ اسلام بلکہ بر سائر انام بنا بر امر ملک علام قتل وقمع آنہا اعلاء لدین الحق واجب ولازم است وتحزیب ابنیہ واخذ اموال وامتعہ ایشان جائز۔

ترجمہ: علمائے ماوراء النہر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا کہ جب شیعہ حضرات شیخین ذی النورین اور ازواج مطہرات ﷺ کو گالی دیتے ہیں اور ان پر لعنت بھیجتے ہیں تو بروئے شرع کافر ہوئے لہٰذا بادشاہ اسلام اور نیز عام لوگوں پر بحکم خداوندی اور اعلاء کلمہ الحق کی خاطر واجب لازم ہے کہ ان کو قتل کریں ان کا قلع قمع کریں ان کے مکانات کو برباد و ویران کریں ان کا مال و متاع چھین لیں یہ سب مسلمانوں کیلئے جائز و روا ہے۔

(تائید اہل سنت، ص،۶۶، تا،۶۸، دھوراجی کالونی، کراچی) (ردِ شیعہ، علوم معارف، ص،۶۱۶)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے:

وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ.

قَالَ: مَا رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ ضرب إِنْسَانًا قَطُّ إِلَّا إِنْسَانًا شَتَمَ معاوية، فإنه ضرب أسواطاً.

وقال بعض السلف: بينما أَنَا عَلَى جَبَلٍ بِالشَّامِ إِذْ سَمِعْتُ هَاتِفًا يَقُولُ: مَنْ أَبْغَضَ الصِّدِّيقَ فَذَاكَ زِنْدِيقٌ، وَمَنْ أبغض عمر فإلى جهنم زمراً، وَمَنْ أَبْغَضَ عُثْمَانَ فَذَاكَ خَصْمُهُ الرَّحْمنُ، وَمَنْ أبغض علياً فَذَاكَ خَصْمُهُ النَّبِيُّ، وَمَنْ أَبْغَضَ مُعَاوِيَةَ سَحَبَتْهُ الزبانية، إلى جهنم الحامية، يرمى به في الحامية الهاوية.

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَمُعَاوِيَةُ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ الله هذا يتنقصنا، فَكَأَنَّهُ انْتَهَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَا أتنقص هؤلاء ولكن هذا - يعني معاوية - فقال: "وَيْلَكَ! أَوَلَيْسَ هُوَ مِنْ أَصْحَابِي؟ قالها ثلاثاً، ثُمَّ أَخَذَ

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حربة فناولها معاوية فقال: جابها في لَبَّتِهِ" فَضَرَبَهُ بِهَا وَانْتَبَهْتُ فَبَكَرْتُ إِلَى منزلي فَإِذَا ذَلِكَ الرَّجُلُ قَدْ أَصَابَتْهُ الذَّبْحَةُ مِنَ اللَّيْلِ وَمَاتَ، وَهُوَ رَاشِدٌ الْكِنْدِيُّ.

ترجمہ: اور حضرت عبداللہ بن المبارک ﷺ نے حضرت محمد بن مسلم ﷺ سے حضرت ابراہیم بن میسرہ ﷺ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷺ کو کبھی بھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے کسی انسان کو مارا ہو، سوائے اس انسان کے جو حضرت معاویہ ﷺ کو گالیاں دے، آپ علیہ السلام نے اس کو کئی کوڑے مارے اور بعض سلف نے بیان کیا ہے کہ میں ملک شام میں ایک پہاڑ پر تھا کہ اچانک میں نے ایک ہاتف کو کہتے ہوئے سنا کہ جس نے حضرت ابوبکر صدیق ﷺ سے بغض رکھا وہ زندیق ہے اور جس نے حضرت عمر ﷺ سے بغض رکھا اسے جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا اور جس نے حضرت عثمان ﷺ سے بغض رکھا اس کا مدمقابل رحمٰن ہوگا اور جس نے حضرت علی ﷺ سے بغض رکھا اس کے مدمقابل نبی کریم ﷺ ہوں گے اور جس نے حضرت معاویہ ﷺ سے بغض

رکھا اسے جہنم کے سپاہی جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے اور اُسے بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیں گے اور سلف صالحین میں کسی نے بیان کیا ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ موجود تھے کہ اچانک ایک شخص آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ یہ شخص ہماری عیب جوئی کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اُسے ڈانٹا تو اس نے کہا، یارسول اللہ ﷺ میں ان کی عیب جوئی نہیں کرتا بلکہ میں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عیب گیری کرتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا، تو ہلاک ہوگیا، کیا یہ میرا صحابی رضی اللہ عنہ نہیں؟ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار کہی پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک نیزہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور کہا یہ نیزہ اس کے سینے میں گھونپ دو تو انہوں نے وہ نیزہ اس کو مارا، صبح میں بیدار ہو کر اپنے گھر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رات اس شخص کو گلے کا درد اٹھا اور اسی وقت وہ مر گیا، وہ راشد کندی تھا۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج۸، ص۱۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر ۵۳

سوال: (۱۱۹) تصویر رکھنا، بنانا، دیوار پر لگانا:

حضور سیدی حضرت مبارک علیہ کا فرمان: جس کسی نے میری تصویر نکالی وہ فاسق وفاجر ہے، غور کرو۔

پیر عابد حسین سیفی رضوی نے لکھا ہے:

آپ علیہ کا ایک مرید آپ علیہ کیلئے ایک کمبل لایا اور آپ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ علیہ نے اسے قبول فرمالیا چونکہ لفافے میں بند تھا۔ لہٰذا اسی طرح گھر بھجوا دیا۔ جب نماز کا وقت قریب آیا تو آپ وضو فرمانے گھر تشریف لے گئے۔ فوراً واپس تشریف لائے تو ہاتھ میں وہی کمبل تھا۔ آپ نے اس کو لانے والے سے فرمایا کہ تم نے اس کو دیکھا نہیں کہ اس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے گھر میں کتا اور جاندار کی تصویر ہوگی۔ اس گھر میں اللہ کی رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ آپ علیہ نے یہ فرما کر کمبل اسے واپس کر دیا اور آئندہ تصویر والی چیز خریدنے سے منع فرمایا۔

(شہنشاہ خراسان، ص ۵۱)

حضرت مبارک علیہ پر لوگوں نے اعتراض کیا ایک اشتہار چھاپا گیا جس میں حضرت مبارک علیہ کو بغیر عمامے، ٹوپی والی تصویر ایک جوگی کے ساتھ لگایا اور لکھا افغانی جادوگر اس پر پیر عابد حسین سیفی رضوی نے شہنشاہ خراسان رسالہ لکھا اور اصل تصویریں ڈالیں، حضرت مبارک علیہ کو جب شہنشاہ خراساں کا پتہ چلا تو پیر عابد حسین سیفی رضوی سے سخت ناراض ہوئے اور چھ ماہ تک بات نہیں کی، اب قابلِ غور بات ہے کہ حضرت مبارک علیہ کی تصویروں کی نمائش ہو رہی ہے۔

جذبہ اتباع سنت:

آپ (حضرت خواجہ سیف الدین علیہ) کے مزاج میں **امر بالمعروف** اور **نھی عن المنکر** کا جذبہ بدرجہ غایت تھا۔ اجرائے احکام شریعت اور رفع بدعت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ جب آپ علیہ قلعہ میں داخل ہونے لگے تو آپ کی نظر مبارک قلعہ کے دروازے پر نصب شدہ پتھر سے بنی ہوئی ہاتھی کی مورتیوں پر پڑی، جن پر فیل بان سوار تھے۔ داراشکوہ نے اپنے دور میں یہ سنہری ہاتھی بنوائے تھے اور قلعہ کے دروازے پر رنگ برنگی تصویریں بھی بنوار کھی تھیں۔ ان مورتیوں کو دیکھ کر آپ علیہ نے فرمایا کہ ہم اس بت خانہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک ان کو ہٹا نہ دیا جائے، کیونکہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا، چنانچہ بادشاہ نے شریعت حقہ کا لحاظ رکھتے ہوئے حکم دیا کہ سنگی ہاتھیوں کی دونوں مورتوں کو اتار دیا جائے۔ لہٰذا ان ہاتھیوں کو توڑ دیا گیا اور تصویروں کو تیروں سے مٹا دیا گیا۔ بعد ازاں آپ قلعہ میں داخل ہوئے۔ بادشاہ آپ علیہ کے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اس ممتاز انداز سے

خوش ہوا اور اس نے حضرت خواجہ سیف الدین ﷫ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے حضرت خواجہ محمد معصوم ﷫ کو ایک خط لکھا۔

(خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص:۶۳)

اعلیٰ حضرت کا تصویر پر مکمل فتویٰ (جلد، ۲۷، ص۴۱، ۴۲) پر موجود ہے۔ ہم نے اختصار کے طور پر تھوڑا سا لیا ہے۔

نقشہ روضہ مقدسہ آنحضرت ﷺ بغرض حصول ثواب زیارت بنوا کر اپنے پاس رکھنا اور یہ گمان کرنا کہ جس طرح اصل کی تعظیم وتکریم سے ہم کو ثواب حاصل ہوتا ہے تعظیم نقل وشبیہ سے بھی ثواب حاصل ہوتا ہے کیسا ہے۔ جائز ہے یا کیا؟ اور دلائل الخیرات میں جو نقشہ روضہ مطہرہ کا دیا گیا ہے دراصل دینا چاہئے یا نہیں؟ بصورت ناجوازی وغیر مشروع ہونے تصاویر کے ان تصاویر کو کیا کرنا چاہئے اور نقشہ روضہ مطہر دلائل الخیرات میں سے نکال دینا بہتر ہوگا یا بدستور باقی وقائم رکھنا؟

افتونا بالصواب و اسقونا بالجواب توجروا بالاجرین وتکرموا فی الدارین

ترجمہ: ہمیں ٹھیک ٹھیک فتویٰ دو اور بہترین جواب سے سرفراز فرماؤ تاکہ تمھیں دوہرا اجر ملے اور دونوں جہان میں عزت پاؤ۔

الجواب: اللھم لک الحمد صل علی نبیک نبی الحمد و الہ و صحبہ الخیار بالحمد اسألک حسن الادب و صدق الحب لحبیبک الکریم علیہ وعلی الہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم رب انی اعوذبک من ھمزات الشیطین واعوذبک رب ان یحضرون۔

ترجمہ: اے اللہ! درحقیقت تیرے ہی لئے سب تعریف وتوصیف ہے اور نزول رحمت فرما اپنے نبی ﷺ پر جو نبی حمد ہیں، اور ان کی آل اور ان کے ساتھیوں پر رحمت نازل فرما جو اچھی حمد کرنے والے ہیں ہم تجھ سے بہترین ادب اور تیرے حبیب مکرم ﷺ کی سچی محبت کا سوال کرتے ہیں، آپ پر اور آپ کی اولاد پر سب سے بہتر درود ہو، اے میرے پروردگار! بیشک میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ وہ (شیاطین) میرے پاس (شر کے لئے) حاضر ہوں۔

اللہ ﷻ پناہ دے ابلیس لعین کے مکائد سے سخت ترکید یہ ہے کہ آدمی سے حسنات کے دھوکے میں سیآت کراتا ہے اور شہد کے بہانے زہر پلاتا ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین اس مسکین تینوں تصویرات مذکورہ بنانے والے ان کی زیارت ولمس وتقبیل کرانے والے نے گمان کیا کہ وہ حضور پرنور سید المرسلین ﷺ کا حق محبت بجالاتا اور حضور ﷺ کو راضی کرتا ہے حالانکہ حقیقۃً وہ اپنی ان حرکات باطلہ سے حضور اقدس سید عالم ﷺ کی صریح نافرمانی کر رہا ہے اس پر پہلے ناراض ہونے والے حضور والا ہیں ﷺ۔ حضور سرور عالم ﷺ نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا، اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا ہے اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کے دور کرنے مٹانے کا حکم دیا، احادیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں، یہاں بعض مذکور ہوتی ہیں:

حدیث ۱: صحیحین ومسند امام محمد میں حضرت عبداللہ بن عباس ﷠ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

کل مصور فی النار یجعل اللہ لہ بکل صورۃ صورہ نفسا فتعذبہ فی جھنم۔

ترجمہ: ہر مصور جہنم میں ہے اللہ تعالیٰ ہر تصویر کے بدلے جو اس نے بنائی تھی ایک مخلوق پیدا کرے گا کہ وہ جہنم میں اسے عذاب کرے گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح، بحوالہ المتفق علیہ، کتاب اللباس باب التصاویر، مطبع مجتبائی دہلی، ص ۳۸۵) (صحیح مسلم، کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ، مطبع مجتبائی دہلی، ۲/ ۲۰۲) (مسند احمد بن حنبل، از مسند عبداللہ بن عباس، المکتب الاسلامی بیروت، ۱/ ۳۰۸)

حدیث ۲: انھیں میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان اشد الناس عذابا یوم القیمة المصورون۔

ترجمہ: بیشک نہایت سخت عذاب روز قیامت تصویر بنانے والوں پر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس باب التصاویر، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/۸۸۰) (صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/۲۰۱)

حدیث ۳: انھیں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالٰی و من اظلم ممن ذهب یخلق خلقا کخلقی فلیخلقوا ذرة او لیخلقوا حبة او لیخلقوا شعیرة۔

ترجمہ: اللہ ﷻ فرماتا ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون جو میرے بنائے ہوئے کی طرح بنانے چلے بھلا کوئی چیونٹی یا گیہوں یا جو کا دانہ تو بنا دیں۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/۲۰۲) (صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب التصاویر، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/۸۸۰)

حدیث ۴: صحیحین و سنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان الذین یصنعون هذه الصور یعذبون یوم القیمة یقال لهم احیوا ما خلقتم۔

ترجمہ: بیشک یہ جو تصویریں بناتے ہیں قیامت کے دن عذاب کئے جائیں گے ان سے کہا جائے گا یہ صورتیں جو تم نے بنائی تھیں ان میں جان ڈالو۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس باب عذاب المصورین یوم القیمة، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/۸۸۰) (صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/۲۰۱) (سنن النسائی کتاب الزینة ذکر ما یکلف اصحاب الصور یوم القیامة، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، ۲/۳۰۰)

حدیث ۸: بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان اشد الناس عذابا یوم القیمة من قتل نبیا او قتله نبی او قتل احد والدیه و المصورون و عالم لم ینتفع بعلمه۔

ترجمہ: بیشک روز قیامت سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ ہے جو کسی نبی کو شہید کرے یا کوئی نبی اسے جہاد میں قتل فرمائے یا جو اپنے ماں باپ کو قتل کرے اور تصویر بنانے والے اور وہ عالم جو علم پڑھ کر گمراہ ہو۔ (شعب الایمان حدیث ۷۸۸۸، دارالکتب العلمیة بیروت، ۶/۱۹۷)

حدیث ۹: امام مالک و امام احمد و امام بخاری و امام مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی:

قدم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه و سلم من سفر و قد سترت سهوة لی بقرام فیه تماثیل فلما راٰه رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه و سلم تلون وجهه و قال یا عائشة اشد الناس عذابا عند اللہ یوم القیمة الذین یضاهؤن بخلق اللہ۔

یعنی رسول اللہ ﷺ سفر سے تشریف فرما ہوئے تھے میں نے ایک کھڑکی پر تصویر دار پردہ لٹکایا ہوا تھا جب حضور اقدس ﷺ واپس تشریف لائے اسے ملاحظہ فرما کر رنگ چہرہ انور کا بدل گیا، اور فرمایا اے عائشہ! اللہ تعالٰی کے یہاں سخت تر عذاب روز قیامت ان مصوروں پر ہے جو خدا کے بنائے ہوئے کی نقل کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری، ۲/۸۸۰، و صحیح مسلم، ۲/۲۰۱ و سنن النسائی ۲/۳۰۰ و مسند احمد بن حنبل، ۶/۸۳ و ۲۱۹)

وفی اخری لہما تناول الستر فھتکہ وقال من اشد الناس عذابا یوم القیمۃ الذین یشبہون بخلق اللہ۔

ترجمہ: اور بخاری، ومسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے: حضور اقدس ﷺ نے وہ پردہ اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: سخت تر عذاب روز قیامت ان پر ہے جو خدا کے بنائے ہوئے کی نقل کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم، ۲/۲۰۰، وصحیح البخاری، ۲/۸۸۰)

حدیث ۱۸: نسائی وابن ماجہ وشاشی وابویعلی اور ابونعیم حلیہ اور ضیاء صحیح مختارہ میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے راوی:

صنعت طعاما فدعوت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجاء فرأی تصاویر فرجع (زاد الاربعۃ الاخیرون) فقلت یا رسول اللہ ما رجعک بابی وامی قال ان فی البیت سترا فیہ تصاویر وان الملئکۃ لا تدخل بیتا فیہ تصاویر

ترجمہ: میں نے حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کی دعوت کی حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے پردے پر کچھ تصویریں بنی دیکھیں، واپس تشریف لے گئے (آخری چار میں یہ اضافہ ہے) میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ حضور ﷺ پر نثار کس سبب سے حضور ﷺ واپس ہوئے، فرمایا گھر میں ایک پردے پر تصویریں تھیں اور ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویریں ہوں۔

(سنن النسائی، کتاب الزینۃ التصاویر، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۲/۳۰۰) (کنز العمال، بحوالہ الشاشی ع حل ص حدیث ۹۸۸۳، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۴/۱۳۱ و ۱۳۲)

حدیث ۱۹: صحیح بخاری وسنن ابی داؤد میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یکن یترک فی بیتہ شیئا فیہ تصالیب الا نقضہ۔

ترجمہ: نبی ﷺ جس چیز میں تصویر ملاحظہ فرماتے اسے بے توڑے نہ چھوڑتے۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، ۲/۸۸۰، وسنن ابی داؤد کتاب اللباس، ۲/۲۱۶)

مسلمان بنظر ایمان دیکھے کہ صحیح وصریح حدیثوں میں اس پر کیسی سخت سخت وعیدیں فرمائی گئیں اور یہ تمام احادیث عام شامل محیط کامل ہیں جن میں اصلاً کسی تصویر کسی طریقے کی تخصیص نہیں تو معظمین دین کی تصویروں کو ان احکام خدا اور رسول ﷺ سے خارج کرنا محض باطل ووہم عاطل ہے بلکہ شرع مطہر میں زیادہ شدت عذاب تصاویر کی تعظیم ہی پر ہے۔ اور خود ابتدائے بت پرستی انھیں تصویرات معظمین سے ہوئی، قرآن عظیم میں جو پانچ بتوں کا ذکر سورہ نوح علیہ السلام میں فرمایا:

ود، سواع، یغوث۔ یعوق، نسر۔ (القرآن الکریم، ۷۱/۲۳)

یہ پانچ بندگان صالحین تھے کہ لوگوں نے ان کے انتقال کے بعد باغوائے ابلیس لعین ان کی تصویریں بنا کر ان کی مجلسوں میں قائم کیں، پھر بعد کی آنے والی نسلوں نے انھیں معبود سمجھ لیا۔

وفیہ ایضا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما رأی الصور فی البیت لم یدخل حتی امر بہا فمحیت الحدیث۔

اور اسی میں ہے۔ حضور ﷺ نے کعبہ شریف میں تصویریں دیکھیں تو اندر داخل نہ ہوئے یہاں تک کہ ان کے متعلق حکم فرمایا تو وہ مٹادی گئیں الحدیث،

(صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۴۷۳)

وفی المغازی فاخرج صورۃ ابراھیم واسمعیل علیھا الصلوٰۃ والسلام۔الحدیث ھذہ کلھا روایات البخاری۔

ترجمہ: اور مغازی میں ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل (علیہما الصلوٰۃ والسلام) کی تصاویر باہر نکال دی گئیں۔الحدیث، یہ سب بخاری شریف کی روایات ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/ ۶۱۴)

وذکر ابن ھشام فی سیرتہ قال وحدثنی بعض اھل العلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخل البیت یوم الفتح فرأی فیہ،صور الملئکۃ وغیرھم فرأی ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مصورا فذکر الحدیث الی ان قال ثم امر بتلک الصور کلھافطمست۔

ترجمہ: اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں بیان فرمایا کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ فتح کے روز بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں فرشتوں وغیرہ کی تصاویر دیکھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ دیکھا، پھر بقیہ حدیث ذکر فرمائی، یہاں تک کہ فرمایا پھر تمام تصاویر کے بارے میں حکم فرمایا کہ مٹادی جائیں تو وہ مٹادی گئیں۔

(سیرۃ النبی لابن ہشام، امر الرسول بطمس ما بالبیت من صور، دار ابن کثیر، ۴/ ۳۲)

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ روز فتح مکہ کعبہ معظمہ کے اندر تشریف فرما ہوئے اس میں حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل وحضرت مریم وملائکہ کرام علیہم السلام وغیرہم کی تصویروں نظر پڑیں کچھ پیکر دار کچھ نقش دیوار، حضور اقدس ﷺ ویسے ہی پلٹ آئے اور فرمایا خبردار رہو بیشک ان بنانے والوں کے کان تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ جس گھر میں کوئی تصویر ہو اس میں ملائکہ رحمت نہیں جاتے، پھر حکم فرمایا کہ جتنی تصویریں منقوش تھیں سب مٹادی گئیں اور جتنی مجسم تھیں سب باہر نکال دی گئیں انھیں بھی حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ وحضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی انبیاء الاکرم وعلیہ بارک وسلم کی تصویریں بھی باہر لائی گئیں جب تک کعبہ معظمہ سب تصاویر سے پاک نہ ہوگیا حضور پرنور ﷺ نے اپنے قدم اکرم سے اسے شرف نہ بخشا۔

(فتاوٰی رضویہ، ج ۲۱، ص ۴۲۵، تا ۴۳۵، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

باب نمبر ۵۴

سوال: (۱۲۰) بطورِ اعتراض مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں:

بلکہ بفضلہٖ تعالیٰ عشق رسالت اور ڈنکے کی چوٹ اظہارِ حق فرما کر اور ''ترجمہ قرآن کنزالایمان وفتاویٰ رضویہ اور حدائق بخشش'' کے فیوض و برکات کے باعث منصب مجددیت پر فائز ہوا اور عرب وعجم کے علماء ومشائخ نے اسے مجدد برحق امام احمد رضا تسلیم کیا۔

(خطرہ کا سائرن صفحہ ۲۲)

الجواب: اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کے حبیب ﷺ کی غلامی ڈنکے کی چوٹ پر تفسیر روح المعانی اور تفسیر مظہری، فتاویٰ شامی، ہمارے دادا کے غلاموں کی کتب ہمارے لیے باعثِ فخر حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے لئے قطبیت امامت ولایت مجددیت قیومیت مانتے ہیں اور پاکستان، افغانستان، ایران، ترکستان، بخارا، قندوز، افریقہ، ہندوستان، عرب وعجم، امریکہ، روس، چین، انگلینڈ، عراق، دبئی، میں آپ کا تذکرہ موجود ہے اور آپکو حقیقی غلام مصطفیٰ ﷺ کہا جاتا ہے۔

الجواب دوم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا قائد اور ہمارا امام سنی مجددی نقشبندی ہمارا گروپ امام مہدی علیہ السلام ہمارا امام اولیاءٔ کا سردار فیضان کا سمندر تجدیدین کا سپہ سالار تمام فرقے ہمارے امام کو مانتے ہیں۔ جو مشہور بنام امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ ہیں۔

سوال: (۱۲۱) مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں:

''انجمن فدایان امام احمد رضا پاکستان'' لکھ کر دھوکہ دیا ہے

(خطرہ کا سائرن صفحہ ۳۳)

الجواب: مولانا ابوداؤد صادق صاحب جماعت اہلسنت میں کوئی وہابی کام کرسکتا ہے جناب پیر طریقت امیر کراچی علامہ شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی جیسے سخت تابع اعلیٰ حضرت کے پکے عاشق ہیں انہوں نے جماعت اہلسنت میں علماء ومشائخ میں شامل کررکھا ہے اور جماعت اہلسنت میں اعلیٰ عہدہ بھی دیا ہے۔ کس کو حضرت علامہ مفتی سیّد احمد علی شاہ سیفی کو۔

اگر آپ کے نزدیک یہ دھوکہ ہے تو امیر اہلسنت شاہ تراب الحق قادری کیخلاف بھی فتویٰ جاری کرو۔

سوال: (۱۲۲) اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن نے اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے قلم اور قدم دونوں کو لغزش سے محفوظ فرمائیں؟

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص، ۹)

الجواب: تم نے فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں کیا لکھا ہے صرف ۵۲ صفحے باقی تمام مسلک اعلیٰ حضرت کے علماء کا نقل کردہ ہے اب ذرہ میدان میں آؤ عالمانہ سوال کرو عالمانہ جواب دیں گے عالمانہ اعتراض کرو گے عالمانہ جواب دیں گے

سوال: (۱۲۳) اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

حضرت سرکار اخندزادہ سیف الرحمن مبارک اپنے وقت کے متجر علماء مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے کمالات کی تصدیق آپ کے مشائخ عظام نے کی، فرمایا آپ شیخ المشائخ شاہ رسول طالقانی کے مرید ہیں جب آپ نے اپنے مرشد کامل واکمل کی بیعت کی۔ نبوت کے بعد پہلی توجہ سے عالم امر کے پانچوں لطائف ذاکر ہوگئے۔ (سہ ماہی انوار رضا جلد ۲، شمارہ نمبر ۳ ص۱)

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص، ۲۷)

جواب: مولانا صاحب (نبوت) نبوت لفظ کاتب کی غلطی ہے مولانا شاہ رسول الطالقانی علیہ الرحمۃ کے بجائے نبوت لکھ دیا ہے۔

سوال: (۱۲۴) اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن نے اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

فاضل بریلوی کہتے ہیں: حرمین طیبین کے علماء کو بدعتی کہنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص، ۳۳)

الجواب: مولانا صاحب دور جدید میں حرمین طیبین کے جتنے بھی علماء ہیں وہ مسلک و مذاہب اربعہ میں سے نہیں اسلئے ان کے پیچھے نماز جائز نہیں اعلیٰ حضرت کے دور میں حرمین شریفین کے ائمہ کا تعلق اہلسنت و جماعت کے ساتھ تھا اسلئے اعلیٰ حضرت نے فتویٰ دیا حضرت علامہ شاہ احمد نورانی حرمین شریفین کے ائمہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔

باب نمبر ۵۵

سوال: (۱۲۵) اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا

بھیڑ کی شکل میں بھیڑیا۔ کیا لکھتا ہے؟ (فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص،)

سوال: (۱۲۶) اعتراض (۲): مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا:

بھیڑ کی شکل میں بھیڑیا پیر سیف الرحمٰن اور آپ کے مریدوں کے مذموم عقائد اور باتیں انکی اپنی کتابوں سے۔ (فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص،)

سوال: (۱۲۷) اعتراض (۳): حضرت علامہ پیر محمد حسین قادری رضوی نے لکھا:

امابعد: آج اس دور فتن میں کتنے ہی فتنے سر اٹھا رہے ہیں اور انسانی لباس میں بھیڑئے بھولے بھالے سنیوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور ہر طرف گمراہی، بے دینی کے سیلاب امڈ رہے ہیں۔ (الفتنۃ الشدیدۃ، ص،)

الجواب:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔

ترجمہ: اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے بلاؤ۔ (سورۃ الحجرات: ۱۱)

عن عکرمۃ (وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَاب) قال یقول الرجل: یا فاسق، یا کافر۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عکرمہ ﷺ نے فرمایا: اس آیت، (اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے بلاؤ) کا معنیٰ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مسلمان کو کہے یا فاسق، یا کافر۔ (تو یہ ممنوع ہے) (جامع البیان، جز۲۶، ص۱۵۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

عن ابن عباس (وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ) قال: ان یکون الرجل عمل السیئات ثم تاب منها، ورجع الی الحق فنهی اللہ أن یعیر بما سلف من عمله۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عباس ﷺ نے فرمایا: اس آیت (اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے بلاؤ) کا معنیٰ یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی برے کام کو چھوڑ کر اس سے توبہ کر چکا ہو اور حق کی طرف رجوع کر چکا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے پچھلے کاموں پر عار دلانے سے منع فرمایا۔

(جامع البیان، جز۲۶، ص۱۵۳، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ

ترجمہ: اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں۔

اس سے تین مسئلہ معلوم ہوئے۔

ایک یہ کہ مسلمانوں کی کوئی قوم ذلیل نہیں، ہر مومن عزت والا ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (سورۃ المنافقون:۸)

دوسرے یہ کہ عظمت کا دارومدار محض نسب پر نہیں، تقویٰ پرہیزگاری پر ہے،

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ (سورۃ الحجرات:۱۳)

تیسرے یہ کہ مسلمان بھائی کو نسبی طعنہ دینا حرام اور مشرکوں کا طریقہ ہے آج کل یہ بیماری مسلمانوں میں عام پھیلی ہوئی ہے

(ترجمہ کنزالایمان تفسیر نورالعرفان، سورۃ الحجرات، الآیۃ ۱۱، ص ۸۲۴)

رب تعالیٰ کریم ہے، ستار ہے اس نے جماع کے فعل کو کنایہ سے تعبیر فرمایا ہے نہ کہ صاف لفظوں میں، مسلمانوں کو یہ جائز نہیں کہ ان افعال کو کھلے بندوں بیان کریں، لہٰذا گالیاں بکنا حرام ہے کہ اس میں جماع اور محل جماع کا ذکر بے حجاب بیان ہوتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن از علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، لبنان، ج ۲، ص ۵۱۳)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

الثَّانِيَةُ- قَوْلُهُ تَعَالَى: وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ النَّبَزُ (بِالتَّحْرِيكِ) اللَّقَبُ، وَالْجَمْعُ الْأَنْبَازُ. وَالنَّبْزُ (بِالتَّسْكِينِ) المصدر، تَقُولُ: نَبَزَهُ يَنْبِزُهُ نَبْزًا، أَيْ لَقَّبَهُ. وَفُلَانٌ يُنَبِّزُ بِالصِّبْيَانِ أَيْ يُلَقِّبُهُمْ، شُدِّدَ لِلْكَثْرَةِ. وَيُقَالُ النَّبْزُ وَالنَّزَبُ لَقَبُ السُّوءِ. وَتَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ: أَيْ لَقَّبَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا. وَفِي التِّرْمِذِيِّ عَنْ أَبِي جُبَيْرَةَ بْنِ الضَّحَّاكِ قال: كان الرجل منا يكون له الاسمين وَالثَّلَاثَةُ فَيُدْعَى بِبَعْضِهَا فَعَسَى أَنْ يَكْرَهَ، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ. قَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَأَبُو جُبَيْرَةَ هَذَا هُوَ أَخُو ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ بْنِ خَلِيفَةَ الْأَنْصَارِيِّ. وَأَبُو زَيْدٍ سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ صَاحِبُ الْهَرَوِيِّ ثِقَةٌ. وَفِي مُصَنَّفِ أَبِي دَاوُدَ عَنْهُ قَالَ: فِينَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ، فِي بَنِي سَلِمَةَ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مِنَّا رَجُلٌ إِلَّا وَلَهُ اسمان أَوْ ثَلَاثَةٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا فُلَانُ فَيَقُولُونَ مَهْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ يَغْضَبُ مِنْ هَذَا الِاسْمِ، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَلَا تنابزوا بِالْأَلْقَابِ. فَهَذَا قَوْلٌ. وَقَوْلٌ ثَانٍ- قَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ: كَانَ الرَّجُلُ يُعَيَّرُ بَعْدَ إِسْلَامِهِ بِكُفْرِهِ يَا يَهُودِيُّ يَا نَصْرَانِيُّ، فَنَزَلَتْ. وَرُوِيَ عَنْ قَتَادَةَ وَأَبِي الْعَالِيَةِ وَعِكْرِمَةَ. وَقَالَ قَتَادَةُ: هُوَ قَوْلُ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ يَا فَاسِقُ يَا مُنَافِقُ. وَقَالَهُ مجاهد والحسن أيضا. بِئْسَ

الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ أي بئس أن يسمى الرجل كافرا أو زانيا بعد إسلامه وتوبته، قاله ابن زيد. وقيل: المعنى أن من لقب أخاه أو سخر منه فهو فاسق. وفي الصحيح]من قال لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما إن كان كما قال وإلا رجعت عليه[. فمن فعل ما نهى الله عنه من السخرية والهمز والنبز فذلك فسوق، وذلك لا يجوز. وَقَدْ رُوِيَ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فنازعه رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ أَبُو ذَرٍّ: يَا ابْنَ الْيَهُودِيَّةِ! فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:]مَا ترى ها هنا أَحمرَ وَأَسْوَدَ مَا أَنْتَ بِأَفْضَلَ مِنْهُ [يَعْنِي بِالتَّقْوَى، وَنَزَلَتْ وَلا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: التَّنَابُزُ بِالْأَلْقَابِ أَنْ يَكُونَ الرَّجُلُ قَدْ عَمِلَ السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابَ، فَنَهَى اللهُ أَنْ يُعَيَّرَ بِمَا سَلَفَ. يَدُلُّ عَلَيْهِ مَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:]مَنْ عَيَّرَ مُؤْمِنًا بِذَنْبٍ تَابَ مِنْهُ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَبْتَلِيَهُ بِهِ وَيَفْضَحَهُ فِيهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ[. الثَّالِثَةُ- وَقَعَ مِنْ ذَلِكَ مُسْتَثْنًى مَنْ غَلَبَ عَلَيْهِ الِاسْتِعْمَالُ كَالْأَعْرَجِ وَالْأَحْدَبِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ فِيهِ كَسْبٌ يَجِدُ فِي نَفْسِهِ مِنْهُ عَلَيْهِ، فَجَوَّزَتْهُ الْأُمَّةُ وَاتَّفَقَ عَلَى قَوْلِهِ أَهْلُ الْمِلَّةِ. قَالَ ابْنُ الْعَرَبِيِّ: وَقَدْ وَرَدَ لَعَمْرُ اللهِ مِنْ ذَلِكَ فِي كتبهم ما لا أرضاه في صالح جزرة، لِأَنَّهُ صَحَّفَ خَرَزَةً فَلُقِّبَ بِهَا. وَكَذَلِكَ قَوْلُهُمْ فِي مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْحَضْرَمِيِّ: مُطَيَّنٌ، لِأَنَّهُ وَقَعَ فِي طِينٍ. وَنَحْوُ ذَلِكَ مِمَّا غَلَبَ عَلَى الْمُتَأَخِّرِينَ، وَلَا أَرَاهُ سَائِغًا فِي الدِّينِ. وَقَدْ كَانَ مُوسَى بْنُ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ المصريُّ يَقُولُ: لَا أَجْعَلُ أَحَدًا صَغَّرَ اسْمَ أَبِي] فِي حِلٍّ[، وَكَانَ الْغَالِبُ عَلَى اسْمِهِ التَّصْغِيرَ بِضَمِّ الْعَيْنِ. وَالَّذِي يَضْبِطُ هَذَا كُلَّهُ، أن كل ما يكره الْإِنْسَانُ إِذَا نُودِيَ بِهِ فَلَا يَجُوزُ لِأَجْلِ الاذاية. وَاللهُ أَعْلَمُ. قُلْتُ- وَعَلَى هَذَا الْمَعْنَى تَرْجَمَ الْبُخَارِيُّ رَحِمَهُ اللهُ فِي (كِتَابِ الْأَدَبِ) مِنَ الْجَامِعِ الصَّحِيحِ. فِي (بَابِ مَا يَجُوزُ مِنْ ذِكْرِ النَّاسِ نَحْوَ قَوْلِهِمُ الطَّوِيلِ وَالْقَصِيرِ لَا يُرَادُ بِهِ شَيْنُ الرَّجُلِ) قَالَ: وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:]مَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ [قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ بْنُ خُوَيْزِ مَنْدَادَ: تَضَمَّنَتِ الْآيَةُ الْمَنْعَ مِنْ تَلْقِيبِ الْإِنْسَانِ بِمَا يَكْرَهُ، وَيَجُوزُ تَلْقِيبُهُ بِمَا يُحِبُّ، أَلَا تَرَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَّبَ عُمَرَ بِالْفَارُوقِ، وَأَبَا بَكْرٍ بِالصِّدِّيقِ، وَعُثْمَانَ بِذِي النُّورَيْنِ، وَخُزَيْمَةَ بِذِي الشَّهَادَتَيْنِ، وَأَبَا هُرَيْرَةَ بِذِي الشِّمَالَيْنِ وَبِذِي الْيَدَيْنِ، فِي أَشْبَاهِ ذَلِكَ. الزَّمَخْشَرِيُّ: رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] مِنْ حَقِّ الْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ أَنْ يُسَمِّيَهُ بِأَحَبِّ أَسْمَائِهِ إِلَيْهِ[. وَلِهَذَا كَانَتِ التَّكْنِيَةُ مِنَ السُّنَّةِ وَالْأَدَبِ الْحَسَنِ، قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَشِيعُوا الْكُنَى فَإِنَّهَا مُنَبِّهَةٌ. وَلَقَدْ لُقِّبَ أَبُو بَكْرٍ بِالْعَتِيقِ وَالصِّدِّيقِ، وَعُمَرُ بِالْفَارُوقِ، وَحَمْزَةُ بِأَسَدِ اللهِ، وَخَالِدٌ بِسَيْفِ اللهِ. وَقَلَّ مِنَ الْمَشَاهِيرِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ مَنْ لَيْسَ لَهُ لَقَبٌ. وَلَمْ تَزَلْ هَذِهِ الْأَلْقَابُ الْحَسَنَةُ فِي الْأُمَمِ كُلِّهَا- مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ- تَجْرِي فِي مُخَاطَبَاتِهِمْ وَمُكَاتَبَاتِهِمْ مِنْ غَيْرِ نَكِيرٍ. قَالَ الْمَاوَرْدِيُّ: فَأَمَّا مُسْتَحَبُّ الْأَلْقَابِ وَمُسْتَحْسَنُهَا فَلَا يُكْرَهُ. وَقَدْ وَصَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَدَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ بِأَوْصَافٍ صَارَتْ لَهُمْ مِنْ أَجَلِّ الْأَلْقَابِ. قُلْتُ- فَأَمَّا مَا يَكُونُ ظَاهِرُهَا الْكَرَاهَةَ إِذَا أُرِيدَ بِهَا الصِّفَةُ لَا الْعَيْبُ فَذَلِكَ كَثِيرٌ. وَقَدْ سُئِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الرَّجُلِ يَقُولُ: حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ، وَسُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ، وَحُمَيْدٌ الْأَعْرَجُ، وَمَرْوَانُ الْأَصْغَرُ، فَقَالَ: إِذَا أَرَدْتَ صِفَتَهُ وَلَمْ تُرِدْ عَيْبَهُ فَلَا بَأْسَ بِهِ. وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ: رَأَيْتُ الْأَصْلَعَ- يَعْنِي عُمَرَ- يُقَبِّلُ الْحَجَرَ. فِي رِوَايَةٍ الْأُصَيْلِعَ. قَوْلُهُ تَعَالَى: وَمَنْ لَمْ يَتُبْ أي عَنْ هَذِهِ الْأَلْقَابِ الَّتِي يَتَأَذَّى بِهَا السَّامِعُونَ. فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ لأنفسهم بارتكاب هذه المناهي.

مسئلہ نمبر ۲:۔ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ۔ اَلنَّبَزُ کا معنی لقب ہے اس کی جمع اَنْبَازٌ ہے، اَلنَّبْزُ مصدر ہے، تو اس کا باب یوں ظاہر کرتا ہے: یَنْبِزُہٗ نَبْزًا، یعنی اسے لقب دیا: اِنَّ یُنَبِّزُ بِالصِّبْیَانِ۔ فلاں بچوں کو لقب دیتا ہے کثرت کو ظاہر کرنے کے لئے اسے مشدد پڑھا جاتا ہے: یہ بھی جائز ہے، اَلنَّبَزُ، اور، اَلنَّزَبُ، برے لقب کو کہتے ہیں،: وَتَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ، ان میں سے بعض نے بعض کو لقب دیا۔ ترمذی میں حضرت ابوجبیرہ بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا: ہم میں سے ایک آدمی کے دو یا تین نام ہوا کرتے تھے ان میں سے کسی ایک نام سے اسے پکارا جاتا تو ممکن تھا کہ وہ ناپسند کرے تو یہ آیت نازل ہوئی: وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ۔ کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ ابوجبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہی اخو ثابت بن ضحاک بن خلیفہ انصاری رضی اللہ عنہ ہے، حضرت ابوزید بن سعید بن ربیع صاحب ہروی رضی اللہ عنہ ثقہ ہے۔ مصنف ابی داؤد میں ان سے یہ روایت مروی ہے کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی: وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ۔ کہا: رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہم میں سے کوئی ایسا آدمی نہ تھا مگر اس کے دو یا تین نام تھے رسول اللہ ﷺ اسے فرمایا کرتے: ''اے فلاں!'' وہ عرض کرتے: یارسول اللہ ﷺ! رک جایئے وہ اس نام سے ناراض ہوجاتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی؛ یہ ایک قول ہے۔ دوسرا قول ہے: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسلام لانے کے بعد آدمی کو کفر کے ساتھ عار دلائی جاتی کہا جاتا: اے یہودی! اے نصرانی!۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ قتادہ، ابو العالیہ رضی اللہ عنہ اور عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سے مراد ہے اے فاسق! اے منافق! یہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ۔ یعنی یہ کتنی بری بات ہے کہ آدمی کا یہ نام ذکر کیا جائے اے زانی!، اے کافر!، جبکہ وہ اسلام قبول کر چکا ہے اور توبہ کر چکا ہے؛ یہ ابن زید کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جس نے اپنے بھائی کا لقب ذکر کیا یا اس کے ساتھ مذاق کیا تو ایسا کرنے والا فاسق ہوتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے ''کہ جس نے اپنے بھائی کے بارے میں کہا: اے کافر! تو یہ قول کسی ایک کی طرف لوٹے گا اگر اسی طرح ہوا جس طرح اس نے ذکر کیا ہے تو ٹھیک ورنہ وہ قول کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا''۔ جس نے وہ عمل کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا یعنی مذاق، عیب لگایا تو ایسا کرنے والا فاسق ہوگا یہ جائز نہیں۔ روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس تھے ایک آدمی نے ان سے جھگڑا کیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: اے یہودیہ کے بیٹے!۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تو یہاں سرخ اور سیاہ نہیں دیکھتا تو اس سے افضل نہیں''، یعنی تو تقوی کے ساتھ اس سے افضل نہیں تو یہ آیت نازل ہوئی:: وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:: تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ۔ کا مطلب ہے کہ آدمی نے برے اعمال کئے ہوں پھر وہ توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ نے اسے سابقہ گناہوں پر عار دلانے سے منع کیا ہے اس پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی مومن کو اس گناہ کی وجہ سے عار دلائی جس سے اس نے توبہ کی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے کہ اسے آزمائش میں ڈالے اور اسے دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کرے''۔

مسئلہ نمبر ۳:۔ جس کا استعمال غالب ہوتا ہے وہ اس سے مستثنی ہے جس طرح کانا، کبڑا جس میں اس کا اپنا کوئی عمل دخل نہ ہو امت نے ایسا قول کرنے کی اجازت دی ہے اور اہل ملت نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ چیز ان کی کتب میں ہے جس سے میں راضی نہیں وہ گفتگو صالح جزرہ کے بارے میں ہے کیونکہ اس نے خرزہ میں تصحیف کی تھی۔ تو اسی کے ساتھ اس کا لقب رکھ دیا گیا، اسی طرح ان کا حضرت محمد بن سلیمان خضرمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں قول ہے مطین کیونکہ وہ مٹی میں گر پڑے تھے اسی کی مثل اور بھی اقوال ہیں جو متاخرین میں غالب آئے۔ میں دین کے معاملہ میں اسے جائز نہیں

سمجھتا۔حضرت موسیٰ بن علی بن رباح مصری علیہ الرحمہ کہا کرتے تھے: میں کسی آدمی کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ میرے باپ کا نام اسم مصغر کی صورت میں بنائے ان کے نام میں غالب عین کلمہ کا ضمہ تھا۔جو قاعدہ اس تمام بحث کو ضبط کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ قول جسے انسان ناپسند کرے جب اسے اس کے ساتھ ندا کی جائے تو اذیت دینے کی وجہ سے اس کا استعمال جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔میں کہتا ہوں: اسی معنی میں بخاری نے جامع صحیح میں کتاب الادب کا ایک باب باندھا ہے: بَابِ مَا يجوزُ مِنْ ذِكْرِ النَّاسِ نَحْوَ قَوْلهِمْ الطَّوِيلِ وَالْقَصِيرِ لَا يُرَادُ بِهِ شَيْنُ الرَّجُلِ۔ کہا نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: مَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ۔حضرت ابوعبداللہ بن خویز منداد علیہ الرحمہ نے کہا: یہ آیت اس چیز کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہے کہ انسان کو ایسا لقب نہ دیا جائے جسے وہ ناپسند کرتا ہے اور جسے وہ پسند کرتا ہے وہ لقب اسے دینا جائز ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین رضی اللہ عنہ، حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کو ذوشہادتین، کسی کو ذوشمالین اور کسی کو ذوالیدین وغیرہ کا لقب دیا۔زمخشری نے کہا: نبی کریم ﷺ سے مروی ہے: ایک مؤمن کا دوسرے مؤمن پر یہ حق ہے کہ اسے وہ نام دے جو اسے سب سے زیادہ محبوب ہو، اسی وجہ سے کنیت سنت اور ادب حسن میں سے ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کنیتیں عام کرو کیونکہ یہ آگاہ کرنے والی ہیں۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق اور صدیق تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب فاروق تھا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لقب اسد اللہ، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لقب سیف اللہ۔

دور جاہلیت اور دور اسلام میں کم ہی ایسا مشہور شخص ہوگا جس کا کوئی لقب نہ ہو عرب وعجم کی تمام قوموں میں ہمیشہ سے اچھے لقب ان کی گفتگوؤں اور مکاتیب میں جاری ہیں کسی نے انکار نہیں کیا۔ماوردی نے کہا: جہاں تک مستحب اور مستحسن القاب کا تعلق ہے تو وہ مکروہ نہیں رسول اللہ ﷺ نے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایسے اوصاف بیان کئے ہیں جو ان کے نمایاں لقب بن گئے۔میں کہتا ہوں: جس کا ظاہر ناپسندیدہ ہو جب اس کے ساتھ صفت بیان کرنے کا ارادہ کیا ہو عیب کا ارادہ نہ ہو تو یہ اکثر ہوتا ہے۔حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو کہہ رہا تھا: حضرت حمین طویل رضی اللہ عنہ، حضرت سلیمان اعمش رضی اللہ عنہ، حضرت حمید اعرج رضی اللہ عنہ، حضرت مروان اصغر رضی اللہ عنہ۔فرمایا: جب تو اس کی صفت کا ارادہ کرے اس کے عیب کا ارادہ نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا: رَأَيْتُ الْأَصْلَعَ۔يَعْنِي عُمَرَ۔يُقَبِّلُ الْحَجَرَ، میں نے گنجے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو حجر اسود کا بوسہ لے رہے تھے۔ایک روایت میں، الْأُصَيْلِعَ، کے الفاظ ہیں۔وَمَنْ لَمْ يَتُبْ، یعنی جو ایسے القاب ذکر کرنے سے توبہ تائب نہ ہوا جس سے مسلمان اذیت محسوس کرتے ہیں: فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ، وہ ان منع کی گئی چیزوں کو اپنا کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ الحجرات، تحت الآیۃ:۱۱، ج۱۶،ص۲۱۵، ۲۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت) (تفسیر قرطبی، ج۸،ص۷۱۷)

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: "من عیّر أخاه بذنب لم یمت حتی یعمله" قال احمد قالوا: من ذنب قد تاب منه۔

ترجمہ: حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے (مسلمان) بھائی کو اس کے کسی گناہ پر شرمندہ کیا تو وہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے''۔حضرت سیدنا امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا گناہ ہے جس سے وہ توبہ کر چکا ہو۔

(سنن الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ الرقائق، رقم:۲۵۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عن ثابت الضحاک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ولعن المؤمن کقتلہ، ومن رمی مؤمنا بکفر فھو کقتلہ

ترجمہ: حضرت سیّدنا ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن پر لعنت کرنا اس کے قتل کی مثل ہے اور جو شخص مومن مرد (یا عورت) پر کفر کی تہمت لگائے یہ اس کے قتل کی مثل ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم: ۱۳۳۰، ج۲، ص۷۳، الترغیب والترھیب، ج۳، ص۱۰۳۰، مکتبۃ المعارف، الریاض)

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ: انہ سمع النبی ﷺ یقول: "لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق، ولا یرمیہ بالکفر، الا ارتدت علیہ، ان لم یکن صاحبہ لذلک"۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: جو شخص دوسرے کو فسق اور کفر کی تہمت لگائے اگر وہ ایسا نہ ہو تو اس کہنے والے پر لوٹتی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما ینھی من السباب واللعن، رقم: ۶۰۴۵، ص۱۱۱۱، ۱۱۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ: انہ سمع النبی ﷺ یقول: "من دعا رجلاً بالکفر، أو قال: عدو اللہ، ولیس کذلک، الا حار علیہ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: جو شخص کسی کو کافر کہہ کر بلائے، یا اے خدا کے دشمن کہے، اور وہ ایسا نہیں ہے، تو اسی کہنے والے پر لوٹے گا۔

(بخاری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب حال ایمان من قال لاخیہ المسلم: یا کافر، رقم: ۱۱۲، ص۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: "سباب المسلم فسوق، وقتالہ کفر"۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان سے گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور اس سے قتال کفر ہے۔

(ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب حال ایمان من قال لاخیہ المسلم: یا کافر، رقم: ۱۱۲، ص۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت صحیح البخاری، کتاب الادب، باب النھی من السباب واللعن، رقم: ۶۰۴۴، ص۱۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ان رسول اللہ ﷺ قال: "المستبان ما قالا۔ فعلی البادء، ما لم یعتد المظلوم"

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "دو شخص گالی گلوچ کرنے والے انہوں نے جو کچھ کہا، سب کا وبال اس کے ذمہ ہے جس نے شروع کیا، جب تک مظلوم تجاوز نہ کرے"۔ یعنی جتنا پہلے نے کہا اس سے زیادہ نہ کہے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب النھی عن السباب، رقم: ۲۵۸۷، ص۱۰۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، کنز العمال، رقم: ۸۰۹۸، ج۳، ص۲۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن ابن عمرو رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ساب المؤمن کالمشرف علی الھلکۃ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مؤمن کو گالی دینے والا ہلاکت میں جھانکنے والے کی طرح ہے۔

(البزار، کنز العمال، رقم: ۸۰۹۰، ج۳، ص۲۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن ابن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ مرسلاً قال: قال رسول اللہ ﷺ: الا ان اربی الرباء شتم الاعراض، واشد الشتم الھجاء

،والروایت احدالشاتمین۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا سود عزتوں کی پامالی ہے، اور سب سے سخت گالی دوسرے کی ہجو اور برائی بیان کرنا ہے اور برائی کی بات نقل کرنے والا، گالی دینے والوں میں سے ایک ہے۔

(مصنف عبدالرزاق، شعب الایمان، کنز العمال، رقم: ۸۱۰۲، ج ۳، ص ۲۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن عقبة بن عامر رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: کفاء بالرجل ان یکون بذیاً فاحشاً بخیلا۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کے (گناہ گار ہونے کے) لیے اتنا کافی ہے کہ وہ فحش گو، بدزبان، بخیل ہو۔

(الخرائطی فی مساوی الاخلاق، کنز العمال، رقم: ۸۱۲۱، ج ۳، ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ النَّابِغَةُ:

فَلَمَّا أَدْبَرُوا وَلَهُمْ دَوِيٌّ		دَعَانَا عِنْدَ شَقِّ الصُّبْحِ دَاعِ

قُلْتُ: وَقَدْ ثَبَتَ بِنَقْلِ الْآحَادِ الْعُدُولِ أَنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ بِمَكَّةَ، وَهُوَ ظَاهِرُ التَّنْزِيلِ، وَلَا يَلْزَمُ أَنْ يَسْتَوِيَ النَّاسُ فِيهَا، لِأَنَّهَا كَانَتْ آيَةً لَيْلِيَّةً، وَأَنَّهَا كَانَتْ بِاسْتِدْعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى عِنْدَ التَّحَدِّي. فَرُوِيَ أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حِينَ أَسْلَمَ غَضَبًا مِنْ سَبِّ أَبِي جَهْلٍ الرَّسُولَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبَ أَنْ يُرِيَهُ آيَةً يَزْدَادُ بِهَا يَقِينًا فِي إِيمَانِهِ۔

نابغہ نے کہا:

فَلَمَّا أَدْبَرُوا وَلَهُمْ دَوِيٌّ		دَعَانَا عِنْدَ شَقِّ الصُّبْحِ دَاعِ

ترجمہ: جب انہوں نے پیٹھ پھیرلی اور ان کی آواز آرہی تھی تو صبح پھوٹنے کے وقت ایک بلانے والے نے ہمیں بلایا۔

میں کہتا ہوں: اخبار احاد جو عادل راویوں سے مروی ہیں ان سے یہ بات ثابت ہے کہ چاند مکہ مکرمہ میں پھٹا۔ یہی اس آیت کا ظاہر معنی ہے یہ لازم نہیں آتا کہ لوگ اس میں برابر ہوں، کیونکہ یہ ایسا معجزہ ہے جو رات کو ظاہر ہوا تھا۔ یہ امر نبی کریم ﷺ کی دعا سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ظاہر ہوا تھا جب چیلنج کیا گیا تھا۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جب ایمان لائے کیونکہ ابوجہل نے نبی کریم ﷺ کو گالیاں دی تھیں اس پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوئے تھے تو انہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ انہیں آپ ﷺ ایسا معجزہ دکھائیں جس کے ساتھ ان کے ایمان و یقین کا اضافہ ہو۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ القمر، تحت الآیۃ: ۱، ج ۱۷، ص ۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وکان عمر بن عبدالعزیز علیه الرحمة یقول: ایاک ان تقابل من ظلمک بسب او شتم او غیر ذلک وذلک انه یظلمک مرة

فتصير تلعنه وتشتمه كلما تذكرت فعله حتى تستوفى بذلك حقك، ويصير عليك بعد ذلك التبعة۔

ترجمہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ فرماتے تھے اس آدمی کا مقابلہ کرنے سے بچو جو گالی گلوچ یا کسی اور درجہ سے تم پر ظلم کرتا ہے کیونکہ اس نے تم پر ایک بار ظلم کیا اور تم جب بھی اس کا ذکر کرو گے اس پر لعنت بھیجو گے اور اس کو گالی دو گے حتیٰ کہ تم اس کے ذریعے اپنا حق پورا کرو گے اور اس کے بعد اس کا حق تم پر ہو جائے گا

(تنبیہ المغترین،ص،٦٦،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

اور جب تجھ کو جاہل گالی دے تو اس سے بردباری کے ساتھ چپ ہو جاؤ اور احتیاط کے ساتھ کنارہ کرلو۔ کیونکہ ابھی بھی جو اس کی جہالت اور گالم گلوچ باقی ہے وہ پہلے سے زیادہ ہے۔

(تاریخ ابن کثیر جلد اوّل ،ص ۴۳۲)

وقال عياض بن حمار قلت يا رسول الله إن الرجل من قومي يسبني وهو دوني هل علي من بأس أن أنتصر منه فقال المستابان شيطانان يتعاويان ويتهارجان۔

ترجمہ: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ ایک آدمی جو رتبہ میں مجھ سے کم ہے، مجھے گالیاں دیا کرتا ہے۔ اجازت ہو تو میں بھی اس سے بدلہ لے لوں۔ آپ نے فرمایا کہ گالی گلوچ کرنے والے دونوں شیطان ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کو جھٹلاتے اور تہمت لگاتے ہیں۔

(احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، ج،۳،ص،۱۶۹،المکتبۃ التوفیقیۃ،القاہرہ)

وَفِي رِوَايَةٍ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يسب الرجل وَالِدَيهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يَسُبُّ الرَّجُلُ وَالِدَيهِ قَالَ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ الآخر أباه

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ یہ تمام کبائر سے بڑا گناہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ عرض کیا گیا کہ آدمی ماں باپ کو کیسے گالی دے گا؟ آپ نے فرمایا کہ دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے اور وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے تو گویا اس گالی کا سبب یہی ہوا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، ج،۳،ص،۱۶۹،المکتبۃ التوفیقیۃ،القاہرہ)

وقال إبراهيم إذا قال الرجل للرجل يا حمار يا خنزير قيل له يوم القيامة حمار أرأيتني خلقته خنزير أرأيتني خلقته۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم (نخعی) علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی دوسرے کو گدھا یا سور یا خنزیر کہتا ہے تو قیامت میں اس سے پوچھا جائے گا کہ بتا میں نے اس کو گدھا بنایا تھا یا خنزیر تو ان الفاظ سے اسے کیوں ذکر کرتا تھا؟

(احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، ج،۳،ص،۲۲۲،المکتبۃ التوفیقیۃ،القاہرہ)

اگر مسلمان محض یوں کہے،او فاسق،او کافر،او خبیث،او فاجر،او مخنث،او خائن،او لوطی،او زندی،او دیوث،او شرابی،او سود خور،رنڈی کے بیٹے، فاجر کے بیٹے، چوروں کی پناہ گاہ،او بچوں کیساتھ کھیلنے والے،او حرام زادے،وغیرہ،ان الفاظ سے حدِ قذف ثابت نہیں ہوتی،حاکم حسبِ صوابدید اس پر تعزیر کرے جو کم از کم تین کوڑے اور زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے ہوسکتی ہے۔(۲۹) تفسیر کبیر از امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی (م۶۰۶ھ) مطبوعہ ادارۃ المطابع قاہرہ از ھر،ج ۲۳،ص،۱۵۲،

(احکام القرآن،جلال الدین قادری ج،٦،ص،۲۹٦)

وعن علي بن الحسين بن علي رضي الله عنهم أَنَّهُ سَبَّهُ رَجُلٌ فرمى إِلَيْهِ بِخَمِيصَةٍ كَانَتْ عَلَيْهِ وَأَمَرَ لَهُ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ۔

ترجمہ: حضرت علی بن حسین بن علی (امام زین العابدین) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں کسی نے گالی دی۔آپ نے اپنی چادر اس کی طرف پھینک دی اور سو درہم دیے کا حکم دیا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذم غضب، ج ۳، ص ۲۴۵، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

قُلْتُ: وَهَذَا شَأْنُ كَثِيرٍ مِنَ الظَّلَمَةِ وَدَأْبِهِمْ، فَإِنَّهُمْ مَعَ ظُلْمِهِمْ يَسْتَطِيلُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ وَيَنَالُونَ مِنْ عِرْضِ مَظْلُومِهِمْ مَا حُرِّمَ عَلَيْهِمْ. وَقَالَ أَبُو إِسْحَاقَ الزَّجَّاجُ: يجوز أَنْ يَكُونَ المعنى إِلَّا مَنْ ظَلَمَ فقال سوءا، فَإِنَّهُ يَنْبَغِي أَنْ تَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ، وَيَكُونُ الِاسْتِثْنَاءُ لَيْسَ مِنَ الْأَوَّلِ۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں: یہ اکثر ظالموں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے ظلم کے ساتھ ساتھ اپنی زبان سے گالی گلوچ بھی دیتے ہیں اور مظلوم کی عزت کو بھی تار تار کرتے ہیں جس کو ان پر حرام کیا گیا تھا۔ابو اسحاق زجاج علیہ الرحمہ نے کہا: یہ معنی بھی ہو سکتا ہے: إِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔جس نے بری بات کہی مناسب ہے کہ ہم اس کے ہاتھ کو پکڑیں۔یہ پہلی کلام سے استثناء نہ ہوگی۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ النساء، تحت الآیۃ: ۱۴۸، ج ۶، ص ۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

شاعر نے کہا:

فَكَيْفَ بِإِطْرَاقِي إِذَامَا شَتَمْتَنِي		وَمَابَعْدَشَتْمِ الْوَالِدَيْنِ صُلُوحُ

ترجمہ: جب تم مجھے گالی دو گے تو میں کیسے سر جھکاؤں گا، والدین کو گالی دینے کے بعد صلح نہیں ہوتی۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۱، ج ۱، ص ۱۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

بدم گفتی و خور سند عفاک الله نیکو گفتی		جو اب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خا را

ترجمہ: مجھے تو نے برا کہا اور گالی دی خدا جزا دے کیا خوب کہا ان لعل اور نازک لبوں پر سخت جواب کیا زیب دیتا ہے۔

یعنی تیرے سامنے میں نے دعا مانگی اور گالی سنی دعا کا اس سے بہتر جواب کوئی نہیں۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص ۶۴۲)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

كل من ارتكب منكرا أو آذى مسلما بغير حق بقول أو بفعل أو اشارة يلزمه التعزير۔

ترجمہ: ہروہ شخص جس نے کسی برائی کا ارتکاب کیا یا کسی مسلمان کو قول یا فعل یا اشارہ سے ناحق ایذا دی اس پر تعزیر لازم ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار کتاب الحدود، باب التعزیر، ۶ ص، ۱۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

ان رجلاً شتم آخر بألفاظ متعددة من ألفاظ الشتم الموجب للتعزير، وهو أنه يعزر لكل واحد منها

ترجمہ: اگر ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو ایسے متعدد الفاظ گالی کے کہے جو تعزیر کے موجب ہیں تو ہر ایک لفظ پر تعزیر ہوگی۔ (یہ نہ ہوگا کہ ایک کی تعزیر سب کے قائم مقام ہو)

(ردالمحتار علی الدر المختار کتاب الحدود، باب التعزیر، ۶ ص، ۱۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، حنفی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۰۸۸ھ، لکھتے ہیں:

شتم مسلم ذمياً عزّر، لانه ارتكب معصية

ترجمہ: مسلمان نے ذمی (کافر) کو گالی دی تو تعزیر لگائی جائے گی، کیونکہ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار کتاب الحدود، باب التعزیر، ۶ ص، ۱۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

کسی کو (زانی) کہہ کر پکارنا کیسا؟

عرض: کسی کو زانی کہہ کر پکارنا کیسا ہے؟

ارشاد: اگر چار گواہ شرعی نہ لا سکے تو قاذِف ہے۔ (البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج ۵ ص ۵۱) (درر الحکام، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج ۲ ص ۷۴)

اور حضور ﷺ فرماتے ہیں:

ماكان الفحش فی شیء قط الا شانه وما كان الحياء فی شیء قط الا زانه۔ احمد۔

والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجة عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن۔

فحش جب کسی چیز میں دخل پائے گا اسے عیب دار کردے گا اور حیاء جب کسی چیز میں شامل ہوگی اس کا سنگار کردے گی۔

(امام احمد اور بخاری نے "الادب المفرد" میں ترمذی اور ابن ماجہ نے بسند حسن حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد باب الحیاء، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۳۱۸، مسند احمد بن حنبل عن انس، المکتب الاسلامی بیروت، ۳/۱۶۵)

اور حضور ﷺ فرماتے ہیں:

البذاء شوم۔ اخرجه الطبرانی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن۔

فحش بکنا منحوس ہے۔ (طبرانی نے ابی درداء رضی اللہ عنہ سے بسند حسن اسے روایت کیا ہے۔ ت)

(الجامع الصغیر، برمز طب عن ابی الدرداء، حدیث ۳۱۹۵، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱/۱۹۱)

یحیٰی بن خالد نے کہا:

اذارایت الرجل بذی اللسان وقاحادل علی انه مدخول فی نسبه، حکاه المناوی فی التیسیر۔

ترجمہ: جب تو کسی کو دیکھے کہ فحش بکنے والا بے حیاء ہے تو جان لے کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔(مناوی نے تیسیر میں اس کی حکایت فرمائی۔ت)

(التیسیر شرح الجامع الصغیر برمز عن ابی الدرداء، تحت حدیث ۳۱۹۵، مکتبۃ الامام الشافعی الریاض، ۱/۴۳۸)

بچپن سے جو عادت پڑتی ہے کم چھوٹتی ہے تو اپنے نابالغ بچوں کو ایسی ناپاکیوں سے نہ روکنا ان کے لئے معاذ اللہ جہنم کا سامان تیار کرنا اور خود سخت گناہ میں گرفتار ہونا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَکُمْ وَأَهْلِیکُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلَائِکَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُونَ مَا یُؤْمَرُونَ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت درشت خو فرشتے موکل ہیں کہ اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں فرمایا جائے وہی کرتے ہیں۔(القرآن الکریم، ۶۶/۶)

اللہ عزوجل مسلمانوں کو نیک عادتوں کی توفیق دے اور بری عادتوں بری باتوں سے پناہ بخشے آمین۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ، ج ۲۲، ص ۲۰۸، تا ۲۱۵، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

فتاوٰی امام قاضی خاں پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

الفاسق اذاتاب لاتقبل شهادته مالم یمض علیه زمان یظهر علیه اثر التوبة والصحیح ان ذٰلک مفوض الی رأی القاضی۔

بدکردار جب تائب ہوجائے تب بھی اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی جب تک کہ کچھ زمانہ بیت جائے تاکہ اس پر توبہ کے آثار ظاہر ہوجائیں، اور صحیح یہ ہے کہ یہ مسئلہ قاضی کی رائے پر منحصر ہے۔(یعنی جب قاضی کو اس سے مکمل اطمینان ہوجائے تو پھر شہادت مقبول ہوگی۔)

(فتاوٰی ہندیہ، کتاب الشہادات الباب الرابع الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور، ۳/۴۶۸)

ظاہر ہے کہ یہ بات نظر بحالات مختلف ہوجاتی ہے ایک سادہ دل راست گو سے کوئی گناہ ہوا اس نے توبہ کی اس کے صدقہ پر جلد اطمینان ہوجائے گا اور دروغ گو مکار کی توبہ کا اعتبار نہ کریں گے اگرچہ ہزار مجمع میں تائب ہو،

امام اجل ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ، الربانی بدائع میں فرماتے ہیں:

المعروف بالکذب لاعدالة له ولاتقبل شهادته ابدا وان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سهوا او ابتلی به مرة ثم تاب۔

ترجمہ: جو کوئی دروغ گوئی یعنی جھوٹ بولنے میں مشہور ہو تو اس کے لئے کوئی عدالت نہیں لہٰذا کبھی بھی اس کی شہادت مقبول نہیں ہوسکتی اگرچہ تائب ہوجائے بخلاف اس شخص کے جس نے بھول کر جھوٹ کہہ دیا یا کبھی کبھار اس سے غلط بیانی ہوگئی پھر اس نے توبہ کرڈالی (تو اس کی شہادت توبہ کرنے کے بعد مقبول ہوگی۔)

(بدائع الصنائع، کتاب الشہادۃ فصل اما الشرائط، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۶/۲۶۹) (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۱، ص ۱۴۹، ۱۵۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ فاجر معلن کے فسق وفجور کا اس کی زندگی میں اعلان کیا جائے تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں۔

اخرج ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة والترمذی فی النوادر والحاکم فی الکنی، والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی السنن والخطیب فی التاریخ، کلهم عن الجارد عن بهزبن حکیم عن ابیه عن جده عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس۔

ترجمہ: ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ترمذی نے نوادر میں اور حاکم نے کنی میں اور شیرازی نے القاب میں اور ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے سنن میں اور خطیب نے تاریخ میں سب نے جارود سے، جارود نے بہز بن حکیم سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور ان کے دادا نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ کیا تم فاجر کا ذکر کرنے سے ڈرتے ہو، لوگ اسے کب پہچانیں گے، فاجر کی برائیاں بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

(نوادر الاصول، اصل نمبر ۶۶ فی ذکر الفاجر الخ، دار صادر بیروت، ص ۲۱۳، تاریخ بغداد، ترجمہ ۳۷۴۵ و ۳۷۵۱، دار الکتاب العربی بیروت، ۷/ ۲۶۲ و ۲۶۸ و ۳۸۲/ ۱)

(فتاوی رضویہ، ج ۹، ص ۴۵۴، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

مسئلہ ۲۹۳: از اجمیر شریف کارخانہ گریج علاقہ نمبر ۳۰ لوہارخانہ مرسلہ جمال محمد ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

ہر کسی کو شیطان کہیں، یہ حلال یا حرام؟

الجواب:

گمراہ بد دین کو شیطان کہا جاسکتا ہے اور اسے بھی جو لوگوں میں فتنہ پردازی کرے، ادھر کی ادھر لگا کر فساد ڈلوائے، جو کسی کو گناہ کی ترغیب دے کر لے جائے وہ اس کا شیطان ہے، اور مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، ج ۱۳، ص ۶۵۶، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

باب نمبر ۵۶

حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کا تقویٰ، سودی رقم:

سوال: (۱۲۸) پیر عابد حسین رضوی سیفی صاحب نے لکھا:

ایک معزز خاتون حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کی شخصیت اور آپ کی دینی و باطنی خدمات سے بہت زیادہ متاثر ہوئی۔ اس نے کم و بیش تیس (۳۰) لاکھ روپے باڑہ شریف میں تیار ہونے والی مسجد کیلئے بطور چندہ دینا چاہے۔ خاتون میرے توسط (پیر عابد حسین) سے حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے پاس گئیں تو آپ علیہ الرحمۃ نے رقم لینے سے پہلے خاتون سے دریافت کیا "آپ یہ رقم کہاں سے لائی ہیں"؟۔

"حضور میں کاروبار کرتی ہوں اور میری خواہش ہے کہ اس رقم کو کار خیر کے طور پر باڑہ شریف کی مسجد پر خرچ کروں"۔ خاتون نے از راہ عقیدت جواب دیا۔

"آپکا جذبہ قابل قدر ہے۔ آپ کیا کاروبار کرتی ہیں؟"۔

خاتون نے آپ علیہ الرحمۃ کو تفصیل بتائی کہ وہ فلاحی کام کرتی ہے۔ بے روزگار اور ضرورت مند لوگوں کو کاروبار کے لیے رقم دیتی ہے پھر جب ان کا کاروبار جم جاتا ہے تو کچھ اضافی رقم کے ساتھ یہ رقم ان سے واپس لے لیتی ہیں۔ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا تب تو اس کا کاروبار کا ذریعہ آمدن سود پر ہے اور ہم ایسی مدد و خیرات قبول نہیں کرتے" آپ علیہ الرحمۃ نے رقم لینے سے صاف انکار کر دیا۔ وہ خاتون آپ کی صداقت و دیانت اور صاف گوئی پر بے حد مسرور ہوئی اور آپ کو قائل بھی کرتی رہی لیکن آپ علیہ الرحمۃ نے امداد قبول نہ کی۔ وہ مجھے (پیر عابد حسین سے) کہنے لگی "پیر صاحب آپ کے مرشد بلاشبہ سچے اور کامل ہیں۔ ورنہ آپ جانتے ہیں مدارس، مساجد کا چندہ لینے والوں کی قطاریں لگی ہوتی ہیں۔ ہمارا سچا دین حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ جیسی ہستیوں کی بدولت اپنی اصلی شکل میں موجود ہے۔

(سسٹم ٹوڈے جون، ص، ۳۲)

حضور سیدی مبارک صاحب قدس سرہ نے قفیز طحان کے قاعدے کے مطابق گھر والوں کو فرمایا کہ اس ان مرغیوں کو واپس کرو۔ کیونکہ نیم کاری کے ساتھ حیوان رکھنا یا ہر اس چیز کو اجرت پر کہنا کہ اجیر کا اپنا عمل اس میں داخل ہو سود ہے۔ جب محمد حضرت نے حضور سیدنا قطب الارشاد علامہ مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہ کو یہ بات بتائی تو مولانا صاحب قدس سرہ نے حضرت مبارک صاحب قدس سرہ سے دلیل طلب کی۔ حضرت مبارک صاحب قدس سرہ نے فقہ حنفی کی معتمد کتابیں پیش کیں۔ تو حضور سیدنا قطب الارشاد علامہ مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہ خوش ہوئے اور دعا فرمائی جب چند اور علماء کرام حضور سیدنا قطب

الارشادعلامہ مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہ کے دربارشریف میں حاضر ہوئے توحضور سیدنا قطب الارشادعلامہ مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہ نے ان سے دوبارہ اس مسئلے کے متعلق دریافت کیا تو ان تمام علماء نے مبارک صاحب قدس سرہ کی توثیق وتائیدفرمائی۔ جب یہ معاملہ طے وحل ہوگیا توحضرت مبارک صاحب قدس سرہ نے عرض کی کہ قربان اگر آپ کی اجازت ہوتواسی طرح کے متعدداور مسائل جومروج ہیں اورلوگ ان میں مبتلا ہیں اورانہیں حلال سمجھتے ہیں میں عرض کروں حضورسیدنا قطب الارشادعلامہ مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہ نے فرمایاہاں بیان کرو۔حضرت مبارک صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ چکی والا اگر اجرت ومزدوری دونوں سے لےتو جائز ہےاگروہ مزدوری آٹے سے لےتوحرام ہے۔اسی طرح مزدورکومزدوری پرلیا۔اسی طرح اگرکوئی چاول نکالنے کے لیے دھان دے یاجس طرح آجکل مشین چاول نکالتی ہےتواس میں چاول سےمزدوری کاحصہ لیناحرام ہے۔

(منکرین کے اعتراضات کے جوابات،حقائق کیاہیں؟ص۴۹)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمدفاروقی سرہندی،حنفی،نقشبندی،قدس سرہ،متوفی،۱۰۳۴ھ،لکھتے ہیں:

به((ملاظفر)) دربیان آنکه حرام درقرض به سود مجموع مبلغ است، نه زیادتی فقط مثلاً شخصی ردتنکه(۔سکۂ رایج آن وقت۔) را قرض گرفت به دوازده تنکه، در این صورت مجموع دوازده تنکه حرام است، نه دو تنکه زیادتی ومایتعلق ذلک۔

الحمدلله وسلام علی عباده الذین اصطفی

شما آن روز می فرمودید که ربا در قرض به سود همان فضل (۔زیادتی وفزونی۔) است و بس محرم در قرض ده تنکه به دوازده تنکه، همان دو تنکه زیادتی است، چون به بعض کتب فقهی رجوع کرده شد، ظاهر گشت که در شریعت، هر عقدی که در او فضل است، نیز ربا است، پس ناچار این عقد هم محرم باشد و هر چه به سبب محرم تحصیل نمایند، محرم خواهد بود، پس آن ده تنکه نیز ربا باشد و محرم۔

مقصود از فرستادن کتاب ((جامع الرموز)) و ((روایات کتاب ابراهیم شاهی)) اظهار این معنی بود، باقی ماند صورت احتیاج۔

مخدوما حرمت ربا به نص قطعی ثابت شده است که شامل محتاج و غیر محتاج است، تخصیص محتاج از آنجا نمودن، نسخ این حکم قطعی است، روایت ((قنیه)) رتبۂ آن ندارد که نسخِ حکم قطعی کند و حال آنکه ((مولانا جمال لاهوری)) که اعلم علماء لاهور اند، می فرمودند که بسیاری از روایات ((قنیه)) اعتماد را شایان نیست و مخالفت است با روایات کتب معتبره و لو سلم صحة هذه الروایة پس احتیاج را به اضطرار کریمۂ (فمن و مخصه می باید فرود آورد تا مخصص آن حکم قطعی مخؤ مصیة) (مائده/۳۔) [آیۂ] اضطر می باشد که مثل اوست در قوت۔ ((که رستم را کشد هم رخش رستم))۔

وایضاً اگر از محتاج عام تر گرفته شود، پس باید که موردی از برای حکم حرمت ربا پیدا نشود، چه هر که زیادتی قبول می کند، علتش احتیاجی از احتیاج هایی خواهد بود، بی احتیاج هیچ کس به ضرر خود اقدام نخواهد نمود، فلایبقی لهذا الحکم المنزل من الحکیم الحمید مزید فائدة تعالی کتابه العزیز من امثال هذا التوهم و لو سلم عموم الحتیاج و لو علی سبیل فرض المحال گوییم که احتیاج از جمله ضروریات است، والضرورة تقدر بقدرها۔ پس طعام از آن مبلغ سود پختن و به مردم خوراندن، داخل احتیاج نیست، و ضرورتی به آن متعلق نه، لهذا در ترکۂ میت احتیاج میت مستثنی است و آن را مقصور بر کفن ساخته اند و طعامی به روحانیت او پختن، داخل احتیاج نداشته اند با آنکه و امحتاج تر است به صدقه، پس در صورت متنازع فیه ملاحظه فرمایند که مستقرضان به سود محتاج اند یا نه

و، بر تقدیر احتیاج طعامی که ایشان از برای جماعه از آن پل (فلس، سکه پول) می پزند، آج جماعه را آن طعام خوردن حلال است یا نه، جماعه داری و سپاه گری را حیله احتیاج ساختن و قرض به سود را به این علت گرفتن و آن را جائز و حلال دانستن، از تدین که به دور است، می باید که شیوه امر معروف و نهی منکر را مراعی داشته، جامعه بلا [ای] این گرفتار باشند، منع نمایند و به عدم صدق این حلیه، آگاه سازند۔ چرا کسبی را باید اختیار کرد که آخر به ارتکاب این قسم محظور، مبتلا باید شد۔ وجوه معیشت بسیار است، منحصر در سپاه گری نیست، چون شما از اهل صلاح و تقوی اید، روایت طیب در اکل فرستاده شد۔

نوشته بودند که در این زمان، به شبه پیدا نمی شود، راست است، اما مهما امکن از شبه باید احتراز نمود، زراعت بی طهارت که منافی طیب، داشته اند، در هندوستان اجتناب از آن ممکن نیست (لایکلف اللہ نفساً الا وسعها) (بقره/۲۸۶) اما ترک اطعام به سود نمودن، در کمال آسانی است، حلال را حلال دانستن و حرام را حرام دانستن، در حلال و حرام قطعی است که انکار آن به کفر می کشد، در ظنیات نه، چنین است، بسا امور مباحه اند نزد حنفی، که شافعی آن را امباح نمی داند و بالعکس۔

پس در مانحن فیه اگر کسی در حلیت قرض به سود مر محتاج مشکوک را که به ظاهر مخالف حکم نص قطعی است، توقف نماید، نمی توان او را تضلیل نمود و تکلف به اعتقاد و حلیت او فرمود، بلکه صواب به جانب او راجح است بل متیقن و مخالف او در خطر است۔

بعضی از یاران شما نقل کردند که روزی ((مولانا عبدالفتاح)) در حضور شما گفت که اگر قرض بی سود پیدا شود، بهتر است، چرا که کسی به سود بگیرد، شما او را زجر کردید و گفتید که از حلال انکار می کنی۔

مخدوماً امثال این سخنان در حلال قطعی گنجایش دارند و اگر حلال باشد، شک نیست که ترک آن اولی است، اهل ورع، به رخصت امر نمی کنند و به عزیمت دلالت می نمایند، مفتیان لاهور احتیاج را دخل داده، حکم به حالیت کرده اند۔ احتیاج را دامن فراخ است، اگر پهن کنند، هیچ ربا نماند و حکم نص قطعی به حرمت ربا عبث می افتد، چنانکه بالا گذشت۔ اما این قدر ملاحظه بایستی می نمودند که، دیگران را طعام خورانیدن چه قسم احتیاج است مر مستقرض به سود را۔

روایت قنیه ((بعد اللتیا والتی)) مجوز استقراض به سود است مر محتاج را، نه دیگران را اگر کسی گوید که محتاج این طعام را شاید به نیت کفارت یمین، یا ظهار یا صوم پخته باشد و شک نیست که او به ادای این کفارت محتاج است، گوییم اگر استطاعت اطعام ندارد، روزه دارد، نه آنکه قرض به سود بگیرد و اگر اقسام احتیاج از این قبیل دیگر هم پیدا شود، به اندک توجه به برکت تقوی، مندفع خواهند شد (ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب) (طلاق/۳) ۔زیاده اطناب نه رفت، والسلام علیکم وعلی من اتبع الهدیٰ

ترجمہ: ملا مظفر کی طرف صادر فرمایا۔ اس بیان میں کہ سودی قرضہ میں مجموعی رقم حرام ہے۔ صرف زیادتی حرام نہیں۔ مثلاً ایک شخص نے دس ٹکے دو ٹکے کے حساب سے سود پر قرض لیے تو پورے بارہ ٹکے حرام قرار پائیں گے۔ نہ کہ سود کے صرف دو ٹکے۔ اور اس کے متعلقات کے بیان میں۔ اللہ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔ آپ نے اس روز کہا تھا کہ سودی قرض میں ربا صرف زیادتی ہے اور بس۔ اور دس ٹکے قرض بحساب دو ٹکے سود میں صرف دو ٹکے سود کے ہی حرام ہیں، دس ٹکے حرام نہیں۔ جب بعض کتب فقہیہ کی طرف رجوع کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ شریعت میں ہر ایسا عقد جس میں زیادتی کی شرط ہو ربو اور سود

ہے۔لہٰذا اس طرح کا سودی قرضہ بھی حرام قرار پائے گا۔اور جو چیز بذریعہ حرام حاصل کی جائے وہ بھی حرام ہوتی ہے پس وہ دس ٹکے بھی ربٰو اور حرام ہوں گے۔

کتاب ''جامع الرموز'' اور ابراہیم شاہی کی کتاب کی روایات کے ارسال کرنے سے مقصود تمہیں یہ مسئلہ سمجھانا تھا۔باقی رہی محتاجی کی صورت تو میرے مخدوم سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔جو محتاج اور غیر محتاج سب کو شامل ہے۔محتاج کو اس حکم قطعی سے خارج اور مستثنیٰ قرار دینا حکم قطعی کو منسوخ کرتا ہے۔قنیہ کی روایت یہ درجہ نہیں رکھتی کہ حکم قطعی کو منسوخ کر سکے۔حالانکہ مولانا جمال لاہوری جو اعلم علماء لاہور ہیں،فرماتے تھے کہ قنیہ کی بہت سی روایات لائق اعتماد نہیں۔اور کتب معتبرہ کی روایات کے خلاف ہیں۔اور اگر قنیہ کی اس روایت کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسے اضطرار و مخمصے کی حالت پر محمول کرنا چاہیے تاکہ اس حکم قطعی کا مخصص آیہ کریمہ،فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ،(سورۃ المائدہ:۳) کو قرار دیا جائے۔کیونکہ قوت میں اس طرح کی ہے۔ع۔کہ رستم را کشد ہم رخش سرستم،رستم پہلوان کو رستم جیسا ہی پچھاڑ سکتا ہے۔

نیز اگر محتاج سے عام محتاج مراد لے لیا جائے تو پھر ربٰو کی حرمت کے لیے کوئی موقع اور محل باقی نہیں رہے گا۔کیونکہ جو شخص بھی سود کی زیادتی دینا قبول کرے گا۔آخر کسی نہ کسی ضرورت اور محتاجی کے تحت ہی قبول کرے گا۔کوئی بھی بلا احتیاج وضرورت اپنے نقصان کا اقدام نہیں کرتا۔تو اس طرح کے تو ہم کے باعث حکیم وحمید ذات کی طرف سے اس کی کتاب عزیز میں نازل شدہ اس حکم کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہے گا۔اور اگر بفرض محال عام محتاجی ہی تسلیم کر لی جائے تو ہم کہیں گے محتاجی ضروریات میں سے ہے اور ضروری شے کو باندازۂ ضرورت اختیار کیا جاتا ہے پس سودی روپے سے کھانا پکا کر لوگوں کو کھلانا ضرورت میں داخل نہیں اور اس کے ساتھ کوئی ضرورت متعلق نہیں۔اسی لیے ترکہ میت میں سے میت کی ضرورت کی چیزیں مستثنیٰ ہیں اور اس ضرورت کو اس کے کفن دفن میں منحصر کیا ہے۔اس کے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکانا شرعاً احتیاج وضرورت میں داخل نہیں۔حالانکہ میت صدقہ وخیرات کا بہت محتاج ہوتا ہے۔

پس متنازع فیہ صورت میں اچھی طرح غور کریں کہ قرض لینے والے محتاج ہیں یا نہیں۔اور احتیاج وضرورت کی صورت میں سودی روپے سے جو کھانا تیار ہو گا اسے کھانے والوں کے لیے اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟ عیال داری اور فوجی ملازمت کو ضرورت واحتیاج کا بہانہ بنانا اور اس وجہ سے سودی قرضہ لینا اور اسے جائز اور حلال جاننا دینداری سے دور ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ اور دستور بناتے ہوئے جو لوگ اس بلا میں گرفتار ہیں انہیں منع کرنا چاہیے اور اس حیلے کے نادرست ہونے سے انہیں آگاہ کریں ایسا کام کیوں کیا جائے جو آخر کار اس طرح کے ممنوع اور ناجائز کام کے ارتکاب میں مبتلا کردے۔معاش کے ذرائع اور بہت ہیں۔فوجی ملازمت میں ہی منحصر نہیں ہیں۔جب آپ اہل اصلاح وتقویٰ میں سے ہیں تو حلال وطیب خوراک کی تاکید آپ کو کی جارہی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس زمانہ میں بغیر شبہ کی غذا کا میسر آنا مشکل ہے۔یہ بات درست ہے تاہم حتی الامکان شبہ کی چیز سے بچنا چاہیے۔بے طہارت کھیتی باڑی کی روزی جس کو آپ نے غیر طیب جانا ہے،ہندوستان میں اس سے بچنا ممکن نہیں۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا،

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نہیں تکلیف دیتا کسی جان کو مگر اس کی طاقت ووسعت کے مطابق۔(سورۃ البقرہ:۲۸۶)

لیکن سودی کھانے کو ترک کرنا بہت آسان ہے۔حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننا قطعی اور یقینی ہے کہ اس کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ظنی امور میں یہ بات

نہیں۔حنفی کے نزدیک بہت سے امور مباح ہیں مگر شافعی کے نزدیک وہ مباح نہیں۔اور اس کے برعکس۔

پس ہمارے اس زیر بحث معاملے میں مشکوک ضرورت مند کے لیے سودی قرض کے حلال ہونے میں جو بظاہر نص قطعی کے حکم کے خلاف ہے،توقف کرے اسے گمراہ قرار نہیں دیا جاسکتا اور اسے اس کی حلیت کا معتقد ہونے پر زور نہیں دینا چاہیے۔بلکہ اس کے درست موقف کو ترجیح بلکہ یقین کا درجہ حاصل ہے اور اس کا مخالف خطرے میں ہے۔

آپ کے بعض دوستوں نے نقل کیا ہے کہ ایک دن مولانا عبدالفتاح نے آپ کی خدمت میں کہا کہ اگر بلا سود قرض میسر آجائے تو بہتر ہے کسی کو سود کا قرضہ لینے کیا ضرورت ہے تو آپ نے مولانا موصوف کو ڈانٹا اور کہا کہ ''تم حلال شے کا انکار کرتے ہو؟'' مخدوم گرامی،ایسی باتیں حلال قطعی میں گنجائش رکھتی ہیں اور اگر یہ حلال بھی ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ خلاف اولیٰ ضرور ہے۔اہل ورع رخصت پر عمل کا حکم نہیں دیتے۔بلکہ عزیمت پر عمل کی دلالت کرتے ہیں۔

لاہور کے مفتیوں نے احتیاج وضرورت کو سبب قرار دے کر حلال ہونے کا حکم دیا ہے۔احتیاج وضرورت کا دامن بڑا فراخ ہے۔اگر فراخ کریں گے تو کوئی چیز بھی سود نہیں رہے گی اور سود کے حرام ہونے کے بارے میں نص قطعی کا حکم بے فائدہ اور عبث ہو جائے گا۔جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے آپ کو یہ بات تو خوب ملاحظہ کرنی چاہیے کہ سود پر قرض لینے والے کے لیے دوسروں کو کھانا کھلانا کون سی ضرورت میں داخل ہے؟ قنیہ کی روایت بہر حال زیادہ سے زیادہ ضرورت مند کے لیے سودی قرض لینے کو جائز قرار دیتی ہے دوسروں کے لیے اس سے جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ شاید اس طرح کے کھانا پکانے والے کو کفارہ قسم یا کفارہ ظہار یا روزے کا کفارہ ادا کرنے کی ضرورت ہو اور اس میں شک نہیں کہ وہ یہ کفارہ ادا کرنے میں محتاج اور ضرورت مند ہے۔تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس کفارے والا اگر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا تو کفارے کے طور پر روزے رکھے۔نہ یہ کہ سود پر قرض لے۔اور اگر اس طرح کی اور ضرورتیں اور احتیاج در پیش آئیں تو تھوڑی سی توجہ سے تقویٰ کی برکت سے دور ہو سکتی ہیں۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ، وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

ترجمہ: جو شخص اللہ ﷻ کا تقویٰ اختیار کرے اللہ ﷻ اس کے لیے راستہ نکال دیتا ہے اور اسے رزق عطا کرتا ہے۔اس مقام سے جہاں سے اسے گمان نہیں ہوتا۔(سورۂ طلاق:۲،۳)

آپ پر اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۱۰۲،ج ۱،ص ۲۶۶ تا ۲۶۸،مرکز پخش: زاھدان،خیابان خیام،صدیقی،تہران)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان،حنفی،قادری،فاضل بریلی،قدس سرہ،متوفی ۱۳۴۰ھ،لکھتے ہیں:

مسئلہ ۱۳۰: ۲۱ رجب المرجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نے بیان فرمایا کہ سود کھانا اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بدتر ہے اور سود کا ایک روپیہ لینا اتنی بار زنا کرنے سے سخت تر ہے، یہ امر صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

بیشک صحیح ہے، اس باب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں :

حدیث(۱) کہ فرماتے ہیں ﷺ:

من اکل درھما من ربو فھو مثل ثلث و ثلثین زنیۃ، و من نبت لحمہ من السحت فالنار اولی بہ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط و الصغیر وصدرہ ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

ترجمہ: ایک درہم سود کا کھانا تینتیس زنا کے برابر ہے جس کا گوشت حرام سے بڑھے تو نارِ جہنم اس کی زیادہ مستحق ہے (اس کو طبرانی نے معجم اوسط اور صغیر میں اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث ۲۹۶۸، مکتبۃ المعارف ریاض، ۳/۵۴۱)

حدیث(۲و۳) کہ فرماتے ہیں ﷺ:

الدرھم یصیبہ الرجل من الربا اعظم عنداللہ من ثلثۃ و ثلثین زنیۃ یزنیھا فی الاسلام۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن مسعود ایضا عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

ترجمہ: بیشک ایک درہم کہ آدمی سود سے پائے اللہ ﷻ کے نزدیک سخت تر ہے تینتیس زنا سے کہ آدمی اسلام میں کرے۔ (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں عبداللہ بن مسعود سے نیز عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔)

(الدر المنثور، بحوالہ طبرانی، تحت آیۃ ۲/۲۷۹، منشورات قم ایران، ۱/۳۶۷)(الترغیب والترھیب، عن عبداللہ بن سلام حدیث ۱۲، مصطفی البابی مصر، ۳/۶)(مجمع الزوائد، باب ماجاء فی الربا، دار الکتاب بیروت، ۴/۱۱۷)

حدیث(۴) کہ فرماتے ہیں ﷺ:

درھم ربٰو یأکلہ الرجل وھو یعلم اشھد عنداللہ من ستۃ وثلثین زنیۃ۔ رواہ احمد بسند صحیح و الطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن حنظلۃ غسیل الملئکۃ۔

ترجمہ: سود کا ایک درہم کہ آدمی دانستہ کھائے اللہ تعالٰی کے نزدیک چھتیس زنا سے سخت تر ہے ت (اس کو امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ اور طبرانی نے معجم کبیر میں عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

(المعجم الاوسط، حدیث ۲۷۰۳، مکتبۃ المعارف ریاض، ۳/۳۳۰)(مسند احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن حنظلہ، دار الفکر بیروت، ۵/۲۲۵)

حدیث(۵) کہ فرماتے ہیں ﷺ:

ان الدرھم یصیبہ الرجل من الربا اعظم عنداللہ فی الخطیئۃ من ست وثلثین زنیۃ یزنیھا الرجل۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والبیہقی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ترجمہ: ایک درہم کہ آدمی سود سے پائے اللہ تعالٰی کے نزدیک مرد کے چھتیس بار زنا کرنے سے گناہ میں زیادہ ہے۔ (اس کو ابن ابی الدنیا نے غیبت کی مذمت میں اور بیہقی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ت) (الترغیب والترھیب بحوالہ ذم الغیبۃ، والبیہقی باب الترھیب من الربا، مصطفی البابی مصر، ۳/۷)

حدیث (۶) کہ فرماتے ہیں ﷺ:

لدرھم ربا اشد جرما عنداللہ من سبع وثلثین زنیۃ۔ رواہ الحاکم فی الکنی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

ترجمہ: بیشک سود کا ایک درہم اللہ ﷻ کے یہاں سینتیس زنا سے بڑھ کر جرم ہے۔ (اس کو حاکم نے کنیتوں کے باب میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔) (کنز العمال، بحوالہ الحاکم فی الکنی، حدیث ۹۷۸۰، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۴/۱۰۹)

حدیث (۷) کہ فرماتے ہیں ﷺ:

الربا سبعون حوبا ایسرھا کالذی ینکح امہ۔

ترجمہ: سود ستر گناہ ہے جن میں سب سے آسان تر اس شخص کی طرح ہے جو اپنی ماں سے نکاح کرے۔

(سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی الربا، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۱۶۵) (شعب الایمان، حدیث ۵۵۱۹، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۴/۳۹۴)

و فی روایۃ سبعون بابا ادناھا کالذی یقع علٰی امہ۔ رواہ ابن ماجۃ وابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابن جریر ورواہ البیہقی بسند لاباس بہ باللفظ الثانی کلھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ترجمہ: اور ایک روایت میں ہے کہ سود کے ستر دروازے ہیں جن میں ادنٰی یہ ہے کہ وہ اپنی ماں پر پڑے۔
اس کو ابن ماجہ اور ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ابن جریر نے اور بیہقی نے اس کو ایسی سند کے ساتھ روایت کیا جس میں کوئی حرج نہیں ساتھ لفظ ثانی کے تمام نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (شعب الایمان، حدیث ۵۵۲۰، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۴/۳۹۴)

حدیث (۸) کہ فرماتے ہیں ﷺ:

ان الربا ابواب، الباب منہ عدل سبعین حوبا ادناہ فجرۃ کاضطجاع الرجل مع امہ۔ رواہ ابن مندۃ وابونعیم عن الاسود بن وھب بن عبد مناف بن زھرۃ الزھری القرشی خال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ترجمہ: بیشک ربا کے کئی دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازہ برابر ستر گناہ کے ہے جن میں سب سے ہلکا گناہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ ہم بستر ہونا (اس کو ابن مندہ اور ابونعیم نے نبی کریم ﷺ کے ماموں حضرت اسود بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ الزہری القرشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔)

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، بحوالہ ابن مندہ ترجمہ ۱۷۲ اسود بن وہب دار صادر بیروت، ۱/۴۶)

حدیث (۹) کہ فرماتے ہیں ﷺ:

الربا احد وسبعون بابا او قال ثلثۃ وسبعون حوبا ادناھا مثل اتیان الرجل امہ۔ رواہ عبدالرزاق عن رجل من الانصار رضی اللہ

تعالی عنہم۔

ترجمہ: سود کے اکہتر دروازے ہے یا فرمایا تہتر گناہ ہے جن میں سب سے ہلکا ایسا ہے جیسے آدمی کا اپنی ماں سے جماع کرنا (اس کو امام عبدالرزاق نے انصار کے ایک مرد سے روایت کیا ﷺ)

(المصنف لعبدالرزاق باب ماجاء فی الربا، حدیث ۱۵۳۴۵، المکتب الاسلامی بیروت، ۸/ ۳۱۴)

حدیث (۱۰) کہ فرماتے ہیں ﷺ:

الربا اثنان وسبعون بابا ادناها مثل اتیان الرجل امه۔ رواه الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ: سود کے بہتر دروازے ہیں ان میں سے کم تر ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے صحبت کرنا (اس کو طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ معجم اوسط میں حضرت براء بن عازب ﷺ سے روایت کیا۔)

(المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث ۷۱۴۷، مکتبۃ المعارف ریاض، ۸/ ۷۴)

حدیث (۱۱) کہ فرماتے ہیں ﷺ:

ان ابواب الربا اثنان وسبعون حوبا ادناها کالذی یاتی امه فی الاسلام۔ رواه الطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہ۔

ترجمہ: بیشک سود کے دروازے بہتر گناہ ہیں سب میں کمتر ایسا ہے جیسے اسلام میں اپنی ماں سے زنا کرنا (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا عبداللہ بن سلام ﷺ سے روایت کیا۔)

(کنزالعمال، بحوالہ طبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن سلام، حدیث ۹۷۵۶ موسسۃ الرسالہ بیروت، ۴/ ۱۰۵)

حدیث (۱۲) کہ فرماتے ہیں ﷺ:

الربا ثلث وسبعون بابا ایسرها مثل ان ینکح الرجل امه۔ رواه الحاکم وقال صحیح علی شرطها والبیهقی عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ۔

ترجمہ: سود کے تہتر دروازے ہیں سب میں ہلکا اپنی ماں سے زنا کے مثل ہے (اس کو حاکم نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے اور امام بیہقی نے اس کو سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت کیا۔)

(المستدرک، کتاب البیوع، دارالفکر بیروت، ۲/ ۳۷)(شعب الایمان للبیہقی حدیث ۵۵۱۹، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۴/ ۳۹۴)

حدیث (۱۳) کہ فرماتے ہیں ﷺ:

ان الربا نیف وسبعون بابا اهونهن بابا مثل من اتی امه فی الاسلام ودرهم من ربا اشد من خمس و ثلثین زنیة۔ رواه البیهقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما۔

ترجمہ: سود کے کچھ اوپر ستر دروازے ہیں ان میں سب سے ہلکا ایسا ہے کہ مسلمان ہو کر اپنی ماں سے زنا کرنا اور سود کا ایک درہم پینتیس زنا سے سخت تر

ہے۔(اس کو بیہقی نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔)

(الدر المنثور، بحوالہ البیہقی فی الشعب، تحت آیۃ ۲۷۹/ ۱۲، منشورات قم ایران، ۶/ ۹۶)(الترغیب والترھیب بحوالہ البیہقی فی الشعب، الترھیب من الربا حدیث ۱۶، مصطفی البابی مصر، ۳/ ۸)

حدیث (۱۴) سیدنا امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

الربا سبعون بابا اھونھا مثل نکاح الرجل امہ۔رواہ ابن عساکر بسند صحیح۔

ترجمہ: سود ستر دروازے ہیں ان میں آسان تر اپنی ماں سے زنا کے مثل ہیں۔(اس کو ابن عساکر نے صحیح سند کے ساتھ روایت فرمایا۔ت)

(المنتقی لابن الجارود عن ابی ہریرۃ حدیث ۶۴۷، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ص ۲۱۸)

حدیث (۱۵) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الربا اثنان وسبعون حوبا اصغرھا حوبا کمن اتی امہ فی الاسلام ودرھم من الربا اشد من بضع وثلثین زنیۃ۔

ترجمہ: سود بہتر گناہ ہے سب سے چھوٹا بحالت اسلام اپنی ماں سے زنا کی طرح ہے اور سود کا ایک درہم کئی او پر تیس زنا سے سخت تر ہے۔

(الترغیب والترھیب بحوالہ ابن ابی الدنیا والبغوی، حدیث ۱۲ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۳/ ۷) (شرح السنۃ للبغوی، باب وعید آکل الربا، حدیث ۲۰۵۴، المکتب الاسلامی بیروت، ۸/ ۵۴)

رواہ ابن ابی الدنیا والبغوی وغیرھما وصدرہ عند عبدالرزاق بلفظ بضعۃ وسبعون۔

ترجمہ: اس کو ابن ابی الدنیا اور بغوی وغیرہ نے روایت کیا، اور امام عبدالرزاق کے ہاں لفظ بضع وسبعون کے ساتھ ہے۔

(المصنف لعبدالرزاق، باب ماجاء فی الربا، حدیث ۱۵۳۴۶، المکتب الاسلامی بیروت، ۸/ ۳۱۴)

حدیث (۱۶) سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

الربا ثلث وسبعون حوبا ادناھا حوبا کمن اتی امہ فی الاسلام ودرھم من الربا کبضع وثلثین زنیۃ۔رواہ عبدالرزاق۔

ترجمہ: سود میں تہتر گناہ ہیں سب سے کم ایسا جیسے اسلام میں اپنی ماں سے جماع کرنا اور سود کا ایک درہم چند اور تیس زنا کی مانند ہے (اس کو امام عبدالرزاق نے روایت کیا۔)۔ (المصنف لعبدالرزاق، باب ماجاء فی الربا، حدیث، ۱۵۳۴۴، المکتب الاسلامی بیروت، ۸/ ۳۱۴)

حدیث (۱۷) کعب احبار فرماتے ہیں :

لان ازنی ثلثا وثلثین زنیۃ احب الی من ان اکل درھما ربا یعلم اللہ انی اکلتہ حین اکلتہ ربا۔رواہ الامام احمد عنہ بسند جید۔

ترجمہ: بیشک مجھے اپنا تینتیس بار زنا کرنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ سود کا ایک درہم کھاؤں جسے اللہ ﷻ جانے کہ میں نے سود کھایا ہے۔(اس کو امام احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔) (مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن حنظلہ، دار الفکر بیروت، ۵/ ۲۲۵)

والعیاذ باللہ تعالٰی، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ، ج ۱۷، ص ۲۹۳ تا ۲۹۷، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

باب نمبر ۵۷

سوال:(۱۲۹) ماں، باپ، بزرگوں کے ہاتھ، پاؤں چومنا:

مکتوب: بنام میاں محمد حنفی سیفی راوی ریان، لاہور، الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

عزیز الوجود میاں محمد سیفی راوی ریان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کی طرف سے چند سوالات موصول ہوئے جس میں آپ نے بزرگوں اور والدین کے ہاتھ پاؤں چومنے کے بارے میں دریافت کیا۔ جواب درج ذیل ہے۔ کسی صالح، مومن، متقی، عالم، والدین، اولاد اور پیر و مرشد یا استاد کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز بلکہ سنت و مستحب ہے، اس بارے میں روایات احادیث اور اقوال فقہا بکثرت وارد ہیں اور تعاملاً، تواتر بھی چلا آ رہا ہے۔

وأورد الامام داؤد فی کتاب الأدب باب فی قبلة بین العینین فأخرج فیه حدیث جعفر رضی الله عنه وأقام باب فی قبلة الخد فأخرج حدیث قبلة خد الحسن رضی الله عنه وأقام باب قبلة الید وذکر حدیث عبدالله بن عمر رضی الله عنه قال فدنونا یعنی من النبی صلی الله علیه واله وسلم فقبلنا یده ثم أقام باب فی قبلة الجسد فذکر فیه حدیث قبلة کشحه قال انما أردت هذا یارسول الله ثم اقام باب قبلة الرجل وذکر حدیث وفد عبدالقیس قال یعنی زارع لما قدمنا المدینة فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول الله، صلی الله واآله وسلم ورجله۔ (الحدیث) (سنن ابو دائود جلد آخر کتاب الادب ص ۳۵۳)

ترجمہ: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الادب میں تقبیل کے مسئلہ میں پانچ باب مسلسل ذکر کیے ہیں اور باب کا ترجمۃ الباب اس طرح ہے۔ دونوں آنکھوں کے درمیانی حصے کا بوسہ دینا اور پھر وہ حدیث شریف لائے ہیں جس میں حضور ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا دونوں آنکھوں کے درمیانی حصہ کا بوسہ لیا تھا اور دوسرے باب کا ترجمۃ الباب اس طرح بیان فرمایا۔ گال کا بوسہ لینا۔ اور اس باب میں وہ حدیث شریف لائے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے خد مبارک (گال مبارک کا بوسہ لیا تھا) پھر باب قائم کیا جس میں ہاتھ کا بوسہ مذکور ہے اور حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو لایا کہ فرمایا انہوں نے پس ہم نبی کریم ﷺ کے قریب ہو گئے اور ہم نے ان کے ہاتھ مبارک کا بوسہ لیا اس کے بعد باب قائم کیا۔ پہلو کو بوسہ دینے میں اور وہ حدیث شریف لائے کہ ایک بندہ نے حضرت ﷺ کے پہلو مبارک کا بوسہ لیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میرا مقصد صرف یہی تھا اس کے بعد وہ باب لایا جس میں پاؤں کا چومنا مذکور ہے اور حدیث وفد عبدالقیس کو استدلالاً ذکر کیا راوی

نے کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے تو ہم ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے تاکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک اور پاؤں مبارک کا بوسہ لیں۔

وکذأاوردالأحادیث من مسئلة التقبیل صاحب المشکوٰة فی باب المصافحة والمعانقة۔(ص ۴۰۲)

اسی طرح کی روایات اور احادیث ابوداؤد وغیرہ سے صاحب مشکوٰۃ نے بھی نقل فرمائی ہیں اور ان احادیث مبارکہ کو باب المصافحة والمعانقة میں نقل کیا ہے۔

اور علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ وغیرہ نے بکثرت روایات اس بارے میں نقل کی ہیں علامہ شیخ محمد عابد سندھی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔(یہ رسالہ ہمارے ہاں موجود ہے، مجلس شوریٰ) بخاری کی ادب المفرد' طبرانی کی معجم اوسط' حاکم کی مستدرک' ترمذی کی جامع' نسائی اور ابن ماجہ کی سنن' طبری کی کتاب الریاض اور ابن حجر رحمہ اللہ کی اصابہ میں زیر بحث عنوان پر صحیح اور جید وحسن روایات موجود ہیں۔فقہ حنفی کی کتب متداولہ میں سے چند حوالے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

تنویر الابصار میں ہے۔

انه علیه الصلوة والسلام کان یقبل راس فاطمة وقال علیه الصلوة والسلام من قبل رجل أمه فکانما قبل عتبة الجنة

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سر مبارک کا بوسہ لیتے تھے اور نبی اکرم ﷺ نے ہی فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی ماں کے پاؤں کا بوسہ لیا تو ایسا ہے کہ جیسے کہ جنت کی چوکھٹ چومنا۔ (تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار جلد خامس فصل فی النظر والمس ص ۲۵۹ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

ثم قال بعد ذلک فی باب الاستبراء وغیره مانصه لاباس بتقبیل یدالرجل العالم المتورع علی سبیل التبرک "درد" ونقل المصنف عن الجامع أنه لا بأس بتقبیل یدالحاکم والمتدین (السلطان العادل) وقیل سنة "مختبی" وبتقبیل راسه أی العالم أجود کما فی البزازیة ولا رودخصة فی أی فی تقبیل الیدلغیر هما أی لغیر عالم وعادی هو المختار مجتبی وفی الحیط أن لتعظیم اسلامه واکرامه جازوان الدنیا کره (طلب من عالم وزاهدأن یدفع الیه قدمه ویمکنه من قدمه یقبله اجابه...اه ثم قال العلامة السید محمد آمین بن عابدین فی شرح التنویر (قوله وقیل سنة) ای تقبیل یدالعالم والسلطان العادل قال الشربنالی وعلمت ان مفاد الأحادیث سنیه اوندبه لما أشاء الیه العینی و(قوله یدفع الیه قدمه) یعنی عنه مافی المتن شامی ج ۵ ص ۲۷۱

ترجمہ: (اس کے بعد فرمایا) جائز ہے کہ کسی عالم یا متقی شخص کے ہاتھ تبرک کے واسطے چوم لے اور حاکم متدین (سلطان عادل) کے ہاتھ چومنا بھی جائز ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کے ہاتھ چومنا سنت ہے اور عالم کا سر چومنا زیادہ اچھا ہے اور عادل' متقی کے علاوہ اور کسی کا بوسہ جائز نہیں۔ہاں اگر اس کے سلام کی تعظیم اور اکرام کے واسطے بوسہ لیا تو پھر جائز ہے اور گر دنیوی غرض کے لیے تھا تو جائز نہیں۔اگر کسی نے عالم اور پرہیز گار بندہ سے طلب کیا کہ وہ اس کا اپنا پاؤں دے تاکہ وہ بوسہ کرے تو چاہئے کہ وہ نیک بندہ اس بات کو قبول کرلے اور بوسہ کی سنت ہونے میں علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ احادیث سے اس کا سنت ومستحب ہونا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عینی رحمہ اللہ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

وقال الشیخ احمد الطحطاوی وفی غائبه البیان عن الواقعات تقبیل یداعالم والسلطان العادل جائز ورد فی أحادیث ذکر ما البدر العینی ما یفیدان النبی ﷺ یقبل الحسن وفاطمة رضی الله تعالیٰ عنها وقبل ﷺ عثمان ابن مظعون بعد موته وکذلک۔ قبل الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه رسول الله ﷺ بعد موته وقبل رسول الله ﷺ ابن عمه جعفر بین عینیه ثم قال البدر العینی فعلم من

مجموع ماذکرنا اباحۃ تقبیل الید والرجل والکشح والراس الجبھۃ والشفتین وبین العینین (لکن تبرکا لا شھوۃ) (طحطاوی علی المراقی ص ۱۷۲،۱۷۱)

ترجمہ: اور ہمارے علمائے حنفیہ میں سے شیخ احمد طحطاوی ﷫ نے فرمایا ہے کہ عالم اور سلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے اور اس باب میں احادیث وارد ہوئی ہیں جن کو علامہ بدرالدین عینی حنفی ﷫ نے ذکر فرمایا ہے اور ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومے جاتے تھے اور وہ خود حسن ﷛ اور فاطمہ ﷞ کا بوسہ لیا تھا اور اسی طرح حضرت صدیق ﷛ نے حضرت رسول اکرم ﷺ ان کو چوما تھا۔ وصال مبارک کے بعد اور اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفر ﷛ کا بوسہ لیا تھا دونوں آنکھوں کے درمیان اس کے بعد علامہ بدر عینی ﷫ نے فرمایا۔ کہ ان تمام احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہاتھ، پاؤں، پہلو، سر، پیشانی، ہونٹ آنکھوں کے درمیان یہ ساری چیزیں تبرکاً یا اکراماً وتعظیماً جائز ہے کہ چومے ہاں شہوت کے ساتھ اپنی بیوی اور کنیز کے علاوہ جائز نہیں۔ پس واضح ہوا کہ اہل اللہ ﷫ کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کا چومنا جائز ثابت بالسنہ اور مستحب عمل ہے اس کا انکار شریعت کا انکار ہے۔ وما توفیقی الا باللہ وما علینا الا البلاغ (والسلام) فقیر اخندزادہ سیف الرحمن پیرارچی وخراسانی ﷫

(سہ ماہی، انوار رضا، ص ۱۵۶)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

وَلَا بَأْسَ بِقُبْلَةِ يَدِ المعَظَّمِ فِي الدِّينِ تبركاً به وتوقيراً له وروي عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قبلنا يد النبي صلى الله عليه وسلم وعن، كعب بن مالك قال لما نزلت توبتي أتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقبلت يده وروي أن أعرابياً قال يا رسول الله ائذن لي فأقبل رأسك ويدك قال فأذن له ففعل ولقي أبو عبيدة عمر بن الخطاب رضي الله عنهما فصافحه وقبل يده وتنحيا يبكيان۔

ترجمہ: بزرگوں کے ہاتھ وغیرہ چومنا، بوسہ دینا برکت حاصل کرنے اور اس کی تعظیم کے لئے ہو تو کوئی حرج نہیں حضرت ابن عمر ﷛ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔ (ابوداؤد) کعب بن مالک ﷛ نے فرمایا کہ جب میری توبہ نازل ہوئی تو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ (ابوبکر بن المقری فی کتاب الرخصۃ فی تقبیل الید) مروی ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اجازت دیجئے کہ آپ سے مصافحہ کروں اور ہاتھ کو بوسہ دوں۔ آپ نے اجازت دی اس نے آپ کے ہاتھ مبارک اور چہرہ اقدس کو بوسہ دیا۔ (حاکم) حضرت ابو عبیدہ حضرت عمر ﷛ سے ہے تو آپ نے مصافحہ کیا اور ہاتھ چوما پھر دونوں رونے لگے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ، الباب الثالث، ج ۲، ص ۲۹۰، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

باب نمبر ۵۸

سوال: (۱۳۰) علم غیب ذاتی کا بیان:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((ملا حسن کشمیری)) در جواب سؤالی که نموده بود که ((شیخ عبدالکبیر یمنی))

گفته است: حق۔ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی۔ عالم به غیب نیست

التفات نامه گرامی مشرف ساخت، آنچه از روی کرم مرقوم بود، به وضوح انجامید، نوشته بودند که ((شیخ عبدالکبیر یمنی)) گفته است که حق سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی۔ عالم به غیب نیست۔

مخدوما فقیر را تاب استماع امثال این سخنان اصلاً نیست، بی اختیار رگ فاروقیم در حرکت می آید و فرصت تأویل و توجیه آن نمی دهد، قائل آن سخنان ((شیخ کبیر یمنی)) باشد یا ((شیخ اکبر شامی)) کلام محمد عربی۔ علیه وعلی اله الصلوة والسلام۔ در کار است، نه کلام ((محی الدین عربی)) و ((صدر الدین قوینوی)) و ((عبدالرزاق کاشی))۔ ما را به نص کار است، نه به فص۔ ((فتوحات مدنیه)) از (فتوحات مکیه)) مستغنی ساخته است۔

حق تعالی در کلام مجید خود را به علم غیب خود می ستاید و خود را عالم الغیب می فرماید۔ نفی علم غیب کردن از او سبحانه، بسیار مستقبح و مستنکر است و فی الحقیقت تکذیب است مر حق را سبحانه۔ غیب را معنی دیگر گفتن، از شناعت نمی بر آرد (کبرت کلمة تخرج من افواههم) (کهف/۵۔) فیالیت شعری ماحملهم علی التفوه بامثال هذه الکلمات الصریحة فی خلاف الشرعیة۔

((منصور)) اگر ((اناالحق)) گوید و ((بسطامی))، ((سبحانی)) معذور اند و مغلوبند در غلبات احوال، اما این قسم کلام، از احوال نیست، تعلق به علم دارد و مستند به تأویل است۔ عذر را نمی شاید و هیچ تأویلی در این مقام مقبول نیست، فان کلام السکاری یحمل و یصرف عن الظاهر لاغیر و اگر متکلم این کلام، مقصود از اظهار این کلام ملامت خلق داشته باشد و نفرت اینها، آن نیز مستکره است و مستهجن، از برای تحصیل ملامت خلق، راهها بسیار است، به چه ضرورت کسی تا به سرحد کفر رساند۔

وچون در تأویل این کلام سخن کرده اند و استفسار نموده، به حکم سؤالی را جوابی باید، به ضرورت در آن باب سخن سراید و علم الغیب، عندالله سبحانه آنکه گفته اند که غیب معدوم باشد، علم به معدوم نباشد، یعنی چون غیب نسبت به حق سبحانه معدوم مطلق است

ولاشی ءمحض، تعقل علم را به وی معنی نباشد، چه معلومیت او را از عدمیت مطلق ولاشیئیت محض می برآرد۔ نتوان گفت که حق۔ سُبحَانَهٗ وَ تعَالیٰ۔ عالم به شریک خود است، چه شریک او تعالی وتقدس اصلاً موجود نیست ولاشی ءصرف است۔

آری! مفهوم غیب و مفهوم شریک را تصور کردن ممکن است، اما کلام در ما صدق علیه اینها است، نه در مفهوم۔ همچنین است حال جمیع محالات که مفهومات آنها ممکن التصور اند و ما صدقات ممتنع التصور، چه معلومیت از استحاله می برآرد و لا اقل وجود ذهنی می بخشد و اعتراضی که بر توجیه ((مولانا محمد روجی)) کرده اند، درست است؛ نفی نسبت علمیت در مرتبه احدیت مجرده، مستلزم نفی مطلق علم است، تخصیص به نفی علم غیب کردن وجهی ندارد و اشکال دیگر بر توجیه مولانا آن است که اگرچه در مرتبه احدیت مجرده نسبت علمیت منتفی است، اما عالمیت او تعالی بر حال خود است، چه به ذات عالم است، نه به صفت آنجا منتفی است۔ نفاةِ (نفی کنندگان۔) صفات حق را سبحانه عالم می گویند با آنکه صفت علم را از وی تعالی مسلوب می سازند۔

انکشافی که بر صفت مترتب می شد، بر ذات مترتب می دانند، فکذا هذا و توجیهی که خود کرده اند و از غیب، غیب ذات تعالی و تقدس اراده نموده اند و تعلق علم را با آن جائز نداشته اند اگرچه علم واجب باشد تعالی و تقدس اقرب توجیهات است، اما فقیر را در عدمِ جواز تعلق علم واجب را۔ تعالی۔ به ذاتِ بحث (۔صرف ومجرد۔) او سبحانه بحث است۔ چه وجهی که در عدم جواز گفته اند اقتضاء حقیقت علم است مر احاطه معلوم را و ذات مطلق تعالی، مقتضی عدم احاطه است، فلا یجتمعان بهذا التعلقِ، اینجا مَحل خدشه است، زیرا که در علم حصولی این معنی در کار است که آنجا حصولِ صورت معلوم است در قوت علمیه اما در علم حضوری، هیچ در کار نیست و در مانحن، فیه علم حضوری است، نه حصول فلا محذور فی ان یتعلق العلم الواجبی سبحانه بذاته تعالی بطریق الحضور لا بطریق الحصولِ واللہ سبحانه اعلم بحقیقة الحال و صلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد و اله الطاهرین وسلم و بارک والسلام اولا و اخرا۔

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔ ان کے اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے کیا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔ آپ کے التفات نامہ گرامی نے مشرف فرمایا۔ جو آپ نے کرم نوازی کے طور پر تحریر فرمایا تھا۔ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔ مخدوم گرامی: فقیر (امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) اس طرح کی باتیں سننے کی تاب نہیں رکھتا۔ میری رگ فاروقی بے اختیار حرکت میں آتی ہے۔ اور اس طرح کی باتوں کی تاویل وتوجیہ کی فرصت نہیں دیتی چاہے ایسی باتوں کا قائل شیخ عبدالکبیر یمنی علیہ الرحمہ ہو یا شیخ اکبر شامی علیہ الرحمہ محمد عربی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام درکار ہے۔ نہ کہ محی الدین عربی علیہ الرحمہ اور صدر الدین قونیوی علیہ الرحمہ یا عبدالرزاق کاشی علیہ الرحمہ کا کلام۔ ہمیں نص کے ساتھ کام ہے، فص کے ساتھ نہیں فتوحات مدینہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں علم غیب کے ساتھ اپنی صفت کرتا ہے اور اپنے آپ کو عالم الغیب فرماتا ہے۔ اس ذات سبحانہ سے علم غیب کی نفی کرنا بہت قبیح اور برا ہے۔ اور فی الحقیقت حق سبحانہ وتعالیٰ کی تکذیب ہے۔ غیب کا کوئی اور معنی کرنا بھی اس برائی سے نہیں نکال سکتا۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ۔

ترجمہ: ان کے مونہوں سے بہت ناگوار کلمہ نکل رہا ہے۔ (سورۃ الکہف:۵)

کاش میں سمجھتا کہ انہیں اس طرح کے صریح خلافِ شریعت کلمات زبان پر لانے پر کون سی چیز ابھار رہی ہے۔ منصور علیہ الرحمہ اگر انالحق کہے اور بسطامی سبحانہ، کا نعرہ لگائے تو یہ حضرات معذور ہیں اور غلبہ احوال کے تحت مغلوب ہیں۔ لیکن اس طرح کا کلام احوال میں سے نہیں، علم سے تعلق رکھتا ہے اور تاویل کا متقاضی ہے۔ اس طرح کی باتوں کو معذوری پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہاں کوئی تاویل بھی قابل قبول نہیں ہوسکتی کیونکہ صرف اہل سکر کا کلام کسی تاویل پر محمول کیا جاتا اور ظاہر معنی سے پھیرا جاتا ہے اور اگر اس کلام کے متکلم کا اس طرح کے کلام کے اظہار سے مقصود خلق کی ملامت اور ان کی نفرت ہے تو یہ بھی برا اور قبیح ہے مخلوق کی ملامت حاصل کرنے کے اور بہت سے راستے ہیں۔ کیا ضرورت ہے کہ انسان اپنی ملامت کے لیے اپنے آپ کو کفر کی حد تک پہنچائے اور جب کہ آپ نے اس کلام کی تاویل کے متعلق کہا اور استفسار فرمایا ہے تو ''سوال کا جواب ملنا چاہیے'' کے مطابق مجبوراً اس باب میں کچھ عرض کرتا ہے اور غیب کا علم اللہ سبحانہ ہی کو ہے۔ اس کی ایک تاویل تو یہ کی گئی ہے کہ غیب معدوم ہے اور علم معدوم کے ساتھ متعلق نہیں ہوسکتا، یعنی جب کہ غیب حق سبحانہ کی نسبت سے معدوم مطلق اور لاشے محض ہے تو علم اس کے ساتھ متعلق ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ کیونکہ صرف معلومیت اسے مطلق علومیت ولاشیئت محض سے باہر نہیں نکال سکتی۔ جس طرح یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے شریک کا عالم ہے۔ کیونکہ اس ذات تعالیٰ وتقدس کا شریک اصلاً موجود نہیں اور لاشے محض ہے۔ ہاں مفہوم غیب اور مفہوم شریک کا تصور ہوسکتا ہے لیکن ہمارا یہ کلام شریک اور غیب کے مصداق میں ہے، نہ ان کے مفہوم میں۔ اور یہی حال ہے ان تمام محالات کا جن کا مفہوم تو ممکن التصور ہے اور ان کے مصداق ممتنع التصور ہیں۔ کیونکہ معلومیت انہیں استحالہ سے باہر لے آتی ہے۔ اور کم از کم وجود ذہنی تو ان کو عطا کردیتی ہے۔

اور جو اعتراض آپ نے مولانا محمد روجی کی توجیہ پہ کیا ہے درست ہے۔ مرتبہ احدیت مجردہ میں نسبت علمیت کی نفی مطلق علم کی نفی کو مستلزم ہے۔ علم غیب کی نفی کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔ مولانا محمد روجی کی توجیہ پر آپ کے اعتراض کے علاوہ ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگرچہ مرتبہ احدیت مجردہ میں نسبت علمیت منتفی ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی عالمیت اپنے حال پر برقرار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ذات سے عالم ہے، صفت سے عالم نہیں کیونکہ صفت تو وہاں ہے ہی منتفی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو منتفی جاننے والے بھی حق سبحانہ کے عالم ہونے کے قائل ہیں۔ حالانکہ صفت علم کو اس ذات سے مسلوب قرار دیتے ہیں اور جو انکشاف علمی صفت پر مرتب ہوتا ہے وہ اسے ذات پر مرتب مانتے ہیں۔ تو اسی طرح یہ بھی۔

اور وہ توجیہ جو آپ نے خود کی ہے۔ اور غیب سے مراد غیب ذات واجب تعالیٰ مراد لیا ہے اور علم کے تعلق کو اس کے ساتھ جائز قرار نہیں دیا۔ اگرچہ واجب تعالیٰ وتقدس کا علم ہی ہو۔ یہ سب توجیہات سے اقرب توجیہ ہے لیکن فقیر کو واجب تعالیٰ کے اس کی ذات بحث کے ساتھ علم کا تعلق نہ ہونے میں بحث ہے۔ کیونکہ عدم جواز کی جو وجہ آپ نے بیان کی ہے وہ احاطہ معلوم کے لیے حقیقت علم کا تقاضا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق عدم احاطہ کی متقاضی ہے لہٰذا اس تعلق سے دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ اس جگہ ایک خدشہ ہے کیونکہ یہ چیز علم حصولی میں درکار ہے۔ جہاں قوت علمیہ میں معلوم کی صورت کا حصول ہوتا ہے۔ لیکن علم حضوری میں یہ چیز کچھ درکار نہیں۔ اور ہماری بحث علم حضوری میں ہے حصولی میں نہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی خرابی نہیں کہ واجب سبحانہ وتعالیٰ کا علم اس کی ذات کے ساتھ بطریق حضور ہو نہ بطریق حصول۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ الطاھرین وسلم وبارک والسلام اولاً وآخراً۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۰۰، ج ۱، ص ۲۸۲، مرکز تحقیق: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

باب نمبر ۵۹

سوال: (۱۳۱) اعتراض کے طور پر دیوبندیوں کے مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا:

۱۔علم غیب عطائی حضور ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نیز اولیاء کرام کے لئے ثابت ہے؟ (تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص، ۵۳۳)

الجواب:

علم غیب عطائی:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔

ترجمہ: تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ (القرآن الکریم، ۲۷/۶۵)

اور اس سے مراد وہی علم ذاتی وعلم محیط ہے کہ وہی باری ﷻ کے لیے ثابت اور اس سے مخصوص ہیں۔ علم عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہو۔ علم غیر محیط کہ بعض اشیاء سے مطلع بعض سے ناواقف ہو، اللہ ﷻ کے لیے ہو ہی نہیں سکتا، اس سے مخصوص ہونا تو دوسرا درجہ ہے، اور اللہ عزوجل کی عطا سے علوم غیب غیر محیط کا انبیاء (علیہم الصلوۃ والسلام) کو ملنا بھی قطعاً حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۔

ترجمہ: اللہ اس لیے نہیں کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کرے ہاں اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ (القرآن الکریم، ۳/۱۷۹)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔

ترجمہ: اللہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (القرآن الکریم، سورۃ الجن: ۲۶، ۲۷)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

قال ابن الشيخ انه تعالى لا يطلع على الغيب الذي يختص به علمه الا المرتضى الذي يكون رسولا وما لا يختص به يطلع عليه غير

الرسول۔

ترجمہ: ابن شیخ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ اس غیب پر جو اس سے خاص ہے کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسولوں کے اور جو غیب کہ رب کے ساتھ خاص نہیں اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرما دیتا ہے۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الجن، تحت الآیۃ ۲۷، ج۱۰، ص ۲۰۳، ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ

ترجمہ: یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔ (القرآن الکریم ۸۱/ ۲۴)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ۔

ترجمہ: اے نبی! یہ غیب کی باتیں ہم تم کو مخفی طور پر بتاتے ہیں۔ (القرآن الکریم، ۱۲/ ۱۰۲)

حتی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرماتا ہے:

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ۔

ترجمہ: غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ (القرآن الکریم ۲/ ۳)

ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شیٔ کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیونکر ممکن۔

امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۶۰۶ھ، لکھتے ہیں:

وأما الذي عليه دليل فلا يمتنع أن تقول: نعلم من الغيب مالنا عليه دليل۔

ترجمہ: اور رہا وہ علم جس پر دلیل ہو تو یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس میں ہمارے لیے دلیل ہے۔

(مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۲/ ۳ المطبعۃ البہیۃ المصریہ مصر ۲/ ۲۸)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیاء) کے نام سکھائے۔ (سورۃ البقرہ: ۳۱)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی علیہ الرحمہ متوفی ۷۱۰ھ، لکھتے ہیں:

ومعنى تعليمه أسماء المسميات أنه تعالى أراه الأجناس التي خلقها وعلمه أن هذا اسمه فرس وهذا اسمه بعير وهذا اسمه كذا وهذا اسمه كذا وعن ابن عباس رضى الله عنهما علمه اسم كل شيء حتى القصعة والمغرفة۔

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتانے کے معنی یہ ہیں کہ رب تعالیٰ نے انکو وہ تمام جنسیں دکھادیں جس کو پیدا کیا گیا اور انکو بتادیا کہ نام گھوڑا اور اس کا نام اونٹ اور اس کا نام فلاں ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کو ہر چیز کے نام سکھادیئے۔یہاں تک کہ پیالی اور چلو کے ...

(تفسیر النسفی، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، ج،۱،ص،۷۹،قدیمی کتب خانہ کراچی)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی علیہ الرحمہ، متوفی ۷۴۱ھ، لکھتے ہیں:

وقيل علم آدم أسماء الملائكة وقيل أسماء ذريته وقيل علمه اللغات كلها۔

ترجمہ: کہا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں کے نام سکھادیئے اور کہا گیا کہ ان کی اولاد کے نام اور کہا گیا کہ ان کو تمام زبانیں سکھادیں۔

(تفسیر خازن، ج،۱،ص،۳۶)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۶۰۶ھ، لکھتے ہیں:

أي علمه صفات الأشياء ونعوتها وخواصها وهو المشهور أن المراد أسماء كل ما خلق الله من أجناس المحدثات من جميع اللغات المختلفة التي يتكلم بها ولد آدم اليوم من العربية والفارسية والرومية وغيرها۔

ترجمہ: آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے اوصاف اور ان کے حالات سکھادیئے۔اور یہی مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر حادث کی جنس کے سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں ہونگے۔جن کو اولاد آدم آج تک بول رہی ہے عربی، فارسی، رومی وغیرہ۔

(التفسیر الکبیر، سورۃ،البقرۃ،تحت الآیۃ:۳۱،ج،۲،ص،۱۶۲،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ قاضی القضاۃ امام ابو السعود محمد بن محمد عمادی علیہ الرحمہ، متوفی ۹۵۱ھ، لکھتے ہیں:

وقيل أسماءَ ما كان وما سيكونُ إلى يومِ القيامةِ وقيلَ معنى قولِه تعالى وعلم آدمَ الأسماءَ خلقه من أجزاءَ مختلفةٍ وقوىً متباينةٍ مستعداً لإدراكِ أنواعِ المدرَكات من المعقولات والمحسوسات والمتخيَّلات والموهومات وألهمه معرفةَ ذواتِ الأشياءِ وأسمائها وخواصِها ومعارفِها وأصولَ العلمِ وقوانينَ الصناعاتِ وتفاصيلَ آلاتِها وكيفياتِ استعمالاتها۔

ترجمہ: اور کہا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو قیامت تک کے گزشتہ اور آئندہ چیزوں کے نام بتادیئے اور کہا گیا ہے کہ اپنی ساری مخلوق کے نام بتادیئے عقلی، حسی، خیالی، وہمی چیزیں بتادیں ان چیزوں کی ذات، ان کے نام ان کے خاصے ان کی پہچان، علم کے قواعد، ہنروں کے قانون، ان کے اوزاروں کے تفصیل اور انکے استعمال کے طریقے کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو الہام فرمایا۔

(تفسیر ابی السعود، سورۃ،البقرۃ،تحت الآیۃ:۳۱،ج،۱،ص،۱۰۹،دار احیاء التراث العربی،بیروت)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۲۷ھ، لکھتے ہیں:

وعلمه أحوالها وما يتعلق بها من المنافع الدينية والدنيوية وعلمه اسماء الملائكة واسماء ذريته كلهم واسماء الحيوانات والجمادات وصنعة كل شيء واسماء المدن والقرى واسماء الطير والشجر وما يكون وكل نسمة يخلقها الى يوم القيامة واسماء المطعم ...

والمشروبات و کل نعیم فی الجنة واسماء کل شیء وفي الخبر علمه سبعمائة ألف لغة۔

ترجمہ: اور حضرت آدم علیہ السلام کو چیزوں کے حالات سکھائے اور جو کچھ ان میں دینی اور دنیاوی نفع ہیں وہ بتائے اور انکو فرشتوں کے نام انکی اولاد اور حیوانات اور جمادات کے نام بتادیئے اور ہر چیز کے نام بنانا بتایا تمام شہروں اور گاؤں کے نام پرندوں اور درختوں کے نام جو ہو چکا یا جو کچھ بھی ہوگا ان کے نام اور قیامت تک پیدا فرمائے گا ان کے نام اور کھانے پینے کی چیزوں کے نام جنت کی ہر نعمت غرضیکہ ہر چیز کے نام بتادیئے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانیں سکھائی گئیں۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ ۳۱، ج۱، ص۱۰۲، ۱۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔

ترجمہ: اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہوں۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۴۳)

عمدۃ المفسرین، زبدۃ المحدثین، علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۳۹ھ، لکھتے ہیں:

او مطلع است بنور نبوت بر دین ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجی از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بدان از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس ادمے شناسد گناہان شمار او درجات ایمان شمار او اعمال بد و نیک او اخلاق و نفاق شمار لہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول واجب العمل است۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے۔ اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اور کون سا حجاب اس کی ترقی سے مانع ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں لہذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔"

(تفسیر عزیزی مسمی بہ فتح العزیز، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ: ۱۴۳، ج۱، ص۶۳۶، المکتبۃ الحقانیۃ کانسی روڈ کوئٹہ، پاکستان)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

هذا مبنى على تضمين الشهيد معنى الرقيب والمطلع فعدى تعديته والوجه في اعتبار تضمين الشهيد الاشارة الى ان التعديل والتزكية انما يكون عن خبرة ومراقبة بحال الشاهد۔ ومعنى شهادة الرسول عليهم اطلاعه على رتبة كل متدين بدينه وحقيقته التي هو عليها من دينه وحجابه الذي هو به محجوب عن كمال دينه فهو يعرف ذنوبهم وحقيقة ايمانهم وأعمالهم وحسناتهم وسيآتهم وإخلاصهم ونفاقهم وغير ذلك بنور الحق وأمته يعرفون ذلك من سائر الأمم بنوره عليه الصلاة والسلام۔

ترجمہ: یہ اس بنا پر ہے کہ کلمہ شہید میں محافظ اور خبردار کے معنیٰ بھی شامل ہیں۔ اور اس معنیٰ کو شامل کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ کسی کو عادل کہنا اور صفائی کی

گواہی دینا گواہ کے حالات پر مطلع ہونے سے ہوسکتا ہے۔ اور حضور ﷺ کے مسلمانوں پر گواہی دینے کے معنیٰ یہ ہیں کہ حضور ﷺ ہر دیندار کے دینی مرتبے کو پہچانتے ہیں پس حضور ﷺ مسلمانوں کے گناہوں کو ان کے ایمان کی حقیقت کو ان کے اچھے برے اعمال کو ان کے اخلاص اور نفاق وغیرہ کو نورِ حق سے پہچانتے ہیں اور حضور ﷺ کی امت بھی قیامت میں ساری امتوں کے یہ حالات جانے گی مگر حضور ﷺ کے نور سے۔"

(تفسیر روح البیان، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ، ۱۴۳، ج۱، ص ۲۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔

ترجمہ: جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۵۵)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت شیخ المشائخ امام احمد بن عمر بن محمد نجم الدین کبریٰ، قدس سرہ، متوفی ۶۱۸، اور مفسر قرآن صوفی با کمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

(يَعْلَمُ) محمد عليه السلام (ما بَيْنَ أَيْدِيهِمْ) من الأمور الاوليات قبل خلق الله الخلائق كقوله (أول ما خلق الله نوری) (وَما خَلْفَهُم) من احوال القيامة وفزع الخلق وغضب الرب۔

ترجمہ: حضور ﷺ مخلوق کے پہلے کے حالات جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مخلوقات کو پیدا کرنیکے پہلے کے واقعات، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ اور انکے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں قیامت کے احوال مخلوق کی گھبراہٹ اور رب تعالیٰ کا غضب وغیرہ۔"

(التاویلات النجمیۃ فی التفسیر الاشاری الصوفی، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ ۲۵۵: ج۱، ص ۳۲۹، ۳۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت تفسیر روح البیان، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ، ۲۵۵، ج۱، ص ۴۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی با کمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

يعنى هو شاهد على أحوالهم يعلم ما بين أيديهم من سيرهم ومعاملاتهم وقصصهم وما خلفهم من امور الآخرة واحوال اهل الجنة والنار وهم لا يعلمون شيأ من معلوماته إِلَّا بِما شاءَ ـ علم الأولياء من علم الأنبياء بمنزلة قطرة من سبعة أبحر وعلم الأنبياء من علم نبينا محمد عليه الصلاة والسلام بهذه المنزلة وعلم نبينا من علم الحق سبحانه بهذه المنزلة ـ فكل رسول ونبى وولى آخذون بقدر القابلية والاستعداد مما لديه وليس لاحد ان يعدوه او يتقدم عليه۔

ترجمہ: یعنی حضور ﷺ لوگوں کے حالات کو مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور ان کے سامنے کے حالات جانتے ہیں انکے اخلاق انکے معاملات اور انکے قصے وغیرہ اور انکے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں آخرت کے احوال جنتی و دوزخی لوگوں کے حالات اور وہ لوگ حضور ﷺ کے معمولات میں سے کچھ بھی نہیں جانتے مگر اسی قدر جتنا کہ حضور ﷺ چاہیں اولیاء اللہ کا علم، علم انبیاء کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے سامنے اور انبیاء علیہم السلام کا علم حضور ﷺ کے علم کے

سامنے اسی درجہ کا ہے اور ہمارے حضور ﷺ کا علم رب العلمین کے سامنے اسی درجے کا ہے۔ پس ہر نبی اور ہر رسول اور ہر ولی اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق حضور ﷺ سے لیتے ہیں۔ اور کسی کو یہ ممکن نہیں کہ حضور ﷺ سے آگے بڑھ جائے۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ ۲۵۵، ج۱، ص۴۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ ملا معین الدین بن مولانا شرف الدین حاجی ہروی واعظ کاشفی نقشبندی، متوفی ۹۰۷ھ، لکھتے ہیں:

آن علم ماکان و مایکون هست که حق سبحانه، در شب اسرا بدان حضرت عطا فرمود۔ چنانچه در احادیث معراجیه است که در زیر عرش بودم قطره در حلق من ریختند فعلمت بها ماکان و ماسیکون۔

ترجمہ: یہ ماکان اور مایکون کا علم ہے کہ حق تعالیٰ نے شب معراج میں حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ چنانچہ معراج شریف کی حدیث میں ہے کہ ہم عرش کے نیچے تھے ایک قطرہ ہمارے حلق میں ڈالا پس ہم نے سارے گزشتہ اور آئندہ کے واقعات معلوم کر لئے۔

(تفسیر حسینی، سورۃ النساء، تحت الآیۃ: ۱۱۳، ص۲۰۵، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، کراچی، راولپنڈی، پشاور)

محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن عبداللہ حسنی حسینی، ایجی، شافعی، متوفی ۹۰۵ھ، لکھتے ہیں:

قبل نزول ذلك من خفيات الأمور۔

یعنی آپ کو وہ سب باتیں بتادیں جو قرآن کے نزول سے پہلے آپ نہ جانتے تھے۔" (تفسیر الایجی جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج۱، ص۴۰۶)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔

ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔ (سورۃ الانعام: ۳۸)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں شیخ عارف باللہ ابو محمد صدر الدین روزبہان بن ابی نصر بقلی علیہ الرحمہ، متوفی ۶۰۶ھ، لکھتے ہیں:

اي ما أخرنا في الكتاب ذكر احد من الخلق، لكن لا يبصر ذكره في الكتاب الا المؤيدون بأنوار المعرفة۔

یعنی اس کتاب میں مخلوقات میں سے کسی کا ذکر نہ چھوڑا ہے، لیکن اس ذکر کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ مگر وہ جن کی معرفت کے انوار سے تائید کی گئی ہو۔

(تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، سورۃ الانعام تحت الآیۃ ۳۸، ج۱، ص۳۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (سورۃ النحل: ۸۹)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّحْمٰنُ ۙ، عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ، عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔

ترجمہ: رحمٰن نے، اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا، ماکان و ما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔ (سورۃ الرحمٰن: ۱ تا ۴)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ، لکھتے ہیں:

وقيل أراد بالإنسان محمدا صلى الله عليه وسلّم علّمه البيان يعني بيان ما يكون وما كان لأنه صلى الله عليه وسلم ينبئ عن خبر الأولين والآخرين وعن يوم الدين۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں کہ اگلے پچھلے امور کا بیان سکھا دیا گیا کیونکہ حضور ﷺ کو اگلوں اور پچھلوں کی اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی۔"

(تفسیر خازن، ج۴، ص۲۲۵، فتح البیان فی مقاصد القرآن، ج۱۳، ص۳۱۴)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود فراء بغوی متوفی ۵۱۶ھ، لکھتے ہیں:

وَقِيلَ: الْإِنْسَانُ هَاهُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَيَانُهُ: وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضور ﷺ ہیں اور بیان سے مراد ہے کہ آپ کو وہ تمام باتیں سکھائیں جو نہ جانتے تھے۔

(تفسیر البغوی، ج۸، ص۴۷۹)

علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۷۴۱ھ، لکھتے ہیں:

وقال السدي قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: »عرضت على أمتي في صورها في الطين كما عرضت على آدم وأعلمت من يؤمن بي ومن يكفر بي« فبلغ ذلك المنافقين فقالوا استهزاء زعم محمدا أنه يعلم من يؤمن به ومن يكفر ممن لم يخلق بعد ونحن معه وما يعرفنا فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلّم فقام على المنبر فحمد الله تعالى وأثنى عليه ثم قال: ما بال أقوام طعنوا في علمي لا تسألوني عن شيء فيما بينكم وبين الساعة إلّا نبأتكم به فقام عبد الله بن حذافة السهمي فقال من أبي يا رسول الله فقال حذافة فقام عمر فقال يا رسول الله رضينا بالله ربا وبالإسلام دينا وبالقرآن إماما وبك نبيا فاعف عنا عفا الله عنك فقال النبي صلى الله عليه وسلّم فهل أنتم منتهون فهل أنتم منتهون۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے میری اُمت کو پیش کیا گیا جیسے حضرت آدم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ جب میرے سامنے اُمت کو پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا علم بھی عطا کر دیا جو ایمان لائیں گے اور ان کا علم بھی دے دیا جو ایمان نہیں لائیں گے۔ جب یہ بات منافقین تک پہنچی تو انہوں نے اس کا مذاق اڑایا کہ حضرت محمد یہ گمان کرتے ہیں کہ جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ ان میں سے بھی وہ مومن اور غیر مومن کو جانتے ہیں حالانکہ ہم تو ان کے پاس رہتے ہیں ہمیں وہ نہیں جانتے۔ جب منافقین کی یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا اقوام کو کیا حق پہنچتا ہے کہ میرے علم پر طعن کریں۔ آپ نے فرمایا قیامت تک کے سوالات مجھ سے پوچھ لو میں ہر شئ کے بارے میں تمہیں خبر دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کی خبر پوچھی۔ حضور ﷺ نے ان کو ان کے والد کی خبر دے دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم اللہ تعالیٰ کو رب اور اسلام کو دین مانتے ہیں اور قرآن کو امام مانتے ہیں اور آپ ﷺ کو نبی مانتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنا بیان جاری رکھا اور فرمایا کیا تم میرے علم پر طعن کرنے سے باز نہیں آ ؤ گے۔

(تفسیر خازن، سورۃ آل عمران: ۱۷۹، ج ۱، ص ۳۸۲،)

حضرات انبیاء کرام اس علم غیب عطائی کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں سے ارشاد فرما رہے ہیں:

اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران: ۴۹)

ترجمہ: اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ بیشک! ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو

اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ۔

ترجمہ: (یوسف علیہ السلام) نے کہا جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے گا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتا دوں گا۔ یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب عزوجل نے سکھایا ہے۔ (سورہ یوسف: ۳۷)

اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

ترجمہ: اور اللہ عزوجل نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ عزوجل کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (سورۃ النساء: ۱۱۳)

اس آیت کے تحت حضرت شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی، قدس سرہ، متوفی ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:

مِنَ الْأَحْكَامِ وَالْغَيْبِ۔

ترجمہ: یعنی احکام شرع اور غیب میں سے سکھا دیا۔

(تفسیر جلالین، سورۃ النساء، تحت الآیۃ: ۱۱۳، ص ۸۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا، فَلَمَّا أُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ، ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: سَلُونِي عَمَّا شِئْتُمْ قَالَ رَجُلٌ: مَنْ أَبِي؟ قَالَ: أَبُوكَ حُذَافَةُ فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ: مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: أَبُوكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا نَتُوبُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی پاک ﷺ سے ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کیا گیا جن کے بارے میں

سوال کرنا آپ ﷺ کو نا گوار تھا جب سوالات زیادہ ہونے لگے تو آپ ﷺ کو جلال آ گیا پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: تم لوگوں کا جو جی چاہے پوچھو! اس پر ایک صاحب نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے اس کے بعد ایک اور شخص اٹھے اور پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا سالم، شیبہ کا آزاد کردہ غلام جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روئے انور پر غضب کے آثار دیکھے تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم سب اللہ ﷻ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۹۲، کتاب العلم، باب الغضب فی الموعظۃ والتعلیم، ج ۱، ص ۹۱، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی)

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا، فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الخَلْقِ، حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ، وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ، حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ، وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ۔

ترجمہ: حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور مخلوق کی پیدائش کی ابتدا کے متعلق ہمیں خبر دی یہاں تک کہ جنتی اپنے ٹھکانوں میں اور دوزخی اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اسے جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا جو بھول گیا سو بھول گیا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۹۱۳، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللہ عزوجل، ج ۱، ص ۴۵۳، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

وَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ الْمَخْلُوقَاتِ مُنْذُ ابْتُدِئَتْ إِلَى أَنْ تَفْنَى إِلَى أَنْ تُبْعَثَ فَشَمِلَ ذَلِكَ الْإِخْبَارَ عَنِ الْمَبْدَإِ وَالْمَعَاشِ وَالْمَعَادِ وَفِي تَيْسِيرِ إِيرَادِ ذَلِكَ كُلِّهِ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ مِنْ خَوَارِقِ الْعَادَةِ أَمْرٌ عَظِيمٌ۔

ترجمہ: یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوقات کے تمام احوال ابتداء سے فناء ہونے تک حتی کہ دوبارہ اٹھایا جانا سب بیان فرما دیا اور یہ بیان مخلوق کی پیدائش، دنیاوی زندگی اور محشر سب کو شامل تھا اور خلاف عادت آسانی سے ان ساری باتوں کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

(فتح الباری، کتاب بدء الخلق، ج ۶، ص ۵۲۴، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، لبنان)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

وَفِيهِ: دَلَالَةٌ على أنه أخبر فِي الْمجْلس الْوَاحِد بِجَمِيعِ أَحْوَال الْمَخْلُوقَات من ابتدائها إِلَى انتهائها، وَفِي إِيرَاد ذَلِك كُله فِي مجْلِس وَاحِد أَمر عَظِيم من خوارق الْعَادة۔

ترجمہ: اس روایت میں ہے: حدیث اس پر دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجلس میں ابتداء سے لیکر انتہاء تک مخلوقات کے تمام حالات بیان فرما دیئے اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب بدء الخلق، جلد ۱۰، صفحہ ۴۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، لبنان مرقاۃ ج ۹ ص ۶۷۲ مطبوعہ دار الفکر، بیروت، لبنان)

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: »لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً، مَا تَرَكَ فِيهَا شَيْئًا إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ، «عَلِمَهُ مَنْ

عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ، إِنْ كُنْتُ لَأَرَى الشَّيْءَ قَدْ نَسِيتُ، فَأَعْرِفُ مَا يَعْرِفُ الرَّجُلُ إِذَا غَابَ عَنْهُ فَرَآهُ فَعَرَفَهُ۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور اس خطبہ میں قیامت تک کی کسی چیز کو نہ چھوڑا جس کا ذکر نہ فرمایا ہو (یعنی تمام چیزوں کا تذکرہ فرمادیا) اسے جانا جس نے جانا اور جو نہ جان سکا نہ جان سکا (ان بتائی گئی باتوں میں سے) بھولی ہوئی کسی چیز کو ہوتے دیکھتا ہوں تو پہچان لیتا ہوں جیسے آدمی اپنے سے بچھڑی ہوئی چیز کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب القدر، باب: وکان امر اللہ قدرا مقدورا، رقم الحدیث صفحہ: ۶۶۰۴، الجلد الثانی صفحہ: ۹۷۷، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا عِلْبَاءُ بْنُ أَحْمَرَ الْيَشْكُرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ، فَحَدَّثَنَا بِمَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا۔

ترجمہ: حضرت ابو زید انصاری ﷺ سے روایت کی انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دینا شروع کیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دینے لگے پھر عصر کی نماز پڑھی اسی طرح خطبہ دینے لگے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ اس خطبے میں (ما کان وما یکون) یعنی وہ سب کچھ بیان فرمادیا جو ہو چکا تھا اور جو آئندہ ہونے والا ہے ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جس نے سب سے زیادہ یاد رکھا۔

(مسند احمد، رقم: ۲۲۸۸۸، صحیح المسلم، الجلد الثانی، کتاب الفتن، باب امارات الساعۃ، صفحہ: ۳۹۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ۔

ترجمہ: حضرت ثوبان ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق و مغارب کو دیکھ لیا اور بے شک میری امت ان (مشارق و مغارب) کے ملکوں تک پہنچے گی۔ جتنی زمین کو میری لئے لپیٹ دیا گیا اور مجھے سرخ و سفید دونوں خزانے عطا کیے گئے۔

(مسند احمد، رقم: ۱۷۱۱۵، صحیح ابن حبان، رقم: ۷۲۳۸، الصحیح المسلم، کتاب ابواب الفتن، باب امارات الساعۃ، الجلد الثانی صفحہ: ۳۹۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَانِي اللَّيْلَةَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ، قَالَ أَحْسَبُهُ فِي الْمَنَامِ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِي فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ أَوْ قَالَ: فِي نَحْرِي، فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گذشتہ رات میرے رب ﷻ کا حسین صورت میں دیدار ہوا (راوی فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے نیند میں دیدار کیا اللہ ﷻ نے فرمایا: یا محمد ﷺ کیا آپ جانتے ہیں کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بارے

میں جھگڑتے ہیں میں نے کہا نہیں۔ پس اللہ ﷻ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی۔ پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔

(مسند احمد، رقم: ۳۴۸۴، سنن الدارمی، رقم: ۲۱۹۵، مسند الشامیین للطبرانی، رقم: ۵۹۷، الاسماء والصفات، للبیہقی، رقم: ۶۴۴، شرح السنۃ للبغوی، ۹۲۴، جامع ترمذی، ابواب التفسیر، باب تفسیر، رقم: ۳۲۳۳، جلد: ثانی، صفحہ: ۳۴۷، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

قد خص نبينا محمداً صلى الله عليه وسلم من بين الأنبياء بعلم جميع ما كان من بدء الخلق وما هو كائن إلى يوم القيامة إلى أن يدخل، أهل الجنة الجنة وأهل النار النار، فكان علمه صلى الله عليه وسلم عند هؤلاء محيطاً بجميع الأشياء حقائقها وعوارضها وصفاتها إحاطةً تامةً كليةً بتعليم الله تعالى وإلهامه

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

پس دانستم هر چه در آسمان‌ها و هر چه در زمین بود عبارت است از حصول تمامه علوم جزوی و کلی و احاطه آں

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر شئ کا علم مجھے آگیا یعنی جزوی علوم اور کلی علوم آپ کو حاصل ہو گئے۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ، ج ۱، ص ۳۵۷، المکتبۃ الرشیدیہ، کوئٹہ)

عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ قَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر ﷞ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی چیز ایسی نہیں جو میں نے نہ دیکھی تھی مگر اس جگہ کھڑے ہو کر دیکھ لی یہاں تک کہ جنت اور دوزخ بھی۔

(موطا امام مالک، رقم: ۶۴۳، مسند احمد، رقم: ۲۶۹۲۵، صحیح مسلم: ۹۰۵، الصحیح البخاری، رقم الحدیث: ۸۶، ۱۸۴، ۹۲۲، ۷۲۸۷، ۳۵۰۱، کتاب ابواب الکسوف، باب صلوۃ النساء مع الرجال فی الکسوف، صفحہ: ۱۴۴، الجلد الاول مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ محمد بن محمد، المشہور ابن الحاج، متوفی ۷۳۷ھ، اور علامہ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ، لکھتے ہیں:

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ أَعْنِي فِي مُشَاهَدَتِهِ لِأُمَّتِهِ وَمَعْرِفَتِهِ بِأَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ، وَذٰلِكَ عِنْدَهُ جَلِيٌّ لَا خَفَاءَ فِيهِ۔

ترجمہ: نبی پاک ﷺ کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ حضور ﷺ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور نیتوں اور ارادوں اور دل کے خطرات کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور ﷺ پر ایسا روشن ہے کہ جس میں کچھ پوشیدگی نہیں۔

(المدخل، لابن الحاج ص ۲۵۹، المواہب اللدنیۃ، ج ۳، ص ۱۴۳)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَا هُنَا، فَوَاللهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلَا رُكُوعُكُمْ، إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کیا یہی دیکھتے ہو کہ میرا منہ اِدھر ہے؟ اللہ کی قسم نہ مجھ پر تمہارا خشوع وخضوع پوشیدہ ہے اور نہ ہی تمہارے رکوع میں تمھیں پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں،

(صحیح ابن حبان، رقم: ۶۳۳۷، مسند الشامیین للطبرانی، رقم: ۳۲۵۳، شرح السنۃ للبغوی، رقم: ۳۷۱۲، مسند ابی یعلی، رقم: ۶۳۳۵، مسند احمد، ۸۰۱۱، صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ باب الخشوع فی الصلوۃ، قم الحدیث: ۷۱۴، الجلد الاول، صفحہ: ۹۵، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، لکھتے ہیں:

لم یکلفنا اللہ الایمان بالغیب الآ و قد فتح لنا باب غیبہ۔

ترجمہ: ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کا جبھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا ہے۔

(نسیم الریاض، فصل ومن ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب، مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/۱۵۱)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

للمجتہدین القدم الراسخ فی علوم الغیب۔

ترجمہ: علم غیب میں ائمہ مجتہدین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے لیے مضبوط قدم ہے۔

(الیواقیت والجواہر، البحث التاسع والاربعون، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۲/۴۸۰)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قَالَ الشَّيْخُ الكَبِيرُ أَبُو عَبْدِاللهِ فِي مُعْتَقَدِهِ، وَنَعْتَقِدُ أَنَّ العَبْدَ يَنْقُلُ فِي الأَحْوَالِ حَتَّى يَصِيرَ إِلَى نَعْتِ الرُّوحَانِيَّةِ فَيَعْلَمَ الغَيْبَ، وَتُطْوَى لَهُ الأَرْضُ، وَيَمْشِي عَلَى المَاءِ، وَيَغِيبُ عَنِ الأَبْصَارِ۔

ترجمہ: حضرت شیخ کبیر ابوعبداللہ (شیرازی) علیہ الرحمۃ نے اپنے معتقد (عقائد کی کتاب) میں فرمایا: ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پا کر صفتِ روحانی تک پہنچتا ہے، پھر وہ علمِ غیب جانتا ہے، اور زمین اس کے لیے لپیٹ دی جاتی ہے، اور وہ پانی پر چلتا ہے، اور آنکھوں سے غیب ہوجاتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان الفصل الاول، تحت حدیث ۲، المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۲۸)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وَيَطَّلِعَ العَبْدُ عَلَى حَقَائِقِ الأَشْيَاءِ، وَيَتَجَلَّى لَهُ الغَيْبُ، وَغَيْبُ الغَيْبِ۔

ترجمہ: نورِ ایمان کی قوت بڑھ کر بندہ حقائق اشیاء پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر غیب نہ صرف غیب بلکہ غیب کا غیب روشن ہوجاتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، الفصل الاول تحت حدیث ۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۱۹)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

النَّاسَ يَنْقَسِمُ إِلَى فَطِنٍ يَرَى المَعْقُولَ كَالمَحْسُوسِ، وَيُدْرِكُ الغَائِبَ كَالمُشَاهَدِ، وَهُمُ الأَنْبِيَاءُ، وَإِلَى مَنِ الغَالِبُ عَلَيْهِمْ مُتَابَعَةُ الحِسِّ، وَمُتَابَعَةُ الوَهْمِ فَقَطْ، وَهُمْ أَكْثَرُ الخَلَائِقِ، فَلَا بُدَّ لَهُمْ مِنْ مُعَلِّمٍ يَدْعُوهُمْ إِلَى الحَقِّ، وَيَذُودُهُمْ عَنِ الزَّيْغِ المُطْلَقِ، وَيَكْشِفُ لَهُمْ

المغيّبَاتِ، وَيحلُّ عَنْ عقولهم الشُّبهَاتِ، وَمَاهُوَ إلَّا النَّبِيُّ المبعُوثُ لهٰذا الأمْرِ۔

ترجمہ: آدمی دوقسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ زیرک کہ معقول کومحسوس کی طرح دیکھتے ہیں، اورغیب کومشاہد کی طرح جانتے ہیں اور یہ انبیاء ہیں، دوسرے وہ جن پرصرف حس ووہم کی پیروی غالب ہے اکثرمخلوق اسی قسم کی ہے۔توان کوایک بتانے والے کی ضرورت ہے جوان پرغیبوں کوکھول دے اوروہ بتانے والا نہیں مگر نبی کہ خوداس کام کے لیے بھیجا جاتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، الفصل الاول تحت حدیث ۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۲۰)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوسلیمان دارانی ﷺ سے ناقل:

الفراسة مكاشفة النفس و معاينة الغيب وهى من مقامات الايمان۔

ترجمہ: فراستِ مومن (جس کاذکرحدیث میں ارشادہواہے) وہ رُوح کاکشف اورغیب کامعائنہ ہے۔اوریہ ایمان کے مقاموں میں سے ایک مقام ہے۔

(منح الروض الازہر، شرح الفقہ الاکبر، خوارق العادات الخ مصطفی البابی مصرص ۸۰)

علامہ محمدامین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

الخواص يجوز ان يعلموا الغيب فى قضية او قضايا كما وقع لكثير منهم و اشتهر۔

جائز ہے کہ اولیاء کوکسی واقعے یاوقائع میں علم غیب ملے جیسا کہ ان میں بہت کے لیے واقع ہوکرمشتہرہوا۔

(سل الحسام، رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈیمی لاہور ۲/ ۳۱۱، الاعلام بقواطع الاسلام، مکتبۃ الحقیقۃ بشارع دارالشفقۃ، استنبول ترکی ص ۳۵۹،)

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ

ترجمہ: یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔(القرآن الکریم ۸۱/ ۲۴)

مذکورہ بالاآیت کی تفسیر میں علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی ؒ، متوفی، ۷۴۱ھ، لکھتے ہیں:

يقول إنه يأتيه علم الغيب، ولا يبخل به عليكم، ويخبر كم به۔

ترجمہ: اللہ ﷻ فرماتا ہے: میرے نبی ﷺ کوغیب کاعلم آتا ہے وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے، اورتم کواس کی خبر دیتے ہیں۔

(معالم التنزیل، تحت آیۃ، ۸۱/ ۲۴ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۴/ ۴۲۲، لباب التاویل فی معانی التنزیل، (تفسیر الخازن)، ۴/ ۳۹۹)

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا

ترجمہ: اوراسے اپناعلم لدنی عطاکیا۔(القرآن لکریم، ۱۸/ ۶۵)

علامہ ناصر الدین عبداللہ ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۹۱ھ، لکھتے ہیں:

مما یختص بنا ولا یعلم إلا بتوفیقنا وهو علم الغیوب۔

(یعنی اللہ ﷻ فرماتا ہے) وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص ہے اور بے ہمارے بتائے ہوئے معلوم نہیں ہوتا وہ علمِ غیب ہے۔ (ہم نے خضر کو عطا فرمایا ہے)

(انوار التنزیل، (تفسیر البیضاوی) تحت آیۃ ۱۸/ ۶۵، دار الفکر بیروت، ۳/ ۵۱۰)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

(قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا)، وكان رجلا يعلم علم الغيب قد علِم ذلك۔

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے خضر علیہ السلام علمِ غیب جانتے تھے انہیں علمِ غیب دیا گیا تھا۔

(جامع البیان، (تفسیر الطبری) تحت آیۃ ۱۸/ ۶۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۵/ ۳۲۳)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خضر علیہ السلام نے فرمایا:

ولم تحط من علم الغیب بما أعلم۔

ترجمہ: اور علمِ غیب میں جانتا ہوں آپ کا علم اُسے محیط نہیں۔

(جامع البیان، (تفسیر الطبری) تحت آیۃ ۱۸/ ۶۸، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۵/ ۳۲۳)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی علیہ الرحمۃ، متوفی ۹۲۳ھ، لکھتے ہیں:

النبوۃ التی هی الاطلاع علی الغیب۔

ترجمہ: نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ علمِ غیب جاننا۔

(المواہب اللدنیہ، المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۷)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی علیہ الرحمۃ، متوفی ۹۲۳ھ، لکھتے ہیں:

النبوأۃ ماخوذۃ من النباء وهو الخبر ای ان اللہ تعالی اطلعه علی غیبه۔

ترجمہ: نبوت ماخوذ ہے نبا سے اور نبا کا معنی ہے خبر دینا یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے غیب کا علم دیا۔

(المواہب اللدنیہ، المقصد الثانی، الفصل الاول، المکتب الاسلامی بیروت، ۲/ ۴۵و۴۶)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی علیہ الرحمۃ، متوفی ۹۲۳ھ، لکھتے ہیں:

قد اشتهر وانتشر امره صلی اللہ تعالی علیه وسلم بین اصحابه بالاطلاع علی الغیوب۔

ترجمہ: بے شک صحابہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں مشہور و معروف تھا کہ نبی ﷺ کو غیبوں کا علم ہے۔

(المواہب اللدنیہ، المقصد الثامن، الفصل الثالث، المکتب الاسلامی بیروت، ۳/ ۵۵۴)

علامہ محمد عبدالباقی، زرقانی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۱۲۴ھ لکھتے ہیں:

فأما أصحابه المؤمنون، فإنهم جازمون باطلاعه على الغيب۔

ترجمہ: پس رہے مومن صحابہ کرام علیہم الرضوان تو وہ یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، الفصل الثالث، دارالمعرفۃ بیروت ۷/۲۰۰)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علمه صلى الله تعالى عليه وسلم حاو لفنون العلم (الى ان قال) ومنها علمه بالامور الغيبية۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا علم اقسام علم کو حاوی ہے غیبوں کا علم بھی علمِ حضور ﷺ کی شاخوں سے ایک شاخ ہے۔

(الزبدۃ العمدۃ، شرح البردۃ تحت شعر وواقفون لدیہ عند حدھم جمعیۃ علماء سکندریہ خیر پور سندھ، ص ۵۷)

عَن مجاهِدٍ في قَوْله (وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ) قَالَ: قَالَ رجل من المنَافِقين يحدثنا محمَّد: أَن نَاقة فلَان بوادي كَذَا وَكَذَا فِي يَوْم كَذَا وَكَذَا وَمَا يدريه بِالْغَيْبِ۔

ترجمہ: سیدنا امام مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے ارشاد: (وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ) کی تفسیر میں فرمایا کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد ﷺ ہم سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں دن فلاں وادی میں تھی بھلا وہ غیب کی باتیں کیا جانیں۔

(جامع البیان، (تفسیر الطبری)، تحت آیۃ ۹/ ۶۵، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۰/ ۱۹۶، الدرالمنثور، بحوالہ ابن ابی شیبہ وغیرہ، تحت آیۃ ۹/ ۶۵ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۴/ ۲۱۰)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۰۶۹ھ، لکھتے ہیں:

(هذه المعجزة) فى اطلاعه صلى الله تعالى عليه وسلم على الغيب (المعلومة على القطع) بحيث لا يمكن انكارها او التردد فيها لا حدٍ من العقلاء (لكثرة رواتها واتفاق معانيها على الاطلاع على الغيب) وهذا لا ينافى الأيات الدالة على انه لا يعلم الغيب الا الله وقوله ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير فان المنفى علمه من غير واسطة واما اطلاعه صلى الله تعالى عليه وسلم عليه باعلام الله تعالى له فامر متحقق بقوله تعالى فلا يظهر على غيبه احداً الا من ارتضى من رسول۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور ﷺ کا علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ نبی ﷺ کو اس کہنے کا حکم ہوا کہ میں غیب جانتا تو اپنے لیے بہت خیر جمع کر لیتا، اس لیے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو اور اللہ تعالیٰ کے بتائے سے نبی ﷺ کو علم غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے، کہ اللہ ﷻ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول ﷺ کے۔

(نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض ومن ذٰلک ما اطلع علیہ من الغیوب، مرکز اہلسنت برکات رضا، ۳/ ۱۵۰)

عن أبي المعتمر مسلم بن أوس وجارية بن قدامة السعدي أنهما حضرا علي بن أبي طالب يخطب وهو يقول: سلوني قبل أن تفقدوني! فإني لا أسأل عن شيء دون العرش إلا أخبرت عنه۔

ترجمہ: حضرت ابوالمعتمر مسلم بن اوس وجاریہ بن قدامہ سعدی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے راوی کہ امیر المومنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھا جائے میں بتادوں گا۔

(ابن نجار، کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۶۹۸، ج ۱۳، ص ۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، جامع الاحادیث: رقم: ۳۲۹۷۶)

عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ يَخْطُبُ وَيَقُولُ: سَلُونِي فَوَاللهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ يَكُونُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا حَدَّثْتُكُمْ بِهِ۔

ترجمہ: حضرت ابوالطفیل ﷺ سے روایت ہے کہ میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المومنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: مجھ سے دریافت کرو اللہ کی قسم! تم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں تم کو بتادوں گا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، باب فی ابتداء العالم جلساء بالفائدۃ وقولہ سلونی، رقم: ۷۲۶، دار الفکر بیروت ۱/۱۳۸)

علامہ محمد عبد الباقی، زرقانی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۱۲۴ھ لکھتے ہیں:

قال ابن خلكان وابن قتيبة في أدب الكاتب: وكتاب الجفر جلد كتبه جعفر الصادق كتب في لآهل البيت كل ما يحتاجون إلى علمه، وكل مايكون إلى يوم القيامة۔

ترجمہ: ابن خلکان نے، اور ابن قتیبہ نے ادب الاکاتب میں اور کتاب الجفر میں فرمایا، جفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق ﷺ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لیے جس چیز کے علم کی انہیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرمادیا۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۹۹، حیوۃ الحیوان الکبریٰ، تحت لفظ الجفرۃ، مصطفیٰ البابی مصر، ۱/۲۷۹، وفیات الاعیان ترجمہ عبدالمومن صاحب المغرب ۴۰۸، دار الثقافت بیروت، ۳/۲۴۰)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ فِي التَّتَارْخَانِيَّة: وَفِي الحجَةِ ذَكَرَ فِي الْمُلْتَقَطِ أَنَّهُ لَا يَكْفُرُ لِأَنَّ الْأَشْيَاءَ تُعْرَضُ عَلَى رُوحِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَأَنَّ الرُّسُلَ يَعْرِفُونَ بَعْضَ الْغَيْبِ قَالَ تَعَالَى عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا (الجن، ۲۶) إِلا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ (الجن، ۲۷): اهـ. قُلْت: بَلْ ذَكَرُوا فِي كُتُبِ الْعَقَائِدِ أَنَّ مِنْ جُمْلَةِ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ الِاطِّلَاعَ عَلَى بَعْضِ الْمُغَيَّبَاتِ وَرَدُّوا عَلَى الْمُعْتَزِلَةِ الْمُسْتَدِلِّينَ بِهَذِهِ الْآيَةِ عَلَى نَفْيِهَا۔

ترجمہ: تاتارخانیہ میں ہے کہ فتاوی حجہ میں ہے، ملتقط میں فرمایا: کہ جس نے اللہ و رسول کو گواہ کر کے نکاح کیا کافر نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اشیاء نبی ﷺ کی روح مبارک پر عرض کی جاتی ہیں اور بے شک رسولوں کو بعض علم غیب ہے،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔ مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو (سورۃ الجن:۲۶،۲۷)

میں (علامہ شامی) کہتا ہوں کہ بلکہ (ائمہ اہلسنت نے) کتبِ عقائد میں فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا رَد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیہ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

(ردالمحتار، کتاب النکاح قبیل فصل فی المحرمات، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۲/۲۷۶)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (سورۃ الجن:۲۶،۲۷)

پیر محمد کرم شاہ الازہری، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

غیب کسے کہتے ہیں۔ اس کی تصریح کئی مقامات پر گذر چکی ہے۔

البتہ شیخ عبدالقادر مغربی علیہ الرحمہ نے اس لفظ کی جو تعریف کی ہے وہ زیادہ واضح ہے لکھتے ہیں:

والغَیبُ ماغاب عنا معشر البشر مما لا نهتدی الیه بشیء من حواسنا و مشاعرنا او بشی من فراسنا و قیاسنا و استنتاج عقولنا۔

یعنی جو چیز انسانوں سے پوشیدہ اور مخفی ہو اور ہم اپنے حواس اور شعور کی قوتوں سے یا فراست سے یا قیاس سے یا عقل کے زور سے اس تک رسائی حاصل نہ کر سکیں، اس کو غیب کہتے ہیں، پھر لکھتے ہیں کہ جو چیز ان ذرائع میں سے کسی ایک سے دریافت ہو سکے وہ غیب نہیں۔ عالم الغیب خبر ہے اور اس کی مبتدا ھو مخذوف ہے۔ یعنی ھو عالم الغیب۔ یہاں مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہیں۔

اس لئے حصر کا معنی بھی پایا جائے گا۔ یعنی وہی غیب کو جاننے والا ہے اس سے یہ پتہ چل گیا کہ کوئی انسان خواہ وہ کتنا ذہین و فطین ہو، اس کے علم و عرفان کا پایہ کتنا بلند ہو اس کے درجات کتنے ہی رفیع ہوں، وہ غیب نہیں جان سکتا۔ نہ اپنے حواس سے، نہ قوت شعور سے، نہ فراست سے، نہ قیاس سے اور نہ عقل سے، بجز اس کے کہ خداوند عالم، جو عالم الغیب ہے، وہ خود اس کو اس نعمت سے سرفراز فرمادے۔ یہ بھی بتادیا کہ علم غیب کے دروازے ہر، ایرے، غیرے کے لئے کھلے نہیں بلکہ وہ صرف ان رسولوں کو اس نعمت سے نوازتا ہے جن کو وہ چُن لیا کرتا ہے۔ یہ ہے وہ صاف اور سیدھا مطلب جو اس آیت سے بغیر کسی تکلف کے سمجھ آتا ہے۔

چنانچہ علامہ بغوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اِلَّا مَنْ یَصْطَفِیهِ لِرِسَالَتِهٖ فَیُظْهِرُهٗ عَلٰی مَایَشَاءُ مِنَ الْغَیْبِ۔

ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی رسالت کے لئے چن لیتا ہے اس کو جس غیب پر چاہتا ہے آگاہ کر دیتا ہے۔

(تفسیر بغوی المسمی بمعالم التنزیل، سورۃ الجن، تحت الآیۃ:۲۷، ج۶، ص۹۸۱)

علامہ خازن علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

إلا من يصطفيه لرسالته ونبوته فيظهره على مايشاء من الغيب۔

(تفسیر الخازن، سورۃ الجن، تحت الآیۃ: ۲۷، ج، ۴، ص، ۳۵۳)

علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

ثُمَّ اسْتَثْنَى مَنِ ارْتَضَاهُ مِنَ الرُّسُلِ، فَأَوْدَعَهُمْ مَاشَاءَ مِنْ غَيْبِهِ بِطَرِيقِ الْوَحْيِ إِلَيْهِمْ۔

ترجمہ: پھران رسولوں کوجن کواس نے چُنا ہے مستثنٰی کردیا پس ان کو جتنا چاہا اپنے غیب کا علم بطریقہ وحی عطافرمایا۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ الجن، تحت الآیۃ: ۲۷، ج، ۱۸، ص، ۲۸)

ابوحیان اندلسیر علیہ الرحمۃ قمطراز ہیں۔

إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ، اسْتِثْنَاءٌ مِنْ أَحَدًا، أَيْ فَإِنَّهُ يُظْهِرُهُ عَلَى مَا يَشَاءُ مِنْ ذَلِكَ۔

یعنی من احد سے استثنا کی گئی۔ یعنی رسول مرتضیٰ کو جتنے غیب پروہ چاہتا ہے مطلع کردیتا ہے۔

(البحر المحیط فی التفسیر، سورۃ الجن، تحت الآیۃ: ۲۷، ج، ۱، ص، ۳۰۵)

علامہ ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ نے حضرت ابن عباس، حضرت قتادہ اور حضرت ابن زید رضی اللہ عنہم سے اس آیت کی یہی تفسیر نقل کی ہے:

(إلا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ) فإنه يصطفيهم، ويطلعهم على مايشاء من الغيب۔

یعنی اللہ تعالیٰ رسولوں کو چن لیتا ہے اور انہیں غیب میں سے جتنا چاہتا ہے اس پرآگاہ کردیتا ہے۔

(تفسیر الطبری، جامع البیان، سورۃ الجن، تحت الآیۃ: ۲۷، ج، ۲۳، ص، ۶۷۲)

علامہ زمخشری معتزلی ہیں اپنے عقیدہ اعتزالی کے مطابق اس آیت سے انہوں نے اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی کرامات کی نفی کی ہے لیکن انبیاء کے لیے علم غیب کا انکار انہوں نے بھی نہیں کیا وہ لکھتے ہیں کہ آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنے رسولوں کو غیب پرآگاہ کرتا ہے اولیاء خواہ وہ مرتبہ ارتضیٰ پر بھی فائز ہوں، بہرحال وہ رسول نہیں ہیں۔ اس لئے انہیں غیب کا علم نہیں ہوسکتا۔ اس کا آسان اور واضح جواب تو یہ ہے کہ اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے سارے علوم بارگاہ مصطفوی ﷺ کا عطیہ ہوتے ہیں۔ یہ اسی بحر علم کے چند قطرے ہیں جو رب کریم نے اپنے رسول کریم ﷺ کو عنایت فرمایا ہے براہ راست ان پر وحی جلی نہیں ہوتی تا کہ آیت کے منافی ہو۔

علامہ پانی پتی فرماتے ہیں:

کہ انبیاء ورسل علیہم السلام کا علم قطعی اور یقینی ہوا کرتا ہے۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی لیکن اولیاء علیہم الرحمۃ کا علم انبیاء علیہم السلام کے علم کی طرح قطعی اور یقینی نہیں ہوتا۔ اولیائے کرام علیہم الرحمۃ کے علوم لدنیہ کے بارے میں جس طرح آپ نے قلم اٹھایا ہے آپ ہی کا حصہ ہے اہل ذوق تفسیر مظہری کا اس مقام پر مطالعہ کریں۔ بعض حضرات نے رائے ظاہر کی ہے کہ جن علوم غیبیہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو آگاہ کیا ہے، وہ فقط علوم شرعیہ ہیں۔ وہ اس طرح رسول

کریم ﷺ سے علوم تکوینیہ کی نفی کرنا چاہتے ہیں۔

میری گزارش ہے کہ ان حضرات نے کیا:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔ (سورۃ البقرۃ:۳۱) کا ارشاد الٰہی نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب کے سب اسماء سکھادیئے۔ جب آدم علیہ السلام کی یہ شان ہے جو زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں، تو سید عالم ﷺ جو رحمۃ للعالمین ہیں اور سارے جہانوں میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ﷺ ہیں، ان کے علوم و معارف کا کوئی کیسے اندازہ لگاسکتا ہے۔ اس لئے سلامتی اسی میں ہے کہ ہم آیات کو وہ معانی نہ پہنائیں جن کو ان کے کلمات قبول نہیں کرتے اور سیدھی اور صاف بات جو قرآن نے فرمائی ہے اس کو صدق دل سے تسلیم کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام غیبوں کو جاننے والا ہے اور اپنے ان علوم غیبیہ پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا بجز اپنے رسولوں کے ان کو جتنا چاہتا ہے علوم غیبیہ عطا فرماتا ہے یہ جتنا کتنا ہے اس کو اللہ تعالیٰ جس نے دیا ہے اور اس کا رسول جس نے لیا ہے وہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ حد بندیاں اختراع بندہ ہیں۔ حضور ﷺ کے علوم کی بے کرانیوں کا کچھ اندازہ ان احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے جن سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں۔

(ضیاء القرآن جلد پنجم، ص ۳۹۶)

دیوبندیوں کے مولانا نسیم فریدی دیوبندی لکھتے ہیں:

وہ لوگ جو مسلوب العقل ہوتے ہیں دو قسم کے ہیں ایک مجذوب دوسرے مجنون۔ مجنون حیوانات سے ملحق ہیں جو کچھ حیوانات کو معلوم ہوتا ہے ان کو بھی معلوم ہوتا ہے۔ مجنونوں کے پاس نہ جانا چاہیے کیوں کہ ان کو علم ہوجاتا ہے ممکن ہے کہ وہ کوئی ایسی ہی بات ظاہر کردیں جس کو ظاہر نہ کرنا چاہیے تھا۔ اہل ارشاد و سلوک کے پاس جانا چاہیے ان پر بھی چیزیں منکشف ہوجاتی ہیں لیکن وہ اہل تمکین ہوتے ہیں جو باتیں اللہ تعالیٰ پوشیدہ رکھتے ہیں وہ بھی پوشیدہ رکھتے ہیں کسی کا عیب ظاہر نہیں کرتے ہاں ضرورت کے وقت ظاہر کردیتے ہیں۔

(تذکرہ خواجہ باقی باللہ، ص ۶۰)

انکشاف انبیاء علیہم السلام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ :

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بہ ((خواجہ محمد سعید)) دربیان فوائد ارسال رسل و عدم استقلال عقل در معرفتِ واجب الوجود۔ تعالیٰ و تقدس۔ و حکم خاص کہ در مادہ شاھق جبل و مشرکان زمان فترۃ رسل و اطفال مشرکان دار حرب بیان فرمودہ اند و دربیان۔

تحقیق بعثت انبیا در زمین ھند از اھل ھند در امم سابقہ و ما یناسب ذلک۔

الحمدللہ الذی ھدانا لھذا و ما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ، لقد جاء ت رسل ربنا بالحق۔ شکر نعمت ارسال رسل۔ علیھم الصلوات والتسلیمات۔ بہ کدام زبان بہ بجا آوردہ شود و بہ کدام دل اعتقاد منعم آن نمودہ آید و جوراح کو (کجا)، کہ بہ اعمال حسنہ، مکافات این نعمت عظمیٰ نماید۔

اگر وجود شریف این بزرگواران نمی بود ما قاصر فھمان را بہ وجود صانع۔ تعالیٰ۔ و وحدت او۔ جل سلطانہ۔ کہ (چہ کسی) دلالت می

نمود۔

قدمائِ فلاسفه یونان باوجود زیر کی ها، به وجود صانع۔ جل شانه۔ مهتد نگشتند و وجود کائنات را بر دهر منتسب ساختند و چون روز به روز انوار دعوت انبیاء علیهم الصلوات و التسلیمات۔ ساطع گشت، متأخران فلاسفه به برکت آن انوار رد مذهب قدما خود نموده به وجود صانع۔ جل شانه۔ قائل گشتند و اثبات وحدت او تعالیٰ نمودند۔

پس عقول مابی تایید انوار نبوت، از این کار معزول است و افهام مابی توسط وجود انبیا۔ علیهم الصلوات والتحیات۔ از این معامله، دور، فیالیت شعری ماذا اراد اصحابنا الماتریدیة من استقلال العقل فی بعض الامور کاثبات وجود الصانع تعالیٰ و وحدته سبحانه فکلفو الشاهق للجبل العابد للصنم بهما و ان لم تبلغه دعوة الرسول و حکموا بترک النظر فیهما بکفره و خلوده فی النار و نحن لانفهم و الحکم بالکفر و الخلود فی النار الا بعد البلاغ البین و الحجة البالغة المنوطة بارسال الرسل نعم العقل حجة من حجج الله تعالیٰ لکنه لیس حجة بالغةً فی الحجیة لیترتب علیه اشد العذاب۔

سؤال اگر شاهق جبل که عابد صنم (بت۔) است در دوزخ مخلد نباشد، در بهشت خواهد بود و این جائز نیست، زیرا که دخول بهشت بر مشرکان حرام است و مأوای ایشان دوزخ است۔ کما قال الله تعالیٰ حاکیاً عن عیسیٰ۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة و السلام۔ (انه من یشرک بالله فقد حرم الله علیه الجنة و ماواه النار) (مائده/۷۲) و واسطه میان جنت و نار ثابت نشده است (زیرا) اصحاب اعراف بعداز چندروز به بهشت خواهند رفت، پس خلود در جنت است یا در نار؟ این سؤال بسیار مستصعب است۔

آن فرزندی ارشدی می دانند که تا مدت ها بر این فقیر تکرار این سؤال می کرد و جواب شافی نمی یافت و آنچه صاحب ((فتوحات مکیه)) در حل این سؤال گفته است و بعثت پیغمبری در روز قیامت از برای دعوت این قوم ثابت کرده و به اندازی انکار و قبول ایشان آن دعوت را حکم به دوزخ و بهشت نموده، نزد این فقیر مستحسن نیست، چه آخرت دار جزاست، نه دار تکلیف، تابعثت پیغمبری نموده آید۔

بعد از مدت مدید، عنایت خداوندی۔ جل سلطانه۔ رهنمونی فرمود و حل این معمارا نمود و منکشف ساخت که این جماعت، نه در بهشت مخلد خواهند بود و نه در دوزخ، بلکه بعد از بعث و احیای اخروی، ایشان را در مقام حساب داشته، به اندازه جریمه معاتب و معذب خواهند ساخت و استیفای حقوق نموده، در رنگ حیوانات غیر مکلف ایشان را نیز معدوم مطلق و لاشیءِ محض خواهند فرمود۔

پس خلود کرا بود و مخلد کدام باشد۔

این معرفت غریبه را چون در محضر انبیاء کرام۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ عرضه نموده شد، همه تصدیق آن فرمودند و مقبول داشتند۔ و العلم عندالله سبحانه۔

بر این فقیر بسیار گران می آید که حکم کنند به آنکه حضرت حق۔ سبحانه و تعالیٰ۔ با کمال رأفت و رحمت خود، بنده را به مجرد عقل۔ که مجال خطا و غلط در وی۔ بسیار است۔ بی آنکه ابلاغ مبین به توسط انبیا۔ علیهم الصلوات والتحیات۔ فرماید، در آتش مخلد دارد و به عذاب ابدی گرفتار سازد، چنانچه گران است حکم کردن او را با وجود شرک به خلود جنت کما یلزم من مذهب الاشعری

لعدم، القول بالواسطة بين الجنة والنار فالحق ما الهمت به من اعدامه بعد استیفاء محاسبته یوم الحشر کمامر۔

وهمين حكم است نزد فقير در اطفال مشركان دار الحرب، چه دخول بهشت منوط به ایمان است به اصالت یا به تبعیت ، اگر چه تبعیت دارِ اسلام باشد، چنانچه مر اطفال اهل ذمه راست، و ایمان در حق اینها مطلق مفقود است پس دخول بهشت اینها را متصور نباشد۔ ودخول دوزخ و خلود در آن، مربوط به شرک است بعد ثبوتِ تکلیف و آن نیز در حق اینها مفقود است۔ فحکمهم حکم البهائم من الاعدام بعد البعث والنشور للحساب و استیفاء الحقوق وهمین حکم است

ای فرزند این فقیر هر چند ملاحظه می نماید و نظر راسیر می دهد، هیچ جانمی یابد که دعوت پیغمبر ما۔ علیه وعلی اله الصلوة والسلام۔ به آنجا نرسیده است، بلکه محسوس می گردد که در رنگ آفتاب، همه جانور دعوت او۔ علیه وعلیٰ اله الصلوة و السلام۔ رسیده است، حتی که در ((یأجوج ومأجوج)) نیز که سد حائل دارند۔

ودر امم سابقه که ملاحظه می کند کم بقعه می یابد که در آنجا بعثت پیغمبری نشده باشد۔ حتی که در زمین هند که دور از این معامله می نمایند، نیز می یابد که از اهل هند، پیغمبران مبعوث شده اند و دعوت به صانع۔ جل شأنه۔ فرموده اند و در بعضی از بلاد هند محسوس می، گردد که انوار انبیا۔ علیهم الصلوات و التسلیمات۔ در ظلمات شرک، در رنگ مشعل ها افروخته اند و اگر خواهد، تعین آن بلادهند نماید و می بیند که پیغمبری است که هیچ کس او را نگرویده است و دعوت اورا قبول نکرده۔ پیغمبری است دیگر که یک کس به وی ایمان آورده است و دیگر است که دو کس به وی گرویده اند و بعضی را سه کس ایمان آورده اند۔ زیاده از سه کس در نظر نیامده که در هند به پیغمبری ایمان آورده باشد۔ تا چهار کس امت یک پیغمبر بودند۔

و آنچه رؤساء کفرۂ هند از وجود واجب تعالیٰ و از صفات او۔ سبحانه۔ و از تنزیهات و تقدیسات او۔ سبحانه و تعالیٰ۔ خبر کرده و اگر نه وجود شریف این بزرگواران بودی، عقل لنگ و کورِ این بی دولتان که ملوث به ظلمات کفر و معاصی است، کی به این دولت مهتدی شدی۔

عقول ناقصه این بی دولتان فی حد ذاتها به الوهیت خود حاکم اند و غیر از خودها، الهی اثبات نمی کنند چنانکه فرعون مصر گفته(ماعلمت لکم من اله غیری) (قصص/۳۸) ونیز گفته (لئن اتخذت الها غیر لا جعلنک من المسجونین) (شعراء/۲۹) وچون از اخبار انبیا۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ معلوم کردند که عالم را صانعی است واجب الوجود تعالیٰ وتقدس، بعضی از این بی دولتان بر قبح ادعاء خود اطلاع یافته، به تقلید و تستر اثبات صانع نموده اند و اورا در خود حال و ساری دانسته اند و باین حیله، مردم را به پرستش خود خوانده اند۔ تعالیٰ عمایقول الظالمون علواً کبیراً۔

اینجا کوته اندیشی سؤال نکند که اگر در زمین هند انبیاء معبوث می شدند، هر آیینه خبر بعثت ایشان نیز به مامی رسید، بلکه آن خبر از جهت توفر دواعی به تواتر منقول می گشت ولیس فلیس زیرا که گویم که دعوت این پیغمبران مبعوث، عام نبوده، بلکه دعوت بعضی مخصوص به یک قوم بوده و بعضی را دعوت مخصوص به یک قریه و یا یک بلده بود و تواند بود که حضرت حق۔ سبحانه و تعالیٰ۔ در قومی یادر قریه، شخصی را به این دولت مشرف ساخته باشد و آن شخص آن قوم یا اهل آن قریه را دعوت به معرفت صانع۔ جل شانه۔ کرده

باشد و منع از عبادت غیر او تعالیٰ نموده، آن قوم یا اهل قریه، انکار او کرده باشند و تضلیل و تجهیل او نموده و چون انکار و تکذیب ایشان به نهایت رسیده باشد، نصرت حق۔ جل و علا۔ آمده، ایشان را هلاک کرده باشد و هچنین بعد از مدتی پیغمبر دیگر به قومی یا قریه، مبعوث شده باشد۔ و عامل معهم کما عامل لاول بقومه و فعل بهم ما فعل باوائلهم و هکذا الی ماشاء الله تعالیٰ و آثار هلاکت قریٰ و بلاد و زمین هند بسیار است و این قوم هر چند هلاک شدند، اما آن کلمه دعوت در میان اقران آنها باقی مانده و جعلها کلمة باقية فی عقبهم لعلهم یرجعون خبر نبوت انبیاء مبعوثه وقتی به ما رسد که جمع کثیر به ایشان گرویده باشند و قوتی پیدا کرده، یک کس آمد و چند روز دعوت کرد و گذشت و هیچ کس او را قبول نکرد و دیگری آمد و همین کار را کرد و یک کس او را گرویده و دیگری را دو کس یا سه کس گرویدند، خبر از کجا منتشر شود و کفار همه در مقام انکار بودند و مخالف دین، آباء خود را رد می کردند۔ ناقل که بود و نقل بنه که کند۔ دیگر الفاظ رسالت و نبوت و پیغمبری از لغات عرب و فارس آمده به واسطه اتحاد و دعوت پیغمبر ما۔ علیه و علی اله و علی جمیع الانبیاء الصلوات و التسلیمات۔ و این الفاظ در لغت هند نبوده تا انبیاء مبعوثه هند را نبی یا رسول یا پیغمبر گویند و با این اسامی ایشان را یاد کنند۔ و ایضاً در جواب آن سؤال به طریق معارضه گوییم که اگر انبیاء در هند مبعوث نشده باشند و هم به زبان ایشان به ایشان دعوت نکرده باشند، هر آیینه حکم اینها حکم شاهق جبل بود و با وجود تمرد و دعوای الوهیت به دوزخ نه در آیند و عذاب مخلد ایشان را نشود۔ هذا مما لا یرتضیه العقل السلیم و لا یساعده الکشف الصحیح فانا نشاهد بعض مردتهم فی وسط الجحیم و الله سبحانه اعلم بحقیقة الحال۔

پیغمبروں ﷺ کے بھیجنے کے فائدوں اور واجب الوجود تعالیٰ کی معرفت میں عقل کے مستقل نہ ہونے اور حکم خاص کے بیان میں جو شاہق جبل اور پیغمبروں ﷺ کے زمانہ فترت کے مشرکوں اور دار حرب کے مشرکوں کے اطفال کے حق میں فرمایا ہے۔ اور گزشتہ امتوں میں زمین ہند میں اہل ہند سے انبیاء کرام ﷺ کے مبعوث ہونے کی تحقیق اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ کی طرف جو علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع اور نسبت علیہ کے صاحب ہیں صادر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اور ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے اگر ہم کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ کرتا۔ بے شک ہمارے رب کے پیغمبر ﷺ حق لے کر آئے ہیں۔

انبیاء ﷺ کے ارسال کرنے کی نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے اور کس دل سے اس منعم کا اعتقاد کیا جائے اور وہ اعضاء کہاں جو اعمال حسنہ کے ساتھ اس نعمت عظمیٰ کا بدلہ ادا کر سکیں۔ اگر ان بزرگواروں ﷺ کا وجود شریف نہ ہوتا۔ ہم بے سمجھوں کو صانع کے وجود اور اس کی وحدت کی طرف کون ہدایت کرتا۔ یونان کے قدیم فلاسفہ باوجود بڑے دانا ہونے کے صانع کے وجود کی طرف ہدایت نہ پا سکے اور کائنات کے وجود کو دہر یعنی زمانہ کی طرف منسوب کیا۔ لیکن جب انبیاء ﷺ کی دعوت کے انوار کا دن چڑھا تو متاخرین فلاسفہ نے انبیاء ﷺ کے دعوت کے انوار کی برکت سے اپنے متقدمین کے مذہب کو رد کیا۔ اور صانع جل شانہ کے وجود کے قائل ہوئے اور حق تعالیٰ کا اثبات ثابت کیا پس ہماری عقلیں انوار نبوت کی تائید کے بغیر اس کام سے معزول ہیں اور ہمارے فہم و جود انبیاء ﷺ کے وسیلہ کے سوا اس معاملہ سے دور ہیں پھر معلوم نہیں کہ ہمارے اصحاب ماتریدیہ نے بعض امور مثل وجود صانع کے اثبات اور اسکی وحدت میں عقل کے استقلال سے کیا مراد لی ہے کہ انہوں نے شاہق جبل بت پرست کو ان دونوں یعنی وجود صانع کے اثبات اور اس کی وحدت کے لیے مکلف کیا ہے۔ اگرچہ

اس کو پیغمبر ﷺ کی دعوت نہیں پہنچی ہو۔ اوران دونوں میں نظر وغور کے ترک کرنے پر اس کے کفر اور خلود فی النار کا حکم لگایا ہے۔ لیکن ہم بلاغ مبین اور حجت بالغہ کے بغیر جو پیغمبروں ﷺ کے ارسال کرنے پر وابستہ ہے۔ کفر اور خلود فی النار کا حکم دینا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عقل اللہ تعالیٰ کی حجتوں میں سے ایک حجت ہے۔ لیکن حجیت میں ایسی حجیت بالغہ نہیں ہے جس پر ایسا سخت عذاب مترتب ہو سکے۔

سوال: اگر شاہق جبل میں رہنے والا جو بت پرست ہے دوزخ میں ہمیشہ کے لیے نہ رہے تو پھر وہ بہشت میں جائے گا۔ اور یہ بھی جائز نہیں۔ کیونکہ جنت میں داخل ہونا مشرکوں پر حرام ہے۔ ان کی جگہ دوزخ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علی نبینا ﷺ کی نسبت حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ **من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماواہ النار۔** جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس پر جنت حرام اور اس کی جگہ دوزخ ہے۔ اور جنت و دوزخ کے درمیان کوئی اور واسطہ ثابت نہیں۔ اور اصحاب اعراف بھی چند روز کے بعد بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ پس یا جنت میں داخل ہوگا یا دوزخ میں۔ یہ سوال واقعی بہت مشکل ہے۔ اس فرزند ارشاد کو معلوم ہے کہ مدت تک اس فقیر (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) پر اس سوال کا تکرار ہوتا رہا لیکن جواب شافی کچھ نہ پایا۔ اور جو کچھ فتوحات مکیہ والے نے اس سوال کے حال میں کہا ہے۔ اور قیامت کے دن ان لوگوں کی دعوت کے لیے پیغمبر علیہ السلام کا مبعوث ہونا ثابت کیا ہے۔ اور اس دعوت کے رد و انکار کے بموجب ان کے لیے بہشت و دوزخ کا حکم کیا ہے۔ اس فقیر (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک پسندو بہتر نہیں ہے۔ کیونکہ دار آخرت دار جزا ہے نہ دار تکلیف تاکہ کسی پیغمبر کے بھیجنے کی ضرورت پڑے۔ بہت مدت کے بعد خداوند تعالیٰ کی عنایت نے رہنمائی کی اور اس معما کو حل کر دیا۔ اور منکشف فرمایا کہ یہ لوگ نہ بہشت میں ہمیشہ رہیں گے نہ دوزخ میں بلکہ آخرت کے بعث و احیا کے بعد ان کو مقام حسب میں کھڑا رکھ کر گناہوں کے اندازہ کے موافق ان کو عتاب و عذاب دیں گے۔ اور حقوق پورے کر کے غیر مکلف حیوانوں کی طرح ان کو بھی معدوم مطلق اور لاشیئے محض کر دیں گے۔ پس خلود کس کے لیے اور مخلد کون ہوگا اس معرفت غریبہ کو جب انبیاء ﷺ کے حضور میں پیش کیا گیا تو سب نے اس کی تصدیق کی اور اس کو مقبول فرمایا۔ **والعلم عند اللہ سبحانہ۔**

فقیر پر یہ بات نہایت ناگوار گزرتی ہے۔ کہ حق تعالیٰ باوجود اپنی کمال رأفت و رحمت کے بغیر اس بات کے کہ انبیاء ﷺ کے ذریعے ابلاغ مبین فرمائے صرف عقل کے اعتبار پر جس میں غلطی اور خطا کی بہت مجال ہے۔ پس اپنے بندے کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈالے اور ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار کرے۔ جس طرح کہ باوجود شرک کے اس کے لیے جنت میں ہمیشہ رہنے کا حکم کرنا ناگوار معلوم ہوتا ہے جیسے کہ جنت و دوزخ کے درمیان واسطہ کے قائل نہ ہونے کے باعث اشعری کے مذہب سے لازم آتا ہے پس حق یہی ہے جو مجھے الہام ہوا کہ قیامت کے دن محاسبہ کے بعد وہ معدوم کیا جائے گا۔ اور فقیر کے نزدیک دار حرب کے مشرکین کے اطفال کے بارہ میں بھی یہی حکم ہے کیونکہ بہشت میں داخل ہونا ایمان پر وابستہ ہے۔ خواہ ایمان اصالت کے طور پر ہو یا تبعیت کے طور پر اگرچہ تبعیت دار اسلام میں ہوتی ہے جیسے کہ اہل ذمہ کے لڑکوں کے لیے لیکن ان کے حق میں ایمان مطلق طور پر مفقود ہے۔ پس بہشت میں ان کا داخل ہونا متصور نہیں ہوتا۔ اور دوزخ میں داخل ہونا اور اس میں ہمیشہ رہنا تکلیف کے ثابت ہونے کے بعد مشرک پر منحصر ہے۔ اور یہ بھی ان کے حق میں مفقود ہے۔ پس ان کا حکم حیوانوں کا سا حکم ہے کہ بعث و نشور کے بعد حساب کے لیے کھڑا کریں گے اور ان سے حقوق پورا کر کے ان کو معدوم و نیست و نابود کر دیں گے۔ اور ان مشرکوں کے حق میں بھی جو پیغمبروں ﷺ کی فترت کے زمانہ (دو پیغمبروں ﷺ کا درمیانی زمانہ) میں ہوئے ہیں۔ اور جن کو کسی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت نصیب نہیں ہوئی یہی حکم ہے۔

اے فرزند! یہ فقیر (حضور امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ) جس قدر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر کو وسیع کرتا ہے، کوئی ایسی جگہ نہیں پاتا جہاں ہمارے پیغمبر ﷺ کی دعوت نہ پہنچی ہو۔ بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آفتاب کی طرح سب جگہ حضور ﷺ کی دعوت کا سب جگہ نور پہنچا ہے۔ حتیٰ کہ یاجوج ماجوج میں بھی جن کو دیوار حائل ہے پہنچا ہوا ہے۔ اور گزشتہ امتوں میں ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہے جہاں پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ حتیٰ کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ سے دور دکھائی دیتی ہے معلوم کرتا ہے کہ اہل ہند سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ اور صانع جل شانہ کی طرف دعوت فرمائی ہے۔ اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں اگر ان شہروں کو معین کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کوئی ایسا پیغمبر ہے جس کی کسی نے تابعداری نہیں کی اور کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور کوئی ایسا پیغمبر ہے کہ صرف ایک ہی آدمی اس پر ایمان لایا ہے اور کسی پیغمبر کے تابع صرف دو شخص ہوئے ہیں۔

اور بعض کے ساتھ تین آدمی ایمان لائے ہیں۔ تین آدمیوں میں سے زیادہ نظر نہیں آتے جو ہند میں کسی پیغمبر پر ایمان لائے ہوں تا کہ چار آدمی ایک پیغمبر کی امت ہوں اور جو کچھ ہند کے رئیس کفار نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات اور اس کے تنزیہ و تقدیس کے بارے میں لکھا ہے۔ سب انوار نبوت سے مقتبس ہے۔ کیونکہ گزشتہ امتوں میں سے ہر ایک کے زمانہ میں ایک نہ ایک پیغمبر ضرور گزرا ہے۔ جس نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کے ثبوت اور اس کے تنزیہ و تقدیس کی نسبت خبر دی ہے۔ اگر ان بزرگواروں علیہم السلام کا وجود شریف نہ ہوتا ان بدبختوں کی لنگڑی اور اندھی عقل جو کفر و معاصی کے ظلمات سے آلودہ ہے اس دولت کی طرف کس طرح ہدایت پاتی۔ ان بدبختوں کی ناقص عقلیں اپنی حدذات میں اپنی الوہیت کا حکم دیتی ہیں اور اپنے سوا کوئی اور خدا ثابت نہیں کرتیں۔ جس طرح کہ فرعون مصر نے کہا کہ:

ماعلمت لکم من الہ غیری

ترجمہ: میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں مانتا۔

اور یہ بھی کہا کہ۔

لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ۔

ترجمہ: اگر تو میرے سوا کوئی اور خدا بنائے تو میں تجھے قید کر دوں گا۔ (سورۃ الشعراء: ۲۹)

اور جب انبیاء علیہم السلام کے آگاہ کرنے سے انہوں نے معلوم کیا کہ عالم کے لیے ایک صانع واجب الوجود ہے۔ تو ان کم بختوں میں سے بعض نے اپنے دعویٰ کی برائی پر اطلاع پا کر تقلید و تستر کے طور پر صانع کو ثابت کیا اور اس کو اپنے آپ میں حلول کیا ہوا اور سرایت کیا ہوا سمجھا۔ اور اس حیلہ سے لوگوں کو اپنی پرستش کی طرف بلایا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بڑا ہے۔ اس جگہ کوئی بے قوت یہ سوال نہ کرے کہ اگر زمین ہند میں پیغمبر مبعوث ہوئے۔ تو ان کے مبعوث ہونے کی خبر ضرور ہم تک پہنچتی بلکہ وہ خبر بکثرت دعوتوں کی جہت سے تواتر کے طور پر منقول ہوتی۔ جب ایسا نہیں ہے تو ویسا بھی نہیں ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ان مبعوث پیغمبروں علیہم السلام کی دعوت عام نہ تھی۔ بلکہ کسی کی دعوت ایک قوم سے اور بعض کی ایک گاؤں سے یا شہر سے مخصوص تھی

اور ہوسکتا تھا کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے کسی قوم یا گاؤں میں کسی شخص کو اس دولت سے مشرف فرمایا ہو۔ اور اس شخص نے اس قوم یا اس گاؤں کے لوگوں کو صانع جل شانہ کی معرفت کی طرف دعوت کی ہو۔ اور حق تعالیٰ کے سوا اوروں کی عبادت سے منع کیا ہو۔ اور اس قوم یا گاؤں والوں نے اس کا انکار کیا ہو اور اس کو ذلیل وجاہل سمجھا ہو۔ اور جب انکار وتکذیب حد سے بڑھ گیا ہو۔ تو حق تعالیٰ کی مدد نے آ کر ان کو ہلاک کر دیا ہو۔ اسی طرح کچھ مدت کے بعد ایک اور پیغمبر کسی قوم یا گاؤں کی طرف مبعوث ہوا ہو۔ اور اس پیغمبر نے بھی ان لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا ہو جو پہلے پیغمبر ﷺ نے کیا تھا۔ اور اس پیغمبر کے ساتھ وہی معاملہ جو ان کے پہلوں نے کیا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح ہوتا رہا ہو۔ زمین ہند میں گاؤں اور شہروں کی ہلاکت کے آثار بہت پائے جاتے ہیں یہ لوگ اگر چہ ہلاک ہو گئے لیکن وہ دعوت کا کلمہ ان کے ہم عصروں کے درمیان باقی رہا ہو۔

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

ترجمہ: اور اس کلمہ کو اس واسطے پیچھے باقی رکھا کہ شاید وہ رجوع کر آئیں۔ (سورۃ الزخرف:۲۸)

ان مبعوث پیغمبروں ﷺ کی دعوت کی خبر ہم تک تب پہنچتی جبکہ بہت سے لوگ ان کے تابع ہوتے اور بڑی بھاری قوم بہم پہنچاتے جب ایک آدمی آیا اور چند روز دعوت کر کے چلا گیا۔ اور کسی نے اس کو قبول نہ کیا۔ پھر دوسرا آیا اور اس نے یہی کام کیا۔ اور ایک آدمی اس کے ساتھ ایمان لایا۔ اور تیسرے کے ساتھ دو یا تین آدمی ایمان لائے تو پھر خبر کس طرح پھیلتی اور عام ہوتی۔ اور کفار سب کے سب انکار کے درپے تھے اور اپنے باپ دادا کے دین کے مخالفوں کو رد کرتے تھے۔ تو پھر نقل کون کرتا اور کس کی طرف نقل کرتا۔

دوسرے یہ کہ نبوت ورسالت وپیغمبر کے الفاظ ان پیغمبروں اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی دعوت کے متحد ہونے کے باعث عربی اور فارسی لغت کے تھے۔ اور یہ الفاظ ہندی لغت میں نہ تھے۔ تا کہ ہند کے مبعوث انبیاء ﷺ کو نبی یا رسول یا پیغمبر ﷺ کہتے اور ان ناموں سے ان کو یاد کرتے۔ اور نیز اس سوال کے جواب میں ہم معاوضہ کے طور پر کہتے ہیں کہ اگر ہند میں انبیاء مبعوث نہ ہوئے ہوں اور ان کی زبان میں ان کو دعوت بھی نہ کی ہو تو پھر ان کا حکم بھی شاہق جبل کا حکم ہوگا کہ باوجود سرکشی اور دعویٰ الوہیت کے دوزخ میں نہ جائیں۔ اور ہمیشہ کے عذاب میں نہ رہیں۔ اب بات کو بھی نہ تو عقل سلیم پسند کرتی ہے اور نہ ہی کشف صحیح اس کی شہادت دیتا ہے کیونکہ ہم ان میں سے بعض سرکش مردودوں کو دوزخ کے وسط میں دیکھتے ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ والسلام۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب، ۲۵۹، ج، ا، ص، ۵۱۴ تا ۵۱۸، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

مضافات سرہند میں چالیس پیغمبروں کی قبریں ہیں:

میرے (خواجہ محمد احسان مجددی ﷫) کے والد بزرگوار نے فرمایا کہ ایک روز حضرت قیوم ثالث حجۃ اللہ ﷫ اس مقام کی زیارت کے لئے گئے جہاں پیغمبر مدفون ہیں۔ فاتحہ سے فارغ ہو کر لوگوں کو فرمایا کہ اس مقام پر چالیس پیغمبر لیٹے ہوئے ہیں لیکن ان میں سے بعض طوفان نوح سے بھی پہلے کے مبعوث شدہ ہیں۔

س مبارک ٹیلہ کی پائنتی کی طرف ''براس'' نام ایک گاؤں ہے جو انبیاء ﷺ کی ہجرت گاہ ہے اور یہ ٹیلہ بھی ان انبیاء ﷺ کے وقت آباد تھا چونکہ لوگ ان انبیاء ﷺ کے پیروکار نہ بنے ان پر ایمان نہ لائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو تہہ وبالا کر دیا تھا۔ شہر سرہند سے چھ کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں سنکوتل نام

ہے یہاں بھی پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں لیکن وہاں کے لوگ بدقسمتی سے ان پر ایمان نہ لائے۔ حق تعالیٰ نے اپنا غضب وہاں نازل فرمایا' آسمانوں سے پتھروں کی بارش کی گئی اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ پیغمبر وہاں سے ہجرت کر کے "براس" میں آئے اور یہیں وفات پائی۔

(روضۃ القیومیہ، ج۱، ص۲۸۶)

اگر میری تین باتوں کا جواب (جو میرے دل میں ہیں) وہ دے دیں گے:

حضرت علامہ شیخ بدر الدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

علامی فهامی میرک شیخ استاد شاهزاده ولی عهد که مقرب حضرت خاقانی است، نقل کرده که مرا بیشان نقار خاطر بود، از آنکه از بعض مردم سنیده بودم که ایشان نوشته اند که مرتبهٔ من از حضرت صدیق اکبر زیاده است۔

در آن ایام که هندوستان آمده ایم و بسهرندمنزل واقع شد۔ اتفاقاً ملاقات من بیارے از یاران قدیم که قبل ازین بے باک (بود) و چندانے تقید باوضاع صلاح نداشت، افتاد۔ دیدم که بحلیه صلاح و تقویٰ آراسته است، و بسیمائے خدا طلبی و حق پرستی پیراسته۔ سبب انرا پرسیدم، گفت من خدمت حضرت ایشان ارادت آورده ام و ملازم سعادت حضور ایشانم۔ حق سبحانه ببرکت صحبت ایشان باین دولت رسانیده است۔ گفتم ایشان که چنین و چنان در کتاب خود نوشته اند، صحبت ایشان را چه اثر خواهد بود؟ آن یار نیکو کار گفت که زنهارِ! الف زنهار! نافهمیده انکار میار، که قطب روئے زمین اند۔ اگر ایشان را توبینی و بصحبت ایشان نشینی حقیقت کاروبار بشناسی۔ از شدت انکار که داشتم گفتم که نمی توانم دید۔ آن یار بسیار از بسیار مجد شد که البته باید دید، و ازین اعتقاد فاسد باید رهید۔ در دل خود (گفتم) که اگر سه چیز که در خود کرده ام مشرف شده بجواب هر کدام مرا آگاه سازند، معتقد ایشان می شوم۔ یکے همان سخن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ را درمیان آرند و خار انکار از پائے دلم بر آرند و دوم انکه از آبا و اجداد من ذکر کنند و بیان شطرے از احوال آنها نمایند۔ سیوم آنکه از احوال خواجه خاوند محمود نیز مذکور سازند۔

بارے بارفاقت آن یار بخدمت ایشان رفتم۔ همین که از دور ایشان را دیدم رعشه در اعضائے من افتاد و دهشت و هیبت دل مرا فرو گرفت، ترسان و لرزان بپابوس حضرت مشرف گشتم۔ اجازت نشستن فرمودند، بمجرد نشستن من جزوے از زیر تکیه بر آوردند و بدست من دادند، همان مکتوب بود که از آنجا مردم توهم تفوق ایشان بر صدیق اکبر می کردند۔ و آن را چنان بیان نمودند که هیچ خافیهٔ ریب و شک در دل من نماند۔ بعد ازان فرمود مولانا میر کی! پدر شما فلان نام چنین و چنان بود، و جد شما چنان و چنین، و فرجد شما آنچنان۔ نام بردند و فضائل آنها بیان نمودند و حالانکه من بخدمت ایشان هرگز آشنا نبودم۔ بعد ازان برخاستند و خواستند که مرا وداع کنند۔ بخاطر من رسید که ذکر خواجه خاوند محمود نکردند۔ باز گشته روئے بمن آوردند و فرمودند که خواجه خاوند پیرزادۂ ما اند و جذبۂ موروثی دارند۔ راوی گوید که این سه خارق در یک مجلس از از حضرت ایشان مشاهده کردم۔

ترجمہ: حضرت علامہ میرک جو شاہزادہ ولی عہد (شاہجہان) کے استاد اور بادشاہ کے مقرب تھے بیان کرتے تھے کہ مجھے حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے کدورت تھی اس لیے کہ میں نے بعض لوگوں سے سنا تھا کہ آپ (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ) نے کہیں لکھا ہے کہ

میرا مرتبہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہے اسی زمانے میں میرا آنا ہندوستان میں ہوا اور میں سرہند شریف میں ٹھہرا اتفاق سے میری ملاقات میرے ایک قدیم دوست سے ہوئی جو پہلے بالکل آزاد طبیعت کا تھا اور صلاح وتقویٰ سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا لیکن اب شریعت اور تقویٰ کے لباس میں آراستہ ہے اور خدا طلبی اور حق پرستی اس کی پیشانی سے ٹپکتی ہے۔

میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا اس نے بتایا کہ میں حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا مرید ہو گیا ہوں اور ان کی خدمت میں حاضری نصیب ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی صحبت کی برکت سے یہ دولت مجھے عطا فرمائی ہے میں نے کہا کہ انھوں نے تو ایسی ایسی بات لکھی ہے ان کی صحبت میں کیا اثر ہوگا اس نے کہا، خبردار ہزار بار خبردار بے سمجھے ہوئے انکار مت کرو وہ تو اس وقت قطب عالم (قطب مدار) ہیں اگر تم ان کو دیکھو اور ان کی صحبت میں بیٹھو تو تمہیں خود ہی حقیقت کا پتہ چل جائے گا مجھے چونکہ آپ (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) سے سخت کدورت تھی اس لئے میں نے کہا کہ میں ان کو نہیں دیکھ سکتا وہ بہت بہت مصر ہوا کہ ضرور دیکھ لو اور اپنے فاسد خیال سے باز آجاؤ پھر تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اچھا اگر میری تین باتوں کا جواب (جو میرے دل میں ہیں) وہ دے دیں گے تو میں ان معتقد ہو جاؤں گا پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ خود ہی حضرت امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کریں اور میرے دل سے انکار کی کدورت کو دور کر دیں دوسرے یہ کہ میرے آباؤ اجداد کا ذکر چھیڑیں اور ان کے حالات کسی قدر بتائیں تیسرے یہ کہ خواجہ خاوند محمود کے احوال بھی بیان کریں آخر کار میں اپنے دوست کے ساتھ آپ (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کی خدمت میں حاضر ہوا جونہی میں نے ان کو دور سے دیکھا میرے تمام اعضاء میں رعشہ طاری ہو گیا اور میرے دل میں دہشت اور ہیبت پیدا ہو گئی ڈرتا ہوا اور لرزتا ہوا میں آپ (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کی خدمت میں حاضر ہوا آپ (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے بیٹھنے کی اجازت دی میرے بیٹھتے ہی آپ (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے تکیے کے نیچے سے ایک تحریر نکالی اور میرے حوالے کی وہ وہی مکتوب تھا جس سے لوگوں نے یہ بدگمانی پیدا کر لی تھی کہ گویا آپ (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے خود کو حضرت امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل کہا ہے

آپ (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے یہ بات ایسی واضح فرمائی کہ پھر میرے دل میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی پھر فرمایا اے مولانا میر کی، تمہارے والد کا نام ایسا ایسا تھا تمہارے دادا ایسے تھے اور تمہارے پردادا یوں تھے ہر ایک کا نام اور ان کے فضائل بیان کئے حالانکہ میں کبھی ان کی خدمت میں متعارف نہیں تھا اس کے بعد آپ (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) اُٹھے اور چاہا کہ مجھے رخصت کریں میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ آپ (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے (تیسری بات یعنی) خواجہ خاوند محمود کا ذکر نہیں فرمایا آپ (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے پلٹ کر میری طرف روئے سخن کیا اور فرمایا کہ خواجہ خاوند محمود ہمارے پیرزادے ہیں اور موروثی جذبہ (روحانیت) رکھتے ہیں راوی (یعنی شیخ میرک) کہتے ہیں کہ یہ تین کرامتیں ایک ہی مجلس میں حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے میں نے مشاہدہ کیں۔

(حضرات القدس، ص، ۱۸۴، ۱۸۵، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور)

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

خواجه محمد هاشم نقل کرده که روزے حضرت ایشان درمیان عورات اهل خانه نشسته بودند که عاجزۂ ایشان ام کلثوم که هفت ساله بود، از پیش اخوند آمده تاسف بسیار کرد که هائے هائے ! من همه شمارا از حق سبحانه غافل می یاهم۔ حضرت ایشان فرمودند که بی بی! این حال بر شمار باز کجا پرتو انداخت؟ گفت شما فلان زن را شغل تلقین می فرمودید، من حاضر بودم۔ ازان روز دل مرا مشغولی گرفته است، هیچ گا، برمن غفلت طالوی نمی شود و حال هیچ دل بر من پوشیده نیست۔ هشتم ربیع الاول سنه مذکور یک روز عقب از آن دو برادر خورد وفات یافت۔

ترجمہ: خواجہ محمد ہاشم علیہ الرحمہ نے بتایا کہ ایک دن حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ زنانہ مکان میں تشریف رکھتے تھے کہ آپ کی صاحبزادی ام کلثوم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) جو اس وقت سات سال کی تھیں استاد کے پاس سے پڑھ کر آئیں اور بہت افسوس ظاہر کیا کہ آہ میں تم سب کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل پا رہی ہوں، حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بی بی یہ بات تمہیں کس طرح معلوم ہوئی، انہوں نے کہا کہ آپ علیہ الرحمہ جس وقت فلاں عورت کو ذکر کی تلقین فرمارہے تھے میں بھی موجود تھی اور اسی دن سے میرا دل ذاکر ہو گیا ہے اور کسی وقت مجھے غفلت طاری نہیں ہوتی اور کسی دل کا حال مجھ پر پوشیدہ نہیں رہتا۔

(حضرات القدس، ج ۲، ص ۲۹۸، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

باب نمبر ۶

سوال:(۱۳۲)اعتراض کے طور پر دیوبندیوں کے مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا:

۲۔حضور اقدس ﷺ حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و التسلیم اور آپکی برکات و فیوض کائنات کے ذرہ ذرہ میں موجود ہیں۔

الجواب:

آنحضرت ﷺ پر لفظ بشر کے اطلاق اور آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے متعلق استفسار کا جواب:

ملتان سے دربار پیرانِ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے مشہور بزرگ اور سجادہ نشین حضرت مخدوم صدرالدین شاہ صاحب گیلانی علیہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ پاک پر لفظ بشر کے اطلاق اور آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے متعلق بعض علمائے وقت کے باہم اختلاف پر حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ کا مسلک دریافت کیا تو جواب میں مندرجہ ذیل مکتوب ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا و مصلیا

از نیاز مند اہل اللہ المدعو بمہر علی شاہ الی سید المکرم جناب مخدوم صدرالدین شاہ صاحب ملتانی حفظہ اللہ تعالیٰ دامت عنایة وعلیک السلام ورحمة اللہ

امابعد عنایت نامہ مشتمل بر تنازع علمائے کرام در بارۂ جواز اطلاق بشر بر آنحضرت ﷺ وعدم آں و حاضر ناظر بودن حضرت سید البشر ﷺ وانتفائے آں ملاحظہ سے گزرا۔

میں اس قابل نہیں ہوں کہ اہل علم و فضل کے مابین محاکمہ و مداخلت کروں۔ مگر امتثالاً لا امر السامی ما حضر عرض کرنے پر مجبور ہوں۔

مخدوما! اس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کے لیے ذکر آنحضرت ﷺ بطریق تکریم و تعظیم واجب اور ضروری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنی میں بحسب لغت عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت۔ میری ناقص رائے میں لہٰذا اطلاق لفظِ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔ خواص کیلیے جائز اور عوام کے لیے بغیر زیارت لفظ دال بر تعظیم ناجائز (توضیح) آدم علیٰ نبینا علیہ السلام کو بشر کس واسطے کہا گیا؟

وجہ اس کی یہ ہے کہ آدم علیٰ نبینا علیہ السلام کو شرف مباشرت بالیدین عطا فرمایا گیا ہے:

مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ

آیت فرمان الٰہی ابلیس کو: اور کس چیز نے تجھے اس (آدم علیہ السلام) کو سجدہ کرنے سے منع کیا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ (سورۃ ص:۷۵)

چونکہ ملائکہ اس کمال آدم علیہ السلام سے بے خبر تھے۔

ایسا ہی ابلیس بھی **فقالوا ماقالوا**۔ فرق اتنا ہے کہ ملائکہ جتلانے کے بعد سمجھ گئے اور معترف بالقصور ہوئے۔

قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔

ترجمہ: فرشتوں نے کہا تو پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے دے رکھا ہے۔

اور ابلیس کو علاوہ قصور جہل کے غرور بھی تھا۔

لهذا أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ الخ هكذا قال الشيخ الاكبر قدس سره الاطهر بما له وما عليه فی جواب سوال حكيم الترمذی۔

شیطان نے انکار کیا اور تکبر اختیار کیا۔

بشر ہی کو کمال استجلا کے لیے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت اس کمال سے محروم ٹھہرے اور مظاہر و مرایا کمالات استجلائیہ سے از گروہ انبیاء علیہم السلام سیدنا ابو القاسم آنحضرت ﷺ اصالۃً واز جماعت اولیائے کرام وارث

مصرع

وانی علیٰ قدم النبی ﷺ بدر الکمال۔

ترجمہ: اور میں نبی بدر الکمال کے قدم شریف پر ہوں (قصیدہ غوثیہ)

سیدنا عبد القادر وامثاله رضی الله تعالیٰ عنهم وراثته مظهر اکمل و اتم لاسمه الاعظم ٹھہرے۔ بشر ہی کے لیے تنزل اخیر ہونے کے باعث اس قدر اہتمام ہوا کہ ہیئت اجتماعیہ وترکیبات اسمائیہ واتصالات واوضاع انی خمرت طینۃ آدم سے لیکر تا ظہور جسد عنصری ﷺ کو متوجہ کیا گیا ہے اور خدام بنائے گئے تا کہ

من رانی فقد رای الحق

ترجمہ: جس نے میرا دیدار کیا اس نے خدائے تعالیٰ کا دیدار کیا۔ (الحدیث)

کا آئینہ وچہرہ علیٰ وجہ الکمال اور پورا حق نما ہوا۔ قصہ مختصر بشر ہی ہے کہ جس کو

خداهی کو خدابینی در چهرۂ من بنگر		من آئینه اویم او نیست جدا از من

ہونے اور کہنے کا استحقاق حاصل ہے۔ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ عارف کا بشر کہنا از قبیل ذکر آنحضرت ﷺ بالاسماء المعظمه ہوا۔ بخلاف غیر عارف کے کہ اس کے لیے بغیر انضمام کلمات تعظیم صرف لفظ بشر ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ آیت کریمہ من بشر کے بعد یوحی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ (قرآن) لی اور تشهد میں عبده کے بعد رسوله۔ اور کلام اہل عرفان میں ہے

فمبلغ العلم فیه انه بشر وانه اخیر خلق الله کلهم۔

ترجمہ: بے شک حضور بشر ہیں اور بے شک اللہ کی تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔

میرے خیال میں فریقین از علمائے کرام متنازعین اہل سنت والجماعت سے ہیں اور ذکر آنحضرت ﷺ کو **بالا سماء المعظمہ** واجب اور ضروری اعتقاد کرتے ہیں۔ لہٰذا ان سے ہرگز ہرگز متصور نہیں کہ معاذ اللہ فرقۂ ضالہ نجدیہ وہابیہ کی طرح صرف لفظ بشر کا اطلاق جائز کہیں۔ البتہ ان کا خیال ہے کہ بقصد تحقیر لفظ بشر کا استعمال ناجائز اور بغیر اس کے جائز۔ مگر میری رائے وہی ہے جو اوپر بیان کر چکا ہوں کہ صرف لفظ بشر کا اطلاق بغیر انضمام کلمات تعظیم نہ چاہیے کہ بوجہ شیوع عرف وقصد فرقہ ضالہ صرف بشر کہنے میں ایہام امر ناجائز کا ہے۔ رہا آنحضرت ﷺ **بجسدہ العنصری** ہر مکان و ہر زمان میں حاضر ناظر ہونا۔ تو یہ امر مختلف فیہ ہے۔ **فقائل ومنکز ولکل وجھۃ**۔ میرے خیال میں ظہور وسریان حقیقت احمدیہ ﷺ ہر عالم و ہر مرتبہ اور ہر ذرہ ذرہ میں عند المحققین من الصوفیہ ثابت ہے۔ اس کو حقیقت الحقائق کہتے اور لکھتے ہیں۔ **فھو نورہ صلی اللہ علیہ وسلم**۔ اولاً خو بصورت معنویہ قلب تقی نقی اور جسد شریف عنصری کے ظاہر ہوا۔ ظہور آنحضرت ﷺ بصورت مثالیہ شریفہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہر مکان و ہر زمان میں احادیث صحیحہ میں ثابت ہے جس کا اقرار واقعی آنحضرت ﷺ کا اقرار اور اس کا انکار آپ ﷺ کا انکار مانا گیا ہے۔ کمافی حدیث البخاری فی کتاب الایمان۔ اہل تجربہ کو ظہور کذائی مثالی کا راتا مرا تا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ البتہ ظہور آنحضرت ﷺ کا بجسد العنصری الیعنی کا پتہ بعض اہل مشاہدہ سے ملتا ہے اور بلحاظ واقعہ معراج شریف وخصائص ولوازم مختصہ جسد شریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مستبعد بھی نہیں۔ ھذا ماعندی والعلم عند اللہ۔

آخری معروض۔ آنحضرت ﷺ نے دربارہ حضرت سیدنا حسن ؓ فرمایا تھا کہ **ابنی ھذا سید لعل اللہ یصلح بہ بین الفئتین من المؤمنین**۔ آپ بھی چونکہ سید حسنی ہیں فریقین کو تحریر ہذا سنا کہ آپس میں ملا دیں۔ اور ہدایت کریں کہ ایک دوسرے کو برا نہ کہیں اور ایسا ہی عوام کو بھی۔

ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند		الملتجی والمشتکی الی اللہ المدعوا

بمہر علی شاہ از گولڑہ بقلم خود

(مہر منیر ص: ۴۵۵/۴۵۷)

مولانا حاجی رحمت اللہ ؒ سے ملاقات:

مدرسہ صولتیہ میں قیام کے دوران ایک روز مولانا رحمت اللہ صاحب نے آپ سے ملاقات پر پوچھا کہ جہاز میں مسئلہ ندائے غائبانہ پر آپ کی کسی شخص سے گفتگو ہوئی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہوئی تھی اور جو الفاظ آپ نے کہے تھے۔ بطور معذرت کہا کہ آپ کے متعلق میں نے یہ الفاظ بھی کہے تھے۔ مولانا نے دریافت کیا کہ اس سلسلہ میں آپ کا مسلک کیا ہے۔ فرمایا میں جائز سمجھتا ہوں۔ مولانا نے دلیل طلب کرتے ہوئے کہا کہ ''یارسول اللہ ﷺ'' کی ندا حاضر وناظر ہونے کی متقاضی ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر نہیں ہیں اور نہ ہر ایک کے ناظر ہیں۔ حضرت ؒ نے جواب دیا کہ بخاری شریف میں متفق علیہ حدیث ہے کہ نکیرین مردہ سے چند سوالات کرتے ہیں جن میں ایک سوال یہ ہوتا ہے۔

مَا كُنتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: تم اس شخص محمد ﷺ کے بارہ میں کیا اعتقاد رکھتے تھے۔(صحیح البخاری، رقم: ۱۳۷۴، صحیح مسلم، رقم: ۲۲۲۱) ہذا موضوع ہے محسوس مبصر کے لیے اور الرجل موضوع ہے مذکر مشرد کے لیے جو بنی آدم سے ہو۔ لہٰذا وہاں قبر میں محسوس مبصر مرد کا ہونا ضروری ہے اور وہ خود آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے کیونکہ جب تک کسی لفظ کے وضعی معنی ہو سکیں، غیر وضعی معانی لینا خلاف اصل ہے۔ اور جب ایک ہی وقت میں کثیر التعداد مخلوق مرتی ہے اور حسب مضمون حدیث مذکور، ہر جگہ رسول پاک ﷺ کا بیک وقت موجود ہونا ثابت ہوا تو کیا بعید ہے کہ روئے زمین پر ہر جگہ آپ حاضر ہوں۔

اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ حاجی رحمت اللہ صاحب گرویدہ ہو گئے اور فرمایا کہ یہ تو علم لدنی ہے۔ ہم سالہا سال سے بخاری شریف کی یہ حدیث درس میں پڑھا رہے ہیں لیکن ان معانی کی طرف کبھی ذہن ہی نہیں گیا جو آپ نے استنباط کیے ہیں۔ حضرت حاجی رحمت اللہ چونکہ ایک محقق اور منصف مزاج عالم تھے اس لیے شرعی دلیل سے ندائے غائبانہ کی معقول وجہ سمجھ میں آجانے پر فوراً اپنے سابقہ مسلک کو تبدیل فرمالیا۔

(مہر منیر، ص:۱۱۹)

باب نمبر۶۱

سوال:(۱۳۵)اعتراض کے طور پر دیوبندیوں کے مولانا عبد المقدس جلبی وال نے لکھا

۳۔حضور اقدس ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ اور اصحاب تصرف ہیں۔ (تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر،ص،۵۳۳)

الجواب:

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری،قرطبی علیہ الرحمہ،متوفی،۶۷۱ھ،لکھتے ہیں:

وثبت أن لأنبياء وَالْأَوْلِيَاءَ وَالشُّهَدَاءَ لَا تَأْكُلُ الْأَرْضُ أَجْسَادَهُمْ، حَرَّمَ اللهُ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَهُمْ.۔

ترجمہ: یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام،اولیاء(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)اور شہداء(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی۔اللہ تعالیٰ نے ان کے جسموں کے کھانے کو زمین پر حرام کردیا ہے۔

(تفسیر القرطبی،سورۃ ق،تحت الآیۃ:۴،ج،۱۷،ص،۵،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

حضرت علامہ،بیہقی وقت،قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی،قدس سرہ،متوفی،۱۸۱۰ھ،لکھتے ہیں:

وَلا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْواتٌ اى هم أموات نزلت في قتلى بدر من المسلمين و كانوا اربعة عشر رجلا ستة من المهاجرين وثمانية من الأنصار- كان الناس يقولون لمن يقتل في سبيل الله مات فلان و ذهب عنه نعيم الدنيا فانزل الله هذه الاية بَلْ أَحْياءٌ يعنى ان الله تعالى يعطى لارواحهم قوة الأجساد فيذهبون من الأرض والسماء والجنة حيث يشاؤن وينصرون أولياءهم ويدمرون أعداءهم ان شاء الله تعالى ومن أجل ذلك الحيوة لا تأكل الأرض أجسادهم ولا أكفانهم قال البغوي قيل ان أرواحهم تركع وتسجد كل ليلة تحت العرش الى يوم القيامة- قال عليه السلام ان الشهداء إذا استشهدوا انزل الله جسدا كاحسن جسد ثم يقال لروحه ادخلى فيه فينظر الى جسده الاول مايفعل به ويتكلم فيظن انهم يسمعون كلامه وينظر إليهم فيظن انهم يرونه حتى تأتيه أزواجه من الحور العين فيذهبن به- رواه ابن منذر مرسلا- وفي صحيح مسلم عن ابن مسعود مرفوعا أرواح الشهداء عند الله في طير خضر تسرح في الجنة حيث شاءت ثم تأوى الى قناديل تحت العرش- فذهب جماعة من العلماء الى ان هذه الحيوة مختص بالشهداء والحق عندى عدم اختصاصها بهم بل حيوة الأنبياء أقوى منهم وأشد ظهورا اثارها في الخارج حتى لا يجوز النكاح

بأزواج النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهيد- والصديقون ايضا أعلى درجة من الشهداء والصالحون يعنى الأولياء ملحقون بهم كما يدل عليه الترتيب في قوله تعالى مِنَ النَّبِيّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ولذلك قالت الصوفية العلية أرواحنا أجسادنا وأجسادنا أرواحنا- وقد تواتر عن كثير من الأولياء انهم ينصرون أولياءهم ويدمرون أعداءهم ويهدون الى الله تعالى من يشاء الله تعالى- وقد ذكر المجدد رضى الله عنه- ان ارباب كمالات النبوة بالوراثة قلت وهم الصديقون والمقربون في لسان الشرع يعطى لهم من الله تعالى وجودا موهوبا- ويدل على ان أجساد الأنبياء والشهداء وبعض الصلحاء لا يأكلها الأرض ما أخرجه الحاكم وابو داود عن أوس بن أوس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله حرم على الأرض ان تأكل أجساد الأنبياء- واخرج ابن ماجة عن ابى الدرداء نحوه- واخرج مالك عن عبد الرحمن ابن صعصعة انه بلغه ان عمرو بن الجموح وعبدالله بن جبير الأنصاري كان قد حفر السيل قبرهما وكان قبرهما مما يلى السيل وكانا في قبر واحد وهما ممن استشهد يوم أحد- فحفر ليغيرا من مكانهما فوجدا لم يتغيرا كانهما ماتا بالأمس وكان بين أحد وبين حفر عنهما ستة وأربعون سنة- واخرج البيهقي ان معاوية لما أراد ان يجرى كظامة نادى من كان له قتيل بأحد فليشهد فخرج الناس الى قتلاهم فوجدهم رطابا ينبتون فاصابت المسحاة رجل رجل منهم فانبعث دما ولقد كانوا يحفرون التراب فحفروا نثرة من تراب فاح عليهم ريح المسلك- هكذا اخرج الواقدي عن شيوخه واخرج ابن ابى شيبة نحوه واخرج البيهقي عن جابر وفيه فاصابت المسحاة قدم حمزة فانبعث دما- واخرج الطبراني عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المؤذن المحتسب كالشهيد المتشعط في دمه إذا مات لم يدود في قبره- واخرج ابن مندة عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا مات حامل القران اوحى الله الى الأرض ان لا تأكل لحمه فتقول الأرض اى رب كيف أكل لحمه وكلامك في جوفه- قال ابن مندة وفي الباب عن ابى هريرة وابن مسعود قلت لعل المراد بحامل القرآن الصديق فان مساس بركات القران مختص به حيث قال الله تعالى لا يمسه إلّا المطهرون- واخرج المروزي عن قتادة قال بلغني ان الأرض لا تسلط على جسد الذي لم يعمل خطيئة- قلت لعل المراد بالذي لم يعمل خطيئة الصالحون من عباد الله اعنى الأولياء لما كانوا محفوظين من الخطايا ومغفورين حتى صلحت قلوبهم وأجسادهم والله اعلم-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط

ترجمہ: اور نہ کہو جو لوگ مارے جائیں اللہ کی راہ میں کہ وہ مُردے ہیں۔

اَمْوَاتٌ مبتدائے محذوف (ھُمْ) کی خبر ہے یہ آیت شہدائے بدر کے بارہ میں نازل ہوئی تھی شہداء بدر میں چھ آدمی تو مہاجرین میں سے تھے اور آٹھ انصار سے لوگ ان کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ہائے فلاں شخص مرگیا اور دنیا کی نعمت اُس سے چھوٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے انکے اس گمان کے ازالہ اور ان کے درجات پر آگاہ کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

بَلْ اَحْيَآءٌ (بلکہ وہ زندہ ہیں) شہداء کے زندہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو جسم کی سی قوت عطا فرماتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے وہ زمین و

آسمان جنت سب جگہ کی سیر کرتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اسی حیات کی وجہ سے زمین ان کے بدن اور کفن کو نہیں کھاتی۔

حضرت علامہ بغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شہدائے بدر کی روحیں ہر رات عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہیں اور اسی طرح قیامت تک کرتی رہیں گی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہداء جب شہید ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک نہایت عمدہ جسم میں ان کو اتارتے ہیں اور روح کو حکم ہوتا ہے کہ اس میں داخل ہو وہ اس میں داخل ہو کر اپنے پہلے جسم کو دیکھتی ہے اور بولتی ہے اور سمجھتی ہے کہ لوگ میرا کلام سنتے ہیں اور مجھے دیکھتے ہیں اسی حالت میں حوریں اُس کے پاس آتی اور اس کو آ کر لیجاتی ہیں اس حدیث کو حضرت ابن مندہ رضی اللہ عنہ نے مرسلاً روایت کیا ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ شہداء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی ارواح اللہ تعالیٰ کے یہاں سبز طائروں میں رہتی اور جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتی پھرتی ہیں اور عرش کے نیچے جو قندیلیں ہیں ان میں آرام کرتی ہیں۔ ان احادیث پر نظر کر کے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حیات شہداء ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ یہ حیات شہداء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہی کو عطا نہیں ہوئی بلکہ آثار اور احکام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء میں یہ حیات سب سے زیادہ ہے حتیٰ کہ اس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے آپ کی وفات کے بعد نکاح جائز نہیں بخلاف شہید کے اُسکی زوجہ سے نکاح جائز ہے اور صدیق اس حیات ہی میں شہداء سے اعلیٰ درجہ میں ہیں اور صالحین یعنی اولیاء شہداء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے کم ہیں لیکن ان کے ساتھ ملحق ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ نبی اور صدیق اور شہداء اور صالحین ہیں۔ ترتیب ذکری سے ترتیب مرتبہ کی طرف اشارہ اکثر کلام میں ہوتا ہے۔ اسی واسطے صوفیہ کرام (رحمہم اللہ اجمعین) نے فرمایا ہے کہ ہماری ارواح ہمارے بدن ہیں۔ اور ہمارے بدن ہماری ارواح ہیں۔ اور سیکڑوں ہزاروں معتبر حکایتیں ایسی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اپنے دوستوں کی اعانت کرتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک و تباہ کرتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے اس کو اللہ کی راہ دکھاتے ہیں۔

حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ نبوت کے کمالات وراثۃً چلے آتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ جن کو کمالات نبوت وارثۃً مرحمت ہوتے ہیں انہیں اصلاح شرع میں صدیق اور مقرب کہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وجود وہبی عطا ہوتا ہے۔ ذیل کی احادیث و اخبار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور شہداء اور بعض صالحین کے بدن کو بھی زمین نہیں کھاتی۔ حاکم اور ابوداؤد نے اوس بن اوس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا جسم حرام فرمادیا ہے۔ اور ابن ماجہ نے بھی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ امام مالک نے عبدالرحمن بن صعصعہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھکو یہ بات پہونچی ہے کہ عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ اور عبداللہ جبیر انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر سیلاب کی وجہ سے دھنس گئی۔ یہ دونوں حضرات احد کے دن شہید ہوئے تھے اور دونوں ایک ہی قبر میں دفن کردیئے گئے تھے جب قبر سیل کی وجہ سے خراب ہوگئی تو چاہا کہ اُنہیں یہاں سے اور جگہ دفن کردیا

جائے قبر کھودی گئی دیکھا تو اسی طرح ہیں کوئی تغیر نہیں آیا گویا کل دفن کئے گئے تھے حالانکہ ان کی شہادت کو اس وقت چالیس برس ہو چکے تھے۔طبرانی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبر کو نہ کھودا جائے کہ مردہ کی مخفی حالت معلوم ہو جائے کیونکہ قبر میں مردہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مخفی معاملے ہیں نیز فرمایا کہ مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر میں سے نہ نکالنا چاہیے مگر اس صورت میں کہ زمین غصب کی ہوئی ہو یا شفعہ کی زمین ہو یا پانی اور دریا کے قرب کی وجہ سے اس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو یا دارالحرب کی زمین میں دفن کیا گیا ہو یا مقبرہ آبادی میں آ کر پُرانا ہو گیا ہو اور وہاں آنے جانے میں قبروں کا خیال نہ رکھا جاتا ہو اور اونٹوں وغیرہ کا کھیر بنالیا گیا ہو ان صورتوں میں سے کوئی صورت پیش آجائے تو مردہ کو قبر سے نکالنا جائز ہے اس پر ہی فتوےٰ ہے۔ترمذی نے کہا ہے کہ مردہ کو قبر میں سے نکالا جائے مگر کسی عذر سے اور عذر وہی جو ہم ذکر کر چکے مستحب یہ ہے کہ میت کو جہاں دفن کیا جائے وہیں رہنے دیں کیونکہ بعض صحابہ ارض حرب میں مدفون ہوئے اور وہاں سے ان کی قبر کو کھود کر ان کے جنازہ کو نہیں لائے اور اگر کسی عذر سے لے آئیں تو کچھ حرج نہیں فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے شہر میں مرجائے تو اس کو وہیں رہنے دینا مستحب ہے اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لے جائیں تو کچھ حرج نہیں۔اس لیے کہ حضرت یعقوب علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال مصر میں ہوا اور عذر کی وجہ سے ان کو شام لے گئے۔

اور حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ کا انتقال مدینہ سے چار فرسخ پر ہوا اور لوگ اپنی گردنوں پر اٹھا کر مدینہ شریف لائے اور یہ واقعہ ان کے دفن کر دینے کے بعد کا ہے۔ان دو کے علاوہ اوروں کی لاشوں کو بھی نقل کرنا مروی ہے۔اور بیہقی سے مروی ہے کہ جب امیر معاویہ ﷺ کا ارادہ نہر کظامہ کے جاری کرنے کا ہوا تو اس کے بہنے کی جگہ شہداء احد کی قبریں واقع ہوئیں تو حضرت معاویہ ﷺ نے اعلان کرادیا کہ احد میں جو لوگ شہید ہوئے تھے ان کے وارث سب یہاں آئیں اور اپنے اپنے لوگوں کو لیجا کر اور جگہ دفن کریں لوگ آئے تو شہداء کو دیکھا کہ سب ترو تازہ ہیں اور بال بڑھے ہوئے ہیں اتفاقاً ایک شہید کے پاؤں پر پھاوڑا پڑ گیا تو خون کا ایک فوّارہ جوش مارنے لگا اور مٹی کھودنے کی حالت میں ایک جگہ سے جو مٹی کھودی تو تمام جگہ مشک کی خوشبو پھیل گئی۔اس قصہ کو ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔اور بیہقی نے اس قصہ کو حضرت جابر ﷺ سے نقل کیا ہے اور اس میں اتنا زیادہ ہے کہ پھاوڑا حمزہ ﷺ کے پاؤں پر پڑا تھا۔اور طبرانی نے حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب حاملِ قرآن مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دیتا ہے کہ اس کے گوشت کو نہ کھانا زمین عرض کرتی ہے۔اے اللہ میں اس کے گوشت کو کیسے کھا سکتی ہوں اس کے پیٹ میں تو آپ کا کلام ہے۔

ابن مندہ کہتے ہیں کہ اسی مضمون کی احادیث ابوھریرہ ﷺ اور حضرت ابن مسعود ﷺ سے بھی آئی ہیں۔میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں حاملِ قرآن سے مراد ممکن ہے کہ صدیق ہوں کیونکہ قرآن پاک کی برکات اُن کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان کے سوا اور تو برائے نام ہی حامل قرآن ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ** یعنی نہ مس کرے قرآن کو سوائے پاک صاف لوگوں کے یعنی جو اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہیں وہ مس کریں اور ایسا شخص صدیق ہوتا ہے مروزی نے بیان کیا کہ قتادہ ﷺ نے فرمایا مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ زمین اس شخص کے جسم پر قابو نہیں پاسکتی جس نے بالکل گناہ نہ کیا ہو۔میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ اس سے مراد اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہوں کیونکہ وہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں ان کے قلوب اور اجسام دونوں میں ایسی صلاحیت آجاتی ہے کہ اُن سے گناہ کا صدور نہیں ہوسکتا واللہ اعلم بالصواب۔

(التفسیر المظہری، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۵۴، ج۱، ص۱۵۴، تا ۱۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ الجن والانس حضرت ابومحمد عبدالقادر جیلانی حنبلی علیہ الرحمۃ، متوفی ۵۶۱ھ، لکھتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ: الانبیاء والاولیاء یصلون فی قبورھم کما یصلون فی بیوتھم۔ یعنی: یناجون ربھم ابدا۔ ولیس معناہ ظاہر الصلاۃ من القیام والرکوع والسجود والقعود بل مجرد المناجاۃ من قبل العبد، والھدیۃ المعرفۃ من قبل الحق، فیکون العارف محرما الی اللہ تعالیٰ بزیادۃ المناجاۃ فی قبرہ کما قال رسول اللہ ﷺ: المصلی یناجی ربہ۔ فکما لا ینام القلب الحی فکذلک لا یموت وکما قال النبی ﷺ: تنام عینی ولا ینام قلبی۔ وقال رسول اللہ ﷺ: من مات فی طلب العلم بعث اللہ فی قبرہ ملکین یعلمانہ علم المعرفۃ، وقام من قبرہ عالما وعارفا۔ والمراد من الملکین روحانیۃ النبی والولی؛ لان الملک لا یدخل فی عالم المعرفۃ ولا یعلمانہ وقال النبی ﷺ: کم من رجل مات جاھلا وقام یوم القیامۃ عالما وعارفا۔ وکم من رجل مات عالما وقام یوم القیامۃ جاھلا ومفلسا۔ کما قال اللہ تعالیٰ: (اذھبتم طیبتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بھا فالیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تستکبرون) (الاحقاف: الآیۃ: ۲۰)

حضور سید المرسلین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''انبیاء واولیاء اپنی قبروں میں اسی طرح نماز ادا کرتے ہیں جس طرح اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے تھے'' (مسند ابی یعلیٰ، ج۶، ص۱۴۷، مسند الفردوس، الدیلمی، ج۱، ص۱۱۹) یعنی وہ ہمیشہ اپنے رب ﷻ سے مناجات کرتے رہتے ہیں۔ یہاں ظاہری نماز مراد نہیں ہے جس میں قیام، رکوع، سجود اور قعدہ ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد بندے کا اپنے رب ﷻ سے مناجات کرنا اور رب کی طرف سے مناجات کے سلسلہ میں اپنی معرفت کا عطا کرنا ہے۔ پس عارف اپنی قبر میں احرام باندھے اپنے رب کی طرف محو سفر رہتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

نمازی اپنے رب عزوجل سے مناجات کرتا ہے۔ (موطا امام مالک، رقم:۲۹)

پس جس طرح زندہ دل نہیں سوتا اسی طرح وہ مرتا بھی نہیں ہے حضور شفیع محشر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ (صحیح البخاری، رقم:۱۳۰۸، صحیح ابن حبان، ج۱۴، ص۲۹۷)

''جو علم حاصل کرتے ہوئے فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں دو فرشتے بھیجتا ہے جو اسے علم معرفت کی تعلیم دیتے ہیں اور ایسا شخص اپنی قبر سے عالم اور عارف بن کر اٹھے گا''

دو فرشتوں سے مراد نبی کریم ﷺ اور ولی علیہ الرحمۃ کی روحانیت ہے کیونکہ فرشتے عالم معرفت میں داخل نہیں ہو سکتے اور نہ وہ تعلیم دے سکتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

''کتنے ہی ایسے آدمی ہیں جو جاہل مریں گے لیکن قیامت کے دن عالم اور عارف بن کر اٹھیں گے اور کتنے ہی عالم مرنے والے قیامت کے دن جاہل اور کنگال بن کر اٹھیں گے''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔

ترجمہ: تم اپنے حصہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور انہیں برت چکے تو آج تمہیں ذلت کا عذاب بدلہ دیا جائے گا سزا اس کی کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے (الاحقاف،۲۰)

(سر الاسرار و مظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار، الفصل الثامن، ص،۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، متوفی ۴۶۵ھ، لکھتے ہیں:

يَقُول البغداديون: قبر معروف ترياق مجرب وَهُوَ من موالي علي بن موسي الرضا رَضِيَ اللهُ عَنهُ، مَات سنة مائتين، وقيل: سنة إحدى ومائتين، وَكَانَ أستاذ السري السقطي، وَقَدْ قَالَ لَهُ يوما: إِذَا كانت لَكَ حاجة إِلَى الله فأقسم عَلَيْهِ بي۔

ترجمہ: بغدادیوں کا قول ہے کہ حضرت معروف علیہ الرحمہ کی قبر تریاق مجرب ہے۔ یہ حضرت علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، ان کی وفات ۲۰۰ھ میں ہوئی۔ بعض ان ۲۰۱ھ بتاتے ہیں۔ یہ حضرت سری السقطی علیہ الرحمہ کے استاد تھے۔ انھوں نے ایک روز حضرت سری السقطی علیہ الرحمہ سے کہا جب تجھے اللہ عزوجل سے کوئی حاجت مطلوب ہو تو اللہ ﷻ سے میری قسم دے کر مانگو۔

(الرسالہ القشیریہ، ص،، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت مولانا حاجی دوست محمد قندھاری، نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۲۸۴ھ، لکھتے ہیں:

دیگر از آدمان معتبر مسموع گردیده که در شهر کابل نادر حال معلوم شده سه عدد قبور کودکان ظاهر گردیده هر حاجت مند که بمزار آنها بیایند حاجت آن حق سبحانه وتعالی بکفایت سر انجام می رسانند۔ نهایت تشهیر یافته۔

ترجمہ: معتبر اشخاص سے ایک عجیب بات سننے میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ شہر کابل میں چھوٹے لڑکوں کی تین عدد قبریں ظاہر ہوئی ہیں جو کوئی ان قبروں پر اپنی حاجت لے کر جاتا ہے خداوند کریم ان کی برکت سے مراد پوری کر دیتا ہے۔ ان قبروں کی بہت شہرت ہوگئی ہے

(مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد قندھاری، مکتوب، چہاردہم، ص، ۳۳، حافظ نصر اللہ خان کوانی زمیندار بستی قدیر آباد تحصیل وضلع بہاول پور)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

فإياك يا أخي أن تسافر للقدس أو دمشق بلا نية صالحة فإن الدنيا وما فيها كالهباء إلا ما ابتغى به وجه الله. وقد علمت هذا العهد لبعض إخواننا من التجار فصار يحرر نيته من مصر إلى زيارة أبينا الخليل عليه الصلاة و السلام وإلى زيارة موسى ولوط وشعيب، ونوح وإن لم يثبت من طريق المحدثين إن تلك القبور هي قبور هؤلاء الأنبياء يقينا فيزورهم العبد بالنية وأيضا فإن أرواح الأنبياء عليهم الصلاة والسلام لها الإطلاق والسراح في البرزخ فلا يطلبهم إنسان في مكان وإلا ويحضرون عنده وإذا كان بعض الأولياء يحضر عند مريده في أي وقت طلبه فالأنبياء أولى بذلك.

ترجمہ: لہٰذا اے بھائی تم نیک نیتی کے بغیر مقدس سرزمین یا دمشق کی طرف سفر کرنے سے گریز کرو کیونکہ اللہ کی رضا میں خرچ کئے جانے والے مال کے علاوہ

دنیا اور اس میں سب کچھ گرد وغبار کی طرح ہوتا ہے۔

میرے ایک تاجر بھائی اسی ہدایت پر عمل کرتے ہیں چنانچہ خالص نیت کی بنا پر وہ مصر سے ہمارے باپ سیدنا حضرت خلیل ﷺ، سیدنا حضرت موسیٰ ﷺ، سیدنا حضرت لوط ﷺ، سیدنا حضرت شعیب ﷺ اور سیدنا حضرت نوح ﷺ کی زیارت کرتے آتے ہیں اگرچہ محدثین کی شرطوں کے مطابق یہ بات طے نہیں کہ وہ قبریں یقینی طور پر انہی انبیاء ﷺ کی ہیں کہ ایک انسان نیت کر کے ان کی زیارت کیا کرے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ انبیاء ﷺ کی روحیں برزخ (وصال کے بعد قبروں) میں بالکل آزاد ہوتی ہیں لہٰذا جو انسان بھی ان سے ملنا چاہتا ہے، وہ کسی مقرر جگہ کی بجائے جہاں چاہے موجود ہوتی ہیں اور جب ایک ولی اپنے کسی مرید کی خاطر جہاں وہ چاہے، موجود ہوتا ہے تو انبیاء ﷺ کیوں نہ مل سکیں گے؟''

(لواقح الانوار القدسیۃ فی بیان العہود المحمدیۃ، ص، ۴۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

پرسیدہ بودند کہ در (رشحات) از (باباء آبریز) نقل کردہ است کہ گفتہ چون حق۔سبحانہ و تعالیٰ۔ بہ روز ازل، گل (آدم) می سرشت، من آب بر آن گل می ریختم تأویل این چگونہ باشد؟ بدانند کہ در خدمات طینت حضرت (آدم)۔علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ چنانچہ ملائکۂ کرام را۔علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ و السلام۔دخل دادہ بودند، روح او را۔قدس سرّہ۔ نیز داخل دادہ باشند و خدمت آبریزی بہ او سپردہ و بعد از نشأ عنصری او، بلکہ بعد از کمال او بہ این معنی او را اطلاع دادہ باشند۔

ترجمہ: آپ نے دریافت کیا تھا کہ رشحات میں بابا آبریز علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا جب حق سبحانہ وتعالیٰ روز آدم کی مٹی گوندھ رہا تھا۔ میں اس میں پانی ڈال رہا تھا۔ اس مقولہ کی کیا توجیہہ و تاویل ہے۔ جان لیں کہ حضرت آدم علیٰ نبینا ﷺ کی مٹی کی خدمات میں جس طرح ملائکہ کرام علیٰ نبینا ﷺ کو حصہ لینے کی اجازت دی گئی اس بزرگ کی روح کو بھی خدمت گاری کی اجازت دی اور پانی ڈالنے کی خدمت اس کے سپرد کی گئی۔ پھر ان کی جسمانی پیدائش کے بعد بلکہ ان کے کامل ہونے کے بعد انہیں اس معنیٰ سے اطلاع دی گئی۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۲۸، ج، ۲، ص ۸۰ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

برزخ صغریٰ چون از یک وجہ، از مواطن دنیوی است، گنجایش ترقی دارد و احوال این موطن نظر بہ اشخاص متفاوتہ، تفاوت فاحش دارد، الانبیاء یصلون فی القبور شنیدہ باشند و حضرت پیغمبر ما۔علیہ و علیٰ الہ الصلوۃ و السلام۔شب معراج چون بر قبر (حضرت کلیم)۔علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ گذشتند دیدند کہ در قبر، نماز می گذارد و ھمان لحظہ چون بہ آسمان رسیدند، (حضرت کلیم) را آنجا یافتند معاملۂ این موطن عجایب و غرایب دارد۔

ترجمہ: برزخ صغریٰ (قبر) جبکہ ایک جہت سے مقامات دنیوی میں سے ہے اس لیے ترقی کا احتمال رکھتی ہے اور عالم قبر کے احوال اشخاص کے تفاوت سے ... میں بڑا فرق رکھتے ہیں۔ انبیاء کرام قبور میں نماز فرماتے ہیں۔ یہ حدیث آپ نے سنی ہوگی۔ اور ہمارے پیغمبر ﷺ شب معراج جب حضرت کلیم علیٰ نبینا

ﷺ کی قبر مبارک کے نزدیک سے گزرے تو دیکھا کہ آپ قبر میں نماز ادا فرماتے ہیں۔ اور اسی لحظہ میں جب آپ آسمان پر پہنچے تو حضرت کلیم علیہ السلام کو وہاں پایا۔ اس جگہ کا معاملہ بڑے عجائب وغرائب رکھتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب ۱۶، ج ۲، ص ۵۲ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

اگر در وقت ذکر گفتن صورت پیر بی تکلف ظاهر شود، آن را نیز به قلب باید برد و در قلب نگاه داشته، ذکر باید گفت۔

می دانی که پیر کیست؟ پیر آن کس است که از او طریق وصول به جانب قدس خداوندی جل شانه استفاده نمایی و مددها و اعانت ها در این طریق یابی۔ مجرد کلاه و دامنی و شجره که عرف شده است از حقیقت پیری و مریدی خارج و داخل رسوم و عادات، مگر آنکه جامهٔ تبرک از شیخ کامل و مکمل به دست آری و با اعتقاد و اخلاص به او زندگانی نمایی، احتمال ثمرات و نتایج در این صورت

اور اگر بوقت ذکر الٰہی بے تکلف پیر کی صورت ظاہر ہو تو اسے بھی دل میں لے جائے۔ اور دل میں بٹھا کر ذکر کرے۔ تم جانتے ہو پیر کیسی ہستی ہے۔ پیر وہ ذات ہے کہ جناب قدس خداوندی جل شانہ تک پہنچنے کے راستے میں اس سے استفادہ کرتے ہو۔ اور اس سے اس راہ میں طرح طرح کی مدد و اعانت حاصل کرتے ہو۔ خالی کلاہ اور چادر اور شجر جو مروج ہو چکا ہے پیری مریدی کی حقیقت سے خارج ہے۔ اور عادات و رسوم میں داخل ہے۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ شیخ کامل مکمل کرتا بطور تبرک اپنے پاس رکھے اور اس کے ساتھ اعتقاد و اخلاص سے زندگی گزارے شیخ کے کرتے کو پاس رکھنے میں ثمرات و نتائج کا قوی احتمال ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۹۰، ج ۱، ص ۷۲ ۳، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

عروج در مدارج قرب، به غایة الغایة هر چند غایت ندارد، میسر شد و می شود۔ و می برند و می آرند{کل یوم هو فی شان}(رحمن/۲۹) بر مقامات جمیع مشایخ الا ما شاء الله تعالی، گذرانیدند۔

گلی بردند زین دهلیزۂ پست		بدان درگاه والا دست بر دست

در این میان، اگر توسط روحانیات مشائخ را تعداد نمایم، به طول انجامد۔

مدارج قرب میں عروج انتہاء کی انتہاء کو پہنچ چکا ہے جس کی کوئی حد و غایت نہیں، یہ بھی میسر ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے مجھے لے جاتے ہیں اور لے آتے ہیں۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

ترجمہ: ہر دن وہ نئی شان و حالت میں ہے۔ (سورۃ الرحمٰن: ۲۹)

تمام مشائخ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) الا ماشاء اللہ کے مقامات سے بھی گزر واقع ہو چکا ہے۔

گلی بردند زین دهلیزۂ پست		بدان درگاه والا دست بر دست

ترجمہ: اس پست دہلیز سے ایک خاک کو اس درگاہ والا میں ہاتھوں ہاتھ لے گئے۔

اس دوران میں اگر مشائخ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی روحانیات کی وساطت و مدد کا شمار کروں تو بات بہت لمبی ہو جائے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۶، ج ۱، ص ۹۰، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی عمدگی عقائد کے متعلق مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا فتویٰ

تعجب ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کو عمدہ تحریر کرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے ایک ایک عقیدہ کی براہِ راست زد خود مولوی صاحب کے اپنے شیخ اور پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کی ذاتِ گرامی پر پڑتی ہے۔ جن کا ارشاد ہے:

شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بے کساں ہو تم		تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ ﷺ
کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم		ہمارے جرم و عصیاں پر نہ جاؤ یا رسول اللہ ﷺ

نیز فرماتے ہیں۔

کہے ہے شوِ نبی یہ آکر چلو مدینے چلو مدینے		میں ہوں گا دل سے تمہارا رہبر چلو مدینے چلو مدینے
ہلاکت امداد اب تو آئی جو فوج عصیاں نے کی چڑھائی		نجات چاہو تو اے برادر چلو مدینے چلو مدینے

اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے برادر طریقت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب شیم الحبیب ستم الطیب میں فرماتے ہیں:

یا شفیع العباد خذبیدی		انت فی الاضطرار معتمد ی
دستگیری کیجئے میری نبی ﷺ		کشمکش میں تم ﷺ ہی ہو میرے ولی
لیس لی ملجاۂ سواک اغث		مسنی الضر سیدی سندی
جز تمہارے ﷺ ہے کہاں میری پناہ		فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
لیتنی کنت ترب طیبتکم		فالتثمت النعال ذاک قدی
کاش ہو جاتا مدینہ کی میں خاک		نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی

(مہر منیر، ص: ۲۶۳)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

فکما ان رسول اللہ ﷺ واسطۃ لنا عند اللہ تبارک وتعالیٰ فکذلک ابو بکر وعمر واسطۃ لنا عند رسول اللہ ﷺ، ومن الادب اذا کان لنا عند رسول اللہ ﷺ حاجۃ ان نسألھما لیسألا رسول اللہ ﷺ فیھا، وذلک اقرب الی قضائھا، واکثر ادبا من سؤالنا رسول اللہ ﷺ من غیر واسطتھما۔ فایاک یا اخی ان تطلب حاجۃ من رسول اللہ ﷺ بغیر واسطۃ ابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما فتخطیء طریق الادب معھما، وایاک ان تستبعد سماعھما صوتک اذا توجھت الیھما بقلبک من غیر تلفظ، فانھما اعظم مقاما بیقین من جمیع اشیاخ

الطريق، وقد صرحوا بان من شرط الشيخ ان يسمع نداء مريده له، ولو كان بينهما ميسرة الف عام، فتأمله، وقد جربنا الوزير اذا كان يحب انسانا يقضى حاجته بسهولة بخلاف ما اذا كان يكرهه، فاخدم يا اخى الوسائط وحبهم المحبة الخالصة ان اردت سهولة قضاء حوائجك فى الدنيا والآخرة، فافهم ذلك، واعمل على التخلق به،الله تبارك وتعالىٰ يتولى هداك، وهو يتولى الصالحين، والحمد للہ رب العالمين۔

ترجمہ: پس جس طرح رسول پاک ﷺ ہمارے لئے دربارالٰہی میں عظیم واسطہ ہیں۔اسی طرح ابوبکروعمر رضی اللہ عنہما ہمارے لئے دربارسید عالم ﷺ میں واسطہ ہیں۔ اورادب یہ ہے کہ جب ہمیں رسول پاک ﷺ کی بارگاہ میں کوئی حاجت ہوتوان دونوں سے عرض کریں کہ اس سلسلے میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں سوال کریں۔ اور یہ طریقہ حاجت روائی کے زیادہ قریب ہے۔اوراس میں ان دونوں بزرگوں کے واسطہ کے بغیر حضور ﷺ سے مانگنے کی بہ نسبت زیادہ ادب ہے۔ پس اے بھائی! حضرت ابوبکروعمر رضی اللہ عنہما کے واسطے کے بغیر رسول پاک ﷺ سے حاجت طلب کرنے سے پرہیز کرپس توان دونوں کے دربار کے ادب کا راستہ بھول جائے گا۔اوراس سے بچ کہ تواس کو بعید سمجھے کہ یہ حضرات تیری آواز کو سن سکیں جبکہ توان کی طرف سے اپنے قلب کے ساتھ تلفظ کے بغیر متوجہ ہو۔پس یہ دونوں حضرات تمام مشائخ طریقت سے یقیناً اعظم المقام ہیں۔جبکہ ان حضرات مشائخ طریقت نے تصریح فرمائی ہے کہ شیخ کی شرط ہے کہ وہ اپنے مرید کی نداء سنے گرچہ دونوں کے درمیان ہزارسال کی مسافت ہو۔اورہم نے تجربہ کیا ہے کہ وزیر جب کسی انسان سے محبت کرتا ہواس کی حاجت آسانی سے پوری کردیتا ہے۔بخلاف اس کے کہ جب اسے ناپسند کرے۔پس اے بھائی! واسطوں کی خدمت کراوران سے بےلوث محبت کر اگر تو دنیاوآخرت میں اپنی حاجت روائی چاہتا ہے۔پس اسے سمجھ لےاوراس کے ساتھ تخلق پر عمل کر۔اوراللہ تبارک وتعالیٰ تیری ہدایت کا متولی ہو۔اوروہ نیکوں سے محبت فرماتا ہے۔**والحمد للہ رب العالمین**

(المنن الکبریٰ،الباب الثالث عشر،ص،۵۶۷،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم،حنفی،نقشبندی،قدس سرہ،متوفی،۱۰۷۹ھ،لکھتے ہیں:

سوال:انبیاعلیهم الصلوات والتسلیمات درقبورحیات دارندیانه،واگردارندمثل حیوة که دردنیاداشتنددارندیابطوردیگر

جواب:حیوۃ دارندالا ان اولیاءالله لایموتون ولکن ینتقلون من دارالی دار۔لیکن نه مثل حیوۃ دنیوی که ازدنیاانتقال کرده بآخرت پیوسته اندودردرجات قرب ملتذوخرسندالانبیاء یصلون فی قبورهم شنوده باشندوهرجاکه اطلاق موت براین بزرگواران آمده است باعتبار انتقال شاں ازین دارفانی۔

سوال:انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات قبور کے اندرحیات رکھتے ہیں یانہیں؟اوراگررکھتے ہیں توکیاایسی حیات رکھتے ہیں جیسی کہ دنیامیں رکھتے تھے یاکسی اورطرح کی ہے؟

جواب:حیات رکھتے ہیں:آگاہ رہوکہ اولیاءاللہ مرتے نہیں لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں۔لیکن(وہ حیات)دنیوی حیات کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ وہ دنیاسے انتقال کرکے آخرت سے جاملے ہیں اورقرب کے درجات میں لطف اندوزوخوش ہیں:انبیاءاپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔آپ نے سنا ہوگااور(روایات میں)جہاں کہیں ان بزرگوں پرموت کالفظ استعمال ہواہےاُن کےاس دارِفانی سےانتقال فرمانے کےاعتبار سے ہے۔

(مکتوبات معصومیہ،دفتر،دوم،مکتوب،۳۶،ص،۶۱،گارڈن ویسٹ،کراچی)

حضرت مولانا حاجی دوست محمد قندھاری، نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۲۸۴ھ، لکھتے ہیں:

از فقیر حقیر لا شیٔ دوست محمد که مشهور بحاجی است کان الله له عوضا عن کل شئ بعد از سلام مسنون و اشتیاق مشحون مطالعه نمایند الحمد لله و المنة که احوالات فقیر تا حین تحریر که هفدهم ماه ذی الحجه قرین سپاس بے قیاس منعم حقیقی علی الاطلاق است جلت نعمائه و رفعت آلائه و المسئول من الله سبحانه سلامتکم و عافیتکم و ثباتکم علی الشریعة المصطفویة علی صاحبها الصلوٰة و السلام۔

المرام انکه ایمائے که آں صاحب در باب کیفیت زیارت سید المرسلین ﷺ کرده بودند قدر از ان در بیان کیفیت زیارت سید المرسلین ﷺ از وجوب و سنت و استحباب و قصد اصحاب کرام و سلف الصالحین بدریافت این سعادت عظمیٰ و حیات انبیاء علیهم السلام در قبور شریف و توسل و استمداد از جانب آں حضرت ﷺ اجمالا بر نگاشته می شود۔

بدانکه زیارت سید المرسلین ﷺ باجماع اهل سنت و جماعت از سلف و خلف قولا و فعلا از افضل سنن و اوکد مستحبات است۔ قاضی عیاض رضی الله تعالیٰ عنه مے گوید زیارت رسول الله ﷺ سنتے است مجمع علیها و فضیلتے است مرغب فیها و بعضے از علماء مالکیه بوجوب آں رفته اند و دیگران تاویل این قول سنت قریب واجب کرده گویا مراد سنت موکده مثل واجب است از برائے تاکید و اکثر علماء بر انند که سنت زیات بعد از ادائے حج است۔ قاضی حسین رحمة الله تعالیٰ علیه که از مشاهیر علماء شافعیه است مے گوید چون از حج فارغ شود باید که وقوف به ملتزم نماید و دعا کند بعد از ان بمدینه شریفه آید و بزیارت قبر مبارک سرور کائنات ﷺ مشرف گردد۔ قاضی ابی طالب رحمة الله تعالیٰ علیه گوید که بعد از حج و عمره مستحب است که قصد زیارت آں حضرت ﷺ کند و حسن بن زیاد از امام اعظم ابو حنیفه رضی الله تعالیٰ عنه روایت می کند که احسن مر حاج راست که ابتداء بمکه کند و مناسک حج بجا آرد بعد ازان بمدینه آید و زیارت قبر شریف کند و زیارت آں حضرت نزد حنفیه از افضل مستحبات و مندوبات است و اوکد مستحبات قریب بدرجۂ واجبات و علماء مذاهب اربعه بتقدیم حج تصریح کرده اند و بعضے از سلف باوجود انکه طریق حج که نه از جانب مدینه بود اول قدوم مدینه منوره از لوازم وقت شمرند و بالجمله بعضے از تابعین را در زیارت مدینه قبل از مکه شریفه معظمه اختلافی است۔ و تاج الدین سبکی رحمة الله تعالیٰ علیه فضیلت و قربت زیارت آں حضرت ﷺ را باصول اربعه مشرح بیان کرده اما الکتاب فقوله تعالیٰ: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآء وک فاستغفروا الله۔ و گفته است این آیت دلالت دارد بر حث و ترغیب و حضور در درگاه رسالت پناه ﷺ و سوال مغفرت برائے خود از جناب اجابت مآب و طلب استغفار از وے ﷺ و این مرتبه عظیم است که ابدا انقطاع پذیر نیست از جهت استواء حالت موت و حیات نسبت سرور کائنات و ثبوت استغفار از ان حضرت مر امت را بعد از موت و جمیع علماء از این ایت شریفه استواء حالت حیات و ممات فهم نموده اند تا در آداب زیارت حکم کرده و گفته اند که این آیت شریف را بخواند ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآء وک فاسغفروا الله۔ و طلب استغفار کند۔ و حکایت اعرابی است که بعد از رحلت آں حضرت ﷺ بزیارت آمد و این ایت شریف مذکوره خواند۔ و این حکایت اعرابی مشهور است و جمیع ارباب مذاهب اربعه که تصنیف مناسک حج کرده اند این حکایت آورده و استحسان نموده از ائمه اعلام باسانیدے که دارند روایت آں کرده اند۔ و محمد بن حرب هلالی رحمة الله تعالیٰ علیه گوید که بمدینه آمدم و زیارت قبر نبی ﷺ کردم در مقابل نشستم ناگاه اعرابی آمد و زیارت کرد و گفت یا

خیر الرسل حق تعالیٰ کتابے بر تو فرستادہ است صادق درو بے فرمودہ است: ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ الآیۃ۔ ومن بر تو آمدہ ام مستغفر از ذنوب خود مشفع بجاہ تو وبگریست واین بیت خواند

فقیر حقیر لاشے دوست محمد آج ۷ ماہ ذی الحج تک بفضل تعالیٰ خیریت سے ہے۔آپ نے معلوم کیا ہے کہ حضرت سید المرسلین ﷺ کی زیارت کرنا واجب ہے یا سنت یا مستحب اور اصحاب کرام وسلف وصالحین کا رسول پاک ﷺ سے استمداد اور توسل حاصل کرنے کے متعلق کیا طریقہ رہا ہے۔عزیزم اس کے متعلق اجمالاً تحریر کرتا ہوں آپ کو معلوم ہے کہ حضرت سید المرسلین رحمۃ اللعالمین ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت کرنا باجماع اہل سنت والجماعت وباجماع جمیعت سلف وخلف قولاً وفعلاً جمیع سنن سے زیادہ افضل اور جمیع مستحبات سے زیادہ مؤکد ہے۔قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں رسول پاک ﷺ کے روضہ کی زیارت کرنا بالاتفاق سنت ہے اور ایک ایسی فضیلت ہے جس کی بڑی ترغیب دی گئی ہے۔

بعض مالکی علماء نے آنجناب کے روضۂ مقدسہ کی زیارت واجب لکھی ہے اور ان میں سے بعض نے اس قول مذکورہ کے وجوب کی یہ تاویل کی ہے کہ زیارت کرنا سنت واجبی ہے۔گویا سنن واجبی سے مراد سنن مؤکدہ ہے۔اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ حج کی ادائیگی کے بعد آں حضور ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت سنت ہے۔قاضی حسین علیہ الرحمۃ جو شافعی علماء میں سے ایک مشہور عالم ہیں فرماتے ہیں کہ جب حاجی حج سے فارغ ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ ملتزم میں جا کر دعا کرے اور پھر مدینہ شریف جائے اور حضرت سرورِ کائنات ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت سے مشرف ہو۔قاضی ابی طالب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حج اور عمرہ کے بعد آنحضور ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت شریف کا قصد کرنا چاہیے۔حسن بن زیاد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حاجی کے لیے بہتر ہے کہ ابتدا مکہ مکرمہ سے کرے اور احکام حج بجالانے کے بعد مدینہ شریف جائے اور آنحضرت ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت سے مشرف ہو۔احناف کے نزدیک آنحضور ﷺ کے روضہ کی زیارت جمیع مستحبات سے افضل اور درجہ واجبات کے قریب ہے۔چاروں مذاہب کے علماء نے فرمایا ہے کہ پہلے ارکانِ حج ادا کیے جائیں۔لیکن بعض سلف نے تقدیم حج کے باوجود پہلے مدینہ منورہ کی طرف جانے کو لازم قرار دیا ہے اجمالاً یہ ہے کہ بعض تابعین میں آپس میں اس بات پر اختلاف ہے کہ مدینہ شریف پہلے جایا جائے یا مکہ معظمہ۔تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ نے اصول اربعہ کے ذریعے حضور ﷺ کی زیارت شریف کی فضیلت اور ثواب کو ثابت کیا ہے۔

کتاب اللہ کے ذریعہ سے تو یوں ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ۔ (سورۃ النساء: ۶۴)۔امام مذکور فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت سرور کائنات ﷺ کی زیارت شریف کرنے آنجناب ﷺ کے توسل سے طلب مغفرت کرنے اور آپ سے مدد طلب کرنے اور آپ کو دونوں احوال یعنی موت وحیات میں برابر جاننے پر ترغیب دلاتی ہے۔

جمیع علماء نے اسی آیت شریفہ سے آنحضرت ﷺ کے دونوں احوال شریف موت وحیات کو یکساں سمجھا ہے تاکہ زیارت کے آداب ہر حال اور اور ہر صورت میں پورے پورے ادا کیے جاسکیں انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک کے پاس جائے تو باادب کھڑا ہو کر آیت: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ۔ پڑھے اور استغفار طلب کرے۔ایک اعرابی کی حکایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ وہ رسالت پناہ ﷺ کے وصال کے بعد حضور ﷺ کی زیارت شریف کے لیے مدینہ طیبہ آیا اور اس وقت اس نے مذکورہ آیت پڑھی اور یہی آیت جمیع مذاہب اربعہ میں ان کی کتابوں میں درج

ہے۔ جس میں انہوں نے حج کے مناسک درج کیے ہیں اور یہی آیت پیش کرتے ہوئے اور اس کا استحسان کرتے ہوئے روایت مذکورہ ائمہ اعلام سے اسانید کے ذریعے روایت فرمایا ہے۔ محمد بن حرب ہلالی علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ شریف آیا اور حضور ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت کی اور پھر روضۂ مبارک کے سامنے باادب بیٹھا کہ ایک اعرابی اندر داخل ہوا اور زیارت کرتے ہوئے کہنے لگا:

اے رسولوں کے بہترین اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اپنی طرف سے ایک کتاب نازل کی ہے اور اس میں فرمایا ہے جو شخص اپنے نفس پر ظلم کرکے آپ کے پاس آئے گا اور اللہ تعالیٰ سے طالب مغفرت ہوگا تو وبخشا جائے گا۔ میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور آپ کی شفاعت کا آسرا لیے ہوئے ہوں۔'' اس کے بعد رو پڑا اور یہ ابیات پڑھے:

یا خیر من دفنت بالبقاع اعظمه		فطاب من طیبهن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنه		فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ترجمہ: اے وہ بہترین خلائق جس کی ہڈیاں مبارک پتھریلی متبرک زمین میں مدفون ہیں وہ ایسی زمین ہے جو جمیع پتھریلی اور ریتلی زمینوں سے عمدہ اور افضل ہے، میری جان آپ کی قبر پر جس میں آپ قیام فرما ہیں فدا ہو۔ اس میں شرافت وسخا اور کرم کی جاگزیں ہیں۔

بعد ازان او رفت۔ آں حضرت ﷺ را بخواب دیدم مے فرمایند کہ آں مرد را دریاب وبشارت دِہ کہ حق تعالیٰ بشفاعت من او را مغفرت داد و گناہان او را بخشید۔ وحافظ عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در مصباح الظلام از روایت امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مے آرند، بعد از سہ روز از دفن آں سرور کہ گذشتہ بود اعرابی آمد وخود را بر قبر شریف انداخت وخاک پاک آں حضرت بر سرِ خود دریخت و گفت یا رسول اللہ ﷺ آں چہ تو از خدا شنیدی ما از تو شنیدیم وآنچہ از خدا یاد گرفتی ما از تو یاد گرفتیم واز ان جملہ آنچہ بر تو آمدہ این آیۃ است ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوک فاستغفروا له۔ ومن بر خود ظلم کردہ ام ونزدِ تو آمدہ ام تا برائے من استغفار کنی۔ از قبر شریف ندا آمد و گفتہ شد قد غفر لک۔ ودر ثبوت زیارت آں حضرت ﷺ احادیث شریف بسیار مدہ اند بعضے بصریح لفظ در زیارت شریف وبعضے بالفاظ دیگر۔ وآں کہ بصریح آمدہ است این است:

الحدیث الاول: من زار قبری وجبت له شفاعتی۔

الحدیث الثانی: من زار قبری حلت له شفاعتی۔

الحدیث الثالث: من جاءنی زائرا لا تعمله حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیامة۔

الحدیث الرابع: من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔

الحدیث الخامس: من حج ولم یزرنی فقد جفانی۔

الحدیث السادس: من زارنی الی المدینة کنت له شفیعا وشهیدا۔

ودر روایتے آمدہ: من زار قبری کنت له شفیعا وشهیدا۔

الحدیث السابع: من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیامة ومن مات فی احد الحرمین بعثه الله من الآمنین یوم القیامة۔

الحدیث الثامن: من حج حجة الاسلام وزار قبری وغزا غزوة وصلّی فی بیت المقدس لم یسئله اللہ عز وجل فیما افترض علیه۔

الحدیث التاسع: من حج الی مکة ثم قصدنی فی مسجدی کتبت له حجتان مبرورتان۔

الحدیث العاشر: من زارنی میتا فکانما زانی حیا ومن زار قبری وجبت له شفاعی یوم القیامة۔

الحدیث الحادی عشر: من علی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال النبی ﷺ من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزر قبری فقد جفانی۔

الحدیث الثانی عشر: عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه من سال لرسول اللہ ﷺ الدرجة الرفیعة والوسیلة حلت له شفاعته یوم القیامة ومن زار قبر رسول اللہ ﷺ کان فی جوار رسول اللہ ﷺ۔

از جملہ احادیث کہ مثبت حیات انبیاء علیہم السلام است بعد از عموم نصوص قرآنی در حیات زمرۂ شہداء ومقاتلین فی سبیل اللہ این حدیث است کہ ابو علی بنقل ثقات از روایت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ می آرند: قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون۔ آنچہ بخصوص اثبات حیات سرور کائنات کند این حدیث است کہ مشہور ومعروف است: ما من احد یسلم علیّ الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیه السلام۔

الحدیث الثالث عشر: در روایت از احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آمدہ است کہ: ما من احد یسلم علی عند قبری الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیه السلام۔

الحدیث الرابع عشر: از عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه: من صلی علی عند قبری رددت علیه ومن صلی علی فی مکان اخر بلغونیه۔

الحدیث الخامس عشر: از ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ است مرفوعا: ما من عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بها ملکا یبلغنی وکفی له اجر أخرته ودنیاه وکنت له شهیدا وشفیعا یوم القیمة۔

الحدیث السادس عشر: در کتاب بدور السافرہ از حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت می کند کہ: ما من رجل یزور قبر اخیه فیجلس عنده الا استانس به حتی یقوم۔

یہ ابیات پڑھ کر وہ اعرابی وہاں لوٹا تو میں نے آنحضرت سرور عالم ﷺ کی زیارت خواب میں کی آپ فرمانے لگے: جاؤ اور اس اعرابی شخص کو ڈھونڈ کر یہ خوشخبری سنادو کہ اللہ تعالیٰ نے میری شفاعت سے تمہاری مغفرت فرمادی ہے اور تمہارے گناہ بخش دیے ہیں۔

حافظ عبد اللہ علیہ الرحمہ نے مصباح الظلام میں حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت فرمایا ہے کہ وہ فرماتے تھے جب حضرت سرور انبیاء ذات کریم علیہ الف الف تحیۃ والتسلیم کو دفن کیے ہوئے تین دن گزر گئے تو ایک اعرابی (بدو) آیا اور اپنے آپ کو حضرت سرور عالم ﷺ کی قبر شریف پر ڈالتے ہوئے اور آپ کی قبر شریف کی مٹی کو اپنے سر پر ڈال کر کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ وہ جو آپ نے خداوند کریم سے سنا تھا وہ میں نے آپ سے سنا اور جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوا وہ ہم نے آپ سے حاصل کیا۔ ان آیات الٰہیہ میں سے ایک آیت یہ بھی ہے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ۔ اور میں اپنے آپ پر ظلم کر کے آنجناب کے پاس آیا ہوں اور مغفرت کا طالب ہوں" قبر شریف سے ندا آئی کہ "غفر لک" یعنی تیری مغفرت کی گئی۔

نیز حدیث اصل ثانی سے اس کا ثبوت اس طرح ہے۔

۱: حضور فرماتے ہیں: جس نے میری قبر کی زیارت کی اسکے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

۲: دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

۳: تیسری حدیث میں حضور سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص میرے پاس زیارت کے لیے آئے اور وہ کوئی حاجت لے کر نہ آیا ہو مگر میری زیارت، تو مجھ پر قیامت کے دن اس کے لیے شفیع بننا واجب ہے۔

۴: چوتھی حدیث ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے حج کیا اور پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو اس نے گویا میری زندگی ہی میں میری زیارت کی۔

۵: پانچویں حدیث میں ہے کہ حضرت ذات کریم علیہ الف الف تحیۃ و التسلیم نے فرمایا ہے: جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

۶: چھٹی حدیث میں ہے کہ حضرت سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے: اور دوسری روایت اسی معنی میں ہے کہ: جس نے مدینہ طیبہ آ کر میری کی زیارت تو میں اس کا شفیع اور گواہ بنوں گا۔

۷: جس نے سمجھ بوجھ کے ساتھ میری زیارت کی تو وہ روز قیامت میرے پڑوس میں ہوگا اور جو شخص دونوں حرمین شریفین یعنی مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ میں سے کسی ایک جگہ وفات پائے گا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز امان دیے ہوئے گروہ میں اٹھائے گا۔

۸: آٹھویں حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی اور کسی لڑائی میں کفار کے ساتھ لڑا اور اس نے بیت المقدس میں نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس سے ان تمام فرائض کے متعلق نہیں پوچھے گا جو اس نے اس پر فرض کیے ہیں۔

۹: نویں حدیث میں ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: جس نے مکہ معظمہ کی طرف حج کیا اس کے بعد اس نے میری مسجد کا قصد کیا تو اس کے واسطے دو مبرور (مقبول) حجوں کا ثواب لکھا جائے گا۔

۱۰: دسویں حدیث میں حضور ذات کریم ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے میری بحالت وصال زیارت کی تو اس نے گویا میری حیات ہی میں زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی تو اس کے لیے روز قیامت میری شفاعت واجب ہوگئی۔

۱۱: گیارہویں حدیث ہے کہ حضرت شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین ﷺ نے روایت کیا ہے کہ: جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

۱۲: بارہویں حدیث ہے جس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں: جس شخص نے رسول اکرم ﷺ کے لیے درجات بلند چاہے اور آپ کا وسیلہ تلاش کیا تو روز قیامت حضور کی شفاعت اس کے لیے حلال ہو جائے گی اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی تو وہ آپ کے پڑوس میں ہوگا۔

۱۳: تیرہویں حدیث جوخاص طور سے حضور ﷺ کے حیات ہونے کی طرف مشیر بلکہ مصرح ہے یہ ہے۔ حضرت احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جوشخص بھی میری قبر پرآ کر مجھے سلام پہنچائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا سلام میری روح تک پہنچادے گا اور میں سلام کا جواب دوں گا۔

ابوعلی علیہ الرحمۃ نے معتبر سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے "انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں" وہ حدیث جو بالخصوص آنحضرت ﷺ کے حیات النبی ہونے کی دلیل میں مشیر بلکہ مصرح ہے یہ ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص بھی میری قبر پرآ کر مجھے سلام پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اس کا سلام میری روح تک ضرور پہنچائے گا اور میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ مامن احد تسلیم عند قبری الا رد اللہ علی روحی ارد علیہ السلام

۱۴: چودھویں حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے میری قبر پرآ کر مجھ پر درود بھیجا تو اس کو جواب دیا جائے گا اور جس نے کسی دوسرے مکان سے مجھ پر درود بھیجا تو وہ مجھ تک پہنچادیا جاتا ہے۔

۱۵: پندرہویں حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: جوشخص مجھ پر میری قبر کے پاس کھڑے ہوکر مجھ پر سلام بھیجے گا تو خداوند تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کردیتا ہے جو اس کے سلام کو مجھ تک پہنچادیتا ہے۔ اس کا سلام بھیجنا اسکی آخرت اور دنیوی اجر کو کفایت کرتا ہے اور میں اس کے واسطے قیامت کے روز شفیع اور اس کا گواہ ہوں گا۔

۱۶: کتاب عاقبت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: جوشخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتے ہوئے اسکے پاس بیٹھ جاتا ہے تو صاحب قبر کو اس کے ساتھ ضرور انس ہوجاتا ہے۔

وابن ابی الدینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ از ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت می کند کہ اگر بر قبر آشنائے بگذرد مے شناسد و اگر سلام کندرد می کند۔ سمہوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مے گوید کہ احادیث درین باب بسیار است۔ مازری در توثیق عرای الایمان از سلمان بن سحیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مے آرند کہ گفت آں حضرت ﷺ را در خواب دیدم پس پرسیدم یا رسول اللہ ﷺ! اینها کہ بزیارت شما می آیند و بر تو سلام مے کنند مے شنوی فرمود نعم و ارد لیھم و ابن نجار از ابراھیم یسار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت مے کند سالے از سالها حج کردم، وبزیارت سید المرسلین ﷺ بمدینہ آمدم چون بہ قبر شریف رسیدم وسلام کردم آواز شنیدم کہ مے گوید وعلیک السلام۔ وامثال آں از اولیاء اللہ و صلحاء امت بسیار منقول است۔ واما در حیات انبیاء علیهم السلام در قبور باتفاق علماء در حیات آں حضرت ﷺ بعد از وفات هیچ شک و شبہ نیست وهم چنین سائر انبیاء علیهم السلام در قبور زندہ اند بحیات کامل تر از حیات شهداء کہ در قرآن مجید است و آں حضرت ﷺ سید الشهداء است۔ و در حدیث شریف آمدہ است: علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی۔ رواہ حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الکامل وابو یعلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہ نقل ثقات از انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت مے آرند: قال النبی ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون۔ ونیز بیهقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مے گوید کہ شواهد او از احادیث صحیحہ بسیار

است وابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مے گوید محققین ومتکلمین بر آنند کہ رسول اللہ ﷺ حی است بعد از وفات ومسرور می شود بطاعات امت۔ واجساد انبیاء علیهم السلام بوسیدہ نمی شوند در قبور وزیارت رسول اللہ ﷺ تقرب الی اللہ است عز وجل، وکدام تقرب وتوسل ازین تقرب اولیٰ واکمل خواھد بود کہ وصول وحصول زیارت او ﷺ تقرب برب العالمین است۔ آیت شریفہ: من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ الآیۃ۔ وزیارت آں حضرت ﷺ بعد از ممات حکم ملازمت او دارد کہ در حالت حیات او ﷺ بود۔ واحادیث شریف کہ قبل ازین مذکور شدہ درین معنی صریح اند واز جملہ این ھا این حدیث بود کہ: من حج، ولم یزرنی فقد جفانی۔ وجفا بآں حضرت ﷺ بسیار بے ادبی است وبے پروائی از آں حضرت ﷺ وزرست پس ترک آں زیارت، مبارک موجب شغل خاطر وتفرقہ باطن مے گردد بلکہ نزد این حقیر گناہ کبیرہ است۔ وحال آں کسان نزد حق تعالیٰ چہ باشد کہ از زیارت، نبی خود انکار دارند اصلا بزیارت مشرف نشوند عیاذا باللہ تعالیٰ تعالیٰ من ھذہ الاعتقاد السوئ۔ وقتے کہ بزیارت مبارک مشرف شوند بصفت حیا ووقار سلام گویند کہ: السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ السلام علیک یا نبی الکریم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علیک یا ختم النبیین السلام علیک یا ابا بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنک السلام علیک یا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنک، واما سفر برائے زیارت قبر شریف وشد رحال بقصد دریافت زیارت آں حضرت ﷺ سعادتے است عظمیٰ۔ واصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنهم وسلف الصالحین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیهم بجهت زیارت سید کائنات ﷺ بسیار آمدہ از ان جملہ حکایت آمدن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن است در زمان خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ از شام بمدینہ شریفہ آمد ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ از روایت ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ مے آرند کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آںحضرت ﷺ را بخواب دید کہ مے فرمایند اے بلال این چہ جفا است کہ هیچ بزیارت ما نمی آئی۔ بلال هم دران ساعت راحلہ خود را سوار شد وقصد بمدینہ طیبہ نمود چون بمدینہ منورہ رسیدہ بہ قبر شریف رسید گریہ کرد وروئے نیاز بخاک مالید امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنهما را دید کہ از حجرہ بر آمدندایشان را در کنار گرفت وبر سر وروئے مبارکایشان بوسہ داد وهم درآں زمان قریب فاطمۃ الزهراء رضی اللہ تعالیٰ عنها بدار بقا رحلت فرمودہ بودند۔ مردم خواستند کہ از بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان شنوند گفتند کہ اگر امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنهما بفرمایند او را ازان چارہ نخواهد بود والا وے بعد از رسول خدا ﷺ برائے هیچ کس اذان نگفت ولهذا چون ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد از وفات آں حضرت از وے خواست کہ برائے او اذان گفتہ باشد۔ بلال گفت یا ابا بکر تو مرا بزر خریدی ودر راہ خدا آزاد کردی ایا برائے خود کردی یا برائے خدا۔ فرمود برائے خدا کردم گفت اکنون نیز برائے خدا مرا رها کن تا بطور خود باشم مرا طاقت وزهرہ آں نیست کہ،بعد از رسول اللہ ﷺ برائے کس دیگر اذان گویم پس بشام رفت واز آں جا بقصد زیارت در مدینہ آمد۔ الغرض چون امام حسن وامام، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنهما باوے فرمودند کہ اذان گوید بر سطح مسجد بر محلے کہ در زمان آں سرور مے استاد بر آمد چون گفت، اللہ اکبر اللہ اکبر غریو از مردم بر خاست کہ تمام مدینہ در جنبش آمد وچون گفت اشهد ان لا الہ الا اللہ تزلزل زیادہ شد وگریہ

وزاری،وفریاد مردم زیادہ تر شد وچون فرمود اشھد ان محمدا رسول اللہ دیگر قیامتے قائم شد وھیچ از مردمان وزنان صغیر و کبیر در مدینہ شریفہ نماند کہ نہ بر آمد ودر گریہ نشد گویا کہ روز مصیبت سید المرسلین ﷺ تازہ شد و گویند کہ از غایت غلبہ واشتیاق آں حضرت ﷺ اذان راتمام نتوانست کردوفرودآمد۔ کذاذکر فی غنیۃ الطالبین۔

اور ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: اگر کوئی شخص اپنے جاننے والے کی قبر کے پاس سے گزرتا ہوا اس پر سلام بھیجے تو وہ اسے پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ سید شہنوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق احادیث بکثرت ہیں۔ بارزی علیہ الرحمہ نے کتاب توثیق عرى الایمان میں سلیمان بن سحیتم علیہ الرحمہ سے یہ نقل کیا ہے کہ سلیمان نے کہا:

میں نے حضرت سرور عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ لوگ جو آپ کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور آپ پر سلام بھیجتے ہیں کیا آپ ان کے سلام کو سنتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں ان کے سلام کو سنتا ہوں اور اس کا جواب بھی دیتا ہوں۔

ابن بخارا نے حضرت ابراہیم بن یسار علیہ الرحمہ سے روایت کی کہ ابراہیم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک سال میں نے حج کیا اور حضرت سرور کائنات ﷺ کی زیارت کرنے مدینہ طیبہ آیا۔ جب میں آپ کی قبر شریف کے پاس پہنچا تو میں نے سلام بھیجا فی الفور میں نے اپنے سلام کا جواب یوں لوٹتا ہوا سنا کہ ''وعلیکم السلام'' نیز اسی طرح بہت سی مثالیں اولیاء اللہ اور امت کے نیک لوگوں سے منقول ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قبروں میں حیات ہونا ثابت ہے یا نہیں۔ پس جاننا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کا قبروں میں حیات ہونا باتفاق علماء ثابت ہے اور آنحضرت ﷺ کی موت کے بعد حیات ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اسی طرح باقی سب انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں حیاتِ کاملہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ بلکہ اس دنیوی زندگی سے بھی ان کی زندگی کامل ہے۔ کہ جو شہدا کی زندگی ہے اور آنحضور ﷺ تو جمیع شہداء کے سردار ہیں۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے

میرا علم میری وفات کے بعد بھی ویسے ہی قائم ہے جیسا کہ مجھے اپنی زندگی میں علم حاصل تھا۔ حافظ اور ابن عدی نے اس روایت کو روایت کیا ہے، کامل میں، اور ابو یعلی علیہ الرحمہ نے معتبر سند کے ذریعہ اسے نقل کیا ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ''انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور نیز بیہقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں احادیث صحیحہ سے بہت سی شہادتیں مل سکتی ہیں اور منصور بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں محققین اور متکلمین اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بعد از وصال زندہ ہیں اور امت کی طاعت پر خوش ہوتے ہیں۔ نیز انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارک بوسیدہ نہیں ہوتے۔

یادرہے رسول اللہ ﷺ کی زیارت اللہ تعالیٰ کی طرف قریب کرنے والی ہے۔ اس قربت سے زیادہ اولیٰ اور اکمل کوئی اور قربت نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے خدائے رب العالمین کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ۔

ترجمہ: جس نے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ (سورۃ النساء:۸۰)

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ۔

ترجمہ: اور بے شک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ (سورۃ الفتح: ۱۰)

آنحضرت ﷺ کی زیارت آپ کی وفات کے بعد آپ کے ساتھ ملازمت رکھنے کا حکم رکھتی ہے۔ قبل ازیں جو احادیث ذکر کی جا چکی ہیں ان میں ایک یہ حدیث بھی تھی کہ: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

پس آنحضرت ﷺ پر ظلم کرنا بے ادبی اور بے پروائی ہے اور آنحضرت ﷺ کی بے ادبی کرنا اور آپ کے ساتھ بے پروائی کرنا ایک قسم کا بھاری وبال ہے۔ پس آنحضور ﷺ کی زیارت شریف کو چھوڑنا باطنی تفرقہ کا موجب ہے۔ بلکہ اس فقیر کے نزدیک تو گناہ کبیرہ ہے اور ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے اپنے پیغمبر ﷺ کی زیارت کا انکار کیا ہے اور کبھی حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قسم کے اعتقادات فاسدہ سے بچائے۔

جب حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو تو چاہیے کہ نہایت ادب اور وقار کے ساتھ کہے:

السلام علیک یارسول اللہ۔ السلام علیک یانبی الکریم۔ السلام علیک یا خاتم النبیین۔ السلام علیک ابابکر ن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنک۔

حضرت سرور کائنات ﷺ کی زیارت شریف کے لیے سفر کا قصد کرنا ایک سعادتِ عظمیٰ ہے۔ اصحابِ کرام اور سلفِ صالحین (رضوان اللہ علیہم) آپ کی زیارت شریف کی خاطر بہت مرتبہ دور دراز ملکوں سے تشریف لایا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ موذن رسول ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں شام سے مدینہ شریف تشریف لائے۔ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے یوں روایت بیان فرمائی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں اے بلال رضی اللہ عنہ یہ کیا ظلم ہے کہ میری زیارت کو کبھی نہیں آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب یہ خواب دیکھا تو فوراً بیدار ہو کر سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے روضۂ مبارک پر پہنچے تو بہت روئے۔ اپنی جبین نیاز قبر شریف کی مٹی سے ملنے لگے۔ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ اپنے حجرہ شریف سے نکل کر آرہے ہیں۔ دونوں کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی بغل میں لیا اور ان کے سر اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دار بقا کو رحلت فرما گئی تھیں۔ لوگوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان سننی چاہی۔ لیکن ان میں سے کسی نے کہا کہ بلال رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے بغیر فرمائے اذان نہیں دیں گے۔ اگر حسنین رضی اللہ عنہما نے فرمادیا تو پھر ضرور اذان دیں گے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد کبھی اذان نہیں دی تھی۔ اسی واسطے جب حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد چاہا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیا کریں تو وہ فرمانے لگے؛

اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ نے مجھے سونے سے خریدا ہے اور مجھے خدا تعالیٰ کے راستہ میں آزاد کیا ہے۔ یہ فرمائیے آپ نے مجھے اپنے واسطے مول لیا تھا یا اللہ کے لیے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تجھے اللہ ہی کے لیے مول لیا تھا'' بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب آپ نے مجھے اللہ کے واسطے مول لیا تھا او ر آزاد کیا تھا تو اب مجھے معاف کیجیے اور مجھے اپنے ہی اختیار میں رہنے دیجیے۔ میری کیا مجال کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی دوسرے کے لیے اذان دوں۔

حضرت بلال ﷺ شام کی طرف واپس روانہ ہوئے اور پھر دوبارہ اس جگہ سے مدینہ طیبہ کی زیارت کا قصد فرمایا۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت امام حسن اور امام حسین ﷺ نے انہیں اذان دینے کو فرمایا تو آپ مسجد شریف کے اسی کنارے پر ٹھہر کر اذان دینے لگے جس جگہ پر حضور ﷺ کے زمانے میں اذان دیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپ نے کہا ''اللہ اکبر'' تو لوگوں میں سے یہ آواز آئی کہ تمام شہر مدینہ طیبہ تحرک میں ہے اور جب آپ نے کہا اشہدان لا الہ الا اللہ تو مدینہ شریف کا تحرک اور تزلزل اور بھی زیادہ ہو گیا اور لوگوں میں رونے پیٹنے کی آواز اور زیادہ ہو گئی۔ اور جب آپ نے فرمایا اشہدان محمدا رسول اللہ'' تو اور بھی قیامت برپا ہو گئی۔ اور مدینہ شریف کا کیا چھوٹا کیا بڑا اور کیا عورت سب ہی نے آ کر رونا چلانا شروع کر دیا گویا کہ سرور عالم ﷺ کے وصال کے دن جو مصیبت تھی اس کی یاد تازہ ہو گئی۔ نیز کہتے ہیں کہ حضرت بلال ﷺ آنحضرت ﷺ کی شدتِ محبت اور غلبہ اشتیاق کی وجہ سے اذان مکمل طور پر نہیں پڑھ سکے اور منبر سے اتر آئے غنیۃ الطالبین میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

آوردہ اند کہ چون امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح شام کرد و بہ اہل بیت المقدس مصالحت نمود و کعب احبار آمد و بشرف اسلام مشرف شد عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ را باسلام او غایت فرح و سرور دست داد و در وقت رجوع باوے گفت اے کعب خواہی کہ با ما بمدینہ آئی و زیارت سید انبیاء ﷺ کنی گفت نعم یا امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعم الفضل ذلک۔ بعد از قدوم بمدینہ مطہرہ اول اول کارے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرد ابتداء بسلام پیغمبر بود ﷺ و عبد الرزاق باسناد صحیح روایت می آرد کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما چون از سفر قدوم مے آورد اول بہ قبر شریف می رسد و مے گفت السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ و در مؤطاء امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیز این روایت مذکور شدہ است و شخصے از نافع مولیٰ ابن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پرسید و تو دیدی کہ ابن عمر بر قبر شریف مے استاد و مے گفت السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی گفت نعم۔ و در مسند امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ از ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت آمدہ کہ گفت از سنت است کہ بہ قبر شریف نبوی از قبل قبلہ بیائی و پشت بقبلہ کنی و بگوئی السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

و اما توسل و استشفاع بحرمت سید الرسل و استعانت و استمداد بجاہ و جناب او ﷺ پس فعل انبیاء و مرسلین و سیرت سلف و خلف صالحین است چہ پیش ازان وقت کہ روح پاکش لباس جسمانیہ پوشد و چہ بعد ازان ہم در حیات دنیویہ و ہم در عالم برزخ و در عرصات، قیامت کہ انبیاء مرسل را مجال منطق و تاب دم زدن نباشد فتح باب شفاعت اولین و آخرین را مستغرق بحار نعمت و مشمول انوار رحمت، کردہ اند و در استمداد از جناب حضرت ﷺ در چہار موطن اخبار و آثار بورود پیوستہ اما اول توسل با دست پش از نشاۃ انسانیت و دائرہ خلقت است از جملہ احادیث و اخبار کہ دران وارد شدہ این حدیث است از عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ، علماء حدیث تصحیح آن کردہ اند کہ چون از آدم صفی اللہ علیہ السلام آن خطیہ سر بر زد از برائے اعتذار و توبہ آن گفت یا رب اسئلک، بحق محمد ان تغفرلی۔ از درگاہ مجید فرمان آمد یا آدم چگونہ شناختی محمد ﷺ را و ہنوز جوہر روحش را در صدف جسمانیت در نہ، آوردہ۔ گفت خداوندا تو می دانی، روزے کہ مرا بہ یدِ قدرت خود پیدا کردی و نفخ روح علوی در قالب بشریت من نمودی سر برداشتم و بر قوائم عرش نوشتہ دیدم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ازان روز شناختم کہ وے بندہ ایست ترا کہ محبوب ترین

خلق است نزد تو و مقرب ترین حضرت عز شانہ فرمان آمد کہ چون تو او را در درگاہ من وسیلہ مغفرت آوردی گناہ ترا بخشیدم۔ یا آدم اگر محمد نمے بود ترا پیدا نمے کردم۔ و در بعضے روایات آمدہ کہ کلماتے کہ آدم صفی اللہ علیہ السلام از درگاہ رب العزت تلقین نمودہ، وسبب توبہ و مغفرت او گشتہ چنانچہ منطوق آیت کریمہ: فتلقی أدم من ربہ کلمت فتاب علیہ۔ ست این بود الٰھی بحرمت محمد و آلہ اغفرلی۔ سبکی گوید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چون توسل باعمال صالح باوجود انکہ فعلایشان است وبقصور و نقصان موصوف جائز باشد و دربارگاہ رحمت مقبول و مستجاب گردد تشفع بہ پیغمبر خدا کہ محب و محبوب اوست بطریق اولیٰ بود۔ صاحب قصیدۂ بردہ می گوید

نیز یہ روایت بھی کی گئی ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کو فتح کیا اور بیت المقدس کے رہنے والوں سے مصالحت کی تو کعب احبار رضی اللہ عنہ آئے اور مشرف با اسلام ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے اسلام لے آنے پر بے انتہا خوشی ہوئی۔ جب مدینہ طیبہ واپس تشریف لانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا

اے کعب کیا آپ کی خواہش نہیں کہ ہمارے ساتھ مدینہ چلیں اور وہاں پر حضرت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کریں تو کعب نے جواب دیا:

نعم یا امیر المؤمنین انما افعل ذالک بعد قدومی بمدینۃ المطھرۃ

ترجمہ: جی ہاں اے امیر المؤمنین میں حضور ﷺ کی زیارت سے اس وقت مشرف ہوں گا جب میں بمع اہل و عیال وہاں آؤں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ شریف جا کر جو پہلا کام کیا وہ حضرت سرور کائنات ﷺ کا سلام ہی تھا۔ عبد السناق نے سند صحیح سے یوں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب بھی سفر سے مدینہ طیبہ واپس پہنچتے تو سب سے پہلے حضرت ذاتِ کریم علیہ الف الف تحیۃ و التسلیم کی قبر شریف پر جاتے اور اور عرض کرتے۔

السلام علیک یارسول اللہ۔ السلام علیک یا ابابکر۔ السلام علیک یا ابتاہ۔

یعنی اے اللہ تعالیٰ کے رسول پاک آپ پر اللہ کا سلام اور اے ابا بکر رضی اللہ عنہ آپ پر بھی سلام ہو اور اے میرے پیارے ابا آپ پر بھی خدا کا سلام ہو۔

مؤطا امام مالک میں بھی یہی روایت اسی طرح سے مذکور ہے۔ نیز ایک شخص نے مولیٰ بن عمر سے پوچھا کہ کیا تو نے دیکھا تھا کہ حضرت ابن عمر حضور ﷺ کی قبر شریف پر ٹھہر کر فرماتے تھے۔

السلام علی النبی، السلام علی ابی بکر السلام علی ابی۔

یعنی درود ہو حضور سرور عالم ﷺ پر اور سلام ہو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور میرے والد عمر رضی اللہ عنہ پر" آپ نے فرمایا ہاں میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔ نیز مسند امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے۔ "حضور ﷺ کی قبر مبارک کے پاس قبلہ کی جانب سے آ کر اور قبلہ کی طرف پشت کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کرتے:

"السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

باقی رہا یہ کہ حضور کے توسل سے شفاعت، اعانت اور امداد طلب کرنا کیسا ہے تو جاننا چاہیے کہ یہ فعل انبیاء علیہ السلام کا ہے اور سلف وخلف صالحین کی یہ سیرت رہی ہے۔ آپ کی پیدائش مبارک سے پیش تر یا بعد عالمِ برزخ یا روزِ حشر انبیاء علیہ السلام کو دم مارنے کی مجال نہیں رہی ہے۔ ہاں حضور ﷺ کو ہی اولین وآخرین کا شفیع مقرر کیا گیا ہے اور آپ کی ہی شفاعت سے امتی اللہ تعالیٰ کی نعمت کے سمندروں اور رحمت کے انوارات سے مالا مال ہوں گے حضور ﷺ سے چار مواضع میں استمداد کے متعلق حدیثیں اور آثار صحیحہ وارد ہوئے ہیں۔ یہ دنیا ابھی عالم وجود میں بھی نہ آئی تھی کہ حضور ﷺ کا وسیلہ اختیار کیا گیا۔ مثلاً اس بارے میں دیگر احادیث کہ جو وارد ہوئی ہیں ایک یہ حدیث مبارک ہے جس کو علماء نے صحیح قرار دیا ہے۔ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ جب آدم صفی اللہ علیہ السلام سے گناہ سرزد ہوا تو آپ نے معذرت کے ساتھ توبہ میں فرمایا۔

یاالٰھی اسئلک بحق محمد ان تغفر لی

ترجمہ: اے میرے اللہ محمد ﷺ کے طفیل مجھ کو معاف فرما۔

بارگاہِ قدس سے جواب آیا کہ اے آدم علیہ السلام تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی تک تو آپ کے روحانی جوہر کو جسمانی صدف میں نہیں ڈالا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی اے خدا آپ اچھی طرح جانتے ہیں، اس روز کو جس روز آپ نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور روحِ علوی کو میرے قالبِ بشری میں ڈالا تو میں نے سراونچا کرتے ہوئے دیکھا کہ عرش کے قوائم پر لکھا دیکھا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اسی روز میں نے پہچانا کہ محمد ﷺ ایک پیغمبر ہیں جو آپکو اپنی ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ آپ کے مقرب ہیں۔ بارگاہِ عزت سے فرمان آیا کہ جب تو نے اپنی مغفرت کے لیے انہیں میری بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کیا ہے تو میں نے تمہیں معاف فرد یا۔ اے آدم علیہ السلام اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں ہرگز پیدا نہ کرتا اور بعض روایات میں آیا تھا کہ وہ کلمات شریفہ جو آدم صفی اللہ علیہ السلام کو بارگاہِ عزت سے بتائے گئے اور حسب منطوق آیت: فتلقّٰی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ'' توبہ اور مغفرت کا سبب بنے وہ یہ تھے۔ الٰھی بحرمتہ محمد و آلہ اغفر لی، امام سبکی فرماتے ہیں کہ اعمال صالحہ کا توسل دینا حالانکہ اس میں قصور ونقصان بھی ہوسکتا ہے جائز اور بارگاہِ رب العزت میں مقبول اور مستجاب ہے تو پیغمبر خدا ﷺ کے وسیلہ سے شفاعت چاہنا تو بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیے کیونکہ آپ ﷺ تو خدا کے محب اور محبوب ہیں۔

حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ		سواک عند حلول الحادث العمم

ترجمہ: اے تمام مخلوق سے بزرگ تر آپ کے سوا میرا کوئی ایسا نہیں جس سے پناہ چاہوں جبکہ حادثہ عام نازل ہونے لگیں۔

اما الثانی کہ توسل بجناب او ست در دنیا در مدت حیات وے ﷺ بیش تر ازان است کہ در حصر آید۔ در خبر است کہ مردے ضریر البصر پیش آں حضرت آمد وعرض نمود کہ یا رسول اللہ ﷺ دعا کن تا خدا خیر وعافیت نصیب من کند فرمود اگر بصارت خواھی دعا کنم تا چشم تو بینا گردد اگر اجر آخرت خواھی صبر کن کہ آں بھتر است برائے تو، گفت دعا کن یا رسول اللہ ﷺ! فرمود تا کہ وضو کند واین دعا را بخواند: اللّٰھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللّٰھم فشفعہ فیّ۔ ترمذی گفتہ است ھذا حدیث صحیح غریب وبیھقی نیز تصحیح آں کردہ بازیادت این عبارت در آخر

حدیث کہ: فقام وقد برء البصر۔ وفی روایۃ ففعل الرجل فبرئ۔ واخبار در باب توسل واستمداد ارباب حاجات بجناب سید کائنات ﷺ مثل سعۃ رزق وحصول اولاد ونزول مطر در خائے عیش وامثال آں بسیار است۔

دوسرے آپ کی حیات شریفہ میں حضرت سرور عالم ﷺ کی ذات پاک کے ساتھ توسل کرنا بارہا بہت سے موقعوں پر ثابت ہے۔ بیشتر ازیں کہ ان کا ذکر کیا جا سکے ایک حدیث میں ہے کہ ایک نابینا حضور کی خدمت آیا اور عرض کی کہ حضور دعا فرمایئے کہ خدا مجھے خیر وعافیت نصیب فرمائے۔ آپ نے فرمایا اگر بینائی چاہتے ہو تو دعا کیے دیتا ہوں کہ خدا تمہیں بینائی واپس دے دے اور اگر آخرت کے اجر کے طالب ہو تو صبر کرو کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

عرض کی یارسول اللہ ﷺ دعا کیجیے فرمایا وضو کرو اور اس دعا کو پڑھو:

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی

ترجمہ: اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور محمد ﷺ کو آپ ہی کی طرف آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں آپ کو اپنی حاجت کے لیے اپنے رب کی طرف وسیلہ بناتا ہوں تا کہ تو میری حاجت کو پورا فرمادے۔ اے اللہ میری شفاعت کو قبول کر۔

ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح غریب ہے اور بیہقی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے اسی حدیث کے آخر میں یہ عبارت بھی زیادہ کی ہے:

فقام وقد برء البصر

ترجمہ: وہ کھڑا ہوا اور اس کی آنکھ اسی وقت اچھی ہوگئی۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ:

ففعل الرجل فبرء

ترجمہ: مرد نے ایسا کیا تو اس کی بینائی اسے واپس عطا کی گئی۔

حدیثوں میں بہت سی مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجت مندوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ رسول پاک ﷺ کے وسیلہ سے رزق، اولاد، بارش اور آرام وآسائش درگاہ رب العزت سے طلب کریں۔

واما الثالث کہ توجہ وتوسل باوست ﷺ بعد از وفات نیز در وے آثار درود یافتہ۔ طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در معجم کبیر از عثمان بن حنیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت مے آرد کہ مردے بود کہ او را نزد عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاجتے بود کہ وانمے شد وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصلا بحال او نظر والتفات نمی گماشت۔ آں مرد حال خود را بعثمان بن حنیف برد صورت علاج جست۔ گفت بمتوضاء رو وضو کن وبمسجد در آئی ودو رکعت نماز بگذارد بگو: اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبینا محمد ﷺ بنبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فیقضی لی حاجتی۔ بعد ازاں حاجت خود را عرض کن آں مرد برفت بدآنچہ وے فرمودہ بود عمل کرد بعد ازاں بر درِ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آمد دربان پیش آمد ودست او را بگرفت ونزد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ در روے او را بر فراش خاصہ بنشاند وحاجت پرسید ہر چہ حاجت او بود روا کرد وگفت بعد ازین ہر چہ حاجتے کہ ترا باشد بگو تا

روا کنم۔ آں مرد خوش حال پیش عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر آمد نزد ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفت و گفت جزاک اللہ خیرا مگر تو چیزے بعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ در باب قضاء حاجت من گفتی و این چنین ساخت و پیش ازین اصلا بحال من التفات نمے کرد و گفت واللہ باوے من ہیچ نہ گفتم بجز آنکہ رسول خدا ﷺ را دیدہ بودم کہ ضریرے پیش وے آمد و دعا خواست تا چشم وے بینا گردد و تمام این حدیث سابق سوق نمود پس بر آن قیاس نمودم کہ توسل بوے ﷺ موجب قضاء حاجت و سبب نجاح مرام است۔ و قاضی عیاض مالکی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در کتاب شفاء مے آرد کہ درمیان ابو جعفر خلیفہ و امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در مسجد رسول ﷺ مناظرہ افتاد۔ شاید ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ در اثنائے سخن آواز خود بلند کرد مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گفت یا امیر المؤمنین در مسجد پیغمبر خدا آواز چرا بلند می کنی و حق تعالیٰ در کتاب خود باب ادب می نماید و می گوید: لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الآیۃ۔ وقوم دیگر را مدح مے کند وے فرماید: ان الذین یغضّون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ۔ و حرمت پیغمبر خدا بعد از موت مثل حرمت اوست ﷺ در حیات خلیفہ را بگفتۂ او اثرے ورقتے پدید آمد و در خضوع و استکانت فرو شد و گفت یا ابا عبد اللہ در وقت دعا توجہ بقبلہ کنم یا روئے بر رسول اللہ ﷺ آرم گفت چرا روئے از پیغمبر گردانی و وے وسیلۂ تست و وسیلہ پدر تو آدم صفی اللہ علیہ السلام نزد خدا عز و جل استقبال بہ پیغمبر کن و طلب شفاعت از وے کن تا شفیع تو گردد و در باب اداب زیارت استحباب استقبال بدان حضرت و توسل برورد دعا در حضرت وے و رعایت غایت ادب و نہایت خضوع مذکور گردد ان شاء اللہ تعالیٰ۔ و در ذکر قبر فاطمہ بنت اسد ام علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم مذکور شد کہ آں حضرت در قبر او در آمد و گفت: بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی۔ و درین حدیث دلیل است بر توسل در ہر دو حالت۔ نسبت بآں حضرت ﷺ در حالت حیات و نسبت انبیاء علیہم السلام بعد از وفات و چون توسل بانبیاء بعد از وفات جائز باشد بسید انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات بطریق اولیٰ جائز باشد بلکہ اگر باین حدیث توسل باولیاء خدا نیز بعد از وفاتایشان قیاس کنند دور نیست مگر آنکہ دلیلے بر تخصیص حضرات رسل صلوٰۃ الرحمن علیہم قائم شود و نیز بر این مدعا دلیل است آنکہ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بسند صحیح آوردہ است کہ در زمانِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحطے افتاد و شخصے بقبر شریف نبوی آمد و گفت: یا رسول اللہ ﷺ استسق لامتک فانھم قد ھلکوا۔ آں حضرت ﷺ در خواب آمد و فرمود برو بعمر بشارت دہ کہ باران خواہد آمد و این نوع توسل طلب دعا است ازان حضرت از پروردگارِ خود تا این حاجت مقضی گردد چنانچہ در حالت حیات بود ہم چنانچہ مضمون عبارت یا محمد انی توجہت بک الی ربی فی حاجتی لیقضی لی مشعر است بدان فافہم۔ و ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرد کہ در وقتے اہل مدینہ را قحطے شدید رسید شکایت بعائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بُردند۔ فرمود بقبر شریف رسول اللہ ﷺ بیائید و دریچہ ازوے بجانب آسمان بکشائید تا میان وے و آسمان حائل نباشد ہم چنان کردند کہ وے اشارت فرمود باران بسیار شد و امر وے رضی اللہ تعالیٰ عنہا بکشادن دریچہ رمزے واضح است بآنکہ موجب فتح باب مطلوب و دعا و سوال آں حضرت ﷺ است از درگاہ رب العالمین جل جلالہ و ازین قبیل است سوال سائل از حضرت وے کہ گفت: اسئلک مرافقتک فی الجنۃ۔ یعنی سوال می کنم از حضرت تا کہ از پروردگار خود درخواست کنی و شفاعت فرمائی تا مرا بسعادت مرافقت تو در جنت مشرف گرداند۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کی ذات پاک کا وسیلہ پکڑنے کے متعلق بہت سے آثار اور احادیث وارد ہیں۔ منجملہ ازاں طبرانی نے معجم کبیر میں عثمان بن حنیف سے روایات کی ہے کہ ایک شخص تھا جو حضرت عثمان بن عفان ﷺ سے اپنی ایک حاجت پوری کرانا چاہتا تھا لیکن پوری نہیں ہوتی تھی اس کے حال پر کوئی توجہ نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ اس شخص نے اپنا حال عثمان بن حنیف کو بتایا اور کامیابی کی صورت دریافت کی آپ نے فرمایا جاؤ وضو کرو اور مسجد جا کر دو رکعت نماز ادا کر کے یہ دعا پڑھو:

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یانبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فیقضی لی حاجتی۔

بعد ازاں اپنی حاجت عرض کر۔ چنانچہ وہ شخص گیا اور عثمان بن حنیف ﷺ کے فرمانے کے مطابق عمل کیا بعد ازاں وہ شخص حضرت عثمان بن عفان ﷺ کے دروازے پر آیا۔ دربان آگے بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان بن عفان ﷺ کی خدمت میں لے جا کر خاص بچھونے پر بٹھایا اور حضرت عثمان ﷺ نے اس سے حاجت پوچھی اور جو کچھ حاجت تھی وہ پوری کر دی اور فرمایا اس کے بعد سے جو بھی آپ کی حاجت ہو وہ کہہ دیا کریں میں پوری کر دوں گا۔ پس وہ شخص خوش خوش حضرت عثمان ﷺ کی خدمت سے رخصت ہوا اور ابن حنیف کے پاس آ کر کہا۔ خدا آپ کو جزائے خیر عطا کرے کہ آپ نے میری حاجت کو پورا کرنے کے لیے حضرت عثمان ﷺ سے کہا ہو گا جس کی وجہ سے انہوں نے میری حاجت روائی کی۔

اس سے پیشتر وہ میرے حال پر کچھ التفات نہیں فرماتے تھے۔ عثمان بن حنیف نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ بجز اس کے کہ میں نے حضور ﷺ کو بچشم خود دیکھا کہ آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور دعا طلب کی یہاں تک کہ اس کی بینائی واپس لوٹ آئی۔ پس میں نے اسی پر قیاس کیا کہ رسول پاک کے توسل ﷺ سے جملہ حاجات اور مقاصد فوراً پورے ہو جاتے ہیں۔ قاضی عیاض مالکی علیہ السلام شفا میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ ابوجعفر علیہ السلام اور امام مالک علیہ السلام کے درمیان مسجد نبوی میں مناظرہ ہوا ابوجعفر علیہ السلام نے اثنائے سخن میں آواز بلند کی۔ امام مالک علیہ السلام نے فوراً فرمایا۔

اے امیر المومنین مسجد نبوی میں کیوں آواز بلند کرتے ہو۔

کیونکہ خداوند کریم اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں:

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔

ترجمہ: اپنی آوازوں کو حضور ﷺ کی آواز سے بلند مت کرو۔ (سورۃ الحجرات: ۲)

اور دوسری آیت میں ایک قوم کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ۔

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کے پیغمبر کی خدمت میں دبی آواز سے بولتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے ادب کے لیے جانچ لیا تھا۔ (سورۃ الحجرات: ۳)

پیغمبر کا ادب بعد از وصال بھی ویسا ہی فرض ہے جیسا کہ آپ کی حیات میں۔ غرض خلیفہ کو امام مالک کے کہنے سے بہت رقت پیدا ہوئی اور نہایت عجز و زاری کرتے ہوئے کہا "اے ابوعبداللہ دعا کے وقت توجہ قبلہ کی طرف کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف" فرمایا آپ منہ کو پیغمبر کی طرف سے کیوں پھیرتے ہو کیونکہ

اللہ کے ہاں وہ آپ کا وسیلہ اور آپ کے باپ آدم صفی اللہ علیہ السلام کا وسیلہ ہے۔ آپ اپنا منہ پیغمبر کی طرف کریں اور ان سے طلب شفاعت کریں تا کہ وہ آپ کی شفاعت کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آدابِ زیارت اور آنحضرت ﷺ کی طرف استقبال کرنے اور آپ ﷺ کا توسل کرنے اور آپ ہی کے حضور سے مدد اور دعا طلب کرنے کے باب میں سب کچھ اسی کے متعلق ذکر کیا جائے گا۔ فاطمہ بنت اسد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ کی قبر کے ذکر میں یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ان کی قبر میں اترے اور فرمانے لگے: ترجمہ: اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کے وسیلہ سے، اس حدیث میں دونوں حالات آنحضرت ﷺ سے آپ ﷺ کی حیات میں توسل پکڑنے اور باقی انبیاء علیہم السلام سے ان کی وفات کے بعد توسل پکڑنے کے متعلق دلیل موجود ہے کہ جب باقی انبیاء علیہم السلام سے ان کی وفات کے بعد توسل پکڑنا جائز ہے تو حضرت سرور عالم ﷺ سے بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیے۔ بلکہ اس حدیث شریف سے اولیاء اللہ کے ساتھ ان کی وفات کے بعد توسل پکڑنا قیاس کیا جائے تو بھی کوئی بعید نہیں۔ مگر تب جبکہ دلیل تخصیص توسل برسل علیہم السلام قائم ہو۔ ابن ابی شیبہ علیہ الرحمۃ بسند صحیح روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ طیبہ میں قحط پڑا ایک شخص حضرت سرور کائنات ﷺ کی قبر شریف پر آیا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اپنی امت کے واسطے اللہ سے بارش طلب فرمایئے کیونکہ امتی ہلاک ہو رہے ہیں چنانچہ حضور اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا جاؤ عمر رضی اللہ عنہ کو بشارت دو بارش آئے گی یہ بھی توسل کی ایک قسم ہے۔ جب دعا سے اپنی امت کے لیے حضور کی بارگاہ قدس سے جس طرح حضور ﷺ کی حیات شریفہ میں حاجت روائی ہو جاتی تھی اسی طرح حضور ﷺ کی وفات مبارکہ کے بعد بھی طلب دعا کے لیے سلسلہ توسل قائم ہے۔

جیسا کہ مضمون مذکورۃ الصدر:

یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی

ترجمہ: اے محمد ﷺ میں اپنی حاجت روائی کے لیے آپ ﷺ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اسی کی طرف مشعر ہے۔

ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے روایت کی ہے کہ ایک وقت اہل مدینہ پر سخت قحط نازل ہوا۔ اہل مدینہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر قحط کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کا دریچہ آسمان کی جانب کھول دو تا کہ حضور اور آسمان کے درمیان کوئی حائل نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا نتیجہ یہ ہوا کہ کثرت سے بارش ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آسمان کی طرف دریچہ کھلوانے میں یہ واضح رمز تھی کہ حضور ﷺ کے لیے بارگاہِ رب العزت سے دعا طلب کرنے کا دروازہ کھل جائے۔ اسی طرح جو سوال سائل نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں آپ کی وفات کے بعد کیا تھا اسئلک رفاقتک فی الجنۃ تو اس کا مدعا اس سے یہی تھا کہ اے حضور ﷺ اپنے پروردگار سے درخواست کیجیے اور میری شفاعت فرمایئے کہ وہ مجھے آخرت میں جنت میں آپ کے ساتھ رفاقت نصیب فرمائے۔

واما رابع کہ توسل بسرور انبیاء ﷺ است در عرصات قیامت بوسیلہ شفاعت۔ پس باحادیث متواترہ ثابت است واجتماع علماء بر آں منعقد۔ ودر باب توسل بصالحین باعتبارِ علاقہ کہایشاں راست بجناب سید المرسلین ﷺ نیز اخبار و آثار آمدہ چنانچہ قصۂ استسقاء عمر بعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اثبات آں مے کند۔ در خبر صحیح از انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آمدہ کہ چون قحط سال مے شد وامساک باران روئے می نمود عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ در استسقاء توسل بعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مے کرد عم رسول اللہ

ﷺ و مے گفت خداوند پیش ازین چون قحط مے شد توسل به پیغمبر تو مے کردیم و تو آب مے فرستادی اکنون توسل بعم پیغمبر تو مے کنیم پس بفرست برائے ما آب۔ و در روایتے از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آمده که عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه گفت خداوندا ما استسقاء مے کنیم بعم پیغمبر تو و استسقاء مے نمائیم به پیرے۔ و عباس رضی اللہ تعالیٰ عنه در دعاء خود گفت خداوندا این قوم توجه بمن آوردند از جهت نسبتے که مرا به پیغمبر تست خداوندا مرا نزد ایشان شرمنده مکن۔ و درین گفته است عباس بن عتبه رحمۃ اللہ تعالیٰ علیه ابن ابی لهبه

حضور ﷺ سے عرصات قیامت میں توسل پکڑنا اور آپ ﷺ ہی سے شفاعت طلب کرنا بھی احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اسی پر علماء کا اجماع بھی ہے۔ نیز صلحاء اور اتقیاء سے اس تعلق کی بناء پر جو انہیں حضور سرور کائنات ﷺ سے توسل پکڑنے کے متعلق اخبار و آثار کثیرہ وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش طلب کرنے کا قصہ ثابت ہے۔ ایک حدیث صحیح میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کہ جب قحط سالی ہوتی تھی اور بارش نہ ہوتی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش طلب کیا کرتے تھے اور جناب الٰہی میں یوں عرض کرتے تھے کہ خدا اس سے پیشتر جب بھی قحط پڑتا تھا تو ہم آپ کی بارگاہ میں آپ کے پیغمبر ﷺ کا وسیلہ پکڑتے تھے اور آپ بارش نازل فرمادیا کرتے تھے اور اب آپ کے پیغمبر ﷺ کی عدم موجودگی میں ہم آپ کے پیغمبر ﷺ کے چچا کو آپ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں۔ پس آپ اب بھی ہمیں بارش عطا فرمایئے اور ایک روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طلب بارش کے وقت فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا ہم آپ پیغمبر ﷺ کے چچا کے ذریعے آپ سے بارش طلب کرتے ہیں اور اپنے بڑھاپے کے ذریعہ بھی اور عباس رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے اے خدا یہ قوم اس نسبت کے باعث میری طرف متوجہ ہوئی ہے جو مجھے آپ کے پیغمبر ﷺ سے حاصل ہے۔ پس اے رب العزت مجھے ان کے ہاں شرمندہ نہ فرمایئے اسی بارہ میں عباس رضی اللہ عنہ بن عتبہ نے ابن ابی لہب کو فرمایا:

بعمی سقی اللہ الحجاز واهله		عشية يستسقی بشبية عمی

ترجمہ: خداوند کریم نے حجاز اور اہل حجاز کو میرے ہی چچا کے توسل سے سیراب فرمایا ہے

و در نیل مطالب و فوز بمآرب که نزد استغاثه و طلب از مرقد منور سرور انبیاء ﷺ که محتاجان و مسکینان را روئے نموده است اخبار و آثار بسیار آمده۔ و محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیه گوید مردے پیش پدر من هشتاد دینار ودیعت نهاد بجهاد رفت و اذن داد که اگر ترا حاجت افتد ازین ها خرچ کن۔ پدرم نزد احتیاج آن را خرچ کرد۔ چون آن مرد باز آمد مبلغے که نهاده بود طلب کرد۔ پدرم در ادائے آن در ماند و با وے گفت که فردا بیا تا جواب تو گویم۔ این بگفت و شب در مسجد نبوی ﷺ بیتوتت کرد و زمانے در حضور شریف، و گاهے پیش منبر استغاثه مے نمود و فریاد مے کرد ناگاه در تاریکی شب مردے پیدا شد و صرّه هشتاد دینار بدست وے داد بامداد مبلغ آن بداد و از زحمت مطالبه دَین خلاصی یافت۔

و امام ابو بکر بن المقری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیه گوید که من و طبرانی و ابو الشیخ هر سه در حرم شریف مصطفوی ﷺ بودیم جوع بر ما غلبه کرده بود و دو روز بهمین حال گذشته چون عشا در رسید بحضور قبر شریف رفتیم و گفتیم یا رسول اللہ ﷺ الجموع همین کلمه گفتیم و بر گشتیم و من و ابو الشیخ بخواب رفتیم و طبرانی نشسته انتظار چیزے مے برد ناگاه یک مرد علوی آمد در بزد با وے دو غلام

بدست هر کدام زنبیلے و درو چیز کثیر از طعام و تمر و خبز بهشت و با ما بخورد و آنچه از ما ماندهم پیش ما بگذاشت و گفت اے قوم مگر شما شکایت پیش رسول اللہ ﷺ کردید به همین ساعت آں حضرت ﷺ را بخواب دیدم که مرا فرمود تا چیز بر شما حاضر آوردم۔

وابن الجلاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیه مے گوید که بمدینه رسول اللہ ﷺ در آمدم و یک دو فاقه بر من گذشته بود به قبر شریف استادم و گفتم: انا ضیفک یا رسول اللہ ﷺ۔ بخواب پیغمبر خدا را دیدم رغیفے بدست من داد نصفے را هم در خواب خوردم و چون بیدار شدم نصف دیگر در دست من باقی بود۔

وابو بکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیه گوید که بمدینه در آمدم و در پنج روز بر من گذشت که طعام نچشیدم روزِ ششم بر قبر شریف رفتم و گفتم: انا ضیفک یا رسول اللہ ﷺ۔ بعد از ان در خواب مے بینم که سرورِ انبیاء ﷺ مے آید و ابو بکر صدیق بر یمین و عمر بر شمال و علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنهم در پیش۔ علی کرم اللہ وجهه الکریم مرا مے گوید که بر خیز پیغمبر ﷺ آمد رفتم و میان دو چشم مبارک او بوسه دادم رغیفے بمن داد خوردم چون بیدار شدم هنوز زیاده از وے بدست من بود۔

احمد بن محمد صوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیه گوید که سه ماه در بادیه گشته بودم و پوست بدن من همه ترقیده بمدینه آمدم و بر آں سرور و صاحبیه سلام گفتم و بخواب رفتم۔ آں حضرت ﷺ را دیدم که می فرماید احمد آمدی چه حال داری گفتم: انا جائع و انا فی ضیافتک یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمود دست بکشا و درهم چند در دست من نهاد بیدار شدم و درهم در دست من بودند ببازار رفتم و نطیر و فالوده خریدم و خوردم و ببادیه در شدم و امثال این حکایات بسیار است۔

اس رات جس میں شیبہ کے ذریعے اسکا چچا بارش طلب کر رہا تھا۔

باقی ان مقاصد اور مطالب کے برآنے کے متعلق جو لوگوں نے آپ کی قبر شریف پر جا کر آپ ہی سے استغاثہ اور طلب قضائے حاجات کی ہے بہت سی اخبار اور حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ محمد بن المنکدر فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے باپ کے ہاں اسی ۸۰ دینار بطور امانت رکھ کر جہاد کو گیا اور اجازت دے دی کہ بوقت ضرورت اس میں سے خرچ کرتے رہنا۔ چنانچہ میرے والد صاحب ضرورت پڑنے پر ان کو خرچ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان سب کو خرچ کر دیا جب وہ شخص واپس لوٹا اور اپنے دینار واپس طلب کیے تو میرے والد ان کی ادائیگی سے عاجز ہوئے اور اس شخص سے کہا کہ کل آنا آپ کو اس کے متعلق کل جواب دوں گا۔ رات کو میرے والد نے مسجد نبوی علی صاحبہا الف الف تحیات و تسلیمات میں رات گزاری، گاہے حضور ﷺ کی خدمت میں اور گاہے منبر شریف کے پاس جا کر اپنا استغاثہ کرتے اور اپنی قضائے حاجت اور ادائے دین کے واسطے فریاد کرتے۔ ناگاہ تاریکی شب میں ایک مرد پیدا ہوا اور اس نے میرے والد کو ایک تھیلی اسی دینار کی دی۔ صبح سویرے میرے والد نے مالک کو وہ دینار ادا کر دیے اور قرض سے نجات پائی۔

امام ابو بکر مقری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں طبرانی ابو الشیخ تینوں حرم شریف مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام میں مقیم تھے۔ ہم پر بھوک نے سخت غلبہ کیا اسی حالت میں دو دن گزر گئے۔ جب رات ہوئی تو حضور ﷺ کی قبر شریف پر گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمیں سخت بھوک لگی ہے۔ بس یہ کلمات کہہ کر واپس لوٹے۔ میں اور ابو الشیخ تو سو گئے لیکن طبرانی بیٹھا کسی چیز کا انتظار کر رہا تھا۔ اچانک ایک علوی شخص آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا اس کے ساتھ دو غلام بھی تھے

ہرایک کے ہاتھ میں ایک ایک زنبیل بھی تھی ان میں بہت سا کھانا۔ کھجور اور روٹی وغیرہ تھی۔ وہ تینوں آئے اور ہم سب کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں مشغول ہوئے۔
جب ہم کھانا کھا چکے تو بچا ہوا کھانا بھی ہمارے پاس چھوڑ گئے۔ علوی کہنے لگا کہ تم لوگوں نے جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی تو اسی وقت حضور ﷺ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں۔ جاؤ اور مسجد میں لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ چنانچہ میں اٹھا اور جو کچھ تیار تھا آپ لوگوں کے سامنے حاضر کیا۔ ابن الجلاء علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا مجھ پر ایک دو فاقے گزرے تو میں نے حضور ﷺ کی قبر شریف پر جا کر عرض کی کہ حضور ﷺ میں آپ کا مہمان ہوں۔ پس میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے ایک روٹی مجھے دی۔ نصف روٹی میں نے خواب میں کھالی اور جب میں بیدار ہوا تو نصف میرے ہاتھ میں تھی۔ ابو بکر اقطع علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے پانچ روز متواتر کھانا تک نہ کھایا اور نہ مجھے کھانا ملا۔ چنانچہ میں چھٹے روز قبر شریف پر گیا اور عرض کی حضور ﷺ میں آپکا مہمان ہوں اسکے بعد خواب میں دیکھتا ہوں کی آپ ﷺ تشریف لارہے ہیں میں اٹھا اور حضور ﷺ کی جبین مبارک پر بوسہ دیا۔ حضور ﷺ نے اس وقت مجھے ایک روٹی عطا فرمائی، میں اسے کھانے مصروف ہوا۔ جب خواب سے بیدار ہوا تب بھی میرے پاس اس روٹی کا کچھ ٹکڑا باقی تھا۔ احمد بن محمد صوفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تین ماہ تک میں جنگل میں پھرتا رہا۔ میرے بدن کا چمڑا اُکھڑا ہوا تھا۔ میں مدینہ طیبہ پہنچا۔ وہاں آتے ہی حضور ﷺ اور آپ کے دونوں دوستوں پر سلام پیش کیا اور سو گیا۔ آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرمارہے ہیں "احمد آئیے کیا حال ہے" میں نے عرض کی حضور ﷺ میں بھوکا ہوں اور آپ کا مہمان ہون۔ فرمایا ہاتھ کھول اور چند درہم میں ہاتھ میں رکھ دیے جب میں بیدار ہوا تو بھی میرے ہاتھ میں حضور ﷺ کے درہم موجود تھے پس میں بازار گیا اور فالودہ وغیرہ خرید کر کھایا اور پھر جنگل کی طرف نکل گیا۔ اس قسم کی حکایات بے انداز مروی ہیں جن سے آنحضرت سرور عالم ﷺ کا غرباء و مساکین کی امداد اور حاجت برآری کا پورا پورا پتہ چلتا ہے اور کیوں نہ ہو حضرت محمد بوصیری حضور ﷺ کی شان میں کیا خوب فرماتے ہیں۔

حاشا ان یحرم الراجی مکارمه	او یرجع الجار منه غیر محترم

ترجمہ: یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ کوئی امیدوار حضور ﷺ کی عادات کریمہ اور آپ کی عنایات شریفہ سے محروم کیا جائے،

اور نہ ہی یہ کہ آپ ﷺ کا کوئی پڑوسی غیر محترم کر کے لوٹایا جائے۔

وبدانند که در حدیث شریف آمده که: اول ما خلق الله نوری۔ و در حدیث دیگر آمده: انا من نور الله و الخلق من نوری۔ هر گاه که حق سبحانه تبارک وتعالیٰ جمیع مخلوقات و کائنات را بقدرت کامله خود از نور مبارکایشان بیافرید پسایشان اصل موجودات آمد پس، بهمیں، سبب که آں حضرت ﷺ اصل جمیع خلائق شد محققین علماء بنابراں حکم کرده اند که آں حضرت ﷺ مبعوث است بکافۂ مخلوقات و سائر موجودات نه مخصوص بجن و انس و ملائکه بلکه وے رسول کل عالم است حتی نباتات و جمادات۔

جاننا چاہیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے: سب سے پہلے اللہ نے میرے ﷺ ہی نور کو پیدا کیا۔ دوسری حدیث میں وارد ہے: میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور باقی ساری مخلوق میرے ہی نور سے پیدا کی گئی ہے۔
جس وقت اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات اور مخلوقات کو اپنی قدرت کاملہ سے حضور ﷺ کے نور سے پیدا کیا تو اس کے یہ معنیٰ ہوئے کہ حضور ﷺ سب موجودات کی

اصل ٹھہرے اور چونکہ آپ جمیع خلائق کے لیے اصل ٹھہرے تو محققین علماء نے اس بناء پر یہ حکم کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ جمیع مخلوقات اور موجودات، کیا جن، کیا انسان اور کیا ملائکہ کرام بلکہ یوں کہیے کہ آپ ﷺ جمیع عالم کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں یہاں تک کہ نباتات اور جمادات بھی آپ ﷺ ہی کی بدولت عالم جود میں آئے۔

(مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد قندھاری، مکتوب، بیست وسوم، ص، ۸۳، تا، ۹۴، حافظ نصر اللہ خان کوانی زمیندا لبستی قدیر آباد تحصیل وضلع بہاول پور)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

سوال سوم صحبت سرور کائنات علیه وعلی آله افضل الصلوات واکمل التحیات بعداز رحلت او دریقظه واقع هست یانه وبرتقدیر وقوع لازم می آید خلو مقبرۂ مقدسه ازجسدِ مبارک آنحضرت صلی الله علیه وعلی آله وسلم واین محال است۔ جواب اولاً آنکه خلو ممنوع است چه مشایخ امت دریک آن درامکنه متعدده حاضر شده اندچنانچه از حضرت خواجۂ بزرگ علیہ الرحمہ منقول است که وقت افطار هفت جاحاضر شدندوهمه جا افطار نمودندواز شاه کمال علیہ الرحمہ نیز نقل می کنند که وقت نماز جاے که نشسته بودندهما نجانشسته ماندندتا آنکه وقت نماز گذشت، مردم خیال کردند که نماز نخواندندوهمان وقت جاے دیگر مردم دیدند که نماز خواندند، ثانیاً آنکه استحالت مذکور ممنوع است چه برتقدیر خلو از جسد مبارک حضور روحی در روضه منوره کاین است وتحقیق مقام آنست که خلو مذکور وقتی لازم آید که جسد مبارک راانتقال واقع شود آنچه واقع است والله سبحانه اعلم بحقیقة الحال ملاقات روحانی است هرچند بصورت جسد نماید وروح متجسد گردد۔

سوال: سرورِ کائنات علیہ و علیٰ آلہٖ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات کی صحبت آپ ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد بیداری کی حالت میں واقع ہے یا نہیں؟ اور واقع ہونے کی صورت میں مقبرۂ مقدسہ (روضۂ اطہر) کا جسدِ مبارک سید المرسلین رحمت دو جہاں ﷺ سے خالی ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے؟

جواب: اول یہ کہ خالی ہونا غیر مسلّم ہے اس لئے کہ مشائخِ اُمت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ایک آن میں متعدد جگہوں میں حاضر (موجود) ہوئے ہیں جیسا کہ خواجۂ بزرگ (حضور سیدی امام الطریقہ خواجہ خواجگان بہاء الدین عرف خواجہ نقشبند بخاری علیہ الرحمہ) کے بارے میں منقول ہے کہ وہ افطار کے وقت سات جگہ حاضر ہوئے اور ہر جگہ افطار کیا اور (حضرت سیدی شیخ المشائخ شاہ کمال قادری علیہ الرحمہ کے متعلق بھی نقل کرتے ہیں کہ نماز کے وقت جس جگہ بیٹھے تھے وہیں بیٹھے رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت گذر گیا، لوگوں نے خیال کیا کہ انھوں نے نماز نہیں پڑھی (لیکن) اسی وقت دوسری جگہ لوگوں نے دیکھا کہ انھوں نے نماز پڑھی۔

دوسرے یہ کہ مذکورہ امر کا محال ہونا غیر مسلّم ہے کیونکہ جسدِ مبارک ﷺ سے خالی ہونے کی صورت میں روضۂ منورہ میں روحی حضور پایا جاتا ہے اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ جسم سے خالی ہونا جس کا ذکر اوپر ہوا اسوقت لازم آتا ہے جبکہ جسدِ مبارک کا وہاں سے منتقل ہونا واقع ہو، جو چیز کہ واقع ہوتی ہے وہ روحانی ملاقات ہے اگرچہ جسم کی صورت میں ظاہر ہو اور روح جسد اختیار کرلے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، دوم، مکتوب، ۶۳، ص، ۶۱، گارڈن ویسٹ، کراچی)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، فرماتے ہیں:

انشاء الله تعالیٰ شفقت و اعانت بعد رحلت زیاده از حال حیات کرده خواهد شد که اینجا علائق بشری در بعضی اوقات مانع اعانت

وتوجہ، است وبعد موت تجرد و فراغ است۔

ترجمہ: انشاء اللہ تعالیٰ رحلت کرنے کے بعد حیات کی نسبت زیادہ تر مہربانی اور اعانت کی جائے گی اس لئے کہ بشری تعلق بعض اوقات اعانت اور توجہ کے مانع ہے اور انتقال کے بعد چونکہ فراغت اور تجرد ہے کوئی مانع نہیں۔

(وصال احمدی، ص،۹، قادری رضوی کتب خانہ لاہور)

حضرت شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی، قدس سرہ، متوفی ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ لِلشَّیخِ أَبِي العباس المرسي: یَاسَیِّدِي صَافِحنِي بِکَفِّكَ هٰذِهٖ فَإِنَّكَ لَقِیتَ رِجَالًا وَبِلَادًا، فَقَالَ: وَاللهِ مَا صَافَحتُ بِکَفِّي هٰذِهٖ إِلَّا رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَقَالَ الشَّیخُ: لَو حُجِبَ عَنِّي رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ طَرفَةَ عَینٍ مَا عَدَدتُ نَفسِي مِنَ المُسلِمِینَ۔

ترجمہ: ایک شخص نے شیخ ابوالعباس المرسی علیہ الرحمہ سے عرض کیا مجھ سے مصافحہ کیجئے کیونکہ بڑے ملکوں میں پھرے ہیں۔ اور بڑے بڑے مردانِ خدا سے مصافحہ کیا ہے۔ شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں نے یہ ہاتھ سوائے رسولِ اکرم ﷺ کے کسی سے نہیں ملائے۔ اور فرمایا کہ اگر حضور ﷺ کی ذات ایک لمحہ کے لئے بھی میری آنکھ سے اوجھل ہو جائے تو میں اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتا۔

(حاوی للفتاوی، ج،۲،ص،۳۱۳)

قَالَ البَارِزِيُّ: وَقَد سمعَ مِن جماعةٍ مِنَ الأَولِیَاءِ فِي زَمَانِنَا وَقَبلِهٖ أَنَّهُم رَأَوُا النَّبِيَّ - صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ - فِي الیَقظَةِ حَیًّا بَعدَ وَفَاتِهٖ۔

ترجمہ: علامہ بارزی علیہ الرحمہ نے کہا کہ حق بات یہ ہے کہ ایک جماعت اولیاء نے ہمارے زمانے میں بھی اور اس سے پہلے بھی رسولِ اکرم ﷺ کو بعد وفات زندہ حالت بیداری میں دیکھا۔

(حاوی للفتاوی، ج،۲،ص،۳۱۱)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

"از بعض صالحین حکایات دریں باب آمدہ و بصحت رسیدہ و حکایات و روایاتِ مشائخ بسیار است نزدیک بحد تواتر رسیدہ است"

ترجمہ: صالحین میں سے بعض کی حکایات اس باب میں صحت کے ساتھ پہنچی ہوئی ہیں اور مشائخ کی حکایات اور روایات بہت ہیں جو حد تواتر کے نزدیک پہنچی ہوئی ہیں۔

(اشعۃ اللمعات، ج،۳،ص،۶۳۹)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۷۶ھ، تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید حضورِ اکرم ﷺ سے پڑھا۔

وان سألتنی عن الخبر الصدق فانی تعلیم القرآن العظیم بلاواسا کما انی اویسی لروح حضرۃ الرسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: اگر سچ پوچھو تو (میں تعلیم قرآن مجید میں اویسی ہوں جس طرح فیض باطنی میں اویسی ہوں) میں نے روح نبی اکرم ﷺ سے بلاواسطہ قرآن مجید پڑھا

سے فیض باطنی حاصل کیا۔

(الفوز الکبیر،ص،۴۷)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

ومن أول الطريقة تبتدئ المكاشفات والمشاهدات، حتى أنهم في يقظتهم يشاهدون الملائكة، وأرواح الأنبياء ويسمعون أصواتاً ويقتبسون منهم فوائد.

ترجمہ: طریقہ سلوک کی ابتدا ہی مشاہدات اور مکاشفات شروع ہوجاتا ہے۔ حتیٰ کہ سالکین بیداری میں انبیاء کے ارواح اور ملائکہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان کا کلام سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔''

(المنقذ من الضلال،ص،۵۰)

مزید تفصیل کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کی فیوض الحرمین اور تفہیمات ملاحظہ ہوں۔

علامہ سیوطی نے ایک مستقل کتاب ''**تنویر الملک فی امکان رؤیۃ النبی والملک**'' لکھی ہے۔ اس میں تفصیل ملاحظہ ہو۔

(دلائل السلوک،ص:۱۳۲)

باب نمبر ۶۲

سوال:(۱۳۴)اعتراض کے طور پر دیوبندیوں کے مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا

۴۔نماز جنازہ کے بعد دعا اور حیلۂ اسقاط ثابت ہیں۔ (تجرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر،ص،۵۳۳)

الجواب:(۱)

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت:

قرآن کی رو سے ہر وقت دعا مانگنا مشروع

ارشاد ربانی ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ

ترجمہ: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہئے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔(البقرہ:۱۸۶)

عن عطاء بن أبی رباح رضی الله عنه ، أنه بلغه لما أنزلت {وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ} [غافر : ٦٠] قالوا: لو نعلم أية ساعة ندعو؟ فنزلت {وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ}

ترجمہ: حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ جب وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا (المؤمن:۶۰) کا ارشاد نازل ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ کس وقت دعا کریں تو اس وقت اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ

ترجمہ: اور اے محبوب جب میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔(البقرہ:۱۸۶)

(اخرجہ وکیع ، وعبد حمید ، وابن منذر ، وابن ابی حاتم ، وابن جریر تفسیر طبری ، البقرہ ، تحت الآیۃ: ۱۸۲ ، ج ، ۲ ، ص ، ۱۹۰ ، تفسیر ابن کثیر ، ج ، ۱ ، ص ، ۲۳۳ ، میر محمد کتب خانہ ، کراچی ، والدر المنثور فی التفسیر الماثور ، ج ، ۱ ، ص ، ۷۵ ، ۳ ، ۶ ، ۷۶ ، ۳ ، مکتبۃ الرحاب ، القاہرہ)

قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

اطلاق قرآنی کے نیچے آئی ہوئی کسی صورت کو ممنوع ٹھہرا کر قرآن کے اطلاق کو منسوخ کرنے کی جرات کرے اور اس طرح قرآن کے اطلاق کو تقیید سے بدل کر قرآن کی ایک صاف اور صریح دلالت کے مدِ مقابل آجائے کیونکہ دین کے سلسلہ میں کسی مطلق کو مقید بنانے یا مقید کو مطلق کرنے، کسی عام کی تخصیص کردینے یا خاص کو عام بنادینے کا حق اللہ ﷻ ورسول ﷺ کے سوا کس کو حاصل ہے؟ کہ اس جرات کی گنجائش ہو؟ پھر بھی اگر کوئی غیر خدا ورسول ایسا کرے تو حقیقتاً یہ درپردہ شارع ہونے کا دعویٰ ہے جو بدترین بدعت بلکہ شرک فی الرسالۃ ہے۔اعاذنا اللہ منہ۔

(کلمہ طیبہ، ص، ۹۱،۲۰)

مسلمان جتنی بھی دعائیں مانگ رہے ہیں قرآن مجید میں دعا کی مطلق اور عام فضیلت کے تحت ہی مانگ رہے ہیں جو کل اوقات کو شامل ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے کسی عام وکلی ومطلق ارشاد کو دنیا کا کوئی محدث یا فقیہہ یا عالم خاص نہیں کرسکتا۔اصول کی مستند کتاب (اصول شاشی، ص، ۱۱، قدیمی کتب خانہ، کراچی) میں صاف لکھا ہے کہ ''**المطلق یجری علی اطلاقہ**'' یعنی اللہ تعالیٰ کے عام ارشاد پر عمل بھی عام ہی رہے گا، اور کلی کا خارج میں وجود اپنے افراد میں ہی ظاہر ہوتا ہے، تو یہ کہنا کہ باقی سارے اوقات میں تو دعا مانگی جاسکتی ہے مگر نمازِ جنازہ کے بعد کا وقت اس سے مستثنیٰ ہے اور افراد اوقات میں سے یہ فرد خارج ہے، یہ عموم ارشاد ربانی کو خاص کرنا ہے جو کہ سراسر باطل وجہالت ہے۔

(تحفۃ المناظرین، ص، ۹۴)

اصول کی مستند کتاب نورالانوار میں ہے:

اذا کبھی شرط کے لیے آتا ہے کبھی وقت کے لیے ہے۔اور ''**اجیب دعوۃ الداع اذا دعان**'' ان میں شرط وجزا نہیں لہٰذا یہاں وقت کے لیے متعین ہے۔

اور مولانا محمد عبدالحلیم محشی نورالانوار نے اذا وقت کے لیے ہونے کی تصریح کی ہے:

''**فعلم ان اذا العموم وقت**'' معلوم ہوگیا کہ اذا یہاں عموم وقت کے لیے ہے۔

(نورالانوار حاشیہ، ۲، ص، ۱۴۰، مکتبہ نعمانیہ، کوئٹہ)

اور آیت کریمہ میں اذا سے مستفاد عموم وقت یعنی ہر وقت دعا مانگنا درست ہے کی صریح تائید اس حدیث نبوی سے ہورہی ہے۔

احادیث کی رو سے ہر وقت دعا مانگنا مشروع ہے:

عَن أنس رَضِيَ الله عَنهُ قَالَ قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم اطْلُبوا الخير دهر كم وتعرضوا لنفحات رَحمه الله فإِن لله تَعَالَى نفحات من رَحمته يُصِيب بهَا من يَشَاء من عباده۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگتے جاؤ اور تجلیات رحمتِ الٰہی کی تلاش رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔

(نوادر الاصول، الاصل الرابع والثمانون والمائۃ، ج، ۲، ص، ۲۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ناظرین دیکھ لیں کہ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد پاک نے نمازِ جنازہ کے بعد دعا سے منع کرنے والوں کے سارے دجل وفریب کی جڑ ہی نکال دی کہ دعا فلاں وقت

منع ہے میں نے آیت کے شانِ نزول اور حرف اذا کے عموم اور آخر میں خود زبانِ مصطفی ﷺ سے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید میں دعا مانگنے کا ارشاد مطلق ہے کیونکہ اذا عام ہے، دعا صبح مانگے، شام مانگے کسی بھی نماز سے پہلے مانگے یا بعد مانگے قرآن مجید میں ہر وقت کو شامل عام کو سوائے قرآنِ مجید کی نص یا حدیث مشہور و متواتر کے اپنی طرف سے تو کیا خبر واحد یا قیاس سے بھی خاص نہیں کیا جاسکتا۔

فَلَا یجوز تخصِیصه بِخَبَرِ الوَاحِدِ وَلَا بِالقِیَاسِ

ترجمہ: خبر واحد اور قیاس کے ساتھ تخصیص جائز نہیں۔

(اصول السرخسی، فصل فی حکم العام، ج،۱،ص،۱۳۳، کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، ج،۱،ص،۲۹۴، البحر المحیط فی اصول الفقہ، ج،۴،ص،۴۹۲، الفصول فی الاصول، ج،۱،ص،۱۵۵،۲۱۱،۳۴۸)

قرآن مجید کے مطلق کو حدیث خبر واحد و قیاس سے بھی خاص نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے قوانین وضوابط سے ثابت کر دیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد متصل ہو یا علیحدہ ہر وقت دعا کے لیے محل ہے آپ کے پاس اس وقت کے جواز دعا سے اخراج کے لیے قرآن مجید یا حدیث متواتر سے کوئی دلیل ہے تو پیش کیجئے ورنہ مداخلت فی عموم القرآن کرنے کا آپ کو کوئی حق حاصل نہیں۔ (تحفۃ المناظرین، ص،۹۶)

یہاں تو بحمد اللہ نہ صرف اطلاق بلکہ صراحۃً تعمیم زمانہ ہے جس میں نمازِ جنازہ سے قبل و بعد متصل و منفصل سب اوقات قطعاً داخل، تو جس وقت دعا کیجئے بلاشبہ عین مامور بہ اور حسن فی حد ذاتہ ہے، تو جب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو منع وانکار حکم شرع کا رد وابطال ہے، اب وہ عدم نقل خصوص وعدم ورود خاص کا شگوفہ جس سے حضرات منکرین امثال مسائل میں اکثر مغالطہ دیتے ہیں، رأساً ھباء منثور ہو گیا کہ جب بہ تصریح تعمیم امر شرع وارد تو جمیع ازمنہ داخل، پھر کسی خاص میں عدم ورود کے کیا معنی، یہ استناد اگر ہوگا تو ایسا ہوگا کہ زید کہے اگرچہ قرآن عظیم میں اقیموا الصلوٰۃ وغیرہا بصیغہ عموم وارد مگر خاص میرا نام لے کر حکم کہاں ہے، تو مجھ پر فرضیتِ نماز کا ثبوت نہیں۔

آپ سے آپ ذی ہوش سے یہی کہا جائے گا کہ جب عام نازل تو تو بھی داخل۔ اگر مدعی خروج ہے خروج ثابت کر۔ غرض ایسا مکابرہ تو مقیاس الجنون کے اعلیٰ نمبر سے کچھ ہی درجے گھٹا ہوگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسن فی ذاتہ کو کبھی خارج سے کوئی مارمزاحم حسن عارض ہوتا ہے، جو کسی خاص مادہ میں اس کا دعویٰ کرے وہ مدعی ہے بارِ ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ پھر ظاہر کہ عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گا زائل ہوتے ہی اصل حسن کا حکم عود کرے گا، جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جسے عقل صحیح کا کوئی بھی حصہ نصیب ہوا ہے۔ اس مقدمہ واضحہ کے بعد ان کلماتِ فقہاء پر نظر ڈالئے جن سے بے مایہ صاحبوں کو دھوکا ہو یا ہوشیار لوگ دانستہ عوام کو مغالطہ دیں۔

خلاصہ یہ کہ نصوصِ شریعت واجماع امت اس تعمیم واطلاق کے رد پر شاہد عدل ہیں۔ معلوم نہیں حضرات منکرین کے یہاں زیارت قبور نمازِ جنازہ کے بعد ہوتی ہے یا پیشگی ہو لیتی ہے، اگر بعد ہی ہوتی ہے تو شاید اس وقت دعائے اموات میں جو احادیث واقوالِ علماء وفقہائے قدیم وحدیث وارد ہیں اپنے ظہور بین کے سبب اظہار سے غنی ہوں تو اطلاق کا تو کوئی محل ہی نہ تھا۔ یہاں تقیید کی اور کا ہے سے کی بلفظِ قیام یعنی یہ کہا نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لئے قیام برائے دعا نہ کرے، نہ یہ کہ بعد نمازِ جنازہ دعا ہی نہ کرے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج،۹،ص،۲۴۳،۲۴۴)

ہر نماز کے بعد دعا کرنے کا حکم:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنْ صَلَاتِهِ فَلْيَدْعُ بِأَرْبَعٍ، ثُمَّ لِيَدْعُ بَعْدُ بِمَا شَاءَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی جب اپنی کسی نماز سے فارغ ہو تو چار چیزوں کی دعا کرے: عذاب جہنم، عذاب قبر، زندگی وموت اور دجال کی آزمائش سے پناہ مانگے پھر اپنی مرضی کی دعا کرے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصلاۃ، رقم: ۲۸۸۳، ج۲، ص۳۱۸، دارالحدیث، القاہرہ)

نمازِ جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا کرنے کا حکم:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میت پر نماز (جنازہ) پڑھ لو تو اخلاص کے ساتھ اس (میت) کے لئے دعا کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: سنن ابن ماجہ رقم: صحیح ابن حبان رقم: ۳۰۷۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج۴، ص۴۰)

(۱) حدیث کے اس جملہ ''فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ'' میں غور کرنا چاہیے کیوں کہ وہ دعا جو نمازِ جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے وہ خالصتاً میت کے لیے کہاں ہوتی ہے وہ تو زندوں مردوں، غائب، حاضر، مردوں، عورتوں سب کے لیے ہوتی ہے جب کہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ جب تم نمازِ جنازہ پڑھ لو تو مرحوم کے لیے خلوص سے دعا مانگو۔ سو معلوم ہوا کہ اس دعا سے مراد جنازہ پڑھنے کے بعد کی دعا ہے (کہ جب تم نمازِ جنازہ پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ میت لیے دعا مانگو)

(۲) ''ذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ'' اور ''فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ'' شرط اور جزا میں تغایر ہوتا ہے۔

(۳) حدیث مبارک میں (صَلَّيْتُمْ) ماضی کا صیغہ ہے، اور (فَأَخْلِصُوا) امر کا صیغہ ہے اور یہاں (فا) برائے تعقیب مع الوصل ہے۔ ثابت ہوا کہ نمازِ جنازہ پڑھ لینے کے بعد فوراً دعا مانگنے کا حکم ہے۔ (القاصد السنیہ، ص۲۷۷)

حدیث ضعیف ہونے کا جواب:

اس لیے کہ اس حدیث کو محدث محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ کے طریقہ سے ابوداؤد وابن ماجہ نے ہی نہیں روایت نہیں کیا بلکہ امام بیہقی علیہ الرحمہ نے بھی روایت کیا اور ابن حبان نے تو دوسرے طریقے سے روایت کر کے اس کو صحیح کہا ہے اور کثرت طرق سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے اور متعدد محدثین نے محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ کی بھرپور توثیق بھی کی ہے خود امام بخاری نے اس کی روایات سے استشہاد کیا ہے۔

حضرت ابن عیینہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے سنا ہے کہ محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ حدیث میں امیر المومنین ہیں نیز یہ کہ محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ محدثین کا سردار ہے

(تہذیب التہذیب، ج۹، ص۴۴، حیدرآباد)

اسی لیے امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کے بعد (ح) کہا یعنی یہ حدیث حسن ہے جیسا کہ آپ اندراج حدیث کے موقع پر ابھی دیکھ چکے ہیں کہ ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا۔

اخرجه ابن حبان من طريق آخر عنه مصرحا بالسماع صححه۔

یعنی اس حدیث کو محدث ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان میں اور سند سے محمد اسحاق علیہ الرحمۃ سے سماع سے تخریج کر کے صحیح قرار دیا ہے۔

(عون المعبود، ج۳، ص۱۸۸، بیروت)

جلال المحدثین امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو حسن اور امام ابن حبان کے اسے صحیح قرار دینے کے بعد بھی اگر منکرین ضعیف، ضعیف کی رٹ لگائے رکھیں تو پھر بھی حدیث ضعیف سے استحباب دعا بعد نمازِ جنازہ ثابت ہے۔

دیوبندیوں کے لئے تو مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کا یہ فیصلہ ہی کافی ہے:

ولا استحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع۔

حدیث جعلی نہ ہو ضعیف حدیث سے تو مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ (فتح الملہم مقدمہ)

قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:

کوئی ایک ضعیف روایت بھی ساقط الاعتبار نہیں۔ (کلمہ طیبہ، ص۴۲)

فضائل میں خالص ضعیف حدیث بھی معتبر ہے۔ (کلمہ طیبہ، ص۵۰)

امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی علیہ الرحمۃ، لکھتے ہیں:

(وَلَنَا) مَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ فَلَمَّا فَرَغَ جَاءَ عُمَرُ وَمَعَهُ قَوْمٌ فَأَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ ثَانِيًا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةُ عَلَى الْجِنَازَةِ لَا تُعَادُ، وَلَكِنْ ادْعُ لِلْمَيِّتِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ وَهَذَا نَصٌّ فِي الْبَابِ۔

ہماری (یعنی حنفیوں کی) دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھائی، جب آپ نمازِ جنازہ پڑھ چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے، اور یہ اراد کیا کہ ان پر نمازِ جنازہ پڑھیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: نمازِ جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جاتی۔ لیکن تم میت کے لئے دعا کرو اور استغفار کرو اور یہ حدیث اس باب میں نص (صریح) ہے۔

(بدائع الصنائع، ج۱، ص۴۶۱، دار الفکر، بیروت، وبدائع الصنائع، ج۲، ص۴۷، ۴۸، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

نمازِ جنازہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی:

حضرت طلحہ بن برا انصاری رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو انہیں رات کو ہی دفن کر دیا گیا۔ صبح کو جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ ماجرا عرض کیا گیا تو نبی کریم ﷺ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور نمازِ جنازہ پڑھائی اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء فرمائی: یا اللہ تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس حال میں ملاقات کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو۔

(زرقانی علی الموطا، ج۲، ص۱۶، مظاہر حق، ص۳۱۱)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّهُ صَلَّى عَلَى الْمَنْفُوسِ، ثُمَّ قَالَ: "اللَّهُمَّ أَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ"

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے ایک بچہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی پھر دعاء کی یا اللہ اس کو قبر کے عذاب سے بچا۔

(سنن الکبری، بیہقی، رقم: ۶۷۹۳، ج، ۴،ص، ۱۵۳، دار الحدیث، القاہرہ)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ، فَمَاتَتِ ابْنَةٌ لَهُ، وَكَانَ يَتْبَعُ جِنَازَتَهَا عَلَى بَغْلَةٍ خَلْفَهَا، فَجَعَلَ النِّسَاءُ يَبْكِينَ فَقَالَ: لَا تَرْثِينَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمَرَاثِي، فَتَفِيضُ إِحْدَاكُنَّ مِنْ عَبْرَتِهَا مَا شَاءَتْ، ثُمَّ كَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا، ثُمَّ قَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ قَدْرَ مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَتَيْنِ يَدْعُو، ثُمَّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي الْجِنَازَةِ هَكَذَا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ ﷺ جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہوگئی، وہ اس کے جنازہ میں خچر پر سوار ہو کر جارہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت عبداللہ ﷺ نے فرمایا: تم مرثیہ مت پڑھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے، پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور وقفہ میں دعا کرتے رہے۔ پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مسند احمد، ج، ۴،ص، ۳۵۶، رقم: ۱۹۱۴۰، بیروت، مصنف عبدالرزاق رقم: ۶۴۰۴، مسند الحمیدی رقم: ۷۱۸، سنن ابن ماجہ رقم: ۱۵۰۳، مصنف ابن ابی شیبہ، ج، ۳،ص، ۳۰۲، المعجم الصغیر رقم: ۲۶۸، المستدرک، ج، ۱،ص، ۳۵۹، ۳۶۰، سنن بیہقی، ج، ۴، ۴۲، ۴۳)

وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ إِذَا صَلَّى عَلَى الْمَيِّتِ كَبَّرَ أَرْبَعًا ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ أَمَتِكَ، احْتَاجَ إِلَى رَحْمَتِكَ، وَأَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهِ، فَإِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، ثُمَّ يَدْعُو مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدْعُوَ

ترجمہ: یزید بن رکانہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب میت پر نمازِ جنازہ پڑھتے تو چار تکبیریں پڑھتے، پھر یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کو عذاب دینے سے غنی ہے، پس اگر یہ نیک ہے تو تو اس کی نیکی میں زیادہ کر اور اگر یہ برا ہے تو تو اس کی برائی سے درگزر فرما، پھر جو چاہتا آپ اس کے لئے وہ دعا کرتے۔

(المعجم الکبیر، ج، ۲۲،ص، ۲۴۹، رقم: ۶۴۷، مجمع الزوائد، ج، ۳،ص، ۳۴)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَا: لَمَّا الْتَقَى النَّاسُ بِمُؤْتَةَ جَلَسَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَلَى الْمِنْبَرِ وَكُشِفَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّامِ فَهُوَ يَنْظُرُ إِلَى مُعْتَرَكِهِمْ، فَقَالَ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَمَضَى حَتَّى اسْتُشْهِدَ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَعَا وَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لَهُ، دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ يَسْعَى، ثُمَّ أَخَذَ الرَّايَةَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَمَضَى حَتَّى اسْتُشْهِدَ، فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَدَعَا لَهُ وَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَهُوَ يَطِيرُ فِيهَا بِجَنَاحَيْنِ حَيْثُ شَاءَ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی بکر ﷺ: اور جب جنگ موتہ ہوئی تو رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، حضور ﷺ کے لیے ملک شام کے درمیان سے پردہ اٹھا دیا گیا اور آپ ﷺ نے جنگ کے واقعات کو ملاحظہ فرما رہے تھے، پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب جھنڈا حضرت زید ابن حارثہ ﷺ نے اٹھایا اور چل دیے

حتی کہ شہید ہو گئے۔آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھی اور دعا فرمائی اور حاضرین کو دعاءِ استغفار کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں دوڑتے ہیں اس کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑا اور وہ بھی میدان جنگ میں شہید ہو گئے اور جہاں چاہتے ہیں پروں کے سہارے اڑ کر چلے جاتے ہیں ۔رسول اللہ ﷺ نے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی اور دعا مانگی اور حکم دیا کہ ان کے لئے دعاءِ مغفرت کرو۔

(فتح القدیر، ابن ہمام، کتاب الصلاۃ، فصل فی الصلاۃ علی المیت ج ۱، ص ۱۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، والبدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج ۴، ص ۲۴۷، مواہب اللدنیہ قسطلانی، ج ۲، ص ۴۸۳، زرقانی شرح مواہب اللدنیہ، ج ۷، ص ۲۰۹، طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۴۶، و، ج ۴، ص ۳۸)

حضرات آپ نے اس حدیث کو ملاحظہ فرمایا، حضور ﷺ نے نمازِ جنازہ کے بعد خود بھی ان کے لیے دعا فرمائی اور حاضرین کو بھی دعاءِ مغفرت کی تلقین فرمائی۔ایسے فعل نبوی کو مستحب کہتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا:

عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ عَلِيٍّ عَلَى يَزِيدَ بْنِ الْمُكَفَّفِ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا، ثُمَّ مَشَى حَتَّى أَتَاهُ فَقَالَ: اللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَزَلَ بِكَ الْيَوْمَ فَاغْفِرْ لَهُ ذَنْبَهُ، وَوَسِّعْ عَلَيْهِ مُدْخَلَهُ، فَإِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ إِلَّا خَيْرًا وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ

ترجمہ: عمیر بن سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت یزید بن المکفف رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھی، انہوں نے اس پر چار تکبیریں پڑھیں، پھر کچھ چلے حتیٰ کہ جنازہ کے پاس آئے اور یہ دعا کی: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے آج اس پر موت طاری ہوئی ہے تو اس کے گناہ کو بخش دے اور اس کی قبر کو کشادہ کر دے، پھر کچھ چل کر اس کے پاس آئے اور دعا کی:

اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندہ کا بیٹا ہے، آج اس پر موت طاری ہوئی ہے تو اس کے گناہ کو بخش دے اور اس کی قبر کو کشادہ کر دے کیونکہ ہمیں اس کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ علم نہیں اور اس کا خوب علم تجھ کو ہی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۳، ص ۳۳۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

وَرُوِيَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ عُمَرَ -رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ- فَاتَتْهُمَا صَلَاةٌ عَلَى جِنَازَةٍ فَلَمَّا حَضَرَا مَا زَادَا عَلَى الِاسْتِغْفَارِ لَهُ وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ أَنَّهُ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ عَلَى جِنَازَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَلَمَّا حَضَرَ قَالَ: إِنْ سَبَقْتُمُونِي بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَلَا تَسْبِقُونِي بِالدُّعَاءِ لَهُ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک جنازہ پر نماز رہ گئی، جب وہ آئے تو انہوں نے میت کے لیے صرف استغفار کیا اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ رہ گئی، جب وہ آئے تو انہوں نے فرمایا: اگر تم نے ان کی نمازِ جنازہ میں مجھ پر سبقت کر لی ہے تو ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے سبقت نہ کرو۔

(بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۴۶۱، دار الفکر، بیروت، بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۴۸، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

اس حدیث کو شمس الائمہ محمد بن سرخسی اور علامہ محمود بن احمد بخاری نے بھی ذکر کیا ہے۔

(المبسوط، ج ۲، ص ۱۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، المحیط البرہانی، ج ۲، ص ۳۳۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نمازِ جنازہ سے پہلے دعا کرنا

عَنِ ابنِ أَبِي مُلَيكَةَ، قَالَ: سَمِعتُ ابنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: وُضِعَ عُمَرُ بْنُ الخطَّابِ عَلَى سَرِيرِهِ، فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُونَ وَيُثْنُونَ وَيُصَلُّونَ عَلَيهِ، قَبلَ أَنْ يُرْفَعَ، وَأَنَا فِيهِمْ، قَالَ فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا بِرَجُلٍ قَدْ أَخَذَ بِمَنْكِبِي مِنْ وَرَائِي، فَالتَفَتُّ إِلَيهِ فَإِذَا هُوَ عَلِيٌّ، فَتَرَحَّمَ عَلَى عُمَرَ، وَقَالَ: مَا خَلَّفْتَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ، وَايمُ اللهِ إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنْ يجعَلَكَ لا الله مَعَ صَاحِبَيْكَ، وَذَاكَ أَنِّي كُنْتُ، أُكَثِّرُ أَسمَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: جِئْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو، أَوْ لَأَظُنُّ، أَنْ يجعَلَكَ اللهُ مَعَهُمَا

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے، وہ ان کے حق میں دعا کرتے، تحسین آمیز کلمات کہتے اور میت اٹھائے جانے سے پہلے ان کی نماز جنازہ پڑھ رہے تھے، میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا، اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، میں نے گھبرا کر مڑ کے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا رحمت کی اور کہا (اے عمر) آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند ہو، بخدا مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ کردے گا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بہ کثرت یہ سنا تھا، میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکلے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے صاحبوں کے ساتھ رکھے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب، فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، رقم: ۲۳۸۹، ص، ۹۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، وصحیح مسلم، ج، ۲، ص، ۲۴۶، صحیح البخاری، کتاب المناقب، ج، ۱، ص، ۵۱۹)

لاجرم حدیث سے ثابت کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جنازہ مبارک کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کر کے کھڑے ہوئے اور امیر المومنین کے لیے دعائیں کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس مجمع میں شامل اور امیر المومنین شہید رضی اللہ عنہ کے لئے دعا و ثناء میں شریک ہوئے

(فتاویٰ رضویہ، ج، ۹، ص، ۲۳۶)

اب ہم آپ کو نماز جنازہ کے اندر والی دعا کے متعلق صاحب کنز الدقائق کی عبارت دکھاتے ہیں اور اس عبارت کی شرح میں ابن نجیم کی غلط فہمیاں بھی گنواتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ابن نجیم کی غلط عبارت میں دیوبندیوں کی تندیلیاں و فقہی بے اعتدالیاں بھی دیکھاتے ہیں۔ سب سے پہلے نماز جنازہ میں دعا کا موقع بیان کرتے ہوئے صاحب کنز الدقائق پڑھیے، آپ لکھتے ہیں:

وَهِيَ أَرْبَعُ تَكْبِيرَاتٍ بِثَنَاءٍ بَعْدَ الأُولَى وَصَلَاةٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ - بَعْدَ الثَّانِيَةِ وَدُعَاءٍ بَعْدَ الثَّالِثَةِ وَتَسْلِيمَتَيْنِ بَعْدَ الرَّابِعَةِ۔

ترجمہ: نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں، پہلی تکبیر کے بعد ثنا ہے، دوسری کے بعد درود ہے، تیسری تکبیر کے بعد دعا ہے اور چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام پھیرنا ہے۔

(کنز الدقائق، ص، ۶۵، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

صاحب کنز الدقائق کی اس عبارت کے فقرہ ودعاء بعد الثالثۃ کی تشریح میں ابن نجیم کی البحر الرائق کی عبارت یہ ہے:

وَقَیَّدَ بِقَوْلِهٖ بَعْدَ الثَّالِثَةِ؛ لِأَنَّهٗ لَا یَدْعُو بَعْدَ التَّسْلِیمِ كَمَا فِي الْخُلَاصَةِ وَعَنِ الْفَضْلِيِّ لَا بَأْسَ بِهٖ۔

(البحر الرائق، ج ۲، ص ۲۱۱، ۳، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، وج ۲، ص ۱۸۳، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ)

کنز الدقائق والے نے دعا کے ساتھ بعد الثالثہ کی قید اس لیے لگائی ہے اور کہا ہے کہ تیسری تکبیر کے بعد دعا مانگے، اس لیے کہ سلام کے بعد دعا نہ کرے۔

ابن نجیم کی سبق قلم یا غلطی، یادداشت یا غلط فہمی سے لکھی ہوئی اس غلط عبارت میں:

لِأَنَّهٗ لَا یَدْعُو بَعْدَ التَّسْلِیمِ۔ صاحب کنز الدقائق کے فقرہ ودعاء بعد الثالثۃ کی علت بیان کی گئی ہے یعنی تیسری تکبیر کے بعد دعا کرنے کی علت یہ ہے کہ سلام کے بعد دعا نہ کرے، تیسری تکبیر کے بعد دعا کرے، یہ جملہ معلولہ بھی جملہ انشائیہ ہے اور اس کی علت بیان کردہ ابن نجیم:

لِأَنَّهٗ لَا یَدْعُو بَعْدَ التَّسْلِیمِ۔ بھی جملہ انشائیہ ہے، حالانکہ علت کا معلول سے پہلے فیصلہ شدہ ہونا ضروری ہے ورنہ **بناء المتیقن علی الموھوم** لازم آئے گی، اور جب کہ علت یعنی عدم جواز بعد سلام ہی کتاب اللہ یا حدیث نبوی ﷺ یا امام اعظم رحمہ اللہ کے قول سے محقق نہیں تو اس کی وجہ سے دعا **تقیید بالثالثہ** کی نکتہ آفرینی ابن نجیم جیسے عالم سے صرف توہم یا اس کی اپنی غلط استدلالی کاروائی کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتی۔

مشہور مقولہ ہے **ثبت الفرش ثم النقش**، ابن نجیم پہلے دعا بعد تسلیم کو قرآن مجید یا حدیث نبوی ﷺ یا ظاہر الروایۃ یا اپنے سے پہلے کسی مستند محقق کے قول سے منع ثابت کرتے پھر صاحب کنز الدقائق کے ذمہ لگاتے کہ چونکہ سلام کے بعد دعا نہ مانگنا نص یا قول امام سے ثابت ہے، اس لیے دعا تیسری تکبیر کے بعد ہی مانگ لے، سلام کے بعد نہ مانگے۔ حاشا وکلا صاحب کنز الدقائق کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں۔ ان کی عبارت کا صاف مطلب یہی ہے کہ تیسری تکبیر کے بعد دعا مانگے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے، یعنی ظاہر الروایۃ امام اعظم کے مطابق چوتھی تکبیر کے بعد صرف سلام ہی ہے دعا نہیں ہے۔ اگر ابن نجیم کی اس عبارت کو من وعن صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ علامہ صاحب محرر مذہب نعمانی نہیں بلکہ محرف مذہب نعمانی قرار پاتے ہیں، کہ صاحب مذہب تو چوتھی تکبیر کے بعد دعا سے منع کریں اور یہ ترجمان مذہب امام اپنی طرف سے سلام کے بعد دعا سے منع کر کے اپنے امام بلکہ حدیث نبوی: **اذا فرغ احدکم من صلاتہ فلیدع**، (جب کوئی اپنی کسی نماز سے فارغ ہو تو دعا مانگے) کا مقابلہ کرنے پر تل جائیں۔ بہر حال ابن نجیم کی عبارت **لانہ لا یدعو بعد التسلیم**، بوجہ عدم صحت علیت حکم دعا بعد تکبیرہ الثالثہ سبق قلم یا عبارت صاحب کنز الدقائق سے غلط فہمی یا ذہنی یادداشت کی غلطی ہے جو کہ بڑے بڑے جلیل القدر مصنفین سے بتقاضائے **الانسان مرکب من الخطاء والنسیان**، واقع ہوتی آئی ہے، اعاظم علمائے اسلام کی تصنیفات میں اس کی قسم کی سبق لسان یا سبق قلم کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ آدمی بولنا یا لکھنا کچھ اور چاہتا ہے مگر زبان یا قلم سے کچھ اور ہی نکل جاتا ہے۔

(تحفۃ المناظرین فی اثبات مستحبات الدین، ص ۱۶۳، ۱۶۴)

حضرت علامہ ابن نجیم علیہ الرحمہ نے:

لِأَنَّهٗ لَا یَدْعُو بَعْدَ التَّسْلِیمِ، لکھ کر اس سلام کے بعد ممانعت دعا کا خلاصۃ الفتاویٰ سے حوالہ دیا ہے اور کہا ہے کہ کذا فی الخلاصۃ یعنی خلاصۃ الفتاویٰ میں یونہی لکھا ہے کہ سلام کے بعد دعا نہ مانگے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں چوتھی تکبیر کا نام لے کر اس کے بعد ذکر مسنون یعنی دعا کی نفی کی گئی ہے، سلام یا

تسلیمتین کے لفظ سے اس کے بعد خلاصۃ الفتاویٰ میں ہرگز ہرگز نفی نہیں۔

اگر کوئی صاحب بعد السلام یا بعد التسلیمتین کے لفظ کے بعد خلاصۃ الفتاویٰ میں ممانعت دعا دکھا دیں تو ۱۰۰۰۰ روپے انعام حاصل کریں۔

(تحفۃ المناظرین فی اثبات مستحبات الدین، ص، ۱۶۷)

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری، حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

و لا یعقد بعد تکبیر الرابع لانه لا یبقی ذکر مسنون حتی یعقد فالصحیح انه یحل الیدین ثم یسلم تسلیمتین۔

ترجمہ: اور چوتھی تکبیر کے بعد چونکہ کوئی ذکر دعا وغیرہ نہیں ہے چوتھی تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ کھول دے اور ہاتھ کھول کر پھر دونوں طرف سلام پھیر دے۔

(خلاصۃ الفتاوی، ج، ۱، ص، ۲۲۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

امام ابوبکر محمد بن احمد بن ابوسہل سرخسی، حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۵۰۰ھ وغیرہ لکھتے ہیں:

وَفِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ لَيْسَ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الرَّابِعَةِ دُعَاءٌ سِوَى السَّلَامِ وَقَدْ اخْتَارَ بَعْضُ مَشَايِخِنَا مَا يُخْتَمُ بِهِ سَائِرُ الصَّلَوَاتِ۔

ترجمہ: ظاہر مذہب (یعنی امام اعظم علیہ الرحمۃ کے مذہب) میں چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہ مانگے صرف سلام پھیر دے۔ بعض مشائخ نے دوسری نمازوں والی دعا پڑھنی پسند بھی کی ہے۔

(مبسوط، سرخسی، ج، ۱، ص، ۱۹۶، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

ملا نظام الدین، حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

وَلَيْسَ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الرَّابِعَةِ قَبْلَ السَّلَامِ دُعَاءٌ هَكَذَا فِي شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ لِقَاضِي خَانْ. وَهُوَ ظَاهِرُ الْمَذْهَبِ، هَكَذَا فِي الْكَافِي۔

ترجمہ: چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے دعا نہ مانگے (امام اعظم کے شاگرد) امام محمد علیہ الرحمۃ کی جامع صغیر کی شرح میں قاضی خان علیہ الرحمۃ نے یہی لکھا ہے اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کا قول ظاہر مذہب یہی ہے، کتاب کافی میں ایسا ہی ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ باب فی الجنائز، ج، ۱، ص، ۱۸۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

مزید درج ذیل کتب میں بھی اسی طرح لکھا گیا ہے۔

(بدائع الصنائع، ج، ۱، ص، ۳۱۳، در المختار، ج، ۱، ص، ۱۱۶، رد المحتار، ج، ۱، ص، ۶۱۱، مجموعہ خانی، ص، ۱۰۹، المستخلص شرح کنز الدقائق، ص، ۵۲، الجوہرۃ النیرۃ شرح القدوری، ص، ۱۳۸، عنایہ شرح ہدایہ، ج، ۱، ص، ۴۶۰، فتح القدیر شرح ہدایہ، ج، ۱، ص، ۴۶۰، ملا مسکین شرح کنز الدقائق، ج، ۱، ص، ۳۵۴، طحطاوی علی الدر المختار، ج، ۱، ص، ۳۷۳، شرح نقایہ ملا علی قاری، ج، ۱، ص، ۱۳۴، اللباب للمیدانی شرح القدوری، ص، ۱۳۸، تبیین الحقائق امام زیلعی شرح کنز الدقائق، ج، ۱، ص، ۲۴۱، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، ج، ۱، ص، ۱۸۴، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص، ۱۵۶، برجندی شرح نقایہ، ج، ۱، ص، ۱۸۰)

علامہ محمود بن احمد البخاری علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

و لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ؛ لانه قد دعا مرۃ، لأن أکثر صلاۃ الجنازۃ الدعاء، وفی روایۃ النوادر یجوز۔

ترجمہ: نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لیے کھڑا نہ ہو کیونکہ وہ ایک دعا کر چکا ہے اور نمازِ جنازہ کا اکثر حصہ دعا ہے اور نوادر کی روایت میں ہے کہ دعا جائز ہے۔

(المحیط البرہانی، ج، ۲، ص، ۳۳۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

(وبتسليمتين بعد) التكبيرة (الرابعة) من غير دعاء بعدها في ظاهر المذهب واختاره بعض المشايخ أنه يقول: ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وبعضهم قال: اللهم لا تحرمنا أجره ولا تفتنا بعده واغفر لنا وله وبعضهم قال: ربنا لا تزغ قلوبنا إلى آخره

ترجمہ: نمازِ جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد کوئی دعا نہ کرے یہ ظاہر مذہب ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ دعا کرے: ''**ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ**'' اور بعض نے کہا: یہ دعا کرے **اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتن بعدہ واغفر لنا ولہ**'' اور بعض نے کہا: یہ دعا کرے: **ربنا لا تزغ قلوبنا ۔۔۔الی اخرہ**''۔

(النہر الفائق، ج ۱، ص ۳۹۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ اور علامہ شیخ زادہ داماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ، علامہ حصکفی اور علامہ شامی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

اور علامہ شامی نے ایک اور قول بھی لکھا ہے:

وَقِيلَ يخَيَّرُ بَيْنَ السُّكُوتِ وَالدُّعَاءِ۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ دعا اور خاموش رہنے میں اس کو اختیار ہوگا۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج، ص، غنیۃ المستملی ص ۵۸۶، ۵۸۵، سہیل اکیڈمی، لاہور، مجمع الانہر، ج ۱، ص ۲۷۱، مکتبہ غفاریہ، کوئٹہ، رد المحتار علیٰ در المختار، ج ۱، ص ۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فقہاء کی ان عبارات سے واضح ہوا کہ اگر نمازِ جنازہ کے سلام پھیرنے کے متصل بعد وہیں کھڑے کھڑے صفیں توڑے بغیر میت کے لیے دعا کی تو یہ ظاہر الروایہ میں ممنوع ہے لیکن نوادر کی عبارات میں، امام فضلی اور دیگر متاخرین کی عبارات میں مذکور ہے کہ اس کیفیت سے بھی نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے اور اگر نمازِ جنازہ کے صفیں توڑ کر میت کے لیے دعا کی جائے جیسا کہ مروجہ طریقہ ہے تو پھر یہ کسی کے اعتبار سے بھی ممنوع نہیں ہے اور اس کے جواز اور استحسان میں کوئی کلام نہیں ہے۔

(تبیان القرآن، ج ۱۰، ص ۲۴۷)

دار العلوم دیو بند کے مفتی اول مفتی عزیز الرحمن لکھتے ہیں:

سوال (۳۱۳۴): بعد نمازِ جنازہ قبل دفن چند مصلیوں (نمازیوں) کا ایصالِ ثواب کے لئے سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند مدلل مکمل، ج ۵، ص ۴۳۴، ۴۳۵، دار الاشاعت کراچی)

مسلک دیو بند کے مولانا شمس الحق افغانی دیو بندی لکھتے ہیں:

مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے تطبیق یوں دی ہے کہ دعاء **قبل کسر الصفوف** (صفیں توڑنے سے پہلے) منع ہے اور **بعد کسر الصفوف** (صفیں توڑنے کے بعد) جائز ہے۔ میرے نزدیک یہ تطبیق درست ہے۔ (الکلام الموزوں، ص ۹۱)

اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

پس ان تمام احادیث اور عبارات مذاہب سے یہ حاصل ہوا کہ تمام نمازوں کے بعد دعاء کرنا چاروں مذہبوں میں مسنون ومشروع ہے۔اس کا انکار سوا اس کے جاہل، مجنون کے کسی نے نہیں کیا جو ہوائے نفسانی کے راستہ میں گمراہ ہوگیا اور شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈال کر بہکایا۔(امداد الفتاویٰ)

اور بحر زخار میں ہے:

چون از نماز جنازہ فارغ شود این دعا بخواند "اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفر لنا ولہ"۔

یعنی جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائیں میت کے لیے یہ دعاء پڑھے:

"اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفر لنا ولہ"۔

فقہاء کرام جو بعد نمازِ جنازہ کے دعاء کرنے کے لئے فرماتے ہیں اس لیے کہ یہ فعل ثابت ہے سلف اور خلف سے اور زمانہ خیر القرون سے اب تک یہ فعل جاری ہے کیونکہ خود سرور عالم ﷺ نے بعد نمازِ جنازہ دعاء مانگی ہے۔(شرح برزخ،ص،۱۱۱)

فصل ثانی:

الجواب:(۲)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

وینبغی ان یفدی قبل الدفن وان جاز بعدہ وقال فی الأشباہ إذا أراد الفدیة عن صوم أبیه او صلاته وهو فقیر یعطی منوین من الحنطة فقیرا ثم یستوهبه ثم یعطیه وهکذا وذلك بعد ان یسقط من عمره اثنتي عشرة سنة ویسقط من عمرها تسعة لان اقل مدة بلوغ الرجل اثنتا عشرة سنة ومدة بلوغ المرأة تسع سنین کما ذکره فی الوقایة فی آخر کتاب الحجر۔

اسقاط کا مال دفن سے پہلے ادا کرنا چاہیے۔اگر دفن کے بعد ادا کیا جائے تب بھی جائز ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی طرف سے اپنے ماں باپ یا کسی عزیز کا اسقاط (کفارہ، فدیہ) ادا کرنا چاہتا ہے اور خود غریب اور مسکین ہے تو اس کیلئے جائز ہے کہ حسب استطاعت اپنی ملکیت سے کچھ گندم یا نقد وغیرہ لے کر کسی فقیر مسکین کو ہبہ کرے۔وہ کسی اور کو وہ کسی دوسرے کو۔اسی طرح دور کے طور ایک دوسرے کو مالک بناتے جائیں یہاں تک کہ روزے نماز کا (کفارہ، فدیہ) اسقاط ادا ہو جائے۔

ہر میت کا اسقاط دیتے وقت اس کی زندگی کے مرد کے بارہ اور عورت کے نو سال کے حساب سے نفی کر لئے جائیں۔اس لئے کہ ان کے بالغ ہونے کی ادنیٰ مدت وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔چنانچہ وقایہ (فقہ کی کتاب) میں مدت مذکورہ بالا تحریر فرمائی ہے۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ التوبۃ تحت الآیۃ، ۱۰۴، ج، ۳،ص، ۵۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سوال:(۱۳۵) میلاد شریف منانا اور قیام تعظیمی اور صلوٰۃ وسلام پڑھنا شرعاً جائز اور باعث ثواب ہیں۔

(تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر،ص، ۵۳۳)

الجواب:

حضرت علامہ پیر ابوالحسن زید فاروقی مجددی میلاد شریف کے بارے میں لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی الہ واصحابہ ومن والاہ وایدہ وبعد۔

بندۂ عاجز زید ابوالحسن فاروقی عرض کرتا ہے جس وقت یہ ضعیف بحول اللہ وقوتہ رسالۃ **خیر البیان من محسنات سعید البیان** کی ترتیب اور تالیف سے فارغ ہوا، دل میں خیال آیا کہ ایک مختصر رسالہ مبارک میلاد شریف کی مشروعیت اور اس کے جواز اور استحباب کے اثبات میں لکھ دیا جائے تا کہ اگر کسی وجہ سے کسی کے دل میں کوئی شک اس کار خیر میں پڑ گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے مطالعہ سے اس کے شک کو دور کر دے اور وہ اچھی طرح سمجھ جائے کہ جناب سرورِ عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن تمام عالم کیلئے اور بالخصوص امت محمدیہ ﷺ کیلئے سب سے بڑی عید اور خوشی کا دن ہے۔ جہاں تک ہو سکے وہ اس دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ خیرات ومبرات کرے، محفل میلاد شریف منعقد کر کے حبیب کبریا حضرت محمد احمد مجتبیٰ ﷺ کا ذکر خیر کرے۔ اس کا مطمح نظر ''**ورفعنا لک ذکرک**'' کی تعمیل ہو اور اس کا مدعا آپ کی تعظیم اور تبجیل ہو، اس کا مقصد اظہارِ شکر رب جلیل ہو۔ اس مقصد سے یہ عجالہ لطیفہ اور رسالہ شریفہ تالیف کیا اور اس کا نام ''**خیر المورد فی احتفال المولد**'' رکھا۔

''نفع اللہ بھا المسلمین وجعلھا وسیلۃ لنجاتی یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم ورحمہ اللہ عبدا قال امینا''

محفل میلاد شریف کی ابتداء:

سات سو ستر سٹھ سال سے یعنی ۶۰۴ ہجری سے محفل مبارک میلاد شریف کا انعقاد بڑے پیمانہ پر اطراف واکناف عالم میں ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے گرامی قدر ائمہ اور عالی مرتبت حفاظ اور جلیل الشان علماء مثلاً حافظ ابن دحیہ، حافظ ابوشامہ، حافظ ابن کثیر، حافظ ابن جرزی، حافظ ابوالخیر سخاوی، حافظ شمس الدین محمد دمشقی، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ جلال الدین سیوطی، علامہ ظہیر الدین بن جعفر، علامہ محمد بن یوسف شامی، علامہ یوسف بن اسماعیل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) وغیرہم من العلماء الاعلام تصریحات وتصنیفات وتالیفات کرتے چلے آئے ہیں اور اس کار خیر کو ''**افضل القربات** اور **احسن المثوبات**'' کہتے چلے آئے ہیں اور چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کو عام طبقہ عربی سے ناواقف ہے۔ اس لئے اساطین علماء ہند نے فارسی اور اردو میں بڑی خوبی کے ساتھ اس موضوع شریف کو بیان فرمایا ہے چنانچہ اس فقیر کے جد کلاں حضرت شاہ احمد سعید نے رسالہ ''**الذکر الشریف فی دلائل المولد المنیف**'' فارسی میں تالیف فرمایا ہے اور جناب مولوی سلامت اللہ صاحب بدایونی کانپوری علیہ الرحمہ نے رسالہ ''**اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام**'' اور جناب مولوی عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر مکی علیہ الرحمہ نے ''**الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم**'' اور جناب مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری علیہ الرحمہ ضلع سہارنپور نے ''**انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ**'' اور جناب عم محترم حضرت شاہ محمد معصوم علیہ الرحمہ نے ''**احسن الکلام فی اثبات المولد والقیام**'' اردو میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ادنیٰ بصیرت عنایت کی ہے اور وہ قدرے خیال سے ان رسائل شریفہ کا مطالعہ کرے گا۔ اس کے واسطے یقیناً مسئلہ میں کوئی الجھن باقی نہیں ہے البتہ جو شخص سمجھنے

کی کوشش ہی نہ کرے، یا اپنی بات کے آگے کسی کی بات کو سننا گوارا ہی نہ کرے تو اس کا علاج دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے۔ حضرت مصرف القلوب جل شانہ واعظم برہانہ، ہی اس کے دل کو پھیر دے تو یہ بات اور ہے میں صرف ان لوگوں کیلئے جن کو مسئلہ معلوم نہیں ہے یا معلوم تو ہے لیکن مزید تسلی اور تشفی چاہتے ہیں مختصر طور پر کچھ تحریر کرتا ہوں۔

آئمہ کے اقوال:

علامہ حافظ (حافظ سے مراد حافظ کلام اللہ شریف نہیں ہے بلکہ عالی مرتبت علماء کے ساتھ جب یہ لفظ آتا ہے تو اس سے مراد حافظ احادیث شریفہ ہوتا ہے۔) امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد سیوطی علیہ الرحمہ جن کا انتقال ۱۹ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ ہجری کو ہوا ہے۔ اپنے رسالہ ''**حسن المقصد فی عمل المولد**'' میں تحریر فرماتے ہیں۔ ان کی عبارت عربی میں ہے۔ میں اس کا ترجمہ کر کے لکھ رہا ہوں۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

لکھا ہے: ''شیخ الاسلام علامہ حافظ ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی کتاب فتح الباری شرح صحیح امام بخاری مرجع علماء وفضلاء ہے) سے مولود شریف کے بارے میں دریافت کیا گیا، انہوں نے جواب دیا: مولود شریف کی اصل تو بدعت ہے پہلی تین صدیوں میں سلف صالح سے منقول نہیں کہ انہوں نے میلاد شریف کی محفل قائم کی ہو باوجود اس بات کے یہ ضرور ہے کہ مولود شریف کی محفل منعقد کرنے میں خوبیاں بھی ہیں اور خرابیاں بھی ہیں جو شخص خوبیوں کو لیتے ہوئے اور خرابیوں سے بچتے ہوئے میلاد شریف کرے۔ یہ تو بدعت حسنہ ہے۔) اچھی جدت ہے۔ ورنہ نہیں ہے اور ابن حجر نے کہا ہے مجھ کو مولود شریف کے ثابت کرنے کیلئے ایک اصل ہاتھ لگی ہے جو کہ ایک صحیح حدیث ہے جس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے: رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے عاشورہ کے دن یہود کو روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ نے ان سے روزہ رکھنے کا سبب دریافت فرمایا۔ وہ بولے: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ڈبویا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی، ہم اسی وجہ سے اللہ کے شکر ادا کرنے کیلئے اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ (ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے باقی حدیث کو ذکر نہیں کیا ہے جو اس طرح پر ہے: آپ نے سن کر فرمایا: تمہاری بہ نسبت ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ آپ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کو فرمایا۔)

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی خاص دن اگر اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا کرے یا کسی عذاب کو دور کرے تو اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور ہر سال اس دن کو اللہ تعالیٰ کے شکر کا اعادہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہر قسم کی عبادت سے حاصل ہوتا ہے، مثلاً سجدہ (نماز) روزہ، صدقہ اور تلاوت۔ اس دن سے بڑھ کر کونسا دن بہتر ہے جس میں ایسے نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی ہے جو کہ نبی رحمت ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ اسی دن کو تلاش کیا جائے۔ (یعنی خاص یوم ولادت شریف کو) تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے جو کہ دسویں محرم کو ہوا ہے۔ مطابقت پیدا ہو جائے اور اگر کوئی شخص اس کا لحاظ نہ کرے۔ (یعنی یوم ولادت شریف کا جو کہ بقول مشہور بارہ ربیع الاول ہے) تو کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔ ماہ ربیع الاول میں جس دن چاہے وہ مولود شریف کر لے۔ ایک جماعت نے تو اور بھی توسیع کر دی ہے کہ سال بھر کسی دن بھی مولود شریف کر لے لیکن اس طرح کرنے میں جو بات ہے وہ ظاہر ہے۔ (یعنی اس طرح پر کرنے سے صرف

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے مطابقت نہیں آتی ہے وہ تو یوم ولادت شریف ہی کے دن خوشی کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔) یہ تو مولود کی دلیل کا بیان ہوا۔

اب ان اعمال کا بیان سنو جو مولود میں کئے جاتے ہیں۔مناسب ہے کہ مولود شریف میں صرف ان امور کو کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا ظاہر ہو۔جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے از قسم قرآن خوانی، کھانا کھلانا، صدقہ کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی مدح میں کہے ہوئے اشعار اور زاہدانہ اشعار کا پڑھنا جن کو سن کر دلوں کو بھلائی اور آخرت کے کاموں کا شوق پیدا ہو باقی رہیں وہ باتیں جو ان امور کے اتباع میں کی جاتی ہیں۔مثلاً سماع اور لہو (باجہ) اور ان کے سوا اور چیزیں تو ان کے بارے میں یہ کہنا مناسب ہے کہ ان میں سے جو چیزیں حرام یا مکروہ ہیں ان کو روکا جائے اور جو خلاف اولیٰ ہوں ان کو بھی روکا جائے۔تمام ہوئی عبارت ابن حجر کی۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا قول:

مجھ کو مولود شریف کیلئے ایک دوسری اصل بھی ہاتھ لگی ہے جس کو بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا حالانکہ آپ ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب آپ ﷺ کا عقیقہ تولد شریف کے ساتویں دن کر چکے تھے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عقیقہ دوسری مرتبہ نہیں کیا جاتا۔لہٰذا آپ ﷺ کا عقیقہ کرنا اس بات پر محمول ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ رحمۃ للعالمین بنا کر پیدا کیا۔آپ ﷺ کا اس طرح پر اپنی ولادت کا شکر کرنے سے آپ ﷺ کی امت کے واسطے اس کی مشروعیت ثابت ہوگئی جس طرح پر آپ اپنے اوپر درود شریف پڑھتے تھے تاکہ آپ ﷺ کو دیکھ کر آپ کی امت بھی آپ پر درود بھیجے۔بنا بریں ہمارے لئے بہتر ہے کہ ہم جلسے کر کے اور کھانا کھلا کے اور اسی طرح کے دوسرے اچھے کام کر کے اور خوشی کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار کریں۔

امام القراء حافظ ابن جزری علیہ الرحمۃ کا قول:

امام القراء علامہ حافظ شمس الدین الجزری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب عرف "**التعریف بالمولد الشریف**" میں لکھتے ہیں ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا۔(بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا۔) اس سے دریافت کیا گیا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: دوزخ میں ہوں۔مگر ہر پیر کی رات کو عذاب میں تخفیف ہوجاتی ہے اور میں اپنی انگلی میں سے اس مقدار میں پانی چوس لیتا ہوں اور اس نے اپنی انگلی کے پوروں کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ کو ثویبہ نے آپ کے تولد شریف کی خبر لا کر سنائی۔میں نے خوش ہو کر اس کو آزاد کر دیا اور پھر اس نے آپ کو دودھ پلایا جب ابولہب جیسے کافر کو جس کی مذمت قرآن پاک میں وارد ہے۔آپ کے تولد شریف کی رات کو خوشی کرنے کا اجر دوزخ میں ملے تو آپ کی امت میں سے ایک موحد مسلم کو کیا کیا اجر ملیں گے جو آپ کے تولد شریف سے خوش ہوا اور آپ کی محبت کی وجہ سے جو بھی اس کی استطاعت ہے خرچ کرے۔قسم ہے اس کو مولائے کریم سے یہ اجر ملے گا کہ وہ اس کو اپنے فضل عمیم سے جناب نعیم میں داخل کر دے گا۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "**مورد الصادی فی مولد الهادی**" میں لکھتے ہیں: یہ بات پایۂ صحت کو پہنچ گئی ہے کہ دوزخ میں ہر پیر کو ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوجاتی ہے کیونکہ اس نے ثویبہ کو آپ کے تولد شریف کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا اور پھر انہوں نے یہ تین شعر کہے ہیں:

اذا کان هذا کافرا جآء ذمه		وتبت یداه فی الجحیم مخلدا
اتی انه فی یوم الاثنین دائما		فف عنه للسرور باحمدا
فما الظن بالعبد الذی طول عمره		باحمد مسرورا ومات محدا

ترجمہ: وہ دیکھو کہ وہ بولہب سا معند ہے تبت یدا جس کے بارے میں وارد خوشی جو تولد کی اس نے منائی یقیناوہ دوزخ میں کام اس کے آئی دوشنبہ کو ہوتی کمی ہے سزا میں تو پھر ایسے بندے کے بارے میں سوچو نبی سے سدا جس کو الفت رہی ہو۔ گیا بھی ہو دنیا سے ایمان لے کے اسے اجر دے گا خدا کیسے کیسے۔

اس کے بعد سیوطی علیہ نے علامہ ابوالطیب سبتی مالکی کا واقعہ تحریر کیا ہے جو کہ علامہ ابوحیان وغیرہ کے استاد تھے کہ وہ جب اس مبارک دن کو بچوں کے مکاتیب پر گزرتے تھے کہ مولانا بیٹھے بچوں کو پڑھا رہے ہیں تو ان سے کہتے تھے مولانا آج تو خوشی کا دن ہے۔ بچوں کو چھٹی دو چنانچہ وہ بچوں کو چھٹی دے دیا کرتے تھے۔تمام ہوئی عبارت سیوطی کی۔

مولود شریف کے اثبات کیلئے ایک تیسری حدیث بھی ہے جس کو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، احمد، حمیدی، ابن جریر، ابن منذر، ابن حباب اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔حدیث اس پر ہے: یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو، اگر یہ آیت ہماری جماعت یہود پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن کو اپنا عید کا دن بناتے۔آپ نے دریافت کیا وہ کون سی آیت ہے؟

انہوں نے کہا وہ آیت: ''اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لئے ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا۔(سورۃ المائدہ:۳)

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے مجھ کو معلوم ہے کہ کس دن یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔یہ آیت جمعہ کے دن شام کو عرفات میں نازل ہوئی ہے۔یعنی حج کے دن نویں ذی الحجہ کو۔

ابن راہویہ، ابن حمید ابوالعالیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آیت کے یوم نزول کو اور اس کے بعد ہمارے واسطے عید کا دن کیا ہے۔یہ آیت کریمہ یوم عرفہ کو نازل ہوئی ہے اور اس کا دوسرا دن یوم نحر ہے۔یعنی روز قربان ہے۔تمام ہوئی حدیث۔

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ آیت شریفہ: ''اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ'' کے یومِ نزول کو خوشی اور عید کا دن مقرر کرنے کے بارے میں جو تجویز یہود نے پیش کی تھی، اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ناپسند نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے یہ آیت جمعۃ المبارک کے دن نازل کی جو کہ خوشی کا مبارک دن ہے اور نویں ذی الحجہ کو نازل کی جو کہ خوشی کی مبارک تاریخ ہے اور میدان عرفات میں نازل کی جو مقدس اور مبارک ہیں، اگر کسی خاص دن یا تاریخ یا مقام کو کسی خاص نعمت کی وجہ سے مبارک کہنا شرعاً ٹھیک نہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہود سے کہتے کہ ہمارے مذہب میں یہ باتیں ٹھیک نہیں۔

آپ نے یہود سے یہ نہیں کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے اپنی رضامندی اور خوشی کا اظہار کیا اور اس طرح ثابت کر دیا کہ یہود کی تجویز فی الواقع اچھی تجویز ہے۔

اگر دیکھا جائے یہود کی تجویز کوئی انوکھی تجویز نہ تھی جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناپسند کرتے، بلکہ ان کی تجویز صومِ یومِ عاشورہ کے واقعہ سے پوری طرح سے مطابقت

رکھتی تھی جس کو جناب رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا تھا اور ان کی یہ تجویز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تجویز سے پوری طرح مشابہ ہے جس کا بیان قرآن مجید میں آیا ہے۔ دیکھو سورۂ مائدہ کی آیت ۱۷ کو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''قَالَ عِیسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَۃً مِنَ السَّمَاءِ تَکُونُ لَنَا عِیدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا''

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرزند حضرت مریم (علیہا السلام) نے کہا: اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! تو ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر، اس خوان کا نازل ہونا ہمارے اگلے اور پچھلے یعنی سب کیلئے عید قرار پائے۔ (سورۃ المائدہ: ۱۱۴)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

''ای نتخذ الیوم الذی تنزل فیہ المائدۃ عیدا نعظمہ نحن و من یاتی بعدنا و نزلت یوم الاحد فاتخذہ النصاری عیدا''

ترجمہ: جس دن میں تو خوان نازل کرے اس دن کو ہم عید کا دن بنالیں، اس دن کی ہم بھی تعظیم کریں اور جو ہمارے بعد آئیں وہ بھی تعظیم کریں، وہ خوان یوم یکشنبہ کو نازل ہوا۔ یعنی اتوار کو چنانچہ نصاریٰ نے اس دن کو اپنا مبارک عید کا دن قرار دے دیا۔

ذرا خیال کرو، یہود فرعون کی غلامی اور استعباد سے نجات پانے کے دن کو اپنے لئے خوشی کا مبارک دن قرار دیں اور جناب رسول اللہ ﷺ ان کے اس فعل کو بنظرِ استحسان دیکھیں اور فرمائیں کہ ہم بہ نسبت یہود کے زیادہ حقدار ہیں کہ اس دن کو اپنے واسطے خوشی کا مبارک دن قرار دیں اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے خوان نازل ہونے کے دن کو خوشی کا مبارک دن قرار دینے کی تجویز کریں اور ان کی امت اس دن کو اپنے لئے خوشی کا مبارک دن قرار دے تو امت محمدیہ ﷺ یقیناً زیادہ حقدار ہے کہ وہ اپنے محسن اعظم رسول اللہ سرورِ عالم ﷺ پر خاص انعامات اور اکرامات ہونے کے دن کو جو کہ یوم معراج ہے اپنے لئے خوشی کا مبارک دن قرار دے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مبارک راستے کو اپنے حبیب ﷺ پر جو الطاف اور مہربانیاں کی ہیں ان کا بیان یقیناً ہمارے بیان سے باہر ہے۔ ذرا دیکھو آپ کے طفیل سے آپ کی امت پر کیسی نوازش کی ہے کہ صرف پانچ وقت کی نماز فرض کی اور اس کا ثواب پچاس نمازوں کا قرار دیا۔

مولوی عبدالحیٔ لکھنوی کا قول:

مولوی ابوالحسنات عبدالحیٔ لکھنویؒ ''الآثار المرفوعہ فی اخبار لاموضوعۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

فَائِدَۃٌ: قَدِ اشْتَھَرَ بَیْنَ الْعَوَامِ أَنَّ لَیْلَۃَ السَّابِعِ وَالْعِشْرِینَ مِنْ رَجَبٍ ھِيَ لَیْلَۃُ الْمِعْرَاجِ النَّبَوِيِّ وَمَوْسِمُ الرَّجَبِیَّۃِ مُتَعَارَفٌ فِي الْحَرَمَیْنِ الشَّرِیفَیْنِ یَأْتِي النَّاسُ فِي رَجَبٍ مِنْ بِلَادٍ نَائِیَۃٍ لِزِیَارَۃِ الْقَبْرِ النَّبَوِيِّ فِي الْمَدِینَۃِ وَیَجْتَمِعُونَ فِي اللَّیْلَۃِ الْمَذْکُورَۃِ، وَھُوَ أَمْرٌ مُخْتَلَفٌ فِیہِ بَیْنَ الْمُحَدِّثِینَ وَالْمُؤَرِّخِینَ فَقِیلَ کَانَ ذٰلِکَ فِي رَبِیعِ الْأَوَّلِ، وَقِیلَ فِي رَبِیعِ الْآخِرَۃِ، وَقِیلَ فِي ذِي الْحِجَّۃِ وَقِیلَ فِي شَوَّالٍ، وَقِیلَ فِي رَمَضَانَ، وَقِیلَ فِي رَجَبٍ فِي لَیْلَۃِ السَّابِعِ وَالْعِشْرِینَ وَقَوَّاہُ بَعْضُھُمْ. وَقَدْ بَسَطَ الْکَلَامَ فِیہِ الْقَسْطَلَانِيُّ فِي الْمَوَاھِبِ اللَّدُنِّیَّۃِ وَغَیْرُہُ فِي غَیْرِہِ، وَعَلٰی ھٰذَا فَیُسْتَحَبُّ إِحْیَاءُ لَیْلَۃِ السَّابِعِ وَالْعِشْرِینَ مِنْ رَجَبٍ وَکَذَا سَائِرِ اللَّیَالِي الَّتِي قِیلَ أَنَّھَا لَیْلَۃُ الْمِعْرَاجِ بِالْإِکْثَارِ فِي الْعِبَادَۃِ شُکْرًا لِمَا مَنَّ

اللهُ عَلَينا في تِلْكَ اللَّيلَةِ مِنْ فَرْضِيَّةِ الصَّلَوَاتِ الخمسِ وَجعلها في الثَّوَاب خمسين، وَلما أَفاضَ اللهُ علىٰ نَبِيِّنَا فِيهَا مِنْ أَصْنَافِ الْفَضِيلَةِ وَالرَّحمِةِ وَشرَفَهُ بِالمُوَاجِهَةِ وَالمكالمةِ وَالرُّؤْيَةِ، وَكَذَا قِيلَ أَنَّ لَيْلَةَ الإِسْرَاءِ أَفْضَلُ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي حَقِّ نَبِيِّنَا لَا فِي حَقِّ الأُمَّةِ وَأَمَّا كَيْفِيَّةُ الإِحْيَاء فمفوضة إِلَى رَأْيِ الْعَبْدِ لم يَرِدْ فِيهَا حَدِيث متعمد وَمَا وَرَدَ فِيهَا فَهُوَ مَوْضُوعٌ عَلَى مَا مَرَّ ذِكْرُهُ وَكَذَا يَسْتَحِبُّ أَنْ يَصُومَ صَبَاحَ تِلْكَ اللَّيْلَةِ، وَقَدْ وَرَدَتْ فِيهِ أَحَادِيثُ لَا تخلُو من طَعْنٍ وَسقُوطٍ كَمَا بَسَطَهُ ابْنُ حَجَرٍ فِي تَبْيِينِ الْعَجَبِ مما وَرَدَ فِي فَضْلِ رَجَبٍ ۔(انتهی)۔

ترجمہ: عوام میں شہرت پاگئی ہے کہ معراج نبوی ﷺ کی شب ستائیسویں رجب کی رات ہے۔ حرمین شریفین میں رجبیہ کا موسم معروف ہے۔ دور دراز ملکوں سے قبر نبوی ﷺ کی زیارت کیلئے ماہِ رجب مین لوگ مدینہ منورہ میں آتے ہیں اور اس رات (۲۷ رجب کی شب کو) جمع ہوتے ہیں۔ معراج شریف کی شب میں محدثین اور مورخین کو اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ وہ ماہ ربیع الاول میں ہے اور کہا گیا ہے کہ ماہ ربیع الاخر میں ہے اور کہا گیا ہے کہ ذی الحجہ میں ہے اور کہا گیا ہے کہ شوال میں ہے اور کہا گیا ہے کہ رمضان المبارک میں ہے اور کہا گیا ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب ہے اور بعض علماء نے اس کو تقویت دی ہے۔ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اس بیان کو مفصل طور پر لکھا ہے۔ دیگر علماء نے بھی دوسری کتابوں میں اس بیان کو لکھا ہے۔

بنابریں ستائیسویں رجب کی رات کا اور اسی طرح ان تمام دوسری راتوں میں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ معراج شریف کی راتیں ہیں۔ احیاء کرنا۔ یعنی شب بیداری کرنی چاہئے اور ان راتوں میں بہ کثرت عبادت کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہم پر احسان کیا کہ اس مبارک رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض کیں اور ان کا ثواب پچاس نمازوں کا قرار دیا اور اس نے ہمارے نبی کریم ﷺ پر کیسی کیسی مہربانیاں فرما کر سرفراز کیا۔ آپ کو فضیلت ورحمت سے نوازا اور آپ کو مواجہہ اور مکالمہ اور دیدار سے مشرف کیا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ شب معراج ہمارے نبی کریم ﷺ کے حق میں شب قدر سے افضل ہے۔

اس رات کی یہ فضیلت صرف آپ کیلئے ہے۔ آپ کی امت کیلئے نہیں ہے۔ (یعنی آپ کی امت کیلئے شب قدر بہ نسبت شب معراج کے افضل ہے۔) رہا اس مبارک رات کو جاگنے کا طریقہ کہ اس کی کیفیت کیسی ہونی چاہئے تو یہ بندے کی خوشی اور رائے پر منحصر ہے جس طرح مناسب جانے اور بہتر سمجھے اس طرح شب بیداری کرے کیونکہ اس بارے میں کوئی قابل اعتماد اور بھروسے کی حدیث وارد نہیں ہے، جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں وہ موضوع اور جھوٹی ہیں۔ جیسا کہ پہلے ان کا بیان کیا جا چکا ہے اور اسی طرح اس رات کی صبح کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اس طرح روزہ رکھنے کے بارے میں بھی کچھ حدیثیں وارد ہیں لیکن وہ پایہ صحت سے گری ہوئی ہیں اور کمزوری سے خالی نہیں ہیں جس طرح پر علامہ ابن حجر نے "**تبيين العجب فی فضل رجب**" میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ تمام ہوئی عبارت مولوی عبدالحی کی۔

(الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة، ص، ۷۷)

اسی طرح امت محمدیہ یقیناً زیادہ حقدار ہے کہ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کے یوم ولادت کو اپنے لئے خوشی کا سب سے مبارک دن قرار دے۔ ذرا دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنا احسان جتاتے ہوئے فرما رہا ہے:

''لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ إِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ''

ترجمہ: اللہ ﷻ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا جب انہی میں سے رسول ان کو بھیجا۔ (سورۃ آل عمران: ۱۶۴)

''وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ''

ترجمہ: یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر کی ہے۔ (سورۃ آل عمران: ۱۰۳) اور فرمارہا ہے:

وَاشْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ إِنْ کُنْتُمْ إِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ

ترجمہ: اور اللہ ﷻ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ (سورۃ النحل: ۱۱۴) اور فرمارہا ہے:

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ترجمہ: اور اپنے پروردگار کے احسان کا تذکرہ کرتے رہو۔ (سورۃ الضحی: ۱۱) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَذَکِّرْهُمْ بِأَیّٰامِ اللّٰہِ''

ترجمہ: اے رسول! ان کو اللہ کے ایام یاد دلاؤ۔ (سورۃ ابراہیم: ۴)

امام رازی ؒ اور دیگر علماء اعلام نے تفسیر میں لکھا ہے کہ ایام اللہ سے مراد وہ ایام ہیں جن میں واقعات عظیمہ کا ظہور ہوا ہے۔

اے عزیزو! ذرا خیال کرو اور انصاف سے کام لو کہ معراج شریف کی رات اور آپ کی ولادت شریف کی رات سے بڑھ کر کونسا دن یا کونسی رات ہے جس کی یاد دلائی جائے اور اس کے شکر کا اظہار کیا جائے۔

امت محمدیہ کے واسطے یقیناً آپ کے یوم ولادت سے بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن کوئی نہیں ہے۔ شب نصف ماہ شعبان، شب قدر، عید الفطر اور عید قربان سبھی اس مبارک دن پر جو کہ عید میلاد النبی ﷺ کا دن ہے قربان رہیں۔ آپ ہی کے طفیل سے یہ مبارک ایام دیکھنے کو ملے۔ یہ ایام کیا ہیں؟ تمام کائنات کا ظہور صرف آپ کے وجود باوجود کے طفیل ہوا ہے۔ آپ کی محبت ہر مسلمان کیلئے ایمان کا جزو ہے۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری محبت اس کے دل میں اپنے باپ اور بیٹے اور تمام آدمیوں سے زیادہ نہ ہو اور سورۂ توبہ کی چوبیسویں آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''قُلْ إِنْ کَانَ آبَاؤُکُمْ وَأَبْنَاؤُکُمْ وَإِخْوَانُکُمْ وَأَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَأْتِیَ اللّٰہُ بِأَمْرِهٖ وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ

ترجمہ: اے رسول! کہہ دو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارے عزیز اور وہ اموال جو تم نے جمع کئے ہیں اور وہ تجارت جس کے مانند پڑنے کا تم کو کھٹکا لگا رہتا ہے اور وہ مکانات جو تم کو پیارے ہیں، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو منتظر رہو، یہاں تک کہ جو اللہ کو کرنا ہے وہ اس کو لا موجود کرے اور اللہ فاسقوں کی جماعت کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (سورۃ التوبہ: ۲۴) یعنی اللہ

کے عذاب کے منتظر رہو۔

اس حدیث شریف اور آیت شریفہ کو اچھی طرح خیال سے پڑھو، دیکھ لو آپ کی محبت ہمارے لئے کتنی ضروری ہے۔ آپ کی محبت مقتضی ہے کہ آپ کی خوشی ہمارے لئے خوشی ہو۔ یقیناً واقعہ معراج آپ کیلئے بڑی خوشی کا واقعہ ہے اور آپ کی ولادت باسعادت کا واقعہ تمام عالم کے واسطے مفتاح ہر خیر و سعادت ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ان دونوں واقعات سے بڑھ کر یقیناً کوئی واقعہ نہیں ہوا ہے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات سراسر فضل الٰہی اور رحمت نامتناہی ہے۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا''

ترجمہ: کہہ دو کہ ان کو اللہ ﷺ کے فضل اور اس کی رحمت سے خوش ہونا چاہئے۔ (سورۃ یونس:۵۸)

اور اللہ عزوجل کی نعمت کا بیان کرنا اور اس کی خوشی کا اظہار کرنا شرعاً مطلوب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ''

ترجمہ: اپنے پروردگار کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا تذکرہ اور چرچا کرو۔ (سورۃ الضحیٰ:۱۱)

اور بنجوائے مضمون: ''وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ''

ترجمہ: ان ایام مبارکہ کی یاد تازہ کرنی اور ان دنوں میں اللہ کے شکر کا اظہار کرنا یقیناً محمود ہے۔

اسی لئے تقریباً پونے آٹھ سو سال سے جلیل القدر آئمہ کرام محفل میلاد شریف منعقد کرنے کے فضائل بیان کر رہے ہیں۔ کیا حنفی، کیا شافعی، کیا مالکی، کیا حنبلی، سبھی اس کار خیر کو احسن المثوبات اور افضل المندوبات لکھتے چلے آئے ہیں کہ یہ عمل مبارک مقام سعادت دوجہاں اور مصباح ہدایت انس وجاں ہے۔

اے عزیزو! جن ائمہ کرام نے اس کار خیر کی ابتداء کی ہے اور اس کی تشویق دلائی ہے یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کو تمام عالم اسلام اپنا مقتدا مانتی ہیں جن کی کتابیں کیا اہل سنت وجماعت اور کیا اہل حدیث سب کیلئے مشعل راہ ہدایت بنی ہوئی ہیں اگر اس کارِ خیر میں ذرہ برابر قباحت ہوتی یہ ائمہ دین اس کو افضل مندوبات کس طرح کہتے۔

بے شک علامہ ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے ہم خیال بعض علماء کرام نے اس کار خیر کی مخالفت کی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان کی مخالفت کس بنا پر ہے۔ صرف کسی کی مخالفت کر دینے سے تو قطعاً قباحت پیدا نہیں ہوتی ہے۔
مثل مشہور ہے:

ع

فکر معقول بہ فرما گل بے خار کجا است

ترجمہ: وہ کونسا مسئلہ ہے جس میں کسی نہ کسی نے مخالفت نہ کی ہو۔

البتہ مخالفت کی علت کو دیکھنا چاہیے، اگر علت میں کچھ جان ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی مخالفت میں بھی کچھ جان ہے ورنہ یہ ایک لغزش ہے جو ان کو پیش آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی لغزشوں کو معاف کرے۔

جمہور علماء نے احادیث صحیحہ اور آیاتِ شریفہ سے استنباط کر کے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اور اس کارِ خیر کو مستحب قرار دیا ہے جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے جنہوں نے مخالفت کی ہے۔ ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ کام بدعت ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے ''**کل بدعة ضلالة**''

ترجمہ: ہر بدعت ضلالت اور گمراہی ہے۔ لہٰذا یہ کام ضلالت ہے۔''**والعیاذ باللہ**'' اس کی اس دلیل کو دیکھ کر عربی کا مشہور مقولہ یاد آتا ہے:

ع

حفظت شیئا وغابت عنک اشیآء

ترجمہ: ایک بات تو تمہاری نظر میں ہے لیکن اور باتیں نظر سے اوجھل ہیں۔

اب ذرا اس اجمال کی تفصیل سنو۔

صحیح حدیث ہے جس کو امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَعَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ''

ترجمہ: جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد اس اچھے طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس شخص کے واسطے اسی قدر اجر و ثواب لکھا جائے گا جس قدر کہ اس کے بعد سب عمل کرنے والوں کے واسطے اجر و ثواب ہوگا۔ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اس کو ثواب نہیں دیا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے اس کو اجر دے گا۔ (صحیح مسلم، رقم: ۱۰۱۷) عبارت اصل کتاب ص ۱۷ سطر ۱۳ سطر ۱۷ تک شامل کریں۔

امام ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام حافظ ابومحمد عبدالرحمن شہاب الدین ابوشامہ بن اسماعیل مقدسی شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن کا انتقال چھیاسی سال کی عمر میں ۶۶۵ ہجری کو ہوا ہے اور جن کے متعلق ''**طبقات شافعیة الکبریٰ**'' میں لکھا ہے کہ وہ مرتبہ اجتہاد کو پہنچ گئے تھے اپنی کتاب ''**الباعث علی انکار البدع الحوادث**'' میں تحریر کرتے ہیں ان کی اصل عبارت جو عربی میں ہے الدر المنظم مولفہ مولوی عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے صفحہ ننانوے (۹۹) اور سو (۱۰۰) پر تحریر ہے۔ انہوں نے یہ سیرت شامی میں سے یہ عبارت کی نقل کی ہے میں اس عبارت کا ترجمہ کر کے لکھ رہا ہوں: **ترجمہ:** ربیع امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے جدت یعنی نئے پیدا شدہ امور دو قسم پر ہیں: ایک وہ جدت ہے جو کتاب یعنی قرآن مجید یا سنت یا اثر یا اجماع کے خلاف واقع ہو۔ یہ جدت بدعت ہے اور یہی ضلالت ہے۔ دوسری وہ جدت ہے جو بھلائی کے کاموں میں ہو۔ اس کے اچھا ہونے میں کسی کو اختلاف نہ ہو، اگرچہ وہ محدث ہے یعنی جدید ہے لیکن اس کی برائی نہیں کی گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قیام یعنی تراویح کے بارے میں کہتے ہیں یہ اچھی بدعت ہے جو پہلے نہ تھی، جب کوئی جدت اس طرح کی ہو کہ اس کی وجہ سے بیان کردہ اشیاء میں سے یعنی کتاب، سنت، اثر، اجماع میں سے کسی ایک کا بھی رد کرنا نہ ہوتا تو وہ بدعت حسنہ ہے، جس کو کرنا باتفاق علماء نہ صرف جائز ہے بلکہ بہتر ہے اور جو اس کو اچھی نیت سے کرے گا اس کیلئے ثواب کی امید ہے۔ ہر وہ بدعت جو شریعت کے قاعدوں کے موافق ہو اور کسی قاعدہ کی اس میں مخالفت نہ پائی جائے اور نہ اس کی وجہ سے ممنوعات شرعیہ کا مرتکب ہونا پڑے وہ بدعت حسنہ ہے۔ جیسے منبروں، (مکبروں،) رباطوں، مدارس، مسافر خانوں کا بنانا اور اسی طرح کے

اور بھلائی کے کام جو کہ صدرِ اول میں نہ تھے کیونکہ اسی قسم کی بدعتیں سنت کی تعلیمات کے موافق ہیں اور یہ ''وَتَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی'' کے زمرے میں داخل ہیں یعنی ''پرہیزگاری اور بھلائی میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔'' (سورۃ المائدہ:۲)

اسی قسم کی اچھی بدعتوں میں سے ایک بہت اچھی بدعت وہ ہے جو ہمارے زمانہ میں ایجاد ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر اربل میں خاص اس دن کو جو نبی کریم ﷺ کے یومِ ولادت کے موافق آن کر واقع ہوتا ہے، ہر سال خیرات اور اچھے کام اور نیت کرتے ہیں خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جو بھلائی اس دن فقیروں کے ساتھ کی جاتی ہے۔ (یعنی ان کو کھانا کھلایا جاتا ہے، خیرات دی جاتی ہے) اس کے علاوہ بخوبی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ خوشی کرنے والے کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تعظیم اور اجلال ہے اور اس طرح پر کرنے سے اللہ کا شکر بھی ادا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا کہ اپنے رسول اللہ ﷺ کو جو تمام عالم کے واسطے رحمت ہے پیدا کیا۔ سب سے پہلے یہ اچھا کام شہر موصل کے ایک مشہور، نیک اور صالح شخص نے کیا جن کا نام عمر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اس کی پیروی اور اتباع کرتے ہوئے اربل کے بادشاہ اور دوسرے لوگوں نے یہ نیک کام شروع کیا۔ تمام ہوئی عبارت ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ کی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ربیع رحمۃ اللہ علیہ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر رہے ہیں، یہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے اس قول کو علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مناقب شافعی میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''قال الشافعی المحدثات من الامور ضربان احدھما ما احدث مما یخالف کتابا او سنۃ او اثرا او اجماعا فھذہ البدعیۃ الضالۃ و الثانیۃ ما احدث فیہ من الخیر لا خلاف فیہ لواحد و ھذہ محدثۃ غیر مذمومۃ و قد قال عمر رضی اللہ عنہ فی قیام شھر رمضان نعمت البدعۃ ھذا یعنی انھا محدثۃ لہ تکن و ان کانت فلیس فیھا رد لما مضی۔ انتھی''

علامہ عزالدین عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ اعلام نے بدعت کی باقاعدہ تقسیم کی ہے اور کہا ہے کہ ''بدعت پانچ قسم پر ہے:

(۱) وہ بدعت ہے جو حکم میں واجب کے ہے، اس کا کرنا ضروری ہے۔

(۲) وہ بدعت ہے جو حکم میں مستحب کے ہیں، اس کا کرنا بہتر ہے۔

(۳) وہ بدعت ہے جو حکم میں مباح کے سر ہے، اس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔

(۴) وہ بدعت ہے جو حکم میں مکروہ تنزیہی کے ہے، اس کا نہ کرنا بہتر ہے۔

(۵) وہ بدعت ہے جو حکم میں مکروہ تحریمی کے ہے، اس کا نہ کرنا ضروری ہے۔

ان علماء نے ہر قسم کی علیحدہ مثالیں دیں ہیں۔ مولود شریف کو ائمہ اعلام اور جلیل الشان حفاظ نے بدعت کی اس قسم میں کہا ہے جس کو مستحب کا حکم دیا گیا ہے۔ دیکھو علامہ ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: اس قسم کی اچھی بدعتوں میں سے ایک بہت اچھی بدعت وہ ہے جو ہمارے زمانہ میں ایجاد ہوئی ہے الخ۔ یہ تو جمہور علماء کا مذہب اور ان کی اصطلاح ہے جس کا بیان ہوا ہے۔

بعض گرامی قدر علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث شریف میں: ''کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' وارد ہے۔ یعنی ''ہر بدعت گمراہی ہے''۔ (صحیح مسلم، رقم:۸۶۷، سنن ابن ماجہ، رقم:۴۲) اس حدیث شریف پر نظر رکھتے ہوئے ہم بدعت صرف چوتھی اور پانچویں قسم کو کہیں گے یعنی وہ بدعت جو حکم میں مکروہ کے ہے اور یہی بدعت ضلالت

ہے اور جو بدعت تیسری قسم کی ہے اس کو مباح کہیں گے اور جو بدعت وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کے زمرہ میں ہے اور جس کے کرنے سے اسلام کی عزت اور دین کی خدمت ہوتی ہے اور اس کو ہم بدعت کا نام نہیں دیں گے کیونکہ حدیث شریف میں ایسے نئے اچھے کام کیلئے سنت حسنہ کا لفظ آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے اچھے امور کا نام سنت حسنہ رکھا ہے اور آپ ہی کا تجویز کردہ نام بہتر واولی ہے اور وہ پہلی اور دوسری قسم کی بدعت ہے۔ علماء کی اس جماعت کا جمہور علماء سے قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے، صرف تسمیہ اور اصطلاح میں فرق ہے اور مقولہ مشہور ہے: ''**ولا مشاحة في الاصطلاح**'' یعنی اپنی اپنی اصطلاح بنانے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ بدعت حسنہ کہہ دو، چاہے سنت حسنہ، مدعا اور مسمی تو ایک ہی ہے۔

یہ ہے علماء کرام کی بحث جو بدعت کے بارے میں تھی۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جو اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں اور وہ اپنے کو ائمہ اربعہ میں سے کسی کا متبع بتاتے ہیں اور محفل مبارک میلاد شریف کے بارے میں عوام سے کہتے ہیں کہ یہ فعل بدعت ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے لہٰذا یہ فعل گمراہی وضلالت ہے۔ والعیاذ باللہ۔

اگر یہ لوگ ہر بدعت حسنہ کے بارے میں یہی کہتے تو کہا جا سکتا تھا کہ انہوں نے ایک حدیث شریف کے ظاہر لفظ کو پکڑ لیا ہے اور یہ دوسری حدیث ہے اور ائمہ دین کے اقوال سے بے بہرہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت اور سمجھ دے لیکن دیکھا یہ جا رہا ہے کہ یہ لوگ باقی تمام بدعتوں کو جن کو علماء نے بہ اتفاق بدعت بتایا ہے اور کہا ہے کہ یہ اچھی بدعتیں ہیں، بہت شوق سے کر رہے ہیں، کبھی کوئی شخص اعتراض نہیں کرتا، پھر مولود شریف کے بارے میں یہ شور کیسا؟ ''**ان هذا العجيب جدا**''

موجودہ زمانہ کی بدعات:

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے وقت میں قرآن مجید کے حروف پر نقطے نہ تھے، حرکات کا وجود نہ تھا۔ علامہ قاضی خاں علیہ الرحمہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ قرآن مجید پر نقطے اور حرکات لگانے کو مکروہ سمجھتے تھے لیکن آپ کے بعد علماء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے صرف پسند ہی نہیں کیا بلکہ ضروری قرار دے دیا اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمادیا: ''**ونعمت البدعة هذه**'' یعنی یہ تو بہت اچھی بدعت ہے۔

بعد میں علماء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے اس بدعت پر اور چار چاند لگائے۔ قرآن مجید کے تیس پارے کئے، ہر پارہ کا نصف اور ربع اور ثلث مقرر کیا۔ پھر بعض علماء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے دس دس آیتوں کا حساب لگا کر عشر مقرر کیا جس کا رواج عربی ممالک میں ہے اور بعض علماء نے رکوع بنائے جس کا رواج ہندوستان وغیرہ میں ہے۔ مسجدوں میں تکبیر کہنے والوں کے واسطے مکبر بنائے۔ بعض مسجدوں میں عورتوں کے واسطے پردے کا انتظام کر کے ایک حصہ مخصوص کر دیا۔ مسجدوں میں گھنٹے لٹکائے گھڑیوں کے حساب سے نمازوں کے اوقات مقرر کئے کہ اتنے بجے ظہر کی نماز ہوگی، اتنے بجے عصر کی، اتنے بجے عشاء کی نماز ہوگی، اتنے بجے فجر کی نماز ہوگی اور اتنے بجے جمعۃ المبارک کی۔ کیا مجال جو اس وقت سے ذرا پہلے نماز شروع کر دی جائے، حالانکہ نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ علوم دین پڑھنے کے واسطے مدارس تعمیر کئے۔ طالب علموں کیلئے دارالاقامہ بنائے۔ یتیم خانے، محتاج خانے، مسافر خانے، شفا خانے بنائے، اذانوں کیلئے منارے بنائے، وضو کرنے کیلئے مسجدوں میں حوض بنائے، سردیوں میں گرم پانی کا انتظام کیا، مسجد کیلئے امام اور مؤذن مقرر کئے۔ یہ سب چیزیں اور اس قسم کی صدہا چیزیں یقیناً بدعت ہیں۔ یہ لوگ ان چیزوں سے کیوں نہیں روکتے اور ان کے بارے میں عوام کو کیوں نہیں کہتے کہ یہ سب بدعت ہیں اور ہر بدعت

گمراہی ہے لہٰذا یہ سب چیزیں گمراہی ہیں۔''والعیاذ باللہ''

یہ واعظ صاحبان کیوں نہیں عوام سے کہتے کہ امام اور موذن اور علماء اور قراء کیلئے تنخواہ لینی امام اعظم ﷺ کے قول سے ٹھیک نہیں ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے وقت میں ان باتوں کا وجود نہ تھا، لہٰذا یہ سب گمراہی میں سے ہیں۔

افسوس صد افسوس! یہ لوگ عوام کو کس بری طرح سے بہکاتے ہیں اور کس ڈھب سے مغالطے میں ڈالتے ہیں:

فالی اللہ المفزع والیہ المشتکی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

خوب کہا ہے:

ع

نہ کہ ہر سر بتراشد قلندری داند

بعض لوگ خاص بارہ ماہ مبارک ربیع الاول کی شب کو محفل مبارک میلاد شریف منعقد کرنے پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تعیین تاریخ کا ٹھیک نہیں اور اس وجہ سے کارِ خیر میں قباحت آ گئی۔

یہ لوگ اگر ذرا آیت وَذَکِّرْهُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰهِ (سورۃ ابراہیم:۵) پر نظر غائر ڈالیں اور حدیث یوم عاشورہ پر دھیان لگائیں اور حدیث عقیقہ اور حدیث نزول آیت سمجھیں تو یقیناً علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ اور دیگر اکابر کے ہم نوا ہو کر کہہ دیں گے کہ محفل میلاد شریف خاص اس تاریخ کو اور رجبیہ کا جلسہ خاص ستائیس رجب کی رات کو نہ صرف جائز ہے بلکہ بہتر یہی ہے کہ ان ہی تاریخوں میں یہ مبارک محفلیں قائم کی جائیں تا کہ حدیث صوم، یوم عاشورہ سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور بارہ نزول مائدہ سے پوری طرح مطابقت آ جائے۔

بخاری اور دیگر کتب حدیث میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے جمعرات کا دن وعظ کے واسطے مقرر کر دیا تھا۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ اگر ہر روز وعظ کریں تو بہتر ہے۔ آپ نے کہا کہ میں ہر روز وعظ کر کے تمہاری طبیعت کو سیر کرنا نہیں چاہتا کہ پھر تم شوق سے وعظ نہ سنو گے، جناب رسول اللہ ﷺ بھی ہماری طبیعت کو سیر ہونے کا موقع نہ دیتے تھے، اگر کسی نیک کام کے واسطے دن یا تاریخ یا وقت کا مقرر کرنا ٹھیک نہ ہوتا تو حضرت ابن مسعود ﷺ کس طرح جمعرات کا دن مقرر کرتے۔ سالہا سال سے حجاز، شام، فلسطین، مصر، جزائر، مراکش، عراق، ہندوستان وغیرہ میں گھڑیوں کے حساب سے نمازوں کے اوقات مقرر کئے جاتے ہیں۔ تمام عربی مدارس میں پڑھائی کے گھنٹے مقرر کئے جاتے ہیں، تقسیم اسناد کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے، ان سب چیزوں میں اور ان کی طرح دیگر دسیوں چیزوں میں تعین کی وجہ سے خرابی نہیں پیدا ہوتی تو پھر محفل مبارک میلاد شریف یا رجبیہ شریف میں کیوں خرابی پیدا ہو گئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ محفل میلاد شریف بالذات ایک مستحسن فعل ہے لیکن ہندوستان میں اس مبارک محفل میں نامشروع امور سرزد ہوتے ہیں، اس لئے میلاد شریف نہ کرنا چاہئے۔

ان لوگوں کی بات نہ روایۃً ٹھیک ہے اور نہ درایۃً ٹھیک ہے۔ اس فقیر مؤلف رسالہ نے جب سے آنکھ کھولی ہے اور جب سے ہوش سنبھالا ہے، برابر میلاد شریف کی محفلوں کو دیکھتا چلا آ رہا ہے۔ یہی دیکھا ہے کہ حسب مقدور آراستہ کیا جاتا ہے۔ ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ ''بنفسی ھو وبابی وامی''

کے احوال شریفہ پڑھتا ہے۔لوگ شوق سے حبیب خدا ﷺ کے احوال شریفہ سنتے ہیں، بیان سے فارغ ہونے کے بعد بعض اشخاص نعتیہ قصائد پڑھتے ہیں، جس کو سن کر سب کے شوق اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اخیر میں سب کو شیرینی تقسیم کی جاتی ہے اور سب آپ کی یاد لے کر مسرور القلب گھر کو لوٹتے ہیں۔محفل میلاد شریف میں اگربتی اور عود جلاتے ہیں، پھول رکھتے ہیں، عراق گلاب چھڑکتے ہیں، عطر ملتے ہیں اور ولادت شریف کا ذکر سن کر آپ کی محبت اور تعظیم میں سب کھڑے ہوجاتے ہیں اور آپ پر سلام پڑھتے ہیں۔ یہ سب وہ باتیں ہیں جن کو علماء کرام نے کرنے کو لکھا ہے۔فعل حرام کا قطعاً ارتکاب نہیں ہوتا ہے جو یہ واعظ اس قسم کی غلط بیانی کرتے ہیں بالفرض والتقدیر اگر مان لیا جائے کہ کسی جگہ محفل میلاد شریف میں نامشروع امور کئے جاتے ہیں تو ان علماء کو از روئے قواعد شرعیہ ان محرمات شرعیہ سے عوام کو روکنا چاہئے، ان کو مناسب ہے کہ عوام سے کہیں: اے بندگان خدا! تم کیوں یہ حرام کام کر کے اپنی نیکی کو ضائع کرتے ہو، تم کیوں ارتکاب معاصی کر کے اپنے آپ کو گنہگار بناتے ہو۔خدا سے ڈرو، اپنے رسول اللہ ﷺ کا کامل احترام کرو آپ کا ذکر شریف کا پورا ادب کرو، ناجائز اور حرام امور کا ارتکاب کر کے آپ کے ذکر شریف کی محفل کی تحقیر نہ کرو۔

علماء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے لکھا ہے کہ اگر نمازِ جمعہ یا عیدین یا تراویح کے موقع پر کسی ناجائز امر کا ارتکاب کوئی کرنے لگے۔مثلاً مرد اور عورت خلط ملط ہو کر یعنی مل جل کر نماز پڑھیں تو اس ناجائز فعل کی وجہ سے نماز پڑھنے سے نہیں روکا جائے گا بلکہ علماء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر لازم ہے کہ وہ عوام کو اس ناجائز فعل سے منع کریں۔اس طرح پر اگر نکاح یا ولیمہ یا عقیقہ یا ختنہ یا حفظ قرآن یا حاجی کے آنے کی خوشی کے موقع پر ناجائز امور کا ارتکاب ہونے لگے تو ان خوشیوں کے کرنے سے نہیں روکا جائے گا بلکہ فعل حرام سے منع کیا جائے گا۔

بنابریں اگر کسی جگہ محفل مبارک میلاد شریف میں کوئی حرام فعل ہوتا ہو تو علماء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو چاہئے کہ اس حرام فعل سے منع کریں۔محفل میلاد شریف منعقد کرنے سے روکنا سراسر غلطی اور قواعد شرعیہ کی خلاف ورزی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ محفل میلاد سرور کائنات ﷺ، ہندوؤں کے مشرکانہ رسم جنم، کنہیا کی تشبیہ اور تمثیل ہے۔"**العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم**" افسوس صد افسوس! یہ لوگ محفل پاک میلاد شریف کو کیسی قبیح تمثیل دیتے ہیں۔فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: "**من لم یعرف باحوال الناس فھو جاھل**" جو لوگوں کی حالت اور زمانے کی کیفیت سے ناواقف ہو، وہ جاہل ہے۔اس کو فتویٰ نہیں دینا چاہئے۔یہ لوگ اسلام کی تاریخ سے اور مسلمانانِ عالم کے احوال سے بے خبر ہیں، ان کو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ محفل مبارک میلاد شریف اس مروجہ کیفیت اور معہودہ طریقہ پر کب سے منعقد ہو رہی ہے اور اس کارِ خیر کی ابتداء کس ملک میں ہوئی ہے اور کس نے کی ہے؟

تاریخ میلاد:

شہر موصل میں جو عراق میں واقع ہے۔ایک مشہور نیک اور صالح شیخ رہتے تھے، ان کا نام عمر بن محمد علیہ الرحمہ تھا۔انہوں نے اس کارِ خیر کی ابتداء کی ہے۔جیسا کہ علامہ ابوشامہ علیہ الرحمہ نے لکھا ہے، کہ ان کو دیکھ کر اربل کے بادشاہ سلطان ابوسعید مظفر الدین کوکری علیہ الرحمہ نے بہت بڑے پیمانے پر اس کارِ خیر کو کرنا شروع کیا۔علامہ حافظ ابوالخطاب بن دحیہ علیہ الرحمہ نے مولود شریف کے بیان میں ایک کتاب لکھ کر بادشاہ کو پیش کی، اس کتاب کا نام "**التنویر فی مولد السراج المنیر**" ۶۰۴ ہجری کو یہ کتاب حافظ ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے محفل میلاد شریف میں پڑھی۔بادشاہ بہت مسرور اور محظوظ ہوا، اس نے ایک ہزار اشرفی بطور انعام کے

علامہ ابن دحیہ علیہ الرحمہ کو دیئے۔ یہ بادشاہ بڑا ہی متقی، دیندار، پارسا، نیک، عادل، شجاع اور مرد مجاہد تھا۔ اس مبارک تقریب پر ہر سال لاکھوں روپیہ خرچ کرتا تھا۔ غریبوں کو کھانا کھلاتا تھا، روپیہ تقسیم کرتا تھا۔ بڑے بڑے ائمہ نے اس کی تعریف لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو نور سے معمور کرے اور اس کو آخرت میں درجات بلند عنایت فرمائے، چونکہ اس بادشاہ نے اس کارِ خیر کو بہت بڑے پیمانے کے ساتھ شروع کیا۔ اس لئے اطراف واکناف عالم میں اس کے نام کا چرچا ہو گیا اور اکثر لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ اس کارِ خیر کی ابتداء اُس نیک دل بادشاہ نے کی ہے حالانکہ ابتداء اس مرد صالح نے کی ہے البتہ اشتہار کا باعث یہ بادشاہِ صالح ہوا ہے چونکہ یہ فعل پر مبنی تھا اور اس سے اسلام کی عزت اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت ہوتی تھی، اس لئے ائمہ اعلام نے اس فعل کو از حد پسند کیا اور تالیفات وتصنیفات کر کے لوگوں کو تشویق دلائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تھوڑے ہی عرصے میں تمام ممالک عربیہ میں اس افضل بدعت حسنہ اور احسن سنت مستحسنہ کا رواج پورے طریقے پر ہو گیا۔

تقریباً اب سے پونے آٹھ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں نے اس اعز القربات اور اشرف المتوبات کا سنگ بنیاد آیت نزول مائدہ اور حدیث صوم یومِ عاشورہ کی روشنی میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے اور پھر جناب حبیب خدا ﷺ کی محبت کی وجہ سے آیت ''وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ '' (سورۃ ابراہیم:۵) اور حدیث عقیقہ کی ہدایت میں اس محکم بنیاد پر قصر مفتخر تعمیر کیا اور پھر اعلاء ذکر شریف اور اظہار دین حنیف کیلئے آیت: ''وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ '' (سورۃ والضحیٰ:۱۱) اور آیت حدیث نزول: ''اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي'' (سورۃ المائدۃ:۳) پر نظر رکھتے ہوئے اس قصرِ عالی کو خوب آراستہ اور پیراستہ کیا۔ کہاں ان اللہ کے بندوں کے مالک عزائم اور کہاں ہندوستان کے مشرکانہ ناپاک مراسم۔

ع

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

اے عزیزو! اس مبارک محفل میں شمع رسالت اور انوارِ وحدت کی ضیا پاشی ہو رہی ہے۔ اس کو کفر کی ظلمت اور شرک کی نجاست سے کیا لگاؤ، برا ہو، اس تعصب کا جس کی وجہ سے گل بہ رنگ خار اور نور عین نار نظر آ رہا ہے۔

جو دل سے پردہ غفلت ہو دور آپ سے آپ		نصیب دل ہو دوامِ حضور آپ سے آپ
کھلے رازِ محبت ضرور آپ سے آپ		اس آفتاب کا ہو گا ظہور آپ سے آپ
خدا جو چاہے تو روشن ہو گور آپ سے آپ		مری لحد پہ جلے شمع نور آپ سے آپ
ہمارا مزرع دل تو نہیں ہے لائق نذر		مگر قبول کرے برقِ طور آپ سے آپ
ترے خیال میں آنکھیں ہیں خود بخود روشن		ہے تیرے ذکر میں دل کو سرور آپ سے آپ
بہ شانِ شایہ دیوار تیرے کوچہ میں		نہ ہوں گے ہم درِ دولت سے دور آپ سے آپ
حبیب حضرت موسیٰ، محب احمد ہے		احد کو ڈھونڈتی ہے برقِ طور آپ سے آپ
یہ گھر چراغ فیض عمر سے روشن ہے		نہیں ہے خیر کے سینہ میں نور آپ سے آپ

ہندوستان میں ایسے لوگوں کی قوتِ اجتہادیہ کی اگر یہی رفتار رہی تو کچھ بعید نہیں کہ شعائر اللہ کے بارے میں تھوڑے دنوں بعد سننے میں آئے، یہ ہندوستان کے مشرکانہ رسوم کا چربہ ہیں۔ آبِ زمزم سے نہانا، گنگا اشنان کی تقلید ہے۔ بیت اللہ شریف کی طرف سجدہ کرنا اور اس کا طواف کرنا اور حجرِ اسود کو بوسہ دینا پوجا پاٹ کی پیروی ہے۔ میدانِ عرفات اور منٰی کا جانا کاشی اور ہردوار جانے کی تمثیل ہے اور اسی طرح اسلام کے دیگر فرائض اور اعمال کے بارے میں بھی سنا ہے مثل مشہور ہے: ''کل اناء ینضح بما فیه'' یعنی ہر برتن میں سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔ جو شخص اسلام کی تاریخ سے بے خبر ہو، مسلمانانِ عالم کی حالت سے نا واقف ہو، اس نے جب سے آنکھ کھولی ہے اور جب تک کہ آخرت کا سفر کیا ہے۔ ہندوستان میں رہ کر صرف ہندوانی مراسم کو دیکھا ہے تو وہ ان لغویات کے سوائے اور کیا کہے گا؟ جس شخص نے حدیث شریف: ''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' وارد ہے۔ یعنی ''ہر بدعت گمراہی ہے''۔ (صحیح مسلم، رقم: ۸۶۷، سنن ابن ماجہ، رقم: ۴۲) کے وقائع کو پوری طرح نہ سمجھا ہو اور جو حدیث شریف ''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' (مسند البزار، رقم: ۲۹۶۶، سنن ابی داؤد، رقم: ۴۰۳۱) کے معانی سے کما حقہ واقف نہ ہو تو وہ سوائے ان باتوں کے اور کیا کہے گا۔ کسی نے خوب کہا ہے:

تو نقشِ نقشبنداں را چه دانی		تو طفلی کارِ مرداں را چه دانی
گیاه سبز داند قدرِ باراں		تو خشکی قدرِ باراں را چه دانی
هنوز از کفر و ایمانت خبر نیست		حقائقهائے ایماں را چه دانی

ترجمہ: تو نقشبندیوں کے نقش کو کیا جانتا ہے، تو خوبصورت شکل کو کیا جانتا ہے

سبزہ بارش کی قدر جانتا ہے، تو خشک ہے تو بارش کی قدر کیا جانتا ہے

ابھی تجھے کفر و ایمان کی خبر نہیں ہے، تو ایماں کی حقیقت کو کیا جانتا ہے

علامہ ابن جزری علیہ الرحمہ اور دوسرے ائمہ اعلام نے لکھا ہے کہ جو شخص میلاد شریف کی خوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام سال اس شخص کو امن و امان سے رکھتا ہے۔ اس کی مرادیں برلاتا ہے، اس کی مشکلیں آسان کرتا ہے۔

فقیری مؤلف رسالہ کہتا ہے کہ جو کچھ بھی ان ائمہ دین نے کہا ہے اس سے کہیں زیادہ خیر و برکت محفل مبارک میلاد شریف منعقد کرنے میں ہے۔ یقیناً آپ کے ذکرِ خیر سے دلوں میں آپ کی محبت اور تعظیم پیدا ہوتی ہے اور آپ ہی کی محبت اصل اصولِ ایمان اور روح و راحت جسم و جان ہے۔

خواجۂ دنیا و دیں گنج وفا		صدر و بدرِ هر دو عالم مصطفٰی
آفتاب شرع و دریائے یقین		نورِ عالم رحمة للعالمین
جان پاکاں خاکِ جان پاک او		جاں رها کن آفرینش خاک او
خواجۂ کونین و سلطان همه		آفتابِ جان و ایمان همه
صاحب معراج و صدرِ کائنات		سایۂ حق خواجۂ خورشید ذات
هر دو عالم بسته برفتراک او		عرش و کرسی قبله کرده خاک او

پیشوائے ایں جهان و آں جهان	مقتدائے آشکارا و نهان
مهترین و بهترین انبیاء	رهنمائے اصفیاء و اولیاء
مهدئ اسلام و هادئ سبل	مفتی غیب و امام جزء آب و گل
حق چودید آں نورِ مطلق در حضور	آفرید از نورِ او صد بحر نور
اصل معلومات و موجودات بود	نور او مقصودِ مخلوقات بود
بهر خویش آں پاک جاں را آفرید	بهر او خلق جهان را آفرید
آفرینش را جز او مقصود نیست	پاک دامن تر ازو موجود نیست

ترجمہ: دین ودنیا کے سردار، وفا کے خزانہ دونوں جہاں کے چاند وصدر نشین مصطفیٰ ہیں۔

شریعت کے آفتاب اور یقین کے دریا، عالم کے نور رحمۃ للعالمین ہیں۔

پاکوں کی جان اس پاک جان کی خاک ہے، جان قربان کر اس کی طینت کی پیدائش پر۔

کونین کے سردار اور تمام کے سلطان، جان وجسم کے آفتاب اور تمام کے ایمان۔

صاحب معراج اور کائنات کے صدر، حق تعالیٰ کا سایہ روشن ذات والے سردار۔

دونوں عالم اس کی نسبت پر بندھے ہوئے، عرش وکرسی اسکی خاک کو قبلہ کئے ہوئے۔

اس جہاں اور اُس جہاں کے پیشوا، آشکار اور پوشیدہ کے مقتدا۔

تمام انبیاء کے سردار اور سب سے بہتر، اولیاء واصفیاء کے رہنما۔

اسلام کے مھدی اور سیدھے راستے پر چلانے والے، غیب کے مفتی اور آب وگل کے امام۔

حق نے جب دیکھا اس نور مطلق کو سامنے، اس کے نور سے سو سمندر کے نور پیدا کئے۔

تمام موجودات اور معلومات کی اصل ہیں، ان کا نور مخلوقات کا مقصود ہوا۔

اپنے واسطے اس پاک جان کو پیدا کیا، اس کے واسطے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔

اسکی پیدائش کے سوا اور کوئی مقصود نہیں، اس سے زیادہ پاک دامن کوئی موجود نہیں۔

اے بندگانِ خدا! ان ائمہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے بڑھ کر تم کو مسئلہ سمجھانے والا، حق بات بتانے والا اور راہِ ہدیٰ دکھانے والا اور کون ملے گا۔ یہ تو وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کی کتابیں سینکڑوں برس سے تمام عالمِ اسلام کیلئے مشعل راہ ہدایت بنی ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ''

ترجمہ: اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے دریافت کرلو۔ (سورۃ النحل: ۴۳، سورۃ الانبیاء: ۷)

یہ اہل علم پورے اطمینان اور کامل وثوق کے ساتھ سینکڑوں برس سے کہتے چلے آرہے ہیں کہ جناب حبیب خدا سردار دو عالم ﷺ کے یومِ ولادت شریف کو خوب خوشی کا اظہار کرو، خیرات ومبرات کرو، اللہ کی عبادت کرو، مولود شریف کے جلسے کرو، آپ کے احوالِ شریفہ خود سنو اور دوسروں کو سناؤ تا کہ اسلام کا نام روشن ہو اور اللہ تعالیٰ تم پر اپنا فضل فرمائے اور تم کو امن وامان وایمان اور سلامتی در ہر دو جہاں نصیب ہو۔

انصاف سے دیکھو جب تک عام طور سے مسلمان ایسے امورِ خیر کرتے رہے، وہ اطمینان کی زندگی بسر کرتے رہے، ان کے قلوب مطمئن رہے، لیکن جب سے بدعت کی گرداں جا و بے جا دہرائی جانے لگی ہے خیر وبرکت میں کمی آگئی ہے۔ اطمینان قلب مفقود ہو چلا ہے۔

''إِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ''

ترجمہ: اللہ نہیں بدلتا جو ہے کسی قوم کو، جب تک وہ نہ بدلیں جو اپنے بیچ ہے۔ (سورۃ الرعد:۱۱)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ کے استاد حضرت مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکی علیہ الرحمۃ، جن کا مدرسہ صولتیہ مشہور ومعروف ہے، کی کچھ عبارت در بارۂ محفل میلاد شریف نقل کروں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں: میرے اساتذہ کرام اور میرا عقیدہ مولود شریف کے بارے میں قدیم سے یہی تھا اور یہی ہے، بلکہ بحلف سچ سچ ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ۔

ع

برین زیستم هم برین بگزرم

ترجمہ: اسی پر جیا ہوں اسی پر مروں میں

اور عقیدہ یہ ہے کہ انعقادِ مجلس میلاد بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے تغنی اور باجا اور کثرت سے روشنی بے ہودہ نہ ہو، بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکرِ معجزات اور ذکرِ ولادت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کیا جائے اور بعد اس کے اگر طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے، اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ اس زمانے میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور بازاروں میں حضرت محمد ﷺ اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف آریہ لوگ (خدا ان کو ہدایت کرے) پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچا رہے ہیں، ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کی ہیں، اس وقت میں فرض کفایہ ہے۔ میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں، ایسی محفل کرنے سے نہ رکیں اور اقوال بے جا منکروں کی طرف سے جو تعصب سے کہتے ہیں ہرگز نہ التفات کریں اور تعیین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس کے ماسوا اور دن جائز نہیں تو کچھ بھی حرج نہیں اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکر میلاد مصطفیٰ ﷺ کے چھ سو برس سے جمہور علماء صالحین نے متکلمین اور صوفیہ صافیہ اور علماء محدثین نے جائز رکھا ہے۔ الخ۔

مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ روایات صحیحہ کے موافق آپ کا ذکر شریف کیا جائے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں لفظ صحیح لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے جو کہ موضوعی کا مقابل ہے۔

یعنی ہر وہ روایت جو جھوٹی نہ ہو، اس کا بیان کرنا جائز ہے، چاہے وہ محدثین کی اصطلاح میں صحیح ہو، چاہے حسن ہو، چاہے ضعیف ہو، کیونکہ علماء کرام نے فضائل کے بیان کرنے میں احادیث ضعیفہ کے بیان کرنے کو اور اس سے استدلال کرنے کو بالاتفاق جائز قرار دیا ہے۔

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"اتفق العلمآء جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال"

ترجمہ: علماء کرام نے اعمال کے فضائل کے بارے میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کو بالاتفاق جائز قرار دیا ہے۔

علامہ سید شریف علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ویجوز عند العلمآء التساھل فی فضائل الاعمال

ترجمہ: اعمال کے فضائل کے بارے میں جو ضعیف حدیثیں بیان کی جائیں، ان کے اسناد کے بارے میں علماء نے تساہل کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ یعنی ایسے مواقع پر زیادہ پرکھنے کی ضرورت نہیں۔ بس اتنا ہو کہ حدیث موضوعی یعنی جھوٹی نہ ہو۔ فضائل اعمال کے ہوں یا فضائل سورتوں کے ہوں یا اشخاص کے ہوں، یا امکنہ کے ہوں یا ازمنہ کے ہوں، سب کا حکم یہی ہے اور یہی علماء کا مسلک ہے۔ اسی لئے سیرت نبوی میں ائمہ گرامی نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں روایاتِ ضعیفہ بکثرت موجود ہیں۔

مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ اس زمانے میں محفل میلاد شریف کا منعقد کرنا فرض کفایہ ہے۔ مولوی صاحب نے غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے ہندوستان کی کیفیت دیکھی تھی اور اس پر یہ مشورہ دیا تھا، اگر وہ اب ہندوستان کی حالت دیکھتے اور بالخصوص غدر ۱۹۴۷ء کے بعد کی حالت مسلمانوں کی ملاحظہ کرتے تو واللہ اعلم کیا کچھ تحریر فرماتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، انہوں نے زمانے پر نظر ڈالی اور لوگوں کی حالت کو دیکھا اور صحیح مفید مشورہ دیا۔

اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی کرم اور احسان ہے کہ بارہ ماہِ مبارک ربیع الاول کو ہندوستان میں محرمات شرعیہ کا ارتکاب نہیں کیا جاتا ہے۔ یہاں تو صرف وہی باتیں کی جاتی ہیں جن کا بیان پہلے کیا جا چکا ہے اور جس کو علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ اور دیگر علماء نے جائز قرار دیا ہے۔ البتہ مصر وغیرہ میں اس تاریخ کو عام طور سے خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ کیا امیر اور کیا غریب کیا علماء اور کیا جہلاء سبھی اس دن کو سب سے بڑی عید کا دن سمجھتے ہیں۔ بعض جاہل اس خوشی کے دن ناچ اور رنگ رلیاں مناتے ہیں، فسق و فجور اور محرمات شرعیہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ وہ یہ خرافات محفل مبارک میلاد میں نہیں کرتے ہیں بلکہ عید یوم میلاد میں کرتے ہیں۔ وہاں کے علماء ان کو نصیحت کرتے رہتے ہیں اور ان کو اس مبارک دن میں ناشائستہ اعمال اور افعال کرنے سے روکتے ہیں۔ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ کا رسالہ حسن المقصد کے مطالعہ سے بھی اس کا پتہ چل سکتا ہے، کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مولوی صاحب نے مصلحت کی بنا پر مشورہ دیا ہے اور مصلحت کا لحاظ کرنا کوئی شئی نہیں ہے لہٰذا آپ کا مشورہ کوئی شئی نہیں ہے کیونکہ یہ خیال درست نہیں ہے۔ شریعت مطہرہ نے مصلحت کو نظر انداز نہیں کیا ہے، میں دو مثالیں لکھتا ہوں: ایک ایسی جس میں مصلحت کی بنا پر کام کو نہیں کیا ہے۔ دوسری ایسی جس میں مصلحت کی بنا پر کام کو کیا ہے۔

پہلی مثال جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر تمہاری قوم کا نیا نیا ایمان نہ ہوتا میں بیت اللہ شریف کو توڑ کر اس کی اصلی حالت اور قدیمی بنیادوں پر از سرِ نو اس کو بناتا، عرب نے بیت اللہ شریف کا ایک حصہ نکال دیا ہے جو کہ حطیم کہلاتا ہے۔ اور بیت اللہ شریف کی کرسی بہت بلند کر دی ہے اور اس کا ایک دروازہ مشرق کی طرف رکھا ہے، میں حطیم کو بیت اللہ شریف میں داخل کرتا اور اس کی کرسی زمین کے برابر کرتا اور دو دروازے رکھتا، ایک مشرق کی طرف اور ایک مغرب کی طرف۔ ۱۳۴۱ ہجری میں نجدیوں نے حرمین شریفین کے گنبدوں اور مزارات شریفہ کو توڑا، مجھ سے جناب استاذی حضرت الشیخ الولی

مولانا مولوی عبد العلی علیہ الرحمہ نے چار سال بعد ۱۹۴۵ء کو جب آپ سے حدیث شریف پڑھتا تھا اور دورے میں شریک تھا۔ بخاری شریف کی حدیث جس کا مطلب اوپر لکھ چکا ہوں، کے بیان میں فرمایا: نجدیوں کا یہ فعل اس حدیث شریف کی رو سے اچھا نہیں ہے، انہوں نے گنبد اور مزارات شریفہ کو توڑ کر تمام دنیا کے مسلمانوں کو رنجیدہ کیا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے صرف مسلمانوں کو رنج نہ پہنچنے کی وجہ سے بیت اللہ شریف کو اس کی اصلی حالت پر لانا پسند نہیں کیا۔

دوسری مثال: خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں بیت المقدس تشریف لے گئے، امرائے افواجِ اسلام یزید بن ابی سفیان وغیرہ آپ کی خدمت میں زرق برق مکلف لباس پہن کر بڑی شان و شوکت سے حاضر ہوئے۔

آپ کی نظر جب ان جانبازانِ اسلام پر پڑی اور ان کے مکلف لباس کو آپ نے دیکھا تو اپنی اونٹنی پر سے اتر پڑے اور کنکریاں اٹھا کر ان پر پھینک ماریں اور فرمایا: افسوس ہے تم پر کہ تم اتنے جلدی بدل گئے۔ انہوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! ہم اسلام کے مورچے پر ہر وقت کافروں کے سامنے رہتے ہیں، ہم نے صرف ان کی نظر میں اسلام کی عزت اور مسلمانوں کی شوکت ظاہر کرنے کیلئے یہ کیفیت اختیار کی ہے۔ یہ جواب سن کر آپ کا غصہ فرو ہوا اور آپ نے فرمایا: اگر یہ بات ہے تو تم جانو اور تمہارا کام۔

مولوی صاحب نے قیام کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے، درست اور صحیح فرمایا ہے۔ یہ قیام صرف تعظیم محبت اور خوشی کا قیام ہے۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ احادیث شریفہ سے ایسا قیام ثابت ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ قبیلہ انصار کے سردار تھے۔ آپ ﷺ کی نظر مبارک جب ان پر پڑی، انصار سے فرمایا: ''قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ'' یعنی اپنے سردار کے واسطے کھڑے ہو جائے۔ (صحیح البخاری ،رقم: ۳۰۴۳، صحیح مسلم ،رقم: ۱۷۶۸، مسند ابی داؤد الطیالسی ،رقم: ۲۳۵۴) یہ کھڑا ہونا برائے تعظیم تھا جس کا آپ نے حکم دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوا کرتے تھے، جب مجلس برخاست کر کے آپ تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آپ ﷺ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کے حجرہ شریفہ میں داخل نہ ہو جاتے تھے ہم کھڑے رہتے تھے، یہ قیام محبت اور تعظیم کا تھا۔

فتح مکہ کے بعد ام حکیم علیہا الرحمہ کے زوجہ عکرمہ پسر ابو جہل نے آ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: عکرمہ رضی اللہ عنہ درِ اقدس پر حاضر ہے۔ آپ وفورِ مسرت سے کھڑے ہو گئے اور آپ نے عکرمہ کو اندر بلوا کر بہ کمال محبت فرمایا: ''مرحبا بالمهاجر الراكب'' یعنی اے مہاجر سوار! اچھے آئے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ قیام محبت اور مسرت کا تھا۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ کے پاس آتی تھیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور جب آپ ﷺ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتی تھیں۔

زرقانی میں لکھا ہے کہ جب بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا تھا، آپ کے پاس آئیں آپ کھڑے ہو گئے اور سیرت حلبی میں ہے کہ آپ ﷺ رضاعی باپ کے آنے سے بھی کھڑے ہوئے۔ ان احادیث شریفہ کو دیکھتے ہوئے علماء کرام نے کہا ہے کہ محفل مبارک میلاد شریف میں جس وقت آپ ﷺ کی ولادت شریف کا ذکر کیا جائے تو آپ ﷺ کی محبت اور تعظیم میں کھڑے ہونا مستحب ہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام تعظیم:

علامہ امام حافظ علی ابوالحسن تقوی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۷۵۶ ہجری کو ہوا ہے۔ دمشق کی جامع اموی مین محراب کے پاس علماء اور فضلاء کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے یحییٰ صرصری کا قصیدہ بائیہ در مدح خیر البریہ پڑھا:

قليل المدح المصطفى الحظ بالذهب		على فضة من خط احسن من كتب
وان ينهض الاشراف عند سماعه		قياما صفوفا او جثيا على الركب
امام الله تعظيما له كتب اسمه		على عرشه يا رتبة سمت الرتب

ترجمہ: حضرت محمد مصطفی ﷺ کی مدح کیلئے یہ بہت ادنیٰ سی بات ہے کہ اس کو چاندی کی تختی پر آب زر سے بہت ہی اچھے خوش نویس سے لکھوائی جائے، اور یہ بھی کوئی بات نہیں کہ اس کو سنتے وقت تمام اشراف کھڑے ہوئے یا گھٹنوں کے بل ہو جائیں، خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعظیم کرتے ہوئے اپنے عرش پر ان کے اسم گرامی کو تحریر کیا ہے، یہ کیا ہی اعلیٰ مرتبہ ہے جو سب مرتبوں سے اعلیٰ تر ہے۔

جس وقت پڑھنے والے نے دوسرا شعر پڑھا، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فوراً کھڑے ہو گئے۔ اس وقت جتنے علماء اور فضلاء تھے وہ سب بھی کھڑے ہو گئے۔ آپ پر اس وقت ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور کافی دیر تک وہ حالت رہی۔

اس واقعہ کو آپ کے فرزند علامہ امام تاج الدین عبدالوہاب سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات شافعیۃ الکبریٰ میں تحریر کیا ہے۔ دیکھو اس کتاب کے چھٹے جز کے صفحہ ۱۷۴ کو۔ اگر جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت میں یا آپ کے ذکر شریف کی تعظیم کی وجہ سے کھڑے ہونے میں ذرہ برابر بھی قباحت ہوتی تو ایسے جلیل القدر عالی مرتبت علامۂ وقت کب کھڑے ہوتے اور باقی تمام علماء اور فضلاء ان کے ساتھ کیوں کھڑے ہوئے، جائے خیال اور محل فکر ہے۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ جن کا انتقال ۵۴۴ ہجری کو ہوا ہے۔ شفا میں لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی شریف میں بیٹھے تھے، خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی اپنے خدم وحشم کے ساتھ داخل ہوا، شور سن کر امام نے خلیفہ سے کہا: اس مسجد شریف میں اپنی آواز بلند نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اپنی آواز کو آپ کے سامنے پست رکھتے ہیں اور ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں۔ اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور احترام آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح پر ہے جس طرح پر آپ کی حیات میں تھی۔ خلیفہ بہت خاموشی کے ساتھ امام کی بات سنتا رہا، پھر اس نے امام سے کہا: اے ابو عبداللہ! میں سلام پڑھنے کے بعد قبلہ رو ہو کر دعا کروں، یا آپ ﷺ ہی کی طرف اپنا منہ رکھتے ہوئے دعا کروں۔ امام نے کہا: دعا کیلئے آپ کی طرف سے اپنا منہ قبلہ کی طرف کیوں پھیرتے ہو، وہ تو قیامت کے دن تمہارا اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں۔ تم ان ہی کی طرف اپنا منہ رکھو اور ان کو اللہ کی جناب میں شفیع بناؤ، ان کو شفیع بنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تھا، اگر اس وقت تمہارے پاس آتے اور خدا سے معافی چاہتے اور رسول ﷺ ان کے واسطے بخشش طلب کرتے تو وہ دیکھ لیتے کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ النساء: ۶۴)

اس کے بعد قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور حرمت آپ کی وفات شریف کے بعد جس وقت آپ کا ذکر شریف کیا جائے یا آپ کی حدیث شریف بیان کی جائے یا آپ کی سنت کا بیان ہو، یا آپ کا اسم شریف سنا جائے، یا آپ کی سیرت مبارکہ سنی جائے، اسی طرح پر ہے جس طرح آپ کی حیات طیبہ میں آپ کی تھی اور اسی طرح آپ کی آل وعترت واہل بیت وصحابہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم کی جائے۔

ابوابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ آپ کا ذکر شریف کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر شریف کیا جائے تو وہ باخضوع، باخشوع، باوقار اور پرسکون رہے۔ اس پر آپ کی ہیبت اور اجلال غالب ہو، وہ اسی طرح باادب رہے جس طرح آپ کے سامنے اس کو باادب رہنا چاہئے تھا، اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کا ادب کرنے کو کہا ہے۔ اس کے بعد قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ہمارے سلف صالح اور ہمارے گزرے ہوئے ائمہ کا یہی طریقہ رہا ہے۔ **رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وافاض علینا من برکاتہم ومعارفہم**

یہ ہے علماء دین کے اقوال اور تحریرات کا خلاصہ جس پر آٹھ سو سال سے مسلمانانِ عالم کا عمل درآمد ہوتا چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ ہدیٰ پر چلنے کی توفیق عنایت کرے، کج روی، قساوتِ قلب اور تعصب بیجا سے سب کو محفوظ رکھے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ، رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ (سورۃ آل عمران: ۸،۹)

میں اس رسالہ شریفہ اور عجالہ لطیفہ کو مقبول بارگاہِ کبریا، حامی راہِ شریعت، واقف اسرارِ طریقت، پیرومرشد برحق جناب سیدہ الوالد حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین فاروقی مجددی دہلوی علیہ الرحمہ **وافاض علینا من برکاتہ** جن کے شایانِ شان یہ شعر پاتا ہوں:

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق		**ہر ہوسناکے نہ داند جام و سنداں باختن**

ترجمہ: ایک ہاتھ میں عشق کا پیالہ اور ایک ہاتھ میں عشق کا اہرن، ہر حریص ولالچی نہیں جانتا پیالہ اور اہرن کھیلنا ہے۔

اور جن کے اسم گرامی کی مناسبت سے اس رسالے کا نام "**خیر المورد فی احتفال المولد**" رکھا گیا ہے۔ ایک مکتوب ہدایت اسلوب اور چند ملفوظات قدسی ساعت اور قدرے کلام گوہر نظام پر ختم کرتا ہوں۔ "**لیکون ختامھا مسک**"

حافظ محمد وزیر خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ایک عریضہ کوئٹہ بلوچستان (پاکستان ارسال کیا)۔ میلاد شریف کے بارے میں آپ سے کچھ دریافت کیا تھا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ محمد وزیر خاں کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو تمہارا خط محررہ ۲۶ اگست پہنچا، تم نے لکھا ہے کہ دیوانِ اسعد، میں اسعد نے مولود شریف کی تردید کی ہے، ان

منکرین مولود کے جو بڑے تھے۔ مولوی رشید احمد خاص ان کے ہاتھ کی دستخطی اور مہری تحریر ہمارے پاس موجود ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ لوگ میرے اوپر محض بہتان باندھتے ہیں، مولود شریف کو مستحب سمجھتا ہوں اور یہ جھگڑے تو تمہارے شہر میں ہر گلی کوچہ میں بکثرت موجود ہیں اور ہمارا مولد شریف کا پڑھنا بھی انشاءاللہ مشہور ہے۔ ابھی سال میں ربیع الاول کی بارھویں شب کو ہم نے دہلی میں مولد شریف پڑھا ہے۔

آگے چل کر آپ تحریر فرماتے ہیں:

غیر مقلدوں کے بڑے ماہر پیر حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اور محدثوں کے بڑے دستگیر حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ مولد شریف کو اچھا اور بہتر جانتے ہیں اور مولد شریف کے منکر کو بدقسمت اور بے نصیب اور بے ادب کہتے ہیں۔ حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا ایک رسالہ ہے اس کا نام "**حسن المقصد فی عمل المولد**" ہے اس میں حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: مولد شریف کرنا بدعت حسنہ ہے۔ جیسے مدرسہ بنانا، کتاب تصنیف کرنی، پوری عبارت عربی کی ہم نے مولوی مشتاق احمد کو لکھ کر بھیج دی ہے اور علامہ یوسف ابن اسماعیل نبہانی رسالہ "**نظم الدیع فی مولد النبی الشفیع**" میں فرماتے ہیں:

و اعلم بان من احب احمدا		لابدا ان یھوی اسمه مرددا
لذاک اهل العلم سنوا المولدا		من بعده فکان امرا رشدا
ارضی الوری الاغواۃ نجدا		

ترجمہ: اور خوب جان لو کہ جو احمد ﷺ سے محبت کرتا ہے، ضروری ہے کہ اس کے اسم کو بار بار بلند کرے

اس لئے اہل علم نے میلاد کا طریقہ رائج کیا جو ان کے بعد ایک درست کام ہے

چند سرکش نجدیوں کے ساری مخلوق راضی ہے ۔

غرض ہم لوگوں کے نزدیک یہ عمل مبارک مولد شریف کا پڑھنا مفتاح سعادت دو جہاں اور مصباح ہدایت انس وجاں ہے، باقی جھگڑے کی باتیں اپنے شہر کے مولویوں سے تحقیق کرو، اس پرچہ کو احتیاط سے رکھو، انشاءاللہ تعالیٰ گیارہ بارہ شوال تک دہلی کا ارادہ ہے۔ والسلام۔ ہشتم رمضان المبارک سہ شنبہ ۱۳۲۸ھ ہجری۔

آپ نے مکتوب شریف میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی جس تحریر کا حوالہ دیا ہے، وہ ذیل میں نقل کرتا ہوں:

ذکر میلاد فخر عالم ﷺ کا مندوب و مستحب ہے، اگر روایات صحیحہ سے بیان ہو اور کوئی امر مکروہ وغیر مشروع اس میں مضموم نہ ہو، چنانچہ اس امر کو بار ہا بتصریح یہ عاجز لکھ چکا ہے اور براہین قاطعہ میں اس کے جواز وندب کی تصریح کی گئی ہے، کسی کو اس پر اعتراض نہیں جو کچھ بحث وکلام ہے وہ سب قیود زوائد میں ہے اور بس، مکار حسادکو یا نظر نہیں یا فہم نہیں اور اسی طرح اپنے اساتذہ ومشائخ کا عملدرآمد دیکھا جو کچھ کہ اہل عناد نے انکار نفس مولد شریف کا اتہام بندہ اور احباب بندہ پر لگایا ہے وہ محض افترا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ مہر۔

آپ نے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی عبارت کا جو کہ ان کے رسالہ حسن المقصد میں ہے، حوالہ دیا ہے، اس کا مکمل ترجمہ اس رسالہ کے شروع میں فقیر نے لکھ دیا ہے۔ چوں کہ رسالہ حسن المقصد چھپ چکا ہے اور اس عبارت کو علماء نے اپنی کتابوں میں مثلاً الدر المنظم اور احسن الکلام میں نقل کر دیا ہے اس لئے اس کو نقل نہیں کیا ہے۔

آپ نے مولوی مشتاق احمد صاحب کا ذکر فرمایا ہے۔ مولوی صاحب انبیٹھہ کے رہنے والے تھے، طریقہ چشتیہ صابریہ میں بیعت ومجاز تھے، دہلی میں سالہا سال بہ سلسلہ ملازمت ان کا قیام رہا، حضرت والد ماجد کی خدمت بابرکت میں روز حاضر ہوتے تھے، اگرچہ آپ سے بیعت نہ تھے لیکن بہ درجہ اتم آپ کے مخلص اور

مداح تھے۔ ۱۳۵۲ ہجری کو سملہ شمر ہل میں فقیر سے آپ کی ملاقات ہوئی۔حضرت سیدی الوالد علیہ الرحمہ کا ذکر خیر کرتے رہے اور اخیر میں کہا: حضرت شاہ صاحب کو یہ سب دولت ان کے اخلاص کی بدولت ملی تھی، ان کا ہر کام اخلاص پر مبنی تھا۔ اس وقت مولوی صاحب کی عمر نوے سال کی تھی اور اپنی تالیفات کے بارے میں بتایا کہ قریب ایک سو کے ہیں۔ کنجپورہ ضلع کرنال میں جاکر مقیم ہو گئے تھے۔ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۶۲ ہجری کو اس سرائے فانی سے رحلت فرما ہوئے۔

آپ نے علامہ نبہانی علیہ الرحمہ کے خمسہ کا ایک بند تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے: اس کا ترجمہ کسی عالم سے دریافت کرلو، لہٰذا اس بند کا ترجمہ لکھا جاتا ہے:

خوب سمجھ لو جو شخص جناب احمد مجتبیٰ ﷺ سے محبت رکھتا ہے، یقیناً وہ آپ کے اسم مبارک کو پڑھ کر خوش ہوگا، یعنی آپ کے ذکر خیر کو بار بار سننا پسند کریگا، اسی لئے اہل علم نے آپ کے بعد مولد شریف کی سنت کو رواج دیا ہے جو کہ ایک فعل رشید اور مستقیم ہے، جس نے بجز نجد کے سرکشوں کے تمام دنیا کو خوش کیا ہے۔

علامہ نبہانی علیہ الرحمہ نے صحیح کہا ہے کہ بجز محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے متبعین اور ہم خیالوں کے تمام دنیا کے مسلمان اس سنت حسنہ سے از حد مسرور و شاداں ہیں۔

حضرت سیدی الوالد علیہ الرحمہ سے پہلی ربیع الآخر ۱۳۳۳ ہجری کو حلقہ شب میں میلاد شریف کے متعلق چند سوالات کئے گئے۔ آپ نے ان کے جوابات دیئے۔ ان سوالات اور جوابات کو ایک مخلص صاف کیش نے قلم بند کرلیا تھا، ان کو تحریر کرتا ہوں:

سوال: پہلے تین قرون میں میلاد شریف کی خوشی اس طرح پر نہیں ہے؟

جواب: اس وقت مسلمان کو گھر میں بیٹھنے کی فرصت کہاں تھی، جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ اسلام اور دیگر بڑے بڑے کام کرنے میں مصروف تھے، اب وہ کام کہاں ہیں، لوگ غفلت میں پڑ گئے ہیں، اس لئے ہمارے نزدیک اپنے نبی کریم ﷺ کے حالات معجزات اور ہر وقت کی دعاؤں کا معلوم کرنا صرف مستحب ہی نہیں بلکہ قریب قریب واجب اور فرض کے ہیں۔

سوال: آپ میلاد شریف کی محفل کو بتیوں اور پھولوں سے آراستہ کرتے ہیں؟

جواب: لوگوں کو دین کی رغبت کم ہوگئی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ وہ کسی طرح آکر آپ کا ذکر پاک سن لیں تاکہ ان کو دین کا شوق پیدا ہو۔

آپ کے ارشاد مبارک کو حدیث شریف:

"إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَىٰ"

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو وہ نیت کرے۔

(صحیح بخاری، رقم:۱، سنن ابن ماجہ رقم: ۴۲۲۷، سنن ابی داؤد، رقم: ۲۲۰۱)

کی روشنی میں دیکھنا چاہئے تاکہ اچھی طرح واضح ہو:

بر طریق ادب نگہ می دار		دم مزن بر کلام شاں زنہار
ہرچہ فہم توزاں بود قاصر		مکن آں راز رابا بلھی انکار

ترجمہ: ادب کے طریقہ پر نگاہ رکھ، ان کے کلام پر ہرگز کوئی اعتراض نہ کر
ہر وہ جس کے سمجھنے سے تیری عقل قاصر ہو اس راز کا بیوقوفی سے انکار مت کر۔

سوال: کیا محفل میلاد شریف میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف لاتے ہیں یا آپ کی روح پرفتوح تشریف لاتی ہے؟

جواب: یہ کہنا درست نہیں، آفتاب اپنی جگہ پر رہتا ہے، اس کا نور عالم میں پھیلتا ہے۔ صوفیوں کے نزدیک جو آپ ﷺ کا تشریف لانا ثابت ہے، اس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں آپ ﷺ کی محبت ہوتی ہے، جب وہ اپنے محبوب کا ذکر سنتے ہیں اور ان میں ذوق وشوق کی حالت پیدا ہوتی ہے تو آپ ﷺ کے انوار و برکات ان کے دلوں پر مثل آفتاب کی شعاعوں کے آ گرتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں لیکن یہ بات ہر ایک کو کہاں حاصل ہے:

روشن از پر رویت نظرے نیست که نیست		منت خاک درت بر صرے نیست که نیست
ناظر روئے تو صاحب نظران اندولے		شوق دیدار تو در هیچ سرے نیست که نیست
نه من دل شده از شوق تو خونیں جگرم		از غم عشق تو پر خون جگرے نیست که نیست

ترجمہ: دیکھنے اور دیدار سے زیادہ روشن کوئی نظر نہیں ہے تو نہیں ہے۔ تیرے در کی مٹی کا احسان نہیں ہے تو نہیں ہے۔

تیرے چہرے کو دیکھنے والے صاحب نظر ہیں اور لیکن، تیرے دیدار کا شوق کسی سر میں نہیں ہے تو نہیں ہے

تیرے شوق سے مرا دل وجگر زخمی نہ ہوا ہوتو، تو ترے عشق کے غم سے کوئی جگر خون سے بھرا ہوا نہیں ہے تو نہیں ہے

کسی نے خوب کہا ہے:

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے		دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

سوال: بعض لوگ سال بہ سال تاریخ معین پر مولود شریف پڑھنے کو ہندوستان کے جنم کنہیا سے مشابہت دیتے ہیں اور مولود شریف کے منکر ہیں اور نماز میں حضور پرنور ﷺ کے خیال شریف آنے سے العیاذ باللہ گدھے یا کسی اور چیز کے خیال آنے کو بہتر بتاتے ہیں اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے اعتقادات کو اچھا کہتے ہیں۔

جواب: جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں، وہ سخت گمراہ، بے ادب اور خراب ہیں۔

بایدت اول ادب اندوختن		بس دگر آن را ادب آموختن
هرچه بر تو آید از ظلمات غم		آن ز بے باکی وگستاخی است هم
بے ادب تنها نه خود را داشت بد		بلکه آتش در همه آفاق زد
از خدا خواهیم توفیق ادب		بے ادب محروم گشت از لطف رب

ترجمہ: پہلے تجھے ادب کو جمع کرنا چاہیے، پھر دوسرے کو ادب سکھانا چاہیے

ہر جو تجھ غم کی تاریکیوں سے آئے، وہ بھی بے باکی اور گستاخی سے ہے۔

بے ادب اکیلا اپنے آپ کو برائی میں نہیں ڈالتا، بلکہ آگ تمام دنیا میں پھیلاتا ہے

خدا سے ہم اداب کی توفیق چاہتے ہیں، بے ادب رب کے لطف وکرم سے محروم رہتا ہے

فقیر مؤلف رسالہ ''اصلح اللہ شانہ والھمہ الصواب'' کہتا ہے: افسوس ہے ان لوگوں پر کہ یہ جناب حبیب خدا ﷺ کے خیال شریف اور ذکر شریف کے بارے میں کیسے الفاظ مستہجنہ (یعنی قبیحہ) اور عبارات سیۂ (یعنی بری) کا استعمال کرتے ہیں۔ ذرا خیال نہیں کرتے کہ اللہ آپ ﷺ کے ادب کی کتنی تاکید فرماتا ہے:

''یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا''

توجمہ: اے مسلمانو! پیغمبر کو ''راعنا'' کا لفظ مت کہو بلکہ ''انظرنا'' کا لفظ کہو۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۰۴)

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت: حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ جن کا انتقال سو سال کی عمر میں ۴۳۰ ہجری کو ہوا ہے۔ اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں لکھتے ہیں۔ دیکھو صفحہ سات کو:

''أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فَضَّلَ مخاطبَةَ المتقدِّمينَ قبلَهُ مِنَ الأَنبياءِ تشريفًا لَهُ، وَإِجلالًا، وَذلِكَ أَنَّ غيرَ هذِهِ الأُمَّةِ مِنَ الأُمَمِ كانوا يقولونَ لِأَنبيائِهِم وَرُسُلِهِم: رَاعِنَا سَمعَكَ، فَنَهَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هذِهِ الأُمَّةَ أَنْ يخاطِبوا رسولهم بِهذِهِ المخاطبَةِ الَّتي فيها مَغمَزٌ وَضَعَةٌ، وَذَمَّهم أَنْ يسلكوا بِنبيِّهِم ذلِكَ المسلكَ، فَقالَ: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا} (سورۃ البقرۃ: ۱۰۴)

توجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تشریف اور اجلال کی وجہ سے مخاطب کرنے اور متوجہ کرنے کے لفظ میں بھی انبیائے ماسبق آپ ﷺ کو ممتاز فرمایا ہے کیونکہ پہلی امتیں اپنے انبیاء اور رسولوں کو مخاطب کرتے وقت ''راعنا'' کا لفظ کہتی تھیں، یعنی آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوں کیونکہ اس لفظ میں کچھ مذمت کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کو ایسے لفظ کے استعمال کرنے سے منع فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں کہ آپ ﷺ سے ایسا لفظ کہا جائے جس میں ذرا بھی مذمت کا پہلو نکلے اور حکم دیا کہ وہ بجائے ''راعنا'' کے ''انظرنا'' کہا کریں۔ یعنی آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوں۔ (سورۃ البقرۃ ۱۰۴) انتہی۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی، ص، ۴۳)

اس آیت شریفہ سے صاف معلوم ہوگیا کہ آپ ﷺ کی بول چال میں اگرچہ کسی لفظ یا عبارت میں کوئی نقصان کا پہلو بھی نکل سکتا ہو تو جناب حبیب اللہ ﷺ کے بارے میں اس کا استعمال ناجائز ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت:

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ مسالک الحنفا کے خاتمہ میں لکھتے ہیں:

وَسُئِلَ القَاضِي أَبُو بَكرِ بنُ العَرَبِيِّ أَحَدُ أَئِمَّةِ المالِكِيَّةِ عَن رَجُلٍ قَالَ: إِنَّ أَبَا النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ - فِي النَّارِ، فَأَجَابَ بِأَنَّ مَن قَالَ ذَلِكَ فَهُوَ مَلعُونٌ لِقَولِهِ تَعَالَى: {إِنَّ الَّذِينَ يُؤذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنيَا وَالآخِرَةِ} (الأحزاب، ۵۷) قَالَ: وَلَا أَذَى أَعظَمَ مِن أَن يُقَالَ عَن أَبِيهِ إِنَّهُ فِي النَّارِ

توجمہ: کسی نے قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے جو آئمہ مالکیہ میں سے ایک امام ہیں، ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو رسول اللہ ﷺ کے آباء کے متعلق کہتا ہے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ قاضی صاحب نے جواب دیا: جو شخص یہ بات کہے وہ ملعون ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

ترجمہ: جو لوگ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت کی پھٹکار ہے۔ (سورۃ الاحزاب: ۵۷)

اس سے بڑھ کر اور کونسی ایذا رسانی ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ کے والد کے بارے میں کہا جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ انتہٰی۔ (الحاوی للفتاوی، ج۲، ص ۲۷۹)

قاضی ابوبکر بن العربی قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کتاب ''**الشفاء بتعریف حقوق المصطفی** ﷺ'' کے استاد ہیں اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ اعلام کے شاگرد ہیں۔ پچھتر سال کی عمر میں ان کا انتقال ۵۴۳ ہجری کو ہوا ہے۔

ذرا خیال کرو کہ جس شخص نے ایک صحیح حدیث کی بنا پر جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں دریافت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''**ان ابی و اباک فی النار**'' ایسی بات کہہ دی ہے۔ اس کے بارے میں آئمہ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''**لاتؤذوا الاحیاء بسب الاموات**''

ترجمہ: مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

اور اس سے بڑھ کر کیا ایذا رسانی ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ کے والد ماجد کے بارے میں کہا جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ لہٰذا ایسے مسائل میں ہم کو قطعاً زبان روکنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جانے اور اس کا کام۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری عبارت:

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تنزیہ الانبیاء کے اواخر میں لکھتے ہیں:

''وَسُئِلَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ، وَالْحَافِظُ قَاضِي الْقُضَاةِ شهاب الدين بن حجر بِمَا نَصُّهُ: مَا قَوْلُ أَئِمَّةِ الدِّينِ فِي هَذِهِ الْمَوَالِدِ الَّتِي يَصْنَعُهَا النَّاسُ مَحَبَّةً فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ غَيْرَ أَنَّ بَعْضَ الْوُعَّاظِ يَذْكُرُونَ فِي مَجَالِسِهِمُ الْحَفْلَةَ الْمُشْتَمِلَةَ عَلَى الْخَاصِّ وَالْعَامِّ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ مَجْرِيَاتٍ هِيَ مُخِلَّةٌ بِكَمَالِ التَّعْظِيمِ، حَتَّى يَظْهَرَ مِنَ السَّامِعِينَ لَهَا حُزْنٌ وَرِقَّةٌ، فَيَبْقَى فِي حَيِّزِ مَنْ يَرْحَمُ لَا فِي حَيِّزِ مَنْ يُعَظِّمُ، مِنْ ذَلِكَ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ: إِنَّ الْمَرَاضِعَ حَضَرْنَ وَلَمْ يَأْخُذْنَهُ؛ لِعَدَمِ مَالِهِ إِلَّا حليمة رَغِبَتْ فِي رَضَاعِهِ شَفَقَةً عَلَيْهِ، وَيَقُولُونَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْعَى غَنَمًا''

ترجمہ کسی نے شیخ الاسلام اور قاضی القضاۃ حافظ شہاب الدین ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے بہ ایں الفاظ دریافت کیا: کیا فرماتے ہیں ائمہ دین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ان میلاد شریف کی محفلوں کے بارے میں جن کو لوگ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں منعقد کرتے ہیں، ایسے عام جلسوں میں جہاں خاص و عام مرد و زن سبھی ہوتے ہیں۔ بعض واعظ اس طرح کے واقعات بیان کرتے ہیں جن کا بیان کرنا آپ ﷺ کے کمال تعظیم میں خلل انداز ہوتا ہے اور جن کو سن کر سامعین پر حزن اور رقت

کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔(یعنی ان کے دلوں میں شفقت اور رحم کی لہریں دوڑتی ہیں) ایسے واقعات کے بیان کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں کے شمار میں آجاتے ہیں جن پر ترس اور رحم کیا جائے، نہ ان لوگوں کے شمار میں جن کی تعظیم اور اجلال کی جائے، منجملہ ان واقعات کے ایک یہ ہے کہ دودھ پلانے والیوں نے آپ ﷺ کو حقیر جانا اور کسی نے بھی آپ ﷺ کو دودھ پلانے پر آمادگی ظاہر نہ کی اور آپ کو نہ لیا، کیونکہ آپ کا مال نہ تھا، دولت نہ تھی، اور حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ پر شفقت کھا کے دودھ پلانے پر رضامند ہوگئیں اور یہ واعظ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ بکریاں چرایا کرتے تھے۔

(الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۲۸۲)

اس کے بعد اس مضمون کا ایک شعر اور ایک مصرع لکھا ہے اور پھر لکھا ہے:

”وَكَثِيرٌ مِنْ هَذَا المعنَى المخِلِّ بِالتَّعْظِيمِ فَما قَولُكُمْ في ذلِكَ؟ .فَأَجَابَ بِما نَصُّهُ: يَنْبَغِي لِمَنْ يَكُونُ فَطِنًا أَنْ يحذِفَ مِنَ الخبرِ مَا يُوهِمُ فِي المخبرِ عَنْهُ نَقْصًا، وَلَا يَضُرُّهُ ذَلِكَ، بَلْ يجب- هَذَا جَوَابُهُ بِحُرُوفِهِ.“

ترجمه: اور اسی قسم کی بہت سی باتیں ذکر کرتے ہیں جو آپ ﷺ کی تعظیم میں خلل انداز ہوتی ہیں، اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کا جواب دیا: وہ بعینہٖ یہ ہے۔

ایسے واعظوں کو اگر ان میں سمجھ ہے مناسب ہے کہ ایسے واقعات اور خبروں کو جن سے ذرا سا بھی نقصان کا شائبہ ان کے بارے میں پیدا ہوتا ہے جن کا ذکر شریف کیا جارہا ہے، ذکر نہ کریں اور پھر جبکہ ایسے امور کے ذکر نہ کرنے سے کوئی مضرت بھی نہ پہنچتی ہو بلکہ واجب ہے کہ ایسے امور کا ذکر نہ کریں، یہ ہے بجنسہٖ وحرفہٖ آپ کا جواب۔

(الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۲۸۲)

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی رسالہ میں یہ مضمون بھی بیان کیا ہے کہ بکریوں کا چرانا پہلے معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن اب عرف اس کے خلاف ہے، بس حرفتیں اور پیشے ایک زمانہ میں معیوب نہیں سمجھی جاتیں لیکن دوسرے زمانے میں سمجھی جاتی ہیں اور ایک شہر میں نہیں سمجھی جاتیں اور دوسرے شہر میں سمجھی جاتی ہیں، فقہاء نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ منہاج میں اس کا پورا بیان ہے۔ انتہی۔

ذرا خیال کرو اور غور سے دیکھو کہ آئمہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے ایسے واقعات کے بیان کرنے سے منع کیا ہے جس کے سننے سے عوام میں آپ ﷺ کی عظمت اور جلیل القدر میں کچھ فرق آنے کا شائبہ پیدا ہوتا ہو، چہ جائیکہ مسائل کے بیان کرنے میں اور تشبیہات کے دینے سے ایسے الفاظ اور عبارت ذکر کئے جائیں، جو ایک ادنیٰ شخص کے بارے میں نہ کہے جائیں اور جن کو سن کر ہر مسلمان کا دل رنج والم سے پارہ پارہ ہوجائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک منافق کی گردن مارنا:

تفسیر روح البیان میں شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ سورۂ عبس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”روی ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بلغہ ان بعض المنافقین یؤم قومہ فلا یقرأ فیھم الا سورۃ عبس فارسل الیہ فضرب عنقہ لما استدل بذلک علی کفرہ ووضع مرتبتہ عندہ وعند قومہ۔ انتھی“

ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ منافقوں میں سے کوئی منافق جو اپنی قوم کا پیش امام ہے وہ نماز میں سورۂ عبس کے سوائے کوئی دوسری سورت نہیں پڑھتا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا جو اس کی گردن کو جا کر اڑا آیا، آپ ﷺ نے اس شخص کے سورۂ عبس کو ہمیشہ پڑھنے سے استدلال کیا کہ وہ اپنی قوم کی نظر میں آپ ﷺ کے قدر اور مرتبہ کو گھٹانا چاہتا ہے اور وہ لائق گردن زنی کے ہے۔ انتہی۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ عبس، تحت الآیۃ: ۳، ج ۱۰، ص ۳۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم، آپ ﷺ کے افعال مبارکہ کی تعظیم، آپ ﷺ کے اقوال طیبہ کی تعظیم، آپ ﷺ کے اوصافِ شریفہ کی تعظیم، آپ ﷺ کے ذکر شریف کی تعظیم اور آپ ﷺ کی ہر ہر بات کی تعظیم مسلمان کیلئے لازمی اور ایمان کا جزو ہے۔ محفل میلاد شریف کی نسبت جناب رسول اللہ ﷺ سے کی گئی ہے۔ محفل میلاد نبوی ﷺ اس کا نام ہے۔ بارہ ماہ مبارک ربیع النور کی نسبت جناب رسول اللہ ﷺ سے کی گئی ہے۔

اس کا نام تمام عالم اسلام میں یوم عید میلاد النبی ﷺ ہے۔ صرف اسی نسبت کی وجہ سے ہم پر اس محفل مبارک اور اس یوم مبارک کی تعظیم واجب ہے۔

حضرت سیدی ابو الدر علیہ الرحمۃ کو ایک شخص نے بہت القاب و آداب خط میں تحریر کئے ہیں، آپ نے خط کے پشت پر یہ تین شعر تحریر فرما دیئے:

نه جنابم، نه شه، نه مولانا		بندۂ آستانه عمرم
گر کنی نستم به آن درِ فیض		هرچه گفتی ازاں بلند ترم
ور کنی زیں اضافه فی الجمله		زشت کردار خیر محتقرم

ترجمہ: نہ میں جناب ہوں نہ بادشاہ ہوں نہ مولانا، اپنی زندگی کے آستانے کا غلام ہوں،
اگر کرے تو (تعریف) نہیں ہوں میں اس فیض کے در سے بہتر، ہر جو کہے تو اس سے بلند تر ہوں میں،
اگر تو فی جملہ اس میں اضافہ کرے، خیر کے کردار کی برائی سے حقیر ہوں میں۔

عمر سے مراد آپ کے والد ماجد حضرت شاہ محمد عمر علیہ الرحمۃ ہیں۔ یہ ہے بزرگانِ دین کا طریقہ جو بیان ہوا۔ **وافاض علینا من علومھم و برکاتھم**

علماء میں اختلاف ہوا ہی کرتا ہے۔ ہر ایک اپنے مسلک کی اشاعت کرتا ہے جو لوگ کسی وجہ سے محفل مبارک میلاد شریف کو بہ ہیئت کذا منعقد کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے وہ دلائل سے اپنے مسلک کو ثابت کریں۔ سوقیانہ الفاظ اور عامیانہ انداز سے اجتناب کریں، تعصب کی وجہ سے دولت ایمان کو برباد نہ کریں۔

ھدانی اللہ وایاھم لما فیہ فلاح دیننا و دنیانا۔ اب میں موضوع سابق کی طرف آتا ہوں کسی نے آپ سے قیام کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: قیام اگر اس طرح کیا جائے کہ اس میں شرک آجائے تو وہ ناجائز ہے۔

ہر وقت، ہر لمحہ اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف رب العالمین ہی کی شان ہے۔ ہاں آپ ﷺ کی محبت اور تعظیم کی وجہ سے قیام کرنا بہتر ہے۔ ہم آپ کا ذکر شریف کرتے ہیں، ہم کو ذوق اور شوق پیدا ہوتا ہے، ہم قیام کرتے ہیں، اگر کسی شخص کو ذوق وشوق پیدا نہ ہوا اور آپ ﷺ کی محبت میں قیام نہ کرے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے۔

کلام گوہر نظام وعلیہ الختام

جس گھر میں ذکر مولدِ خیر البشر ہوا		عالی زیادہ قصرِ فلک سے وہ گھر ہوا
کیونکر نہ ہو کہ اس شہ والا کا ذکر ہے		جس کا وزیر روح قدس چرخ پر ہوا
وہ مہرِ اوج قدس وہ شمع جمال حق		دو ٹکڑے ایک اشارے سے جس کے قمر ہوا
وہ سرورِ زمین و زماں، جاں، دو جہاں		دم بھر میں عرش و فرش سے جس کا گزر ہوا
وہ شاہ جس کے سایہ احساں کے رو برو		شرمندگی سے غرق عرق ابرتر ہوا
وہ جس کے آستانہ علیا کے سامنے		افسانہ بہشت بریں مختصر ہوا
ہم لوگ کیوں نہ فدا اس پہ اپنی جاں کریں		جب سجدہ گاہِ حور و ملائک وہ در ہوا
دیوار و در وہاں کے ہوئے خالِ روئے عرش		اور سایہ نورِ دیدۂ اہل نظر ہوا
ہے سلسبیل چشمہ زرقا سے منفعل		طوبیٰ کو غم ہے کیوں نہ وہاں کا شجر ہوا
واں کے ضعیف پر نہیں پاتے قوی فروغ		عصفور کو وہاں کے شرف باز پر ہوا
ملتی ہے صورت ان کی بہت لامکان سے		نورِ خدا ہر ایک مکاں سر بہ سر ہوا
عشق نبی ﷺ سے ہو، اسے حق سے ہے		احمد ﷺ میں صاف نورِ احد جلوہ گر ہوا
کچھ خوف مجھ کو تیرگیٔ گور کا نہیں		نورِ محبت نبوی ﷺ ساتھ اگر ہوا
ہاں ایک نگاہِ بندہ نوازا ادھر بھی ہو		وہ کون ہے جو تم سے نہیں بہرہ ور ہوا
پہنچے نہ باغ طیبہ تک افسوس خیر ہم		آئی خزاں ربیع کا موسم بسر ہوا

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

چہار شنبہ ۱۰ ذی قعدہ الحرام ۱۳۷۲ ہجری، ۲۲ جولائی ۱۹۵۳ میلادی خانقاہ حضرت غلام علی شاہ معروف بہ درگاہ شاہ ابوالخیر بازار چتلی قبر۔ دہلی

سوال: (۱۳۶) اعتراض کے طور پر دیوبندیوں کے مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا

۷۔ مزارات اولیاء اللہ پر حاضری وہاں دعائیں مانگنا ان کا عرس منانا موجب ثواب و برکت ہے۔ (تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص، ۵۳۴)

الجواب:

حضرت مجدد الف ثانی ﷺ کا آخری عرس:

ماہ صفر کے اخیر میں جب حضرت مجدد الف ثانی ﷺ کے عرس کا موقعہ آیا۔ تو حضرت قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم ﷺ نے حسب سابق عرس کیا۔ طرح طرح کے کھانے میوے اور حلوہ جات حضرت قیوم اول مجدد الف ثانی ﷺ کی روح پر فتوح کے لیے لوگوں میں تقسیم کئے۔ عین عرس کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے پھر لوگوں کو وصیت فرمائی کہ ہمارا دل بے اختیار اس بات پر مائل ہے کہ ربیع الاول کے پہلے ہفتے ہم جناب رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس مدعا کو پورا کرے گا۔ عرس کے بعد آپ ﷺ پر مرض کا زیادہ غلبہ ہوگیا۔

(روضۃ القیومیہ، ج، ۲، ص، ۲۶۹)

آنحضرت ﷺ مریض کی بیمار پرسی اور مردہ کی تعزیت کے لیے تشریف لے جایا کرتے۔ ہر سال دو عرس کرتے ایک جناب پیغمبر خدا ﷺ کا اور دوسرا حضرت مجدد الف ثانی ﷺ کا۔ ان دونوں عرسوں پر حافظ لوگ قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ طرح طرح کے کھانے حلوے میوے اور مٹھائیاں لوگوں میں بانٹی جاتیں۔

(روضۃ القیومیہ، ج، ۲، ص، ۲۶۲)

زبان مبارک پر آخری لفظ السلام علیک یا نبی اللہ! ﷺ تھا۔

مرأت جہاں نما میں لکھا ہے کہ حضرت قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم ﷺ نے آخری وقت میں "السلام علیک یا نبی اللہ! ﷺ" فرمایا۔ صحیح روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فرزند حضرت مروج الشریعت ﷺ نے اپنے وصال کے وقت یہی کہا۔ ممکن ہے کہ دونوں بزرگوں سے ایک ہی بات ظہور میں آئی ہو۔

(روضۃ القیومیہ، ج، ۲، ص، ۲۷۱)

عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کا اہتمام:

حضرت قیوم رابع خواجہ محمد زبیر ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے چچا شیخ محمد ہادی ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میں حضرت مروج الشریعت ﷺ کا عرس ۱۹ ربیع الاول کو بڑے پر تکلف انداز میں کیا کرتا تھا۔ مجھے الہام ہوا کہ اسی مہینے میں ہمارے محبوب کا عرس ہے اور اسی میں تیرے باپ کا۔ تو اپنے باپ کا عرس کرتا ہے لیکن ہمارے محبوب کا عرس نہیں کرتا۔ یہ الہام ہوتے ہی مجھ پر رعب سا چھا گیا۔ میں نے ۱۲ ربیع الاول کو جناب سرور کائنات ﷺ کا عرس مقرر کیا اور جو ثواب مجھے اس عرس سے حاصل ہوا اُسے میں نے اپنے والد بزرگوار سے بیان کیا۔ ۱۹ ربیع الاول کو بھی طعام پکا کر لوگوں کو تقسیم کیا۔

جب ربیع الاول کی گیارہویں تاریخ ہوئی۔ تو آنحضرت پر مرض کا غلبہ بہت تھا آپ کی پیشانی پر ورم ہوگیا۔ اپنے فرزند کو بلا کر فرمایا۔ کہ میری یہ حالت ہوگئی ہے۔

تم جناب پیغمبر خدا ﷺ کا عرس بدستور کرنا۔اس کام سے جلدی فارغ ہونا کیونکہ اور کام درپیش ہے صاحبزادوں نے حسب الاشاد بارہویں۔ربیع الاول کی رات شہر کے تمام آدمیوں کو عرس کے لئے بلایا اور طرح طرح کے کھانے حلوے عطریات میوے اور سامانِ عرس مہیا کیا۔عشاء کے بعد تیسرا حصہ رات گزرنے پر عرس سے فارغ ہوئے تو سب وضیع وشریف آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے سب کو رخصت کیا۔

(روضۃ القیومیہ،ج،۲،ص،۳۲۲)

شیخ ہادی کی وفات ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی:

میرے والد بزرگوار فرماتے ہیں کہ جب لوگ چلے گئے تو آنجناب ﷺ نے لباس تبدیل کیا اور پیشاب کرنے اٹھے۔جب پیشاب کرنے لگے تو فرمایا اللہ اکبر! اسی وقت کا ڈر تھا پیشاب نہ کیا۔پھر چارپائی پر تکیہ لگایا۔سورۃ یٰسین پڑھنا شروع کی۔اتنے میں پھر بڑے بڑے حضراتِ احمدیہ ومعصومیہ جمع ہو گئے کسی نے آپ ﷺ کو ان کے آنے کی اطلاع دی۔آنحضرت ﷺ نے ان کی تعظیم کے لیے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھے اور سورۃ یٰسین پڑھتے رہے۔ابھی سورۃ ختم نہ ہونے پائی تھی کہ اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔اور اپنی جان کو جناب سرور کائنات ﷺ پر نثار کر دیا۔

(روضۃ القیومیہ،ج،۲،ص،۳۲۳)

حضرت مجدد الف ثانی کے عرس پر سلطنت مغلیہ کی تقسیم کا اعلان ہوا:

جس دن حضرت مجدد الف ثانی ﷺ کا عرس مبارک تھا اور ملک کے مختلف حصوں سے بڑے بڑے روسا حاضر تھے۔شاہجہاں بھی چاروں بیٹوں سمیت وہاں عرس کی تقریبات میں حاضر ہوا۔آنحضرت ﷺ کی زیارت کے بعد تمام امراؤ زراء وغیرہ کے روبرو وہ عہد نامہ ایک شخص کو دیا کہ پڑھ کر سنائے۔اس نے شاہی حکم نامے کے مطابق برسرِ عام اس عہد نامے کو پڑھا۔اور اس بارے میں حاضرین کو گواہ بنایا۔اس معاملہ کے تین روز بعد بادشاہ نے اس محل میں جو سرہند میں بنوایا تھا ایک بڑا جشن کیا۔اور آنحضرت ﷺ سے بھی درخواست کی کہ تشریف لائیں۔

(روضۃ القیومیہ،ج،۲،ص،۱۵۹)

حضرت علامہ شیخ بدرالدین،نقشبندی مجددی سرہندی،قدس سرہ،لکھتے ہیں:

وآن حضرت ہر سال در ایام عرس حضرت خواجہ قدس سرہ بدھلی تشریف می بردند الاماشاءاللہ سبحانہ۔

ترجمہ: آپ (حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) ہر سال حضرت خواجہ (قطب الارشاد محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کے عرس کے زمانے میں دہلی تشریف لے جاتے تھے الا ماشاءاللہ۔

(حضرات القدس،ج،۲،ص،۵۶،ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

باب نمبر ۶۳

علم ظاہر کے استاد سے علم باطن کے استاد کی فضیلت زیادہ ہے:

سوال: (۱۳۷) معترضین کے مفتئ اعظم پیر محمد چشتی لکھتے ہیں:

پیر کا مرتبہ وحق استاد کے مرتبہ وحق سے زیادہ کہہ کر آپ علماء ومدرسین سے انکے شاگردوں کو کاٹ رہے ہیں جبکہ میرے نزدیک آپکا یہ فتویٰ بھی بے بنیاد وغلط ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ جس مذہبی استاد وشیخ نے مذہبی علوم پڑھا کر علم وعمل کے صراط مستقیم پر لگایا ہو۔ اسکا مرتبہ موجودہ زمانہ کے رسمی پیر سے بدرجہا بہتر وافضل ہے۔

الجواب:

شیخ المشائخ ابونصر عبداللہ بن علی بن سراج طوسی، قدس سرہ، متوفی، ۳۷۸ھ لکھتے ہیں:

وقال الجنید علیہ الرحمۃ: ما عندی عصابۃ ولا قوم اجتمعوا علی علم من العلوم اشرف من ھذہ العصابۃ، ولا اشرف من علمھم، ولا ذلک ما جالستھم۔

ترجمہ: حضور سیدی سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: میں نے کوئی گروہ علماء کا ایسا نہیں دیکھا جو گروہ صوفیہ سے زیادہ فضیلت رکھتا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو میں ہرگز صوفی علماء کی صحبت اختیار نہ کرتا۔

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب، آداب المتصوفۃ، ص، ۱۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وقال ذو النون المصري رحمه الله تعالى: ركضت أرواح الأنبياء في ميدان المعرفة فسبقت روح محمد صلى الله عليه وسلم إلى روضة الوصال.

فإن قيل: أيهما أفضل: العارف بالله تعالى أم العالم بأحكام الله تعالى؟ فالجواب قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام قدّس الله تعالى سره: العارف أفضل، لأن العلم يشرف بشرف معلومه، والمعرفة: العلم بصفات الله تعالى، والعلم بها أفضل من كل معلوم سواها لتعلّقه بأشرف المعلومات.

وأما قوله تعالى: إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ فالمراد العلماء العارفون به وبصفاته. كما روي عن ابن عباس رضي الله

تعالی عنهما، لا يجوز الحمل على من سواهم لأن الغالب عليهم عدم الخشية وخبر الله تعالى صدق فلا يحمل إلا على من عرفه وخشيه.

وقول بعضهم: العمل المتعدي خير من العمل القاصر يرده أن الإيمان أفضل الأعمال وهو قاصر، وقد قدم عليه الصلاة والسلام التسبيح عقيب الصلوات وفضله على التصدق بفضول الأموال مع تعدي نفعه إلى الفقراء.

ترجمه: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے "میدان معرفت میں انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح نے دوڑ لگائی حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک وصال کے گلشن کی طرف سب سے آگے نکل گئی۔"

اگر یہ پوچھا جائے کہ عارف باللہ افضل ہے یا احکامِ الٰہیہ کا عالم افضل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سیدنا سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عارف باللہ افضل ہے۔ کیونکہ علم اپنے معلوم کے مطابق افضل ہوتا ہے۔ معرفت رب تعالیٰ کی صفات کا علم ہوتا ہے۔ ان کا علم ہر معلوم کے علم سے افضل ہے کیونکہ ان کا تعلق معلومات میں سے افضل کے ساتھ ہے۔ یہاں رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ، (فاطر:۲۸) اس جگہ علماء سے مراد وہ علماء ہیں جو حق تعالیٰ کی صفات کا عرفان رکھتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر علماء پر اسے محمول کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ ان پر خشیت کا غلبہ نہیں ہوتا۔ رب تعالیٰ کا فرمان سچ ہے اسے صرف اس پر محمول کیا جائے گا جو رب تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہو۔ اور اس سے ڈرتا ہو۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ عمل متعدی عمل قاصر سے بہتر ہے۔ ایمان افضل اعمال میں سے ہے یہ عمل قاصر ہے جبکہ حضور ﷺ نمازوں کے بعد تسبیحات کہتے تھے۔ اسے اموال صدقہ کرنے سے افضل قرار دیا ہے۔ حالانکہ صدقات کا نفع فقراء کو ہوتا ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۱، ص۴۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

درویش کی ابتداء عالم کی انتہا:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وقد قال اليافعى رضى الله عنه: مكثت نحو عشر سنين وانا بين خاطرين: خاطر يدعونى الى طريق الفقهاء وآخر يدعونى الى طريق الفقراء، فاجتمعت بشخص من اولياء اليمن، فكاشفنى وعرف ما فى قلبى، وقال رضى الله عنه: يا ولدى مبتدأ الفقير نهاية الفقيه، لان مبتدأ الفقير الفقر من كل شئ، والاخلاص لله تعالىٰ فى جميع عبادات، ولا يطلب منه عوضا على عباداته، وهذا نهاية الفقيه، ثم يترقى الفقير فى درجات القرب والمواهب، ثم قال: احببت ان اريك شيئا من ثمرة العلم الذى تريده وثمرة الفقر، فارسل الى شخص من اكابر العلماء ان ياتى، وامر الجماعة ان لا يقوموا له ولا يفسحوا له، فجاء فلم يجد الا موضع النعال ولم يلتفت احد اليه فتكدر وكاد ان يكفرهم، فقال له الشيخ: يا فقيه اجد فى نفسى منك شيئا، فقال: وانا

ایضا فی نفسی منکم شیئان، وقرن بین اصبعیه وولی ساخطا یسب الشیخ وجماعته، فقال: انظر ثمرة هذا العلم الذی تریده، ثم ارسل الی فقیر من آحاد الفقراء، فجاء ووقف ولم یجد الا کالاول، وسلم ولم یرد علیه احد السلام سوی واحد، فضحک ووقف عند النعال وادارها لهم، فقال له الشیخ: انا فی نفسی منک شیء، قال: یا سیدی انا اقول استغفر الله، وکشف رأسه، فقال: انظر ثمرة طریق الفقراء۔ قال: فلزمت طریق الفقراء الی ان صرت کما ترونی۔

ترجمہ: اور امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں دس برس تک دو خیالوں میں متردد رہا ایک خیال مجھ کو فقہاء کے طریقہ کی طرف بلاتا تھا اور دوسرا خیال صوفیہ کے طریقہ کی طرف، پھر میں اولیاء یمن میں سے ایک شخص سے ملا تو اس نے کشفی طور پر میرے دل کی حالت معلوم کر لی اور کہنے لگے کہ برخوردار من! درویش کی ابتداء عالم کی انتہا ہے (یعنی صوفی پہلے ہی دن جس مقام پر پہنچتا ہے عالم اخیر درجہ میں اس پر پہنچتا ہے) کیونکہ صوفی کی ابتدا یہ ہے کہ (خدا کے سوا) ہر چیز سے بے رغبت (اور بے التفات) ہو جائے اور تمام عبادات میں حق تعالیٰ کے لیے نیت کو خالص کرے اور اپنی عبادات پر اس سے عوض کا طالب نہ ہو اور یہ (مقام) عالم کی انتہا ہے پھر درویش (اپنی قسمت کے موافق درجات قرب اور عطیات الٰہی میں (اس سے آگے بھی) ترقی کرتا ہے (اور علماء ظاہر کو اس سے آگے کچھ نصیب نہیں ہوتا)۔

پھر فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم کو اس علم کا کچھ ثمرہ دکھلا دوں جس کو تم (حاصل کرنا) چاہتے ہو اور درویشی کا ثمرہ بھی دکھلا دوں، پھر انہوں نے اکابر علماء میں سے ایک شخص کو بلا بھیجا کہ (ذرا میرے پاس) تشریف لائیے اور اپنی جماعت کو یہ حکم دیا کہ اس (کی تعظیم) کے لیے کھڑے نہ ہوں اور نہ (مجلس میں) اس کے لیے (جگہ کی) وسعت کریں، پھر وہ (عالم صاحب) آئے تو جوتوں کی جگہ کے سوا اور کوئی جگہ (اپنے لیے) نہ پائی (کیونکہ اہل مجلس میں سے کسی نے ان کو جگہ ہی نہ دی) اور کسی نے ان کی طرف التفات بھی نہ کیا تو وہ (بہت ناراض اور) مکدر ہوئے اور قریب تھے کہ سب کو کافر بنا دیں۔

پس شیخ نے ان سے کہا کہ اے فقیہ! میں اپنے دل میں تیری طرف سے ایک بات (رنج کی) پاتا ہوں تو اس عالم نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر کہا کہ میں اپنے دل میں تم سب کی طرف سے دو باتیں پاتا ہوں اور پیٹھ موڑ کر ناراض ہوتا ہوا اور شیخ کو اور ان کی جماعت کو برا بھلا کہتا ہوا چلا گیا تو شیخ نے (میری طرف اشارہ کر کے) فرمایا کہ جس علم کو تم طلب کرنا چاہتے ہو اس کا (یہ) ثمرہ (ہے) دیکھ لو۔

پھر انہوں نے درویشوں میں سے ایک درویش کو بلا بھیجا (اور اس کیلئے بھی اپنے خدام کو وہی ہدایت کر دی جو عالم کے لیے کی تھی) پس وہ آئے اور (آ کر) کھڑے ہو گئے اور پہلے شخص کی طرف اس نے بھی (جوتوں کی جگہ کے سوا) کوئی جگہ نہ پائی اور (کسی نے اس کی طرف بھی التفات نہ کیا اس نے) سلام کیا تو ایک شخص کے سوا کسی نے اس کے سلام کا جواب بھی نہ دیا تو وہ ہنسے اور جوتوں کی صف پر کھڑے ہو گئے اور درویشوں کے جوتے سیدھے کرنے لگے۔ تو شیخ نے ان سے (بھی یہی) کہا کہ میرے دل میں آپ کی طرف سے ایک بات ہے وہ کہنے لگے حضرت والا میں (آپ کے سامنے) حق تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنا سر کھول دیا (کہ لیجئے یہ سر حاضر ہے) پھر شیخ نے (مجھ سے) فرمایا کہ درویشوں کے طریقہ کا ثمرہ (بھی) دیکھ لو۔ امام یافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے درویشوں ہی کا طریقہ اختیار کیا یہاں تک کہ میں ایسا ہو گیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

(الانوار القدسیۃ فی بیان آداب العبودیۃ، ص، ۴۳، دار التقوی، دمشق)

حضور سیّدی قطب الارشاد شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اگر چہ علم اچھی چیز ہے لیکن:

العلم حجاب اللہ الاعظم

ترجمہ: علم اللہ کے راستے میں حجاب اکبر مانا گیا ہے۔

پس علم ظاہری سے گذر کر علم الٰہی تک پہنچ جاتا کہ تو نور اللہ بن جائے:

ازعلم گذر باید بر یار نظر باید		زاں نو ر اثر با ید دریده انسانی

ترجمہ: علم سے گذر کر یار پر نظر رکھنی چاہئے۔ کیونکہ اس نور سے انسان کی آنکھ منور ہو جاتی ہے۔

ورنہ تو جس قدر علم کتابوں سے حاصل کرتا ہے گا۔ خر (گدھے) کے مقام سے تجاوز نہ کرے گا۔

مثلهم کمثل الحمار ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں لیکن کتابوں کی حکمت سے بے بہرہ ہو۔ اس سے مردان خدا کی کمریں ٹوٹ گئی ہیں ۔انھوں نے جب سے یہ آواز سنی ہے علم ظاہر سے ایک حرف بھی اپنے اوپر روا نہیں رکھا کسی نے خوب کہا ہے:

اوعلم نمے شنید لب بر بستم		اوعقل نمے خرید دیوانه شدم

ترجمہ: دوست کو علم کی ضرورت نہیں لہذا میں نے زبان بند کر دی اُسے عقل درکار نہیں اس لئے میں دیوانہ ہو گیا۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص،۵۶۶)

حضرت امام عفیف الدین ابو سعادات عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی، یمنی، مکی علیہ الرحمۃ، متوفی ۷۶۸ھ لکھتے ہیں:

قلت: والناس على اربعة اقسام: القسم الاول: حصل لهم التصديق بعلمهم، والعلم بطريقهم، والذوق لمشروبهم واحوالهم۔ والقسم الثانى: حصل لهم التصديق والعلم المذكوران دون الذوق۔ والقسم الثالث حصل لهم التصديق دونهما۔ والقسم الرابع: لم يحصل لهم من الثلاثة شئ نعوذ بالله من الحرمان، ونسأله التوفيق والغفران۔ وها انا معترف بانى خال عن احوالهم وذوقهم، جاهل بعلم تحقيقهم، عاجز عن سلوك طريقهم، لكننى محبهم، وموقن بصدقهم، وفيهم قلت فى المعنى:

امام یافعی فرماتے ہیں مسلک صوفیہ میں لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ جنہیں صوفیہ کا علم، ان کی طریقت اور ان کے ذوق واحوال کی تصدیق اور ذوق سب کچھ حاصل ہو۔

۲۔ جن لوگوں کو تصدیق اور علم تو حاصل ہو مگر ذوق نہ ہو۔

۳۔ جنہیں صرف تصدیق حاصل ہے مگر وہ علم اور ذوق سے محروم ہیں۔

۴۔ وہ لوگ جنہیں نہ تصدیق حاصل ہو، نہ علم، نہ ہی ذوق۔

نعوذ باللہ من الحرمان ونسئله التوفيق والغفران

میں اس بات کا معترف اور مصر ہوں کہ میں حضرات اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے احوال و ذوق سے خالی اور ان کی علمی تحقیقات سے ناواقف اور

ان کے طریق پر چلنے سے عاجز ہوں۔ہاں! البتہ ان حضرات کا فدائی وشیدائی ضرور ہوں اوران کی سچائی کا دل سے یقین رکھتا ہوں۔

اس کے بعد امام یافعی علیہ الرحمۃ اپنے عجز وانکسار کا اظہار اس کے بندے حضور نبی مختار ﷺ اوران کے آل اصحاب رضی اللہ عنہم اوراولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے توسل سے دعا کرتے ہیں۔آخری چند اشعار یہ ہیں:

الهی الفقير اليافعي ليس عنده	سوى جهم ذازاده وركابه

ترجمہ: اے اللہ! فقیر یافعی کے پاس محبت اولیاء کے علاوہ سفر آخرت کے لئے کوئی زادراہ اورسواری نہیں ہے۔

الهی بذاک انفعه واحشرهم عهم	وعمر بنا قلبنا تناهى خرابه

ترجمہ: اے اللہ! محبت اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے اس کو نفع پہنچا، اس کا حشران کے ساتھ فرما اور ہمارے ویران قلب کو آباد فرما۔

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین،الحکایۃ،ص،۱۰،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی،حنفی،نقشبندی،قدس سرہ،متوفی،۱۰۳۴ھ،لکھتے ہیں:

شرافت علم باندازۂ شرف ورتبۂ معلوم است معلوم هر چند شریف تر علم آن عالی تر پس علم باطن که،صوفیه بآں ممتازند اشرف باشدازعلم ظاهر که نصیب علمائے ظواهرست بر قیاس شرافت علم ظاهر بر علم حجامت و حیاکت پس رعایت آداب پیر که علم باطن را ازو اخذ کنند باضعاف زیاده باشدازرعایت آداب استاد که علم ظاهر ازو استفاده نمایند وهمچنیں رعایت آداب استاد علم ظاهر باضعاف زیاده است از رعایت آدابِ استاد حجّام و حائک وهمیں تفاوت در اصناف علوم ظاهری جاری ست استاد علم کلام وفقه اولٰی واقدم است از استاد علم نحووصرف اولٰی است از استاد علوم فلسفی باآنکه علوم فلسفی داخل علوم معتبره نیست اکثر مسائل آن لاطائل ست،وبے حاصل واقل مسائل آن که از کتب اسلامیه اخذ نموده اند وتصرفات دران کرده از جهل مرکب خالی نیستند که عقل رادران موطن مجال نیست طور نبوت وراء طور عقل نظر است۔

باید دانست که حقوق پیر فوق حقوق سائر ارباب حقوق ست ،بلکه نسبت ندارد حقوق پیر بحقوق دیگران بعد از انعامات حضرت حق۔سبحانه واحسنات رسولِ او۔عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ،بلکه پیر حقیقی همه،رسول الله است صلی الله تعالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم۔ ولادت صوری هر چند از والدین ست، امّا ولادت معنوی مخصوص به پیراست ۔ولادت صوری راحیات چند روزه است ،وولادت معنوی راحیات ابدی است نجاسات معنویّه مرید را پیراست که بقلب وروحِ خود کُنَاسیٔ می نماید وتطهیر اشکنبه او می فرماید در توجُهات که نسبت به بعضے مستر شداں واقعه می شود محسوس می گردد ،که در تطهیر نجاسات باطنۂ ایشاں تلوّثے بصاحب،توجه نیز می دود وتازمانے مکدّرمی دارد ۔پیر است که بتوسل او بخدامی رسند عزوجل که فوق جمیع سعادات دینویه واخرویه است۔پیر است که بوسیله اونفسِ امّاره که باذات خبیث نست مزکّی ومطهر می گردد،واز امّارگی باطمینان ان می رسد،واز کفر جبلّی باسلام حقیقی می آید۔

ع

گربگویم شرح ایں بے حد شود

پس سعادت خود را در قبول پیر باید دانست ـ وشقاوت خود را در رَدِّاو ـ نَعُوْذُ بااللہ سُبْحَانَہٗ مِنْ ذٰلِکَ ـ رضائے حق سبحانہٗ را در پس پردۂ رضائے پیر ماندہ اند ـ تامرید در مراضئی پیر خود را گم نسازد بمرضیات حق سبحانہ نرسد آفت مرید در آزارِ پیر است ـ ہر زلتے کہ بعد آں باشد تدارک آں ممکن ست امّا آزارِ پیر را بھیچ ــ شقاوت ست مر مرید را، عِیَاذاًبِاللہِ سُبْحَانَہٗ مِنْ ذٰلِکَ ـ در معتقداتِ اسلامیہ وفتورے در اتیانِ اَحکَامِ شرعیہ از نتائج وثمرات آنست ـ از احوال و مواجید کہ بباطن تعلق دارد خود چہ گوید، واثرے از احوال اگر باو جود آزار پیر باقی ماند از استدراج باید شمرد، کہ آخر بخرابی خواھد کشید وغیر از ضرر نتیجہ نخواھد دارد ـ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

ترجمہ: علم کی فضیلت، معلوم کے شرف اور رتبہ کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے معلوم جس قدر اشرف ہوگا اس کا علم بھی اسی قدر بلند تر ہوگا ـ لہٰذا علم باطن جس کے ساتھ حضراتِ صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) امتیاز رکھتے ہیں، علمِ ظاہر سے افضل ہوگا، جو علمائے ظواہر کا حصہ ہے ـ بالکل اسی طرح جیسا کہ علمِ ظاہر کو علمِ حجامت اور حیاکت (بال بنانے اور کپڑا بننے کے علم پر فضیلت ہوتی ہے) ـ لہٰذا پیر کے آداب کی رعایت کہ جس سے علم باطن کو حاصل کرتے ہیں ـ اس استاد کے آداب کی رعایت سے کئی گنا زیادہ ہوگی جس سے کہ علمِ ظاہر کا استفادہ کرتے ہیں ـ

اور اسی طرح علمِ ظاہر کے استاد کے آداب کی رعایت، اس استاد کے آداب کی رعایت سے کئی گنا زیادہ ہے جس سے بال بنانا اور کپڑا بُننا سیکھتے ہیں ـ اور یہی تفاوت علمِ ظاہری کی تمام اصناف میں جاری ہے چنانچہ علمِ کلام اور فقہ کا استاد علمِ نحو وصرف کا استاد، علومِ فلسفہ کے استاد سے زیادہ اولیٰ اور زیادہ مقدم ہے اور نحو وصرف کا استاد، علومِ فلسفہ کے استاد سے زیادہ اولیٰ ہے ـ اس لئے کہ علومِ فلسفہ، علومِ معتبرہ میں داخل نہیں ہیں ـ اس کے اکثر مسائل بے سود اور لاحاصل ہیں اور بہت کم مسائل ہیں جنھیں انھوں نے کُتُبِ اسلامیہ سے اَخذ کیا ہے اور ان میں تصرفات کر ڈالے ہیں، وہ بھی جہل مرکب سے خالی نہیں ہیں ـ کیونکہ اس مقام میں عقل کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں ہے ـ نبوت کا انداز عقلِ نظری کے انداز سے بالکل الگ چیز ہے ـ

جاننا چاہئے کہ پیر کے حقوق تمام حقوق والوں کے حقوق سے اوپر ہوتے ہیں بلکہ پیر کے حقوق کو دوسروں کے حقوق سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے ـ حضرتِ حق سبحانہ کے انعامات اور اس کے رسول علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے احسانات کے بعد پیر کے حقوق کا درجہ ہے، بلکہ سب کے پیرِ حقیقی تو خود رسول اللہ ﷺ ہی ہیں ـ اگرچہ ظاہری پیدائش والدین سے ہوتی ہے، مگر معنوی پیدائش پیر ہی کے ساتھ مخصوص ہے ولادت صوری کی حیات تو چندروزہ ہے مگر ولادتِ معنوی کے لئے حیاتِ ابدی ہے پیر ہی تو ہے جو اپنے قلب وروح سے معنوی گندگیوں کی صفائی کرتا ہے اور اس کے اندرونی حصوں کو پاک وصاف کرتا ہے اُن توجہات میں جو کہ بعض مریدوں کی نسبت واقع ہوتی ہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی باطنی آلائشوں کی تطہیر پاک کرنے میں ایک گونہ تلوّث آلودگی خود صاحب توجہ تک سرایت کر جاتا ہے اور اُسے ایک عرصے تک مکدر (گدلا) رکھتا ہے ـ پیر ہی ہے جس کے وسیلے سے لوگ خدائے ﷻ تک پہنچتے ہیں جو تمام دنیوی اور اخروی

سعادتوں سے بلند تر چیز ہے۔ پیر ہی ہے جس کے وسیلے سے نفس امارہ جو اپنی ذات کے اعتبار سے خبیث واقع ہوا ہے، تزکیہ حاصل کر لیتا اور پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اور امارگی سے اطمینان کے مقام تک پہنچتا ہے۔ اور جبلیٔ (طبعی) کفر سے اسلامِ حقیقی تک رسائی پاتا ہے۔

گر بگویم شرح ایں بیحد شود

ترجمہ: جو اس کی شرح کروں بے حساب ہو جائے۔

لہٰذا اگر پیر کسی مرید کو قبول کر لے تو اُسے یہ اپنی سعادت سمجھنی چاہئے اور اگر وہ کسی مرید کو رد کر دے تو اسے اپنی بدبختی شمار کرنی چاہئے۔،،ہم اس چیز سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔،، حق سبحانہٗ کی رضا کو پیر کی رضا کے پس پردہ رکھا گیا ہے۔ جب تک مرید اپنے آپ کو پیر کی رضامندیوں میں گم نہ کر دے حق سبحانہٗ کی رضامندیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ مرید کی سب سے بڑی آفت پیر کو آزار دینے میں ہے۔

ہر لغزش جو اس کے بعد ہو اس کا تدارک کر لینا ممکن ہے، لیکن آزارِ پیر کا تدارک کسی چیز سے بھی نہیں ہو سکتا۔ آزارِ پیر مرید کے لئے شقاوت اور بدبختی کی بنیاد ہے،، اس سے حق سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ،،۔ اعتقاداتِ اسلامیہ میں بڑا خلل اور احکامِ شرعیہ کی بجا آوری میں بڑا فتور اسی کا نتیجہ اور ثمر ہوتا ہے احوال اور وجدانیات، جن کا تعلق باطن سے ہوتا ہے، ان کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ اگر باوجود پیر کی آزار رسائی کے احوال کا کوئی اثر باقی رہ جائے تو اسے استدراج اور مہلت میں سے شمار کرنا چاہئے، کہ آخر میں وہ لامحالہ خرابی ہی لائے گا اور سوائے نقصان کے اور کوئی نتیجہ نہیں دیگا۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

(مبدأ ومعاد، منہا ۳۸، ص ۶۴، ۶۵، ادارۂ مجددیہ، ناظم آباد، ۳، کراچی)

دیوبندیوں کے علامہ مولانا اللہ یار خان نقشبندی لکھتے ہیں:

عزیز من! طلب صادق کا فقدان ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا علماء بھی اس کی ضرورت کے احساس سے محروم ہیں الا ماشاء اللہ۔ علماء کا کہنا یہ ہے کہ ظاہر شریعت پر عمل کر لینا کافی ہے۔ میں کہتا ہوں تزکیۂ باطن کے بغیر شریعت پر کما حقہ عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ لا الہ الا اللہ پڑھنے سے الٰہ ظاہری کی نفی تو ہو گئی مگر جب تک تزکیہ نفس نہ ہو گا الٰہ باطنیہ کی نفی نہ ہو سکے گی۔

علمائے ظواہر حلال وحرام بیان کر سکتے ہیں مگر حلال وحرام میں تمیز نہیں کر سکتے کیونکہ اس کا انحصار نور بصیرت پر ہے۔ اور وہ ناپید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سمجھنے کے لئے انسان کو تین قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ وہم۔ عقل اور نور بصیرت۔ عقل کے مقابلے میں وہم ہیچ ہے اور نور بصیرت کے مقابلے میں عقل کوئی چیز نہیں۔ عالم ظاہر بین نور بصیرت سے محروم ہے یہ دولت انبیاء ﷺ کے ہاں سے ان کے صحیح ورثا علمائے ربانین اور صوفیہ کرام کو ملی ہے۔

دوستو! یہ دولت تصوف کے ادارے قائم کرنے سے نہیں ملتی نہ تصوف کے جرائد جاری کرنے سے ہاتھ آتی ہے۔ نہ تصوف کی کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتی ہے یہ القائی اور انعکاسی چیز ہے۔ جو القا اور صحبت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔ (دلائل السلوک، ص: ۳۷)

مشائخ طریقت پر اعتراض کا نقصان:

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وقد شاهدنا كل من انكر على الفقراء من غير دخول فى طريقهم يصير على وجهه كآبة وعلامة على الطرد والمقت لا تخفى على

ذی بصیرۃ و لا ینفع اللہ تعالی بعلمہ احدا، بخلاف اهل الاعتقاد فیهم۔

وقد کان الشیخ یحیی النووی رضی اللہ عنہ یخرج الی ظاهر دمشق لشیخه المراکشی رحمہ اللہ، یعرض علیه بعض مسائل یقف فی فهمها عند نقلها، فلو کان الفقراء لا یفهمون اسرار الشریعة اکثر من علماء الشریعة لما راجع النووی مع جلالته و قوة اعتقاده و صلاحه شیخه المذکور فی الاحکام۔

ترجمہ: اور ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ جس شخص نے صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر بدوں ان کے طریقہ میں داخل ہوئے اعتراض کیا ہے اس کے چہرہ پر پریشانی (اور بدرونقی) اور جمرد ودومطرود ہونے کی علامت ظاہر ہوجاتی ہے جو کسی صاحب بصیرت پر مخفی نہیں رہتی (اور اگر طریقہ میں داخل ہونے کے بعد اعتراض کیا تب تو سلب ایمان کا قوی اندیشہ ہے) اور ایسے آدمی کے علم سے خدا تعالیٰ کسی کو نفع نہیں پہنچاتے بخلاف ان لوگ کے جو صوفیہ سے اعتقاد رکھتے ہیں (کہ ان کے چہروں پر مقبولیت کے آثار ظاہر ہوتے اور ان کے علم سے مخلوق کو بے حد نفع ہوتا ہے)۔

اور شیخ یحییٰ نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ مراکشی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دمشق سے باہر اس غرض سے جایا کرتے تھے کہ اس کے سامنے بعض ایسے مسائل پیش کریں جو (درس وغیرہ کے وقت) نقل کرتے ہوئے ان کی سمجھ میں نہ آئے تھے۔ پس اگر حضرات صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اسرار شریعت کو علماء شریعت سے زیادہ سمجھنے والے نہ ہوتے تو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس جلالت وصحت اعتقاد اور بزرگی کے باوجود (جو ان کو خود حاصل تھی) اپنے شیخ مراکشی رحمۃ اللہ علیہ سے احکام کے بارے میں رجوع نہ کرتے (پس معلوم ہوا کہ صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) احکام شرعیہ کو بھی سب سے زیادہ جانتے ہیں)۔

(الانوار القدسیۃ فی بیان آداب العبودیۃ، ص ۴۲، دار التقوی، دمشق)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

بقیة المحوام، آنکه بعضی از یاران آنجایی مکرر نوشته اند که خدمت "میر" (میر نعمان) در این ایام به احوال طالبان کم می پردازند و گرفتاری به عمارت دارند و مبلغ فتوح بر عمارت خرج می شود و فقرا بی نصیب می مانند۔ این مقدمات را بر نهجی نوشته بودند که شائبۂ اعتراض از آنجا مفهوم می گشت و بویی از انکار می آمد۔

بدانند که انکارِ این طائفه، سم قاتل است و اعتراض بر افعال و اقوالِ این بزرگواران، زهر افعی که به موت ابدی رساند و هلاک سرمدی گرداند، فکیف که این انکار و این اعتراض، عاید به پیر گردد و سبب ایذاء پیر شود۔ منکر این طائفه، از دولت ایشان محروم است و معترض بر ایشان، همه وقت خائب و خاسر، تا زمانی که جمیع حرکات و سکنات پیر در نظر مرید مستحسن و زیبا نه در اید کمالات پیر بهره نیابد و اگر یابد، استدراج بود، که عاقبت آن خرابی و رسوای است۔

مرید باوجودِ کمال محبت و اخلاص که به پیر دارد، اگر در خود برابر سر مو گنجایش اعتراض بر پیر یابد، جز خرابی خود هیچ نداند و از کمالات پیر بی نصیب بود و اگر فرضاً مرید را در فعلی از افعال پیر، شبه پیدا شود و دفع نشود، باید که آن را استفسار بر نهجی نماید که از شائبۂ اعتراض پاک بود و از مظنۂ انکار مبرا و در این وقت چون محق و مبطل ممتزج اند، اگر احیاناً از پیر، امری خلاف شریعت ظاهر شود، باید که مرید در آن امر تقلید پیر نکند و به حسن ظن، مها امکن آن را محملی طلبد و وجه صحت خواهد و اگر وجه

صحت پیدا نشود، باید کہ در دفع آن ابتلا بہ حضرت حق۔ سبحانہ تعالیٰ۔ ملتجی و متضرع شود، بہ گریہ و زاری سلامتی پیر خواھد۔

و اگر مرید را در حق پیر، شبہ در ارتکاب امر مباح پیدا شود، آن شبہ را اعتبار نکند، ہر گاہ مالک الامور۔ جل سلطانہ۔ در اتیانِ مباح، منع نفرمودہ باشد و اعتراض ننمودہ، دیگری را چہ رسد کہ از نزد خود اعتراض کند۔

بسیار است کہ در بعضی جاھا، ترک اولیٰ، اولیٰ باشد از اتیان آولیٰ۔ در حدیث نبوی آمدہ۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوٰۃ و السلام۔ "ان اللہ کما یحب ان یوتیٰ بالعزیمۃ تحب ان یوتیٰ بالرخصۃ"۔

خدمت "میر" چون قبض ھای مفرط دارند، در ایام قبض اگر بہ احوال مریدان نپر دازند و تسلی خود بہ بعضی از امور مباحہ نمایند، چہ جای اعتراض است۔ در این وقت "عبداللہ اصطخری" از برای تسلی خود، ہمراہ سگبانان بہ صحرا بہ شکار می رفت و بعضی از مشایخ در این وقت تسلی خود بہ سماع و نغمہ می نمودند۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ الہ الصلوات، و التسلیمات و اتمھا و اکملھا۔

ترجمہ: بعض دوستوں نے لکھا ہے کہ حضرت میر نعمان علیہ الرحمہ ان ایام میں طالبوں کے احوال کی طرف کم توجہ فرماتے ہیں۔ اور عمارت سازی میں گرفتار ہیں۔ اور فتوحات کی آمدن عمارت پر خرچ ہو رہی ہے۔ اور فقراء کو کچھ نہیں مل رہا۔ یہ باتیں انہوں نے ایسے طور سے لکھی ہیں۔ کہ ان میں اعتراض کی ملاوٹ معلوم ہوتی ہے اور انکار کی بو آتی ہے۔ جان لیں، کہ اس گروہ کا انکار زہر قاتل ہے۔ اور ان بزرگوں کے اقوال و افعال پر اعتراض کرنا نہایت زہریلے سانپ کی طرح ہے۔ جو موت ابدی اور ہلاکت دائمی تک پہنچا دیتا ہے چہ جائیکہ یہ انکار اور یہ اعتراض اپنے پیر پر کیا جائے۔ اور پیر کی تکلیف کا سبب ہو۔ اس گروہ کا منکر ان کی دولت سے محروم ہے۔ اور ان پر اعتراض کرنے والا ہر وقت نامراد اور خسارے میں ہے۔ جب تک پیر کی تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں مستحسن اور اچھی نہ دکھائی دیں پیر کے کمالات سے بے بہرہ رہتا ہے۔ اور اگر کچھ کمال حاصل بھی کرتا ہے تو وہ استدراج ہے انجام کار خرابی اور رسوائی ہے۔ مرید اگر پیر کے ساتھ کمال محبت اور اخلاص کے باوجود اپنے اندر پیر پر بال برابر اعتراض کی گنجائش پائے تو اسے اپنی خرابی کے سوا کچھ تصور نہ کرے۔ اور ایسا مرید اپنے پیر کے کمالات سے بے نصیب رہتا ہے۔ بالفرض مرید کو اگر پیر کے افعال میں سے کسی فعل میں شبہ پیدا ہو اور دور نہ ہو تو چاہیے کہ اسے ایسے طریقے سے دریافت کرے کہ شائبہ اعتراض سے پاک ہو۔ اور گمان انکار سے مبراء اور اس دنیا میں سچا اور جھوٹا خلط ملط ہے۔ تو اگر کبھی پیر سے کوئی خلاف شریعت کام صادر ہو تو چاہیے کہ اس کام میں مرید پیر کی تقلید نہ کرے۔ اور حتی الامکان اسے حسن ظن سے صحیح معنیٰ پر محمول کرے اور درست ہونے کی وجہ پوچھے اور اگر درستی کی وجہ ظاہر نہ ہو تو چاہیے کہ اس امتحان سے نکلنے میں حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور زاری کرے اور گریہ اور زاری سے پیر کی سلامتی کی درخواست کرے اور اگر مرید کو پیر کے حق میں کسی مباح کام کے اختیار کرنے میں شبہ پیدا ہو تو اس شبہ کا اعتبار نہ کرے جبکہ سب کاموں کے مالک اللہ جل شانہ نے مباح کام کے اختیار کرنے سے منع نہیں فرمایا اور اعتراض نہیں کیا تو دوسرے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اپنے پاس سے اعتراض کرنا شروع کر دے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر ترک اولیٰ اس اولیٰ کام کرنے سے بہتر ہوتا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے کہ: بے شک اللہ تعالیٰ جس طرح پسند کرتا ہے کہ عزیمت پر عطا فرمایا جائے اس طرح یہ بھی پسند کرتا ہے کہ رخصت پر بھی عطا فرمایا جائے۔ حضرت میر نعمان علیہ الرحمہ جب کہ حد سے زیادہ حالت قبض میں ہیں تو ایام قبض میں اگر مریدوں کے حالات کی طرف توجہ نہ

کریں۔اور بعض مباح امور کے ساتھ اپنے آپ کو تسلی دیں تو اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔قبض کی حالت میں عبداللہ اصطخری اپنی تسلی کے لیے کتے والوں کے ہمراہ جنگل میں شکار کے لیے جاتا تھا اور بعض مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حالت قبض میں اپنے آپ کو سماع اور سریلی آواز سے تسلی دیتے تھے۔والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علی الہ الصلوات والتسلیمات اتمہا و اکملہا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۳۱۳، ج ۱، ص ۶۷۷، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

غیر پیر استاد و سر لشکر مباد		پیرِ گردوں نے ولے پیرِ رشاد

ترجمہ: (اور پیر کی ہستی تو وہ ہے کہ خدا کرے) سوائے پیر کے کوئی استاد اور سپہ سالار نہ ہو (اور پیر سے مراد پیر زمانہ یعنی عمر کا بڈھا) نہیں بلکہ پیر طریقت (مراد ہے)۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۷۸۵)

گر کند او خدمتِ تن ھست خر		ور رود در بحرِ جاں یابد گھر

ترجمہ: اگر وہ (صرف) جسم کی پرورش کرتا ہے تو (نرا) گدھا ہے اور اگر بحرِ روح میں غوطہ لگاتا ہے تو وہ موتی پاتا ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۷۹۷)

گرچہ حکمت را بتکرار آوری		چوں تو نا اھلی شود از تو بری

ترجمہ: اگر تم علم (اور دانائی کی باتوں) کو بار بار (بھی) پڑھو۔ تو جب تم اس کے اہل نہیں ہو تو وہ (علم و حکمت تم سے علیحدہ (بےتعلق و بےنسبت) ہی رہے گا۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۲۳)

بشنو اکنوں اصلِ انکار از چہ خاست		زانکہ کل را گونہ گونہ جزوھاست

ترجمہ: اب سنو کہ (دولتِ باطنی کا) انکار کیوں کر پیدا ہو۔ اس لئے کہ کل (یعنی خالق) کے اجزا (یعنی مخلوقات) مختلف (الاستعداد) ہیں۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۹۳۰)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

اہل علم ناشران علم دین کی خدمت ہوتی رہے، وہ تلاش معاش میں پریشان ہو کر اس وراثت انبیاء کی اشاعت سے مجبور نہ رہیں، نہ اس لئے کہ معاذ اللہ استاذ علم دین کی تعظیم و توقیر نہ کی جائے۔ اساتذہ و شیوخ علم شرعیہ بلاشبہ آبائے معنوی و آبائے روح ہیں جن کی حرمت و عظمت آبائے جسم سے زائد ہے کہ وہ پدر آب و گل ہے اور یہ پدر جان و دل، علامہ مناوی تیسیر جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

من علم الناس ذاک خیراب		ذا ابوالروح لاابوالنطف۔

ترجمہ: یعنی استاد کا مرتبہ باپ سے زیادہ ہے کہ وہ روح کا باپ ہے، نہ نطفہ کا،

(التیسیر شرح جامع الصغیر، تحت حدیث انما انا لکم بمنزلۃ الوالد الخ، مکتبۃ الامام الشافعی ریاض، ۱/۳۶۱)

علامہ حسن شرنبلالی "غنیۃ ذوی الارحام" حاشیہ "درروغرر" میں فرماتے ہیں:

الوالدھو والدالتربیۃ فرتبتہ فائقۃ رتبۃ والدالتبنیۃ۔

یعنی اعلیٰ درجہ کا باپ استادمربی ہے۔اس کامرتبہ پدرنسب کے مرتبہ سے زائد ہے۔(غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الدررالحکام)

عین العلم شریف میں ہے:

یبرالوالدین فالعقوق من الکبائر، ویقدم حق المعلم علی حقھما فھو سبب حیاۃ الروح۔

ترجمہ: ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرے کہ انھیں ناراض کرنا گناہ کبیرہ ہےاوراستاد کے حق کو ماں باپ کے حق پر مقدم رکھے کہ وہ زندگی روح کا سبب ہے

(عین العلم الباب الثامن فی الصحبۃ والمؤلفۃ، مطبع امرت پریس لاہورص ۳۵-۳۳۳)

امام شعبہ فرماتے ہیں:

ماکتبت عن احدحدیثاالاوکنت لہ عبداماحیی۔

ترجمہ: میں نے جس کسی سے ایک حدیث بھی لکھی میں عمر بھراس کاغلام ہوں (المقاصدالحسنۃ،تحت حدیث ۱۱۶۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ص ۴۲۱)

فتاوٰی بزازیہ وفتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

حق العالم علی الجاھل وحق الاستاذعلی التلمیذواحدعلی السواء وھوان لایفتتح بالکلام قبلہ ولایجلس مکانہ وان غاب ولا یردعلی کلامہ ولایتقدم علیہ فی مشیہ۔

ترجمہ: عالم کاجاہل پراوراستاد کاشاگردپر برابر یکساں حق ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے، وہ موجود نہ ہو جب بھی اس کی جگہ پر نہ بیٹھے اس کی کوئی بات نہ الٹے، نہ اس سے آگے چلے وباللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوٰی ہندیہ، بحوالہ الفتاوٰی البزازیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور، ۵/ ۳۷۳)(فتاوٰی رضویہ، ج ۱۹، ص ۴۵۱، ۴۵۲، رضافاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بہ ((ملاصفر احمد رومی)) در بیان آنکہ خدمت والدین ھر چند از حسنات است اما در جنب وصول بہ مطلبِ حقیقی، بیکاریِ محض است وتعطیل صرف، بلکہ داخلِ سیئہ است۔حسنات الابرار سیئات المقربین ومایناسب ذلک۔

مکتوب مرغوب رسید، عذری کہ در باب توقف نمودہ بودند، صحیح است، زیادہ از آنچہ بہ وقوع می آید باید کرد و خود را مقصر باید دانست۔

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ: (ووصیناالانسان بوالدیہ احساناحملتہ امہ کرھاووضعتہ کرھا) (۔احقاف/۱۵۔) وقال اللہ ایضا (ان اشکرلی ولو الدیک) (۔لقمان/۱۴۔)۔

مع ذلک، معتقد آن باید بود کہ این ھمہ در جنب وصول بہ مطلبِ حقیقی، بیکاری محض است، بلکہ در خورِ طی منازلِ سلوک نیز تعطیل صرف۔((حسنات الابرار سیئات المقربین)) (۔آنچہ ابرار بہ عنوان نیکی انجام می دھند، برای مقربانِ بارگاہ عزت، معصیت بہ حساب

می آید۔) شنیده باشند۔

هر چه جز عشق خدای احسن است		هر چه جز عشق خدای احسن است

حقِ اللہ سبحانه بر حقوقِ جمیع خلائق مقدم است، ادای حقوق اینها امتثالاً لامره (به خاطر اطاعت از امر او تعالی۔) است۔ سبحانه۔ والا کرا (چه کسی را۔) مجالِ آن بود که خدمت او را گذاشته، به خدمت دیگری اشتغال نماید۔ پس خدمات اینها با این تقریب (اعتبار) از جمله خدماتِ حق است سبحانه، اما از خدمت تا خدمت فرق بسیار است۔ مزارعان و قلبه رانان (چوبی که گاو آهن را به آن می بندند و ه، به گردن جفت گاو بگذارند۔) نیز خدمت پادشاهان می کنند، اما خدمت مقربان دیگر است، آنجا نام زراعت و قلبه رانی بردن، عینِ معصیت است و مزد هر کار به اندازهٔ آن کار است، قلبه رانان، به محنت تمام در روزی یک تنگه اُجرت می گیرند و مقرب در ساعتی به خدمتِ حضور، مستحقِ ((لکھا)) (۔ هزارها۔) می گردد، مع ذلک او را به این ((لکھا)) هیچ تعلقی نیست، گرفتار قرب شاه است و بس۔ شتان ما بینهما (۔ فرق بسیار است میان این دو۔)۔ ((فرخ حسین)) خیلی موفَّق است، خاطر از جانب او جمع دارند، زیاده چه نویسم۔ وَالسَّلام۔

ترجمه: ملاصفر احمد رومی کی طرف صادر فرمایا۔ اس امر کے بیان میں کہ خدمت والدین اگر چہ حسنات میں سے ہے۔ لیکن مطلب حقیقی تک وصول کے سامنے محض بیکاری اور خالص بے روزگاری ہے۔ بلکہ برائی میں داخل ہے۔ ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔ مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ بسلسلہ رکاوٹ جو عذر آپ نے بیان کیا ہے صحیح اور درست ہے۔ اس سے بھی زیادہ جو کچھ وقوع میں آسکے کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرانا چاہیے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا (سورۃ الاحقاف: ۱۵)

ترجمه: اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے اسے تکلیف کے ساتھ اُٹھائے رکھا اور تکلیف کے ساتھ جنا۔
دوسرے مقام پر اللہ سبحانہ فرماتا ہے۔

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ،

ترجمه: کہ میرے شکر گزار بنو اور اپنے والدین کے۔ (سورۃ لقمان: ۱۴)

اس کے باوجود اعتقاد یہ ہونا چاہیے کہ مطلوب حقیقی تک وصولی کے مقابلے میں سب کچھ محض بے کاری ہے۔ بلکہ جس طرح منازل سلوک طے کرنے چاہیے اس کے سامنے محض معطل رہنا ہے۔ آپ نے: ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں۔ سنا ہوگا۔

بیت

هر چه جز عشق خدائے احسن است		گر شکر خوردن بود جان کندن است

ترجمه: خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے چاہے شکر کھانے کا کام ہی کیوں نہ ہو اپنی جان کو ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔

اللہ کا حق تمام مخلوق کے حقوق پر مقدم ہے۔مخلوق کے حقوق ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر ہے۔ورنہ کس کی مجال ہے کہ اس کی خدمت چھوڑ کر دوسروں کی خدمت میں مشغول ہو تو مخلوقات کی خدمات انجام دینا اس اعتبار سے حق تعالیٰ کی خصلت میں داخل ہے۔لیکن ایک خدمت سے دوسری خدمت تک بڑا فرق ہے مزارع اور ہل چلانے والے بھی بادشاہوں کے خادم ہی شمار ہوتے ہیں لیکن خاص مقربوں کی خدمت کچھ اور ہی چیز ہے۔وہاں زراعت اور ہل چلانے کا نام لینا بھی سراسر معصیت ہے۔اور ہر کام کی مزدوری کام کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے۔ہل چلانے والے کو دن بھر محنت شاقہ کرنے کے باوجود دن کی مزدوری صرف ایک ٹکہ ملتی ہے۔اور مقرب لوگ ایک گھڑی کی خدمت سے لاکھوں روپے کے مستحق بن جاتے ہیں۔لاکھوں روپوں کے مستحق ہونے کے باوجود انہیں ان روپوں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔وہ بادشاہ کے قرب میں گرفتار ہیں۔انہیں اور کسی سے تعلق نہیں ہوتا ہل چلانے والے خدمتگار اور بادشاہ کے مقرب دونوں کی خدمتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔فرخ حسین کو کافی توفیق نصیب ہو چکی ہے۔اس کی طرف سے مطمئن رہیں۔اس سے زیادہ کیا لکھوں۔والسلام

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۲۷، ج، ا، ص، ۲۹۵، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

مجلس شوریٰ: پیر محمد چشتی صاحب اب بتاؤ ماں باپ ظاہری استاد کا یا پیر کا درجہ زیادہ ہے؟

باب نمبر ۶۴

تصوف فرض عین:

سوال: (۱۳۶) اعتراض: مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا

دعویٰ نمبر ۱۴: علم باطن فرض عین ہے اور اسکا منکر کافر ہے۔ (الفاظ میں تحریف دیکھئے)

اصل عبارت نمبر ۱: علم باطن فرض عین ہے اور اس کی طلب بھی ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ اور اس کا عدم طلب حرام اور موجب فسق اور اس کا انکار کفر بواح ہے۔ (صفحہ ۲۷۷)

سوال: (۱۳۷) اصل عبارت نمبر ۲: ۔ظاہر ہے کہ معاند، منکر اولیاء اور فروض اعیان سے منکر کافر ہے۔ (۲۷۸) (صفحہ ۴۰، الفتنۃ الشدیدۃ)

دعویٰ نمبر ۱۴ پر تبصرہ: ۔ پیر صاحب نے کہا کہ علم باطن یعنی علم تصوف سیکھنا فرض عین ہے اور اس کا نہ سیکھنا حرام اور انکار کفر ہے۔ اس پر دلیل تقویٰ باطنی سے لیتے ہوئے اس آیت کا سہارا لیا ہے کہ۔ یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ حالانکہ کسی مفسر کسی محدث اور کسی صحابی ﷺ سے بھی اس آیت کے تحت علم تصوف کی فرضیت کا قول منقول نہیں اگر فرض شرعی کے قول کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کے ثبوت کے لئے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ پیر صاحب ہمت کر کے ایک دلیل صریح قطعی ثبوت میں پیش کردیں؟ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ کسی صوفی و امام کے قول سے فرض شرعی قطعی کا ثبوت نہیں ہوتا۔

اگر پیر صاحب علم تصوف کے فرض عین ہونے پر اصرار کریں تو پھر ہر مسلمان، عاقل، بالغ، مرد و عورت اس علم کے مکلف ہونگے جیسے حضرت حماد بن ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما اس بات میں حدیث لائے ہیں۔ ”**طلب العلم فریضته علی کل مسلم و مسلمة**“ الحدیث۔ نور ظلم شرح فقہ اکبر تو بفحوائے حدیث علم تصوف مرد و عورت دونوں پر فرض عین ہوا۔ جیسے نماز روزہ۔

تو اب پیر صاحب پر سوال وارد ہوتا ہے کہ مردوں کو اس فرض کی ادائیگی پر لگا رکھا ہے عورتوں کو کیوں محروم رکھا ہوا ہے؟ کیا انہیں تصفیہ قلب اور تقویٰ باطنی کی ضرورت نہیں؟ نماز، روزہ باقی فرائض تو ان کے ادا کرنے سے ادا ہوتے ہیں۔ انکی جگہ ان کے خاوند تو ادا نہیں کرتے؟ عورتوں کے دل جاری کرنے کا حکم خلفاء کرام کو کیوں نہیں دیا؟ یہ شعبہ کیوں محروم چھوڑ دیا گیا ہے؟ (الفتنۃ الشدیدہ، ص،)

الجواب:

(نمبر ۱، مردوں کے بارے میں)

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

که چندین پرده‌ها از بهر ساز است		خدا را در دلِ هر بنده راز است
ازان روید گل و خار اندرین باغ		که هم طوطیش می باید و هم زاغ
اگر بینی بد و نیکی مزن دم		که هم ابلیس می باید هم آدم

ترجمہ: کہ اتنے پردے ساز کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہر بندے کے دل میں راز ہے۔

اس باغ میں پھول اور کانٹے اس لیے اُگتے ہیں کہ اس میں طوطا بھی ہو اور کوا بھی ہو۔

اگر تو ایک بُرا اور نیک (دنیا میں) دیکھے تو دَم نہ مار، کیونکہ (کائنات میں) شیطان بھی چاہیے اور آدم علیہ السلام بھی۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص، ۶۸، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن علی بن جعفر خرقانی، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۴۲۵ھ لکھتے ہیں:

ار آتشی از تنور تو در جامه تو افتد زود کوشی تا بکشی روا داری که آتش کبر حسد وریا در دل تو قرار گیرد که این آتشی است که دین ترا بسوزد۔

ترجمہ: ''اگر تنور سے ایک آگ تیرے کپڑوں پر آگرے تو تو فوراً کوشش کرتا ہے کہ اسے بجھا ڈالے۔ کیا تو جائز سمجھتا ہے کہ تکبر، حسد اور ریا کی آگ تیرے دل میں جگہ پالے، کیونکہ یہ ایسی آگ ہے جو تیرے دین کو جلا ڈالے گی۔''

(نور العلوم، باب، دوم در وعظ ونصیحت، ص، ۳۲، تہران)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

وعبر ابن عباس رضي الله عنهما عن اختصاص الراسخين في العلم بعلوم لا تحتملها أفهام الخلق حيث قرأ قوله تعالى (يتنزل الأمر بينهن) فقال لو ذكرت ما أعرفه من معنى هذه الآية لرجمتموني وفي لفظ آخر لقلتم إنه كافر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ راسخين فی العلم وہ حضرات ہیں کہ جن کے علوم عوام کی فہم وفراست کی برداشت سے باہر ہیں۔ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے یتنزل الأمر بينهن پڑھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا معانی کچھ مجھے معلوم ہے۔ اگر میں بیان کروں تو تم سنگسار کرو گے۔ ایک روایت میں ہے کہ تم مجھے کافر کہو گے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب الصبر والشکر، ج، ۴، ص، ۱۳۷، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

صوفیہ ہی رازِ حقیقت کو صحیح طور پر جانتے ہیں:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

گمان نبرند که طریقۂ تصوف مخالفِ مذهب اهل سنت و جماعت است و صوفیه فرقۂ دیگر اند، ورائے این فرقۂ ناجیه حاشا و کلا خاصه وخلاصۂ این ملتِ اقوامِ محققین صوفیه اند که در ظاهر وباطن مقتبسان انوارِ سنت ومکاشفان سرِ حقیقت اند ودر سلوک طریقت اتباع، علماً وحالاً واختیار عزیمت ظاهراً وباطناً وتحقیق معنی صدق واخلاص ومعرفتِ مکائدِ نفس ودقائق ورع وتهذیب اخلاق

وتصفیہ باطن ہیچ کس از ایشان بیشی نکردہ وآں چہ ایشان را از اعمال واخلاق واحوال ومقامات ومواجید واذواق ونکات واشارات وسائر کمالات دست دادہ ہیچ فرقۂ دیگر را ندادہ۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ از اعاظم علمائے متاخرینِ حدیث است، در عقائدِ خود می نویسد۔ ونعتقد انّ طریق الجنید وصحبہ طریق مقوّم۔ ودر تخصیصِ طریق بجنید واصحابِ وے اشارت بمقصود کردہ است چہ طریقِ جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واصحاب وے یعنی امثال واقران وے طریقۂ جامعہ ایست کہ در وے تعظیم وتحکیمِ کتاب وسنت وتقدیم ظاہر بر باطن وجمع بین الشریعت والحقیقت بر وجہ اتم واکمل است، ودر طریقۂ ایشان تہاون در رعایتِ ظاہرِ احکام وترکِ رعایتِ فتویٰ شریعت قطعاً نیست۔

ترجمہ: لوگ یہ گمان نہ کریں کہ تصوف کا طریقہ اہلِ سنت وجماعت کے مذہب کے خلاف ہے اور یہ کہ صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا فرقہ اس فرقۂ ناجیہ کے علاوہ کوئی اور فرقہ ہے۔ درحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ اس سب سے صحیح ملت کے محققین یہ صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہی ہیں کہ جو ظاہر اور باطن دونوں کے انوارِ سنت کو حاصل کرنے والے اور حقیقت کے بھید کو کھولنے والے ہیں۔ سلوک میں طریقت نام ہے عمل اور حال کے اعتبار سے پیروی کرنے اور ظاہر و باطن میں عزیمت اختیار کرنے کا۔ اور صدق واخلاص کے معنوں کی تحقیق کرنے، نفس کے مکر اور زہد وورع کی باریکیوں کو سمجھنے اور تہذیب واخلاق اور باطن کی صفائی کرنے کا کہ کوئی شخص بھی ان سے بہتر طریقے سے نہیں پیش کر سکا۔ اور اعمال واخلاق، احوال ومقامات، وجد اور ذوق، نکتے اور اشارے اور تمام کمالات میں جو کچھ ان کو میسر ہوا ہے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔ چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ جو حدیث کے بڑے علمائے متاخرین میں شمار کیے جاتے ہیں اپنے عقائد کے بارے میں خود ہی لکھتے ہیں: ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ طریقۂ جنید علیہ الرحمۃ اور ان کے اصحاب کا طریقہ سب سے زیادہ صحیح طریقہ ہے۔ اور طریقۂ جنید علیہ الرحمۃ اور ان کے اصحاب کے طریقے کی تخصیص کرنے سے ان کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ طریقۂ جنید اور ان کے اصحاب یعنی ان کے امثال واقران کا طریقہ جامع ہے۔ اس لیے کہ اس میں کتاب وسنت کی تعظیم وتحکیم اور ظاہر کا باطن پر مقدم ہونا اور شریعت اور حقیقت کے مابین اجتماع سب سے زیادہ مکمل طریقہ پر کیا گیا ہے اور ان کے طریقے میں ظاہری احکام کو ذلیل وحقیر گردانا اور شریعت کے فتویٰ میں رعایت کا ترک کرنا قطعاً نہیں ہے۔

(مرج البحرین، ص، ۳۳، محمد اعلیٰ، ناظم آباد، کراچی)

علامہ شیخ یوسف خطار محمد لکھتے ہیں:

فتصفیة القلب و مداواته من اهم الفرائض العینیة واهم الواجبات الربانیة، وقد دل علی ذلک ماجاء فی الکتاب والسنة واقوال العلماء والفقهاء

ترجمہ: پس قلب کا تصفیہ کرنا اور اس کی مداوات اہم ترین فرضِ عین میں سے ہے اور اہم ترین واجباتِ ربانیہ میں سے ہے، اور تحقیق اس پر قرآنِ مجید میں اور احادیثِ مبارکہ میں اور علماء اور فقہاء کے اقوال میں دلیلیں ہے۔ (الموسوعۃ الیوسفیۃ فی بیان ادلۃ الصوفیۃ، الجزء الاول، ص، ۲۱)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ

ترجمہ: اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ وہ جو گناہ کماتے ہیں عنقریب اپنی کمائی کی سزا پائیں گے۔ (پ:۸:انعام:۱۲۰)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

(وَذَرُوا) ای اتركوا ايها المؤمنون (ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ) من اضافة الصفة الى الموصوف ای الإثم الظاهر والإثم الباطن والمراد بالإثم ما يوجب الإثم وهو المعاصي كلها لانها لا تخلو من هذين الوجهين فيدخل فيه ما يعلن وما يسر سواء كان من اعمال القلوب او الجوارح فاعمال الجوارح ظاهرة كالاقوال والافعال واعمال القلوب باطنة كالعقائد الفاسدة والعزائم الباطلة والاشارة ان الله تعالى كما خلق للانسان ظاهرا هو بدن جسماني وباطنا هو قلب روحاني فكذلك جعل للاثم ظاهرا هو كل قول وفعل موافق للطبع مخالف للشرع وباطنا هو كل خلق حيواني وسبعي وشيطاني جبلت النفس عليه۔ (وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ) ای اتركوا الأعمال الطبيعية باستعمال الأعمال الشرعية واتركوا الأخلاق الذميمة النفسانية بالتحلق بالأخلاق الملكية الروحانية۔ (إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ) ظاهره وباطنه بالافعال والأخلاق۔

(وَذَرُوا) اور اے ایمان والو چھوڑ دو ((ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَه) ظاہری اور باطنی گناہ اس میں صفت کو موصوف کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ در اصل "الاثم الظاهر والباطن" تھا یہاں پر اثم سے وہ عمل مراد ہے جو گناہ کا سبب بنے۔ اسی طرح اس سے ہر قسم کے گناہوں کا ترک کرنا مراد ہے۔ اور وہ ان دونوں سے خالی نہیں اس لئے کہ گناہ کبھی سراً ہوتے ہیں کبھی اعلاناً۔ وہ اعمال قلب سے ہوں یا اعضاء سے۔ اعمال اعضاء کو ظاہراً کہا جاتا ہے جیسے اقوال وافعال اور اعمال قلوب کو باطناً جیسے عقائد فاسدہ وعزائم باطلہ۔

آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے انسان کا ظاہر بنایا ہے جسے بدن انسانی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کا باطن بھی ہے جسے قلب روحانی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض گناہ باطنی بنائے۔ وہ یہ ہیں کہ انسان کے اندر مادہ حیوانی وسبعی وشیطانی رکھا کہ انہی عادات کا نفس خوگر ہے اسی بنا پر فرمایا۔

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ (الانعام، ۱۲۰) یعنی اعمال شرعیہ پر عمل کر کے اعمال طبعیہ کو چھوڑو۔ اسی طرح اخلاق ملکیہ روحانیہ کی عادت پیدا کر کے خصائل مذمومہ نفسانیہ کو ترک کرو۔ (إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ) بے شک وہ لوگ جو ظاہری اور باطنی گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس سے عام اعمال واخلاق مراد ہیں۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الانعام، تحت الآیۃ: ۱۲۰، ج، ۳، ص، ۹۹، بحذف، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔

ترجمہ: اے نبی! آپ فرمایئے میرے رب نے بے حیائی کے کام حرام کئے ہیں خواہ ظاہر ہوں یا چھپے ہوئے۔ (اعراف: ۳۳)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

(مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ) بدل من الفواحش ای جهرها وسرها كالكفر والنفاق وغيرهما (وَالْإِثْمَ) ای ما يوجب الإثم وهو يعم الصغائر والكبائر (وَالْبَغْيَ) ای الظلم او الكبر۔

وفى التأويلات النجمية الفواحش ما يقطع على العبد طريق الرب ويمنعه عن السلوك ففاحشة العوام ما ظهر منها ارتكاب

المناهي وما بطن خطورها بالبال وفاحشة الخواص ما ظهر منها ما لانفسهم نصيب فيه ولو بذرة وما بطن الصبر عن المحبوب ولوبلحظة وفاحشة الأخص ما ظهر منها ترك ادب من الآداب او التعلق بسبب من الأسباب وما بطن منها الركون الى شيء من الدارين والالتفات الى غير الله من العالمين والإثم هو الاعراض عن الله ولو طرفة عين والبغي هو حب غير الله فانه وضع فی غیر موضعه۔

ترجمہ: (**ما ظَهَرَ مِنها وَما بَطَنَ**) وہ جو ظاہر اور باطن ہیں یہ الفواحش سے بدل ہے یعنی وہ فواحش جو کھلم کھلا یا پوشیدہ طور پر ہوتے ہیں جیسے کفر و منافقت وغیرہ وغیرہ (**وَالْإِثْم**) اور وہ امور جو گناہ کا سبب بنیں وہ صغائر ہوں یا کبائر (**وَالْبَغْيَ**) اس سے ظلم اور تکبر مراد ہے۔

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ فواحش وہ امور ہیں جن کے ارتکاب سے بندہ اپنے مولا سے دور ہو جائے اور وہی بندے کو اپنے مولا کی طرف پہنچنے کیلئے مانع ہو۔ عوام کیلئے یہی **ماظهر** ہیں جن سے شرع نے روکا ہے۔ لیکن بندہ ان کا ارتکاب کرے اور **مابطن** سے وہ وساوس مراد ہیں جو دل پر کھٹکتے ہیں اور خواص کے ماظہر سے وہ امور جو ان کیلئے نفوس میں حظوظ و شہوات رکھے گئے ہیں مراد ہیں اور و مابطن سے محبوب صبر کرنا (اگر چہ ایک لمحہ) مراد ہے اور اخص الخواص کا ماظہر منہا "ترک استحباب یا اسباب دنیا میں کسی ایک سبب سے متعلق ہونا اور مابطن سے دارین کی کسی شئے کا میلان اور عالمین میں ماسوی اللہ کی طرف ملتفت ہونا اور الاثم سے اعراض عن اللہ۔ اگر چہ آنکھ جھپکنے کی دیر ہو اور البغی سے غیر اللہ کی محبت اور غیر محل میں رکھنا مراد ہے۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۳، ج۳، ص۱۶۶، بحذف، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ

ترجمہ: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔ (سورۃ الزمر: ۹)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

وقال فی عين العلم المراد المكاشفة فيما ورد (فضل العالم على العابد كفضلي على أمتي) إذ غيره وهو علم المعاملة تبع للعمل لثبوته شرطا له وكذا المراد المعاملة القلبية الواجبة فيما ورد (طلب العلم فريضة على كل مسلم) اى يفترض عليه علم احوال القلب من التوكل والانابة والخشية والرضى فانه واقع فی جميع الأحوال وكذلك فی سائر الأخلاق نحو الجود والبخل والجبن والجراءة والتكبر والتواضع والعفة والشر والإسراف والتقتير وغيرها۔

ترجمہ: عین العلم میں ہے کہ اس سے علم مکاشفہ مراد ہے یعنی علم تام جیسا کہ حدیث شریف میں: "عالم کی جاہل پر وہی فضیلت ہے جو میری امتی پر"۔ ورنہ عام مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کی کیونکہ وہ علم المعاملہ ہے وہ عمل کے تابع ہے اس لیئے کہ اسکا ثبوت اس کیلئے شرط ہے ایسے ہی قلب کا معاملہ واجبہ کا حال ہے کہ اس پر قلب کی اصلاح کیلئے شرط ہے ایسے ہی قلب کا معاملہ واجبہ کا حال ہے اس پر قلب کی اصلاح کیلئے احوال قلب مثل انابت وخشیت ورضا کا سمجھنا فرض ہے ایسے ہی جملہ اخلاق محمودہ ومذمومہ جیسے جود، بخل، بزدلی، جرأت، تکبر، تواضع، عفت، حرص، (خواہش نفسانی) اسراف، فضول خرچی، کنجوسی وغیرہ وغیرہ قلب کو اسکے ماسوا اور معاملات کی ضرورت نہیں۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الزمر، تحت الآیۃ: ۹، ج۸، ص۹۲، ۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

ترجمہ: اور بے حیائی کے کاموں کے قریب مت جاؤ خواہ ظاہر ہوں یا چھپے ہوئے۔ (پ:۸:انعام:۱۵۱)

شیخ عبدالقادر عیسیٰ قادری شاذلی علیہ الرحمہ، لکھتے ہیں:

والفواحش الباطنة كما قال المفسرون هي: الحقد والرياء والحسد والنفاق...

ترجمہ: مفسرین کے مطابق ان آیات میں باطنی بے حیائی سے مراد خود بینی، ریا، حسد اور نفاق وغیرہ ہے۔

(حقائق عن التصوف، ص، ۱۵۰)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ۔

ترجمہ: اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔ (سورۃ البقرۃ، ۲۸۴)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

قلت معناه ان حديث النفس داخل في حكم الآيتين بالمؤاخذة وعدم التكليف فلزم النسخ كما ذكرنا لا ان حكم الآيتين منحصر في حديث النفس بل عموم الآيتين ظاهر والله اعلم-

(فائدة) بعد ما ثبت ان المؤاخذة على رذائل النفس أشد من المؤاخذة على اعمال الجوارح وان التكليف فوق الطاقة غير واقع أرجو أن المؤمن إذا بذل جهده وصرف همته مهما أمكن على دفع رذائل النفس بالمجاهدة ولم يقتف هواها ولو بالتكلف وتشبث بأذيال الفقراء مريد إزالتها لعل الله تعالى يغفر له رذائلها ولم يؤاخذه عليها لانه قد بذل جهده ووسعه في الانتهاء عما نهى الله عنه وان الله تعالى وعد العفو عما ليس في وسعه- واما من لم يرفع رأسه لملاحظة عيوبها ولم يقصد دفع رذائلها فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُوراً وَيَصْلى سَعِيراً- وبهذا يظهر فرضية أخذ طريقة الصوفية والتشبث بأذيال الفقراء كفرضية قراءة كتاب الله تعالى وتعلم أحكامه، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تركت فيكم الثقلين كتاب الله وعترتي رواه فلا بد من أخذ كتاب الله تعالى لاستنباط أحكامه والعمل والتذكر والاتعاظ به وصعود مدارج القرب بتلاوته وأخذ أذيال آل رسوله وعترته لتهذيب النفوس والقلوب، على حسب مرضات الله تعالى وهدايته۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں آیت مذکورہ کے احکام کا تعلق صرف خطرات نفس سے ہی نہیں ہے بلکہ آیتوں میں عموم ہے ہاں خطرات نفس بھی اس عموم میں داخل ہیں۔ لہٰذا خطرات نفس پر مواخذہ کا نسخ حسب تقریر پر مذکور ہو جائے گا۔

فائدہ: جب ثابت ہو چکا کہ رذائل نفس کا مواخذہ اعمال بدنیہ کے مواخذہ سے زیادہ سخت ہے۔ اور طاقت سے زیادہ آدمی مکلف نہیں تو اگر بندہ اپنی امکان

کوشش کرے اور مجاہدہ نفسانی کے ذریعہ امراض نفسانی کو دور کرنے کی جدوجہد کو کام میں لائے اور خواہش نفس کے پیچھے نہ پڑ جائے اور رذائل نفس کو دور کرنے کے لئے فقراء کے دامن سے وابستہ ہوجائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندرونی معاصی معاف فرمادے گا مواخذہ نہ کرے گا کیونکہ طاقت سے زیادہ بندہ مکلف نہیں اور ممنوعات خداوندی پر کاربند ہونے کی وہ امکانی کوشش کر چکا۔ لیکن جو شخص اپنے اندرونی عیوب کی طرف توجہ ہی نہ کرے اور رذائل نفس کو دور کرنے کا ارادہ ہی نہ ہو تو وہ یقیناً دوزخ میں جائے گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے طریقہ پر چلنا (تصوف کو اختیار کرنا) اور فقراء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے دامن سے وابستہ ہونا ایسا ہی فرض ہے جیسے کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کے احکام کو سیکھنا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا تھا میں نے تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑی ہیں (ایک) کتاب اللہ (دوسری) اپنی آل۔ پس اللہ ﷻ کی کتاب کو استنباط احکام، دوستی اعمال، نصیحت پذیری اور مدارج قرب کی ترقی کے لئے پکڑنا ضروری ہے۔ اور مرضی خدا ﷻ کے مطابق باطن کی صفائی اور نفس کے تزکیہ کے لئے آل رسول کے دامن سے وابستہ ہونا بھی لازم ہے۔

(تفسیر مظہری، سورۃ البقرۃ تحت الایۃ: ۲۸۶، ج۱، ص ۴۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

ترجمہ: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ (سورۃ النساء، ۷۷)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

وَأَقِيمُوا الصَّلاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ واشتغلوا بما أمرتم به وفيه تنبيه على ان الجهاد مع النفس لاصلاح قلبه ونفسه مقدم على الجهاد مع الكفار فان الاول لاصلاح نفسه وهو أهم من الثاني الذي هو الإصلاح لغيره واخلاء العالم الكبير عن الفساد ولذلك جعل الله تعالى الاول من الفروض على الأعيان والثاني من الفروض على الكفاية.

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔

ترجمہ: اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ (سورۃ النساء، ۷۷) اور جو کچھ تم کو حکم دیا گیا ہے۔ اس کی تعمیل میں مشغول رہو۔ اس آیت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ اپنے قلب اور نفس کی حالت کو درست کرنے کے لئے نفس سے جہاد کرنا کافروں سے جہاد کرنے سے افضل ہے۔ کیونکہ اول جہاد کا مقصد ہے اپنے نفس کی اصلاح اور دوسرے جہاد کی غرض ہے کافروں کی اصلاح اور دنیا کو بگاڑ سے خالی کر دینا (اور ظاہر ہے کہ اپنی ذات کو بگاڑ سے بچانا دوسروں کو خرابی سے بچانے پر مقدم ہے) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جہاد نفس کو فرض عین اور جہاد کفار کو فرض کفایہ قرار دیا ہے۔

(تفسیر مظہری، سورۃ النساء، تحت الآیۃ ۷۷، ج ۲، ص ۱۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

ترجمہ: تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (سورۃ التوبہ: ۲۴)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ، وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ، وَأَعْطَى لِلّٰهِ، وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ ﷻ کے لیے کسی سے محبت کی اور اللہ ﷻ کے لیے دشمنی کی اور اللہ ﷻ کے لیے کچھ عطا کیا اور اللہ ﷻ کے لیے روکا، تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ (سنن ابوداود، رقم: ۴۶۸۱)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان، رقم: ۷۰، ج ۱، ص ۴۹)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس میں تین چیزیں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی مٹھاس پائے گا:

(۱) دنیا کی ہر چیز سے اسے اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ محبوب ہو،

(۲) کسی سے محبت کرتا ہے تو فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے،

(۳) کفر سے اللہ تعالیٰ نے اسے نجات عطا فرمائی ہے اب دوبارہ کفر کی طرف لوٹنا اس طرح اسے ناپسند ہو جیسے آگ میں گرنا اسے ناپسند ہے۔

(صحیح بخاری فی کتاب: الایمان، باب: حلاوت الایمان، ج ۱، ص ۷، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم فی کتاب: الایمان، باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الایمان، ج ۱، ص ۴۹، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

قلت وجدان حلاوة الايمان عبارة عن الاستلذاذ به كما يستلذ الرجل بالشهوات الطبيعية وذلك كمال الايمان ولا يكتسب ذلك الا من مصاحبة ارباب القلوب الصافية والنفوس الزاكية رزقنا الله سبحانه وهذه الآية وما ذكرنا من الأحاديث يوجب افتراض اكتساب التصوف من خدمة المشايخ رضی الله عنهم أجمعين۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں ایمان کی حلاوت (مٹھاس) پانے سے مراد ایمان کی اس طرح لذت محسوس ہو جیسے انسان خواہشات طبعیہ سے لذت محسوس کرتا ہے یہ

یمان کا درجہ کمال اور یہ مقام ومرتبہ صرف اور صرف پاکیزہ نفوس اور ارباب شوق صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی معیت وصحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بزرگان دین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے توسل سے ہمیں بھی لذت ایمان سے سرشار فرمائے۔ یہ آیت کریمہ اور مذکورہ بالا احادیث ثابت کرتی ہیں کہ مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی خدمت کے ذریعے سے تصوف کو حاصل کرنا فرض ہے۔

(تفسیر مظہری، سورۃ التوبہ، تحت الآیۃ: ۲۴، ج۳، ص۲۴۵، ۲۴۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ

ترجمہ اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ (سورۃ التوبہ کی آیت: ۱۲۲)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

فاذا وجد الطالب الأستاذ العالم العامل فعليه ان يختار من كل علم أحسنه وأنفعه فى الآخرة فيبدأ بفرض العين وهو علم ما يجب من اعتقاد وفعل وترك ظاهرا وباطنا ويقال له علم الحال اى العلم المحتاج اليه فى الحال قال العز بن عبد السلام العلم الذي هو فرض لازم ثلاثة انواع. الاول علم التوحيد فالذى يتعين عليك منه مقدار ما تعرف به اصول الدين فيجب عليك اولا ان تعرف المعبود ثم تعبده وكيف تعبد من لا تعرفه بأسمائه وصفات ذاته وما يجب له وما يستحيل فى نعته فربما تعتقد شيئاً فى صفاته يخالف الحق فتكون عبادتك هباء منثورا. والنوع الثاني علم السر وهو ما يتعلق بالقلب ومساعيه فيفترض على المؤمن علم احوال القلب، من التوكل والانابة والخشية والرضى فانه واقع فى جميع الأحوال واجتناب الحرص والغضب والكبر والحسد والعجب، والرياء وغير ذلك وهو المراد بقوله عليه السلام (طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة)۔

ترجمہ: جب طالب علم کو استاد کامل عالم باعمل میسر آجائے تو اس سے وہ علم حاصل کرے جو آخرت کیلئے احسن اور نافع تر ہو۔ سب سے پہلے وہ علم پڑھے جو فرض عین ہے یعنی ان اعتقادات میں سے جن کا جاننا فرض ہے اور وہ ظاہری و باطنی مسائل جن کا سیکھنا ضروری اور لازمی ہے اسے علم الحال سے بھی تعبیر کرتے ہیں یعنی وہ علم جس کا بہت جلد سیکھنا فرض ہے۔ حضرت عز بن عبد السلام علیہ السلام نے فرمایا: جس علم کو سیکھنا فرض ہے اس کی تین اقسام ہیں:

(۱) علم التوحید: وہ علم جو سن شعور کے بعد اصول دین سے یاد کرنا ضروری ہے علم التوحید کہلاتا ہے۔ اس لیے بندے پر واجب ہے کہ پہلے یہ جانے کہ اس کا معبود ایک ہے۔ جب اسے یہ یقین نہیں کہ اس کا کوئی معبود بھی ہے تو وہ عبادت کس کی کرے گا۔ بناء بریں پہلے باری تعالیٰ کی ذات صفات اور اسماء کو جانے۔ پھر وہ معلومات حاصل کرے کہ کونسی باتیں اس کی شان کے لائق ہیں اور کونسی باتیں اس کے لائق نہیں۔ اگر یہ نہ جانے گا تو بہت سی صفات اللہ تعالیٰ کیلئے بیان کی جاتیں ہیں جو اس کی شان کی شایاں نہیں ہیں۔ اس لئے اسے بجائے ثواب کے عذاب نصیب ہوگا۔

(۲) علم السر: یہ وہ علم ہے کہ جو دل اور اس کے متعلقات سے متعلق ہے۔ یہ علم بھی سیکھنا فرض ہے اس سے توکل وانابت اور خشیت ایزدی مراد ہے اس

لئے کہ ان سے اکثر اوقات انسان کو ضرورت پڑتی ہے۔اور بعض امور وہ ہیں جن سے اجتناب لازمی ہے جیسے حرص،غضب، کبر،حسد،عجب،ریا،وغیرہ ،انہیں امور کیلئے حضور ﷺ نے فرمایا:علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(تفسیر روح البیان،سورۃ التوبۃ،تحت الآیۃ:۱۲۲،ج۳،ص۵۵۹،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ

ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔(سورۃ التوبہ کی آیت:۱۲۲)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی،قدس سرہ،متوفی ۱۲۲۵ھ،لکھتے ہیں:

واما العلم اللدنی الذی یسمون اھلھا بالصوفیۃ الکرام فھو فرض عین لان ثمراتھا تصفیۃ القلب عن اشتغال بغیر اللہ تعالی واتصال بدوام الحضور وتزکیۃ النفس عن رذائل الاخلاق من العجب والکبر والحسد وحب الدنیا والجاہ والکسل فی الطاعات وایثار الشھوات والریاء والسمعۃ وغیر ذلک ، وتجلتھا بکرام الاخلاق من التوبۃ والرضاء بالقضاء والشکر علی النعماء والصبر علی البلاء وغیر ذلک ولا شک ان ھذا الامور محرمات وفرائض علی کل بشر اشد تحریما من معاصی الجوارح واھم افتراضا فالصلاۃ والصوم وشیء من العبادات لا یعبا بشیء منھا مالم تقترن بالاخلاص والنیۃ۔قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یقبل من العمل الا ما کان لہ خالصا وابتغی بہ وجھہ رواہ النسائي عن ابی امامۃ وقال علیہ السلام ان اللہ لا ینظر الی صورکم وأموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم-رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ وکل مایترتب علیہ من الفروض الأعیان فھو فرض عین واللہ اعلم۔

ترجمہ: اور علم لدنی جس کے حاملین کو صوفیاء کرام کہا جاتا ہے،اس کا حصول فرض عین ہے،کیونکہ اس کا نتیجہ دل کو غیر کی محبت سے پاک کرنا ہے،دوام حضور سے متصف ہونا ہے،نیز نفس کو عجب،تکبر،حسد،دنیا کی محبت،طاعت میں سستی،شہوات کو ترجیح،ریاکاری اور شہرت جیسی بری خصلتوں سے پاک کرنا اور توبہ،راضی باقضاء،نعمتوں پر شکر،اور مصیبتوں پر صبر وغیرہ جیسی صفات کے ساتھ نفس کو روشن اور منور کرنا ہے،یہ امور مذکورہ کچھ حرام ہیں اور کچھ ہر انسان پر فرض ہیں،جو حرام ہیں وہ اعضاء ظاہری کے حرام افعال سے زیادہ حرام ہیں اور جو ان میں سے فرض ہیں وہ ظاہری فرائض سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔پس نماز،روزہ اور کوئی دوسری عبادت جب تک اخلاص اور نیک نیتی سے مزین نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف وہ عمل قبول فرماتا ہے جو کہ خالص اللہ ﷻ کی رضا کے حصول کیلئے ہو اور اس عمل سے مقصود رضاء خداوندی کا طلب کرنا ہو۔رواہ النسائی (فی الجہاد باب،۲۴،واحمد فی المسند ج،۴،ص،۱۲۶)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل کو دیکھتا ہے۔

رواہ مسلم (فی البرقم:۳۳)عن ابی ہریرہ ﷜اور یہ قاعدہ کلیہ، ہے کہ جس چیز پر فرض عین مرتب ہوتا ہے وہ بھی فرض عین ہے۔ واللہ اعلم۔

(تفسیر مظہری، سورۃ التوبہ،تحت الآیۃ:۱۲۲، ج،۳،ص،۳۸۲،مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ ﷻ سے ڈرو جیسا اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔ (سورۃ اٰل عمران،۱۰۲)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی،۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

اخرج عبد الرزاق والفرياني وابن جرير وابن ابى حاتم وابن مردوية فى تفاسيرهم والطبراني فى المعجم والحاكم فى المستدرك وصححه وابو نعيم فى الحلية عن ابن مسعود موقوفا وقال ابو نعيم روى عنه مرفوعا ايضا هو ان يطاع فلا يعصي ويشكر فلا يكفرويذكر فلا ينسى- وقال البغوي قال ابن مسعودوابن عباس هو ان يطاع فلا يعصي وهذا إجمال ماذكر- قلت اما قوله يذكر فلا ينسى فمناطه فناء القلب واما قوله يطاع فلا يعصي ويشكر فلا يكفر فمناطه فناء النفس واطمينانه والايمان الحقيقي- فمقتضى هذه الاية وجوب اكتساب كمالات الولاية وكذا يقتضيه سبب نزوله فان تفاخر الأوس والخزرج انما كان من بقايا رذائل النفس فامروا بتهذيبها وتطهيرها عن الرذائل وتحلية القلب والنفس بمكارم الأخلاق وخشية الله ودوام الذكر- وقال مجاهدان تجاهدوا فى سبيل الله حق جهاده ولا يأخذكم فى الله لومة لائم وتقوموالله بالقسط ولو على أنفسكم وابائكم وأبنائكم وعن انس قال لايتقى الله عبدحق تقاته حتى يخزن لسانه- قلت وقول مجاهد وانس بيان للطريق الموصل الى كمالات الولاية فان الرياضات والمجاهدات بقلة الطعام والمنام مع الذكر على الدوام وحفظ اللسان عن فضول الكلام المستلزم للعزلة وقلة المخالطةمع العوام وترك مبالاة الناس فى رعاية حقوق الملك العلام هى الطريقة الموصلة الى تلك الكمالات- قال البغوي قال اهل التفسير فلما نزلت هذه الاية شق ذلك عليهم فقالوا يا رسول الله ومن يقوى على هذا فانزل الله تعالى فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فنسخت هذه الاية- قال مقاتل ليس فى ال عمران من المنسوخ الا هذه الاية- قلت ليس المراد منه ان حق التقوى صار منسوخا وجوبه كيف ورذائل النفس من الكبر والغضب فى غير محله والحسد والحقد والنفاق وسوء الأخلاق وحب الدنيا وقلة الالتفات الى الله واشتغال القلب بغيره ما زال حراما ولا يتصور نسخ حرمتها حتى تصير مباحة- بل المراد منه ان ازالة رذائل النفس دفعة ليست فى مقدور البشر بل يتوقف ذلك جريا على عادة الله تعالى على مصاحبة ارباب القلوب والنفوس الزاكية والمجاهدات المذكورة فالله سبحانه رخص لعباده فى ذلك وأوجب عليهم بذل الجهد فى تزكية النفس وتصفية القلب ما استطاع فمن اعرض عن ذلك بالكلية والتفت الى الشهوات فعليه اثم الرذائل كلها إِنْ تُبْدُوا ما فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشاءُ ومن اشتغل فى طلب الطريقة وبذل جهده فى دفع الرذائل ومات قبل تحصيل الكمالات فقد اتى بما وجب عليه وأرجو ان يغفر له ماليس فى وسعه والله اعلم۔

ترجمہ: عبدالرزاق،فریابی، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے اپنی اپنی تفسیروں میں اور طبرانی نے معجم میں اور حاکم علیہ الرحمۃ نے مستدرک میں اور ابونعیم علیہ الرحمۃ نے حلیہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت نقل کی ہے بلکہ ابونعیم علیہ الرحمۃ نے تو اس روایت کو مرفوع بھی کہا ہے کہ حق تقویٰ کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کے احکام کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے شکر کیا جائے ناشکری نہ کی جائے اس کو یاد رکھا جائے فراموش نہ کیا جائے۔ بغوی نے بحوالہ حضرت ابن مسعود و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم صرف اول ٹکڑا نقل کیا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے۔

میں کہتا ہوں یاد کرنے اور بھول نہ جانے کا مدار فناء قلب پر ہے۔ رہی اطاعت وعدم عصیان اور شکر وعدم کفران تو ان امور کا مدار نفس کے فناء ہونے پر ہے حقیقی ایمان اور قلبی اطمینان پر ہی اطاعت کلی اور شکر دوامی کی بناء ہے۔ پس اس آیت کا تقاضا ہے کہ کمالات ولایت کو حاصل کرنا واجب ہے آیت کے سبب نزول کا بھی یہی تقاضا ہے اوس وخزرج کا باہمی تفاخر باقی ماندہ امراض نفس کا نتیجہ تھا اس لیے تمام امراض باطنہ سے نفس کو پاک صاف کرنے اور مکارمِ اخلاق خشیۃ اللہ اور ذکر دوامی سے قلب و نفس کو آراستہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے آیت کے مطلب کی توضیح اس طرح کی ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کرو احکام خداوندی کی تعمیل سے تم کو کسی ملامت گر کی ملامت نہ روکے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انصاف قائم کرنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ خواہ خود تمہارا۔ تمہارے ماں باپ اور اولاد کا اس میں نقصان ہو رہا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول ایک روایت میں آیا ہے کہ بندہ اس وقت تک حق تقویٰ ادا نہیں کرتا جب تک کہ اپنی زبان کی نگہداشت نہ کرے۔ میں کہتا ہوں کہ مجاہد اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وہ راستہ بتایا ہے جو کمالاتِ ولایت کو پہنچاتا ہے کیونکہ کم کھانا کم سونا ہمیشہ ذکر کرنا زبان کو لغو باتوں سے روکنا۔ عوام سے اختلاط کم رکھنا اللہ کے حقوق کے معاملہ میں لوگوں کی پروا نہ کرنا کمالات ولایت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ اہلِ تفسیر کا بیان ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے بڑی دشواری ہوگئی اور انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کی (پوری) تعمیل کرنے کی کس میں طاقت ہے اس قول کے بعد اللہ نے نازل فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ جہاں تک طاقت ہو تقویٰ اختیار کرو پس اس آیت سے اول آیت کا حکم منسوخ کر دیا گیا مقاتل نے کہا کہ آل عمران میں سوائے اس آیت کے کوئی دوسری آیت منسوخ نہیں۔

میں کہتا ہوں اس قول کا یہ مطلب نہیں کہ حق تقویٰ کا وجوب منسوخ ہو گیا کیونکہ غرور، بیجا غصہ، حسد، کینہ، نفاق، بدخلقی، دنیا کی محبت، اللہ کی طرف توجہ میں کمی دوسروں سے دل کی لگاوٹ اور اسی طرح کی دوسری نفسانی خباثتیں بہرحال ہر وقت حرام ہیں اس کی حرمت کے منسوخ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے قول کا مقصد یہ ہے کہ یک دم تمام امراض نفسانیہ کا دور کر دینا تو کسی شخص کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اللہ کا طریقہ یوں جاری ہے کہ امراض سے تزکیہ (رفتہ رفتہ) اہل دل اور مقدس نفوس والوں کی صحبت اور مختلف ریاضتیں کرنے سے ہوتا ہے یک دم نہیں ہو جاتا اسی لیے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی اور بقدر امکان نفس کو پاکیزہ بنانے اور دل کو جلا دینے کی کوشش کو واجب قرار دیدیا اب جو شخص بالکل تزکیۂ نفس کی کوشش سے منہ موڑ کر خواہشات کی طرف اپنا رخ پھیر لے گا اس پر تمام رذائل نفس کا گناہ ہوگا۔ جو کچھ دلوں کے اندر ہوگا خواہ اس کو ظاہر کرو یا نہ کرو اللہ اس کی حساب فہمی ضرور کرے گا پھر جس کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جسکو چاہے گا سزا دے گا اور جو شخص ازالۂ امراض کے طریقہ کی جستجو میں لگا رہے گا اور اندرونی بیرونی خباثتوں کو دور کرنے کی

امکانی کوشش کرتا رہے گا خواہ وہ درجۂ کمال تک نہ پہنچا ہو مگر چونکہ ادائے فرض کر رہا ہے اس لیے امید ہے کہ اللہ ﷻ اس کمی کو معاف کر دے گا جس کو پورا کرنا اختیار سے باہر ہے۔ واللہ اعلم

(تفسیر مظہری، سورۃ آلِ عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ج۱، ۵۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ المشائخ ابو نصر عبداللہ بن علی بن سراج طوسی، علیہ الرحمہ، متوفی ۳۷۸ھ لکھتے ہیں:

سئل عن اول فرض افترض اللہ تعالی علی عبادہ ماھو؟ فقال المعرفۃ لقولہ تعالی (وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون) [الذاریات: الآیۃ ۵۶] وقال ابن عباس رضی اللہ عنہما: لیعرفون۔

ترجمہ: حضرت سراج السالکین ابو الحسین نوری علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ اللہ ﷻ نے سب سے پہلے بندوں پر کونسا فرض عائد کیا تو فرمایا "معرفت" جیسا کہ قول خداوندی ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

ترجمہ: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں" (سورۃ الذاریات: ۵۶)

حضرت سیدنا مفسر قرآن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے (**لِيَعْبُدُوْن**، کہ میری بندگی کریں) کی تفسیر (**يَعْرِفُوْن**" تاکہ میری معرفت حاصل کریں) سے فرمائی۔ یعنی عبادت کرنے سے مراد معرفت الٰہی کا حصول ہے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، باب فی قول القائل بم عرفت اللہ؟ ص ۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

قطب ہروی جابر بن عبد اللہ انصاری علیہ الرحمہ فرمودہ است کہ رحمت ناگاہ آید اما بر دلِ آگاہ آید۔ پس کسے کہ رجود خود را در بادیۂ ریاضت باختہ و در تحصیلِ علمِ دینیہ عمر خود را صرف کردہ و در پیرویِ شریعتِ مصطفوی راہ ہا رفتہ و در جوانی بہ پیری رسیدہ چرا باید کہ این زمان بے بہرہ ماند۔

تا دل صدفِ دُر حقیقت نہ شود		جان محرمِ اسرارِ طریقت نہ شود
بگذار جوانی کہ کسے در رہِ عشق		با نفسِ جوان پیرِ طریقت نہ شود

قطب ہروی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ رحمت ناگاہ (اچانک) آتی ہے لیکن دلِ آگاہ پر ہوتی ہے۔ پس جس آدمی نے اپنے وجود کو ریاضت کے صحرا میں جلایا ہو، دینی علوم کی تحصیل میں اپنی عمر صرف کی ہو اور شریعت مصطفوی ﷺ کی اتباع میں مسافرت کرتے ہوئے جوانی سے بڑھاپے میں پہنچ گیا ہو، کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت بے بہرہ رہے؟

تا دل صدفِ دُر حقیقت نہ شود		جان محرمِ اسرارِ طریقت نہ شود
بگذار جوانی کہ کسے در رہِ عشق		با نفسِ جوان پیرِ طریقت نہ شود

یعنی: جب تک دل حقیقت کی سیپ کا موتی نہ بن جائے، اس وقت تک طریقت کے راز کا محرم نہیں بن سکتا۔

جوانی کو چھوڑ، کہ کوئی آدمی عشق کے راستے میں نفس جوان رکھتے ہوئے پیر طریقت نہیں بن سکتا۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص ۲۳، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

حضور سیدی شیخ عبدالقادر عیسی، قادری، شاذلی علیہ الرحمہ، لکھتے ہیں:

فتنقية القلب، وتهذيب النفس، من أهم الفرائض العينية وأوجب الأوامر الإلهية، بدليل ما ورد في الكتاب والسنة وأقوال العلماء.۔۔كل الأحاديث التي وردت في النهي عن الحقد والكبر والرياء والحسد... وأيضاً الأحاديث الآمرة بالتحلي بالأخلاق الحسنة والمعاملة الطيبة فلتراجع في مواضعها.

ترجمہ: دل کا تصفیہ اور نفس کا مہذب بنانا اہم ترین فرض عین اور ماموراتِ الٰہیہ میں سے واجب ترین ہے، اس پر قرآن مجید اور آحادیث مبارکہ اور علماء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اقوال سے بہت ساری دلیلیں ہیں۔ وہ تمام حدیثیں جو حسد، تکبر، خود بینی اور ریا سے اجتناب پر وارد ہیں۔۔اور وہ تمام حدیثیں جو نفس کو اچھے اخلاق کے ساتھ مزین کرنے اور اچھا معاملہ کرنے کے بارے میں آئی ہیں، یہ تمام صفات قلب اور نفس کی تہذیب کے فرضِ عین ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

(حقائق عن التصوف، ص، ۲۶)

حضور سیدی شیخ یوسف خطار محمد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

والكبر من امراض القلوب وهو وحده يكفى لدخول النار بدليل قول النبى ﷺ۔

ترجمہ: اور تکبر امراض قلوب میں سے ہے اور یہ ایک ہی دوزخ میں دخول کے لیے کافی ہے اس پر نبی کریم ﷺ کا (درج ذیل یہ) ارشاد دلیل ہے۔

(الموسوعۃ الیوسفیۃ فی بیان ادلۃ الصوفیۃ، الجزء الاول، ص، ۲۵)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کی مقدار تکبر ہے وہ جنت میں داخل نہیں گا

(صحیح مسلم، باب تحریم الکبر، رقم: ۱۴۷، سنن ابوداود، رقم: ۴۰۹۱، سنن الترمذی، رقم: ۱۹۹۹، مسند احمد، ج، ۱، ص، ۳۹۹)

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی، شافعی علیہ الرحمہ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

اعلم أن الكبر من المهلكات ولا يخلو أحد من الخلق عن شيء منه وَإِزَالَتُهُ فَرْضُ عَيْنٍ وَلَا يَزُولُ بِمُجَرَّدِ التَّمَنِّي بل بالمعالجة واستعمال الأدوية القامعة له۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ تکبر ہلاک کرنے والے کاموں میں سے ہے اور مخلوق میں سے کوئی بھی اس سے خالی نہیں اور اس کا ازالہ فرض عین اور یہ محض تمنا کرنے سے زائل نہیں ہوتا بلکہ علاج کرنے اور ایسی دوائیاں استعمال کرنے سے زائل ہوتا ہے جو اس کا قلع قمع کر دیتی ہیں۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذم الکبر، والعجب، بیان الطریق فی معالجۃ الکبر واکتساب التوضع لہ، ج، ۳، ص، ۴۸۸، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرۃ، مصر)

امام ابی العباس احمد بن محمد علی بن حجر المکی الہیتمی، شافعی علیہ الرحمہ، متوفی، ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا: يَتَعَيَّنُ عَلَى كُلِّ إِنْسَانٍ أَرَادَ الْخَلَاصَ مِنْ وَرْطَةِ الْكِبْرِ وَثَمَرَتِهِ الْقَبِيحَةِ - إِذْ هُوَ مِنَ الْمُهْلِكَاتِ وَلَا يَخْلُو أَحَدٌ مِنَ الْخَلْقِ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ، وَإِزَالَتُهُ فَرْضُ عَيْنٍ وَهِيَ لَا تُمْكِنُ بِمُجَرَّدِ التَّمَنِّي، بَلْ بِالْمُعَالَجَةِ بِاسْتِعْمَالِ أَدْوِيَتِهِ النَّافِعَةِ فِي إِزَالَتِهِ مِنْ أَصْلِهِ -

ترجمہ: ہر انسان تکبر اور اس کے بُرے نتائج سے چھٹکارا چاہتا ہے کیونکہ یہ مہلکات یعنی ہلاکت میں ڈالنے والی بیماریوں میں سے ہے، حالانکہ اس سے کوئی

انسان پاک نہیں، اوراس کا ازالہ فرضِ عین ہے، جو صرف تمنا اور خواہش سے نہ ہوگا بلکہ مفید ادویہ کے استعمال سے اسے جڑ سے ختم کرنا ضروری ہے۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبر والعجب والخیلاء، ج ۱، ص ۱۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

محمد بن ابراہیم بن عبداللہ تویجری لکھتے ہیں:

والكبر من الكبائر المهلكات، ولا يخلو أحد من الخلق عن شيء منه، وإزالته فرض عين۔

ترجمہ: تکبر ہلاک کرنے والے کبیرہ گناہوں میں سے ہے، مخلوق میں سے کوئی ایک بھی اس سے خالی نہیں ہے، اوراس کا ازالہ فرض عین ہے۔

(موسوعۃ فقہ القلوب، آفۃ الکبر، ج ۴، ص ۳۱۱۴)

علاء الدین عابدین علیہ الرحمۃ، لکھتے ہیں:

وقد تظاهرت نصوص الشرع والإجماع على تحريم الحسد، واحتقار المسلمين، وإرادة المكروه بهم، والكبر والعجب والرياء والنفاق، وجملة الخبائث من أعمال القلوب، بل السمع والبصر والفؤاد، كل ذلك كان عنه مسؤولاً مما يدخل تحت الاختيار۔

ترجمہ: حسد کرنا، اور مسلمانوں کو حقیر جاننا' ان کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرنا' تکبر' خود پسندی' ریاء نفاق اور دل سے متعلقہ جملہ اعمال قبیحہ کی حرمت پر اجماع ہے، اوراس پر شرعی نصوص ظاہر ہیں، بلکہ سمع وبصر اور دل میں سے ہر ایک سے ان کے اختیاری اعمال کی باز پرس ہوگی۔

(الھدایۃ العلائیۃ، ص ۳۱۵، الموسوعۃ الیوسفیۃ فی بیان ادلۃ الصوفیۃ، الجزء الاول، ص ۲۴، ۲۵)

شیخ یوسف خطار محمد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اجمع العلماء على ان امراض والآفات القلبية من الكبائر التى تحتاج الى توبة مستقلة لان امراض الباطن كافية لاحباط اعمال العبد ولو كانت كثيرة ۔۔۔ان التصوف هو الذى اختص بمعالجة الامراض القلبية ، وتزكية النفوس والتخلص من صفاتها الناقصة الذميمة۔

ترجمہ: علماء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا اس بات پر اجماع ہے کہ قلبی امراض اور آفات ان کبیرہ گناہوں میں سے ہیں جن کے لیے مستقل توبہ کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ بندے کے اعمال اگرچہ زیادہ ہی ہوں ان کو ضائع کرنے کے لیے امراضِ باطن کافی ہیں ۔۔۔ اور بے شک تصوف قلبی امراض کے اعلاج کے لیے اور تزکیہ نفس کے لیے اور نفس کی ناقص ذمیم صفات سے خلاصی کے لیے مختص ہے۔

(الموسوعۃ الیوسفیۃ فی بیان ادلۃ الصوفیۃ، الجزء الاول، ص ۲۴)

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الحَسَدُ يَأْكُلُ الحَسَنَاتِ، كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الحَطَبَ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے۔ جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، باب الحسد، رقم: ۴۲۱۰، سنن ابوداؤد، باب فی الحسد، رقم: ۴۹۰۳، مسند البزار، رقم: ۶۲۱۲، شعب الایمان، ۶۱۸۴، معجم ابن عساکر، رقم: ۱۴۲۱،)

عن معاوية بن حيدة رضى الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: الحسد يفسد الايمان كما يفسد الصبر العسل۔

ترجمہ: حضرت سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسد ایمان کو ایسا بگاڑتا ہے، جس طرح ایلوا (اندرائن، تمہ)

شہد کو بگاڑتا ہے۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر، للسوطی، حرف الحائ، الحدیث:۳۸۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، کنز العمال، رقم الحدیث:۷۴۴۳، ج،۳،ص،۱۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: ان رسول اللہ ﷺ قال: "لا تحاسدوا ولا تباغضوا، ولا تدابروا، وکونوا عباداللہ اخوانا"

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "آپس میں حسد نہ کرو، نہ بغض کرو، نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، رقم الحدیث:۶۰۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِي، قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا، وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی عمل کو قبول نہیں فرماتا مگر جو صرف اور صرف اس کی رضا کے لئے ہو۔

(سنن النسائی فی کتاب: الجہاد، باب: من غزا یلتمس الاجر والذکر، ج،۲،ص،۵۸، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، کنز العمال، ج،۳،ص،۱۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

(مسلم فی کتاب: البر والصلۃ ولاداب، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ مالہ وعرضہ، ج،۲،ص،۳۱۷، مطبوعہ قدیمی کتب کانہ کراچی، کنز العمال، ج،۳،ص،۱۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

مذکورہ بالا احادیث کے تحت حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

وکل مایترتب علیہ الفروض الاعیان فھو فرض عین۔

ترجمہ: ہر وہ عمل جس پر فرض عین کی ادائیگی مرتب ہوتی ہے وہ فرض عین ہے۔

(تفسیر مظہری، سورۃ التوبہ، تحت الآیۃ:۱۲۲، ج،۳،ص،۳۸۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

عن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال: رسول اللہ ﷺ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (وفی روایۃ: ومسلمۃ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طلب علم ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، وسنن ابن ماجہ، مشکوۃ المصابیح کتاب العلم، ومسند امام اعظم، سرالاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار، ص،۸۷، مطبوعہ غوثیہ کتب خانہ شاہ عالم گیٹ لاہور، اشعۃ اللمعات، ج،۱،ص،۴۹۹، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور، طریقہ محمدیہ، ج،۱،ص،۸۹، مطبوعہ مکتبہ حنفیہ کانسی روڈ، کوئٹہ)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قَالَ الشُّرَّاحُ: الْمُرَادُ بِالْعِلْمِ مَا لَا مَنْدُوحَةَ لِلْعَبْدِ مِنْ تَعَلُّمِهِ كَمَعْرِفَةِ الصَّانِعِ وَالْعِلْمِ بِوَحْدَانِيَّتِهِ وَنُبُوَّةِ رَسُولِهِ وَكَيْفِيَّةِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّ تَعَلُّمَهُ فَرْضُ عَيْنٍ، وَأَمَّا بُلُوغُ رُتْبَةِ الِاجْتِهَادِ وَالْفُتْيَا فَفَرْضُ كِفَايَةٍ. قَالَ الْأَبْهَرِيُّ: وَاخْتُلِفَ فِي الْعِلْمِ الَّذِي هُوَ فَرْضٌ وَتَحَزَّبُوا فِيهِ أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ فِرْقَةً، فَكَانَ فَرِيقٌ نَزَّلَ الْوُجُوبَ عَلَى الْعِلْمِ الَّذِي بِصَدَدِهِ اهـ. قَالَ الشَّيْخُ الْعَارِفُ الرَّبَّانِيُّ السَّهْرَوَرْدِيُّ: اخْتُلِفَ فِي

هَذَا الْعِلْمِ الَّذِي هُوَ فَرِيضَةٌ. قِيلَ: هُوَ عِلْمُ الْإِخْلَاصِ وَمَعْرِفَةُ آفَاتِ النَّفْسِ وَمَا يُفْسِدُ الْأَعْمَالَ لِأَنَّ الْإِخْلَاصَ مَأْمُورٌ بِهِ، فَصَارَ عِلْمُهُ فَرْضًا آخَرَ، وَقِيلَ: مَعْرِفَةُ الْخَوَاطِرِ وَتَفْصِيلُهَا فَرِيضَةٌ لِأَنَّ الْخَوَاطِرَ هِيَ مَنْشَأُ الْفِعْلِ، وَبِذَلِكَ يَعْلَمُ الْفَرْقَ بَيْنَ لَمَّةِ الشَّيْطَانِ وَلَمَّةِ الْمَلَكِ، وَقِيلَ: هُوَ طَلَبُ عِلْمِ الْحَلَالِ حَيْثُ كَانَ أَكْلُ الْحَلَالِ وَاجِبًا، وَقِيلَ: عِلْمُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالنِّكَاحِ إِذَا أَرَادَ الدُّخُولَ فِي شَيْءٍ مِنْهَا، وَقِيَامُ عِلْمِ الْفَرَائِضِ الْخَمْسِ، وَقِيلَ: هُوَ طَلَبُ عِلْمِ التَّوْحِيدِ بِالنَّظَرِ وَالِاسْتِدْلَالِ وَالنَّقْلِ، وَقِيلَ: هُوَ طَلَبُ عِلْمِ الْبَاطِنِ وَهُوَ مَا يَزْدَادُ بِهِ الْعَبْدُ يَقِينًا، وَهُوَ الَّذِي يُكْتَسَبُ بِصُحْبَةِ الصَّالِحِينَ وَالزُّهَّادِ الْمُقَرَّبِينَ، فَهُمْ وُرَّاثُ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ الخ۔ فَإِنْ قِيلَ: مَا الْفَرْضُ قَبْلَ الْفَرْضِ؟ فَقُلِ: الْعِلْمُ قَبْلَ الْعَمَلِ، وَإِنْ قِيلَ: مَا الْفَرْضُ فِي الْفَرْضِ؟ فَقُلِ: الْإِخْلَاصُ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ، وَإِنْ قِيلَ: مَا الْفَرْضُ بَعْدَ الْعَمَلِ؟ فَقُلِ: الْخَوْفُ وَالرَّجَاءُ.

ترجمہ: شارحین حدیث نے فرمایا: بندہ کے لیے جس علم کا سیکھنا مراد ہے، جیسے صانع کی معرفت اور اس کی واحدانیت کا علم اور نبوت اور اس کے رسول کا علم اور نماز کا طریقہ، پس ان کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے، اور اجتہاد اور فتویٰ کے مرتبہ کو پہنچنا فرض کفایہ ہے۔۔ ابہری ﷫ فرماتے ہیں: وہ علم کہ جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ علماء ۲۰ سے زیادہ جماعتوں میں بٹ گئے، ہر فریق نے اسی علم کا حاصل کرنا فرض قرار دیا جس علم میں وہ فریق خود مشغول تھا۔ الخ۔ شیخ عارف ربانی شہاب الدین سہروردی ﷫ فرماتے ہیں: اس علم کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے: کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اخلاص کا علم، اور نفس کی آفتوں اور اعمال کو مفسد کرنے والے امور کی معرفت مراد ہے۔ چونکہ اخلاص امور بہ ہے، چنانچہ اس کا علم ایک دوسرا (مستقل) فرض ہے۔ کہا گیا ہے کہ خواطر کی معرفت، اور اس کی تفصیل فرض ہے۔ چونکہ خواطر ہی فعل کا منشاء ہے۔ اور اسی سے شیطانی وسوسہ اور فرشتہ کے الہام میں فرق ہوتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد طلب علم حلال ہے، چونکہ حلال کھانا واجب ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد بیع وشراء اور نکاح کا علم ہے، جب کہ یہ کام سرانجام دینے کا ارادہ ہو۔ بعض کا کہنا ہے کہ علم میراث کا پانچواں حصہ ہے۔ بعض کا کہنا ہے اس سے مراد علم توحید کو نظر واستدلال اور نقل کے ساتھ طلب کرنا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد علم باطن کا طلب کرنا ہے یعنی وہ علم کہ جس کے ذریعے بندہ کا اللہ کی ذات پر یقین بڑھتا ہے، یہ وہ علم ہے جو صالحین اور زہاد کی صحبت میں حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ یہی لوگ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے وارث ہیں۔ اھ۔ گر یہ سوال کیا جائے کہ فرض سے پہلے کونسا فریضہ ہے؟ تو اس کا جواب ہے کہ اپنے عمل سے پہلے علم۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ فرض میں کیا فرض ہے؟ تو اس کا جواب ہے علم وعمل میں اخلاص۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ عمل کے بعد کیا فرض ہے؟ تو اس کا جواب ہے، خوف ورجاء۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، ج ۱، ص ۴۳۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ محمد عبدالرؤف مناوی، شافعی ﷫، متوفی ۱۰۳۱ھ، لکھتے ہیں:

اختلف في العلم الذي هو فريضة قيل هو علم الإخلاص ومعرفة آفات النفس ومايفسد العمل لأن الإخلاص مأمور به كما أن العمل مأمور به وخدع النفس وغرورها وشهواتها يخرب مباني الإخلاص فصير علمه فرضا وقيل معرفة الخواطر وتفصيل عللها منشأ الفعل وذلك يفرق بين لمة الملك ولمة الشيطان۔ وقيل علم نحو البيع والشراء وقيل علم التوحيد بالنظر والاستدلال

والنقل علم الباطن وهو مايزداد به العبديقينا وهو الذي يكتسب لصحبة الأولياء فهم وراث المصطفى صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ: علماء نے اس سلسلہ میں اختلاف کیا ہے کہ وہ کونسا علم ہے جس کا حاصل کرنا فرض ہے۔ بعض اصحاب نے فرمایا ہے کہ وہ علم اخلاص، علم معرفت آفات نفس اور مفسدات اعمال کا ہے۔ کیونکہ کہ اخلاص کے لئے حکم دیا گیا ہے، اور جس اخلاص کا حکم دیا گیا ہے اس کو نفس کا مکروغرور، اس کے مکائد اور پوشیدہ خواہشیں تباہ برباد کرتی ہیں، اس لئے اس کے تحفظ کے لئے اس کا جاننا ضروری ہوگیا۔ پس جس طرح اخلاص فرض ہے اسی طرح اس کا علم بھی فرض ہوگیا۔ اور کہا گیا ہے کہ معرفت خواطر اور اس کی تفصیلات کا جاننا فرض ہے اس لئے کہ خواطر ہی کسی فعل کی اصل اور اس کا مبداء ہے! اور محل نشوونما ہے اور اس کے ذریعہ فرشتے کے الہام اور شیطان کے وسوسہ کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ خرید وفروخت کا علم ہے اور کہا گیا ہے کہ غور فکر اور استدلال کے ذریعے توحید کا علم ہے اور باطنی علم کو منقل کرنا اور یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے بندہ کا یقین زیادہ ہوتا ہے اور یہ علم وہ ہے جس کو اولیاء کی صحبت سے حاصل کیا جاتا ہے، پس وہ مصطفیٰ ﷺ کے وارث ہیں۔

(فیض القدیر، ج۴، ص۳۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قيل هو علم الإخلاص بمعرفته آفات النفوس، ومايفسد الأعمال، لأن الإخلاص مأموربه، وقيل: معرفة الخواطر، إذبه يعرف الفرق بين لمة الملك، ولمة الشيطان،

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ وہ علم اخلاص، علم معرفت آفات نفس اور مفسدات اعمال کا ہے۔ کیونکہ کہ اخلاص کے لئے حکم دیا گیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ خواطر کی معرفت، کیونکہ اس سے فرشتے کے الہام اور شیطان کے وسوسہ کے درمیان فرق کی پہچان ہوتی ہے۔

(شرح مسند ابی حنیفۃ، ص۵۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

وصوفیہ گویند کہ مراد علم اخلاص ومعرفت آفات نفوس وخواطر وتفاصیل آنست۔

ترجمہ: اور صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں یہاں علم سے مراد اخلاص، نفس کی آفات کی معرفت اور خواطر اور رذائل نفس کی تفصیلات کا علم ہے

(اشعۃ اللمعات، کتاب العلم، ج۱، ۱۷۳، مکتبہ رشدیہ، کوئٹہ)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں شیخ المشائخ امام شہاب الدین ابی حفص عمر بن محمد بن عبداللہ سہروردی بغدادی شافعی قدس سرہ، متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں:

واختلف في العلماء في العم الذي هو فريضة۔ قال بعضهم: هو طلب علم الإخلاص ومعرفة آفات النفس ومايفسد الاعمال، لأن الإخلاص مأمور به كما أن العمل مأمور به۔ قال الله تعالى: (وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ) (سورة البينة:۵) فالاخلاص مأموربه، وخدع النفس وغرورها ودسائسها وشهواتها الخفية يخرب مباني الإخلاص المأموربه، فصار علم ذلك فرضاً حيث كان الاخلاص فرضاً، وما لا يصل العبد الى الفرض الا به، فصار فرضاً۔ وقال بعضهم: معرفة الخواطر وتفصيلهافريضة، لان الخواطر هي اصل الفعل مبدؤه ومنشؤه، وبذلك يعلم فرق بين لمة الملك ولمة الشيطان، فلا يصح الفعل الابصحتها، فصار علم ذلك فرضاً حتى يصح الفعل من العبدلله۔ وقال بعضهم: هو طلب الوقت۔ وقال سهل بن عبد الله: هو

طلب علم الحال یعنی حکم خالہ الذی بینہ وبین اللہ تعالی فی دنیاہ وآخرتہ۔ وقیل: ھو طلب علم الباطن وھو ما یزداد بہ العبد یقیناً، وھذا العلم الذی یکتسب بالصحبۃ ومجالسۃ الصالحین من العلماء الموقنین والزھاد المقربین الذین جعلھم اللہ تعالی من جنودہ یسوق الطالبین الیھم ویقویھم بطریقھم ویرشدھم بھم، فھم وارث علم النبی علیہ السلام ومنھم من یتعلم علم الیقین۔

ترجمہ: علماء نے اس سلسلہ میں اختلاف کیا ہے کہ وہ کونسا علم ہے جس کا حاصل کرنا فرض ہے۔ بعض اصحاب نے کہا ہے کہ وہ علم اخلاص، علم معرفت آفات نفس اور مفسدات اعمال کا ہے۔ کہ اخلاص کے لئے حکم دیا گیا ہے جیسا کہ عمل کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۔

ترجمہ: اوران لوگوں کوتو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے (سورۃ البینۃ: ۵)

اور جس اخلاص کا حکم دیا گیا ہے اس کو نفس کا مکروغرور اس کے مکائد اور پوشیدہ خواہشیں تباہ برباد کرتی ہیں، اس لئے اس کے تحفظ کے لئے اس کا جاننا ضروری ہوگیا۔ پس جس طرح اخلاص فرض ہے اسی طرح اس کا علم بھی فرض ہوگیا۔ بعض اصحاب کہتے ہیں کہ معرفت خواطر اور اس کی تفصیلات کا جاننا فرض ہے اس لئے کہ خواطر ہی کسی فعل کی اصل اور اس کا مبداء ہے! اور محل نشوونما ہے اور اس کے ذریعہ فرشتے کے الہام اور شیطان کے وسوسہ کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے اور فعل کی صحت بغیر اس کی صحت کے نہیں ہوسکتی، پس ایسا علم حاصل کرنا فرض ہوگیا جو بندے کے افعال کو اللہ کے لیے درست کرسکے۔ بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ وہ علم، علم الوقت ہے جس کی صراحت اس قول سے ہوگی کہ حضرت سہیل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ علم الوقت یہ ہے کہ علم حال کی طلب کی جائے، یعنی اس سے وہ حکم حال مراد ہے جو دنیا وآخرت میں اس کے اور بندے کے مابین وقوع پذیر ہوتا ہے۔ بعض اصحاب کا ارشاد ہے کہ جس علم کے حاصل کرنے کا حکم ہے وہ علم باطن کا طلب کرنا ہے کہ اس سے بندے کے یقین میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ علم بھی صالحین کی مجالست اور صحبت میں حاصل کیا جاسکتا ہے، یہ صالحین وہ ہیں جو علمائے موقنین اور زہاد مقربین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا لشکر بتایا ہے اور طالبین ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کے طریقے پر گامزن ہوکر قوت حاصل کرتے ہیں۔ اور ان سے رشد وہدایت پاتے ہیں اور یہی لوگ علم رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں جن سے علم الیقین کو حاصل کیا جاسکتا ہے (علم الیقین کی تعلیم دیتے ہیں)۔

(عوارف المعارف، الباب الثالث، ص، ۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں سیدنا شیخ الجن والانس حضرت ابومحمد عبدالقادر جیلانی، حنبلی علیہ الرحمہ متوفی ۵۶۱ھ، لکھتے ہیں:

والمراد منہ علم المعرفۃ والقربۃ

ترجمہ: اور اس سے مراد علم معرفت اور قرب الٰہی ہے۔

(سرالاسرار ومظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار، الفصل الخامس، ص، ۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی مکی علیہ الرحمہ متوفی ۳۸۶ھ، لکھتے ہیں:

قال عالمنا أبو محمد سھل رحمہ اللہ: أراد بذلك علم حال یعني علم حال العبد من مقامہ الذي أقیم فیہ بأن یعلم أحدکم حالہ الذي بینہ وبین اللہ عز وجل في دنیاہ وآخرتہ خاصۃ فیقوم بأحکام اللہ تعالی علیہ في ذلك،

ترجمہ: ہمارے عالم ابومحمد سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کے اس فرمان میں طلب علم سے مراد علمِ حال ہے یعنی بندہ جس مقام پر ہے اس کے حال کا علم کہ تم میں سے ایک آدمی خاص کر کے اس حالت کا علم رکھے جو کہ دنیا و آخرت میں اس کے اور اللہ ﷻ کے درمیان ہے، چنانچہ وہ اس میں ہی احکامِ الٰہی پر چلتا ہے۔

(قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج ۱، ص ۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، وعوارف المعارف، الباب الثالث، ص ۲۳، واتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، بیان علم الذی ھو فرض عین، ج ۱، ص ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۸۶ھ، لکھتے ہیں:

وقال بعض العارفين (العراقين): معناه طلب علم المعرفة وقيام العبد بحكم ساعته و مايقتضي منه في كل ساعة من نهاره،

ترجمہ: عارفین (عراقین) فرماتے ہیں: اس حدیث پاک کا مطلب ہے علمِ معرفت طلب کرنا اور بندے کا اس کی ساعت کے حکم پر قائم رہنا اور دن کی ہر گھڑی میں جو بھی تقاضا ہو، اسے پورا کرنا ہے۔

(قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج ۱، ص ۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، واتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، بیان علم الذی ھو فرض عین، ج ۱، ص ۲۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۸۶ھ، لکھتے ہیں:

وقال بعض علماء الشام إنما عنى به طلب علم الإخلاص ومعرفة آفات النفس ووساوسها ومعرفة مكايد العدو وخدعه وغروره وما يصلح الأعمال ويفسدها فريضة كله من حيث كان الإخلاص في الأعمال فريضة ومن حيث أعلم بعداوة إبليس ثم، أمر بمعاداته وذهب إلى هذا القول عبد الرحيم ابن يحيى الأرموي ومن تابعه،

ترجمہ: علمائے شام فرماتے ہیں: آپ ﷺ کی اس سے مراد علمِ اخلاص طلب کرنا ہے، نفسانی آفات و وسواس کو پہچاننا، دشمن کی مکاریوں اور دھوکہ دہی سے آگاہ ہونا اور اعمال کو فاسد کرنے والے اور خراب کرنے والے امور سے واقف ہونا، ان کی طلب فرض ہے اس لیے کہ اعمال میں اخلاص اختیار کرنا بھی فرض ہے۔ اور آپ ﷺ ابلیس کی دشمنی کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اس لیے اس کی عداوت کا حکم دیا۔ عبدالرحیم ابن یحیی ارموی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تابعین کا یہ فرمان ہے۔

(قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج ۱، ص ۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، واتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، بیان علم الذی ھو فرض عین، ج ۱، ص ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں کاشف الاسرار شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۸۶ھ، لکھتے ہیں:

وقال بعض البصريين في معناه: طلب علم القلوب ومعرفة الخواطر وتفصيلها فريضة لأنها رسل الله تعالى إلى العبد ووسواس، العدوّ والنفس فيستجيب لله تعالى بتنفيذ ما منه إليه ومنها ابتلاء الله تعالى للعبد واختبار تقتضيه مجاهدة نفسه في نفيها ولأنها أول النية التي هي أول كل عمل وعنها تظهر الأفعال وعلى قدرها تضاعف الأعمال فيحتاج أن يفرق بين لمة الملك ولمة العدوّ وبين خاطر الروح ووسوسة النفس وبين علم اليقين وقوادح العقل ليميز بذلك الأحكام، وهذا عند هؤلاء فريضة وهو مذهب مالك بن دينار وفرقد السنجي وعبد الواحد بن زيد وأتباعهم من النساك وقد كان أستاذهم الحسن البصري يتكلم في ذلك وعنه حملوا علوم القلوب۔

ترجمہ: علمائے بصری اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ "علم قلوب کا حصول مراد ہے، اس لیے کہ دل میں پیدا ہونے والے خیالات اور ان کی تفاصیل سے

آ گاہ ہونا فرض ہے۔ کیونکہ یہ خیالات بندے کے پاس اللہ کی جانب سے آئیں تو پیغام رساں ہوتے ہیں اور شیطان اور نفس کی طرف سے آئیں تو وسواسہ کہلاتے ہیں۔ پس بندے کو چاہیے کہ کہ اللہ کی جانب سے پیدا ہونے والے خیالات پر لبیک کہے کہ انہی خیالات کے سبب اللہ تعالیٰ بندے کو آزماتا ہے اور اس کا امتحان لیتا ہے اور جو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ بندہ شیطانی وسوسوں کو دل سے جھٹک دے، کیونکہ یہ خیالات اس نیت کی ابتدا کا باعث بنتے ہیں جو ہر عمل کے شروع میں ہوتی ہے، پھر اس نیت کے مطابق اعمال ظاہر ہوتے ہیں اور اسی کے مطابق اعمال کا اجر بڑھتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ بندہ اچھے اور برے خیالات کے درمیان فرق کرے اور شیطانی، روحانی اور نفسانی خیالات کو پہچاننے، علم یقین اور عقلی دلائل میں فرق کرے تاکہ ان سب کے احکام میں فرق کر سکے کیونکہ ایسا کرنا بندے پر فرض ہے۔ یہ مذہب حضرت سیّدنا مالک بن دینار، حضرت سیّدنا عبدواحد بن زید (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور ان کے ماننے والوں کا ہے۔ ان سب کے استاد حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اس معاملے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے اور ان سب نے انہی سے علوم قلوب حاصل کیے۔

(قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج ۱، ص ۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، واتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، بیان علم الذی ھو فرض عین، ج ۱، ص ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۸۶ھ، لکھتے ہیں:

ولعمري أن الظاهر والباطن علمان لا يستغني أحدهما عن صاحبه بمنزلة الإسلام والإيمان مرتبط كل واحد بالآخر كالجسم والقلب لا ينفك أحدهما عن صاحبه۔

ترجمہ: میری عمر کی قسم! (حقیقت یہ ہے کہ) ظاہر و باطن دو علم ہیں اور جیسے کہ اسلام اور ایمان دونوں لازمی ہیں ان دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے سے مستغنی نہیں ہو سکتا، بلکہ ایک کا دوسرے کے ساتھ وہی تعلق ہے جس طرح جسم اور دل کا باہم ربط ہے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا۔

(قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج ۱، ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۸۶ھ، لکھتے ہیں:

وعلم الإخلاص داخل في صحة الإسلام إذ لا يكون مسلماً إلا بإخلاص العمل لقوله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثلاث لا يغل عليهن قلب مسلم: إخلاص العمل لله فبدأ به واشترط للإسلام۔

ترجمہ: اور اسلام کے درست ہونے میں علم اخلاص داخل ہے کیونکہ کوئی بھی خالص عمل کے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین امور ایسے ہیں جن میں ایک مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا۔ اور پھر ان میں سے ایک کا تذکرہ یوں فرمایا: اللہ ﷻ کے لیے اخلاص کے ساتھ عمل کرنا۔

(سنن ابوداؤد، فی العلم، باب ۱۰، وسنن الترمذی، فی العلم، باب ۷، وسنن ابن ماجہ، فی المقدمۃ، باب ۱۸، المناسک، باب ۷۶، والترغیب والترھیب، ج ۱، ص ۶۱)

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس سے آغاز فرمایا اور اس کو اسلام کی شرط قرار دیا۔

(قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج ۱، ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

واختلف الناس في العلم الذي هو فرض على كل مسلم فتفرقوا فيه أكثر من عشرين فرقة ولا نطيل بنقل التفصيل ولكن حاصله

أن كل فريق نزل الوجوب على العلم الذي هو بصدده فقال المتكلمون هو علم الكلام إذ به يدرك التوحيد ويعلم به ذات الله سبحانه وصفاته وقال الفقهاء هو علم الفقه إذ به تعرف الْعِبَادَاتُ وَالحلَالُ وَالحرَامُ وَمَا يحرَمُ مِنَ المعَامَلَاتِ وما يحل وعنوا به ما يحتاج إليه الآحاد دون الوقائع النادرة وقال المفسرون والمحدثون هو علم الكتاب والسنة إذ بهما يتوصل إلى العلوم كلها وقال المتصوفة المراد به هذا العلم فقال بعضهم هو علم العبد بحاله ومقامه من الله عز وجل وقال بعضهم هو العلم بالإخلاص وآفات النفوس وتمييز لمة الملك من لمة الشيطان وقال بعضهم هو علم الباطن۔

ترجمہ: جو علم کہ ہر مسلمان پر فرض عین ہے اس میں لوگوں کا اختلاف ہے اسی بارے میں بیس سے زیادہ فرقے ہو گئے ہیں ہم سب کی تفصیل نہیں لکھتے حاصل اختلاف یہی ہے کہ ہر فرقے نے واجب ہونا اسی علم کا کہا ہے جس کے درپے وہ خود تھا مثلا کلام علم کی غرض علم کلام ہے اسی لیے کہ توحید اسی سے معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی ذات اور صفات کا علم اسی سے ہوتا ہے اور فقہاء کہتے ہیں کہ وہ علم فقہ ہے اس وجہ سے کہ اس سے عبادت اور حلال اور حرام اور معاملات میں سے جائز ناجائز معلوم ہوتے ہیں اور علم فقہ سے انکی غرض وہ ہے جس کی طرف ہر ایک کو حاجت ہے نہ وہ معاملات جو بہت کم واقع ہوتے ہیں اور مفسر و محدث فرماتے ہیں کہ وہ علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہے انہی دونوں سے دیگر تمام علوم حاصل ہوتے ہیں اور اہل تصوف کہتے ہیں کہ اس سے غرض ہمارا علم ہے پس ان میں سے کچھ یوں کہتے ہیں کہ انسان کو اپنے حال کا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے کلام کا علم مراد ہے اور بعض کا یہ قول ہے کہ وہ علم اخلاص اور نفس کی آفتوں اور شیطان کے خطروں اور فرشتے کے الہام میں تمیز کرنے کا ہے اور بعض کا ارشاد ہے کہ وہ علم باطن ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الثانی، ج ۱، ص ۲۹، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہر، مصر)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

فاعلم ان العلوم التى طلبها فرض فى الجملة ثلاثة: علم التوحيد، وعلم السر، واعنى و مايتعلق بالقلب ومساعيه، وعلم الشريعة واما حد يجب من كل واحد منها، فالذي يتعين فرضه من علم التوحيد ما تعرف به أصول الدين۔ واما الذى يتعين فرضه من علم السر معرفة مواجبه ومناهيه، حتى يحصل لك تعظيم الله سبحانه والإخلاص (له) والنية وسلامة العمل، واما (مايتعين) من علم الشريعة كل مايتعين عليك فرض فعله، وجب عليك معرفته لتؤديه۔

ترجمہ: جن علوم کی طلب فرض ہے وہ تین ہیں:

(۱) علم توحید

(۲) علم سر یعنی جس علم کا تعلق دل اور دل کے متعلقات سے ہے۔

(۳) علم شریعت۔

لیکن ان تین علوم سے اتنی مقدار لازم اور ضروری ہے جس لازم و ضروری امور کی پوری پوری معرفت و یقین ہو جائے۔ علم توحید سے اتنا ضروری ہے جس سے دین کے اصول معلوم ہو جائیں۔۔ اور علم سر سے اس قدر جاننا ضروری ہے جس سے صفاتی قلب کے اسباب معلوم ہو جائیں اور یہ معلوم ہو جاے کہ کس چیز سے دل کو پاک کرنا ضروری ہے تاکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور تعظیم اور اعمال میں اخلاص پیدا ہو۔ نیز ان امور کو جاننا بھی ضروری ہے جن سے نیت درست رہ سکے اور

ظاہری و باطنی اعمال و عبادات، ظاہری و باطنی آفات سے محفوظ رہ سکیں۔اور علم شریعت سے اس قدر جاننا ضروری ہے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ امور ضروری ہیں۔تا کہ انہیں ادا کیا جا سکے۔

(منہاج العابدین ،ص، ۶۴، ۶۵ ،موسسۃ الرسالۃ ، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، شافعی علیہ الرحمہ ،متوفی ۱۰۳۱ھ ، لکھتے ہیں:

وَعلم لقلب وَمَعْرِفَةَ أمراضه من نَحْو حسد وَعجب ورياء قَالَ الْغَزالِي فرض عين۔

ترجمہ: اور دل اور اس کے امراض کی معرفت کا علم جیسے حسد، اور عجب، اور ریاء۔امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں فرضِ عین ہے۔

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر، ج،۱ ،ص، ۱۶۴ ،مکتبۃ امام الشافعی، الریاض، السعودیۃ)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت حضرت سید مظفر علی شاہ قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

علمے کہ طلب آن بر کاری مسلمان فریضہ است نزدیک علماء مختلف فیہ است بعضے گفتہ اند علم اخلاص زیرا کہ ھمچناں عبادت حق فرض است اخلاص در عبادت ھم فرض است چناچہ علم عمل فرض بود علم اخلاص ھم فرض بود بعضے گویند علم آفات اخلاص است یعنے نفوس کہ ظھور آن مخرب قاعدہ اخلاص است پس علم اخلاص موقوف بود بر علم صفات نفوس و ھرچہ واجی بر و موقوف بود آن ھم واجب باشد۔

ترجمہ: وہ علم کہ جس کا طلب کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے علماء کا اس میں اختلاف ہے،بعض فرماتے ہیں کہ علم اخلاص مراد ہے اس لیے کہ حق تعالیٰ کی عبادت فرض ہے،عبادت میں اخلاص بھی فرض ہے، چونکہ عمل کے لیے علم فرض ہوتا ہے تو اخلاصِ عمل کے لیے بھی علم فرض ہوتا ہے،اور بعض فرماتے ہیں کہ اخلاص کی آفات کا علم مراد ہے،یعنی نفس کی صفات کہ ان کا ظہور اخلاص کی بنیاد کو خراب کر دیتا ہے، پس اخلاص کا علم نفس کی صفات کے علم پر موقوف ہوتا ہے اور ہر وہ کام جس پر واجب موقوف ہوتا ہے،وہ کام بھی واجب ہوتا ہے۔

(جواہر غیبی، کنز سوم ،ص، ۱۶۲ ،مکتبہ رحمانیہ، ارگ بازار، قندھار، افغانستان)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۸۸ھ ، لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ تَعَلُّمَ الْعِلْمِ يَكُونُ فَرْضَ عَيْنٍ وَهُوَ بِقَدْرِ مَا يَحْتَاجُ لِدِينِهِ. وَفَرْضَ كِفَايَةٍ، وَهُوَ مَا زَادَ عَلَيْهِ لِنَفْعِ غَيْرِهِ. وَمَنْدُوبًا، وَهُوَ التَّبَحُّرُ فِي الْفِقْهِ وَعِلْمِ الْقَلْبِ.

ترجمہ: جان لو کہ علم کا حاصل کرنا فرض عین ہے (یعنی ہر شخص پر) اور فرض عین اس قدر علم ہے جس کی طرف آدمی اپنے دین کے لیے حاجت مند ہو۔اور علم کا سیکھنا فرض کفایہ ہوتا ہے،فرض کفایہ وہ علم ہے جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو غیر کے نفع کے لیے ہو۔اور علم سیکھنا مستحب ہوتا ہے مستحب علم فقہ میں بہت زیادہ وسعت حاصل کرنا ہے،اور علم قلب فرض عین ہے۔ (الدر المختار، مقدمۃ ،ص، ۱۲ ،دار الکتب العلمیہ ، بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ متوفی ۱۲۵۲ھ ، لکھتے ہیں:

أَنَّ عِلْمَ الْإِخْلَاصِ وَالْعُجْبِ وَالْحَسَدِ وَالرِّيَاءِ فَرْضُ عَيْنٍ، وَمِثْلُهَا غَيْرُهَا مِنْ آفَاتِ النُّفُوسِ: كَالْكِبْرِ وَالشُّحِّ وَالْحِقْدِ وَالْغِشِّ وَالْغَضَبِ وَالْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ وَالطَّمَعِ وَالْبُخْلِ وَالْخُيَلَاءِ وَالْبَطَرِ وَالْخِيَانَةِ وَالْمُدَاهَنَةِ وَالِاسْتِكْبَارِ عَنْ الْحَقِّ وَالْمَكْرِ وَالْمُخَادَعَةِ

وَالْقَسْوَةِ وَطُولِ الْأَمَلِ وَنَحْوِهَا مِمَّا هُوَ مُبَيَّنٌ فِي رُبْعِ الْمُهْلِكَاتِ مِنَ الْإِحْيَاءِ. قَالَ فِيهِ: وَلَا يَنْفَكُّ عَنْهَا بَشَرٌ، فَيَلْزَمُهُ أَنْ يَتَعَلَّمَ مِنْهَا مَا يَرَى، نَفْسَهُ مُحْتَاجًا إِلَيْهِ، وَإِزَالَتُهَا فَرْضُ عَيْنٍ وَلَا يُمْكِنُ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ حُدُودِهَا وَأَسْبَابِهَا وَعَلَامَاتِهَا وَعِلَاجِهَا، فَإِنَّ مَنْ لَا يَعْرِفُ الشَّرَّ يَقَعُ فِيهِ.

ترجمہ: اخلاص، تکبر، حسد ریا اور خود بینی کا علم جاننا فرض عین ہے۔اسی طرح نفس کے دیگر آفات وبلیات جیسے تکبر، حسد، کھوٹ، غیض وغضب، عداوت، دشمنی ،لالچ، بخل، خیانت، حق سے اعراض، مکر، دھوکا، دل کی سختی اور لمبی امیدیں وغیرہ یہ تمام انسان کیلئے مہلک ہیں اور کوئی انسان ان سے خالی نہیں لہٰذا اس پر لازم ہے کہ ان عیوب سے بچاؤ کا علم حاصل کرے کیونکہ ان کا ازالہ فرض عین ہے اور ان عیوب کا ازالہ، ان کی حقیقت، اسباب، علامات اور علاج جانے بغیر ممکن نہیں۔ کیونکہ جو شر کو جانتا نہ ہو وہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، مقدمۃ، ج۱، ص۱۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ردالمحتار علی درالمختار، ج۱، ص۳۲، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ الْعَلَامِيُّ فِي فُصُولِهِ: مِنْ فَرَائِضِ الْإِسْلَامِ تَعَلُّمُهُ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ الْعَبْدُ فِي إِقَامَةِ دِينِهِ وَإِخْلَاصِ عَمَلِهِ لِلَّهِ تَعَالَى۔

ترجمہ: علامی نے اپنی فصول میں فرمایا: بندہ کو اپنے دین کو قائم کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرنے میں اپنی حاجت کے مطابق علم حاصل کرنا اسلام کے فرائض میں سے ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، مقدمۃ، ج۱، ص۱۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ متوفی ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

وَفِي تَبْيِينِ الْمَحَارِمِ: لَا شَكَّ فِي فَرْضِيَّةِ عِلْمِ الْفَرَائِضِ الْخَمْسِ وَعِلْمِ الْإِخْلَاصِ؛ لِأَنَّ صِحَّةَ الْعَمَلِ مَوْقُوفَةٌ عَلَيْهِ وَعِلْمِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَعِلْمِ الرِّيَاءِ؛ لِأَنَّ الْعَابِدَ مَحْرُومٌ مِنْ ثَوَابِ عَمَلِهِ بِالرِّيَاءِ، وَعِلْمِ الْحَسَدِ وَالْعُجْبِ إِذْ هُمَا يَأْكُلَانِ الْعَمَلَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔

ترجمہ: اور تبیین المحارم میں ہے: علم اخلاص اور علم فرائض خمس کے فرض ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، کیونکہ عمل کی صحت اس پر موقوف ہے، اور علم حلال، اور علم حرام، اور علم ریاء کے فرض ہونے میں شک نہیں، کیونکہ عبادت گزار ریاء کی وجہ سے اپنے عمل کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے، اور علم حسد اور علم عجب کے فرض ہونے میں بھی شک نہیں ہے، کیونکہ یہ دونوں عمل کو اس طرح کھا جاتے ہیں جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، مقدمۃ، ج۱، ص۱۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی علیہ الرحمہ متوفی ۱۲۳۱ھ، لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ: وَعِلْمِ الْقَلْبِ) أَيْ عِلْمِ الْأَخْلَاقِ، وَهُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ أَنْوَاعُ الْفَضَائِلِ وَكَيْفِيَّةُ اكْتِسَابِهَا وَأَنْوَاعُ الرَّذَائِلِ وَكَيْفِيَّةُ اجْتِنَابِهِ۔ وقال فی التعلیم وکذالک یفترض علیه علم احوال القلوب من التوکل والانابة والخشية والرضاء فانه واقع فی جمیع الاحوال وشرف هذا العلم لا یخفی علی احد ثم قال وکذلک یفترض فی الاخلاق معرفة نحو الجود والبخل والجرأة والجبن والکبر

والتواضع والعفة والاسراف والتقتير وغيرها فان البخل والجبن والكبر والتقتير حرام ولا يمكن التحرز عنها الا بعلمها وعلم مايضادها اه والحاصل أن علم التحرز عن المحرّم فرض كما استفيد من ذلك لا مندوب والله اعلم ۔ ويمكن عطفه على الفقه فيكون المندوب هو التبحر فيه۔

ترجمہ: علم قلب سے علم اخلاق مراد ہے یعنی جس علم سے انواع فضائل اوران کے حاصل کرنے کی کیفیت معلوم ہواور اقسام رذائل اوران سے بچنے کی کیفیت دریافت ہو۔اور تعلیم متعلم میں ہے کہ اسی طرح فرض ہے علم احوال قلوب چنانچہ توکل اور انابت (اللہ کی طرف رجوع کرنا) اور خوف الٰہی اور رضا، اس واسطے کہ یہ تمام احوال میں واقع ہے اور اس علم کی بزرگی کسی پر مخفی نہیں اور اسی طرح اخلاق میں سخاوت، بخل، تکبر، تواضع، عفت، اسراف (فضول خرچی کرنا) اور کنجوسی وغیرہا کی پہچان فرض ہے اس واسطے کہ بخل، بزدلی، تکبر، کنجوسی حرام ہے اور اس سے بچنا اس کے علم بغیر اور اس کی ضد کے ممکن نہیں۔اور حاصل کلام یہ ہے کہ حرام سے بچنے کا علم فرض ہے جیسا کہ اس سے معلوم ہوا نہ مستحب۔ واللہ اعلم۔اور علم قلب کا علم فقہ پر عطف ہونا ممکن ہوتا تو وہ مستحب ہوتا وہ اس میں تبحر حاصل کرنا ہے۔(مطلب یہ ہوا کہ اصل علم اخلاق فرض ہے اور اس میں تبحر پیدا کرنا مستحب ہے اور اگر تبحر پر عطف کیجئے تو تعلیم متعلم کے مخالف ہوگا یعنی علم اخلاق مستحب ٹھہرے گا نہ کہ فرض۔)

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، ج۱، ص۳۱، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

واعلم: ان العلم الذی طلبه فرض لازم لكل مكلف ثلاثة انواع: الاول: علم التوحيد والذی يتعين عليك منه هو مقدار ماتعرف به اصول الدين وقواعد العقاءد كافية فيه۔ والثانی: علم السر وهو مايتعلق بالقلب ومساعيه من مواجبه مناهيه۔ والثالث: علم العبادات الظاهرة المتعلقة بالابدان والاموال، ثم ان من الله عليك بعلم ماوجب عليك علمه وعمل ماوجب عليك تركه فقد اديت ماوجبه الله تعالى عليه وصرت من العلماء العالمين۔ وبالله التوفيق۔

ترجمہ: اور جان تو: وہ علم جس کا سیکھنا ہر مکلف (مسلمان) فرض ہے تین قسم پر ہے:

(۱) علم توحید مگر اس قدر کہ اصولِ دین معلوم ہو جائیں اور اصولِ عقائد جو دین میں کافی ہوں۔

(۲) علمِ سر یعنی قلب اور اس کے مساعی اور امر ونواہی کے متعلق علم۔

(۳) علم عبادات ظاہرہ جو بدن اور مال سے متعلق ہوں بعد ازاں اگر اللہ کے فضل سے اتنا ہو جائے کہ واجبی علم سیکھ لو اور جو عمل واجب ہیں ان پر عمل کر لو اور جن چیزوں کا ترک ضروری ہے انہیں ترک کر دو تو تم عالم باعمل ہو گئے۔ وباللہ التوفیق۔

(روضۃ الطالبین وعمدۃ السالکین، ص۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عارف باللہ سیدی شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی، نابلسی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۴۳ھ، وغیرہ لکھتے ہیں:

فَإِنَّ المجَاهَدَةَ فِي النَّفْسِ عِبَادَةٌ وَلَا تحصُلُ لِأَحَدٍ إِلَّا بِالْعِلْمِ وَهِيَ فَرْضٌ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ۔

ترجمہ: بے شک مجاہدہ نفس عبادت ہے اور علم کے بغیر اس کا حصول ممکن نہیں، اور یہ ہر ایک پر فرض ہے۔

(حدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج۲، ص۱۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، وبریقہ محمودیہ فی شرح طریقہ محمدیہ، ج۱، ص۲۵۳، مکتبۃ العلوم الدینیۃ، کوئٹہ)

حضرت شیخ فرید الدین عطار، نیشاپوری علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۲۷ھ، لکھتے ہیں:

و گفت: اگر طلب علم فریضہ است طلب معلوم فریضہ تر.

ترجمہ: شیخ المشائخ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ نے فرمایا: جس طرح علم کی طلب فرض ہے اسی طرح معلوم کی طلب بھی فرض عین ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص، ۵۶۷، ایران)

حضرت شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:

وَأَمَّا عِلْمُ الْقَلْبِ وَمَعْرِفَةُ أَمْرَاضِهِ مِنَ الْحَسَدِ، وَالْعُجْبِ، وَالرِّيَاءِ وَنَحْوِهَا، فَقَالَ الْغَزَالِيُّ: إِنَّهَا فَرْضُ عَيْنٍ.

ترجمہ: حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ کے مطابق علم قلب اور حسد، ریا، کینہ، خود بینی، غرور، انانیت وغیرہ جیسے امراض کی معرفت، فرض عین ہے۔

(الاشباہ والنظائر للسیوطی، ج،۱،ص،۱۶(۴۱۶)ص، ۵۰۴)

شیخ الاسلام امام برہان الاسلام ابراہیم زرنوجی، تلمیذ صاحب ہدایہ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَكُلُّ مَنِ اشْتَغَلَ بِشَيْءٍ مِنْهَا يُفْتَرَضُ عَلَيْهِ التَّحَرُّزُ عَنِ الْحَرَامِ فِيهِ وَكَذَلِكَ يُفْتَرَضُ عَلَيْهِ عِلْمُ أَحْوَالِ الْقَلْبِ مِنَ التَّوَكُّلِ وَالْإِنَابَةِ وَالْخَشْيَةِ وَالرِّضَا فَإِنَّهُ وَاقِعٌ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ.

ترجمہ: جب ایک شخص کسی کام میں مشغول ہوجاتا ہے تو اس پر اتنے علم کا حاصل کرنا فرض ہوجاتا ہے کہ جس کے ذریعے وہ اس فعل میں حرام کے ارتکاب سے بچ سکے۔ نیز ظاہری معاملات کی طرح ہی احوالِ قلب یعنی توکل، توبہ، خوف خدا جل جلالہ، رضاء الٰہی عزوجل وغیرہ سے متعلق معلومات حاصل کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ بندے کو مذکورہ قلبی امور سے بھی ہروقت واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ لہذا اس پر احوال قلب سے متعلق معلومات کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے۔

(تعلیم المتعلم فصل فی ماھیۃ العلم والفقہ وفضلہ،ص،۵،قدیمی کتب خانہ، کراچی وطریقہ محمدیہ،ج،۱،ص،۹۰، مکتبہ حنفیہ، کانسی روڈ کوئٹہ، والحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الفصل الثانی، فی العلوم المقصودۃ، ج،۲،ص،۱۰۷، ۱۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ الاسلام امام برہان الاسلام ابراہیم زرنوجی، تلمیذ صاحب ہدایہ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَكَذَلِكَ فِي سَائِرِ الْأَخْلَاقِ نَحْوُ الْجُودِ، وَالْبُخْلِ، وَالْجُبْنِ وَالْجَرَاءَةِ وَالتَّكَبُّرِ، وَالتَّوَاضُعِ، وَالْعِفَّةِ، وَالْإِسْرَافِ، التَّقْتِيرِ، وَغَيْرِهَا فَإِنَّ الْكِبْرَ، وَالْبُخْلَ، وَالْجُبْنَ، وَالْإِسْرَافَ حَرَامٌ وَلَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهَا إِلَّا بِعِلْمِهَا، وَعِلْمِ مَا يُضَادُّهَا فَيُفْتَرَضُ عَلَى كُلِّ إِنْسَانٍ عِلْمُهَا.

ترجمہ: علم جس طرح تقوی تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اسی طرح باقی اوصاف مثلاً سخاوت، بخل، بزدلی، بہادری، تکبر، عاجزی، عفت، کنجوسی اور اسراف وغیرہا کی پہچان اور ان میں تمیز کرنے کا ذریعہ بھی علم ہی ہے۔ مذکورا اخلاق میں سے تکبر، بخل، بزدلی اور اسراف حرام وممنوع ہیں لہذا ان اشیاء کے مثبت اور منفی پہلوؤں سے آگاہی پر ہی ان اشیاء سے بچا جاسکتا ہے۔ پس ہر انسان پر ان اشیاء کے متعلق علم حاصل کرنا فرض ہے۔

(تعلیم المتعلم فصل فی ماھیۃ العلم والفقہ وفضلہ،ص،۷،قدیمی کتب خانہ، کراچی وطریقہ محمدیہ،ج،۱،ص،۹۰، مکتبہ حنفیہ، کانسی روڈ کوئٹہ، والحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الفصل الثانی، فی العلوم المقصودۃ، ج،۲،ص،۱۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

سید السالکین زبدۃ العارفین مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین احمد یحیٰ منیری، قدس سرہ، متوفی ۷۸۲ھ، لکھتے ہیں:

شمس الدین شرفه الله تعالیٰ فی الدارین بداند که مبتدی را بعد صحت توبه باجماع 'میانح طریقت رضوان الله تعالیٰ فریضه است که بیری بخنة وفراش ونشیب طریقت کدسته مستو وقیم الحال کسنة وقهر جلال و لطف جمال دیده۔

ترجمہ: اے میرے بھائی شمس الدین اللہ ﷻ تم کو دونوں جہاں میں مشرف بنائے، تمہیں معلوم ہو کہ مشائخ طریقت (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) کا اتفاق ہے کہ تکمیل توبہ کے بعد فرض ہے ایسا پیر پختہ تلاش کرے جو نشیب وفراش راہ سے آگاہ' صاحب حال ومقام ہو صفات جلالی کے قہر وغضب اور صفات جمالی کے لطف وکرم کا مشاہدہ کر چکا ہو۔

(مکتوبات صدی فارسی، ص ۳۲، خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ)

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی حنبلی علیہ الرحمہ، متوفی ۵۶۱ھ، لکھتے ہیں:

والکلمة التی فی افواه الرجال الواصلین نزلت فی اللوح الاکبر بلسان القدس بلا واسطة فی القربة، فکل شیء یرجع الی اصله، ولذلک طلب اہل التلقین فرض بحیاۃ القلب کما قال رسول الله ﷺ: طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة۔ والمراد منه علم المعرفة والقربة والبواقی من العلوم الظاهرة لا یحتاج الیها الا ما یؤدی بها الفرائض کما قال الامام الغزالی علیه الرحمة: (الوافر)

حیاۃالقلب علم فادخره		وموت القلب جهل فاجتنبه
وخیرمرادک التقوی فزده		کفاک بهاوعظتک فاتعظه

ترجمہ: جو کلمہ واصلین کی زبان پر جاری ہے وہ لوح اکبر سے بلا واسطہ زبان قدرت کے ذریعے قربت میں نازل ہوا ہے۔ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ اسی لئے اہل تلقین (مرشد کامل) کی تلاش فرض ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: علم کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

حدیث پاک میں علم سے مراد علم معرفت وقربت ہے۔ باقی علوم ظاہرہ کی ضرورت اتنی ہے کہ انسان فرائض کو بجالا سکے جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

حیاۃ القلب علم فادخره		و موت القلب جهل فاجتنبه
وخیرمرادک التقوی فزده		کفاک بهاوعظتک فاتعظه

ترجمہ: دل کی زندگی علم ہے اسے ذخیرہ کر لے۔ اور دل کی موت جہالت ہے اس سے دامن بچالے

تیری بہترین مراد تقویٰ ہے اس میں اور اضافہ کر۔ میری یہ نصیحت تیرے لئے کافی ہے پس اسے پلّے باندھ لے۔

(سر الاسرار ومظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار، الفصل الخامس، ص ۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سید السالکین زبدۃ العارفین مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین احمد یحیٰ منیری علیہ الرحمہ متوفی ۷۸۲ھ، لکھتے ہیں:

(ارشاد شیخ ہے) طائفہ صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اس چیز کی طرف مشغول کرتے ہیں جو سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ دعوت مندوب ہے واجب نہیں، یعنی لابدیات اور ضروریات کو غیر لابدیات اور غیر ضروریات پر مقدم رکھتے ہیں۔ کیونکہ لابدیات اور ضروریات غیر لابدیات اور غیر ضروریات سے زیادہ اہم ہے تو جب تک لابدیات اور ضروریات سے فارغ نہ ہولیں، فضولیات جو کہ غیر اہم ہیں، اسکی جانب مشغول نہیں ہوتے ہیں۔

یوں سمجھو کہ جس شخص کے ذمہ فرض عین ہو وہ فرض کفایہ کی ادائیگی میں لگا رہے، اور یہ دعویٰ کرے کہ اس فرض کفایہ کی مشغولی سے میرا مقصود اللہ ہے تو ظاہر ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ کتنی بڑی حماقت اس شخص کی ہوگی کہ جس کے کپڑوں میں سانپ اور بچھو گھس آئے ہوں بجائے اس کے کہ وہ اس مار ڈالے وہ پنکھا طلب کرے کہ دوسروں پر سے مکھیاں ہنکائے۔ تو یہ صحیح اور درست ہے کہ اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا دوسروں کی اصلاح کی طلب میں ہو، ایسا شخص نادان ہی ہے۔ جس شخص پر اپنے آپ کو درست کرنیکی اہمیت ہے وہ جب تک خود کو راہ راست پر لانے سے فارغ نہیں ہوتا دوسرون کو راہ راست پر لانے میں مشغول نہ ہو۔ اگر ایسا کرے گا تو یہ صریح نادانی ہوگی اور خود کو ہلاک کرنے والا ہوگا۔

(شرح آداب المریدین، ص، ۱۸۵)

شیخ عبدالقادر عیسی قادری شاذلی ﷫، لکھتے ہیں:

قال الطيبي: (لا ينبغي للعالم - ولو تبحر في العلم حتى صار واحد أهل زمانه - أن يقتنع بما علمه، وإنما الواجب عليه الاجتماع بأهل الطريق ليدلوه على الطريق المستقيم، حتى يكون ممن يحدثهم الحق في سرائرهم من شدة صفاء باطنهم، ويخلّص من الأدناس، وأن يجتنب ما شاب علمه من كدورات الهوى وحظوظ نفسه الأمارة بالسوء، حتى يستعد لفيضان العلوم اللدنية على قلبه، والاقتباس من مشكاة أنوار النبوة؛ ولا يتيسر ذلك عادة إلا على يد شيخ كامل عالم بعلاج أمراض النفوس، وتطهيرها من النجاسات المعنوية، وحكمة معاملاً علماً وذوقاً، لي خرجه من رعونات نفسه الأمارة بالسوء ودسائسها الخفية. فقد أجمع أهل الطريق على وجوب اتخاذ الإنسان شيخاً له، يرشده إلى زوال تلك الصفات التي تمنعه من دخول حضرة الله بقلبه، ليصح حضوره وخشوعه في سائر العبادات، من باب ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب، ولا شك أن علاج أمراض الباطن واجب، فيجب على كل من غلبت عليه الأمراض أن يطلب شيخاً يخرِجه من كل ورطة، وإن لم يجد في بلده أو إقليمه وجب عليه السفر إليه)

ترجمہ: علامہ محدث طیبی ﷫ فرماتے ہیں کہ کوئی عالم علم میں کتنا ہی متبحر اور یکتائے زمانہ ہو، اس کے لئے صرف اپنے علم پر قناعت کرنا اور اسے کافی سمجھنا مناسب نہیں بلکہ اس پر واجب ہے کہ اہل طریقت کی مصاحبت اختیار کرے تاکہ وہ اس کی راہ حق کی طرف رہنمائی کریں اور اس کا تزکیہ فرمائیں تاکہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے جو صفائے باطن کے باعث خلوتوں میں الہامات سے نوازے جاتے ہیں نیز عالم کے لئے ضروری ہے کہ علم کے سبب خواہشات کی کدورتوں اور نفس امارہ کے فروغ سے اجتناب کرے تاکہ اس کے دل پر علم لدنیہ کا فیضان ہو اور وہ انوار نبوت کے مصدر و مشکوٰۃ (سینہ رسول) سے کسب فیض کریں۔ اور یہ چیز کسی ایسے شیخ کامل کے دست حق پرست پر بیعت کئے بغیر ممکن نہیں جو امراض نفسانی کے ازالے، باطنی نجاستوں کی تطہیر اور علم و ذوق سے معاملات کی حکمت کو جانتا ہو۔ اہل طریقت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایسا شیخ پکڑنا ہر انسان پر واجب ہے جو حضرت باری میں حضوری و تقرب سے مانع رذیلہ اوصاف کے ازالے کے لئے اس کی رہنمائی کر سکے۔ تاکہ تمام عبادات میں حضوری قلب اور خشوع و خضوع حاصل ہو جو ہر واجب کے اتمام کے لئے ضروری

ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ امراض باطن کا علاج واجب ہے لہذا جس کسی پر بھی ان امراض کا غلبہ ہے اُسے چاہئیے کہ کسی ایسے شیخ کو تلاش کرے جو اسے گردابِ ہلاکت سے نکالے اگر ایسا شیخ اسے اپنے ملک میں نہ ملے تو اس کی تلاش میں سفر کرنا واجب ہے۔

(تنویر القلوب للعلامۃ الشیخ أمین الکردی الشافعی ص، ۴۴، ۴۵، حقائق عن التصوف ص، ۳۰)

شیخ عبدالقادر عیسی قادری شاذلی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حکمها: تزكية النفس فرض عين كما سبق أن بينا ذلك ولا تتم إلا بالمجاهدة ومن هنا كانت المجاهدة فرض عين من باب: (ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب).

ترجمہ: مجاہدہ کا حکم: جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ تزکیہ نفس فرض عین ہے اور نفس کا تزکیہ مجاہدے کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا مجاہدہ بھی فرض عین ہوا۔ کیونکہ جس چیز پر واجب کی تکمیل موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔

(حقائق عن التصوف، ۵۸)

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی، شافعی علیہ الرحمۃ متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

وان اردت علم احوال القلب فانظر الى الاحياء وغيره من مصنفاتي وهذا العلم فرض عين۔

ترجمہ: اگر تُو احوالِ قلب کے متعلق علم کا ارادہ رکھتا ہے تو احیاء العلوم اور ہماری دیگر تصانیف کا مطالعہ کر۔ کیونکہ کیفیاتِ قلب سے آگاہی حاصل کرنا تو فرضِ عین ہے

(ایہا الولد (مجموعۃ الرسائل امام غزالی) ص، ۱۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی مکی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۳۸۶ھ، لکھتے ہیں:

الاخلاص هو فرائض الدين وبه يتم الايمان للمؤمن، وهو معروف في شريعة مسلمين، وهو لباب الاعمال، ومنال ذي الجلال، والعمل بغير الاخلاص، كالجوز بلا لباب، والجسم بلا روح، وكالشجر بلا ثمار، وكالغيم بلا مطر، وكالمولود بلا نسب وكالبذر بلا نبت لا يصلح الا للدفن بين القبور، والشجر بلا ثمار لا يصلح لال للحرق بالنار والغيم بلا مطر لا يتنفع به من البشر، والمولود بلا نسب لا يدفع اليه عند الميراث ذرة من المتاع۔

ترجمہ: اخلاص یہ دین کا فرض ہے، اور اخلاص کے سبب مومنین کا ایمان پورا ہوتا ہے، اور اخلاص مسلمانوں کی شریعت میں معروف ہے، اور اخلاص اعمال کا مغز ہے، اخلاص ذی جلال (اللہ تعالیٰ) کو پانے کی جگہ ہے، اور عمل اخلاص کے بغیر ایسے ہے جیسے اخروٹ بغیر مغز کے، اور جسم بغیر روح کے، اور درخت بغیر پھل کے، اور بادل بغیر بارش کے، اور بچہ بغیر نسب کے، اور بیج بغیر اُگنے کے، اور اخروٹ بغیر مغز کے بچوں کے کھیلنے کی ہی صلاحیت رکھتا ہے، اور جسم بغیر روح کے قبر میں دفن ہونے کی ہی صلاحیت رکھتا ہے، اور درخت بغیر پھل کے آگ میں جلانے ہی کی صلاحیت رکھتا ہے، اور بادل بغیر بارش کے اس سے کوئی انسان نفع حاصل نہیں کر سکتا، اور بچہ بغیر نسب کے اس کو میراث کے وقت سامان میں سے ایک ذرہ بھی نہیں دیا جاتا۔

(علم القلوب، باب صفۃ الاخلاص وطبقات المخلصین بالقلب ص ۱۳۷، المکتبۃ السیفیۃ تحصیل باڑہ علاقہ منڈیکس کھجوری پشاور)

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

قال حجة الإسلام الإمام الغزالي بعد أن اختبر طريق التصوف، ولمس نتائجه، وذاق ثمراته: (الدخول مع الصوفية فرض عين، إذ

لا يخلو أحد من عيب إلا الأنبياء عليهم الصلاة و السلام)

ترجمہ: حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصوف کو آزمانے اس کے نتائج کو چھونے اور ثمرات کو چکھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ساتھ طریقت میں داخل ہونا فرض عین ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی انسان عیوب سے خالی نہیں اور ان عیوب کا ازالہ صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے پاس ممکن ہے۔

(النصرۃ النبویۃ علی ہامش شرح الرائیۃ للفاسی، ص،۲۶)

شیخ عبدالقادر عیسی، قادری، شاذلی رحمۃ اللہ علیہ، لکھتے ہیں:

قال الشيخ عبد الغني النابلسي رحمه الله: (المجاهدة في النفس عبادة و لا تحصل لأحد إلا بالعلم، وهي. فرض عين على كل مكلف)۔

ترجمہ: شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجاہدہ نفس عبادت ہے اور علم کے بغیر اس کا حصول ممکن نہیں، اگر مجاہدہ فرض عین ہے تو اس مجاہدہ کا علم بھی ہر مکلف پر فرضِ عین ہے۔

(حقائق عن التصوف، ص،۵۸)

قال الإمام حجة الإسلام أبو حامد الغزالي رحمه الله تعالى: (الدخول مع الصوفية فرض عين، إذ لا يخلو أحد من عيب أو مرض إلا الأنبياء عليهم السلام)

ترجمہ: حجۃ الاسلام امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: انبیاء اکرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی ظاہری و باطنی عیوب و امراض سے خالی نہیں لہٰذا ان عیوب و امراض کے ازالے کے لیے صوفیاء کرام کے ہمراہ طریقت میں ہونا فرضِ عین ہے۔

(شرح الحکم لابن عجیبۃ، ج،ص،۷، حقائق عن التصوف، ص،۳۱)

عبداللہ بن ضیف اللہ الرحیلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و لا يتكلم في الإخلاص، و لا يحذر من الرياء، و هذا عليه فرض عين؛ لأن في إهماله هلاكَهُ۔

ترجمہ: اور وہ اخلاص میں کلام نہیں کرتا، اور نہ ریاء سے بچتا ہے، حالانکہ یہ اس پر فرض عین ہیں، کیونکہ اس کے چھوڑ دینے میں اس کی ہلاکت ہے۔

(طریقک الی الاخلاص والفقہ فی الدین، ج،۱، ص،۱۷، دار الاندلس، الخضراء)

مجدی الہلالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أن إصلاح النفس فرض عين۔

ترجمہ: بے شک نفس کی اصلاح فرض عین ہے۔

(طوق النجاۃ، ج،۱، ص،۲۸)

شیخ عبدالقادر عیسی قادری، شاذلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حكم تعلم العلم: ينقسم العلم من حيث حكمه الشرعي إلى ثلاثة أقسام:

١- مأمور به. ٢- منهي عنه. ٣- مندوب إليه أ- العلوم المأمور بها: وهي صنفان: الصنف الأول: فرض عين، وهو ما لا يسقط عن المكلف إلا بقيامه به بنفسه. لا بد قبل تعداد العلوم المفروضة على المكلف فرض عين من أن نثبت بعض القواعد الأساسية في هذا

الموضوع منها قاعدة: (ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب) ومنها قاعدة: (العلم تابع للمعلوم). فالعلم الذي يتوصل به إلى إقامة الفرض يكون فرضاً والعلم الذي يتوصل به إلى إقامة الواجب يكون واجباً، والعلم الذي يتوصل به إلى إقامة السنة يكون سنة. وبناء على هذه القواعد نعدد بعض العلوم المفروضة فرض عين على كل مكلف: ١ - تعلم عقيدة أهل السنة والجماعة مع الاستدلال الإجمالي على كل مسألة من مسائل الإيمانيات، للخروج من ربقة التقليد، وللحفاظ على إيمانه أمام تشكيك الملحدين ومغالطات الضالين. ٢ - تعلم ما يستطيع به المكلف أداء المفروض عليه من العبادات كالصلاة والزكاة والحج والصوم...

٣ - من تعاطى شيئاً من المعاملات كالبيوع والإجارة والنكاح والطلاق... يفترض عليه تعلم ما يتمكن معه من تجنب الحرام والتزام حدود الشرع. ٤ - تعلم أحوال القلب من التوكل والخشية والرضا لأن المسلم واقع طيلة عمره في جميع الأحوال القلبية.

٥ - تعلم جميع الأخلاق الحسنة والسيئة كي يطبق الحسنة كالتوكل على الله والرضا عنه والتسليم له والتواضع والحلم... إلخ، ويجتنب السيئة كالكبر والغرور والبخل والحسد والحقد والرياء... إلخ ومن ثم يجاهد نفسه على تركها، إذ إن المجاهدة فرض على كل مكلف ولا يمكن حصولها إلا بمعرفة الأخلاق المذمومة والممدوحة، ومعرفة طرق المجاهدات التي اشتغل السادة الصوفية، ولهذا قال أبو الحسن الشاذلي: (من مات ولم يتغلغل في علمنا هذا مات مصراً على الكبائر وهو لا يشعر) مع العلم أن الكبائر والفواحش منها ظاهرة كالزنا وشرب الخمر، ومنها باطنة قلبية كالكبر والنفاق... ولهذ نهانا الله عنهما جميعاً بقوله: {ولا تقربوا الفواحِش ما ظَهر منها وما بطَن} {الأنعام: ١٥١] ويتوب مرتكب الفواحش الظاهرة لاطلاعه على ضررها، وأما الفواحش الباطنة فقد يعيش دهراً طويلاً ولا يفكر بالتوبة منها لجهله بحكمها أو لعدم شعوره بها. الصنف الثاني: فرض كفاية، وهو ما إذا قام به البعض سقط التكليف عن الباقين، وإذا لم يقم به أحد فالكل آثمون. والعلوم المفروضة كفائياً هي ما يتوقف عليها صلاح الأمة، كالتعمق في علم الفقه زيادة على مقدار الحاجة [ولذلك لا بد في كل بلد من مفتٍ يكون مرجعاً للناس، في أمور دينهم، يقوم بهذا الفرض الكفائي ويسقط الإثم عن الناس]، وكذلك علم التفسير والحديث، وأصول الفقه، وأصول الاعتقاد. وكذلك علم الحساب والطب والصناعة وعلم السلاح لإعداد العدة.. إلخ

.ب - العلوم المنهي عنها: ١ - فمنها الخوض في دراسة المذاهب الضالة والأفكار المشككة والعقائد الزائغة لا بنية الرد عليها ودفع خطرها. أما تعلمها لبيان زيغها ورد شبهاتها تصحيحاً للعقائد وذوداً عن الدين فهو فرض كفاية. ٢ - علم التنجيم لمعرفة مكان المسروق ومواضع الكنوز ومكان الضالة ونحو ذلك مما يزعمونه، وهو من الكهانة، وقد كذبهم الشرع وحرم تصديقهم. أما تعلم علم النجوم للدراسات العلمية ولمعرفة مواقيت الصلاة والقِبلة فلا بأس به. ٣ - علم السحر، إذا تعلمه للاحتراز عنه فيجوز ذلك كما قيل:

عرفت الشر لا للشرلكن لتوقيه		ومن لم يعرف الشر فإنه يقع فيه

ج-العلوم المندوب إليها: ومنها معرفة فضائل الأعمال البدنية والقلبية، ومعرفة النوافل والسنن والمكروهات، ومعرفة فروض الكفاية، والتعمق في علوم الفقه وفروعها والعقائد وأدلتها التفصيلية... إلخ خاتمة: تبين مما سبق حكم العلم وأهميته في دين الله تعالى، وأن موقف السادة الصوفية من العلم أمر واضح لا يحتاج إلى تدليل، فهم أهل العلوم والمعارف وأرباب القلوب المشرقة والأرواح المنطلقة، وأهل التحقق بالإيمان والإسلام والإحسان. فبعد أن حصلوا العلوم العينية عمدوا إلى تطبيق العلم على العمل، وقاموا بإصلاح القلب وتزكية النفس وصدق التوجه إلى الله تعالى، ولهذا أكرمهم الله تعالى بالرضا والرضوان والمعرفة والغفران.

ترجمه: علم سیکھنے کا حکم: شرعی احکام کی روشنی میں علم کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ مامورات۔ ۲۔ منہیات۔ ۳۔ مستحبات، مامورات کی دو قسمیں ہیں فرض عین، فرض کفایہ، فرض عین۔ فرض عین اس فرض کو کہتے ہیں جو مکلف (عاقل و بالغ) بذات خود ادا کئے بغیر ساقط نہیں ہوتا۔ فرائض کے متعدد علوم فرض عین ہیں جن کے ذکر کرنے سے قبل چند بنیادی قواعد کا ذکر کیا جانا ضروری ہے۔ جس کے بغیر واجب تام نہ ہوتا ہو، وہ خود بھی واجب ہے۔ علم معلوم کا تابع ہوتا ہے لہٰذا وہ علم جس کے ذریعے فرض کی ادائیگی تک رسائی ہوتی ہے۔ اس علم کا حاصل کرنا فرض ہے جس علم کے ذریعے واجب قائم کرنے تک رسائی ہوتی ہے۔ اس کا حاصل کرنا واجب ہے اور جس علم کے ذریعے سنت قائم کرنے تک رسائی ہوتی ہے اس کا حاصل کرنا سنت ہے۔

ان قواعد کی روشنی میں بعض فرض عین کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ (۱) اہل سنت والجماعت کے عقائد کا دلائل اجمالیہ سے جاننا فرض عین ہے تاکہ بندہ ایمان میں تقلید کے پھندے سے نکل جائے اور ملحدوں کے شکوک وشبہات اور گمراہوں کے مغالطوں کے سامنے اپنے ایمان کی حفاظت کر سکے۔ (۲) فرض عبادت کا علم سیکھنا فرض عین ہے جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ۔ (۳) خرید وفروخت اور تجارت سے متعلقہ لوگوں کے لئے تجارت میں حلال وحرام اور حدود شرعیہ کا علم حاصل کرنا اور ازدواجی زندگی سے متعلقہ لوگوں کے لئے نکاح، طلاق اور دیگر حدود شرعیہ کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔ (۴) احوالِ قلب کا علم حاصل کرنا جیسے توکل، خشیت، رضا وغیرہ کیونکہ انسان کو ساری زندگی قلب کے احوال وکیفیات سے واسطہ رہتا ہے۔ (۵) اچھے اور بُرے اخلاق کا علم حاصل کرنا تاکہ اچھے اخلاق کی متابعت کی جاسکے جیسے تکبر، بخل، کینہ، حسد، ریا وغیرہ۔ نفس کو ان بُرے اخلاق سے بچانے کے لئے مجاہدہ کیا جاتا ہے۔ ایسا مجاہدہ ہر عاقل وبالغ پر فرض ہے اور یہ مجاہدہ اس وقت تک ممکن نہیں جبتک اچھے برے اخلاق اور مجاہدے کے طریقہ کار کو نہ جان لیا جائے۔ اسی بناء پر حضور سیّدی شیخ ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمہ نے فرمایا جو علم طریقت میں داخل ہوئے بغیر مرجائے وہ کبیرہ گناہوں پر مصر مرتا ہے۔ کبیرہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک ظاہری جیسے زنا، شراب اور قتل وغیرہ، دوسرے باطنی جیسے تکبر، نفاق وغیرہ۔ اللہ نے ہمیں دونوں سے منع فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

اور بے حیائی کے کاموں کے قریب مت جاؤ خواہ وہ ظاہر ہو یا چھپے ہوئے۔ (سورۃ انعام: ۱۵۱)

ظاہری گناہوں کا مرتکب توبہ کر لیتا ہے کیونکہ ان کے ضرر پر مطلع ہونا آسان ہے مگر باطنی برائیوں سے توبہ کرنا مشکل ہے کیونکہ ان کا شعور اور احساس نہیں ہو پاتا۔ اس لئے کہ لوگ ان کے احکام وتفصیلات سے لاعلم ہوتے ہیں۔ فرض کفایہ: یہ مامورات کی دوسری قسم ہے۔ اسے فرض کفایہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فرض

سب پر ہوتا ہے مگر کچھ لوگوں کی ادائیگی سے دوسروں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر اسے کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گناہگار ہوتے ہیں۔ وہ علوم جن کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے، وہ یہ ہیں جن پر امت کی صلاح کا دارومدار ہے جیسے عمیق علمِ فقہ حاصل کرنا اور ذاتی ضروریات سے بڑھ کر فقہ میں مہارت حاصل کرنا۔ اسی طرح علمِ حدیث، اصول فقہ، علم تفسیر، اصولِ اعتقاد، علمِ حساب، علم طب، صنعت کاری اور آلات حرب بنانے کا علم وغیرہ کا سیکھنا فرض کفایہ ہے۔

منہیات: وہ علوم جن کے حاصل کرنے سے منع کیا گیا ہے، یہ ہیں:

(۱) گمراہ مذاہب، شکوک وشبہات میں ڈالنے والے غلط عقائد کا پڑھنا، ان میں بلا مقصد غور خوص کرنا وغیرہ البتہ ان کے رد کے لئے ان کا پڑھنا فرض کفایہ ہے۔

(۲) چوری کی جگہ، دفینہ کی جگہ، کھوئی ہوئی یا بھٹکی ہوئی چیز کو معلوم کرنے کے لئے علم نجوم کا حاصل کرنا منع ہے کیونکہ یہ کاہنوں کا علم ہے اور شریعت نے کاہنوں کی تکذیب کی ہے، ان کی تصدیق کو حرام قرار دیا ہے۔ البتہ اوقاتِ صلوٰۃ اور سمتِ قبلہ معلوم کرنے کے لئے اور علم میں اضافہ کے لئے اس علم کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۳) جادو سیکھنا سکھانا حرام ہے البتہ جادو سے بچنے کے لئے جادو سیکھنا جائز ہے کیونکہ شر سے بچنے کے لئے شر کے جاننے کی اجازت ہے جو شر کے متعلق جانتا نہ ہو اس کا شر میں مبتلا ہو جانے کا احتمال رہتا ہے۔ **مستحبات:** ان میں قلب وبدن کے اعمال کے فضائل کا جاننا، سنت، نوافل اور مکروہات کا جاننا، فرض کفایہ کا جاننا، علم فقہ میں گہرائی حاصل کرنا، فقہی جزئیات کا جاننا اور اہلسنت کے عقائد کا تفصیلی دلائل سے جاننا شامل ہے۔ گذشتہ سے علم کے احکام اور اہمیت کا پتہ چلا۔ صوفیاء کا علم میں مقام سب پر واضح ہے اور کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) علم ومعرفت، روشن قلوب اور منور روحوں والے ہیں۔ وہ جسم وبدن کے علائق سے آزاد، حقیقی طور پر اسلام ایمان اور احسان والے ہیں۔ یہ فرائض سے آگاہی کے بعد عمل سے علم کی تطبیق کرتے ہیں۔ دل کی اصلاح اور تزکیہ نفس میں مصروف رہتے ہیں، اللہ ﷻ کی طرف صدق واخلاص کے ساتھ متوجہ رہتے ہیں اور اس بناء پر اللہ ﷻ کی طرف سے رضا وخوشنودی اور معرفت ومغفرت سے نوازے جاتے ہیں۔

(حقائق عن التصوف، ۵۵، تا، ۵۷)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

طلب طریقت وسعی کردن برائے تحصیل کمالات باطنہ واجب است چرا کہ حق تعالیٰ میفرماید

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ

یعنی اے مسلمانان پرہیز کنید از نامرضیات خدا کمال پرہیزگاری یعنی در ظاہر وباطن چیزے خلاف مرضی خدا تعالیٰ نباشد از عقائد واخلاق بکمال تقویٰ وامر برائے وجوب میباشد وکمال تقویٰ بدون ولایت صورت نہ بندد چنانچہ ذکر کردہ شد رزائل نفس حسد وحقد وکبر ورِیاء وسمعہ وعجب ومنت وغیر آن کہ حرمت آن از کتاب وسنت واجماع ثابت است تا کہ زائل نشود چگونہ صورت بندد واین متعلق است بفنائے نفس وترک خاصی کہ تقویٰ عبارت از ان است ومعبر است بصلاح جسد کہ ثمرہ صلاح قلب است چنانچہ در حدیث مذکور شدہ اند وآنرا صوفیہ فنای قلب گویند وولایت عبارت از فنائے نفس است صوفیان رحمۃ اللہ علیہ گفتہ

اندکه راهے که ما در صدد آنیم همگی هفت گام است یعنی فنائے لطائف خمسه عالم امر قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ، فنائے نفس وتصفیه لطیفه قالبیه که عبارت از اصلاح جسد است وتقویٰ بکثرت نوافل تعلق ندارد وتقویٰ عبارت است از اتیان واجبات وپرهیز کردن از منهیات ادائے فرائض وواجبات بدون اخلاص هیچ اعتبار ندارد قال الله تعالیٰ فاعبد الله مخلصا له الدین- وپرهیز از منهیات بدون فنائے نفس صورت نمی بندد، پس تحصیل کمالات ولایت از فرائض آمده۔ لیکن چون حصول ولایت امرے است وهبی مقدور نیست، وتکلیف بقدر طاقت است ولهٰذا حق تعالیٰ فرموده (فاتقو الله ما استطعتم) پرهیز کنید از نامرضیات خدا هر قدر که توانید پس حکم کرده می شود بدان که بذل یعنی کوشش کردن وتبلیغ در تحصیل آن واجب است۔ دیگر آنکه چنانچه ولایت را مراتب غیر متناهی است چنانچه سعدی گفته۔

نه حسنش غایتے دارد نه سعدی را سخن پایان		بمیرد تشنه مستسقی و دریا همچنان باقی

همچنین تقویٰ هم مراتب غیر متناهی دارد رسول ﷺ خدا فرمود (ان اعلمکم واتقاکم بالله انا) هر قدر مرد مراتب قرب الٰهی ترقی می کند خوف وخشیت بروے غالب میشود متقی تر می شود (ان اکرمکم عند الله اتقکم) وچون تقویٰ بے نهایت آمد پس سعی در ترقی مقامات قرب وتحصیل تقویٰ دائماً واجب گشته۔ وطلب زیادت علم باطنی از فرائض آمده قال الله تعالیٰ (وقل رب زدنی علما) یعنی بگو اے محمد که الٰهی علم من زیاده کن۔ وقناعت از مراتب قرب حرام است بر کامل چنانچه حرام است بر ناقص۔ حضرت خواجه محمد باقی بالله رحمة الله می فرمایند۔

در راه خدا جمله ادب باید بود		تا جان باقی است در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند		کم باید کرد وخشک لب باید بود

مولوی روم فرمایند۔

اے برادر بے نهایت درگهے است		هربروے می رسی بروے مالیست

حضرت خواجه باقی بالله می فرمایند

هرجاکه ترشیخ توبینیم		دارالعطشیم وتشنه کامیم

حضرت موسیٰ علیه السلام فرمود (لا ابرح ابلغ مجمع البحرین او امضے حقبا) یعنی همیشه باشم در سفر تا که برسم جائیکه دریائے شور وشیریں جمع می شوند که آن مکان حضرت خضر بتعلیم الٰهی معلوم شده بود وچون موسیٰ علیه السلام با خضر ملاقی شدند (هل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا) گفت که آیا متابعت کنم من ترا برائے آنکه بیاموزی مرا آنچه خدا ترا علم داده است۔

مسئله: چون طلب کمالات باطنی از واجبات آمده پس تلاش پیر کامل مکمل هم از ضروریات گشته که وصول بخدابے توسل پیر کامل مکمل بس قلیل است وبسیار مولوی روم می فرمایند

نفس رانکشد بغیرازظل پیر	دامن آن نفس کش محکم بگیر

باطنی کمالات کے حصول کیلئے طریقت کے طلب کی کوشش کرنا واجب ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللہَ حَقَّ تُقَاتِہِ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! ان اشیاء سے پرہیز کرو جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ (سورۃ آل عمران:۱۰۲)

کمال تقویٰ یہ ہے کہ ظاہر وباطن مین کوئی بھی امر حتی کہ عقائد واخلاق میں بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی خلاف نہ ہو اور امر برائے وجوب ہوتا ہے اور کمال تقویٰ کا ولایت کے بغیر امکان نہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ نفس کی بری عادتیں مثلاً حسد، کینہ، تکبر، ریا کاری، طلب شہرت، خود پسندی اور احسان جتلانا وغیرہ جن کے بارے میں قرآن وحدیث اور اجماع سے واضح ثابت ہو چکا ہے۔ جب تک یہ بری باتیں زائل نہیں ہوتیں کامل تقوی کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ فنائے نفس اور ترک معاصی سے مربوط ہے اور اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اور اس کو جسم کی اصلاح سے تعبیر کرتے ہیں جس کا ثمرہ قلب کی اصلاح ہے۔ جس طرح حدیث شریف میں مذکور ہوا اور صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اس کو فنائے قلب کہتے ہیں۔ اور ولایت کا حاصل ہونا فنائے نفس سے ہے۔ صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا کہ جس راہ پر ہم چل رہے ہیں وہ صرف سات قدم ہے۔ جو فنائے لطائف خمسہ عالم امر یعنی قلب، روح، سر، خفی، اخفی، اور فنائے نفس اور لطیفہ قالبی کی صفائی ہے۔ جس سے مراد جسم کی اصلاح ہے تقویٰ کا تعلق نوافل کی زیادتی سے نہیں بلکہ تقویٰ سے مراد واجبات کی ادائیگی اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے، سے پرہیز کرنا ہے۔ فرائض اور واجبات کا ادا کرنا اخلاص کے بغیر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاعْبُدِ اللہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ **ترجمہ:**

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو خالص کرتے ہوئے (سورۃ الزمر:۲)

اس کیلئے اطاعت کو اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے پرہیز فنائے نفس کے بغیر ممکن نہیں پس کمالات ولایت کا حاصل کرنا فرض میں سے ہے۔ لیکن چونکہ ولایت کا حاصل ہونا خدا کی عنایت ہے اپنے اختیار کی بات نہیں اور (شرع میں) تکلیف انسانی اختیار کے مطابق ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاتَّقُوا اللہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ یعنی جہاں تک تم سے ممکن ہو اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ باتوں سے بچو" (سورۃ التغابن:۱۶)

اسی لیے حکم دیا گیا کہ اپنی طرف سے کوشش کرنا اور ہاتھ پاؤں ہلانا واجب ہے دوسرے یہ کہ جسطرح ولایت کے غیر متناہی (بے انتہا) ہیں جیسے شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایان	بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ھمچنان باقی

ترجمہ: نہ تو اس کے حسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ سعدی کا کلام ختم ہوتا ہے پھر بھی پیاسا پیاس سے مرجاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے

اسی طرح تقویٰ کے بھی مراتب غیر متناہی (بے انتہا) ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تم میں سے سب سے زیادہ جاننے والا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔ ہر وہ شخص جو مراتب الٰہی میں ترقی کرتا ہے اس پر خوف اور خشیت غالب رہتا ہے اور وہ زیادہ پرہیز گار رہتا ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔

ترجمہ: اللہ کے نزدیک وہ زیادہ عزت والا ہے جو اس سے زیادہ ڈرتا ہے۔ (سورۃ الحجرات: ۱۳)

اور جب تقویٰ کی کوئی انتہا نہیں تو قرب کے مقامات کیلئے کوشش کرنا اور دائمی تقویٰ حاصل کرنا واجب ہوگیا۔ اور باطنی علم کی زیادتی چاہنا فرض ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا

ترجمہ: اے محمد ﷺ کہہ کہ اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما"۔ (سورۃ طٰہٰ: ۱۱۴)

اور قرب کے مقامات پر قناعت کرنا کامل اور ناقص دونوں پر حرام ہے۔

حضرت قطب الارشاد خواجہ باقی باللہ علیہ فرماتے ہیں:

در راه خدا جمله ادب باید بود		تا جان باقي است در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند		کم باید کرد وخشک لب باید بود

ترجمہ: خدا کی راہ میں سراپا ادب بن جانا چاہئے جب تک جان باقی ہے اس کی طلب کرتے رہنا چاہئے اگر (کامیابی کے) دریاؤں کے دریا بھی حلق میں انڈیل دیئے جائیں تو اس کو بھی کم سمجھ کر اپنے آپ کو پیاسا سمجھنا چاہیے۔

معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی علیہ فرماتے ہیں:

اے برادر بے نہایت درگھے است		هربروے می رسی بروے مالیست

ترجمہ: اے بھائی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے حد و بے انتہا ہے جس مرتبہ پر تو پہنچے اس پر اکتفا نہ کر بلکہ اس مرتبہ سے آگے ترقی کرنے کی کوشش کر" قطب الارشاد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ فرماتے ہیں۔

هر جا که تر شیخ تو بینیم		دارالعطشیم وتشنه کامیم

ترجمہ: جس جگہ تیرا جلوہ دکھائی دیتا ہے وہ مقام پیاس کا گھر بن جاتا ہے اور ہماری پیاس بڑھ جاتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا

ترجمہ: میں مسلسل سفر کروں گا یہاں تک کہ اس جگہ پہنچوں جہاں نمکین اور میٹھے دریا آپس میں ملتے ہیں" (سورۃ الکہف: ۶۰)

کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا وہ حضرت خضر علیہ السلام کا ٹھکانہ ہے (جہاں ان کی ملاقات ہوگی) اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تو انھوں نے کہا:

هَلۡ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰٓ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدٗا

ترجمہ: کیا میں آپ کے ساتھ چلوں تا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم سکھایا وہ آپ مجھکو بھی سکھادیں۔(سورۃ الکھف:۶۶)

مسئلہ: جب کمالات باطنی کا طلب کرنا واجبات میں سے ہے تو پھر پیر کامل و مکمل کو تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔کیونکہ پیر کامل و مکمل کے وسیلہ کے بغیر خدا تک رسائی نہایت قلیل اور کمیاب ہے مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

نفس را نکشد بغیر از ظل پیر		دامن آن نفس کش محکم بگیر

ترجمہ: پیر کی مدد کے بغیر نفس کو مارا نہیں جاسکتا اس لئے اس نفس کو مارنے والے (پیر کامل) کا دامن مضبوطی سے تھام لے"۔

(ارشاد الطالبین،ص،۲۱،۲۳،حکیم عبدالمجید احمد سیفی،لاہور)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان،حنفی،قادری،فاضل بریلی،قدس سرہ،متوفی ۱۳۴۰،لکھتے ہیں:

مسئلہ ۲۹۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدیث: طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة۔

ترجمہ: ہر مسلمان مرد وعورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ میں عموماً ہر علم مراد ہے یا کوئی علم خاص مقصود ہے؟ اگر خاص مقصود ہے تو وہ کون سا علم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: حدیث: طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة

ترجمہ: ہر مسلمان مرد وعورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے

(کنز العمال،حدیث ۲۸۶۵۲،موسسۃ الرسالۃ بیروت،۱۰/۱۳۱)(الجامع الصغیر،حرف الطاء،حدیث ۵۲۶۴،دار الکتب العلمیۃ بیروت،۲/۳۲۵)

کہ بوجہ کثرت طرق وتعدد مخارج حدیث حسن ہے اس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد وعورت پر طلبِ علم کی فرضیت تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو اور فرض عین نہیں مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو ان کا اعم و اشمل و اعلیٰ و اکمل و اھم و اجل علم اصول عقائد ہے جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنّی المذہب ہوتا ہے اور انکار ومخالفت سے کافر یا بدعتی،والعیاذ باللہ تعالیٰ۔سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں،پھر علم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض وشرائط ومفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کر سکے،پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم،مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوٰۃ،صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج،نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے،تاجر ہو تو مسائل بیع وشراء،مزارع پر مسائل زراعت،موجر ومستاجر پر مسائل اجارہ،وعلیٰ ھذا القیاس ہر اس شخص پر اس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال وحرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع واخلاص وتوکل وغیرہا اور ان کے طرق تحصیل اور محرمات باطنیہ تکبر وریا وعُجب وحسد وغیرہا اور اُن کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے جس طرح بے نماز فاسق وفاجر ومرتکب کبائر ہے یونہی بعینہ ریاء سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتار ہے:

نسئل اللہ العفو والعافیة

ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔ تو صرف یہی علوم حدیث مراد ہیں وبس۔

علامہ مناوی تیسیر میں زیر حدیث مذکور لکھتے ہیں:

اراد به مالا مندوحة له عن تعلمه کمعرفة الصانع ونبوة رسله وکیفیة الصلٰوة ونحوها فان تعلمه فرض عین۔

ترجمہ: اس سے وہ علم مراد ہے جس کے سیکھنے سے کوئی چارہ نہیں، جیسے صانع کی پہچان، رسولوں کی نبوت، کیفیت نماز اور اس جیسے دوسرے مسائل کی معرفت، کیونکہ ان باتوں کا سیکھنا فرض عین ہے۔

(التیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۱۱۵) (فتاوی رضویہ، ج، ۲۳، ص، ۶۲۳، ۶۲۴، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

حضرت علامہ بلخی نے تحریر فرمایا ہے:

اما العلم اللدنی الذی سمون اهلها بالصوفية الكرام فهوفر ض عين لان ثمراتها تصفية القلب عن اشتغال بغير الله تعالى واتصافه بداوم الحضور وتزكية النفس عن رذائل الاخلاق من العجب و الكبر والحسد وحب الدنيا والكسل و فى طاعات الله، وغيره

ترجمہ: علم لدنی (جس کے اہل صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نام سے موسوم ہوتے ہیں کا) حصول ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں دل ماسوا اللہ تعالیٰ سے صاف ہوکر دوام حضور سے متصف ہوجاتا ہے۔ اور نفس برے اخلاق سے پاک ہوجاتا ہے۔ مثلاً خود پسندی، تکبر، دنیا کی محبت، اطاعت میں سستی وغیرہ۔

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی، شافعی علیہ الرحمہ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

اعلم أن مثال القلب مثال حصن و الشيطان عدو يريد أن يدخل الحصن فيملكه ويستولي عليه ولا يقدر على حفظ الحصن من العدو إلا بحراسة أبواب الحصن ومداخله ومواضع ثلمه ولا يقدر على حراسة أبوابه من لا يدري أبوابه فحماية القلب عن وسواس الشيطان واجبة وهو فرض عين على كل عبد مكلف وما لا يتوصل إلى الواجب إلا به فهو أيضاً واجب ولا يتوصل إلى دفع الشيطان إلا بمعرفة مداخله فصارت معرفة مداخله واجبة۔

ترجمہ: جان لو! دل ایک قلعے کی طرح ہے اور شیطان دشمن ہے جو اس قلعے میں داخل ہونا چاہتا ہے تاکہ وہ اس پر قبضہ کرے اور غلبہ حاصل کرے اور قلعے کی حفاظت پر اسی وقت قدرت حاصل ہوتی ہے جب قلعے کے دروازے، راستوں اور سوراخوں کی حفاظت کی جائے اور جو شخص اس کے دروازوں سے واقف نہیں وہ اس کے دروازوں کی حفاظت نہیں کرسکتا تو دل کو شیطان کے وسوسوں سے بچانا واجب ہے اور یہ عمل ہر مکلف بندے پر فرض عین ہے اور جس عمل کے ذریعے واجب تک رسائی ہوتی ہے وہ بھی واجب ہوتا ہے اور شیطان کو اسی صورت میں دور کرسکتے ہیں جب اس کے داخل ہونے کے راستوں سے واقفیت ہو لہٰذا اس کے داخل ہونے کے راستوں کی پہچان واجب ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان تفصیل مداخل الشیطان الی القلب، ج، ۳، ص، ۴۵، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرۃ، مصر)

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

ومنها أنهم يتركون العلم الذي هو فرض عين وهو معرفة علاج القلب ويشتغلون بتكثير الأسانيد وطلب العالي منها ولا حاجة بهم إلى شيء من ذلك۔

ترجمہ: اور (ان کے دھوکے کی) ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اس علم کو چھوڑ دیتے ہیں جو فرض عین ہے اور وہ دل کے علاج کی معرفت ہے وہ کثرت اسناد میں مشغول ہوتے ہیں حالانکہ ان کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذم الغرور، ج،۳،ص،۵۴۳، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرۃ، مصر)

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

وفرض عينه إصلاح ظاهره وباطنه بالتقوى، ومؤاخذه نفسه أولا بالتقوى ليقتدي المتعلم أولا بأعماله، ويستفيد ثانيا من أقواله.

ترجمہ: اور عالم پر فرض عین ہے کہ اپنے ظاہر اور اپنے باطن کی تقویٰ کے ذریعے اصلاح کرے، اور پہلے نمبر پر اپنے نفس کا تقویٰ کے ذریعے مواخذہ کرے تاکہ طالب علم پہلے نمبر پر اس کے اعمال کے ساتھ اس کی اقتدا کریں، اور دوسرے نمبر پر اس کے اقوال سے استفادہ حاصل کریں۔

(بدایۃ الہدایۃ، القسم الثالث، آداب العالم (مجموعۃ الرسائل امام غزالی) ص،۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وان اخذ علم التصوف فرض عينه

ترجمہ: بے شک علم تصوف کا حاصل کرنا فرض عین ہے۔ (فتوحات الٰہیہ شرح مباحث اصلیہ مطبوع ضمیمہ ص ۱۲۶ ج ا شرح حکم عطائیہ)

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

فالقسم الأول علم المكاشفة وهو علم الباطن وذلك غاية العلوم فقد قال بعض العارفين من لم يكن له نصيب من هذا العلم أخاف عليه سوء الخاتمة وأدنى نصيب منه التصديق به وتسليمه لأهله۔

ترجمہ: قسم اول کا نام علم باطن ہے اور یہ تمام علوم کی انتہا اور غایت ہے، بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو اس علم سے حصہ نہیں ملا مجھے اس کے برے خاتمے کا ڈر ہے۔ اور اس کا ادنیٰ حصہ یہ ہے کہ اس کی تصدیق کرے اور اس کے اہل کو تسلیم کرے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الثانی، ج،۱،ص،۳۸،۳۷، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہر، مصر)

حضرت علامہ عارف باللہ فقیر اللہ علوی شکارپوری، نقشبندی علیہ الرحمۃ، لکھتے ہیں:

لاشك ان علم عيوب النفس وازالتها الداخل في علم الاخلاق والتصوف فرض عين۔

ترجمہ: بے شک نفس کے عیبوں کا علم اور اس کے ازالے کا علم، علم اخلاق میں داخل ہے اور تصوف فرض عین ہے۔

(قطب الارشاد، ص،۲۱۷، امیر حمزہ کتب خانہ کوئٹہ)

حضرت علامہ سید ابوبکر المعروف سید بکری مکی ابن سید محمد شطا دمیاطی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ويجب أيضا ان تتعلم علما يزكى القلب ويطهره من الاخلاق الذميمة كالكبر والرياء والحسد والحرص وغيرها من أمراض

القلب۔

ترجمہ: اور تزکیہ قلب کے علم کو سیکھنا بھی واجب ہے اور اس کو اخلاق ذمیمہ سے پاک کرنا جیسے تکبر، ریاء، حسد، حرص وغیرہ امراض قلب۔ (کفایۃ الاتقیاء، ص، ۲۳، مصر)

حضرت علامہ سید ابو بکر المعروف سید بکری مسکی ابن سید محمد شطا دمیاطی علیہ الرحمہ، لکھتے ہیں:

والعلم الذی یزکی القلب فرض عین۔

ترجمہ: اور وہ علم جو قلب کو پاک کرتا ہے وہ فرض عین ہے۔ (کفایۃ الاتقیاء، ص، ۲۴، مصر)

امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمہ متوفی ۶۷۶ھ، لکھتے ہیں:

أَمَّا عِلْمُ الْقَلْبِ وَهُوَ مَعْرِفَةُ أَمْرَاضِ الْقَلْبِ كَالْحَسَدِ وَالْعُجْبِ وَشَبَهِهِمَا فَقَالَ الْغَزَالِيُّ مَعْرِفَةُ حُدُودِهَا وَأَسْبَابِهَا وَطِبِّهَا وَعِلَاجِهَا فَرْضُ عَيْنٍ:

ترجمہ: علم قلب یہ وہ علم ہے کہ قلب کے امراض کی پہچان کرتا ہے، جیسے حسد، عجب اور اس کے مشابہ تو امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ان کی حدود کی معرفت اور اس کے اسباب اور اس کی طب اور اس کا علاج فرض عین ہے۔

(روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، ج، ۱۰، ص، ۲۲۴، والمجموع شرح المھذب، ج، ۱، ص، ۲۶، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، ج، ۳۰، ص، ۲۹۲)

حضرت صالح بن عبد اللہ بن حمید امام وخطیب الحرم المکی علیہ الرحمہ، لکھتے ہیں:

حکم الجهاد: جهاد النفس في ذات الله تعالى وجهاد الشيطان فرض عين.

ترجمہ: جہاد کا حکم: اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں جہادِ نفس اور جہادِ شیطان فرض عین ہے۔ (نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، ج، ۴، ص، ۱۴۸۳)

حضرت صالح بن عبد اللہ بن حمید امام وخطیب الحرم المکی علیہ الرحمہ، لکھتے ہیں:

حكم معرفة الله عزّ وجلّ: قال الكفوي: معرفة الله عزّ وجلّ بالدليل الإجمالي فرض عين لا مخرج عنه لأحد من المكلّفين،

ترجمہ: اللہ ﷻ کی معرفت کا حکم: کفوی نے کہا: اللہ ﷻ کی معرفت دلیلِ اجمالی کے ساتھ فرض عین ہے مکلفین میں سے کسی ایک کے لیے بھی اس سے خلاصی کی جگہ نہیں ہے۔

(نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، ج، ۸، ۳۴۴۷)

حضرت محمد نصر الدین محمد عویضہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

فذهب صاحب الإحياء إلى أن التزكية فرض عين على كل إنسان۔

ترجمہ: صاحب احیاء کا موقف یہ ہے کہ ہر انسان پر تزکیہ فرض عین ہے۔ (فصل الخطاب فی الزہد والرقائق والآداب، ج، ۴، ص، ۱۴)

قال الإمام ابن القيم رحمه الله: والتحقيق أن جنس الجهاد فرض عين، إما بالقلب وإما باللسان، وإما بالمال، وإما باليد، فعلى كل مسلم أن يجاهد بنوع من هذه الأنواع.

ترجمہ: امام ابن قیم علیہ الرحمہ نے فرمایا: اور تحقیق یہ ہے کہ جنس جہاد فرض عین ہے، وہ قلب کے ساتھ ہو یا زبان کے ساتھ ہو، یا مال کے ساتھ ہو، یا ہاتھ کے ساتھ

ہو، تمام مسلمانوں پر لازمی ہے کہ ان اقسام میں سے کسی قسم کے ذریعے جہاد کریں۔ (خطب مختارۃ، ج، ا، ص، ۲۹۳)

وحمایۃ القَلْب عن فساد الشیطان فرض عین واجب عَلیٰ کلّ عبد مکلف۔

ترجمہ: شیطان کے فساد سے قلب کی حمایت کرنا فرض عین ہے، ہر مکلف بندہ پر واجب ہے۔ (موارد الظمان، مداخل الشیطان، ج، ۴، ص، ۵۹۵)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

کذٰلک اجمع اھل الطریق علی وجوب اتخاذ الانسان لہ شیخا یرشدہ الی زوال تلک الصفات التی منعہ من دخول حضرۃ اللہ تعالیٰ بقلبہ لتصح صلاتہ من باب مالا یتم الواجب الا بہ فھو واجب ،ولا شک ان علاج الامراض الباطنۃ من حب الدنیا والکبر والعجب والریا والحسد والحقد والغل والنفاق ونحوھا کلہ واجب کما تشھد لہ الاحادیث الواردۃ فی تحریم ھذہ الامور والتوعد بالعقاب علیھا ،فعلم ان کل من لم یتخذ لہ شیخا یرشدہ الی الخروج من ھذہ الصفات فھو عاص للہ تعالیٰ ولرسولہ ﷺ لانہ لا یھتدی بطریق العلاج بغیر شیخ ولو حفظ الف کتاب فی العلم فھو کمن یحفظ کتابا فی الطب ولا یعرف یتنزل الدواء علی الداء فکل من سمعہ وھو یدرس فی الکتاب یقول انہ طیب عظیم ومن رأہ حین یسأل عن اسم المرض وکیفیۃ ازالۃ قال انہ جاھل ،فاتخذ لک یا اخی شیخا واقبل یضحی وایاک ان تقول طریق الصوفیۃ لم یات بھا کتاب ولا سنۃ فانہ کفر فانھا کل اخلاق محمدیۃ سداھا ولحمتھا۔ واعلم ان کل من رزق اللہ تعالیٰ السلامۃ من الامراض الباطنۃ کالسلف الصالح والائمۃ المجتھدین فلا یحتاج الی شیخ: (بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ) [القیامۃ:۱۴]۔

ترجمہ: اسی طرح اہل طریق کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ ہر شخص پر کسی ایسے شیخ کا دامن پکڑنا واجب ہے۔ جو ان صفات رذیلہ کے زائل کرنے کا طریقہ بتلائے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حضور قلب کے ساتھ حاضر ہونے سے روکتی ہیں۔ تا کہ اس کے بعد اس کی نماز وغیرہ درست ہو جائے کیونکہ یہ قاعدہ مسلّمہ ہے کہ جس چیز کے بغیر واجب پوری طرح ادا نہ ہو سکے وہ بھی واجب ہو جاتی ہے (تو پیر کا دامن پکڑنا بھی واجب ہو گیا کیونکہ اس کے بغیر حضور قلب نصیب نہیں ہو سکتا۔) نیز اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ امراض باطنہ جیسے حُب دنیا۔ کبر، عجب وریا، حسد وکینہ، بغض ونفاق وغیرہ ان سب کا علاج واجب ہے چنانچہ جن احادیث میں ان کی حرمت اوران پر عذاب کی وعید (دھمکی) وارد ہے۔ وہ اس بات کی شاہد ہے۔ پس معلوم ہوا جس نے کسی کو اپنا مرشد نہیں بنایا جو ان صفات سے نکلنے کا راستہ اس کو بتلادے وہ خدا تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کا نافرمان ہے کیونکہ وہ ان امراض کے علاج کا راستہ بدون شیخ کے ہرگز نہیں پا سکتا اگر چہ ہزاروں کتابیں علم کی یاد کرے اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے کوئی شخص طب کی کتاب حفظ کر لے مگر مرض کے مناسب دوا کا استعمال نہ جانتا ہو۔ تو جو کوئی کتاب پڑھاتے ہوئے ان کی باتیں سنے گا تو کہے گا یہ تو بڑا طبیب ہے اور جس نے اس کو ایسے وقت دیکھا ہو جب کہ اس سے کسی مرض کا نام اور اس کے ازالہ کا طریقہ دریافت کیا گیا ہو۔ وہ کہے گا یہ پورا جاہل ہے اس کو طب سے مس بھی نہیں۔

پس عزیز من! کسی کو اپنا شیخ بناؤ اور میری نصیحت قبول کرو۔ اور خبردار یہ کبھی مت کہنا کہ طریقہ صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ حدیث رسول ﷺ سے۔ کیونکہ یہ بات کفر ہے۔ درحقیقت طریقہ تصوف بتمامہ اخلاق محمد ﷺ کا مجموعہ ہے۔ اس کا تانا بانا ظاہر وباطن سب اسی سے ماخوذ ہے۔

جان لو! کہ جن لوگوں کو حق تعالیٰ نے امراض باطنہ سے سلامتی عطا فرمائی ہے۔ جیسے حضرات سلف الصالحین ائمہ مجتہدین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ایسے لوگوں کو شیخ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

بَلِ الۡاِنۡسٰنُ عَلٰی نَفۡسِہٖ بَصِیۡرَۃٌ ۙ

ترجمہ: بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔ (القیامۃ: ۱۴)

(لوائح الانوار القدسیۃ فی بیان العہود المحمدیۃ، ص، ۹، ۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سید ابو بکر المعروف سید بکری مکی ابن سید محمد شطا دمیاطی علیہ الرحمۃ، لکھتے ہیں:

اما حکمہ فھو وجوب العینی علي کل مکلف وذالك لانه کما یجب تعلم ما یصلح الظاھر کذالك یجب تعلم ما یصلح الباطن۔

ترجمہ: رہا تصوف کا حکم تو وہ ہر مکلف پر عین واجب ہے، اور وہ اس لیے کہ جیسا کہ جو علم ظاہر کی اصلاح کرتا ہے اس کا سیکھنا واجب ہے اسی طرح وہ علم سیکھنا واجب ہے جو باطن کی اصلاح کرے۔ (کفایۃ الاتقیاء شرح ہدایۃ الاذکیاء، ص، ۴، طبع مصری)

حضرت امیر عارف باللہ عبد القادر الجزائری علیہ الرحمۃ، لکھتے ہیں:

وإنما وجب على المريد طلب الأكمل الأفضل من المشايخ خشية أن يلقي قياد بيد جاهل بالطريق الموصل إلى المقصود، فيكون ذلك عوناً على هلاكه۔

ترجمہ: مرید پر واجب ہے کہ مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے افضل واکمل شیخ کو تلاش کرے اور کوشش کرے کہ اس کا ہاتھ راہ حق کے جاہل کے ہاتھ میں نہ چلا جائے ورنہ ایسا شیخ بجائے رہنمائی کے تباہی وگمراہی کا موجب ہوگا۔

(المواقف، ج، ۱، ص، ۳۰۵) (حقائق عن التصوف، ۳۳)

حضرت قطب العارفین فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ، نے فرمایا:

عليك بطريق الحق، ولا تستوحش لقلة السالكين، وإياك وطريق الباطل، ولا تغتر بكثرة الهالكين. وكلما استوحشت من تفردك فانظر إلى الرفيق السابق، واحرص على اللحاق بهم، و. غض الطرف عن سواهم، فإنهم لن يغنوا عنك من الله تعالى شيئاً، وإذا صاحوا بك في طريق سيرك فلا تلتفت إليهم فإنك متى التفت إليهم أخذوك وعاقوك۔

ترجمہ: اس طریق حق (تصوف) کو لازماً اختیار کرو اور سالکین کی قلت کی وجہ سے پریشان نہ ہو، باطل راستے سے بچو، ہلاک ہونے والوں اور باطل راستے پر لوگوں کی کثرت کے سبب دھوکا نہ کھاؤ۔ جب بھی تمہیں اس راہ میں تفرد کے سبب پریشانی لاحق ہو تو سلوک میں اپنے سے اوپر والے ساتھی کی طرف دیکھنا اور ان سے لاحق ہونے کے شوق کو اپنانا اور اہل سلوک کے ماسویٰ سے اپنی آنکھیں بند رکھنا کیونکہ وہ تمہیں اللہ ﷻ کے کاموں میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتے اور سیر وسلوک میں اگر غیر سالک تم پر آوازیں کسیں اور اپنی طرف راغب کرنا چاہیں تو ان کی طرف التفات نہ کرنا ورنہ وہ تجھے اس راہ سے روک دیں گے اور نافرمان بنا دیں گے۔

(ایقاظ الھمم فی شرح الحکم، لابن عجیبۃ، ص، ۷، المنن الکبری للشعرانی، ج، ۱، ص، ۴، حقائق عن التصوف، ۱۹، الموسوعۃ الیوسفیۃ فی بیان ادلۃ الصوفیۃ، باب التصوف، ۲۷، مکتبہ دار الباب)

حضرت علامہ سید مظفر علی شاہ قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی بانکہ وفور علم وعقل از ہمہ داشت مجتہد و صاحب مذہب شریعت بود بجہت صحبت و شرط ادب طریقت کہ واجب است بیعت بحضرت امام جعفر صادق کرد و خرقہ اجازت ازو پوشیدہ و تلقین ذکر و فکر ازو گرفت و نیز خرقہ اجازت تبرکاً از حضرت فضیل عیاض پوشید و ذکر ازو گرفت و حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہ مجتہد و اوتاد وقت بود ارادت بحضرت ہبیرۃ البصرے آورد و بیعت باو کرد و خرقہ اجازت ازوی پوشید و حضرت امام احمد حنبل بیعت بہ بشر حافی کردند و ازو خرقہ پوشید و حضرت امام محمد ارادت بحضرت داؤد طائی آورد بیعت و خرقہ اجازت ازو پوشید و حضرت امام ابو یوسف بحضرت حاتم اصم بیعت کرد و مرید شد و حاتم مرید شفیق بود ابو علی کنیت او۔

ترجمہ: حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ باوجود اس کے کہ آپ رضی اللہ عنہ وافر علم وعقل رکھتے تھے اور مجتہد اور صاحب شریعت تھے، صحبت اور ادب طریقت کی وجہ سے جو کہ واجب ہے، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، اوران سے خرقہ اجازت پہنا اوران سے ذکر وفکر کی تلقین حاصل کی، اور نیز تبرک کے طور پر خرقہ اجازت حضرت فضیل عیاض رضی اللہ عنہ سے پہنا، اوران سے ذکر حاصل کیا۔اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ مجتہد اور اوتادِ وقت تھے، حضرت ہبیرہ بصری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ارادت کی، اوران سے بیعت کی، اوران سے خرقہ اجازت پہنا۔

اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، اور ان سے خرقہ پہنا۔اور حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ نے حضرت داؤد طائی رضی اللہ عنہ سے ارادت رکھی اوران سے بیعت کی، اوران سے خرقہ اجازت پہنا۔حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے حضرت حاتم اصم رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، اور مرید ہوئے، اور حاتم رضی اللہ عنہ حضرت شفیق رضی اللہ عنہ کے مرید تھے، بوعلی ان کی کنیت ہے۔

(جواہر غیبی، کنز چہارم، ص، ۲۳۲، مکتبہ رحمانیہ، ارگ بازار، قندھار، افغانستان)

حضرت داتا گنج بخش، ابوالحسن علی بن عثمان جلابی، ہجویری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۴۶۵ھ، لکھتے ہیں:

اما علم بندہ باید کہ در امور خداوند تعالیٰ باشد و معرفت وی، و فریضہ بر بندہ علم وقت باشد و آنچہ بر موجب وقت بہ کار آید ظاہر و باطن. و این بہ دو قسم است: یکی اصول و دیگر فروع ظاہر اصول قول شہادت و باطنش تحقیق معرفت و ظاہر فروع برزش معاملت و باطن تصحیح نیت. و قیام ہر یک از این بی دیگر محال باشد. ظاہر حقیقت بی باطن نفاق، و باطن حقیقت بی ظاہر زندقہ ظاہر شریعت بی باطن نفس و باطن بی ظاہر ہوس.

ترجمہ: بندہ کا علم امور خدا تعالیٰ اور اس کی معرفت سے متعلق ہونا چاہئے اور فرض وہ علم ہے جو وقت کے عین مطابق ہو اور وقت پر کام آئے۔علم کو ظاہری اور باطنی طور پر دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں یعنی اصول اور فروع۔اصول کا ظاہر قول شہادت اور اس کا باطن تحقیق معرفت ہے اسی طرح فروع کا ظاہر درستی معاملات اور اس کا باطن درستی نیت ہے۔یہ سب ایک دوسرے کے بغیر قائم نہیں ہو سکتے۔حقیقت باطن کے بغیر ظاہر منافقت ہے اور ظاہر کے بغیر باطن زندقہ ظاہر شریعت بغیر باطن کے ناقص ہے اور باطن بے ظاہر ہوس۔

(کشف المحجوب، باب اثبات العلم، ص، ۱۴، ۱۵، کتابخانہ ملی، ایران)

حضرت دا تا گنج بخش، ابوالحسن علی بن عثمان جلابی، ہجویری عشائیہ، متوفی، ۴۶۵ھ، لکھتے ہیں:

محمدبن الفضل البلخی گوید، رحمۃ اللہ العُلومُ ثَلاثَةٌ: علمٌ مِنَ اللهِ، و علمٌ مَعَ اللهِ، و علمٌ بالله: علم بالله علم معرفت است که همه اولیای او، او را بدو دانسته اند و تاتعریف و تعرف او نبود ایشان وی را ندانستند؛ از آنچه همه اسباب اکتساب مطلق از حق تعالی منقطع است و علم بنده، مر معرفت حق را علت نگردد؛ که علت معرفت وی تعالی و تقدس هم هدایت و اعلام وی بود و علم من الله علم شریعت بود که آن از وی به مافرمان و تکلیف است و علم مع الله علم مقامات طریق حق و بیان درجت اولیا بود. پس معرفت بی پذیرفت شریعت درست نیاید و برزش شریعت بی اظهار مقامات راست نیاید. العلمُ حیاةُ القَلبِ مِنَ الجهلِ و نورُ العَینِ مِنَ الظُّلمَةِ: و ابو علی ثقفی رحمۃ اللہ علیه گوید علم زندگی دل است از مرگ جهل و نور چشم یقین از ظلمت کفر و هر که را علم معرفت نیست دلش به جهل مرده، است و هر که را علم شریعت نیست دلش به نادانی بیمار است. پس دل کفار مرده باشد که به خداوند تعالی جاهل اند و دل اهل غفلت بیمار؛ که به فرمانهای وی جاهل اند. مَنِ اکتَفی بِالکَلامِ مِنَ العلمِ دون الزُّهدِ تَزَندَقَ و مَن اکتَفی بالفِقهِ: ابوبکر وراق ترمذی گوید، رحمۃ اللہ علیه. دونَ الوَرعِ تفسَّقَ هر که از علم توحید به عبارت بسنده کند و از اضداد آن روی نگرداند زندیق شود و هر که به علم شریعت و فقه بی ورع بسنده کند فاسق گردد و مراد اندر این آن است که بی معاملت و مجاهدت تجرید توحید جبر باشد، و موحد جبری قول و قدری فعل باشد تا روش وی، اندر میان جبر و قدر درست آید و این حقیقت آن است که آن پیر گفت، پس هر که بی معاملت به عبارت، آن بسنده کند زندیق شود. التوحیدُ دونَ الجبرِ و فوقَ القَدَرِ: رحمۃ اللہ علیه اما فقه را شرط احتیاط و تقوی باشد. هر که به رُخَص و تأویلات و تعلق شُبهات مشغول گردد و بدون مذهب به گرد مجتهدان گردد مر آسانی را، زود که به فسق درافتد و این جمله از غفلت پدیدار آید.

ترجمہ: محمد بن فضل البلخی عشائیہ نے فرمایا:

علم تین ہیں (۱) علم من اللہ (۲) علم مع اللہ (۳) اور علم باللہ۔

علم باللہ علم معرفت ہے جس کے ذریعہ سب انبیاء علیہ السلام اور اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے باری تعالیٰ کو جانا جب تک اس علم کو مخصوص طریقوں سے سکھایا نہ جائے اس وقت تک اس کے ذریعے خدا کو نہیں جانا جاسکتا کیونکہ اس علم کے بغیر خدا کو پانے کا کوئی دوسرا ذریعہ موجود نہیں اور بندہ کا علم معرفت حق کے لئے علت اور سبب نہیں بلکہ اس کی معرفت بھی خدا ہی کی ہدایت اور توفیق سے ہے۔ اور علم من اللہ علم شریعت ہے کہ وہ باری تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا اور اس کا مکلف بنایا گیا ہے اور علم مع اللہ مقامات طریق حق اور درجات اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے بیان سے متعلق ہے۔ الغرض معرفت بغیر شریعت درست نہیں ہوتی اور شریعت کی کارفرمائی اظہار مقامات کے بغیر صحیح نہیں اترتی۔ حضرت ابوعلی ثقفی عشائیہ نے فرمایا: ''علم دل کی حیات ہے۔ مرگ جہالت سے اور آنکھ کا نور ایمان ہے کفر کی ظلمت وتاریکی سے'' جس کو علم معرفت نہیں اس کا دل جہالت کے ہاتھوں مرچکا ہے اور جس کو علم شریعت نہیں اس کا دل نادانہ کے مرض میں مبتلا ہے کفار کا دل مردہ ہوتا ہے کیونکہ وہ معرفت خداوندی سے محروم ہیں۔ اہل غفلت کا دل بیمار ہوتا ہے کیونکہ وہ باری تعالیٰ کے احکام سے بابلد ہیں۔ حضرت ابو بکر وراق ترمذی عشائیہ فرماتے ہیں: ''جس نے علمی گفتگو کو بغیر زہد اختیار کئے کافی سمجھا وہ بے دین ہوا اور جس نے فقہ کو بغیر تقویٰ کے اپنایا فاسق ہوا'' جو علم توحید کا زبانی علمبردار ہوا اور اس کی ضد یعنی شرک وغیرہ سے دستبردار نہ ہو زندقہ کا مرتکب ہے اور جو علم شریعت وفقہ کو بغیر عمل حاصل کرے فاسق ہے اس کا مطلب یہ ہے

کہ عمل اور مجاہدہ کے بغیر محض توحید جبر ہے اور موحد قول کے اعتبار سے جبری اور فعل کی رو سے قدری ہوتا ہے تاکہ اس کی روش جبر اور قدر کے بین بین درست رہے۔ اس چیز کی حقیقت ہی ہے جوان بزرگ (یعنی حضرت ابوبکر وراق ترمذی) علیہ الرحمہ نے فرمائی کہ: ''توحید جبر کے نیچے اور قدر سے اوپر ہے'' جو کوئی علم توحید کو بغیر عمل محض زبانی پسند کرتا ہے اور اس کے مخالف افکار یعنی شرک وغیرہ سے منہ نہیں پھیرتا زندیق ہو جاتا ہے فقہ کے لئے احتیاط اور تقویٰ ضروری ہے اور جو کوئی بغیر تقویٰ و پرہیزگاری صرف علم فقہ و شریعت کو کافی سمجھے اور رخصتوں، تاویلات اور شبہات کے تعلق میں ڈوب جائے یا بغیر کسی اصول کے محض اپنی سہولت کے لئے اجتہاد کرنے والوں کے گرد گھومنا شروع کر دے وہ بہت جلد فسق و بدکاری کا شکار ہو جاتا ہے۔

(کشف المحجوب، باب اثبات العلم، ص، ۱۸، کتابخانہ ملی، ایران)

عن ابی ذر رضی اللہ تعالی عنہ قال او صانی خلیلی ﷺ ان اخشی اللہ کانی اراہ فان لم اکن اراہ فانہ یرانی۔

ترجمہ: حضرت ابوذر (غفاری) رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے حبیب ﷺ نے وصیت فرمائی کہ خشیت الٰہی میں ایسا ہو جاؤں گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں، پس اگر میں اسے نہیں دیکھ سکتا تو وہ یقیناً مجھے دیکھ رہا ہے۔

(رواہ ابونعیم فی کتاب الاربعین، ص، ۳۹، الرقم: ۱۲، وابن رجب فی جامع العلوم والحکم، ج، ۱، ص، ۱۲۶)

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال: رسول اللہ ﷺ الاحسان ان تعمل اللہ کانک تراہ فالم تکن تراہ فانہ یراک

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ کے لئے اس طرح عمل کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، پھر اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو یقیناً وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

(رواہ الربیع فی المسند، ج، ۱، ص، ۴۲، الرقم: ۵۶، وابن رجب فی جامع العلوم والحکم، ج، ۱، ص، ۳۶)

عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال: رسول اللہ ﷺ کن کانک تری اللہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اے بندۂ خدا!) اس طرح ہو جا گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو یقیناً تمہیں دیکھ رہا ہے۔

(رواہ ابونعیم فی کتاب الاربعین، ص، ۴۰، الرقم: ۱۳، وفی حلیۃ الاولیاء، ج، ۸، ص، ۲۰۲، والدیلمی فی الفردوس بماثور الخطاب، ج، ۳، ص، ۲۷۴، الرقم: ۴۸۴۳، وابن رجب فی جامع العلوم والحکم، ج، ۱، ص، ۳۶)

عن شداد بن اوس رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ کتب الاحسان علی کل شیء، فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ، واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح، ولیحد احدکم شفرتہ فلیرح ذبیحتہ۔

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر کام میں احسان فرض کیا ہے، جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور ذبح کرنے والے کو چاہیے کہ چھری کو اچھی طرح تیز کرے اور اپنے ذبح ہونے والے جانور کو آرام دے۔

(رواہ مسلم فی الصحیح، کتاب الصید والذبائح وما یوکل من الحیوان، باب: الامر باحسان الذبح والقتل وتحدید الشفرۃ، والترمذی فی السنن، کتاب الدیات عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی النھی عن المثلۃ، وابوداود فی السنن، کتاب: الضحایا، باب: فی النھی ان تصبر البھائم والرفق بالذبیحۃ، والنسائی فی السنن، کتاب الضحایا، باب الامر باحداد الشفرۃ، وفی کتاب: الضحایا، باب: ذکر المنفلتۃ التی

لایقدر علی اخذ ھا، وفی کتاب الضحایا، باب: حسن الذبح، وابن ماجہ فی السنن، کتاب: الذبائح، باب: اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح، واحمد بن حنبل فی المسند، ج،۴، ص،۱۲۳، وابن حبان فی الصحیح، ج،۱۳، ص،۱۹۹، الرقم:۵۸۸۳، وابن الجارود فی کتاب المنتقی، ج،۱، ص،۲۱۴، الرقم:۸۳۹، والدارمی فی السنن، ج،۲، ص،۱۱۲، الرقم:۱۹۷۰)

عَنْ عُمَرَ بنِ الخطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم فأسند رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ قَالَ: "الْإِسْلَامُ: أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا". قَالَ: صَدَقْتَ. فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ. قَالَ: »أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ . قَالَ صَدَقْتَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ. قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ . قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ. قَالَ: مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا. قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ . قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي: »يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ ؟ قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ.

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ایک دن ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ایک شخص ہم پر نمودار ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال سخت سیاہ تھے، اس پر سفر کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا، یہاں تک کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے اس طرح بیٹھ گیا کہ اس نے اپنے دونوں زانوں آپ کے زانوؤں سے ملا دیے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ دیے اور عرض کیا یا محمد ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجیے، آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو اس حقیقت کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، اور یہ کہ تو پابندی کے ساتھ مسنون طریقہ سے نماز ادا کرے اور زکوۃ دے، اور رمضان شریف کے روزے رکھے، اور طاقت واستطاعت ہونے کی صورت میں بیت اللہ شریف کا حج کرے، اس شخص نے (یہ سن کر) کہا آپ نے سچ فرمایا ہے۔ ہمیں اس کی بات سے تعجب ہوا کہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور آپ کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ (پھر) اس نے کہا آپ مجھے ایمان کے متعلق بھی بتائیں (کہ وہ کیا ہے) آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں اور رسولوں پر اور روز قیامت پر ایمان لائے اور اس کی اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لائے۔ اس نے کہا آپ نے درست فرمایا ہے۔ (پھر) اس نے عرض کیا مجھے احسان کے بارے میں بتائیں کہ وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: احسان (کا اعلیٰ مرتبہ) یہ ہے کہ تو خدا تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے (اور احسان کا کم درجہ) یہ ہے کہ اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے تو (کم از کم تیرا یہ یقین ہو کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے (پھر) سوال کیا کہ قیامت کے بارے میں مجھے بتائیں کہ (کب واقع ہوگی) آپ نے فرمایا قیامت کے متعلق جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ (اس پر) اس نے کہا مجھے اس کی علامات ہی بتائیے، آپ نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ لونڈی اپنا مالک و مربی جنے گی، اور یہ کہ تو دیکھے کہ برہنہ پاؤں برہنہ جسم بکریاں چرانے والے اور تنگ دست لوگوں کی مالی حالت یہ ہو جائے گی کہ وہ مکانات کی تعمیر (و آرائش) میں فخر و تکبر کے طور پر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں کوشش کریں گے۔ حضرت عمر ﷺ فرماتے ہیں پھر وہ شخص چلا گیا، اور میں اس کے جانے کے بعد کافی دیر خاموش رہا، پھر حضور نبی کریم ﷺ نے خو

مجھے فرمایا: اے عمر جانتا ہے کہ یہ سائل کون تھا میں نے عرض کیا اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتا ہے۔ فرمایا بیشک وہ جبرئیل علیہ السلام تھا تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آیا تھا۔

(رواہ بخاری فی الصحیح، کتاب: الایمان، باب: سوال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام والاحسان، وعلم الساعۃ، وکتاب التفسیر، لقمان، باب: ان اللہ عندہ علم الساعۃ، وصحیح مسلم، کتاب: الایمان، باب: بیان الایمان والاسلام والاحسان، والترمذی فی السنن، کتاب: الایمان عن رسول اللہ ﷺ باب: ماجاء فی وصف جبریل للنبی ﷺ الایمان والاسلام، وابوداود فی السنن، کتاب: السنن، باب فی القدر، والنسائی فی السنن، کتاب: الایمان وشرائعہ، باب نعت الاسلام، وابن ماجہ فی السنن: المقدمۃ، باب: فی الایمان، واحمد بن حنبل فی المسند، ج ۱، ص ۵۱، الرقم: ۳۶۷، وابن خزیمۃ فی الصحیح، ج ۴، ص ۱۲۷، الرقم: ۲۵۰۴، ابن حبان فی الصحیح، ج ۱، ص ۳۸۹، الرقم: ۱۶۸، مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان، ص ۱۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

اس حدیث میں ''احسان'' کی شرح میں محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

چوں در بسیاری در آیات و احادیث ذکر احسان واقع شده و آن را درجه عالیه نهاده و مرتبه کمال داشته اند بعد از استفسار از معنی اسلام و ایمان از حقیقت احسان نیز سوال کرد تاامر دین بتمام و کمال مبین گردد و معنی احسان نیکی کردن است و آن بر دو وجه اطلاق می باید نیکی بمردم بانعام و اکرام و نیک کردن فعل را بر وجه تکمیل و تجوید و ایقان و چنانکه باید و شاید بجا آوردن آنرا گویا اینجا نیز احسان کردن است بنفس خود و در خلاف این صورت ظلم است بر نفس و بدی کردن است باو و حاصل آن اخلاص و حضور و خشوع است در عبادت و آن بحقیقت شرط کمال بمکه نشان صحت اسلام و ایمان است۔

ترجمہ: چونکہ بہت سی آیات اور احادیث میں احسان کا ذکر آیا ہے، اور اسے درجہ عالی پر رکھا اور مرتبہ کمال قرار دیا، اس لیے اسلام اور ایمان کا معنی دریافت کرنے کے بعد اس نے احسان کی حقیقت کے بارے میں بھی سوال کر دیا، تاکہ دین کا کام مکمل اور پورے طور پر معلوم ہو جائے۔ احسان کا معنی نیکی کرنا ہے اور یہ دو طرح استعمال ہوتا ہے۔ لوگوں سے نیکی کرنا یعنی انہیں انعام و اکرام سے نوازنا۔ اور نیک عمل کرنا پورے کمال اور پوری درستی اور اچھائی کے ساتھ اور جیسا کہ چاہیے اسے بجالانا۔ نیک عمل اس اچھائی اور عمدگی سے کرنا، گویا اپنی ذات کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ اور اس کے خلاف کسی عمل کا بجالانا اپنی ذات پر ظلم اور اپنے نفس کے ساتھ برائی کرنے کے مترادف ہے۔ احسان کا خلاصہ دراصل عبادت میں اخلاص اور حضور و خشوع ہے اور یہ اخلاص و خشوع درحقیقت شرط کمال بلکہ اسلام کی صحت کا نشان ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج ۱، ص ۴۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

مزید محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

بدانکه منادی دین و کمال آن بر فقه و کلام تصوف است و این حدیث شریف بیان این هر سه مقام کرده اسلام اشارت بفقه است که متضمن بیان اعمال و احکام شرعیه است و ایمان اشارات باعتقادات که مسائل اصول کلام اند و احسان اشارت باصل تصوف که عبادت از صدق توجه الی الله است و جمیع معانی تصوف که مشائخ طریقت بآن اشارت کرده اند راجع بهمیں معنی است و تصوف و کلام، لازم یکدیگر اند که هیچ یکی بی دیگرے تمامی نه پذیر و چرا که کلام بے تصوف و تصوف بے فقه صورت نه بند و زیرا که حکم الٰهی بے فقه، شناخته نشود و فقه بے تصوف تمام نشود زیرا که عمل بے صدق توجه تمامی نه پذیر دو هر دو بے ایمان صحیح نگردد بر مثال، روح و جسد که هیچ کدام بی دیگری وجود نه گیرد و کمال پند بر دو ازین جا فرمود امام مالک رحمة الله علیه من تصوف و لم یتفقه، فقد تزندق و من تفقه و لم یتصوف فقد تفسق و من جمع بینهما فقد تحقق کمال جامعیت این است باقی همه زیغ و ضلال۔

ترجمہ: معلوم ہونا چاہیے کہ دین کی بنیاد اور اس کا کمال تین چیزوں پر ہے۔ فقہ، علم عقائد، اور علم تصوف وسلوک پر۔ اس حدیث میں یہ تینوں مقام بیان فرما دیے۔ اسلام فقہ کی طرف اشارہ ہے جس میں اعمال واحکام شرعیہ کا بیان ہوتا ہے۔ ایمان اعتقادی مسائل اور اصول کلام کی طرف اور احسان اصل تصوف کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کی طرف سچی توجہ سے عبارت ہے۔ تصوف کے تمام معانی جن کی طرف مشائخ طریقت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے اشارات فرمائے ہیں، اسی معنی کی طرف لوٹتے ہیں لہٰذا تصوف اور علم عقائد وکلام ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔

ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا اور نہ وجود میں آسکتا ہے۔ اور تصوف فقہ کے بغیر بھی معرض وجود میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ احکامات الٰہیہ کی فقہ کے بغیر شناخت نہیں ہوسکتی، اور فقہ تصوف کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی کیونکہ سچی توجہ کے بغیر عمل مکمل نہیں ہوسکتا۔ اور یہ دونوں ایمان کے بغیر صحیح اور درست نہیں ہوسکتے۔ جیسے روح اور جسم کہ ایک دوسرے کے بغیر وجود میں نہیں آسکتے اور نہ ان میں کمال پیدا ہوسکتا ہے۔ اسی بنا پر امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا: جو شخص صوفی بنا لیکن علم فقہ حاصل نہ کیا وہ بے دینی کا شکار ہوگیا، اور جس نے فقہ حاصل کی مگر تصوف وفقر اختیار نہ کیا تو وہ فسق میں مبتلا ہوگیا، اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ تحقیق کے مقام پر فائز ہوگیا۔ کمال جامعیت یہی ہے باقی سب کجی اور گمراہی ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج۱، ص۴۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

نیز محقق علی الاطلاق، شیخ عبد الحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

وازینجامعلوم شد که دین عبارت از مجموع اسلام وایمان واحسان است وشریعت نام این مجموع است وگاهی دین بر اسلام بخصوصه نیز اطلاق یافته چنانکه ان الدین عند الله الاسلام وشریعت نیز با احکام فرعیه فقهیه تخصیص می باید چنانکه شریعت وطریقت وحقیقت گویند این هر سه نیز شعب واجزائی دین اند وحقیقت حقیقت شریعت است تا آنچه بدان ایمان آورده اند بحقیقت آن نرسند وآنچه شنیده اند عیانا دریابند نه چیزی دیگر مغائر آن وبالجمله دین یکی است دو نمی شود وهر که غیر این فهمد خطا کند۔

ترجمہ: یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین اسلام، ایمان اور احسان کے مجموعے سے عبارت ہے جیسا کہ: "ان الدین عند اللہ الاسلام"۔ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ اور کبھی شریعت کا لفظ احکام فرعیہ فقہیہ کے ساتھ خاص ہوکر بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح شریعت، طریقت اور حقیقت کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، کہ یہ تینوں دین کے اجزاء اور شعبے ہیں۔

درحقیقت شریعت ہی حقیقت ہے، تاکہ اہل اسلام جن حقائق پر ایمان لائے ہیں فی الحقیقت ان تک پہنچیں اور جو کچھ سنا ہے اسے سامنے پالیں شریعت دین سے الگ اور مغائر کوئی چیز نہیں۔ اور دین ایک ہی ہے دو نہیں ہیں، جو شخص اس تحقیق کے علاوہ کچھ اور سمجھتا ہے وہ خطا ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج۱، ص۴۷، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اور حضرت مولانا فقیر اللہ علوی حنفی علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح کی شرح تحریر فرمائی ہے۔

(قطب الارشاد، ص۱۶، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ، کوئٹہ)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

بدان اسعدک الله تعالی فی الدارین این همه که گفته شد صورت ایمان واسلام وشریعت است ومغز وحقیقت او در خدمت درویشان

باید جست و خیال نباید کرد که حقیقت خلاف شریعت است که این سخن جهل و کفر است بلکه همیں شریعت است که در خدمت درویشاں چوں قلب از تعلق جسمی و حبے که بما سوی الله داشت پاک شود و رذائل نفس بر طرف گشته نفس مطمئنه شود و اخلاص بهم رساند شریعت در حق او بامغز شود نماز و عندالله تعلق دیگر بهم رساند دو رکعت او بهتر از لک رکعت دیگراں باشد و همچنیں صوم وصدقه او و رسول فرمود ﷺ اگر شما مثل احد زر در راه خدا خرچ کنید برابر یک یا نیم سیر جو نباشد که صحابه رضی الله عنهم در راه خدا داده اند ایں از جهت قوت ایمان و شان اخلاص است نور باطن پیغمبر ﷺ را از سینه درویشاں باید جست و بداں نور سینه خود را روشن باید کرد تا هر خیر و شر بفراست صحیحه دریافت شود۔

ترجمہ: جان لو خدا تمہیں نیک بختی کی دولت عطا کرے، یہ سارے مسائل جو بیان کئے گئے ایمان، اسلام اور شریعت کی صورتیں ہیں (یعنی احکام ظاہرہ) اور شریعت کی حقیقت اور مغز کو اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی خدمتوں میں تلاش کر لینا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ حقیقت اور (طریقت) شریعت کے خلاف ہے یہ بات سراسر جہالت اور کفر ہے یہی شریعت ہے جو اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی خدمتوں میں (جا کر رنگ لاتی ہے) جب علاقہ دل جسمی اور غیر اللہ کی محبت کے تعلق سے پاک ہو جائے۔ اور نفس کی تمام خرابیاں دور ہو کر نفس مطمئنہ کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔

اور (حق تعالیٰ کی بندگی میں) خلوص پیدا ہو جاتا ہے تو شریعت اس کے حق میں بامغز (حقیقت) ہو جاتی ہے اور اس کی نماز حق تعالیٰ کے دربار میں دوسرا رشتہ (احسان کا مقام عالی) پیدا کر لیتی ہے اور اس کی دو رکعتیں دوسروں کی لاکھ رکعت سے بہتر ہوتی ہے اور اسی طرح اس کا روزہ اور اس کا صدقہ (بھی) رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرو گے ایک سیر یا آدھ سیر جو کے برابر نہ ہوگا جو صحابہ کرام (رضوان اللہ اجمعین) نے خدا کی راہ میں دیا ہے ان کہ یہ مرتبے قوت ایمان اور اخلاص کی وجہ سے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے باطنی نور کو اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے سینوں سے ڈھونڈنا چاہئے۔ اور اسی نور سے اپنے سینوں کو روشن کرنا چاہئے تا کہ ہر اچھی بری چیز صحیح فراست (دانائی) سے دریافت ہو جائے۔

(مالا بد منہ، کتاب الاحسان، ۱۰۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

وَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ: اعْلَمُوا مَا شِئْتُمْ أَنْ تَعْلَمُوا فَلَنْ يَأْجُرَكُمْ بِعِلْمِهِ حتى تعلموا۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل ﷺ نے کہا: تم جو چاہو علم حاصل کرو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے علم پر ہرگز اجر نہ دے گا حتیٰ کہ تم عمل کرو۔

(تفسیر القرطبی، مقدمۃ المؤلف، باب کیفیۃ التعلم والفقہ، ج ۱، ص ۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی ﷫، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

وَفِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (الْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَلِكَ حُجَّةُ اللهِ تَعَالَى عَلَى ابْنِ آدَمَ(. فَهَذَا مِثْلُ علم بلعام وأشباهه، نعوذ بالله منه، ونسأل التَّوْفِيقَ وَالمهاتَ عَلَى التَّحْقِيقِ۔

ترجمہ: اور حدیث طیبہ میں حضور نبی کریم ﷺ سے روایت ہے: علم دو قسم کے ہیں ایک علم دل میں ہے وہی نفع بخش علم ہے اور ایک علم زبان کا ہے اور وہی ابن

آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔پس یہ بلعام اور اس جیسے لوگوں کے علم کی مثال ہے،ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔اور ہم اس سے توفیق اور حق پر موت کی التجا کرتے ہیں۔

(تفسیر القرطبی،سورۃ الاعراف،تحت الآیۃ:۱۷۵،ج۷،ص۲۰۴،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

محقق علی الاطلاق،شیخ عبدالحق حنفی،نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ،متوفی،۱۰۵۲ھ،لکھتے ہیں:

مراد دین علم است که متعلق است بکتاب و سنّت۔و آن دو(۲) قسم است۔(۱)مبادی (۲) مقاصد۔مبادی علوم که موقوف است معرفت کتاب و سنّت بر آن مثل لغت و نحو و صرف و جز آن از علومِ عربیّت و مقصد آن چه متعلق است باعمال و اخلاق و عقائد و این همه علمِ معامله است۔و علم مکاشفه نوریست که بعد از سلوک طریق حق صدق معاملت در دل افتد که بدان معرفت حقائق اشیاء چنانکه هست منکشف گردد و معرفت ذات و صفات و افعال حق سبحانه وتعالی رو نماید و این را علم حقیقت و علم وراثت خوانند بحکمِ حدیث (من علم بما علم ورثه الله علم ما لم یعلم) هر که عمل کند بآنچه دانسته و خوانده است از علم ظاهر روزی گرداند و بخشند او را خدا تعالی علم آنچه ندانسته و نه خوانده است و کریمه: (واتقو الله ویعلمکم الله) نیز اشارت بدین معنی است و علم ظاهر و باطن که گویند این معنی دارد و نسبت هر دو بیکدیگر نسبت تن و جان و پوست و مغز است و احادیث و آیات که شان علم و فضیلت آن وارد شده شامل همه این اقسام ست بر تفاوت و درجات آن۔

ترجمہ: (اس سے) مراد دین کا علم ہے جو کتاب وسنت کے متعلق ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک مبادی اور دوسرا مقاصد۔مبادی علم وہ ہے جس کا انحصار قرآن وسنت کی پہچان پر ہے۔مثلاً عربی علوم کی لغت نحو صرف اور اس سے متعلقہ دیگر اور مقاصد کا علم وہ علم ہے جو اعمال اخلاق اور عقائد کے متعلق ہیں اور یہ تمام علم معاملہ ہیں اور علم مکاشفہ ایک نور ہے جو طریق حق اور معاملات کے صدق کی منازل طے کرنے کے بعد دل میں پیدا ہوتا ہے اور اس کے ذریعے اشیاء کی حقیقت جیسے کہ وہ ہیں منکشف ہوجاتی ہے۔اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات۔صفات اور افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس کو علم حقیقت اور علم وراثت کہتے ہیں اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق (وہ اس پر عمل کرتا ہے جو علم ظاہر سے اس نے حاصل کیا ہے اس کو نعمت سمجھے کیونکہ جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا اس کا علم اسے خداوند تعالیٰ نے بخشا ہے اور سورۃ بقرۃ کی آیت (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تمہیں علم سکھاتا ہے) میں بھی اسی مفہوم کی طرف اشارہ ہے اور جس کو علم ظاہر وباطن کہتے ہیں اس کا بھی یہی مطلب ہے اور دونوں (یعنی ظاہر وباطن) کا آپس میں جتنا گہرا تعلق ہے جیسے جسم اور روح یا چھلکا اور مغز اور ان علوم کی شان اور فضیلت کے بارے میں جو احادیث اور آیات ہیں وہ ان تمام مذکورہ اقسام کے فرق اور درجات پر شامل ہیں۔

(اشعۃ اللمعات،کتاب العلم،مقدمہ،ج۱،ص۱۶۲،مکتبہ رشیدیہ،کوئٹہ)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی،حنفی،نقشبندی،قدس سرہ،متوفی،۱۰۳۴ھ،لکھتے ہیں:

علمی که از انبیاء علیهم الصلوات والتسلیمات۔باقی مانده است،دو نوع است،علم احکام و علم اسرار۔

عالمِ وراث کسی است که او را از هر دو نوع علم سهم بود،نه آنکه او را از یک نوع نصیب بود،نه از نوع دیگر که آن منافی وراثت است، چه،وراثت را از جمیع انواع ترکه مورث نصیب است،نه از بعض دون بعض۔و آنکه او را از بعض معین نصیب است،داخلِ غرماست که

نصیب او به جنس حق او تعلق گرفته است۔

وهمچنین فرموده۔ علیه وعلیٰ اله الصلواة والسلام: علماء امتی کانبیآء بنی اسرائیل۔ مراد از علمائ، علماء وارثانند، نه غرما که نصیبی از بعض ترکه فرا گرفته اند، چه وارث را به واسطۂ قرب و جنسیت، همچو مورث می توان گفت، بخلاف غریم که از این علاقه خالی است۔ پس هر که وراث نبود، عالم نباشد، مگر آنکه علم او را مقید به یک نوع سازیم و گوییم که عالم علم احکام است مثلاً و عالم مطلق آن بود که وارث باشد و از هر دو نوع علم او را نصیب وافر بود۔

ترجمہ: واضح ہو کہ جو علم انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے باقی و جاری ہے دو قسم کا ہے: (ایک) علم احکام (دوسرا) علم اسرار، اور (انبیاء کی) وراثت کا عالم (کہلانے کا مستحق) وہی شخص ہو سکتا ہے جو دونوں قسم کے علم سے بہرہ ور ہو، نہ یہ کہ صرف ایک قسم کا علم حاصل ہو اور دوسری قسم سے محروم ہو۔ یہ بات وراثت کے منافی ہے، کیونکہ وارث کو مورث کے ہر قسم کے ترکہ میں سے حصہ ملتا ہے، نہ کہ بعض میں حصہ ہو اور بعض میں نہ ہو۔ اور وہ شخص جس کا حصہ کسی خاص معین تک محدود ہو وہ (وارث نہیں بلکہ) غرماء (قرض خواہ) میں داخل ہے، جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے۔ اسی طرح حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں۔ اور علماء سے مراد علماء وارث ہیں نہ کہ غرماء کہ جنہوں نے ترکہ کا بعض حصہ لیا، کیونکہ وارث کو قرب و جنسیت کی وجہ سے بھی مورث کے مانند کہہ سکتے ہیں بخلاف غریم کے کہ وہ اس تعلق سے خالی ہے لہٰذا جو شخص وارث نہیں وہ عالم نہیں، مگر یہ کہ اس کے علم کو ایک نوع کے ساتھ مقید کر دیا جائے اور مثال کے طور پر یوں کہیں کہ وہ علم احکام کا عالم ہے اور عالم مطلق وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علوم سے وافر حصہ حاصل ہو۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۲۶۸، ج، ا، ص، ۵۹۴، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

سؤال: پس وجوب معرفت۔ جل شانه۔ به چه معنی بود؟

جواب: وجوب معرفت به آن معنی است که هر چه شرع به آن وارد شده است، در معرفت ذات و صفات واجبی۔ جل شانه۔ شناختن آن واجب است۔ و هر معرفتی که غیر از شریعت مستفاد می گردد، نزد فقیر آن را معرفت خدا گفتن، جرأت است و به ظن و تخمین بر حق۔ جل و علا۔ حکم، کردن (است)۔ (اتقولون علیٰ الله مالا تعلمون) (اعراف/۲۸)

مگر از اینجا گفته باشد، سراجِ امت و امام ائمه ((امام اعظم کوفی))۔ رضی الله تعالیٰ عنه۔ سبحانک ما عبدناک حق عبادتک، ولکن، عرفناک حق معرفتک۔ اگرچه این قول بر اکثری گران است، اما قابل توجیهِ وجیه است، زیرا که حقِ معرفت آن است که حق۔ سبحانه۔ را به جمیع آنچه شریعت به آن ناطق گشته است، از کمالات و تنزیهات و تقدسیات او تعالیٰ شناخته شود، چه ماورای آن از معرفت چیزی نمانده است، که مانع حق معرفت گردد۔

سوال: پس خدا تعالیٰ کی معرفت کے واجب ہونے کا کیا معنی ہے؟

جواب: وجوب معرفت اس معنی سے ہے کہ شریعت میں خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے اس کا پہچاننا واجب ہے۔ اور ہر وہ معرفت جو

شریعت کے علاوہ مستفاد ہو اس کو اس فقیر (حضور امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے نزدیک خداﷻ کی معرفت کہنا جرأت سے اور ظن وتخمین سے خدا تعالیٰ پر حکم لگانا ہے۔

أَتَقُولُونَ عَلَى اللهِ مَالَا تَعْلَمُونَ

ترجمہ: کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ (سورۃ الاعراف:۲۸)

شاید اسی لئے کہ سراج الامت اور امام الائمہ امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ نے یہ قول کہا ہو "پاک ہے تو ہم نے تیری عبادت جس طرح تیرا حق تھا نہیں کی ہے لیکن جس طرح تیرے پہچاننے کا حق تھا ہم نے تجھے پہچان لیا ہے"۔ اگرچہ یہ قول اکثر لوگوں پر گراں ہے لیکن معقول توجیہ کے قابل ہے کیونکہ حق معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام چیزوں سے جن کو شریعت نے بیان کیا ہے یعنی کمالات وتنزیہات وتقدیسات وغیرہ سے پہچانا جائے۔ کہ ان سے باہر معرفت کی کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی۔ جو کہ حق معرفت کو مانع ہو۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۱۲۲، ج، ۲، ص، ۷۰۷، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔

ترجمہ: اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور بیشک انبیاء علیہم السلام نے کسی کو دینار ودرہم کا وارث نہیں بنایا وہ تو اپنے پیچھے علم ہی کو وارث چھوڑ کر جاتے ہیں تو جس نے یہ علم حاصل کر لیا اس نے دین وسعادت کا مکمل حصہ پالیا۔

(مسند امام احمد، ج،۵، ص،۱۹۶، وسنن الترمذی، رقم: ۲۶۸۲، وسنن ابوداؤد، رقم: ۳۶۴۱، وسنن ابن ماجہ، ۲۲۳، وسنن الدارمی، ۳۴۲، ومشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم، رقم: ۱۲، ص، ۳۴، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:

ولا یکون الخلیفۃ الا من جمع المقاصد الثلاثۃ التی ذکرناھا، وحفظ الکتاب والسنۃ، تدرّب فی قوانین السلوک وتربیۃ السالکین۔

ترجمہ: خلیفہ رسول صرف وہ شخص ہوگا جس نے دین کے تینوں شعبے جمع کئے ہوں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو یاد کیا ہوا قوانین علم سلوک اور تربیت سالکین میں کوشش کی ہو۔

(تفہیمات الٰہیہ، ج،۱، ص،۹، مطبوعہ اکادیمیہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی حیدرآباد)

انبیاء علیہم السلام تین اغراض کو پورا کرنے کے لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں:

(۱) تصحیح عقائد، (۲) تصحیح اعمال، (۳) تصحیح اخلاص

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:

وقد تکفل بفن الاول اھل الاصول من علماء الامۃ وقد تکفل بفن الثانی فقھاء الامۃ فھدی اللہ بھما کثیرین وقد تکفل بفن الثالث الصوفیۃ رضوان اللہ علیھم۔

ترجمہ: پہلا فن تصحیح عقائد کے کفیل علماء اصول ہوئے ہیں، دوسرا فن اعمال کی تصحیح کے کفیل فقہائے امت ہوئے ہیں، تیسرا فن خلوص واحسان کے کفیل صوفیہ کرام ہوئے ہیں''۔

(تفہمات الہیہ، ج ۱، ص ۷، ۸، مطبوعہ اکادیمیہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی حیدرآباد، بحذف)

دین میں تصوف کی حیثیت وہی ہے جو جسم کے لئے روح کی ہے:

حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:

والذی نفسی بیدہ ھذا الثالث أدق المقاصد الشریعة مأخذا و اعمقھا محتدا و ھو بالنسبة الی سائر الشرائع بمنزلة الروح من الجسد، وبمنزلة المعنی من اللفظ۔

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ تیسرا فن (تصوف) مقاصد شرعیہ کے ماخذ کے لحاظ سے بہت باریک اور گہرا ہے، اور تمام شریعت کے لئے اس فن کی وہی حیثیت ہے جو جسم کے لئے روح کی ہے اور لفظ کے لئے معنی کی ہے۔

(تفہیمات الہیہ، ج ۱، ص ۷، ۸، مطبوعہ اکادیمیہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی حیدرآباد)

علامہ شیخ سلیمان جمل علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۲۰۴ھ، لکھتے ہیں:

والدین الذی لا یقبل التغیر ھو التوحید و الا خلاص للہ و الایمان بما جاءت بہ جمیع الرسل علیھم السلام

ترجمہ: دین وہ چیز ہے جو تغیر وتبدل کو قبول نہیں کرتا وہ توحید اور اخلاص ہے جسے تمام انبیاء علیہم السلام لے کر آئے۔

(تفسیر جمل، سورۃ المائدۃ: ۴۸، ج ۲، ص ۲۳۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اہل سنت وجماعت کا مدار شریعت وطریقت پر ہے:

حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۳۹ھ، لکھتے ہیں:

اہل سنت کا مدار شریعت اور طریقت پر ہے انہی دونوں باتوں کو موقع ریاست اور بزرگی کا گنتے ہیں۔

(تحفہ اثنا عشریہ، ج ۲، ص ۷۲۳، دلائل السلوک، ص ۱۷، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور)

علامہ محمد نور بخش توکلی کے نزدیک تصوف واجب ہے۔

علم باطن کا شرف حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا علیہ السلام کے قصہ سے ظاہر ہے جہاں آپ (حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام) حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے فرماتے ہیں:

هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰٓ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا

ترجمہ: اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔ (سورۃ الکہف، ۶۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم شریعت کی طرح علم حقیقت کی طلب بھی واجب ہے۔ ایجاد انسان سے مقصود معرفت الٰہی ہے ایمان حقیقی اسی معرفت سے وابستہ ہے یہ معرفت اہل باطن کی خدمت میں حاصل ہوسکتی ہے۔

(مشائخ نقشبندیہ، ص ۴۸۲)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نے بھی تعلیم تصوف کو فرض وواجب قرار دیا ہے۔

(التکشف عن مہمات التصوف، ص، ۷، مطبوعہ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی)

دیوبندیوں کے علامہ مولانا اللہ یار خان نقشبندی لکھتے ہیں:

تصوف جزو دین ہے، اور انتفائے جزو مستلزم ہے انتفائے کل کو، پس انکار تصوف مستلزم ہوگا انکار دین کو۔

(دلائل السلوک، ص، ۱۳، مطبوعہ مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور نمبر ۲)

دیوبندیوں کے علامہ مولانا اللہ یار خاں نقشبندی لکھتے ہیں:

اس سے مراد وہ علماء ہیں جنہوں نے دین کے تینوں اجزاء کو جمع کیا ہو کیونکہ: **فانه جبریل اتاکم یعلمکم دینکم**۔ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دین کی تعلیم کے لئے جبریل علیہ السلام کو بھیجا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو پہنچایا وہ دین تین اجزاء، اسلام، ایمان، اور احسان سے مرکب ہے۔

(دلائل السلوک، ص، ۱۳، مطبوعہ مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور نمبر ۲)

دیوبندیوں کے پیر سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:

طریقت کی تلاش اور اندرونی کمالات کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا واجب ہے

جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ (سورۃ آل عمران: ۱۰۲)

یعنی ظاہر اور باطن میں عقیدوں اور اخلاق میں سے کوئی ایسی چیز نہ ہو جو کہ خدائے تعالیٰ کی خفگی کا سبب ہو تقویٰ کو کامل طریقے سے اختیار کرنا چاہئے آیت مذکور میں امر کا صیغہ ہے اور امر واجب ہونے کی دلیل ہے لہٰذا ہر مسلمان پر تقویٰ لازم ہوگیا اور تقویٰ کمال ولایت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حسد، کینہ ،غیبت، ریا، غرور، تکبر وغیرہ نفس کی برائیاں ہیں کہ جن کا حرام ہونا قرآن مجید، حدیث شریف اور اجماع سے ثابت ہے

پس جب تک یہ نفس کی برائیاں دور نہ ہو جائیں پورا پورا تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ اور نفس کا فنا ہونا اور گناہوں سے بچنا جسم کی اصلاح سے حاصل ہوتا ہے اور جسم کی اصلاح دل کی اصلاح پر منحصر ہے اور اسی کا نام ولایت ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا یعنی "بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ (مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)"

(عمدۃ السلوک، ص، ۳۰)

دیوبندیوں کے علامہ مولانا اللہ یار خاں نقشبندی لکھتے ہیں:

تصوف وسلوک تواتر سے ثابت ہے اور اتنی بڑی جماعت کا تواتر ہے جو علم وعمل زہد وتقویٰ اور خشیت میں اپنی نظیر نہیں رکھتی، ایسی اور اتنی بڑی جماعت کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال ہے۔

(دلائل السلوک، ص، ۱۷، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ لِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهْرٌ وَبَطْنٌ وَلِكُلِّ حَدٍّ مَطْلَعٌ

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا ہے اور ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ہر حد کے لئے آگاہ ہونے کی جگہ ہے۔

(رواہ فی شرح السنۃ، مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم، رقم: ۲۳۸، ص ۳۵، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

یعنی ہر آیتی ازقرآن راظاہری وباطنی مراد بظاہر آنچہ ہمہ اہل زبان می فہمند وباطن آنچہ ۔بندگان خاص حق تعالیٰ بران مطلع اندیامرادبظاہر آنچہ بیان می کنندآن راتفسیر وباطن آنچہ کشف می نماید۔

پس مطلع ظہر تعلیم عربیت است وعلومیکہ ظاہر معنی قرآن بدان متعلق است ومعرفت اسباب نزول وناسخ منسوخ وامثال آن، ومطلع بطن ریاضت واتباع ظاہر عمل بمقتضائی آن تزکیہ نفس وتصفیہ قلب وتحلیہ روح وتخلیہ سر کہ بعد از حصول آن بر بطون قرآن اطلاع افتد۔

ترجمہ: یعنی قرآن پاک کی ہر آیت کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، ظاہر سے وہ مطالب مراد ہیں جنہیں تمام اہل زبان سمجھتے ہیں اور باطن سے وہ اسرار اور رموز مراد ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے آگاہ ہوتے ہیں یا ظاہر سے مراد وہ معانی جو تفسیر سے معلوم ہوتے ہیں اور باطن سے وہ جو تاویل سے منکشف ہوتے ہیں۔

پس ظاہر کا مطلع (آگاہ ہونے کی جگہ) عربیت اور علوم کا سیکھنا ہے جن کے ساتھ قرآن کا ظاہر معنی تعلق رکھتا ہے اور اسباب نزول کی معرفت اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ اور باطن کا مطلع ریاضت ومجاہدہ یا ظاہر شرع کی اتباع، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، روح کا تحلیہ اور سر کا تخلیہ ہے جس کے حصول کے بعد قرآن کے بطون سے آگاہی نصیب ہوتی ہے۔ (اشعۃ اللمعات، ج۱، ص ۱۷۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

جن فقہا نے سلوک کو واجب کیا:

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وتعلم علم الظاهر لا يغني عن استفادته كما ثبت ذلك عن كثير من العلماء الاكابر المتقدمين۔

ترجمہ: صرف ظاہری علم (علم دین) علم باطن کے حاصل کرنے سے انسان کو مستغنی (بے پرواہ) نہیں کرتا اکثر متقدمین ومتاخرین علماء سے مذکورہ بات ہے (کہ صرف علم ظاہر نجات کے لیے بغیر علم باطن کافی نہیں)۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص ۱۱، المکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وقد شهد بوجوب تعلم علم الباطن كثير من الكتب المعتمدة كتحفة المحتاج للشيخ المحقق المتبحر الشهاب ابن حجر الهيتمي

المکی رحمه الله تعالی فانه قال فی کتاب السیر منها ویجب علی من لم یرزق قلبا سلیما ان یتعلم ادویة امراض القلب من کبر وعجب، ورياء ونحوها كما يجب لكن كفاية تعلم علم الطب انتهى قلت والمفهوم من هذا النص ان تعلم ادوية امراض القلب من الفروض العينية۔

ترجمہ: شیخ شہاب الدین ابن حجر ہیتمی مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بہت ساری معتبر کتابوں میں علم باطن کے حاصل کرنے کو واجب قرار دیا مثلاً "تحفۃ المحتاج" میں شیخ محقق تبحر شیخ شہاب ابن حجر ہیتمی مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قلب سلیم کی دولت عطا نہیں ہوئی اس پر واجب ہے کہ دل کی بیماریوں (جیسے کبر، ریاء عبادت میں سستی وغیرہ) کی دوائیوں کا علم حاصل کرے۔ جیسے علم طب کا حاصل کرنا واجب ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ علم طب کا وجوب علی الکفایہ ہے (محلے یا قریہ میں اگر ایک شخص طبیب ہے تو سب سے وجوب ساقط ہوگا) جبکہ علم باطن ایسا نہیں (علم باطن سب کے لیے یکساں واجب ہے ایک شخص کے حاصل کرنے سے دوسروں کے ذمہ سے اس کا وجوب ساقط نہ ہوگا) انتہی۔ میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کے مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ دل کی بیماریوں کی ادویات کا علم فرض عین ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص۲۶، المکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی نقشبندی علیہ الرحمہ متوفی ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وقال الخطيب الشربينى من الشافعية فى شرح الغاية وتنقسم الطهارة الى واجب ومسنون ثم الواجب ينقسم الى واجب بدنى وقلبى فالقلبى كالحسد والعجب والرياء والكبر قال الغزالى رحمه الله تعالى معرفة حدودها واسبابها وطبها وعلاجها فرض انتهى۔ وقال شارح المحرر خاتمة المتأخرين الشيخ ابو بكر رحمه الله فيه واما علم الباطن كالعلم بامراض القلب من الحسد والحرص والعجب والرياء والكبر والحقد والبخل وما يتولد منها والعلم بحدودها وعلاجها والعلم بتحصيل اضدادها من الرضاء بالقضاء والقناعة وتحقير النفس والاخلاص والتواضع والصفاء والسخاء فقد قال الامام الغزالى والمتولى والبغوى وشيخه القاضى حسين وغيرهم من كبار اصحابنا انه فروض الاعيان انتهى۔

خطیب شربینی شافعی علیہ الرحمہ شرح "الغائیۃ" میں فرماتے ہیں: طہارت کی دو قسمیں ہیں۔ واجب ومسنون (سنّت) پھر واجب کی دو قسمیں ہیں واجب بدنی اور واجب قلبی واجب طہارت، حسد، عجب، ریاء، کبر، دنیا کی محبت، عبادت میں سستی جیسی بیماریوں سے پاکی حاصل کرنا ہے۔

خاتمۃ المتاخرین شیخ ابوبکر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

علم باطن جیسے دل کی بیماریوں یعنی حسد، حرص، عجب، ریا، کبر، حقد، بخل، اور وہ بیماریاں جو ان سے پیدا ہوتی ہیں ان کی حدود کو جاننا اور اس کے علاج کو جاننا اور ان بیماریوں کی ضدوں کا علم جیسے رضا بالقضاء، قناعت، تحقیر نفس (نفس کو ذلیل کرنا) اخلاص، عاجزی، صفا، سخاوت، امام غزالی اور امام بغوی قاضی حسین وغیرہ فرماتے ہیں کہ ان (مذکورہ) بیماریوں اور انکی ضدوں کا علم فرض عین ہے۔ انتہی

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص۲۶، ۲۷، المکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں:

قلت ای التبحر فی علم القلب کما یستفاد من العطف و اما اصل علم القلب فهو فرض عین و قال الشیخ العالم المحقق طاهر ابن سلام ابن قاسم الانصاری الخوارزمی رحمه الله تعالی فی جواهر الفقه و اما علم القلب فهو علم ذوقی و وجدانی لا یمضع تحت السنة الاقلام و لا تحیط به الدفاتر و الاوهام و هو بمقابلة العلم الظاهر بمنزلة الثمر للشجر و الشرف للشجر لکن لا انتفاع الا بثمره انتهی و قال العلامة محمد افندی البرکلی الحنفی فی الطریقة المحمدیة واقبح العجب العجب بالرأی الخطأ فیفرح به و یصر علیه و لا یسمع نصح ناصح بل ینظر الی غیره بعین الاستجهال قال الله تعالی افمن زین له سوء عمله فراه حسنا و هم یحسبون انهم یحسنون صنعا و جمیع اهل البدع و الضلال انما اصروا علیها لعجبهم بآرائهم و علاج هذا العجب اعسروا صعب، اذ صاحبه یظنه علما لا جهلا و نعمة لا نقمة و صحة لا مرضا فلا یطلب العلاج و لا یصغی الی الاطباء و هم علماء اهل السنة و الجماعة انتهی قلت و المراد بقوله و هم علماء اهل السنة و الجماعة فی معرض بیان اطباء القلوب علماء الاخرة الذین اذا رؤا ذکر الله و لا یشقی جلیسهم و هم الاولیاء الجامعون للعلم الظاهر و الباطن و الشریعة و الحقیقة اکابر الشیوخ من اهل المعرفة و الرسوخ و الا فالعالم باعلم الظاهر فقط و هو من اهل السنة و الجماعة لا یقدر فی الاغلب علی علاج قلبه فکیف لغیره و قد قیل طبیب یداوی الناس و هو علیل و هذا امر وصل الی حد البداهة بالتجربة و المشاهدة و الله الموفق و قال خاتمة المتأخرین العلامة الشیخ حسن الشرنبلالی الحنفی رحمه الله فی شرحه الکبیر علی امداد الفتاح المسمی بنور الایضاح و مراقی الفلاح شرطت الطهارة الشرعیة لیصیر العبد اهلا للعبودیة و القیام بخدمة الربوبیة و لا ینفعه ذلک حقیقتا الا باخلاص الطویة و تطهیرها عن الادناس المعنویة اذ هی اضر من النجاسة الحقیقتة کالغل و الغش و الحقد و البغض و الحسد و یصلح قلبه لیصلح به سائر الجسد فیطهر قلبه عما سوی الله تعالی الکونین کون الدنیا و الآخرة بقطع العلائق عن جملة الخلائق و ما تطمح الیه النفوس فلا یقصد الا الله تعالی بعبده لاستحقاقه العبادة لذاته تعالی و امتثال امره ملاحظا جلالته و کبریائه لا رغبة فی جنة و لا رهبة من نار بل لانه، تعالی من حقه ان یعبد کما قال سبحانه و تعالی و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون فیخلص الطاعة له ثم یسأله حاجته الدینیة و الدنیویة اظهارا للفاقة و الاضطرار الی المولی الغنی عن کل شیء بعد تطهیر لسانه من اللغو فضلا عن الکذب و الغیبة و النمیمة و البهتان و تربیته بالتقدیس و التهلیل و التسبیح و تلاوة القرآن لعله ان یتصف ببعض صفات العبودیة اذ هی الوفاء بالعهود و الحفظ للحدود و الرضاء بالموجود و الصبر علی المفقود فتکون فرد الفرد و لا یسترقک شیء من الدنیا و لا یمیلک شیء من الهوی قال الحسن البصری رحمه الله تعالی و نفعنا ببرکته رب مستور سبه شهوة قد عری من ستره و الهتکا صاحب الشهوة عبد فاذا ملک الشهوة اضحی ملکا انتهی بحروفه۔

میں کہتا ہوں (مؤلف کتاب) وسعت علم سے مراد قلب ہے اور یہ بات شیخ کی عبارت میں عطف سے مستفاد و معلوم ہے (اس لیے کہ آپ اس کے بعد فرماتے ہیں) اور علم قلب پس وہ فرض عین ہے۔

شیخ محقق طاہر خوارزمی علیہ الرحمہ کا قول:

عالم محقق شیخ طاہر بن سلام ابن قاسم انصاری خوارزمی علیہ الرحمہ "جواہر فقہ" میں فرماتے ہیں:

لیکن علم قلب پس وہ ذوقی و وجدانی علم ہے جو قلموں کی زبانوں سے لکھا نہیں جاتا اور اور نہ ہی دفاتر اور اوہام اس کا احاطہ کرسکتی ہیں، علم باطن، علم ظاہر کے مقابلے میں بمنزلہ میوہ مقابلہ درخت کے ہے اہمیت درخت کو ہے لیکن میوہ کے بغیر اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ انتہی

علامہ محمد آفندی علیہ الرحمہ کا قول:

علامہ محمد آفندی برکلی حنفی علیہ الرحمہ طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں غرور میں سب سے بڑا غرور و کبر اپنے خطا، رائے پر غرور کرنا اور پھر اس پر خوش ہونا اور اس پر اصرار کرنا ہے اور کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت و رہنمائی کو نہ سننا بلکہ غیر کو جاہل سمجھنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمام بدعتیوں اور گمراہ لوگوں نے اپنے برے عمل پر اصرار کیا اور یہ اصرار ان کا اپنی رائے کے تکبر و غرور کی وجہ سے تھا اور اس غرور کا علاج انتہائی دشوار و سخت ہے۔ اس لئے کہ (اس قسم کا) مغرور اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہے اور اپنے غرور کو مکروہ (برا) سمجھنے کے بجائے نعمت اور بیماری کی بجائے صحت سمجھتا ہے تو وہ اس بیماری کا علاج نہیں کرتا نہ ہی طبیبوں کی بات سنتا ہے۔ طبیب علماء اہل سنت و جماعت ہیں۔ انتہی

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کی مراد (اس قول سے کہ طبیب علماء اہل سنت ہیں) دلوں کے طبیب و علماء آخرت اور وہ علماء ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ عزوجل یاد آجائے اور ان کے ہم نشین کبھی بد بخت نہیں ہوتے اور یہ علماء ظاہر و باطن حقیقت و شریعت کے جامع ہوتے ہیں صرف علم ظاہر کا عالم اکثر اپنے دل کے علاج پر قادر نہیں ہوتا، تو دوسروں کیلئے کیسے معالج و طبیب بن سکتا ہے۔ یہ مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں کہ یہ بات مشاہدہ و تجربہ سے ثابت ہے کہ بسا اوقات طبیب لوگوں کا علاج کرتے ہیں لیکن خود بیمار ہوتے ہیں۔

حضرت علامہ شیخ حسن شرنبلالی علیہ الرحمہ کا قول:

حضرت علامہ شیخ حسن شرنبلالی علیہ الرحمہ "نور الایضاح" کی شرح "مراقی الفلاح" میں فرماتے ہیں کہ طہارت شرعیہ شرط ہے، تاکہ بندہ عبادت کرنے کا اہل ہو جائے اور عبادت کا فائدہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک اخلاص نصیب نہ ہو اور جب تک پوشیدہ نجاستوں سے پاکی حاصل نہ ہو پوشیدہ نجاستیں مثلاً کینہ، فریب، بغض، حسد، ریاکاری وغیرہ۔

طریقت میں پہلے دل کی اصلاح ہوتی ہے تاکہ تمام جسم کی اصلاح ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے سوا تمام چیزوں (کی محبت) سے دل پاک ہو جاتا ہے اور (کیفیت اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ جب) تمام مخلوق اور جس چیز کی طرف نفس میلان و خواہش کرتا ہے، سے تعلق قطع ہو جائے۔

(جب مذکورہ کیفیت حاصل ہو جائے) تو پھر انسان صرف خدا تعالیٰ کا قصد کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عبادت اس لئے کرتا ہے کہ وہ ذات مستحق عبادت ہے اور خدا

تعالیٰ کے جلال و بڑائی کی رعایت کرتے ہوئے اس کا حکم بجالاتا ہے وہ شخص عبادت اس لئے نہیں کرتا کہ اس کو جنت ملے اور نہ ہی جہنم کی آگ کے خوف کی وجہ سے عبادت کرتا ہے (بلکہ اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ) خدا تعالیٰ بہت بلند و بالا ذات ہے، اس خالق کی عبادت کرنا اس کا حق ہے،

جیسے خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

ترجمہ: میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے (الذاریٰت، ۵۶)

اس لیے وہ عبادت اخلاص نیت کے ساتھ کرتا ہے اور پھر جب وہ خدا تعالیٰ (بے نیاز) سے دنیوی یا دینی حاجت کے بارے میں سوال کرتا ہے تو اپنی محتاجی کے اظہا اور اپنے مولیٰ کے قرب کی طرف بے چینی کا اظہار کرنے کی غرض سے کرتا ہے اور یہ کیفیت اس وقت حاصل ہوگی جب زبان فضول باتوں سے پاک ہو جائے چہ جائے کہ جھوٹ وغیبت و بہتان سے پاک ہو اس کی تربیت، تسبیح وتہلیل اور قرآن پاک کی تلاوت پر مرتب ہو ممکن ہے کہ مذکور شخص، عبدیت کی بعض صفات کے ساتھ متصف ہو جائے اس لئے کہ عبدیت، عہد و پیمان کے وفا اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے، (جو کچھ موجود ہے اس پر) راضی ہونے، جو پاس نہیں اس پر صبر کرنے کا نام ہے (جب یہ مقامات تمہیں حاصل ہو جائیں) تو فرد الفرد ولی بن جائے گا تجھ سے دنیا کی کوئی شئے پوشیدہ و مجہول نہیں ہوگی اور پھر تمہیں نفس کی خواہش کی طرف کوئی شئے مائل نہ کر سکے گی۔

حضرت شیخ ابراہیم حلبی علیہ الرحمۃ کا قول:

ونقل الشیخ ابراهیم الحلبی فی شرحه الکبیر علی المنیة قصیدة الشیخ شرف الدین اسمعیل ابن المقری فی الوعظ تائیة۔

حضرت شیخ ابراہیم حلبی علیہ الرحمۃ نے "شرح کبیر" (منیۃ کی شرح) شیخ شرف الدین اسمٰعیل ابن مقری کا ایک قصیدہ نقل فرمایا:

تصلی بلا قلب صلوة بمثلها	یکون الفتی مستوجبا للعقوبة

ترجمہ: تو دلی توجہ کے بغیر نماز پڑھتا ہے اس قسم کی نماز بندے کیلئے عذاب کا باعث بنتی ہے

فویلک تدری تناجیه معرضا	وبین یدی من تنحی غیرمخبت

ترجمہ: افسوس ہے تجھ پر تجھے معلوم ہے کہ تو کس ذات پر اعراض (بغیر توجہ) کی مناجات کرتا ہے۔

حالانکہ جو شخص اس ذات کے حضور (نماز میں، بغیر عذر) کے گلہ صاف کرے عاجزی کرنے والا نہیں ہوتا۔

ولو رد من ناجاک للغیر طرفه	تمیزت من غیظ علیه وغیرة

ترجمہ: اور جس نے تجھے نجات دی اگر وہ تجھے اپنے سے دور کردے تو تو غصہ وغیرت سے اس پر پھٹ پڑتا ہے۔

اما تستحی من مالک الملک ان یریٰ		صدوذدک عنه یا قلیل المروۃ

ترجمہ: کیا تجھے مالک الملک سے شرم نہیں آتی کہ وہ دیکھ لے گا۔ تیرے اعراض کو اس سے اے کم مروت ومحبت والے۔

قلت وقد جرت العادۃ وجربت بان التطهیر من النجاسات المعنویة وادناس الطویة والحضور والخشوع فی الصلوٰۃ وسائر العبادات بمشهد ان تعبد اللہ کانک تراہ المعبر عنه بمقام الاحسان لا یتیسر فی الغالب الاکثر الا بالسلوک علی ید شیخ عالم کامل، خبیر بعلاج هذہ الامراض وحکمة معاملاتها علماً وذوقاً وتجربة بل لو حفظ المبتلی هذہ العلل کتبا متعددۃ لا یستغنی بها عن تربیة مثل هذا الشیخ لیخرجه من رعونات نفسه الامارۃ ودسائسها الخفیة کما نشاهدہ فی کثیر من المبتلین بها والتجربیات والمشاهدات تلتحق بالیقینیات القطعیات وقد قال اللہ تعالی بل الانسان علی نفسه بصیرۃ۔

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کی یہ بات عادت اور تجربہ سے ثابت ہے کہ باطنی نجاسات سے پاکی حاصل کرنا تمام عبادات اور نماز میں حضور وعاجزی اس وقت حاصل ہوگی کہ تم خدا تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اس کیفیت کو مقام احسان کہتے ہیں اور یہ کیفیت (اکثر طور پر) صرف ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے حاصل ہوتی ہے جو عالم کامل مذکورہ بیماریوں کے علاج پر خبردار ہو، اگر کوئی شخص ان بیماریوں کے علاج پر بہت ساری کتابیں یاد کر لے تب بھی شیخ کامل کی تربیت سے مستغنی (بے پرواہ) نہیں ہوسکتا (شیخ کی تربیت اس لئے ضروری ہے) تاکہ بندہ نفس امارہ کی رعونت اور خفیہ فریب سے بچ نکل سکے حالانکہ بہت سارے فقہی علماء ظواہر نفس امارہ کی خفیہ فریب میں مبتلا ہیں۔ مشاہدات وتجربات، قطعی یقینیات کے ساتھ جا کر ملتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ

ترجمہ: بلکہ انسان خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے (سورۃ القیامۃ، ۱۴)

حضور سیّدی امام عبد الوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ کا قول:

وقد قال الامام العارف المتضلع من علوم الشریعة والحقیقة الشیخ عبد الوهاب الشعرانی فی کتابه مشارق الانوار القدسیة فی العهود المحمدیة وقد اجمع اهل الطریق علی وجوب اتخاذ الانسان له شیخا یرشدہ الی زوال تلک الصفات التی تمنعه حضرۃ اللہ تعالی بقلبه لتصح صلوته من باب ما لا یتم الواجب الا به فهو واجب ولا شک ان علاج امراض الباطن من حب الدنیا والکبر والعجب والریاء والحقد والحسد والغل والنفاق کله واجب کما تشهد له الاحادیث الواردۃ فی تحریم هذہ الامور والتوعد بالعقاب علیها فعلم ان کل من لم یتخذ له شیخا یرشدہ الی الخروج عن هذہ الصفات فهو عاص للہ تعالی ولرسوله ﷺ لانه لا یهتدی لطریق العلاج بغیر شیخ ولو حفظ الف کتاب فی العلم فهو کمن یحفظ کتابا فی الطب ولا یعرف تنزل الدواء علی

الداءفکل من سمعه وهو يدرس فی الكتاب يقول انه طبيب عظيم ومن راه حين يسئل عن اسم المرض وكيفية ازالته قال انه جاهل فاتخذ لک يا اخی شيخا واقبل نصحی واياک ان تقول طرق الصوفية لم يات بها كتاب ولا سنة فانه كفر فانها كلها اخلاق محمدية سداها ولحمتها منها انتهی۔

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے اپنی کتاب "انوار القدسیہ فی العہود المحمدیہ" میں فرمایا کہ اس بات پر اہل طریقت کا اجماع واتفاق ہے کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ ایسے شیخ کی بیعت کرے جو اس کی تربیت کرتا رہے یہاں تک کہ اس سے وہ تمام صفات زائل ہو جائیں جو خدا تعالیٰ کے قلبی ذکر میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں تاکہ انسان کی نماز درست ہو جائے۔

قاعدہ کلیہ:

جس چیز کے بغیر واجب مکمل نہ ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ باطنی بیماریاں مثلاً دنیا کی محبت، تکبر، ریاکاری، حسد، وغیرہ کا علاج کرانا واجب اور ان بیماریوں کے حرام ہونے اور ان کے ارتکاب کرنے والے کو عذاب ہونے پر بہت سی احادیث وارد ہوئیں ہیں۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس نے بھی کوئی شیخ نہ پکڑا (تاکہ وہ اس کو ان بیماریوں سے نکلنے کی رہنمائی کرے) وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہوا اس لئے کہ شیخ کے بغیر کوئی ان بیماریوں کے علاج کے درست طریقہ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اگر کسی نے اس علم میں ہزار کتابیں یاد کر لیں تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے علم طب میں ایک کتاب یاد کی ہو لیکن دوا کے بیماری پر اثر انداز ہونے کو نہیں جانتا اس نے جو کچھ کتاب میں پڑھا ہے اس کا ہی درس دیتا ہے اور اپنے آپ کو بہت بڑا طبیب سمجھتا ہے اگر کوئی اس سے بیماری کا نام اور اس بیمار کو دور کرنے کی کیفیت پوچھے تو وہ اس کو جاہل کہہ دے گا۔

طریقت کا انکار کفر ہے: اور یہ بات کہنے سے بچو کہ صوفیہ کے طریقے قرآن وسنت سے ثابت نہیں (بلکہ من گھڑت ہیں) کیونکہ یہ بات کہنا کفر ہے اس لئے کہ صوفیہ کے تمام کے تمام اخلاق محمدیہ ہی تو ہیں۔ انتہی

وقال العارف المذكور فی كتاب آخر له مسمی بالجواهر والدرر الصغری وسئلت عن الدواء الذی اذا استعمله العبد زال عنه الرياء والاعجاب باعماله فقلت دواءه الاكثار من ذكر الله تعالی حتی يتجلی فی قلبه التوحيد الحقيقی ويری اعماله خلقا لله تعالی وحده جملة واحدة ليس للعبد فيها غير النسبة فهناک لا يصير عنده رياء ولا اعجاب ولا تكبر علی احد من العصاة لان العبد لا يرائی قط بعمل غيره ولا يعجب فيه بنفسه ولا يحصل عنده دعوی فقيل فهل له دواء غير التوحيد من الاعمال فقلت لا اعلم له دواء اسرع من التوحيد وهو الذی وضعه جميع اهل الطريقة للمريدين فطووا به الطريق وقد اخطأ ذلک طائفة العباد الذين اشغلوا انفوسهم بتلاوة القرآن والصلوة والصيام وماتوا علی ريائهم ورؤية اعمالهم ولم يخلصوا فی شیء منها كما يشهد لذلک حديث العابد الذی يقول له الحق سبحانه وتعالی ادخل الجنة برحمتی فيقول يا رب بل بعملی وذلک لعدم فهمهم للقرآن

فان الفهم يتوقف على جلاء القلب فحكم الذكر كالحصى للنحاس المصدى وحكم غيره كالصابون فافهم انتهى۔

امام علامہ عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ کی کتاب "جواہر والدرر الصغری" میں ہے کہ مجھ سے کسی نے یہ سوال کیا وہ کون سی دوا ہے جس کے استعمال کرنے سے انسان سے ریاکاری، نیک عمل پر فخر کرنا زائل ہو جائے۔

میں نے جواباً کہا اس کی دوا خدا تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنا ہے تا کہ دل حقیقی توحید کے ساتھ منوّر ہو جائے اور اپنے نیک عمل کو خدا تعالیٰ کا پیدا کردہ سمجھے۔ اپنا ان اعمال میں کوئی عمل دخل نہ سمجھے تو پھر اس کے اندر ریاکاری اور عمل پر فخر کرنا، اپنے آپ کو گناہ گاروں سے افضل سمجھنا باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ (اس وقت) بندہ نیک عمل صرف خدا تعالیٰ کیلئے کرتا ہے اور غیر خدا اس کا مقصد نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس عمل میں اپنی بڑائی سمجھتا ہے اور نہ ہی اس کے ہاں (عمل نیک پر) کوئی دعویٰ باقی رہتا ہے پھر اس نے مجھ سے کہا (کہ ان بیماریوں کا) توحید حقیقی کے علاوہ بھی کوئی علاج ہے میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ توحید کے علاوہ بھی ریاکاری کی کوئی زیادہ تیز دوا ہو اور کثرت ذکر قلبی کے ساتھ ریا کو ختم کرنے کا طریقہ تمام صوفیا کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا مریدوں کے لیے وضع کیا ہوا طریقہ ہے اور انہوں نے ذکرِ قلبی کے ساتھ ہی راستے کو طے کیا ہے۔ عابدوں کا وہ گروہ خطا پر ہے جنہوں نے اپنے آپ کو قرآن پاک کی تلاوت نماز روزہ میں مشغول رکھا اور اپنے اعمال کی ریاکاری کرتے ہوئے دنیا سے چلے گئے انہوں نے عبادت میں ذرہ بھر بھی اخلاص نہیں کیا۔

حدیث اس بات پر بھی گواہ ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حديث: العابد الذي يقول له الحق سبحانه وتعالىٰ ادخل الجنته برحمتي فيقول يارب بل بعملي

ترجمہ: ایک عبادت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جا تو وہ عابد کہے گا اے اللہ (میں تیری رحمت کے سبب جنت میں داخل نہیں ہوتا بلکہ) اپنے عمل کے ذریعے داخل ہوتا ہوں۔

یہ بات اس سے قرآن پاک کو نہ سمجھنے کی بنا پر صادر ہوگی کیونکہ قرآن کا سمجھنا دل کے منور ہونے پر موقوف ہے تو ذکر کی مثال (قوت میں) پتھر کی اس شدید ضرب کی ہے جس سے چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں اور ذکر قلبی کے علاوہ دوسرے اوراد و تلاوت کی مثال صابن کی ہے اس مثال سے تو سمجھ جا۔ انتہٰی (علامہ امام شعرانی علیہ الرحمۃ کی عبارت اختتام پذیر ہوئی۔

وقال العارف المذكور في كتاب آخر له مسمى بالاجوبة المرضية عن الفقهاء والصوفية وقد كان الشيخ عز الدين ابن عبد السلام، يقول قبل ان يجتمع بالشيخ ابي الحسن الشاذلي وهل ثم طريق يقرب الى الله تعالى غير ما بايدينا من الفقه فلما اجتمع بالشيخ ابي الحسن الشاذلي اقر لطريق القوم بقوله من ادل دليل على صحة طريق القوم وان اهلها قعدوا على القواعد وقعد غيرهم على الرسوم ما يقع على ايدي القوم من الكرامات والخوارق ولم يقع على يد فقيه كرامة ولو بلغ في العلم ما بلغ الا ان يتبع، طريقهم انتهى۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور کتاب (جس کا نام) "الاجوبة المرضية عن الفقهاء والصوفية" ہے۔ اس کتاب میں آپ فرماتے ہیں حضرت شیخ عزالدین ابن عبدالسلام شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کرنے سے پہلے کہتے تھے کہ فقہ کے علاوہ (جو ہمارے پاس ہے) کوئی طریقہ بھی قرب الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے لیکن آپ نے جب حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس اختیار کی تو انہوں صوفیہ کے طریقوں کا اقرار کرتے ہوئے فرمایا کہ طریقت اور اہل طریقت کے قواعد ضوابط (شریعت) پر مبنی ہونے اور غیروں کا محض رسوم پر ہونے کی بڑی دلیل صوفیہ کے ہاتھوں پر خوارق و کرامات کا واقع ہونا ہے جب تک کسی فقیہ نے صوفیہ کے طریقوں کی پیروی نہیں کی اس وقت تک اس کے ہاتھ سے کبھی بھی کرامت واقع نہیں ہوئی اگرچہ وہ علم میں بہت بڑے درجہ پر فائز ہو۔ انتہیٰ۔

وقال فيه ايضا وكان الامام احمد ابن حنبل رضى الله عنه يقول لولده عبد الله يا ولدى عليك بالحديث واياك ومجالسة هؤلاء الذين سموا انفسهم صوفية فانهم ربما كان احدہم جاهلا باحكام دينه فلما صحب ابا حمزة البغدادى وعرف احوال القوم كان يقول لولده يا ولدى عليك بمجالسة هؤلاء القوم فانهم زادوا علينا بكثرة العلم والمراقبة والخشية والزهد وعلو الهمة انتهى وفيه ايضا بعد عبارة يسيرة وبلغنا ان الامام الشافعى رضى الله عنه كان يجالس الصوفية كثيرا ويقول يحتاج الفقيه الى معرفة اصطلاح الصوفية ليفيدوه من العلم ما لم يكن عنده انتهى وقال ايضا فيه فلا يقال لو كان علاج هذه الامراض الباطنة واجبا لوضع الائمة من الصحابة والتابعين والمجتهدين فى ذلك كتبا ولم نر لهم كتابا فى مثل ذلك لانا نقول ان هذه الامراض التى حدثت فينا لم تكن فى اہل عصرہم ولو كانت فيهم لاستنبط المجتهدون فى ذلك ادوية وكتبا وخلصوا الناس من الرياء والنفاق كما فعلوا ذلك فى مسائل الفقه بل ذلك كان اولى لما هم عليه من كثرة الخشية والخوف من الله تعالى ومراعاتهم الانفاس مع الله تعالى ولا يقول عاقل قط ان احدا من الائمة يرى فى احد كبرا او عجبا او رياء او حسدا او نفاقا ويقره عليه ابدا بل كان يستنبط له الدواء من الكتاب والسنة ليخرجه من اثم تلك الكبائر فقد بان لك انه يجب على كل من غلب عليه مرض من امراض الباطنة من عجب او كبر او رياء او غير ذلك ان يطلب له شيخا يخرجه من تلك الورطة وان لم يجده فى بلده او اقليمه وجب عليه السفر اليه وان من رزقه الله تعالى سلامة الباطن من الامراض كالائمة المجتهدين وكمل اتباعهم لا يحتاج الى شيخ لان هذا قد عمل بما علم على وجه الاخلاص وذلك هو حقيقة الصوفى قال الامام القشيرى واول ما حدث ظهور هذه الامراض الباطنة اواخر المائة الثانية من الهجرة لقوله ﷺ خير القرون قرنى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم فمن شهد له رسول الله ﷺ بالخيرية فقد حاز رتبة الكمال انتهى ملخصا۔

حضرت امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کا ارشاد:

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبداللہ کو فرمایا کرتے تھے کہ تمہیں حدیث کا علم حاصل کرنا ضروری ہے اور تم پر ان لوگوں کی مجلس اختیار کرنا ضروری ہے جن کو صوفیہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی جاہل ضرور ہوتے ہیں لیکن

جب انہوں ابوحمزہ بغدادی کی مجلس اختیار کی اور صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے احوال و کیفیات کو پہچانا تو اپنے بیٹے کو کہتے تھے اے بیٹے! تم پر ان لوگوں کی مجلس اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ لوگ ہم سے علم میں مراقبہ میں، خدا تعالیٰ سے خوف اور دنیا سے بے پرواہ ہونے میں، اور بلند ہمت ہونے میں زیادہ ہیں۔انتہی

اور اسی کتاب میں کچھ آگے جا کر فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ساتھ بہت زیادہ بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ فقیہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی اصطلاح کو جانے تا کہ اس کو وہ علم حاصل ہو جو اس کے پاس نہیں۔انتہی۔

اعتراض: کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ اگر باطنی بیماری کا علاج ضروری ہوتا تو صحابہ کرام تابعین اور مجتہدین ﷭ میں سے کوئی اس موضوع پر کوئی کتاب لکھتے، حالانکہ ہم نے اس قسم کی انکی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔

جواب: میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ یہ بیماریاں ہم میں پیدا ہوئی ہیں۔صحابہ کرام، تابعین کرام ﷭ کے زمانے میں یہ بیماریاں نہیں تھیں اگر تھیں بھی تو مجتہدین نے ان کی دواؤں کو اور اس موضوع پر کتابوں کو مہیا کیا اور لوگوں کو ریا، نفاق سے خلاصی عطا کی۔ بلکہ یہ حضرات تو سب سے زیادہ صوفیہ تھے اسلئے کہ ان لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی خشیت وخوف سب سے زیادہ تھا اور اپنی جانوں میں خدا تعالیٰ کی زیادہ مراعت کرتے تھے کوئی عقلمند شخص یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ یا تابعین یا مجتہدین ﷭ میں سے فلاں متکبر تھا یا ریا کار یا حسد کرنے والا یا نفاق والا تھا اور نہ ہی انہوں نے اس چیز کا اقرار کیا بلکہ انہوں نے تو ان بیماریوں کی دوا قرآن وسنت سے حاصل کی تھی تا کہ وہ ان کبیرہ گناہوں سے بچ نکل سکیں۔بس صرف اتنی بات ہے کہ جس شخص پر باطنی بیماریوں میں سے کوئی بیماری غالب آجائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ کسی شیخ کامل کو تلاش کرے کہ وہ شیخ اُس کو اِس سخت کیچڑ سے باہر نکال دے۔ایسا شخص اگر شیخ کامل کو اپنے شہر یا صوبے میں نہ پائے تو اس شخص پر شیخ کی طرف سفر کرنا واجب ہے اور جس شخص کو خدا تعالیٰ نے باطنی بیماریوں سے سلامتی عطا کی ہو اور حضور ﷺ کی مکمل پیروی کرتا ہو جیسے ائمہ مجتہدین تو وہ شخص شیخ کا محتاج نہیں اس لئے کہ اس نے اپنے علم پر علی وجہ الاخلاص عمل کیا اور یہی صوفی کی حقیقت ہے (جو اس میں موجود ہے)۔

امام قشیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، باطنی بیماریاں تیسری صدی ہجری کے بعد پیدا ہوئیں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا:

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

بہترین زمانوں یا صدیوں میں میرا زمانہ یا صدی ہے پھر ان لوگوں کا جو میرے زمانے کے لوگوں کے قریب زمانے کے ہوں۔(تابعین) پھر ان لوگوں کا جن کا زمانہ ان کے (تابعین) زمانے کے قریب ہو (تبع تابعین)

تو جس شخص کے خیر پر ہونے کی خود حضور ﷺ گواہی دیں بے شک اس نے رتبہ کمال کو حاصل کیا۔انتہی ملخصًا

وفی الاجوبة المرضية ما نصه و كان الامام الشافعی و الامام احمد رضی الله عنهما يترددان الى مجالس الصوفية ويحضران معهم فی مجالس ذكرهم فقيل لهما مالكما تترددان الى مثل هؤلاء الجهال فقالا ان هؤلاء عندهم رأس الامر كله وهو تقوى الله

عز وجل، ومعرفته ذكره ابن ايمن فی رسالته انتهى۔

اور "اجوبة المرضية" میں ہے کہ امام شافعی اور امام احمد ؒ کثرت سے صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی مجالس کو اختیار کرتے تھے اور ان کے ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے تو ان دونوں اماموں سے کسی نے سوال کیا کہ تمہیں کیا ہوا کہ ان جاہلوں کی مجلسوں کو اختیار کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمام کا تمام معاملہ ان لوگوں کے پاس ہے اور وہ معاملہ خدا تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کی معرفت ہے۔ یہ بات ابن ایمن نے اپنے رسالہ میں ذکر کی ہے۔ انتہی

وفی مشارق الانوار القدسية فی العهود المحمدية للامام العارف الشعرانی قدس سره النورانی اخذ علينا العهد العام من رسول الله ﷺ ان لا نغتر بحفظ العلم الذی يطلب منا العمل به من غير عمل كما عليه غالب الناس اليوم وما هكذا كان السلف الصالح رضی الله عنهم ثم قال ويحتاج من يريد العمل هذا العهد الى سلوک علی يد شيخ ليرقيه الى درجات المراقبة لله تعالى والخوف من عذابه كما كان عليه العلماء العاملون وسمعت شيخنا شيخ الاسلام زكريا رحمه الله تعالى يقول كل فقيه لا يجتمع بالقوم فهو كالخبز الجاف بلا ادام وسمعت سيدی عليا الخواص رحمه الله تعالى يقول لا يكمل طالب العلم الا باجتماع علی احد من اشياخ الطريق ليخرجه عن رعونات النفوس ومن حضرات تلبيس النفس ومن لم يجتمع علی اہل الطريق فمن لازمه التلبيس غالبا ودعوی العمل بما علم وكل من نسبه الى قلة العمل اقام له الادلة التی لا تمشی عند الله تعالى ومن شک فی قولی هذا فليجرب فاسلک يا اخی علی يد شيخ والزم خدمته واصبر علی جفائه لک وتغرباته عليک فان الذی يريد ان يطلعک عليه امر نفيس لا يقابل بالاعراض الدنيوية فان للعلم رياسة عظيمة وللنفس فيه دسائس فربما خفيت علی مشائخ العلم فضلا عن الطلبة والله يهدی من يشاء الى صراط مستقيم روی مسلم وغيره ان رسول الله ﷺ كان يقول فی دعائه اللهم انی اعوذ بک من نفس لا تشبع ومن علم لا ينفع وروی الطبرانی مرفوعا كل علم وبال علی صاحبه الا من عمل به وفی رواية ايضا مرفوعا اشد الناس عذابا يوم القيامة عالم لم ينفعه الله تعالى بعلمه انتهى ملخصا۔

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی ؒ کی کتاب "**مشارق الانوار القدسية فی العهود المحمدية**" میں ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کی اس عہد عام کی خلاف ورزی کی ہے کہ ہم اس علم کے درپے نہ ہونگے جو ہم سے عمل کا مطالبہ کرے اور ہم اس پر عمل نہ کریں اور آج اکثر لوگوں کا یہی حال ہے (کہ اپنے علم پر عمل نہیں کرتے) پھر فرماتے ہیں کہ جو حضور ﷺ کے اس عہد پر عمل کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر منازل سلوک طے کرے تاکہ اسے خدا کی طرف توجہ کرنے اور اس کے عذاب سے ڈرنے کے مراتب حاصل ہو سکیں جیسے کہ عمل کرنے والے علماء تھے۔ میں نے شیخ الاسلام زکریا ؒ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے، ہر فقیہ (علم فقہ کا عالم) جو سلوک کو حاصل نہیں کرتا اس خشک روٹی کی طرح ہے جس میں کوئی سالن نہ ہو۔

میں نے کہا ہمارے سردار علی خواص ؒ یہ فرماتے ہوئے سنا کہ طالب علم علم حاصل کرنے میں اس وقت تک کامل طالب علم نہیں ہو سکتا جب تک کسی شیخ طریقت کی صحبت اختیار نہیں کرتا، تاکہ وہ نفس کی رعونت وفریب سے نکل سکے اور جو طالب علم علم کے ساتھ اہل طریقت میں سے کسی شیخ کی صحبت اختیار نہیں

کرتا وہ بسا اوقات نفس کی تاریکیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اپنے علم پر عمل کرنے کا دعویدار ہوجاتا ہے اور خود کو بہت کم بے عمل سمجھتا ہے اور اس کے ذہن میں ایسے دلائل قائم ہوجاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں

اور جس کو میری اس بات میں شک ہو وہ تجربہ کرکے دیکھ لے، تو اے میرے بھائی! کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر اور اس کی خدمت کو لازم پکڑ اس کے جفا پر صبر کر اس لئے کہ جو شخص تجھے کسی بہترین شے پر مطلع (خبردار) کرنا چاہتا ہو تو وہ تجھے دنیاوی اغراض و مقاصد کی طرف متوجہ نہیں کرے گا کیونکہ علم ایک بہت بڑی برتری ہے، اور نفس کا اس میں مکروفریب کے ساتھ عمل دخل ہوتا ہے اور بسا اوقات مشائخ پر بھی علم پوشیدہ رہتا ہے، طلباء کی تو بات ہی کیا اور خدا ہی جس کو چاہے سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔ مسلم شریف کی روایت اور دیگر کتب احادیث میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ حضور ﷺ اپنی دعا میں فرماتے تھے:

اللھم انی اعوذبک من نفس لا تشبع و من علم لا ینفع

ترجمہ: اے اللہ ﷻ میں اس نفس سے پناہ مانگتا ہوں جو سیر نہ ہو اور اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع مند نہ ہو۔

طبرانی نے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا:

کل علم وبال علی صاحبہ الا من عمل بہ

ترجمہ: ہر علم اس کے صاحب پر وبال ہے مگر وہ علم جس پر اس نے عمل کیا

ایک اور مرفوع حدیث میں ہے:

اشد الناس عذابا یوم القیمۃ عالم لم ینفعہ اللہ تعالی بعلمہ

ترجمہ: قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جس نے کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے علم سے نفع عطا نہیں فرمایا (عمل نہ کیا)

وقال فیہ لم یفرح احد من اھل اللہ تعالی بشیء من امور الدنیا والآخرۃ وتساوی عندھم نسبۃ ذلک الیھم وسلبہ عنھم لان احدا منھم لا یشھد لہ ملکا مع اللہ تعالی فی الدارین وھذا الامر لا تذوقہ یا اخی الا بالسلوک علی ید شیخ ناصح وان اردت العمل بذلک المشھد النفیس فاطلب لک شیخا یرشدک الیہ والا فلا سبیل لک الی ذلک ولو عبدت اللہ تعالی بعبادۃ الثقلین ومن ھنا افترق السالکون والعابدون فربما مکث العابد یعبد ربہ علی علۃ خمسمائۃ سنۃ والسالک یخرج عن العلۃ من اول قدم یضعہ فی الطریق لان بدایۃ الطریقۃ التوحید للہ تعالی فی الملک ثم الفعل ثم الوجود والعابد لا یذوق لھذہ الثلاث طعما فواللہ لقد فاز من کان لہ شیخ وخسر من لم یتخذ لہ شیخا او اتخذہ ولم یسمع لنصحہ انتھی ملخصا۔

امام شعرانی علیہ الرحمہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے کبھی کوئی ولی دنیاوی واخروی نعمتوں پر خوش نہیں ہوئے انکا ہونا نہ ہوتا

ان کے ہاں برابر ہے اس لئے وہ اپنے آپ کو دنیا وآخرت میں کسی شئے کا مالک نہیں سمجھتے تو اے میرے بھائی! تو اس نفیس وعمدہ شہد کو (کسی شیخ کامل سے تعلیم سلوک حاصل کئے بغیر) نہیں چکھ سکتا۔ اگر تو اس کو حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو کوئی ایسا شیخ تلاش کر جو تجھے اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے ورنہ تیرے لئے اس نفیس شہد تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں اگر چہ جن وانس کی عبادت بھی کر لے اور یہاں سے سالک اور عابد میں فرق واضح ہوا، عابد ایک بیماری کو دور کرنے کیلئے پانچ سو سال عبادت میں مشغول رہنے کے باوجود اس سے نکل نہیں سکتا، جبکہ بسا اوقات سالک طریقت میں پہلا قدم رکھتے ہی اس بیماری سے نکل جاتا ہے یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا طریقہ پہلے ملک سے شروع ہوتا ہے پھر فعل سے اور پھر وجود سے اور عابد ان تینوں میں سے کسی سے بھی کچھ مزہ نہیں چکھ سکتا۔

تو خدا کی قسم وہ شخص کامیاب ہوا جس کا کوئی شیخ ہے اور وہ نقصان وخسارے میں رہا جس نے کوئی شیخ نہیں پکڑا یا شیخ کو تو پکڑا لیکن اس کی نصیحت کو نہ سنا۔ انتہی

قال بعض اکابر شرح الحکم العطائیة قال حضرة الخواجة بهاء الدین النقشبند قدس سره اقرب الطرق عندنا نفی الوجود وان کان الصلوٰة والصیام طریقا الی الوصول الی حضرة الاحدیة لکن لا یتم الوصول بها الا بنفی الوجود فلذلک کان السالک یجد من المدد فی الفاقات ما لا یجده فی الصوم والصلوٰة لانها تنفی وجود السالک وتضمحل معها اوصافه ویصیر عبدا خالصا لمولاه وتحفه حینئذ الطافه فاجعلها لک ایها السالک خلعة یوم اعیادک والق الحبیب بها یوم الزیارة ولا تلتفت الی سائر اورادک انتهی۔

"حکم عطائیہ" کی شرح کرتے ہوئے بعض بزرگان دین فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "ہمارے ہاں قربِ خداوندی کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنے وجود کی نفی کی جائے اگر چہ نماز روزے بھی خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے ذرائع وطریقے ہیں لیکن ان کے ساتھ رسائی مکمل نہیں ہوتی۔ مکمل رسائی اپنے وجود کی نفی کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور طریقت کے ذریعے سالک کے وجود کی نفی اور طریقت کے ذریعے سالک اپنے اوصاف میں کمزوری محسوس کرتا رہتا ہے اور اپنے مولیٰ کا بندہ خالص بن جاتا ہے خدا تعالیٰ اس وقت پوری طرح لطف وکرم فرماتا ہے۔

اے سالک! اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے قیامت کے دن کیلئے ایک بہترین سامان مہیا کیا ہے (مراد طریقت ہے) اور خدا تعالیٰ کے دیدار اسے مشرف ہونے کا بہترین ساتھی ومعاون ہے، اور طریقت میں اپنے تمام اوراد (طریقت کے اوراد کے علاوہ) کی طرف التفات نہ کر۔ انتہیٰ (یہاں تک عبارت اختتام پذیر ہوئی)

وقد قیل وجودک ذنب لا یقاس به ذنب قال الشیخ العلامة المتبحر فی علوم الشریعة والحقیقة الشهاب ابن حجر المکی رحمه الله تعالی وناهیک به احاطة وحجة وثقة ولا التفات الی من یتعصب علیه من بعض متعصبی الحنابلة فی خاتمة الفتاوی من المسائل المنثورة والاخذ عن مشائخ متعددین یختلف الحال فیه بین من یرید التبرک ومن یرید التربیة والسلوک فالاول یاخذ ممن شاء اذ لاحجر علیه واما الثانی فیتعین علیه علی مصطلح القوم السالمین من المحذور واللوم حشرنا الله تعالی فی زمرتهم ان لا یبتدی الا بمن جذبه الیه حاله قهرا علیه بحیث اضمحلت نفسه بقاهر حال ذلک الشیخ المحق وتخلت له عن شهواتها وارادتها فحینئذ

يتعين عليه الاستمساک بهديه والدخول تحت جميع اوامره ورسومه حتى يصير كالميت بين يدى الغاسل يقلبه كيف يشاء فان لم يجذبه حال شيخ كذلک فليتحر اورع المشائخ واعرفهم بقوانين الشريعة والحقيقة ويدخل تحت اشارته ورسومه كذلک ومن ظفر بشيخ بالوصف الاول او الثانى فحرام عليه ان يتركه انتهى۔

کسی نے کہا کہ تیرا وجود ہی گناہ ہے۔ اس پر اور گناہ نہ ڈال۔ علامہ متبحر فی العلوم الشریعہ والحقیقہ شیخ شہاب ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ متعدد مشائخ عظام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے بیعت کرنے میں لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض لوگ تو بیعت کرنے سے برکت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں بعض تربیت وسلوک کے منزل طے کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں پہلا شخص جس سے چاہے بیعت کرلے اس پر کوئی اعتراض نہیں اور دوسرا شخص۔ پس اس پر اس قوم (صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)) کی اصطلاحات پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے (جو ممنوعات وملامت سے محفوظ وسالم ہیں) زمرے میں شمار فرمائے اور اس لئے ضروری ہے کہ اس وقت تک بیعت کرنے میں جلدی نہ کرے جب تک کسی شخص کے حال کی کشش اس کو اپنی طرف کھینچ نہ لے۔ یوں کہ مرید کا نفس شیخ کی پرکشش حالت سے مضمحل (مدھم) ہو جائے پھر اس شیخ کی رہنمائی حاصل کرنا اور ان کے تمام اوامر ورسومات (رسومات طریقت) کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ مرید میت کی طرح ہو جائے غسل دینے والے کے ہاتھ میں کہ غسل دینے والا جیسے چاہے الٹا سیدھا کرتا ہے (اس طرح شیخ کے حضور بھی میت کی طرح اپنے تمام تر اختیارات ختم کرنا ہوں گے) اور اگر اپنے شیخ کے ساتھ مذکورہ حالت مرید کو حاصل نہ ہو تو مشائخ کی ورع (شبہات سے پرہیز کرنا) کے بارے میں غور کرے اور شریعت وحقیقت کے قوانین کا علم حاصل کرے پھر شیخ کے اشارہ ورسوم کو تسلیم کرے اور جو مرید ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو جائے تو اس پر شیخ کا چھوڑنا حرام ہے۔ انتہی (شیخ شہاب ابن حجر علیہ الرحمہ کی عبارت اختتام پذیر ہوئی)

وقال الشيخ الاكبر قدس سره نور فى كتابه الامر المحكم المربوط ويجب على الشيخ اذا راى شيخا آخر فوقه ان ينصح نفسه ويلزم خدمة ذلک الشيخ الآخر هو وتلامذته فانه صلاح فى حقه وحق اصحابه ومتى لم يفعل هذا فليس بمنصف ولا ناصح نفسه ولا صاحب همة بل هو ساقط الهمة ضعيفها بل ربما هو محب فى الرياسة والتقدم وهذا فى طريق الله تعالى نقص الا ترى محمدا ﷺ قال لو كان موسى حيا ما وسعه الا ان يتبعنى والياس وعيسى تحت حكم شريعة محمد ﷺ فهكذا ينبغى ان يكون شيوخ هذه الطريقة انتهى وقال الشيخ الشعرانى قدس سره فى المنن الكبرى ثم انى اذا رايت احدهم اعرف منى بالطريق تلمذت له ولو كنت مأذونا لى قبل ذلک من شيخ آخر لان المقامات ليس لها حد يقف عليه العبد انتهى۔

شیخ اکبر نے اپنی کتاب "الامر المحکم المربوط" میں فرمایا

شیخ اور اس کے تمام شاگردوں پر واجب ہے کہ جب کسی دوسرے ایسے شیخ کو دیکھ لے جو اس سے مرتبہ میں فوق ہو یہ کہ اس کی خدمت کو لازم پکڑے کیونکہ یہ شیخ

اور اس کے شاگردوں کے حق میں اصلاح ہے اور اگر اس کی خدمت و بیعت کو لازم نہ پکڑے تو وہ منصف (انصاف ور) نہیں اور نہ ہی وہ ہمت والا ہے بلکہ بزدل ہے اور خدا تعالیٰ کے راستے میں ناقص ہے کیا تو نے حضور ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے فرمایا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری اتباع کرتے اور اگر حضرت الیاس وعیسیٰ علیہما السلام ہوتے تو شریعت محمدی کے احکام پر عمل پیرا ہوتے تو اسی طرح طریقت کے مشائخ کیلئے بھی ضروری ہے (کہ اپنے سے مرتبہ میں اگر کوئی فوق شیخ ہو تو اس کی خدمت کو لازم پکڑے اور اس سے طلب فیض کرے)۔ انتہیٰ

منن کبریٰ میں امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں پھر جب بھی میں نے طریقت میں اپنے سے طریقت کو زیادہ جاننے والا دیکھا تو میں نے اس کی شاگردی اختیار کی اگرچہ مجھے دوسرے شیخ سے خلافت واجازت بھی حاصل کیوں نہ ہو کیونکہ معرفت کے مقامات میں کوئی ایسی حد وانتہا نہیں کہ بندہ وہاں رک جائے۔ (اور آگے نہ بڑھ سکے) انتہیٰ

قلت اذا وجب على الشيخ لزوم خدمة الشيخ الاكمل منه وكان حال الشيوخ التلمذ لمن هو اعرف منهم بالطريق ولو كانوا مأذونين من شيخ آخر فما تقول فيمن لم يشم رائحة من اسرار الطريق او شم وهو ناقص منحط عن ذروة التحقيق فاذعن يا اخي وسلم نفسک لهؤلاء الفريق لتفوز بالتصديق والذوق الصافي الانيق والله ولي التوفيق واعلم ان الله سبحانه وتعالى انما خلق الخلق لطاعته وعبادته كما قال تعالى وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون وافضل العبادات ما يوصل الى الله تعالى وهو السلوک في طريق التوحيد ولا بد لذلک من مرشد كامل واستاذ فاضل لما انه طريق غيب غير محسوس مبني على مخالفات النفوس الا ترى ان كثيرا من الاطباء يعجزون عن تمرضهم عن علاج نفوسهم لخفاء دسائسها على صاحبها وهي اعدى اعدائه في ثياب اصدق اصدقائه ولهذا ورد المؤمن مرآت المؤمن فباستعانته بنافذ نظر اخيه المؤمن الحاذق يتسلط على دسائسها لكن مع التسليم الصادق ولهذا قال اهل الله الكمل من لم يكن له شيخ فشيخه الشيطان فان طريق الله سبحانه وتعالى لما كان في غاية الشرف والعزة لكونه موصلا الى اعز المطالب خف بالقواطع والمهلكات من كل جانب فاذا عرفت هذه الورطات المهلكة لا جرم ان السالک يحتاج الى المرشد الكامل والشيخ الفاضل يحفظ المريدين عن المهالک ويرشدهم الى المسالک فلا يسلكه الا مريد مقدم صادق بارشاد دليل كامل واستاذ حاذق فاذا صح توجه المريد الى الله تعالى وصدق في قصده فالله سبحانه وتعالى يوصله الى شيخ ناصح ينهضه حاله ولحظه وينفعه مقاله ولفظه كما هو حال سيدي واستاذي القطب الرباني والعالم الصمداني، وسلالة نسل العثماني سلطان العارفين ضياء الدين الراكع الساجد المجاهد ابي البهاء حضرة مولانا الشيخ خالد النقشبندي اطال الله بقاءه وجعله له وصرفه عما سواه وجمع شملنا برؤياه ونعمه بالنظر اليه حين يلقاه وعامل بفضله من والاه بعدله ومن من عاداه آمين۔

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ جب ایک شیخ پر دوسرے (اس سے کامل) شیخ کی خدمت واجب ہے اور مشائخ عظام کا طریقہ بھی یہی تھا تو اس شخص کے

بارے میں تم کیا کہو گے جس نے طریقت کے اسرار کی ہوا بھی نہیں پائی یا پائی تو ہے لیکن وہ ناقص اور تحقیق کی رفعت (بلندی) سے گری ہوئی ہو، تو اے میرے بھائی! تو اسرارِ طریقت کا قصد کر اور اپنے نفس کو اصحابِ طریقت کے سپرد کر دے تاکہ تو تصدیق اور خالص ذوق کے مرتبہ پر فائز ہو جائے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف اپنی ہی طاعت و عبادت کیلئے پیدا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ

ترجمہ: میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا

تمام عبادات میں سے وہ عبادت افضل واعلیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے اور وہ توحید کی دنیا میں سلوک وطریقت ہے۔ سلوک کے لئے مرشدِ کامل اور استاذ فاضل کا ہونا ضروری ہے کیونکہ طریقت غیب کا ایک راستہ ہے اور غیر محسوس چیز ہے اور اس کی بنیاد نفس کی مخالفت پر ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ بہت سارے طبیب نفس کی بیماری کے علاج سے عاجز ہوتے ہیں، کیونکہ نفس کے خفیہ فریب اس کے صاحب پر مخفی ہوتے ہیں اور نفس ہی دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن بھی ہے اور سب سے بڑا دوست بھی۔ اسی لئے وارد ہوا ہے کہ مومن، مومن کا (آئینہ) شیشہ ہے جس کی مدد سے مومن کامل دوسرے مومن کے نفس کے خفیہ فریب پر تسلط کرتا ہے لیکن یہ سب کچھ کسی مردِ کامل کی طرف تسلیم ہونے کے بعد حاصل ہوگا۔

اسی لئے بزرگانِ دین اور اہل اللہ حضرات (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے کہا کہ جس کا پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہوتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے قرب کا راستہ انتہائی شرافت اور عزت والا ہے۔

اس لئے کہ یہ راستہ انتہائی اہم مقاصد ومطالب تک پہنچاتا ہے تو یہ راستہ رکاوٹوں اور ہلاک کرنے والی چیزوں کے ساتھ پوشیدہ اور بند ہے جب تم نے ہلاکت کے اس گڑھے کا علم حاصل کر لیا تو یہ بات یقینی وضروری ہے کہ سالک مرشدِ کامل فاضل کا محتاج ہے شیخ کامل اپنے مریدین کو ہلاکت کے راستے سے بچاتا ہے تو مرید صادق جب شیخ کامل کی دلیل پر سلوک طے کرتا ہے اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ہو جائے اور اپنے قصد وارادہ میں سچا ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی حالت کا لحاظ فرماتا ہے پھر اللہ تعالیٰ شیخ کی گفتگو اور لفظ سے اس کو فیض پہنچاتا ہے یہی کیفیت ہمارے سردار ومرشد قطب ربانی، عالم صمدانی، چشم وچراغِ خاندانِ عثمانی سلطان العارفین ضیاء الدین حضرت مولانا شیخ خالد نقشبندی (اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے) کی ہے۔

وقد قال الشيخ نجم الدين الكبرى قدس سره كما ان المطرقة والسندان والمنفخ والفحم وغيرها من الآلات اذا اجتمعت ولم يكن ثمة استاذ يضع الاشياء فى محالها لا يتحقق وجود شيء كذلك لا تتصغى مرآة قلب المريد بدون ربط القلب مع الشيخ وترك الاعتراض ودوام الرضا بما قدر من السد والفتح والقبض والبسط ملاحظا قوله تعالى عسى ان تكرهوا شيئا وهو خير لكم ومتحققا بان الله تعالى ارحم بالعبد من الوالدة بولدها واعلم بمصلحة العبد من نفسه والشيخ اعرف بمصالح المريد انتهى ومتى صار المقبل على الله تعالى من الخلق اجنبيا ومن آفات نفسه بريا ومن الملاحظات نقيا ودام فى السر مع الله تعالى مناجاته

یسمی عند ذلک عارفا فبقدر الاجنبیة عن نفسه تزداد له المعرفة لما ورد اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک و قد قیل شعر:

اتوق نفسک لا تامن من غوائلها		فالنفس اخبث من سبعین شیطانا

نصرنا اللہ تعالی علیها وعلی الشیاطین الجنیة و الانسیة و ازال عنا الحجب الآفاقیة و الانفسیة بنصر منه و فتح قریب انه القریب المجیب۔

شیخ نجم الدین قدس سرہ فرماتے ہیں جب ہتھوڑا، روئی دھننے کا ڈنڈا لوہار کی دھونکنی اور کوئلہ وغیرہ آلات جمع کئے جائیں لیکن وہاں ماہر استاذ نہ ہو کہ ان آلات کو اپنے اپنے محل میں استعمال کرے (اس وقت تک) کوئی چیز بھی نہیں بن سکتی، اسی طرح مرید کے دل کا آئینہ کسی شیخ کامل کے ساتھ قلبی رابطہ کے بغیر صاف و شفاف نہیں ہوسکتا اور صفائی آئینہ اس وقت ہوگی کہ شیخ پر اعتراض نہ کرے۔ حالت قبض و بسط تمام حالات میں دوامِ رضا ہو،

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَسٰٓى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

ترجمہ: تم بہت سی چیزوں کو برا سمجھو گے حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہوتی ہیں (البقرۃ، ۲۱۶)

کیونکہ اللہ تعالیٰ بندہ پر اس کے ماں باپ سے زیادہ مہربان اور بندہ کے بارے میں ماں باپ سے زیادہ جاننے والا بھی ہے اور (مخلوق میں) شیخ مرید کے مصالح وفوائد کو زیادہ جاننے والا ہے۔ انتہیٰ (شیخ نجم الدین قدس سرہ کی عبارت مکمل ہوئی)

اور جب مرید کی توجہ مخلوق سے خالق کی طرف ہوجائے اور مخلوق اس کو اجنبی محسوس ہونے لگیں اور نفس کی آفات سے بری ہوجائے اور باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات دوام پکڑ جائیں تو اس وقت اس مرید کو عارف کہا جاتا ہے، تو جتنا اپنے نفس سے اجنبی ہوتا جائے گا اس قدر اس کی معرفت میں زیادتی ہوتی جائے گی۔

کیونکہ کہا جاتا ہے کہ تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے دائیں بائیں کے درمیان ہے، جیسے ایک شاعر نے کہا:

اتوق نفسک لا تامن من غوائلها		فالنفس اخبث من سبعین شیطانا

ترجمہ: بچا تو اپنے نفس کو اور اس کی ہلاکت سے بے خوف نہ ہو، پس ایک نفس زیادہ خبیث ہے ستر شیطانوں سے۔

"کیا تم اس نفس کی حفاظت کرتے ہو؟ جس کی مصیبتوں سے تم کبھی بھی امن وحفاظت میں نہیں رہ سکتے۔ نفس ستر شیطانوں سے بھی زیادہ خبیث ہے"۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں نفس وشیطان پر کامیابی عطا فرمائے اور ہم سے آفاقی و انفسی پردے دور کردے۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص، ۲۷، تا، ۴۱، المکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

کما نقل ان الامام زفر رحمة الله تعالی علیه کا یتوضّا فمر علیه الامام ابو حنیفة رضی الله عنه فلم یقم له و لم یعظّمه فلا جل ذلک صارت روایته فی المذهب ضعیفة و الا فقد کان من اجلّة اصحاب الامام علما و اکثرهم ملازمة

حکایت: چنانچہ نقل ہے حضرت امام زفر علیہ الرحمہ وضو فرما رہے تھے آپ کے قریب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا لیکن دورانِ وضو امام زفر علیہ الرحمہ اپنے استاذ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے کھڑے نہ ہوئے اور تعظیم نہ کی جس کی وجہ سے امام زفر علیہ الرحمہ کی روایت مذہب میں ضعیف ہوتی ہے حالانکہ امام زفر علیہ الرحمہ کا شمار امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر شاگردوں میں ہوتا ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص، ۷۳، المکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)(تحفہ نقشبندیہ، ص، ۶۱)

وفی التاجۃ الکبریٰ للشیخ العالم العارف المحقق تاج الدین الھندی الحنفی النقشبندی تنزیل مکۃ المشرفۃ المدفون بھا قدس سرہ، اعلم ان مکافاۃ بعض حقوق الشیخ لا تیسر الا برعایۃ حسن الادب فالتعظیم لمشائخ الطریقہ من معظمات حقوقھم والاھمال عین التقصیر والخسران لانّ لہ نسبۃ الابوۃ المعنویۃ انتھی قلت وھذہ النسبۃ عند اھل المحبۃ الالھیۃ اشرف فی نسبۃ الابوۃ الظاھریۃ وھی التی جعلت بلال الحبشی وسلمان الفارس وصھیب الرومی رضی اللہ عنھم فی اھل البیت وأبعد عنھا ابوطالب ولم تنفعہ نسبۃ العمومۃ التی ھی اقرب الانساب الاھلیۃ لماحجبتہ المشیئۃ الالھیۃ والی ھذہ النسبۃ اشار سلطان العاشقین الشیخ شرف الدین عمر ابن الفارض قدس سرہ الفائض بقولہ

نسب اقرب فی شرع الھویٰ		بیننا من نسب من ابویٰ

شیخ عارف محقق تاج الدین ہندی حنفی نقشبندی علیہ الرحمہ، تاجۃ الکبریٰ میں رقمطراز ہیں کہ جاننا چاہیے کہ شیخ کے بعض حقوق کی بجا آوری تب ہی ممکن ہے کہ حسن ادب کی رعایت کی جائے اور مشائخ طریقت کی تعظیم شیخ کے بڑے حقوق میں سے ہے اور حسن ادب کی رعایت نہ کرنا عین نقصان و تقصیر ہے کیونکہ مرید شیخ کی معنوی اولاد ہوتے ہیں۔ انتہی

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ اہل محبت الٰہیہ کے نزدیک ظاہری ماں باپ کے رشتے سے یہ (باطنی) رشتہ بہتر و اعلیٰ ہے کیونکہ باطنی رشتہ وہ رشتہ ہے جس نے حضرت بلال حبشی، سلمان فارسی، صہیب رومی رضی اللہ عنہم کو اہل بیت میں سے قرار دیا۔ جس رشتہ سے ابوطالب دور ہوئے محروم ہو گئے۔ ظاہری نسبت نے انہوں کوئی فائدہ نہ دیا حالانکہ ابوطالب ظاہری رشتہ میں حضور ﷺ کے بہت قریب تھے اسی لئے اس عظیم رشتہ کی طرف سلطان العاشقین شیخ شرف الدین عمر بن فارض قدس سرہ نے اپنے شعر میں ارشاد فرمایا:

نسب اقرب فی شرع الھویٰ		بیننا من نسب من ابویٰ

ترجمہ: شریعت کا رشتہ ہمارے ہاں ظاہری ماں باپ کے رشتہ سے زیادہ قریب و افضل ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص، ۷۵، المکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

یعنی قرآن کی ہر آیت کی ظاہری مراد بھی ہے اور باطنی بھی، ظاہری مراد اس کا لفظی ترجمہ ہے باطنی مراد اس کا منشاء اور مقصد، یا ظاہر شریعت ہے اور باطن طریقت

یا ظاہر احکام ہیں اور باطن اسرار یا ظاہر وہ ہے جس پر سب علماء مطلع ہیں اور باطن وہ جس سے صوفیائے کرام خبردار ہیں

یا ظاہر وہ جو نقل سے معلوم ہو باطن وہ جو کشف سے معلوم ہو جیسے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ

ترجمہ: اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اپنے قریبی کافروں پر لوہے کی تلوار وغیرہ سے جہاد کرو۔ (سورۃ التوبہ: ۱۲۳)

باطن یہ ہے کہ قریبی کافر اپنے نفس امارہ پر مجاہدے کی تلوار اور اعانت یار سے جہاد کرو۔ نیز فرماتے ہیں قرآن کے ظاہر و باطن معلوم کرنے کے علیحدہ مقامات ہیں چنانچہ اس کا ظاہر علماء سے اور باطن مشائخ سے معلوم ہوتا ہے یا ظاہر قال سے اور باطن حال سے یا ظاہر نحو سے باطن فنا اور محو سے یا ظاہر کتابوں سے اور باطن کسی کی نظر سے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۱۰، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

الجواب:

فصل ثانی:

(نمبر ۲، عورتوں کے بارے میں)

تصوف میں خواتین کا کردار، عورت مرد یا مرد عورت:

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

،امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کسی بھی قوم کی خواتین کا اس قوم کی تعلیم و تربیت میں جو حصہ ہوتا ہے وہ کسی تشریح اور بیان کا محتاج نہیں۔ وہ ماں ہی ہے جس کی گود بچے کی سب سے پہلی درسگاہ اور تربیت گاہ ہوتی ہے اور یہ درسگاہ ایسی مؤثر ہے کہ یہاں کا سیکھا ہوا سبق ذہن و قلب پر پتھر کے نقش سے بھی زیادہ دیر پا ہوتا ہے۔ تعلیم دنیاوی بھی اور دینی بھی، پھر دینی تعلیم بھی دو حصوں میں منقسم ہوگی۔ ایک تعلیم ظاہری اور دوسری تعلیم باطنی یعنی ایک شریعت کی دوسری طریقت کی مشاہدۂ عام ہے کہ ہماری خواتین زیور تعلیم سے آراستہ ہوتی ہیں۔ اگرچہ سارا زور تو دنیوی تعلیم کے حصول پر ہی دیا جاتا ہے۔ تاہم کچھ خوش نصیب دینی تعلیمات سے بھی بہرور ہوتی ہیں۔ اگلے مرحلے میں بیشتر خواتین ہمیں ہر دو شعبہ میں مسند تدریس پر فائز نظر آتی ہیں جن سے خواتین کی پر کثیر تعداد مستفید ہوتی ہے۔ مگر آج تک کسی نے خواہ عالم ہو یا غیر عالم، عورت کے استاد ہونے پر اعتراض نہیں کیا۔

جبکہ باطنی علوم میں عورت سے استفادہ کرنے پر عوام تو عوام علمائے ظاہری کی کثیر تعداد نہ صرف معترض ہوئے بلکہ عوام کے ذہنوں کو منتشر کرنے کا پورا سامان کرنے میں مشغول نظر آتے ہیں کہ عورت ذکر کی تلقین نہیں کر سکتی نہ ہی عورتوں کو بیعت کر سکتی ہے۔ حالانکہ یہی عورت علوم دنیوی اور دینی میں جب ماہر ہو جاتی ہے تو فریضہ تدریس سرانجام دینے کے قابل سمجھی جاتی ہے۔ یہ بات ہر ذی شعور جانتا ہے کہ جاہل شخص سے علم سیکھنے کوئی نہیں جاتا اور ماہر و مستند استاد کو علم

سکھانے سے کوئی شے مانع نہیں ہوسکتی تو کیا وجہ ہے کہ جس خاتون نے طریقت کے اسباق کی تکمیل کر لی ہے۔ وہ دوسروں کو اس کی تعلیم نہیں دے سکتی؟

جبکہ اسلام میں حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسند تعلیم وافتاء وارشاد پر اس انفرادیت سے جلوہ گر نظر آتی ہیں کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے در دولت پر سوالی نظر آتے ہیں۔ اگرچہ آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام اسلامی ملکوں میں علم کی اشاعت اور اسلام کی دعوت کے لیے پھیل گئے۔ مدینہ منورہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت بوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مستقل درسگاہیں قائم تھیں لیکن درسگاہ اعظم مسجد نبوی کا وہ گوشہ تھا جو حجرۂ نبوی کے قریب تھا۔ جہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود پردہ کی اوٹ میں تشریف فرما ہوئیں اور فیض حاصل کرنے والے لڑکے عورتیں اور جن مردوں کا حضرت سے پردہ نہ تھا حجرہ کے اندر مجلس میں بیٹھتے تھے اور دیگر لوگ حجرہ کے سامنے مسجد نبوی میں بیٹھتے دروازہ پر پردہ پڑا رہتا۔ لوگ سوال کرتے آپ جواب دیتیں۔

آپ ہر سال حج کو تشریف لے جاتیں آپ کا خیمہ کوہ حرا اور کوہ شبیر کے درمیان نصب ہوتا۔ تشنگان علوم جوق در جوق دور دراز کے ممالک سے آکر حلقہ درس میں شریک ہوتے۔ واضح رہے کہ اس وقت علم ظاہر اور باطن الگ الگ نہ تھے بلکہ معلم کائنات کے یہ تمام شاگرد ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ یہی لوگ تعلیمات نبویہ کے کامل وارث تھے۔ شریعت وطریقت ایک ہی دور سے تقسیم ہوتی تھی۔ حضرت سیدہ طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد بزرگ گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہی مرجعت عامہ اور منصب افتاء بھی حاصل کر لیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد تادم آخر وہ فتوے دیتی رہیں۔ حالانکہ عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مخصوص صحابہ کبار کے علاوہ کسی کو فتویٰ دینے کی اجازت نہ تھی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کس درجہ آپ کے علم اور واقفیت پر اعتماد تھا۔ مسروق تابعی قسم کھا کر کہتے ہیں

لقد رأيت مشيخة اصحاب رسول الله ﷺ يسئلونها عن الفرائض۔ (ابن سعد و حاکم)

ترجمہ: میں نے شیوخ صحابہ کو ان سے مسائل پوچھتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم جو فقہ اور اجتہاد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے برابر تھے۔ وہ بھی بعض مسائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی سوال کر کے تسلی حاصل کرتے۔ جن مسائل میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف پیش آتا یہ لوگ فیصلہ کے لیے انہی کی خدمت عالیہ میں رجوع کرتے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق میں حکومت کرتے تھے مگر ضرورت پڑنے پر قاصد شام سے چل کر باب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کھڑے ہو کر سلطان وقت کے لیے مسائل دریافت کرتا۔ غرض کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فریضۂ تعلیم وافتاء وارشاد کو جس حد تک ادا کیا وہ دیگر صحابہ کی کوششوں سے کسی طرح کم نہیں۔ بالخصوص موسم حج میں حضرت کی قیام گاہ لاکھوں مسلمان قلوب کا مرکز بن جاتی۔

عورتیں چاروں طرف سے گھیر لیتیں وہ امام کی صورت میں آگے آگے اور تمام عورتیں ان کے پیچھے پیچھے چلتیں۔ جنس نسوانی پر ان کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے دنیا کو بتا دیا کہ ایک مسلمان عورت پردہ میں رہ کر بھی علمی، مذہبی، اجتماعی، سیاسی، پند و واعظ نصیحت اور اصلاح وارشاد اور امت کی ظاہری باطنی بھلائی کے کام سرانجام دے سکتی ہے۔

اسی طرح حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا عدویہ فاطمہ شامیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، حضرت سوداء رضی اللہ عنہا جیسی کئی صاحب کمال خواتین صفحۂ ہستی پر جلوہ

گر ہوئیں جن سے وقت کے اولیاء بھی اکتساب فیض کرتے ،خودکو ان کے سامنے طفل مکتب تصور کرتے ان کے علم وفضل اور عارفانہ نکتہ سے بڑے بڑے صاحب مقام بھی حیران رہ جاتے۔

بطور نمونہ میں صرف یہاں ایک پاکباز اور رشک ملائکہ ہستی کا ذکر بطور اختصار ضروری سمجھتی ہوں تا کہ یہ واضح ہو سکے کہ زوجہ مصطفی ﷺ سے دور آپ کی لونڈیوں میں سے بھی ایسی خواتین گزری ہیں جنہیں اللہ نے اپنا انتہائی قرب عطا فرمایا۔ یہ وہ جو دوسری صدی ہجری میں اس عالم میں جلوہ آرا ہوئیں اور انہوں نے تصوف میں ایک نئے مکتب خیال کی بنیاد ڈالی۔ دنیا کو بتایا کہ عبادت تجارت نہیں بلکہ عبادت کا مقصد صرف خداوند تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ جو عبادت کسی لالچ یا خوف سے کی جائے گی۔ وہ عبادت نہیں بلکہ تجارت ہے۔ یہی وہ خوش نصیب تھیں جن کی پیدائش پر آقا دو عالم ﷺ ان کے باپ کو نوید سنا رہے ہیں کہ آج جو تمہارے یہاں لڑکی پیدا ہو رہی ہے وہ سیدہ ہوگی اور اپنے وقت کی بڑی برگزیدہ اور بزرگ ہستی ،فقیری بچی اندھیری میں اس طرح آئی ہے جیسے رات کے بعد سورج نکلتا ہے۔ اس کی روشنی دور دور پھیلے گی وہ ایک بلند پایہ عابدہ زاہدہ ہوگی اسی بچی کا نام حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا ہے۔

انہی کے پاس ایک دن حضرت صالح قزوینی رحمۃ اللہ علیہ آئے اور کہنے لگے کہ جو شخص اللہ کا دروازہ کھٹکھٹائے تو دروازہ اس کے لیے ضرور کھلتا ہے۔ حضرت رابعہ نے جب یہ سنا تو صالح قزوینی علیہ الرحمہ سے فرمایا'' دروازہ کھٹکھٹا تا رہے گا اور دروازہ کون کھولے گا۔ پہلے یہ تو بتاؤ کہ دروازہ بند کس نے کیا ہے جو اس کے کھٹکھٹانے اور کھولنے کی ضرورت پیش آئے۔ یہ عارفانہ کلمات سن کر حضرت صالح قزوینی رحمۃ اللہ علیہ حیرت میں رہ گئے اور فرمانے لگے'' آج مجھے مرد ہو کر اپنی جہالت اور عورت کی دانائی وعقلمندی پر بہت تعجب اور بڑی حیرت ہوئی ہے۔

حضرت شیخ زین الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کی بزرگی اور جوش عشق الٰہی سے متاثر ہو کر فرمایا'' جب عورت راہ خدا میں مرد ہو تو اس کو عورت نہیں کہنا چاہیے'' درحقیقت مرد اور عورت صرف جنس مخصوص کا نام نہیں بلکہ اہل طریقت کے نزدیک پہچان یوں ہے۔

طالب دنیا مخنث ہے، طالب عقبیٰ عورت ہے اور طالب مولا مرد ہے۔ لیکن دور حاضر کے علماء بالخصوص اور عوام بالعموم عورت کے مذکورہ بالا مناسب کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ اسی کے پیش نظر مرشد گرامی قدر حضرت مبارک علیہ الرحمہ کی خدمت والا شان میں مذکورہ بالا صورتحال کے متعلق بذریعہ تحریر پیر مفتی عابد حسین سیفی صاحب کی وساطت سے استفسار کیا گیا تو حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمہ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے ایسا کافی وشافی دلائل سے مزین مکتوب گرامی تحریر فرما دیا جس کے بعد اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی۔

اللہ کریم عزیز القدر حافظ عرفان اللہ سیفی صاحب کو بھی جزائے جزیل سے نوازے جنہوں نے مذکورہ مکتوب شریف کا اردو ترجمہ کر کے قارئین وقارئات کے لیے نہایت آسانی پیدا کر دی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقت آشنا بنائے اور مکتوب شریف سے کماحقہ استفادہ کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ بجاہ النبی الکریم الامین

(والسلام تسنیم کوثر)

عمدۃ المکتوبات علی اجازۃ ارشاد السالکات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بوساطت عزیز الوجود ارجمند پیر مفتی محمد عابد حسین سیفی بنام تسنیم کوثر صدور یافتہ در جواب۔

بوساطت عزیز الوجود ارجمند پیر مفتی محمد عابد حسین سیفی بنام تسنیم کوثر کے جواب میں صادر ہوا ہے۔

سوالیکہ نمودہ بود کہ بعض فتنہ انگیزان انگین را شائع ساختہ اند کہ زنان شایان منصب ارشاد نیستند و نہ در اعصار مافیہ احدی از زنان مورد و افادہ خلق گشتہ اند برای دفع اباطیل منکرین بھدایت نامہ چشم براہ داریم۔

سوال: بعض فتنہ انگیزوں نے یہ فتنہ شائع کیا ہے کہ عورتیں منصب ارشاد کے لائق نہیں ہیں اور گزشتہ ادوار میں کوئی ایک بھی ایسی عورت نہیں ملتی جس نے مخلوق خدا کے افادہ کے لیے کام کیا ہو۔ منکرین کے اس جھوٹے پروپگنڈہ کو ختم کرنے کے لیے ہم آپ کی صحیح ہدایت کے منتظر ہیں۔

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

مکتوب شریف شما وصول یافت فرحت بر فرحت افزود۔ زیرا کہ در تکثیر اخوان بموجب اکثروا اخوانکم فی الدین، امیدوار ما است و کریمہ: سنشد عضدک باخیک نیز موید این معنی است۔ در امتثال امر: فاستبقوا الخیرات وسابقوا الی مغفرۃ من ربکم، علو ہمت وسعی بلیغ باید نمود از سخنان پریشان ارباب خدان مخت نکشند: کل یعمل علی شاکلتہ لائق ان کہ بمکافات و مجازات معترض نشوند، دروغی را فروغی نسیت باعث کسادت بازار انہا کلمات متناقضہ انہا خواھد بود: من لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور شغلی کہ در پیش دارید باہتمام پیش برید و از غیر چشم بپوشید قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔

الجواب:

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

آپ کا خط موصول ہوا بہت ہی خوشی ہوئی کیونکہ: اکثروا اخوانکم فی الدین۔ (اپنے دینی بھائیوں کی کثرت کرو)، کے تحت بھی یہی خواہش ہے اور آیت کریمہ: سنشد عضدك باخيك ''ہم آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ذریعے تقویت دیں گے۔ بھی اسی معنی کی تائید کرتی ہے اور: فاستبقوا الخيرات وسابقوا الى مغفرة من ربكم، نیکی کے کاموں میں آگے بڑھو اور اپنے رب سے مغفرت حاصل کرنے میں سبقت لے جاؤ۔ کے حکم کے مطابق نیکی کے کاموں میں بلند ہمت اور سخت محنت دکھانی چاہیے اور گھاٹا پانے والوں کی پریشان کن باتوں سے حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے کیونکہ: كل يعمل على شاكلته ''سب اپنے انداز پر عمل کرتے ہیں۔ اس جیسے معاملات میں سخت مزاحمت نہیں کرنی چاہیے۔ جھوٹ زیادہ دیر تک نہیں چلتا۔ ان مخالفین کی بری حالت کا سبب ان کی یہی بے سروپا باتیں ہی ہوں گی۔ من لم يجعل الله له نورا فماله من نور، جسے اللہ نور نہ دے اس کے لیے نور نہیں جو کام اپنے آپ کو درپیش ہو اس کو پورے اہتمام سے سرانجام دینا چاہیے اور اغیار سے چشم پوشی بہتر ہے۔ قل الله ثم ذرهم في خوضهم يلعبون۔

المقصود علماء اہل سنت وجماعت انجائی بلکہ از سائر بلاد کہ زینۃ الملک والشہادۃ بود وترویج شریعت بمساعی جمیلۂ این

بزرگان دین موسط میباشند شکراللہ تعالیٰ سعیھم بمرافقت بعض برادران کہ از دولت شھود والتذاد واذواق وجدانی حاصل نکردہ اندوعلیہ ایشان در انکشاف انوار تجلیات مقامات قرب خداوندی ہنوز باز نشدہ است اذا استخلاف واسترشادنسوان عارفات سالکات،انکار در زیدہ وزبان بطعن کشودہ اند وصلھم اللہ الی حقیقۃ المعارف ونجاۃ اللہ سبحانہ وایاھم عن ھذاالابتلاء این تخمین طاعنین ازنصوص وازاسوۂ حسنہ سلف وخلف متبائن میباشد۔

المختصر نہ صرف یہاں کے علماء اہل سنت بلکہ پورے ملک کے علماء زینۃ الملک والشہادۃ ہیں اور شریعت کی ترویج وترقی انہی کی عمدہ کوششوں سے ہی ممکن ہوئی ہے۔اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔بعض احباب جو کہ دولت شہوداور وجدانی ذوق کی لذت سے بے بہرہ ہیں انوار وتجلیات اور قرب خداوندی کے مقامات ان پر ابھی منکشف نہیں ہوئے وہ عارفہ وسالکہ خواتین کے خلیفہ بنائے جانے اور ان کی دعوت وارشاد پر اعتراض وانکار کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں ان معارف کی حقیقت سے آشنا فرمائے اور ہمیں اور ان کو اس آزمائش سے نجات عطا فرمائے۔معترضین کے یہ اعتراضات نصوص اور سلف وخلف صالحین کے اسوہ کے خلاف ہیں۔

وفی الکتاب ومن تتبع احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعرف اخبارہ واحوالہ وعلم اقوالہ ، وافعالہ تبین لہ ان ھذہ الطریقۃ ہی التی اختارصلی اللہ علیہ وسلم بعد البعثۃ وبعث امتہ علی ھذہ الحالۃ وتبعہ اکابر الصحابۃ رضی اللہ عنھما دون ماابتدعہ ولوکان بعضھا مستحسنۃ۔

الکتاب میں ہے۔جو شخص رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی پیروی کرتا ہے اور ان کے اخبار واحوال کو جانتا ہے نیز ان کے اقوال وافعال سے واقف ہے اس پر یہ عیاں ہے کہ یہ وہ طریقہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے بعثت کے بعد اختیار فرمایا اور امت کو بھی اسی حالت پر ابھارااور صحابہ کرام ﷺ نے بدعتیوں کی بدعتوں کو چھوڑ کر آپ ﷺ کی اتباع کی اگرچہ ان میں سے بعض مستحسن بھی تھیں۔

فی الجملۃ وقال العارف المحقق فی رسالتہ ان الغایۃ القصویٰ من سرا لایجاد انھا ھوالتحقیق بکمال الایمان والاسلام والاحسان المعبر عنہ بحق الیقین وتسلسلت بھاالنقشبندیہ خصوصاًفطوبیٰ لمن تمسک بھذہ العروۃ الوثقیٰ۔

المختصر عارف محقق اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں:اس راز کے ظاہر کرنے میں بلندترین مقصد، ایمان، اسلام اور اس احسان کے کمال کو ثابت کرنا ہے جس کو حق الیقین سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس سے خاص طور پر سلسلہ نقشبندیہ جاری ہوا ہے لہٰذا اس شخص کو خوشخبری ہو جس نے یہ مضبوط رسی تھام رکھی ہے۔

وقال فیھا بعد عبارۃ اعلم ان لطریقۃ النقشبندیہ قدس اللہ اسرار ھالیھا طریقۃ الصحابۃ رضی اللہ عنھم علی اصلھا لم یزیدواولم ینقصوافھی طریق الانصباغ والانعکاس یستوی فی استفاضتھا الشیوخ والصبیان وفی افاضتھا الاحیاء والاموات۔

اس عبارت کے بعد فرماتے ہیں کہ جان لیجیے کہ طریقہ نقشبندیہ اصلاً صحابہ کا طریقہ ہے نہ تو انہوں نے اس میں اضافہ کیا ہے نہ کمی۔یہ اپنے آپ کو اس رنگ میں رنگنے اور پھر منعکس ہونے کا طریقہ ہے جس کے حصول فیض میں بوڑھے بچے سب برابر ہیں اس کی فیض رسانی کرنے میں زندہ ومردہ سب برابر ہیں۔

وقال فی موضع اخر فعلم ان کل من لم یتخذله شیخاً یرشده الی الخروج عن هذه الصفات فهو عاص لله تعالیٰ ولرسوله صلی الله علیه وسلمٰ لانه لایهتدی بطریق العلاج بغیر شیخ ولو حفظ الف کتاب فی العلم وایاک ان تقول طرق الصوفیة لم یات بها کتاب ولا سنة فانه کفر فانها کلها اخلاق محمدیة سداها و لحمتها منها انتهی۔

آپ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ ’’پس معلوم ہوا کہ جس شخص نے کسی شیخ کے دامن کو نہ تھاما جو کہ اس کو اس سے نکلنے میں رہنمائی کرے تو وہ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کا نافرمان ہے کیونکہ آدمی بغیر شیخ کے طریقہ علاج حاصل نہیں کرسکتا۔ اگرچہ وہ ایک ہزار کتاب حفظ کرے لہٰذا یہ کہنے میں احتیاط کریں کہ صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کا طریقہ کتاب وسنت کا طریقہ نہیں کیونکہ یہ کفر ہے بلکہ یہ سارا طریقہ اخلاق محمدیہ ﷺ ہے اس کا گوشت پوست ’’ظاہر وباطن‘‘ اخلاق محمدیہ ﷺ سے ہے۔

وامّا الکتاب فقوله تعالی

قرآن مجید میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا

ترجمہ: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اس کے لیے جو اللہ ﷻ اور آخرت کے دن کا امیدوار ہے اور اللہ ﷻ کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔ (سورۃ الاحزاب:۲۱)

وقوله

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا (سورۃ الاحزاب:۲۹)

ترجمہ: اگر تم اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

وقوله تعالیٰ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (سورۃ الاحزاب:۳۵)

ترجمہ: بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرماں بردار اور فرماں برداریں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی والے اور عاجزی والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ ﷻ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ ﷻ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

وقوله تعالی

نیز ارشاد گرامی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

ترجمہ: اور میں نے جن اور انسان اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیے ہیں۔ (سورۃ الذاریات:۵۶)

درعموم ایانہا نفی نساء ابداً متصور نیست بلکه در سائر اعمال هر دو فریق مساوی الطرفین هستند باعتبار که هن ناقصات العقل وناقصات الدین سلسله نبوت ورسالت از انها متبری است ولی در سلسله معرفت ومراتب قرب خداوندی بعض نسا در جنب رجال قدم راسخ دارند بلکه بعض نسارا بر بعض اولیاء سبقت بیشتر دیده شده است۔

ان آیات کے عموم میں عورتوں کی نفی کبھی متصور ہی نہیں ہوسکتی بلکہ تمام اعمال میں مرد وزن برابر ہیں لیکن ہاں اس اعتبار سے کہ عورت ناقص العقل اور ناقص الدین ہے اس لیے ان کو منصب نبوت ورسالت سے علیحدہ رکھا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب خداوندی میں بعض عورتیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ثابت قدم ہوئی ہیں۔ بلکہ بعض عورتیں بعض مردوں سے سبقت لے جاتی دیکھائی دیتی ہیں۔

مولانا عبدالرحمن بن احمد جامی در کتاب خود نفحات الانس در بایه زنان عارفات بابی نماده اند فی ذکر النساء العارفات والواصلات الی مراتب الرجال صاحب فتوحات رحمه الله تعالیٰ در بات هفتاد وسوم از فتوحات بعد از انکه ذکر بعض از طبقات رجال الله کرده است میگوید۔

حضور سیّدی معارف آگاہی مولانا عبدالرحمن بن احمد جامی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں ''ذکر النساء العارفات الواصلات الی مراتب الرجال'' کے نام سے علیحدہ باب کا ذکر کیا ہے اور صاحب فتوحات نے فتوحات کے ۷۳ ویں باب میں اللہ ﷻ والوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وکل ماتذکرہ من ہولاء الرجال باسم الرجال فقد یکون منہم النساء ولکن یغلب ذکر الرجال۔

جو تمام تذکرہ ہم نے مردوں کے متعلق مردوں کے نام سے کیا ہے اس میں عورتیں بھی شامل ہیں لیکن مردوں کا ذکر غالب تھا (اس لیے مردوں ہی کا تذکرہ کیا عورتوں کا نہیں) نیز ارشاد فرمایا:

قیل لبعضہم کم الابدال قال اربعون نسا قیل لہ لم لا نقول اربعون رجلاً فقال فقد یکون فیہم النساء۔ کسی اللہ والے سے پوچھا گیا کہ ابدال کتنے ہیں تو فرمایا کہ چالیس نفوس ہیں۔ ان سے عرض کی گئی کہ آپ نے چالیس مرد کیوں نہیں فرمایا (چالیس نفس کیوں کہا؟) فرمایا کبھی کبھی ان میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

شیخ ابو عبدالرحمن السلمی صاحب طبقات المشائخ در ذکر احوال نسوه عابدات ونساء عارفات علیحده کتابی جمع کرده است وشرح احوال بسیاری از ایشام دربیان آورده
قال بعضهم

شیخ ابوعبدالرحمن اسلمی صاحب ﷫ طبقات المشائخ نے عابدہ اور عارفہ عورتوں کے احوال کے متعلق ایک علیحدہ کتاب جمع فرمائی ہے اور اس میں کئی خواتین کا ذکر کیا ہے۔شاعر کا کہنا ہے۔

ولوكان النساء كمن ذكرنا		لفضلت النساء على الرجال

ترجمہ: اگر عورتیں ان مردوں کی طرح ہوجائیں جن کا ہم نے ذکر کیا تو وہ مردوں پر فضیلت لے جائیں۔

فلاالتانيث لاسم الشمس عيب		ولا التذكيرفخر للهلال

ترجمہ: نہ تو (لفظ) شمس کو مؤنث ہونا عیب کی بات ہے اور نہ ہی (لفظ) ہلال کا مذکر ہونا قابل فخر ہے۔(نفحات،ص ۶۱۵)

۱۔ رابعه عدویه: از اهل بصره بود سفیان ثوری از و مسائل می پرسید و وعظت و دعای وی رغبت می نمود رابعه گفته است که هر چیز راثمره ایست و ثمره معرفت روی بخدا آوردنست۔

۱۔رابعہ عدویہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) اہل بصرہ میں سے تھیں۔حضرت سفیان ثوری ﷫ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے اور ان کی نصیحت اور دعا کے طالب رہتے تھے۔حضرت رابعہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) فرماتی ہیں کہ ہر چیز کا ایک پھل ہوتا ہے اور معرفت کا پھل اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

۲۔ مریم البصریه از اهل بصره است در عصر رابعه بوده و باوی صحبت داشته و بعد از رابعه چند گاه زیسته و چون سخنان محبت شنیدی مست و بیخود گشتی۔روزی از محبت سخن میگفتند زهره وی بدرید هم در مجلس جان بداد۔(ص ۶۱۶ نفحات)

۲۔مریم البصریہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا): یہ بھی اہل بصرہ میں سے تھیں۔حضرت رابعہ بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی ہم عصر تھیں اور ان کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔حضرت رابعہ بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی وفات کے کچھ عرصہ بعد تک زندہ رہیں۔جب بھی محبت الٰہی کی باتیں سنتیں تو بے خود و مست ہوجایا کرتی تھیں۔ایک دن لوگ محبت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ عشق کی آگ بھڑک اٹھی اور اسی محفل میں جان آفرین کے سپرد کردی۔(نفحات ص ۶۱۶)

۳۔رابعه شامیه: زوجه احمد بن ابی الحواری بود گاهی بودی عشق و محبت غلبه و گاهی انس و گاهی خوف در حال غلبه می محبت میگفت۔

۳۔رابعہ شامیہ: آپ حضرت احمد بن حواری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی زوجہ تھیں کبھی آپ پر عشق کا غلبہ ہوتا کبھی انس کا اور کبھی خوف کا جب محبت کا غلبہ ہوتا تو کہا کرتی تھیں۔

حبيب ليس يعدله حبيب		وما لسواه في قلبي نصيب

ترجمہ: میرا دوست ایسا ہے جس کے مقابلے کا کوئی دوست نہیں اور میرے دل میں اس کے علاوہ کسی کا حصہ نہیں۔

حبيب غاب عن عيني وجسمي		ولكن عن فوادى لايغيب

ترجمہ: (میرا) محبوب میری آنکھ اور جسم سے دور ہے لیکن میرے دل سے دور نہیں۔

درحال انس میگفت:

انس کے حال میں کہا کرتیں:

ولقد جعلتك في الفواد محدثي		وبحت جسمي من اراد جلوسي

ترجمہ: تجھے میں نے اپنے دل میں گفتگو کا مرکز بنالیا ہے اور اپنے جسم سے باتیں اس کے لیے روا کردی ہیں جو میرے بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے۔

فالجسم مني للجليس موانس		حبيب قلبي في الفواد انيسي

ترجمہ: میرا جسم میرے ہم نشین کا غمگسار ہے اور میرے دل کا دوست میرے دل کا ساتھی ہے خوف کی حالت میں فرماتیں۔

درحال خوف میگفت

خوف کے حال میں کہا کرتیں:

وزادی قليل لاأراه مبلغي		اللزاد بكي ام بطول مسافتي

ترجمہ: میرا زادراہ کم ہے۔ مجھے اپنی منزل ملتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ کیا میں زادراہ کے لیے روتی ہوں یا طویل سفر کی وجہ سے۔

اتحرقني بالنار يا غاية المنى		فاين رجائي منك اين مخافتي

ترجمہ: اے میری امیدوں کی انتہا کیا تو مجھے آگ میں جلا ڈالے گی، میں نے کہاں تم سے امید لگائی ہے اور کہاں تم سے ڈرتی ہوں۔

۴۔فاطمہ نیشابوریہ از قدماء نساء خراسان بودہ است و انکبار عارفات رحمہ اللہ تعالیٰ یکی از مشائخ ذوالنون را پرسید کہ: کہ را بزرگ تر دیدی از این طائفہ؟ گفت زنی بود درمکہ کہ ویرا فاطمہ نیشابوریہ می گفتند در فہم معانی قرآن سخنان می گفت کہ مرا عجب می آمد۔۔۔۔وی گفتہ: من عمل للہ علی المشاھدۃ فھو عارف و من عمل علی مشاھدہ اللہ أیاہ فھو المخلص۔

۴۔ فاطمہ نیشاپور (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) : یہ خراساں کی بزرگ خواتین میں سے تھیں اور بڑی بڑی عارفات میں سے ایک تھیں۔ کسی بزرگ نے حضرت ذوالنورین ﷺ سے پوچھا اس عارفوں کے گروہ میں سے آپ کو بزرگ ترین ہستی کونسی نظر آئی۔ آپ نے فرمایا کہ مکہ میں ایک خاتون دیکھی تھیں۔ لوگ اسے فاطمہ نیشاپوریہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ قرآن کے ایسے معانی بیان کرتیں کہ میں حیران ہوجاتا تھا وہ فرماتی تھیں۔

من عمل للہ علی المشاھدۃ فھو عارف و من عمل علی مشاھدہ اللہ ایاہ فھو المخلص

جس شخص نے اللہ ﷻ کے لیے اس کو دیکھ کر عمل کیا وہ عارف ہے اور جس نے یہ سمجھ کر عمل کیا کہ اللہ ﷻ اس کو دیکھ رہا ہے وہ مخلص ہے۔

۵۔فاطمۃ البررعیۃ در اردبیل می بوبدہ: قیل: کانت من العارفات المتکلمات بالشطح بعض از مشائخ وی را از قول رسول صلی اللہ علیہ

وسلم که از حضرت حق سبحانه حکایت کرده است که :انا جلیس من ذکرنی، سوال کرد۔ساعتی باآن سایل سخنان گفت ،پس بگفت ۔ان الذکر ان تشهد ذکر المذکور لک مع دوام ذکرک له فیفنی ذکره فی ذکره ویبقی ذکره لک حین لا مکان ولا زمان، ص ۶۲۳۔ نفحات۔

۵۔فاطمہ البروعیۃ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا): اروبیل کے علاقہ سے تعلق رکھتی تھیں اور مقام شطح کی عارفہ خواتین اور متکلمات میں تھیں کسی اللہ والے نے آپ سے سوال کیا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اناجلیس من ذکرنی (جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں) آپ اس کے متعلق کیا فرماتی ہیں آپ نے فرمایا کہ ذکر یہ کہ تو ہمیشہ مذکور کے ذکر میں کمر بستہ رہے اور تیرا ذکر اس کے ذکر میں فنا ہوجائے اور پھر اسی کا ذکر تیرے لیے وہاں باقی رہ جائے جہاں نہ مکاں ہے نہ زماں۔(نفحات ص ۶۲۲)

پس هیچ شکی نیست له در طی مقامات قرب خداوندی وحصول خلعت ارشاد نسوان بار جال طریق متساوی اند حضرت مجدد حضرت صاحب قدس الله سره در آخر مکتوب چنین تحریر فرموده است مخدوماً اکابر طریقه نقشبندیه قدس الله تعالیٰ اقرارهم همین راه،نامسلوک را اختیار کرده اند وآن راه نامعهود در طریقه این بزرگواران را معهود گشته است وعالم عالم را ازین راه بتوجه وتصرف بمطلب میرسانند این طریق را وصول لازم است اگر مراعات پیر مقتدا نموده اید چه درین طریق پیر وجوان در فصول برابر ند ونساء صبیان متساوی بلکه موتی نیز ازین دولت امیدوارند حضرت خواجه نقشبند قدس سره فرموده اند که از حق سبحانه وتعالیٰ طریقی خواسته ام که البته موصل باشد وحضرت خواجه علاؤ الدین عطار که خلیفه نخستین ایشان است درین معنی این بیت میخواند۔

گرنه شکستی دل دربان راز	قفل جهان هم راه بکشادی

ثبتنا الله سبحانه علی طریقة هولاء الاکابر از نعمت معرفت نساء را فرو نگذاشت بلکه علاوه برنسوان طائفه پیر وجوان وبلکه صبیان واموات را نیز سهیم وشریک نشان دادند۔برای تشفی منصف همین قدر بس است واگر تصریع مزید میطلبند لابدی است که از دیگر کتب معتمده قوم در اثبات ارشاد نسوان عارفات حجتی را بمیان آریم۔

لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ قرب خداوندی کے مقامات طے کرنے میں اور خلعت وارشاد کے حصول میں عورتیں مردوں کے مساوی ہیں۔حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ مکتوب نمبر ۳۰۰، ج۱، کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ کے اکابرین نے اسی راہ نامسلوک کو اختیار کیا ہے اور یہ غیر معروف راہ ان بزرگان کے طریقہ میں معروف راہ بن چکی ہے۔

یہ بزرگ اپنی توجہ اور تصرف سے ایک دنیا کو منزل مقصود تک پہنچادیتے ہیں۔یہ راہ ایسی ہے جس میں منزل مقصود تک پہنچنا لازمی ہے۔مگر پیر کی توجہ رہنمائی کرے تو پھر کیا بوڑھے کیا جوان کیا عورتیں کیا بچے سب مقصود کے حصول میں برابر ہیں بلکہ مردے بھی اس دولت سے حصہ پاتے ہیں۔حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ایسا طریقے عطا کیے جانے کی درخواست کی جو یقینی طور اس (اللہ تعالیٰ) تک پہنچانے والا ہو۔حضرت خواجہ علاؤالدین عطار علیہ الرحمہ جو کہ آپ کے پہلے خلفاء میں سے ہیں، نے اسی معنی میں یہ شعر پڑھا ہے:

گرنہ شکستی دل دربان راز		قفل جهان هم راه بکشاوی

ترجمہ: اگر تو ان نے دربان کی دل شکنی نہیں کی تو تو دنیا کے تمام تالے کھول سکتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ان اکابرین کے طریقہ پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔

معرفت کی نعمت سے عورتوں کو دور نہ رکھیں بلکہ عورتوں کے علاوہ بزرگ، نوجوان بلکہ بچوں اور مردوں کے متعلق بھی یہی سمجھیں کہ وہ اس میں برابر کے شریک وحصہ دار ہیں ان لوگوں (مخالفین) کی تشفی کے لیے اتنا ہی کافی ہے لیکن اگر وہ مزید تصریح چاہیں تو ہم بزرگان دین کی ان کتب سے دلائل پیش کر سکتے ہیں جو کہ عارفہ عورتوں کے ارشاد کے اثبات میں تحریر کی گئی ہیں۔

در کتاب عمدة المقامات مسطور است ص ۴۹۵

تذکره سابع از منتخب سابع در ذکر عارفه بالله ومقبوله جناب رسول الله صلی الله علیه وسلم حضرت بی بی صاحبه رضی الله تعالیٰ عنها خدمت ایشان والده راقم وخواهر ذاده حضرت قیوم جهان اند اول بخدمت حضرت قدوة الاولیاء شاه غلام محمدمشرف بودند وار نسبتهائی خاصه ایشان بهره یافته چنانچه رمزی ازان در تذکرۂ احوال حضرت قدوة الاولیاء گذشته چون حضرت قیوم جهان بمنصب قیومیت سرفراز گردیدندبی بی صاحبه به خدمت ایشان رجوع فرمودند چناچه در احوال حضرت قیوم جهان اشاره بدان رفته وسلوک آن راه ازسر نو بخدمت ایشان از ابتداء تا انتهاء بانجام رسانیدندو باعلی درجات کمال واکمال فائض ومشرف شدند اول نسب ایشان به بیان آورده شو بعده کیفیت احوال ایشان بطریق اجمال مذکور گردد والد ماجد حضرت بی بی صاحبه حضرت شاه عطاء الله نام دارند ودر نسب از طرف آبائی کرام از سادات بخاری دهلوی انداز اولاد حضرت حاجی عبدالوهاب بخاری قدس سره که در ایام حضرت مجدد الف ثانی، درحضرت دهلی صاحب ارشاد بودند وطریق اجداد خود را ترویج میفرمودنداز جناب حضرت مجدد الف ثانی رضی الله عنه مکاتیب بطرف ایشان درود یافته دران مکاتیب فقرات مدحیه ایشان بسیار نوشته اند انشاء الله تعالیٰ مکتوبی ازان مذکور خواهد سه حضرت حاجی عبدالوهاب بخاری رحمة الله علیه بحضرت مخدوم جهانیان میرسد وطریقه نیز از ایشان داشتند مکتوبی که بالا وعده ذکر شده نوشته می شود۔

عمدۃ المقامات کے صفحہ ۴۹۵ پر مرقوم ہے۔

منتخب سابع سے تذکرہ سابع: یہ تذکرہ عارفہ باللہ مقبولہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کے متعلق ہے (جس میں مرقوم ہے) کہ راقم کی والدہ اور حضرت قیوم زماں کی بھتیجی ان کی خدمت میں رہیں اس سے پہلے وہ حضرت قدوۃ الاولیاء شاہ غلام محمد شرف علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہیں۔ لہٰذا ان خاص نسبتوں سے انہوں نے وافر حصہ حاصل کیا۔ چنانچہ حضرت قدوۃ الاولیاء علیہ الرحمۃ کے احوال کے تذکرہ میں ان کا بھی ذکر گزر چکا ہے۔ جب حضرت قیوم زماں قیومیت کے مقام پر فائز ہوئے تو بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) ان کی خدمت میں رہیں چنانچہ حضرت قیوم زماں علیہ الرحمۃ کے احوال میں ان کی طرف اشارہ گزرا ہے۔ بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) نے ان کی خدمت میں رہ کر ان سے ازسر نو ابتداء تا انتہا سلوک طے کیا اور کمال واکمال (خود کمال پر فائز ہونا اور

دوسرے کو بھی درجہ کمال تک پہنچا دینا) کے مقام سے مشرف ہوئیں۔ پہلے ان کے نسب کو بیان کیا جاتا ہے پھر اصحابی طور ان کے احوال کی کیفیت مذکور ہوگی۔

حضرت بی بی صاحبہ کے والد ماجد کا نام حضرت شاہ عطاء اللہ علیہ الرحمہ تھا۔ اپنے آبائی نسب کے لحاظ سے ان کا تعلق دہلی کے بخاری سادات سے تھا جو کہ حضرت حاجی عبدالوہاب بخاری قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے اور یہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے زمانے میں دہلی میں صاحب ارشاد تھے اور اپنے اجداد کے طریقہ کی ترویج فرماتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی طرف سے حضرت کے نام کئی مکتوبات ملتے ہیں ان مکتوبات میں حضرت کی تعریف میں کئی عبارات لکھی ہیں۔ حضرت حاجی عبدالوہاب بخاری علیہ الرحمہ نے جو مکتوب حضرت مخدوم جہانیاں علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجے ان شاء اللہ ان میں سے ایک کا تذکرہ بھی ہوگا۔ انہوں نے ان سے طریقہ بھی حاصل کر لیا تھا۔

جس مکتوب کا اوپر وعدہ کیا وہ ذیل میں مذکور ہے۔

مکتوب پنجاہ و پنجم از جلد اول شیخ عبدالوهاب بخاری صدور یافت چند گاه است که دل را محبتی نسبت بملازمت شما پیدا شده است غیر ان ارتباطی که سابقا متحقق بود بناء علیه بدعای ظهر الغیب بی اختیار مشغول است و چون سرورِ کائنات و مفخر موجودات علیه، وعلیٰ آله الصلوات والتسلیمات والتحیات فرموده اند که من احب اخاه فلیعلم ایاه اظهار حب خود نمودن اولیٰ وانسب دانست وبه این محبت که نسبت به اقربائ آنحضرت علیه الصلوٰة والسلام التحیۃ پیدا شده رشته امیدواری تمام بدستِ آورده حق سبحانه وتعالیٰ بر محبت ایشان، استقامت ارزانی فرماید بحرمة سید البشر علیه وعلیٰ آله صلوات والسلام (مکتوبه الشریف ۲۹۶)

جلد اول مکتوب نمبر ۵۵، بسیادت پناہ شیخ عبدالوہاب بخاری، کچھ عرصہ ہوا کہ آپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے آپ سے محبت پیدا ہوگئی جو تعلق آپ سے پہلے تھا تو اس کو چھوڑ کر اسی وجہ سے آپ کی موجودگی اور غیر موجودگی میں آپ کے لیے دعا گو رہتا ہوں۔ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات کا ارشاد گرامی ہے۔

من احب اخاہ فلیعلم ایاہ

ترجمہ: جو اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے تو اس کو (اس محبت سے) آگاہ کر دے۔

محبت کا خود بخود اظہار بہتر و اعلیٰ ہوتا ہے اور وہ محبت جو حضور ﷺ کے اقرباء سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے امید کا رشتہ ہاتھ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے طفیل ان کی محبت میں استقامت عطا فرمائے۔

اظهار نسبتی باطنی بی بی صاحبه (رحمة الله علیها): چون خدمت ایشان بسیر محبوبی و مرادی مراتبِ اظهار کمال واکمال را حاصل کردند و معاملات سنین را بساعات طی فرمودند و بمقامات عالی و مراتب متعالی مشرف شدند و چون مشرب ایشان محمدی واقعه شده بود بجمیع مدارج ولایات فائض گردیدند دقیقهٔ از دقائق اسرار و کمال نماند که بدان ممتاز نشدند و به الهامات خاصه و عنایات مختصه مفتخر و مسرور آمدند مرشد ایشان حضرت قیوم جهان خدمت ایشان را تکلیف تام بامر ارشاد داشتند و ایشان خود را زین امر خطیر یکسو نمودند و موانع ان بیان میفرمودند هر چند مبالغه دران امر مشاهده میمودند کناره ازان می جستند درین لیت ولعل مدتی در

گفتگوی کشید تاآنکه در معامله بشرف زیارت جناب اطہر صلوات اللہ علیه وعلی الہٖ الانور مشرف شدند و ازان سرور کائنات و مفخر موجودات بخلعت خاصه خلافت ارشاد ممتاز و مجاز گردیدند و تاکیدا کید درین امر شریف دیدند لاچار اظہار بخدمت مرشد و الاتبار خود نمودند و آن قیوم وقت چون از مدتی خواهش این امر داشتند ازین امر مسرور گردیده نامۂ اجازت و ارشاد برای ایشان نوشته و جبه و دستار خود را به تبرکات به ایشان عنایت فرمودند و جماعت طلاب که بخدمت عالی بود بآنها امر کردند که بخدمت حضرت بی بی صاحبه رحمها اللہ تعالیٰ رفته از بیرون حجره شریف توجه گرفته باشند حتی که خلفای کامل خود را نیز اذن بتوجه از ایشان نمودند و فرزندان و اطفال و اهل خود را تمام چه بنات و چه ازواج بخدمت ایشان مرید کردند ایشان به امر مرشد و اشاره ارواح طیبه طوعاً و کرھاً مشغول شدند بسرعت تاثیر در مسترشدان ایشان بنوعی شد که مافوق آن متصور بنا شد و مردم از دور و نزدیک خصوصاً از عالم نساء به ایشان رجوع آوردند و هنگامه ارشاد فیض رشاد ایشان در اطراف و اکناف منتشر شد بسا نسوان از خانمان خود دست بر داشته بذیل دامان ایشان افتادند و از انوار و اسرار سرمست و سرشار شدند و بسیاری از مسترشدات ایشان مجذوبه گردیدند حتی که در خانه ایشان مجذوبات زنجیر بپا همیشه فتاده بودند در عالم نسوان مثل این اجتماع للہ و فی اللہ که در خدمت ان مقبوله رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم شده بود چه در متقدمین و متاخرین از صالحات شنیده نشده بلکه در عالم رجال خال خال در ان حال باین قوت کمال و اکمال بوده باشد

بیت

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید		دیگران هم بکنند آنچه مسیحا میکرد

ا۔ بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی باطنی نسبت کا اظہار۔

جب بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) نے ان کی خدمت میں رہ کر مراتب کمال واکمال حاصل کر لیے اور معاملات سنین بہت جلد طے کر لیے اور بلند مقامات اور اعلیٰ مراتب سے مشرف ہوگئیں اور جب ان کا مشرب مشرب محمدی ﷺ ہو گیا اور ولایت کے جملہ مدارج کا فیض حاصل کر لیا تو اسرار و کمال کی کوئی باریکی نہ تھی جس سے وہ ممتاز نہ ہوئی ہوں اور جب خاص الہامات اور خاص عنایات سے بھی فیض یاب ہوگئیں تو آپ کے مرشد حضرت قیوم جہاں علیہ السلام نے ان کو ارشاد و تبلیغ کا حکم دیا لیکن انہوں نے خود اپنے آپ کو اس مشکل معاملے سے دور رکھا اور اس امر مشاہدہ سے ہر چند کنارہ کیے رکھا اور ایک مدت تک اس معاملے میں گفتگو کرنے سے پس وپیش سے کام لیتی رہیں یہاں تک کہ اسی معاملہ میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور حضور ﷺ نے ان کو خلافت وارشاد کی خاص خلعت عطا فرمائی اور ان کو اجازت عطا فرمائی اور اس معاملہ میں سخت تاکید فرمائی۔ پھر مجبوراً آپ نے اپنے مرشد گرامی سے اس (خواب) کا اظہار کیا۔ قیوم زماں تو مدت سے اس امر کی خواہش رکھتے تھے لہٰذا آپ بہت خوش ہوئے اور ان کو ارشاد و تبلیغ کا اجازت نامہ لکھ دیا۔ نیز اپنا جبہ و دستار تبرک کے طور پر ان کو عنایت فرمائیں اور جو طلبا آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ ان کو حکم ارشاد فرمایا کہ حضرت بی بی صاحبہ (رحمہا اللہ تعالیٰ) کے پاس جایا کریں اور ان کے حجرہ کے باہر بیٹھ کر ان سے توجہ لینے کی اجازت عطا فرمائی۔ نیز اپنے بیٹوں، بچوں اور اہل خانہ کو بھی یہی حکم دیا، کیا بیٹیاں کیا بیویاں تمام کو ان کا مرید کروا دیا۔ آپ (بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) طوعاً و کرہاً مرشد گرامی کے حکم اور ارواح طیبہ کے اشارہ سے اس کام میں مشغول ہوگئیں۔ جلد ہی ان میں ایسی تاثیر نظر آنے لگی جو تصور میں بھی نہ تھی اور قریب و بعید سے لوگ خصوصاً عورتیں ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگیں۔ اطراف و اکناف میں ان کے فیض و ارشاد کے ڈنکے بجنے لگے۔ ان

کے اپنے خاندان کی بہت سی عورتیں ان کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوئیں اور راز واسرار سے سرمست وسرشار ہوئیں۔ بہت سی ارادت مند خواتین مجذوب ہوگئیں یہاں تک ان مجذوب عورتوں کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر گھروں میں رکھا جاتا۔ عورتوں کی جو حالت ان مقبولہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھی وہ کسی اور متقدمین اور متاخرین بزرگوں کے اجتماع للہ وفی اللہ میں سننے کو نہیں ملیں بلکہ مردوں میں بھی اس طرح کمال واکمال کی قوت کا عالم خال خال ہی نظر آتا ہے۔

بیت

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید		دیگران هم بکنند آنچه مسیحامیکرد

ترجمہ: حضرت روح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد فرمائے تو دوسری ہستیاں بھی اسی طرح کر سکتی ہیں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کرتے تھے۔

ارشاد خط:

ارشادنامه که خدمت حضرت قیوم جهان رضی الله تعالیٰ عنه نوشته اند اینجا ثبت میشود۔

هذا هو الحمد لله الذی خلق الآدم علی صورته و کرمه بخلافته واجریٰ تلک النسبة بین انبیائه واولیاء صلوات الله علی نبینا محمد وآله الطاهرین وصاحبه المهتدین وکذالک علی الانبیاء اجمعین واولیاء المرضیین وعبادالله الصالحین امابعد!

نموده می آید که خدمت مخدومه، محترمه معظمه مکرمه مظهر انوار القیوم نورللعین وثمرة الفواد امة المعصومیة سلمها الله تعالیٰ چون سلوک وتسلیک طریقه علیه حضرات نقشبندیه مجددیه رضی الله تعالیٰ عنهم نزد فقیر حاجی صفی الله السرهندی باتمام واختتام رسانید وباعلیٰ درجات کمال واکمال مشرف شدو قطع مراتب ولایت صغریٰ وکبریٰ وعلیا وسیر الی الله وفی الله عروج درمدارج کمالات نبوت ورسالت واولوالعزم بمقامات انبیاء ورسل ودخول در صفوف آن اکابر ووقوف از علوم معیت احاطه وسریان توحید وجودی وشهودی بتفصیل حاصل نمود واز حضور خاصه نقشبندیه بطرز خاص حضرت مجدد الف ثانی رضی الله تعالیٰ عنه وفناء اتم وبقاء اکمل وزوال، عین واثر وفناء فنا تحقق یافت وارتقای از جمیع مقامات ظلال واصول ووصول باصل الاصل که از شائبه ظلیت مبرأ ویکسواست، حاصل وقت او شدو سوای آنچه مذکور گردید بمعاملاتی مشرف شد که این کمالات نسبت بآن حکم قطره دارد نسبت بدریای محیط چه این کمالات از علوم واجب الاظهار است وان از اسرار لازم الاستتار یضیق صدری ولاینطلق لسانی۔ ایمای بدان مینماید وقطع هذالبلعوم اشاره بآن میکند ودر مقام نزول چون عروج کامل آمد بخاطر فقیر افتاد که معزا الیها را اجازت تعلیم وتلقین، نماید تا خلائق از فیوض وبرکاتش بهرور گردند اما مخدومه معظمه ومکرمه در قبول این امر اهمال درزیده وتعویق درین امر افتادتاعنایات بی نهایات ازلی شامل حال او گردید کار اورا از حضیض باوج رسانید وبمنصب خلت ومحبوبیت وبهره اصالت وفردیت ومایناسب ذالک من الخصوصیات والا از جناب اقدس خداوندی علی التواتر والتوالی سرافراز وممتاز شدو در معامله بشرف زیارت حضرت خیرالبریه خاتمیت علیه وعلی آله الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات مشرف گردید وازان جناب بخلعت خلافت

وارشادماذن کامیاب شدودر قبول این امر تاکیدا کید یافت الحمد للہ علی ذالک حمداً کثیراًھر چند الحال خدمت مخدومہ مشار الیھا رااحتیاج باذن نیست اماچون ازاکابر موسوم گردیدہ کہ بی اذن پیر درین امر خطیر اقدام نمی نمایند لھذا قلمی میگردد کہ ھر کہ از قسم نساء ورجال کہ طالب راہ ایز ومتعال باشد بخدمت شریفش برسد واخذ طریقۃ نماید گویا باین فقیر رسیدہ باشد وبقدر استعداد از انعکاس باطن شریفش بھرہ ورگرددوشرط الاجازۃ الاستقامۃ بالشریعۃ المرضیہ والسنۃ المصطفویۃ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ والرسوخ بمحبۃ الشیوخ السلسلۃ العلیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین ثم الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام وعلی آلہ العظام وصحبہ الاکرام الی یوم القیام۔

ارشادخط:

حضرت قیوم جہاں ﷫ کا ارشادنامہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

تمام تعریفیں اس اللہ ﷻ کے لیے ہیں جس نے حضرت آدم ؈ کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا اور اپنی خلافت سے ان کو نوازا اور اس نسبت کو انبیاء اور اولیاء کے درمیان جاری فرمایا اور اللہ ﷻ کی رحمتیں ہوں۔ ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور ان کی آل پاک پر اور ان کے ہدایت یافتہ اصحاب پر اور اسی طرح رحمتوں کا نزول ہو تمام انبیاء ؊ واولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) اور اللہ ﷻ کے نیک بندوں پر امابعد! دیکھنے میں آیا ہے کہ جب مخدومہ، محترمہ، معظمہ ،مکرمہ، مظہر انوار القیوم، نور العین ثمرۃ الفواد امۃ المعصومہ سلمھا اللہ تعالی۔نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک فقیر حاجی صفی اللہ سرہندی ﷫ سے مکمل کیا اور کمال واکمال کے اعلیٰ درجات سے مشرف ہوگئیں اور ولایت صغریٰ اور کبریٰ وعلیا حاصل کرلیں اور سیر الی اللہ سیر فی اللہ کے مدارج میں عروج حاصل کرلیا اور کمالات نبوت ورسالت میں عروج حاصل کیا اور انبیاء ورسل کے مقامات میں صعود سے مشرف ہوچکیں اور ان اکابرین کی صفوں میں داخل ہوگئیں اور معیت احاطہ کے علوم اور توحید وجودی وشہودی کی سیر کا تفصیل سے مشاہدہ کرلیا اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت مجدد الف ثانی ﷫ کے طریقہ کے مطابق حضور کا مقام پالیا اور مکمل فنا اور اکمل بقا اور عین واثر کے زوال اور فنا درفنا کے مقام کو حاصل کرلیا۔ظلال اصول اور وصول باصل الاصل کے تمام مقامات میں اس قدر ترقی حاصل کرلی کہ اس میں ظلیت کے شائبہ سے یکسوئی حاصل ہوگئی۔نیز مذکورہ بالا مقامات کے علاوہ ایسے بہت سے دیگر مقامات سے مشرف ہوئیں کہ ان کی مثال ان کے مقابلہ میں قطرہ ودریا کی سی ہے۔

علوم کے ان کمالات کا اظہار واجب ہوتا ہے اور ان کے اسرار ورموز کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ یضیق صدری ولا ینطلق لسانی، (میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زباں نہیں چلتی) میں اُس کی طرف اشارہ ہے اور قطع منی ھذا البلعوم میں اس کی طرف اشارہ ہے اور جب انہوں (بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) نے نزول کے مقام میں عروج کامل حاصل کرلیا تو فقیر (حاجی صفی اللہ ﷫) کے دل میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ بی بی صاحبہ کو تعلیم وتلقین کی اجازت دی جائے تاکہ مخلوق خدا ان کے فیوض وبرکات سے بہرہ مند ہو لیکن ایک مخدومہ ومکرمہ (بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) تھیں کہ اس کو قبول کرنے سے اغماض برتتی رہیں اور اس امر کو ملتوی کرتی رہیں۔یہ اسی وجہ سے ہوگا کہ انتہائی ازلی عنایات ان کے شامل حال ہوجائیں۔سو ہوا بھی یوں ہی کہ ان کا معاملہ پستی سے اوج ثریا

تک جا پہنچا اور وہ خلت و محبوبیت کے مقام سے مشرف ہوئیں اور اللہ جل جلالہ کی جناب سے اصالت و فردیت اور دیگر مقامات سے مشرف ہوئیں۔ (جو اس کے لائق تھے) پھر وہ حضرت خیر البریہ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور آپ ﷺ نے خلافت وارشاد کی خلعت عطا فرمائی اور اس کو قبول کرنے کی سخت تاکید فرمائی۔ الحمد للہ علی ذالک حمداً کثیراً۔ اگرچہ اب مخدومہ مذکورہ کو اجازت کی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن چونکہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ پیر کی اجازت کے بغیر اس مشکل راہ پر قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ لہٰذا یہ بات واضح کی جاتی ہے کہ راہ خدا ﷻ کے طالبین تمام مرد و عورت کو چاہیے کہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے وہ طریقہ حاصل کریں جو فقیر سے ان کو پہنچتا ہے اور اپنی باطنی استعداد کے مطابق ان سے بہرہ مند ہوں اور اس اجازت کی شرط یہ ہے کہ شریعت مرضیہ پر استقامت اور سنت مصطفوی علی صاحبہا الصلوات والسلام والتحیۃ پر ثابت قدم رہیں اور سلسلہ عالیہ کے شیوخ رحمہم اللہ سے محبت میں راسخ ہوں۔ الصلوٰت والسلام علی خیر الانام وعلی الہ العظام وصحبہ الکرام الی یوم القیمۃ

بعد از این مدتے ارشاد ورزیدند و جہانے از قسم نسوان از خدمت ایشان مستفیض شدند جماعہ کہ بنقص عقل و دین متصف اند بکمال عرفان و یقین موصوف شدند

اس کے بعد ایک مدت تک ارشاد و تبلیغ کا کام ہوتا رہا اور خواتین کا ایک جم غفیر ان کی خدمت سے مستفیض ہوتا رہا۔ وہ جماعت جو ناقص العقل اور ناقص الدین تھی وہ معرفت و یقین کے کمال سے متصف ہوگئی ہے۔

بیت

حنظل صحرا چو سیب بوستان		میزند پهلو بقندای دوستان

ترجمہ: اے دوستو! ریگستان کا تمہ باغ کے سیب کی طرح اب میٹھے سے شانہ ملاتا ہے (مقابلہ کرتا ہے)

خدمت ایشان از کثرت مشاہدہ عنایت بی غایات جناب ایزدی دربارہ خود گاہی این فرد میخواند خود

اللہ تعالیٰ کی ان پر بے پایاں عنایات دیکھ کر میں ان کی خدمت میں اکثر یہ شعر پڑھتا ہوں۔

فرد

اگر بادشاه بردر پیره زن		بباید تو ای خوجه سلهت فگن

ترجمہ: اس بزرگ عورت کے دروازے پر اگر بادشاہ بھی آئے تو اسے بھی مونچھیں نیچی کرنا پڑیں گی۔

اینک صورت عرفان وارشاد بی بی صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ اجمالاً تسوید یافت اگر بہ تفصیل برداختہ شود

بہ تطویل فی انجام و ذالک یکفی للمؤمن المنصف لا المنکرین المتعصبین الذین ینکرون ویتعصبون ویسیؤن الادب فی شان اهل اللہ تعالیٰ ویفرطون فی شانهم ویشنعون علی ارشاد من کانت بی اهلا کهذا الامر المطلوب وطعوا علی السالکات التی وصلت الیٰ ذروۃ مقامات السلوک۔

یہ بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی معرفت وارشاد کے مختصر احوال تھے۔ اگر تفصیل میں جاؤں تو بات لمبی ہو جائیگی۔ بہر حال ایک منصف مزاج مؤمن کے

لیے یہی کافی ہے۔ان متعصبین ومنکرین کی بات نہیں کرتا جواہل اللہ ﷺ کا انکار کرتے ہیں،ان سے تعصب رکھتے ہیں اوران کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں ان کی شان میں تفریط سے کام لیتے ہیں۔اوران خواتین کی عیب جوئی کرتے ہیں جواس مطلوبہ امر کی اہل ہوتی ہیں۔ان سالکات پر طعن زنی کرتے ہیں جو مقامات سلوک کی بلندی تک جاپہنچتی ہیں۔

حاشا و کلا نجانا الله تعالیٰ من دنس کلامهم الذی یقولون بافواههم قولا لا یقبله الشرع

حاشاوکلااللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں کی فریب زدہ باتوں سے محفوظ فرمائے جواپنے منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں۔شریعت جن کوقبول ہی نہیں کرتی۔

مزید تربرین البته قارئین گرامیین وحضرات قائدین ومدرسین ان نواحی ملاحظه کردۂ دیده باشند که در ضلع گجرات مدرسه معتبرۂ موجود است که تدریس میشود دوان مدرسه علوم دینی وفنون مذهبی وبالغ میشود طلاب ان مدرسه به هفتصد نفر بلا انکار نکیر واختصامی دارد به نسوان آبخائی خاصة که موجد نبو باین نظم ونسق اینگونه تعلیم وتربیت در قرون ثلاثه که بلسان شفیع انس وجان صلی الله علیه وسلم قرون ثلاثه بوصف خیریت ، وخیر القرون متصف شده است ، واحداث گردیده است این امر در قرنی وصورت گرفته،است در عصری که در احادیث آن راز مانه فتن گفته است که موجود میشود درآن حرج و مرج پس درحالیکه بنا رو بقا اینگونه مدارس وامثال این باشاره من راه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن،مستحسن در شرع باشد ومدار افاده واستفاده کافه زنان آن ناحیه گردیه باشد که ودین آموذش آراستن ظاهر است بآداب شریعت ومسوط ومسلم قرار کرفته است اصلاح امور معاملاتی برآن پس چه تصور میرود در علوم باطنی که در عرف جامعۂ خلف وسلف آنرا تصوف می نامند وثابت است بقرآن واحادیث نبوی علی صاحبها الصلوة والسلام۔

قارئین گرامی قدر،حضرات قائدین ومدرسین اس ہمارے علاقہ میں مزید ملاحظہ فرمائیں کہ ضلع گجرات میں ایک خوبصورت مدرسہ ہے جس میں علوم دینیہ اورفنون مذہبیہ کی تعلیم دی جاتی ہےاور بلاشبہ اس کی طالبات کی تعداد سات سو(۷۰۰) تک جاپہنچی ہے۔حیران کن بات یہ کہ اس کا نظم ونسق تمام کا تمام عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔اس طرح کی تعلیم وتربیت قرون ثلاثہ میں ہوا کرتی تھی۔اس زمانے کوسرکار شفیع انس وجان ﷺ کی زبان مبارک نے عمدہ زمانے سے متصف فرمایا تھا اور ہمارے اس زمانہ میں فتنے سراٹھا چکے ہیں اوراب وہ وقت آچکا جسے فتنوں کا زمانہ قرار دیا گیا ہےاس حالت میں ان مدارس کی تعمیر وبقاء ایک مستحسن عمل ہے۔ اس کی مثال اس اشارہ سے سمجھی جاسکتی ہے کہ من راہ المسلمون حسنا فهو عندالله حسن،جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ ﷻ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔اس علاقے کی عورتوں کے افادہ واستفادہ کا دارومداراسی پر ہے کیونکہ وہاں آداب شریعت کے مطابق ظاہر کوسنوارنے کی تربیت دی جاتی ہےاوراس پران کے معاملاتی امورکی اصلاح کا انحصار بھی ہےاور پھرعلوم باطنیہ کی کیاشان ہوگی جسے اخلاف اسلاف تصوف کا نام دیتے ہیں اور یہ علوم قرآن وحدیث نبوی ﷺ سے ثابت ہیں۔

اگر تذکار گرددممکن میسازد تالیف ضخیمی را ، احراز کردم از اشارت نیزو در کتب انرا حالت شریفه نامیده است بلکه آنرا نور وهداية وعناية واثر توفيق من الله تعالیٰ ستائش کرده است وعمل کرده است بعین شریعت وغایت شان از صفت موصوف میخواهند

ونہایت شان از اسم مسمی میطلبند کہ نمی گنجد ہیچ تباین درمیان شریعت وطریقت زندیق میشود کہ طریقت راجدا شمارد از شریعت، زیرا اراستن ظاہر است بآداب شریعت وپیراستن باطن است بآداب طریقت ووسل کردن خلق است ، بخالق ومتخلق ساختن خلق است بہ خلق اللہ تعالیٰ بضناء وبقاء مشرف سختن است اہل اللہ را منوط ومنحصر است این ہمہ توجہات تو یہ شیخ مقتداء پس ہیچ احدی کہ صاحب بصیرت باشد نمی پزیرد کہ جانب ظاہر کہ صورت شریعت وصل مورد عمل انگارد د جانب باطن کہ حقیقت شریعت عکس العمل مگر آنکہ مطمس البصیرت باشد۔

اگراس کا تذکرہ شروع ہوا تو ممکن ہے کہ ایک ضخیم کتاب میں ڈھل جائے اس لیے اشارہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ کتابوں میں (تصوف کو) حالت شریفہ سے موسوم کیا گیا ہے بلکہ اس کی تعریف نور ہدایت عنایت اور توفیق من اللہ کے الفاظ سے کی گئی ہے اور یہ عین شریعت کے مطابق عمل کرنا ہے۔ کیونکہ شریعت وطریقت میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں اور جو شخص طریقت کو شریعت سے جدا گردانتا ہے وہ زندیق ہے کیونکہ آداب شریعت کے ذریعے ظاہر میں نکھار آتا ہے اور آداب طریقت سے باطن سنورتا ہے اور یہ مخلوق کو خالق سے ملا دیتا ہے انسان کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف کر دیتا ہے اور اہل اللہ کو فنا وبقا کے مقام سے مشرف فرما دیتا ہے لیکن ان کمالات کے حصول کا دارومدار شیخ کامل ومقتدا کی توجہات پر ہے۔ کوئی بھی صاحب بصیرت شخص اپنے ظاہر کو صورت شریعت اور اپنے باطن کو حقیقت شریعت کے بغیر نہیں رکھ سکتا۔ لیکن جو شخص بے بصیرت ہو وہ تو پھر ایسا ہی کرے گا۔

باجملة قصدی مماذکر تہ ھنا اثبات الارشاد ودعوۃ الطریقة سواء کان رجالاً او نساء فالامر لیس کما یزعمه المعائدون الحاسدون، فلو فرضوا ارشاد النساء ممنوعا وتوجها الی غیر المعروف کما یتفوه المتقولون المعائعون وھما فی الخطاب یستریان فنشیر الی آیة واحدۃ قال ربنا جل جلاله وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون قال ابن عباس لیعرفون فالخطاب مطلق والمطلق یجری علی اطلاقه۔

المختصر مذکورہ بالا بحث سے میرا مقصد ارشاد اور دعوت کے مطلق طریقہ کو ثابت کرنا ہے۔ چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں۔ مسئلہ اس طرح نہیں ہے جس طرح مخالفین اور حاسدین گمان کرتے ہیں۔ بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ عورتوں کا ارشاد ممنوع ہے اور ایک غیر معروف چیز کی طرف متوجہ ہونا ہے جیسا کہ بعض باتیں بنانے والے اور منع کرنے والے کہتے رہتے ہیں تو پھر یہ بھی چاہے کہ مردوں میں سے جو اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہیں ان کی دعوت وارشاد کو بھی ممنوع قرار دیا جائے کیونکہ مرد اور عورتیں شریعت کے احکام کے یکساں مخاطب ہیں۔ ہم صرف آیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں پروردگار عالم نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

ترجمہ: میں نے جن اور انسان پیدا نہیں کیے مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

یہاں خطاب مطلق ہے اور قاعدہ ہے کہ: المطلق یجری علی اطلاقه (مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے)۔

چون فریقین در معرفت برابر آمدند پس لابد در اشفاده افادۂ ارشاد بی مضائقه علی حسب الاستعداد مع رعایة تفاوۃ درجاتھما برابر

آمدند اقول وایضاً ان المانهون کما ینکرون دعوتهن فی علوم الباطن فلماذا لا یمنعون تدریسهن فی العلوم الظاهر یسن هذا الا من علة انهم لم یشم رائحة من اسرار الطریقة۔

اس لیے جب ہر دو فریق (مرد و عورت) کا ذکر معرفت میں برابر ہوا ہے تو ضروری ہے کہ استفادۂ افادہ اور ارشاد میں وہ اپنی استعداد کے مطابق برابر ہوں لیکن ہاں یہ بات ہے کہ مرد و عورت کے درجات میں فرق کو بہر حال ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ جس طرح مخالفین عورتوں کے لیے علوم باطنیہ کی دعوت کا انکار کرتے ہیں تو پھر اسی طرح وہ علوم ظاہریہ میں بھی ان کی تدریس کا انکار کیوں نہیں کرتے؟ ان کا یہ انکار صرف اپنی کمزوری کی وجہ سے ہے کہ وہ خود تو طریقت کے اسرار کی خوشبو پا نہ سکے (اور چلے ہیں دوسروں کا انکار کرنے)

وفی الاحیاء للغزالی لذه العلم بقدر شرف العلم و شرف العلم بقدر شرف المعلوم و قال فی آخر قوله و بهذا تبیین ان العلم لذیذ و ان الذ العلوم العم بالله تعالیٰ و بصفاته و افعاله و تنبیره فی ممکنته من منتهی عرشه الی تخوم الارضین فینبغی ان یعلم ان لذة المعرفة اقویٰ من سائر اللذات انتهی۔

امام غزالی علیہ الرحمہ اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ علم کی لذت اس علم کے شرف کے مطابق ہوتی ہے اور علم کا شرف معلوم کے شرف کے مطابق ہوتا ہے۔ اپنے اسی قول کے آخر میں وہ فرماتے ہیں کہ علم لذیذ ہوتا ہے اور لذیذ ترین علم اللہ تعالیٰ اس کی صفات اور افعال کا علم ہے۔ نیز عرش الٰہی کی انتہا سے لے کر تحت الثریٰ تک اس کی بادشاہت میں غور و فکر کرنا یہ لذیذ ترین علم ہے۔ لہٰذا جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی لذت تمام لذات سے قوی ہے۔

ویا ایها السالک والسالکة ایقا کما الله بعد ما افتنا کما۔ ان مسائل الجواب کثیرة جدا لا یمکن احصائها علی التفصیل خوفاً عن الاطناب ولکن اثرت الی مجامعها و سلکت اخصر المسالک فی نهایة الاختصار لما لا یقع بهذا مثلاً فلیبک علی نفسه و لیمت علی غیضه و لله در القائل:

اے سالک مردوں اور عورتوں، اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کے بعد بقا کا مقام عطا فرمائے۔ ان سوالوں کے جواب بہت زیادہ ہیں لیکن طوالت کے ڈر سے ان کو بالتفصیل ذکر کرنا یہاں ممکن نہیں۔ بہر حال میں نے اجمالاً ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ میں نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے شارٹ کٹ راستہ اختیار کیا ہے تاکہ طالب سالک اور طالبہ و سالکہ دنیا کے جھوٹے پروپیگنڈا کرنے والوں کے دھوکے میں مبتلا نہ ہوں۔ زمانہ کے تفرقہ بازوں کی واہمات میں نہ اُلجھیں اور مکار اور دھوکے باز لوگوں کی لغویات سے پریشان نہ ہوں۔ اہل علم خود بھی اس مسئلہ کو سمجھ لیں اور اہل عبادات کو بھی آگاہ کر دیں اور جو شخص ان دلائل پر بھی قناعت نہیں کرتا اسے اپنے آپ پر رونا چاہیے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہی غصے کی موت مر جائے۔

شاعر نے اللہ کے کرم سے کیا عمدہ بات کی ہے:

وان کنت تعلم فذاک مصیبة		وان کنت لاتعلم فالمصیبة اعظم

ترجمہ: اگر تو جان جائے پھر بھی مصیبت ہے اور اگر تو نہ جانے تو پھر اس سے بڑھ کر مصیبت ہے۔

زد شیخ شهر طعنه براسرار اهل دل		المرء لایزال عدو لما جهل

ترجمہ: شیخ شہر نے اہل دل کے اسرار پر طعنہ زنی کی آدمی جس چیز کو جانتا نہیں اس کا دشمن ہی رہتا ہے۔

فھذا ھذا الامر شروح ان اردت یطول لا یحتملھا المقام فھذا النبذ یکفی للعالم المحقق المنصف۔

یہ مسئلہ بہت واضح ہے اگر میں چاہوں تو بات کو طول دے سکتا ہوں مگر یہ مقام اس طوالت کا متحمل نہیں۔ یہ مختصر سی وضاحت ایک منصف مزاج عالم اور محقق کے لیے کافی ہے۔

فنسال اللہ الاستقامۃ علی جادۃ الشریفۃ المصطفویۃ علی صاحبھا الصلوات والسلام

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرتے ہیں کہ وہ ہمیں شریعت مصطفویہ علی صاحبہاالصلوات والسلام پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

فقیر سیف الرحمن اخندزادہ، ارچی وخراسانی، ۱۴۱۵، ہجری ربیع الثانی۔

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

کرامت: یکبارے بعضے عورات مستورات ازمحرمات فقیر وعم من شیخ محمد کہ شیخ فانی شدہ بود و طاقت رسیدن بملازمت ایشان نداشت بفقیر بجد شدند کہ مارا بر طریقۂ ایشان مشغول کن۔ گفتم من اجازت ندارم۔ از حضرت ایشان رخصت گرفتہ مشغولی خواھم گفت۔ چون بملازمتِ آنحضرت رسیدم معروض داشتم کہ بعضے نساء صالحات ازین فقیر طلب مشغولی می کنند' درین بر چہ حکم شود برآن عمل نمایم و نام عم فراموش کردم۔ فرمودند بآن نساء مشغولی بگو بلکہ عم خود شیخ محمد را ھم خواھی گفت کہ او ھم مشتاق است۔ و نام پیرے دیگر بردند کہ پسر او آمدہ بود و از جانب او التماس مشغولی می نمود' بخانۂ وے رفتہ او را مشغولی بگوئی۔ بخاطر فقیر گزشتہ کہ این اجازت مقید است بھمین اشخاص یا دیگران را ھم اگر مشغول کنم مجوز باشد۔ ھنوز این خطرہ در دل استقرار نگرفتہ بود کہ فرمودند کہ ترا اجازت مطلق ست کہ تو داخل عیال مائی۔ بعد ازان این فقیر بآن عورات و بعم خود و بآن پیر دیگر مشغولی فتہ ملازمت رسید۔ احوال آن جماعہ بتفصیل پرسیدند۔ عرض کردم کہ ھمہ را مشغولی گفتم و درینھا بتوجہ حضرت خوب در گرفتہ۔

فرمودند الحمدللہ رب العالمین۔ بعد ازان چند کس دیگ راھم تلقین ذکر کردم واحوالا فرور فتگیھا و استغراق ایشان بخدمت حضرت ایشان معروض داشتم۔ خوشوقت شدند و فرمودند ما می خواستیم کہ تو بنشینی و بارشاد خلق اللہ پردازی کثرتِ عیال تران می گزار

کرامت: ایک مرتبہ اس فقیر کی بعض محرم عورتوں نے اور میری چچا شیخ محمد ﷺ نے جو بڑھاپے کی وجہ سے معذور ہو چکے تھے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کی طاقت نہ رکھتے تھے مجھ سے اصرار کیا کہ حضرت کا طریقہ ہم کو سکھاؤ میں نے کہا کہ مجھے اجازت نہیں ہے میں حضرت ﷺ سے اجازت لے لوں تو پھر بتاؤں گا، جب میں حضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ بعض صالح عورتیں اس فقیر سے ذکر کا طریقہ چاہتی ہیں، جو کچھ اس معاملے میں حضور کا حکم ہو اس پر عمل کروں، میں اپنے چچا کا ذکر کرنا بھول گیا، آپ نے فرمایا کہ ان عورتوں کو بھی ذکر کا طریقہ بتادو بلکہ اپنے چچا شیخ محمد ﷺ کو بھی بتادو، کیونکہ وہ بھی مشتاق ہیں، آپ نے ایک اور بوڑھے شخص کا نام بھی لیا جس کا فرزند آیا ہوا تھا

اور جس کی طرف سے اس فرزند نے التماس کی تھی کہ اس کے گھر جا کر اسے بھی ذکر کا طریقہ بتاؤ، مجھ فقیر کے دل میں خیال گزرا کہ یہ اجازت بس انہی لوگوں تک کیلئے محدود ہے یا دوسروں کو بھی ذکر بتانے کا مجاز ہوں ابھی یہ خیال میرے دل میں اچھی طرح بیٹھا نہیں تھا کہ آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم کو مطلق اجازت ہے کہ تم ہمارے عیال میں داخل ہو۔

اس کے بعد میں نے ان عورتوں کو اپنے چچا کو اور اس دوسرے بوڑھے شخص کو ذکر کا طریقہ بتادیا اور پھر خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان سب کا حال تفصیل سے دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ میں نے سب کو ذکر کا طریقہ بتا دیا ہے۔ اور حضرت علیہ الرحمہ کی توجہ اچھی طرح موثر ہوئی آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا الحمد للہ رب العالمین اس کے بعد کچھ اور لوگوں کو بھی میں نے ذکر کی تلقین کی اور ان کے استغراق و بیخودی کی کیفیت حضرت علیہ الرحمہ سے عرض کی تو آپ خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہم یہی چاہتے تھے کہ تم بیٹھو اور خلق اللہ کی ہدایت کرو مگر کثرت عیال تم کو نہیں چھوڑتی۔

(حضرات القدس، ج۲، ص۴۰۵، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

حضرت علامہ شیخ بدر الدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

خواجه محمد هاشم نقل کرده که روزے حضرت ایشان درمیان عورات اهل خانه نشسته بودند که عاجزۂ ایشان ام کلثوم که هفت ساله بود، از پیش اخوند آمده تاسف بسیار کرد که هائے هائے! من همه شمارا از حق سبحانه غافل می یاهم۔ حضرت ایشان فرمودند که بی بی! این حال بر شمار باز کجا پر تو انداخت؟ گفت شما فلان زن را شغل تلقین می فرمودید، من حاضر بودم۔ ازان روز دل مرا مشغولی، گرفته است، هیچ گا، بر من غفلت طالوی نمی شود و حال هیچ دل بر من پوشیده نیست۔ هشتم ربیع الاول سنه مذکور یک روز عقب از آن دو برادر خورد وفات یافت۔

خواجہ محمد ہاشم علیہ الرحمہ نے بتایا کہ ایک دن حضرت مجدد علیہ الرحمہ زنانہ مکان میں تشریف رکھتے تھے کہ آپ کی صاحبزادی ام کلثوم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) جو اس وقت سات سال کی تھیں استاد کے پاس سے پڑھ کر آئیں اور بہت افسوس ظاہر کیا کہ آہ میں تم سب کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل پا رہی ہوں، حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بی بی یہ بات تمہیں کس طرح معلوم ہوئی، انہوں نے کہا کہ آپ جس وقت فلاں عورت کو ذکر کی تلقین فرما رہے تھے میں بھی موجود تھی اور اسی دن سے میرا دل ذاکر ہو گیا ہے اور کسی وقت مجھے غفلت طاری نہیں ہوتی اور کسی دل کا حال مجھ پر پوشیدہ نہیں رہتا۔

(حضرات القدس، ج۲، ص۲۹۸، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

سیّدی مرشدی میر نعمان سلمه اللہ فرمودند صبیۂ ما مرضعه داشت بکرات آن مرضعه را دلالت بمریدی حضرت خواجه کردیم دی ابا نمود تاروزی آن صبیه را بتقریبی بمصحوب آن مرضعه بملازمت حضرت خواجه فرستادیم ایشان آن طفل شیر خواره را در کنار مبارک گرفته شفقتها نمودند آن طفل دستی بمحاسن شریف ایشان برده موی از لحیه مبارک بدست او بماند فرمودند طفلک سیرا ز ما یادگاری میگیر دو در حدود همان ایام انتقال فرمودند و آن موی مبارک تا امروز به تبرک و یادگار بماند:

مرا ازلف تو موئے پسند است		فضولی می کنم بوئے پسند است

چون آن مرضعه نجانه مراجعت نمود ساعتی نرفته بود که آثار مستی و جذبات برو پیچیدن گرفت دوی خودرا بران نمید اشت تاآنکه فریادی سخت برآورد و بیهوش بنقیا دو از پهلوی چپ او حرکت قلبی چنان غلبه برداشت که همه یاران معانیه می نمودند بعد از مدتی بهوش آمد پرسیده شد که چه بود و چه دیدی گفت ساعت ساعت حضرت خواجه بصورت مهیب عجیب نمودار رضی اللہ عنہ من میشد تا آنکه امری مرا از جان ربوده دیگر نمیدانم که چه شد جز آنکه دل خودرا اللہ گو می یابم۔

حضرت سیدی مرشدی میر محمد نعمان علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میری بچی کی ایک دایہ تھی کئی مرتبہ اس سے کہا گیا کہ آپ کی مرید ہوجائے لیکن اس نے انکار کیا۔ اتفاق سے ایک دن میں نے اس بچی کو اس دایہ کے ساتھ حضرت سیدنا شیخ الشیوخ خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بھیجا۔

آپ نے اس بچی کو گود میں لے لیا اور پیار کرنے لگے۔ بچی اپنا ہاتھ آپ ریش مبارک میں لے گئی تو اس کے ہاتھ میں ایک بال آگیا۔ آپ نے فرمایا کہ بچی ہم سے ایک یادگار لے رہی ہے۔ اسی زمانے میں آپ نے انتقال فرمایا اور وہ بال ابھی تک تبرک اور یادگار کے طور پر محفوظ ہے۔

مرا ازلف تو موئے پسند است		فضولی می کنم بوئے پسند است

ترجمہ: تیری زلفوں کے بال اچھے ہیں کیسے مہکتے ہیں وہ (مہکے مشک جیسے)

جب وہ دایہ گھر کو واپس ہوئی تو ابھی ایک گھڑی نہ گزری تھی کہ اس پر مستی وبیخودی (سُکر) کے اثار شروع ہونے لگے اور وہ ان جذبات کو ضبط نہ کرسکی اس لیے شور مچانے لگی اور بے ہوش ہوگئی اور اس کے بائیں پہلو سے حرکت قلبی اس قدر تیز ہونے لگی کہ سبھی لوگوں (یعنی عورتوں) نے معائنہ کیا۔ ایک عرصے کے بعد اس کو ہوش آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کیا ہوا اور تو نے کیا دیکھا۔

اس نے جواب دیا کہ ہر گھڑی حضرت خواجہ (شیخ الشیوخ باقی باللہ قدس اللہ سرہ ایک مہیب صورت میں ظاہر ہوئے تھے یہاں تک کہ میں بے ہوش ہوگئی۔ پھر مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہوا سوائے اس کے کہ میں اپنے دل کو اللہ اللہ کہنے والا پاتی ہوں۔

(برکاتِ احمدیہ، زبدۃ المقامات، ص، ۱۸، ۱۹، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ)

فائدہ مجلس شوریٰ:

۱۔ بزرگوں کے بال مبارک تبرک کے طور پر رکھنا اور اُن سے فیض حاصل کرنا ثابت ہے۔

۲۔ جیسے مرد حضرات کو وجد جذب سکر یہ حالات ہوتے ہیں اس طرح عورتوں کو بھی ہوتی ہے۔

۳۔ لطائف حرکت کرتے ہیں دیکھو غور کرو اور اس کو ریاکاری نہ سمجھو کتنی عورتوں نے اُس اللہ کی ولیا کے قلب (دل) کا منظر دیکھا ہوگا۔

۴۔ تصور شیخ کی برکت انسان پر سلوک آسان ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کے حقیقی گروں کے ساتھ انس ومحبت صحبت اور فیضان حاصل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

سوال:(۱۳۸) مولانا محمد بشیر القادری کراچی والا نے لکھا اعتراض کے طور

ایسے ٹھگوں سے بچیں۔ جنہوں نے ولایت کو بازیچہ اطفال بنا دیا ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کا معصوم دل ہلا کر ولایت کی پگڑی سر پر رکھ دیتے ہیں اور اولیاء اللہ کی صف میں کھڑا کر دیتے ہیں۔ یہ حقیقی اولیاء کے ساتھ مذاق وتمسخر ہے اور انہیں بدنام کرنے کی گہری سازش ہے۔ (الفتنۃ الشدیدۃ، ص،۹۶)

الجواب: سنو!

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

مخدوما اکابر طریقۂ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم ھمین راہ نامسلوک را اختیار کردہ اند وآن راہِ نامعھود در طریقۂ این بزرگواران راہِ معھود گشتہ است وعالم عالم را ازین راہ بتوجہ وتصرّف بمطلب، می رسانند این طریق را وصول لازم است اگر مراعات آدابِ پیر مقتدا نمودہ آید چہ درین طریق پیر وجوان در وصول برابر اند ونساء وصبیان متساوی بلکہ موتیٰ نیز ازین دولت امیدوار اند۔

ترجمہ: میرے مخدوم طریقہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے اسی نامسلوک راستہ کو اختیار کیا ہے۔ اور یہ غیر مقررہ رستہ ان بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے طریقہ میں مقررہ راہ بن گیا ہے۔ اور بے شمار لوگوں کو اسی راہ سے توجہ وتصرّف کیساتھ مطلب تک پہنچاتے ہیں۔ اس طریق کے لئے وصول لازم ہے۔ بشرطیکہ پیر مقتداء کے آداب کو مدنظر رکھا جائے۔ کیونکہ اس طریق میں بوڑھے اور جوان اور عورتیں اور بچے وصول میں برابر ہیں۔ بلکہ مردے بھی اس دولت سے امیدوار ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ سوم، مکتوب، ۲۰۰، ص، ۳۸۹، مکتبہ امدادیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

باب نمبر ۶۵

سوال:(۱۳۹)اعتراض: مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:

دعویٰ نمبر ۵: میں ایک ہی صحبت میں چمکا دیتا ہوں۔

(صفحہ ۵۵ الفتنۃ الشدیدۃ)

اصل عبارت نمبر ۱: فقیر کی ایک صحبت اور ایک ہی توجہ میں لطائف خمسہ عالم امر منور اور متجوہر ہو کر ذکر خداوندی سے زندہ ہو جاتے ہیں۔(صفحہ ۳۱۶)

اصل عبارت نمبر ۲: اگر کوئی وجدان صحیح کا مالک، اعتقاد صحیح، انقیاد اور خلوص نیت کے ساتھ اس فقیر کی صحبت میں بیٹھ جائے تو جمعیت قلبی، حیات قلبی، عشق خداوندی، عشق رسول ﷺ، اتباع سنت اجتناب بدعت اور اخلاق حمیدہ سے متصف ہو جاتا ہے۔ صفحہ ۱۸۰ (صفحہ ۵۵ الفتنۃ الشدیدۃ)

الجواب:

حضرت ابوالعباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی علیہ الرحمۃ، متوفی ۵۷۸ھ، لکھتے ہیں:

(الرجل من یربی بحاله): لا من یربی بمقاله، واذا جمع بین الحال والقال فهو الرجل الأکمل۔

ترجمہ: مرد وہ ہے جو اپنے حال سے (مریدوں کی) تربیّت کرے نہ وہ جو تنہا باتوں ہی سے تربیّت کرے اور جو شخص حال و مقال دونوں کا جامع ہو (کہ حال سے بھی تربیّت کرتا ہو اور زبان سے بھی، روک ٹوک کرنا، نصیحت کرنا، علوم و معارف بیان کرتا رہتا ہو) وہ تو بڑا کامل مرد ہے۔

(البرھان المؤید، آداب الذکر، ص ۴۳، مکتبۃ المعارف، بیروت)

سراج السالکین سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ نے لکھا

ادخال السرور فی قلب المؤمن کالبحر و سائر العبادات کالقطر

ترجمہ: مومن کے دل میں سرور داخل کرنا سمندر کی طرح ہے اور باقی عبادات قطروں کی طرح ہیں۔

(مکتوبات اشرفی/ پہلا ایڈیشن، ص: ۲۳۹)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ میر برہان شیخ الشیوخ امیر کلال علیہ الرحمۃ کے حالات میں، جب بزرگ والدین نقشبند سرتاج اولیاء بہاؤ الحق علیہ الرحمۃ سے آپ پر توجہ کی تو یہ حالت ہو گئی کہ ہر وقت جذب و سکر میں رہتے۔ لوگوں سے قطع تعلق ہو گیا اور کسی کے پاس آرام و سکون نہ ملتا۔

(خزینۃ الاصفیاء ص، ۷۲)

حضرت شیخ فرید الدین عطار، نیشاپوری، قدس سرہ، متوفی ۶۲۷ھ، لکھتے ہیں:

چند شبانروز است تا نوری بیک خشت می گردد و می گوید الله و هیچ طعام و شراب نخورده است و نخفته و نمازها بوقت می گزارد و آداب نماز بجای م یآورد اصحاب جنید گفتند او هشیار است و فانی نیست از آنکه اوقات نماز نگاه م یدارد و آداب بجای آوردن می شناسد پس این تکلف است نه فنا که فانی از هیچ چیز خبر ندارد جنید گفت: چنین نیست که شمامی گوئید که آنهاکه در وجد باشند محفوظ باشند پس خدای ایشان را نگاه دارد از آنکه وقت خدمت از خدمت محروم مانند۔

توجمہ: حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوالحسن نوری ﷺ چند شب و روز سے پتھر پر بیٹھے آواز بلند اللہ اللہ کر رہے ہیں اور کھانا پینا سب بند کر رکھا ہے۔ لیکن نماز اپنے صحیح وقت میں ادا کر لیتے حضرت سیدنا شیخ المشائخ جنید بغدادی ﷺ کے ارادت مندوں نے کہا کہ یہ تو فنائیت کی دلیل نہیں بلکہ ہوشیاری کی علامت ہے کیونکہ فانی کو نماز کا ہوش باقی نہیں رہتا حضرت سیدنا شیخ المشائخ جنید بغدادی ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں بلکہ ان پر عالم وجد طاری ہے اور صاحب وجد خدا کی حفاظت میں ہوتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص، ۴۱۷، ایران)

حضرت شیخ فرید الدین عطار، نیشاپوری، قدس سرہ، متوفی ۶۲۷ھ، لکھتے ہیں:

وجد دوستان نیفتد از آنکه او سر حق است نزدیک مؤمنان۔

توجمہ: حضرت سیدنا شیخ المشائخ عمرو بن عثمان مکی ﷺ نے فرمایا کہ دوستوں کا وجد مومنوں کے نزدیک خدا کا ایسا راز پنہاں ہے (جس کو کسی قیمت پر ظاہر نہیں کیا جاسکتا)۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص، ۴۰۵، ایران)

وهم ایشان (حضرت حواجه عبید الله احرار رحمة الله علیه) فرمودند که: خواجهء بزرگ (بهاءالدین نقشبند رحمة الله علیه) را در خواب دیدم که در من تصرّف کردند و من بیخود بیفتادم۔ چون باخود آمدم، خواجه از من گذشته بودند، خواستم که در عقب بروم۔ پیهای من درهم منی پیچید۔ به محنت بسیار به خواجه رسیدم۔ فرمودند که مبارک باد۔

توجمہ: حضرت سیدنا شیخ کبیر خواجہ عبید اللہ احرار ﷺ یہ بھی فرماتے تھے کہ خواجہ بزرگوار (امام طریقہ بہاء الحق عرف والدین ﷺ) کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ کو توجہ کرتے تھے۔ میں بیخود پڑ گیا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو خواجہ ﷺ تشریف لے گئے تھے، میں نے چاہا کہ آپ کے پیچھے جاؤں۔ لیکن میرے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ بڑی محنت سے خواجہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو مبارک ہو۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۴۱۶، مرکز پخش: انتشارات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

وهمهءمریدان ابو القصر چنان بودند که ایشان را نعره های عظیم بود، وهر دو از وی حکایت کردی۔

توجمہ: حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ کاکا ابوالفقیر ﷺ کی بستی کے حالات میں ابوقصر کے سب مرید ایسے تھے کہ نعرے بڑے مارا کرتے تھے۔ اور یہ دونوں اپنے پیر کی حکایات بیان کرتے تھے۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۳۴۳، مرکز پخش: انتشارات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

اللہ کہنے سے پتھر دو ٹکڑے ہو گیا:

علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

اجتمع الشیخ علی بن وھب، والشیخ عدی ابن مسافر، والشیخ موسی الزولی رضی اللہ عنھم، عند صخرۃ عظیمۃ، بجبل الکوسلو، ببلاد المشرق، فقالا للشیخ علی بن وھب: ما التوحید؟ فقال: ھکذاو اشار بیدہ الی تلک الصخرۃ، قال: اللہ فانفلقت نصفین، وھی الی الآن معروفۃ، یصلی الناس بین نصفیھا۔

ترجمہ: شیخ علی بن وہب، شیخ عدی بن مسافر اور شیخ موسیٰ زولیر علیہ الرحمہ ایک بڑے پتھر کے پاس جو کہ "کوسلو" بلاد مشرق میں تھا جمع ہوئے پھر ان دونوں نے شیخ علی بن وہب علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ توحید کیا ہے؟ انہوں نے کہا اس طرح اور اپنے ہاتھ سے اشارہ اس پتھر کی طرف کیا اور کہا اللہ پھر وہ پتھر دو ٹکڑے ہو گیا اور وہ اب تک مشہور ہے لوگ ان دونوں کے درمیان نماز پڑھتے ہیں۔

(بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص ۱۳۱، ۴، موسسۃ الشرف بلاہور، پاکستان)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بہ ((حکیم صدر)) در بیان سلامتی قلب و نسیان او مر مادون حق را سبحانہ اھلُ اللہ، اَطِبّاءِ اَمراضِ قبلیہ اند۔ ازالۂ عللِ باطنیہ، منوط بہ توجہ این بزرگواران است۔ ((ھم کلام ایشان دواست و نظر ایشان شفا ((بھم [است] قوم لایشقی جلیسھم وھم جلساءُ اللہ)) یمطرون وبھم یرزقون))۔ رأس امراض باطنیہ و رئیس علل معنویہ، گرفتاری قلب است بہ مادون حق۔ سُبحَانَہٗ وَ تَعَالیٰ۔ و تا از این گرفتاری بہ تمام آزادی میسر نشود۔ سلامتی محال است۔ چہ شرکت را در آن حضرت جل سلطانہ اصلاً بار نیست (الا اللہ الدین الخالص) (زمر/۴)

حکیم صدر کی طرف صادر فرمایا۔ سلامتی قلب اور اس کے غیر حق سبحانہ کو بھلا دینے کے بیان میں۔ اہل اللہ قلبی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی امراض کا ازالہ ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفاء ہے۔

حدیث پاک میں وارد ہے۔ ھم قوم لا یشقی جلیسھم،

یعنی یہ ایسی قوم ہے جن کا ہم نشین بدنصیب نہیں۔ (بخاری و مسلم)

وھم جلساء اللہ، یعنی یہ لوگ اللہ کے ہمنشین ہیں۔ بھم یمطرون وبھم یرزقون، (بخاری شریف) انہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور انہی کی برکت سے رزق ملتا ہے۔ امراض باطنی اور علل معنوی میں سب سے بڑی بیماری دل کی غیر حق تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری ہے۔ جب تک اس گرفتاری سے پورے طور پر نجات حاصل نہ ہو سلامتی قلب کا نصیب ہونا محال ہے۔ کیونکہ اس ذات اقدس جل سلطانہ کے لیے کسی اور کی شرکت کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔

أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ،

ترجمہ: سن لو خالص دین صرف اللہ ﷻ ہی کے لیے ہے۔ (سورۂ زمر: ۳)

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۰۹، ج ۱، ص ۲۷۸، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

خارق اول آنکہ یکی از فضلای دھلی کہ بکری بعقدور آوردہ بود سالھا رفتہ اورا فتحی روی نداد ہ ازاوعیہ وادویہ اثر ندیدہ چون وصف ایشان شنیدہ روزے کہ ایشان بجای سوارہ میرفتہ اندو رعنان در آمدہ بہ نیاز تمام قصہ را معروض داشتہ التماس زوال عنیت نمودہ حضرت خواجہ رادل بر شفقت کشودہ از مرکب فرود آمدہ اورادر کنار شریف کشیدہ مُعانقہ سخت نمودہ اندوفرمودہ اند کہ رفتہ متوجہ شوید کہ فتح ست دی ہمان لحظہ در خود قوت غریب دیدہ رفتہ و بسہولت تمام ہمان لحظہ فتح نمودہ

توجمه: ایک کرامت یہ ہے کہ دہلی کے ایک فاضل نے ایک لڑکی سے شادی کی لیکن کئی سال تک دوری جیسی رہی۔ دوا اور دعا بھی مفید نہ ہوئی آپ کی تعریف سن کر آپ کے پاس آیا۔ آپ سواری پر کہیں جا رہے تھے۔ اس نے گھوڑے کی لگام پکڑ کر آپ سے اپنا حال بیان کیا اور مقصد میں کامیابی چاہی۔ اپ سواری سے اتر پڑے اور زور سے تین دفعہ اس سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ اس شخص میں پھر توقوت آ گئی اور وہ کامیاب ہوا۔

(برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص،۲۱، ناشر المکتبۃ ایشیق، استانبول، ترکیہ)

قدوۃ اولیاء حضرت خواجہ حاجی محمد فضل اللہ مجددی متوفی، علیہ الرحمۃ ۱۲۴۱ھ لکھتے ہیں

خدمت ایشان بعد وصال والد صاحب کمال پنجاہ و شش سال بر مسند ارشاد و اکمال اتکا داشتند و ازان جملہ شش سال بکسب زوائد فوائد چنانچہ ایما بر آن رفتہ بخدمت حضرت عروۃ الوثقی رحمۃ اللہ علیہ سلوک نمودند و از نسبت ھائ مخصوص ایشان بھرہ ور شدہ فقیر از زبان مبارک حضرت شاہ عطاء اللہ قدس سرہ کہ والد والدہ فقیر اند شنیدہ ام و خدمت ایشان از اکابر مسموع داشتند کہ روزی جناب حضرت عروۃ الوثقی رحمۃ اللہ علیہ بحضرت وحدت قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمودند کہ وعدہ بتو می نمایم کہ چھل توجہ بتو عنایت نمایم و بھر توجہ، آن قدر ترقی در حال تو خواھد شد کہ در مدت مدید حصول آن بدشواری باشد ازان جملہ سی و چھار توجہ عنایت شدہ بود کہ مقدمہ انتقال حضرت عروۃ الوثقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعالم رُخ نمود پس از این واقعہ جان کاہ روزی حضرت وحدت قدس اللہ تعالیٰ سرہ بر قبر متبر کہ ایشان رفتہ معروض داشتند کہ از جملہ توجہ ھائے موعود شش عدد توجہ باقی است امید از الطاف حضرت آنکہ بوفا انجامد بایشان چنان ایما شد کہ بر قبر فقیر متوجہ شدہ بنشین تا آنچہ معدود و موعود جود ایفا رود خدمت حضرت وحدت عرض نمودند کہ وعدہ در حالت حیات بود الحال نیز بہ ھیت حیات شدہ توجہ عنایت شود معلوم ایشان شد کہ در خلوت آمدہ باش یعنی وقتیکہ، دیگرے بر قبر حاضر نہ باشد ایشان وقت را مراعت نمودہ بر قبر مبارک می رفتند و حضرت عروۃ الوثقی بہ ھیئت حیات شدہ از قبر مبارک خروج می فرمودند و توجہ می دادند روز ششم کہ اتمام موعود بود حضرت وحدت قدس سرہ سیاھی و قلم ھمراہ داشتند بعد از فراغ توجہ عرض نمودند کہ بدستخط مبارک نوشتہ عنایت شود کہ آنچہ بعبد الاحد وعدہ رفتہ بود کہ چھل توجہ خواھم داد از آنھا سی و چھار توجہ در حالت حیات دادہ شدہ بود شش توجہ باقی را بھیئت حیات شدہ ایفائ موعود ادا شد خدمت حضرت عروۃ الوثقی قدس سرہ العزیز را بدستخط مبارک خود عبارتے کہ قرین این مدعا بودہ باشد نوشتہ دادند حضرت وحدت قدس سرہ آن نوشتہ را

بسائر بنی اعمام خود نمودند همه مخدوم زاده گان دستخط والد شریف خود را شناخته و حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ بر پشت آن کاغذ نوشتند۔ هذا هو الحق الیقین بلی الا ان اَوْلیاءَاللهِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ۔

ترجمہ: آپ اپنے والد محترم کے وصال کے بعد ۵۵ سال تک مسند ارشاد پر تشریف فرما رہے۔ اور ان میں سے چھ سال کیلئے آپ کے حکم پر مزید فوائد کے حصول کیلئے روانہ ہوئے۔ اور حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہے اور مخصوص نسبت سے بہرہ ور ہوئے۔ فقیر نے آپ کے متعلق اپنے نانا حضرت شاہ عطا اللہ علیہ الرحمہ کی زبان مبارک سے سنا ہے انہوں نے یہ اپنے اکابر سے سنا تھا کہ حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ علیہ الرحمہ نے حضرت وحدت قدس اللہ سرہ سے وعدہ فرمایا کہ میں تمہارے اوپر چالیس توجہات ایسی کروں گا کہ جس سے تمہارے احوال میں اتنی ترقی ہوگی کہ ایک لمبی مدت میں اتنی ترقی حاصل کرنا محال ہے اس وعدہ کے مطابق ابھی ۳۴ توجہات کی تھیں کہ حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کا وصال مبارک ہو گیا۔ اس واقعہ جانکاہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہ وحدت قدس سرہ آپ کی قبر مبارک پر گئے وہاں جا کر عرض کیا کہ حضور آپ نے مجھ سے چالیس توجہ کا وعدہ کیا تھا ابھی ان میں سے ۳۴ مکمل ہوئیں تھیں اور چھ رہتی تھیں کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور وعدہ مکمل نہ ہوا۔ امید ہے کہ آپ اپنے وعدہ کو مکمل فرمائیں گے۔ آپ کو اشارہ ہوا کہ اس فقیر کی قبر کی طرف توجہ کر کے بیٹھو تا کہ وعدہ مکمل ہو جائے۔ آپ نے عرض کیا کہ یہ وعدہ حالت حیات کا تھا لہٰذا اب بھی حالت حیات میں یہ وعدہ مکمل ہونا چاہئے۔

تو آپ کو پھر بتایا گیا کہ ہمارے پاس اس وقت آنا جب کوئی اور نہ ہو۔ تو حضرت نے اس وقت پر نظر رکھی اور جانا شروع کیا وہاں جا کر دیکھا کہ آپ اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لاتے ہیں اور توجہ فرماتے ہیں چھ دن وعدہ کے مطابق ایسا ہی ہوتا رہا اور وعدہ مکمل ہو گیا۔

آخری دن آپ قلم سیاہی ساتھ لے گئے تھے فراغت کے بعد گزارش کی کہ آپ اپنے ہاتھ سے یہ تحریر فرمائیں کہ عبدالاحد کے ساتھ چالیس توجہ کرنے کا وعدہ کیا تھا جن میں سے ۳۴ حالت زندگی میں کی تھیں اور باقی چھ وصال کے بعد حالت زندگی میں آ کر مکمل چالیس کی ہیں۔ اور وعدہ مکمل کیا ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس اللہ سرہ نے اپنے ہاتھ سے اس کے مطابق عبارت لکھ کر دستخط بھی کئے حضرت وحدت قدس اللہ سرہ نے اپنے تمام چچازادوں کو یہ لکھا ہوا دکھایا سب اپنے والد محترم کے خط کو جانتے تھے۔

حضرت حجۃ اللہ علیہ الرحمہ نے اس کاغذ کی پشت پر یہ لکھا:

هذا هو الحق الیقین بلی الا ان اَوْلیاءَاللهِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ۔

ترجمہ: یہ حق الیقین ہے کیوں نہیں اولیاء اللہ فوت نہیں ہوتے بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الاسراء، تحت الآیۃ: ۸۵، ج ۵، ص ۱۹۷)

قال علیه الصلاۃ والسلام: أولیاء الله لا یموتون ولکن ینقلون من دار إلى دار.

ترجمہ: حضور ﷺ کا فرمان ہے اولیاء اللہ فوت نہیں ہوتے بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

(تفسیر کبیر، سورۃ آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۶۹، ج ۹، ص ۴۲۷، تفسیر النیشابوری، ج ۴، ص ۳۸۳)

(عمدۃ المقامات، ص ۴۴۵، شہر نو جلال آباد، افغانستان)

توجہ قسری:

خواجہ محمد احسان مجددی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

اس سال حضرت قیوم ثانی ﷺ نے اپنے چوتھے فرزند خواجہ محمد اشرف ﷺ پر توجہ قسری کی۔ توجہ قسری کا مطلب یہ ہے کہ ایک توجہ میں شیخ کامل سالک کو ابتداء سے لے کر انتہا تک پہنچا دیتا ہے حضرت خواجہ محمد اشرف ﷺ اپنے بیاض میں خود اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں۔ کہ حضرت قیوم ثانی ﷺ محل میں بیٹھے تھے۔ مجھے فرمایا کہ اب میری زندگی کا صرف ایک سال اور ہے آؤ! میں تم پر ایسی توجہ کروں کہ اب تک کسی نے اپنے مرید پر نہ کی ہو۔ اور نہ آئندہ کوئی کرے۔ پھر مجھے القائے نسبت کیا اور کامل توجہ دے کر فرمایا کہ ہم نے تمہیں کمالات الٰہی کے انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ جس کے آگے وہم وخیال میں نہیں آسکتا۔

آنحضرت ﷺ نے ولایتِ صغریٰ۔ کبریٰ۔ علیا اور کمالاتِ نبوت وکمالات رسالت۔ حقیقتِ کعبہ حقیقت قرآن اور حقیقتِ صلوٰۃ اور صباحت وملاحت وغیرہ سب کچھ ایک ہی وقت میں مجھے حاصل کروادیے۔ چنانچہ ان تمام مقامات کا احساس میں اپنے آپ میں کرنے لگا۔ الحمد للہ علی ذٰلک۔

(روضۃ القیومیہ، ج۲، ص۲۴۱)

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

قدسیہ: حضرت حق سبحانہ از عنایت بے غایت خویش این درویش را آنقدر ؟؟ بخشیدہ است کہ اگر باین چوب خشک ہمت گمارم جہانے ازوے منور گردد، اما این آخر زمان مرضی دادار جہان در اظہار آن نمی یابم۔

قدسیہ: آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے انتہا عنایت سے اس فقیر کو اتنی قدرت عطا فرمائی ہے کہ اگر ایک خشک لکڑی پر توجہ دوں تو ایک عالم اس سے منور ہو جائے گا لیکن اس آخر زمانے میں اس طرح کی توجہ کے اظہار کیلئے اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے۔

(حضرات القدس، ج۲، ص۱۶۳، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:

وللنقشبندية تصرفات عجيبة من جميع الهمة على مراد فيكون على وفق الهمة والتاثير فى الطالب ودفع المرض عن المريض وافاضة التوبة على العاصى والتصرف فى قلوب الناس حتىٰ يحبو ويعظمو وفى مداركهم حتىٰ تتمثل فيها واقعات عظيمة والاطلاع على نسبة اهل الله من الاحياء واهل القبور والاشراف على خواطر الناس ومايختلج فى الصدور وكشف الوقائع المستقبلة ودفع البلية النازلة وغيرها ونحن ننبهك على نموذج منها۔

ترجمہ: نقشبندیوں کے عجائب تصرفات ہیں ہمت باندھنا کسی مراد پر بس ہوتی ہے وہ مراد ہمت کے موافق اور طالب میں تاثیر کرنا اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور عاصی پر توبہ کا اضافہ کرنا اور لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنا تا کہ وہ محبوب اور معظم ہو جاویں یا ان کے خیالات میں تصرف کرنا تا کہ ان میں واقعات عظیمہ متمثل ہوں اور آگاہ ہو جانا اہل اللہ کی نسبت پر زندہ ہوں یا اہل قبور اور لوگوں کے خطرات قلبی پر اور جو ان کے سینوں میں خلجان کر رہا ہے اس پر مطلع ہونا اور وقائع آئندہ کا مکشوف ہونا اور بلائے نازل کو دفع کر دینا اور سوائے ان کے اور بھی تصرفات ہیں اور ہم تجھ کو اسے کتاب کے دیکھنے والے ان میں سے بعض

تصرفات پر آگاہ کرتے ہیں بطریق نمونے کے۔

(القول الجمیل،ص،۱۰۳)

حضرت پیر حافظ عبدالکریم نقشبندی عیدگاہ شریف والے کی جب کسی طالب پر نظر پڑتی تھی اس کا حال متغیر ہو جاتا تھا اور بے خودی اور جذب و محویت کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے۔

(کنز القدیم فی آثار الکریم،ص،۱۹)

حدیث فعلی میں توجہ اور تصرف کی مثال:

دیوبندیوں کے عارف باللہ اللہ یار خان لکھتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ جب حرا میں تھے۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور بار فرمایا اقرأ دو دفعہ حضور ﷺ نے جواب دیا ما انا بقاری۔ مگر تیسری بار حضرت جبریل علیہ السلام نے سینہ سے لگا کر چھوڑا تو حضور ﷺ نے پڑھنا شروع کر دیا۔

بخاری کی اس حدیث کی شرح میں عارف کامل محدث اجل عبداللہ ابن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناخذنی نغطنی۔ الخ فیہ دلیل علی ان اتصال جرم الغط بالمغط و ضمہ الیہ وھو دی الطرق الا ناصۃ یحدث بہ فی الباطن قوۃ نورانیۃ مشعشعۃ تکون عونا علی حمد ماالقی الینہ لان جبریل علیہ السلام لما اتصل جرمہ بذات محمد سنیۃ فحدث لہ مافکرناہ بذالک وہو ماالقی الیہ وفوہ سمع خطاب الملک ولم یکن لہ قبل ذالک وقد وجدا حل المیراث من الصوفیۃ المتبعین المحققین (جھجۃ النفوس)

ترجمہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دبانے والے کا اتصال اس کے جسم سے ہوا جسے بھینچا گیا۔ جو ایک طریقہ حصول فیض کا ہے۔ تو اس جسم کے اتصال سے باطن میں ایک قوت نورانیہ پیدا ہو جاتی ہے اور اس قوت سے دوسرا شخص اس بوجھ کے اٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب جسم جبریل علیہ السلام رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے متصل ہوا تو اس میں وہ کیفیت نورانیہ پیدا کر دی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ مزید یہ کہ فرشتہ کی آواز سنی جو اس سے پہلے نہ سنی تھی۔ اور اہل میراث متبعینِ سنت محققین صوفیہ نے یہی طریقہ حاصل کیا ہے۔

فائدہ: ہمارے سلسلہ میں اس حدیث فعل کی روشنی میں سالک پر ابتداء میں تین بار توجہ کی جاتی ہے اور یہی طریقہ ہمارے ہاں متوارث چلا آتا ہے۔

حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

مشکوۃ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ان کی زبانی مذکور ہے۔

فَسَقَطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيبِ وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي الجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَأَنَّمَا أَنظُرُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب ﷺ فرماتے ہیں کہ اسلام کی تکذیب زمانۂ جاہلیت سے بھی زیادہ میرے دل میں واقع ہوگئی۔ جب رسولِ اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میں پسینہ پسینہ ہوگیا۔ حالت یہ ہوگئی کہ گویا میں اپنے رب کو دیکھ رہا ہوں۔

(صحیح مسلم، رقم: مشکوۃ المصابیح، رقم: ۲۲۱۳)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فَلَمَّا نَالَهُ بَرَكَةُ يَدِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - زَالَ عِنْدَ الْغَفْلَةِ وَالْإِنْكَارِ وَصَارَ فِي مَقَامِ الْحُضُورِ وَالْمُشَاهَدَةِ اهـ.

ترجمہ: حضور ﷺ کے دستِ مبارک کی برکت سے غفلت زائل ہوگئی اور فوراً ہی مقام حضور مشاہدہ حاصل ہوگیا

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب، فضائل القرآن، باب، اختلاف القراءت، ج، ۵، ص، ۹۳، المکتبۃ الرشیدیہ، کوئٹہ)

فائدہ:

۱۔ توجہ کی غرض غفلت کو دور کرنا اور نورِ ایمان کو تیز کرنا ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت ابی بن کعب ﷺ کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ توجہ سے انکشاف ہوجاتا ہے۔

۳۔ مجاہدات اور ریاضت کے ذریعے سالہا سال اتنا فائدہ نہیں ہوتا جو شیخ کی تھوڑی سی توجہ سے حاصل ہوجاتا ہے۔

۴۔ شیخ کی توجہ کے بغیر محض مجاہدات سے منازل سلوک طے نہیں ہوسکتے کیونکہ سلوک اور تصوف القائی اور انعکاسی عمل ہے۔

۵۔ توجہ کے لئے قلب میں قبولیت کی استعداد کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے اس اعتراض کی گنجائش نہیں کہ ابو طالب پر رسول اکرم ﷺ نے تصرف کیوں نہ کیا۔

(دلائل السلوک، ص: ۱۰۹)

باب نمبر ۶۶

حضرت علامہ مولانا اظہار الحق بن علامہ مفتی سید احمد علی شاہ سیفی نے لکھا:

سوال: (۱۴۰) بطورِ اعتراض، عبارت نمبر۔۱ حضرت اقدس کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تو ان کے مرید ہی نہیں تھے، بلکہ ان کے اب تک کوئی بھی مرید نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمہ کے طریقے کی مخالفت کی ہے۔ طریقت میں اس جاہل نے بدعت اختیار کی ہے اور یہ مبتدع ہے۔

(رسالہ اظہار الحق، ص ۱۲۲)

سوال: (۱۴۱) عبارت نمبر۔ ۲ بیعت کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی جاتی ہے اور کچھ کلماتِ حسنہ پڑھے جاتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ طریقہ پر درج ہوا۔ اور یہ جاہل صرف ذکر کی تلقین کرتا ہے، ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت نہیں کرتا کیونکہ اسے نہ تو ایمان مجمل آتا ہے اور نہ ہی ایمان مفصل آتا ہے۔

(رسالہ اظہار الحق، ص ۱۲۳، ۱۲۴)

الجواب: (۱)

مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمہ وصال فرما گئے آپ علیہ الرحمہ کو قبلہ شاہ علیہ الرحمہ کے وصال کی اطلاع ملی تو قبلہ شاہ علیہ الرحمہ کے غم میں نڈھال ہو گئے قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی حیات مبارک میں بھی فرما دیا تھا کہ میں بہت ضعیف العمر ہوں مجھے امید نہیں ہے کہ میں اس کے بعد ملاقات کر سکوں۔

(ماہنامہ سسٹم ٹوڈے جولائی ۲۰۱۴)

حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے نے اپنے والد بزرگوار علیہ الرحمہ کی توجہات سے فائدہ نہیں اٹھایا جس سے ان کا فیض بھی آگے لوگوں تک نہیں پہنچا۔

(سسٹم ٹوڈے، مارچ، ۲۰۱۴، ص،۳۱)

قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمہ جب اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے تو حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ فراقِ پیر میں بے قرار اور بے چین تھے، بعد میں حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ نے صاحبزادہ مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمہ کو دعوتِ طعام دیا، صاحبزادہ مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمہ کے سامنے فیض کے حصول کے لیے حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ بیٹھے تھے، صاحبزادہ مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمہ توجہ کی نیت سے مگر حالات اور کیفیات میں تبدیلی نہیں آئی، اس مردِ قلندر کو جس کی ضرورت تھی۔

یونہی کم وبیش پانچ سال گزر گئے اور ہجری ۱۳۸۶ کا سال آپہنچا۔ پھر ایک روز مولانا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ کی قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے سے ملاقات ہوئی تو حضور سیّدی مولانا سمنگانی علیہ الرحمہ نے اپنے شیخ علیہ الرحمہ کے صاحبزادے علیہ الرحمہ سے فرمایا، قطب الارشاد حضرت

مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمہ اور میرے درمیان کچھ یوں طے تھا کہ میں انکے مریدین پر توجہ کرتا تھا اور وہ میرے مریدین پر توجہ دیتے بلکہ اذکار بھی تبدیل فرما دیا کرتے تھے، آپ علیہ الرحمہ کے اور میرے درمیان معاملہ کس طرح ہونا چاہئے؟ قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے علیہ الرحمہ نے فرمایا،، ویسا ہی جیسے پہلے تھا،، گویا جس معاملہ کی اجازت واصلاح مولانا ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ کا مقصود تھا اس کا اذن مل گیا۔ اس کے بعد جب حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ الرحمہ نے تبسّم فرمایا اور پھر حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ کی اس دن سے تربیت شروع کردی۔

(سسٹم ٹوڈے، مارچ، ۲۰۱۴ء ص، ۳۲)

حضور سیّدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ کے عمل سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) یہ کہ ہمارے طریقے میں ذکر کی تلقین کرتے ہیں، (یہی کرنے سے مرید ہوجاتا ہے)۔

(۲) دوسرے کسی پیر کے مرید کی تربیت کرنا، پیر کی اجازت سے ہو، پیر کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔

جواب: (۲)

دلیل نمبر (۱)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((سکندر خان لودی)) دربیان آنکه در جمیع اوقات به ذکر الهی جل شانه باید پر داخت۔

بعد از ادای نماز پنجگانه به جماعت و ادای سنن رواتب، اوقات خود را مصروف ذکر الهی۔ جل سلطانه۔ باید ساخت و به غیر از آن نباید پر داخت، چه در خوردن و چه در خفتن و چه در آمدن و چه در رفتن طریق ذکر را به شما معلوم کرده شده است، برهمان طریق استعمال نمایند۔

اگر در جمعیت فتور یابند، اول باید تعیین سبب فتور کرد و بعد از آن، تلافی تقصیر آن باید نمود و به التجا و تضرع تام به حضرت، حق سبحانه رو باید آورد و دفع ظلمت آن خواست و شیخی راکه او وی ذکر یافته باشند، وسیله باید ساخت والله سبحانه المیسر کل عسیر (خداوند سبحان آسان کنندۂ تمام مشکلات است۔) وَالسَّلام۔

یہ مکتوب سکندر خان لودھی کی طرف صادر فرمایا۔ اس امر کے بیان میں کہ تمام اوقات ذکر الٰہی جل شانہ میں مصروف رہنا چاہیے۔ پانچوں نمازیں با جماعت ادا کرنے اور مستحب اوقات میں سنن مؤکدہ ادا کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکرِ الٰہی جل شانہ، میں مصروف رہنا چاہیے، کھانے، سونے، آنے، اور جانے غرض تمام اوقات میں ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ذکر کا طریقہ تمہیں بتادیا گیا ہے، اس کے مطابق ذکر کرتے رہیں۔ اگر ذکر اور جمعیت میں فتور اور خلل محسوس کریں تو اول اس فتور کا سبب معلوم کرنا چاہیے۔ پھر بارگاہِ خداوندی میں التجاء اور زاری کے ذریعے اس کوتاہی کی تلافی کرنی چاہیے اور اس ظلمت اور تاریکی کو دور کرنے کی کوشش اور سعی کرنا چاہیے۔ اور اس میں شیخ اور پیر و مرشد کو وسیلہ بنانا چاہیے۔ جس سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی تمام مشکل امور

کو آسان کرنے والا ہے۔ والسلام۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۹۳، ج ۱، ص ۲۴۶، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

دلیل: (۲)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

((شیخ طه)) پسر ((شیخ عبدالله نیازی)) که از مشاهیر مشایخ سرهند است و خدام ((حاجی عبدالعزیز)) به تفصیل به ایشان آشنا اند، قدمبوسی و نیاز مندی معروض داشته است و او را داعیهٔ انابت به این طریقهٔ علیه شریفه پیدا شده است و به صدق و نیاز ملتجی شده است۔ استخاره اش گفته ام که بکند، ظاهر أمناسبت دارد۔ و یارانی که اینجا تعلیم ذکر گرفته

ترجمه: حضرت شیخ عبدالقادر نیازی علیہ الرحمہ کا بیٹا شیخ طٰہٰ جو سرہند کے مشہور مشائخ میں سے ہے اور حاجی عبدالعزیز بھی اس سے پوری واقفیت رکھتا ہے۔ قدم بوسی اور نیاز مندی عرض کرتا ہے۔ اور اسے بھی اس بلند اور شریف طریقہ کی طرف رجوع اور تقاضا پیدا ہو چکا ہے۔ صدق و نیاز سے التجا کرتا ہے۔ میں نے اسے استخارہ کرنے کو کہا ہے ویسے ظاہراً وہ اس طریقہ سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور وہ دوست جنہوں نے یہاں سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۴، ج ۱، ص ۸۶، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

هر که بشوق و آرزو طلب اخذ طریق نماید طریقه را باو بگویند

ترجمه: جو شخص شوق و آرزو کے ساتھ طریقہ سیکھنے کی خواہش کرے اس کو طریقہ کی تعلیم دیں۔

(مکتوبات معصومیہ دفتر دوم جلد دوم مکتوب، ۸، ص، ۳۳، گارڈن ویسٹ کراچی)

دلیل نمبر (۳)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و یارانی که این جا تعلیم ذکر گرفته اند اکثر بطریقِ رابطه مشغول اند۔ بعضے از آنها در واقعات دیده رابطه گرفته همراه می آیند

ترجمه: اور وہ دوست جنہوں نے یہاں سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہے، ان میں سے اکثر رابطہ کے طریقہ میں مشغول ہیں ان میں سے بعض تو واقعات میں دیکھ کر رابطہ حاصل کر کے ہمراہ آتے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب، ۱۴، ص، ۸۶، مکتبہ امدادیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

دلیل نمبر (۴)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

این درویش را چون هوس این راه پیدا شد عنایتِ خداوندی جلّ و علا هادی کارِ او گشته بخدمت ولایت پناه حقیقت آگاه هادیِ طریقِ

اِندراج النّھایۃِ فی البدایۃ والی السبیل الموصل الی درجات الولایۃ مؤیّدالدین الرّضیِ شیخنا و مولانا و امامنا الشیخ محمد الباقی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کہ یکے از خلفائے کبارِ خانوادۂ حضرات اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم بودہ اند رسانید وایشان این درویش را ذکر اسمِ ذات جلّ سلطانہٗ تعلیم فرمودند وبطریق معہود توجہ نمودند تا التذاذ تمام درمن پیدا شد واز کمال شوق گریہ دست داد۔

ترجمہ: اس درویش کو جب اس راستے کی ہوس (آرزو) پیدا ہوئی تو خداوند جلّ وعلا کی مہربانی اس کام کی ہادی بنی، اور اسے ولایت پناہ، حقیقت آ گاہ، نہایت کو بدایت میں درج کرنے والے طریقے کے ہادی اور درجاتِ ولایت تک پہنچانے والے راستے کے راہنما پسندیدہ دین کی تائید فرمانے والے ہمارے مولیٰ اور امام الشیخ محمد الباقی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی خدمت میں لے گئی۔ جو اکابر حضرات نقشبندیہ کے خانوادہ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ اور آپ نے اس درویش کو اسم ذات جل سلطانہٗ کا ذکر تعلیم فرمایا۔ اور اپنے معروف طریقے کی مطابق توجہ فرمائی۔ یہانتک کہ مجھ میں مکمل لذت پیدا ہوگئی اور کامل شوق سے رونا نصیب ہوا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ پنجم، مکتوب، ۲۹۰، ص، ۶۸۶، مکتبہ امدادیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

شیخ المشائخ حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

واین درویش را این نسبت عزیز الوجود بعد از دو ماہ و چند روز از ابتداءِ زمان تعلیم ذکر حاصل شدہ بود

ترجمہ: اور اس درویش کو یہ نادر الوجود نسبت تعلیم ذکر کے ابتدائے وقت سے دو ماہ اور چند روز کے بعد حاصل ہوگئی تھی۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ پنجم، مکتوب، ۲۹۰، ص، ۶۸۸، مکتبہ امدادیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

دلیل نمبر (۵)

حضرت سیدنا قطب الارشاد خواجہ باقی باللہ حنفی نقشبندی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۰۱۲ھ، لکھتے ہیں:

حق سبحانہٗ وتعالیٰ برکات تامیہ ابدیہ روزی کناد محبت نامہ کہ مصحوب نظام مرسل بود مطالعہ نمودہ شد از شورش ھا عجب آمد۔ سخنے نوشتہ بودیم اگر خلاف واقعہ باشد فھو المراد باری وصیّت آن است کہ اگر صفتے از صفات مارا مخالف یابند بآنچہ در خیال شما کمالی قرار گرفتہ تکیہ بآن نکنند کہ اطوار مختلف است بعضے از معانی "النھایت ھو الرجوع الیٰ البدائیت" مرجح طور بے تکلّفان وعوام روشان است وھم چنیں اگر در خاطر آید کہ اھل ارشاد را کشف والھام می باید آن نیز اصلے ندارد۔ اھل ارشاد بعد از فنا و بقا مظہر اسم العلیم، والحکیم، والمتکلم می باید کہ باشند چنانچہ در کتب آئمہ طریقت مقرر است وھم چنیں ھمیشہ خود را نیازمند و مستفید بدارید احتیاج مسترشد بمرشد ھمیشہ است وآنکہ می گوئیند اکنون حاجت فلاں از مرشد برخاست۔ ایں معنی دارد کہ قائم بنور اصل شد۔ اگر مرشد ازمیاں برود دفترے باو راہ نمی یابد۔

دریک دم اگر ہزار دریا بکشی		گم باید کردو خشک لب باید بود

وھم چنیں در آداب طریقہ عالیہ احراریہ نقشبندیہ چوں کوہ راسخ باشید۔ زنہار کہ بطریق دیگر خلط نکنید وآنکہ از سلاسل مختلف مرید می گیرید، چیزے نیست ھر کہ مرید شما شود۔ شود۔ والاّ۔ فلاں تعلیم وتلقین منحصر در طریق نقشبندیہ سازید۔ نان دیگرے خوردن

ودعائے دیگرے کردن بسیار بے فائدہ است شخصے نور نقشبندیہ از شما گیرد متوجہ شطاریہ باشد چہ مزہ دارد۔ دیگر مرید کلمیت بین یدی الغسال می باد کہ آنکہ خودش گوید کہ مرا تعلیم فلان شغل بدھید۔ بغائت قبیح است نابودن این چنیں خودروی خوشتو

جملہ سر خواص وسرعوام		گفتہ شد والسلام والاکرام

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کو دائمی اور کامل برکتیں عطا فرمائے۔ آپ کا محبت نامہ جو آپ نے نظام کے ہمراہ روانہ کیا تھا۔ مطالعہ کیا آپ کی شورش سے تعجب ہوا ہم نے ایک بات لکھی تھی اگر وہ واقعہ کے برخلاف ہے تو بہتر ورنہ پھر بھی وصیت ہے کہ اگر آپ ہماری کسی صفت کو اس امر کے مخالف معلوم پائیں، جس کو آپ نے اپنے خیال میں کمال سمجھ لیا ہے تو آپ اس پر بھروسہ نہ کریں۔ کیونکہ حالات مختلف ہوا کرتے ہیں معانی سے بعض ''نہایت کو جو کہ بدایت کی طرف رجوع کرنے کو کمال جاننا اور اسکو کرنا ہے'' اس کو ترجیح دینا بے تکلفوں اور عوام کا طریقہ ہے ایسے ہی اگر آپ کے دل میں آئے۔ کہ اہل ارشاد کے لئے کشف اور الہام کا ہونا بھی ضروری ہے تو اس کا بھی کچھ اصل نہیں۔ اہل ارشاد کا فناء اور بقاء کے بعد اسم علیم اور حکیم اور متکلم کا مظہر ہونا ضروری ہے جیسا کہ ائمہ طریقت کی کتابوں میں لکھا ہے آپ کو ہمیشہ نیازمند اور مستفید رہنا چاہیے۔ مرید کو ہمیشہ کے لئے اپنے پیر کی حاجت وضرورت ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ اب فلاں شخص کو مرشد کی حاجت نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اب وصل کے نور سے قائم ہے اس وقت اگر مرشد اپنا آپ درمیان سے ہٹالے تو اس کے حق میں فتور اور نقصان کا باعث نہ ہوگا۔

اگر دم میں پی لے ہزاروں ہی دریا		تو پھر بھی رہے عاشق حق پیاسا

اور اس طرح طریقہ عالیہ احراریہ نقشبندیہ کے آداب بجالانے میں پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہیں اور ہرگز ہرگز کسی اور طریق کو اس کے ساتھ نہ ملائیں اور یہ جو آپ مختلف سلسلوں میں مرید بناتے ہیں یہ بھی کچھ نہیں جو کوئی خوشی سے آپ کا مرید ہو جائے تو بہتر ورنہ خیر آپ کو چاہیے کہ تعلیم اور تلقین کا طریقہ نقشبندیہ ہی پر موقوف رکھیں روٹی کسی کی کھائی اور دعا کسی اور کے حق میں کرنا بالکل بے فائدہ ہے بھلا بتلائیں کہ ایک شخص سلسلہ نقشبندیہ کا نور تو آپ سے حاصل کرے اور سلسلہ شطاریہ کی طرف متوجہ ہو تو اس میں کیا مزہ آئے گا نیز مرید کو پیر کے سامنے ایسا ہونا چاہیے جیسے مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے (مرید کو لائق نہیں ہے کہ) اس کو خود یوں کہے کہ مجھے فلاں شغل یا فلاں طریق کی تعلیم دو یہ بات بہت ہی بری ہے اور ایسی خودروئی اچھی نہیں۔

کہدے راز سارے خاص اور عام		اب تو جانے اور جانے تیرا کام

(کلیات باقی اللہ یعنی مجموعہ کلام ورسائل، ملفوظات ومکتوبات، ص ۷۶، ۷۷، ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ، لاہور)

دلیل نمبر (۶)

شیخ المشائخ حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ لکھتے ھیں:

در تحریر اجازت نامہ کہ این ھمہ مبالغہ و ابرام دارند مقصود چیست اِجازت تعلیم طریقت بشمادادہ است اگر او کفایت نکند اجازت نامہ چہ کار خواھد کرد لازم نیست کہ ھر چہ در خاطر بگذردآن را البتہ سعی باید کرد چیزھا بہ خاطر میگذرد کہ ترکِ آن اولیٰ وانسب، است نفس لجوج است امریرا کہ پیش گرفت میخواھد کہ آن رابانصرام رساند وبحقیقت وبطلان آن ملاحظہ نمی کند بخاطر شما چند کلمہ نوشتہ شد حضرت حق سبحانہٗ نافع آرد فکرِ کارِ خود باید کرد تا ایمان بسلامت ببرد اجازت نامہ و مریدان بکار

نخواهند آمد درضمن کارِ خود اگر شخصے بطلب صادق بیاید آن را تعلیمِ طریقت بکنند نه آنکه تعلیم طریقت رااصل کار بگیرند ومعامله، خود را تابع آن سازند آن خود سراسر ضرر وخسران است۔

ترجمہ: اجازت نامہ کے لکھنے میں جو آپ اسقدر مبالغہ اور کوشش کررہے ہیں اس سے آپکا مقصود کیا ہے۔طریقہ تعلیم کرنے کی اجازت جو آپکو دی گئی ہے، اگر وہ کافی نہیں ہے تو اجازت نامہ کیا کرے گا۔ یہ لازم نہیں کہ جو کچھ دل میں گزرے اسی کے واسطے کوشش کرنے لگ جائیں۔کئی ایسی باتیں دل میں گزرتی ہیں جنکا ترک کرنا بہتر اور مناسب ہوتا ہے۔نفس بڑا ضدی ہے جس امر کو اختیار کرتا ہے۔اس کے پورا کرنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اس کے حق وباطل ہونے کا لحاظ نہیں کرتا۔آپ کی خاطر چند کلمے لکھے گئے ۔حق تعالیٰ آپکو نفع دے۔ بھائی صاحب اپنے کام کا فکر کرنا چاہئے تاکہ جہان سے ایمان سلامت لے جائیں ۔اجازت نامہ اور مرید کچھ کام نہیں آئیں گے۔ہاں اپنے کام کے ضمن میں اگر کوئی شخص سچی طلب سے آجائے تو اسکو طریقہ کی تعلیم دیں نہ یہ کہ طریقت کی تعلیم کو اپنے کام کا اصل خیال کریں اور اپنے معاملہ کو اسکے تابع بنادیں کہ اس میں سراسر ضرر اور خسارہ ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب، ۲۲۸، ص، ۱۷، ۱۸، مکتبہ امدادیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

حافظ اظہار الحق سیفی اب بتا وَالحمدللہ حضرت مبارک علیہ السلام کے عمل سے بھی ثابت، حضرت اقدس (صوفی نثار الحق سیفی) مرید ہیں یا نہیں؟ جواب طلب ہے: تو اب بتائیں جاہل آپ ہیں یا حضرت اقدس (صوفی نثار الحق سیفی) بدعتی آپ ہیں یا حضرت اقدس (صوفی نثار الحق سیفی) بیعت کا طریقہ بزرگوں کو پتہ نہیں تھا، شاید ایمان مجمل اور ایمان مفصل ان بزرگوں کو یاد تھا یا نہیں ایک حافظ صاحب اور ان کے والد کو یاد ہیں۔ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ میں ذکر کی تعلیم اور تلقین کی جاتی ہے۔

باب نمبر ۶۷

لطائف کا بیان

سوال: (۱۴۲) مولانا پیر محمد چشتی نے لکھا خط میں اعتراض کے طور پر

آپ سینہ کے غدود کو ہلا کر اسکو کلمہ طیبہ کے ساتھ جریان قلب یا اجراء قلب کا نام دیکر خلق خدا کو اپنی کرامت وروحانی طاقت کا تاثر دے رہے ہیں، جو میرے نزدیک محض کرتب اور خاص عمل کا کرشمہ ھے۔ جسکا روحانیت وتصوف اور سلوک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ میں اسکو ناجائز وگناہ سمجھتا ہوں۔

سوال: (۱۴۳) اعتراض: مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:

مجھے بھی سیفیوں نے یہی جھانسہ دیکر خانقاہ سیفیہ میں بھیجا تھا کہ وہاں جا کر دیدار بھی کرو، اور احیائے سنت کا کام بھی دیکھو۔ مگر میں نے وہاں جا کر بداخلاقی، بدسلوکی، بدکرداری، تکبر ورعونت، نفرت وشحونت اور تصوف کا رسمی طریقہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مہمان نوازی اور مسا پروری نام کی شئے نہیں۔ بلکہ ہمیں بے ایمانی، منافقت، بے غیرتی اور کفر وارتداد کے قیمتی تحفے دیکر شام کے وقت خانقاہ سے نکال دیا۔ اب کتاب کے ذریعہ پھر خانقاہ سیفیہ کی دعوت کا اشتہار دیا گیا جو سراسر دھوکہ، فراڈ اور جھوٹ ہے۔ وہاں احیائے سنت اور اماتت بدعت کا کام بالکل نہیں ہورہا ہے۔ ہاں البتہ احیائے سیفیت اور اماتت امت کا کام خوب ہورہا ہے۔ اسلحہ کی نمائش میری بات کی سچی تصدیق ہے خانقاہ سیفیہ میں سوائے دل ہلانے کے کوئی تصوف والی بات نہیں اور دل ہلانا تھوڑی سی مشق سے حاصل ہوجاتا ہے۔ یہ علامات ولایت سے نہیں بلکہ کسب وکرتب ہے۔ اس کی مزید وضاحت آگے آئے گی۔

اندکہ پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(صفحہ ۶۴، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال: (۱۴۴) اعتراض (۳): مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا

دعوی نمبر ۲۲: دل کا کودنا کرامت ہے۔

(صفحہ ۴۳، الفتنۃ الشدیدۃ)

اصل عبارت: لطائف کی حرکت (جو وجد کی ایک قسم اور کرامت اولیاء ہے) (صفحہ ۲۴۹)

دعوی نمبر ۲۲ پر تبصرہ: پیر صاحب کا کہنا لطائف کی حرکت وجد کی قسم ہے اور یہ کرامت اولیاء ہے یہ صرف سیفیوں کی ولایت اور اپنے اخص الخواص ولی اور مجددیت کا ثبوت دینا ہے۔ لطائف کی حرکت کو کسی نے ولایت ومقبولیت پر دلیل نہیں بنایا۔ بلکہ یہ عند الصوفیاء وسواس وخطرات قلبی کے دفعیہ کا طریقہ ومشق ہے۔ جس سے سکون واطمینان حاصل ہوجاتا ہے اور ذکر میں یکسوئی پیدا ہوتی ہے۔ حرکات لطائف کی مشق صرف وسیلہ یکسوئی ہے مقصود بالذات نہیں۔ حرکت

لطیفہ قلب کی قرآن وسنت سے ثابت ہے باقی لطائف لطیفہ قلب سے ہی متولد ہوکر متحرک ہوتے ہیں۔اوران کی حرکت مخفی و باطنی ہے پھرایک ہے قلب صنوبری کی حرکت اور دوسری عین قلب کی۔عین قلب سے مراد باطن قلب ہے اور حقیقت میں اسی قلب باطنی کی حرکت مراد ہے اور حرکت سے مراد توجہ اور حضور دائمی ہے جوکبھی بھی مضمحل نہ ہو۔قلب صنوبری کی حرکت شعبدہ بازی بھی ہوسکتی ہے۔جسے کسی صورت بھی ولی اللہ ہونے کی علامت قرار نہیں دیا جاسکتا۔پھر حرکت قلب کبھی غم سے طاری ہوتی ہے اور کبھی خوشی سے اور کبھی خوف الٰہی سے۔حرکت دل کی وہ مقبول ومحمود ہے جوخوف خدا اورانوارالٰہی کے ورود سے عارض ہو۔ان کے سوا میں کوئی بحث نہیں۔جب حرکات لطائف کئی معنی محتملہ کو شامل ہے تو پھر مطلق حرکت کو کرامت اولیاء اور وجد کی قسم قرار دینا۔جہالت،غباوت اور تھکاوٹ ذہنی کی آئینہ دار ہے۔تعلی وتکبراور تعاظم وتفاخر کا واضح ثبوت ہے۔پھراس کے انکار پر حکم کفر جاری کرنا جنابت جسمی نجاست قلبی اور غلاظت ذہنی کی پیداوار ہے۔اگر لطائف سے انکار کفر ہے تو پھر مکمل صوفی وولی کامل حضرت سلطان الاولیاء سلطان باہو علیہ الرحمہ کے بارے میں کیا فتوی ہوگا،جو لکھتے ہیں کہ''جاننا چاہئے جب قلب اللہ تعالیٰ کے نام سے جنبش کرے اور کلمہ طیبہ پڑھے تو پھراس دنیا اور آخرت کی کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔مجھے ان بیوقوفوں پر بڑی حیرانی ہے جودم بند کرکے اس گوشت کے ٹکڑے کوحرکت دیتے ہیں۔اور خام تفکر کیساتھ معرفت الٰہی سے بے خبری کو وصال کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سینے،شکم اور دماغ میں فلاں مقام سر ہے فلاں مقام خفی اور فلاں مقام مخفی اور یہ مقام قلب،یہ مقام روح،یہ مقام نفس،یہ مقام قربانی اور یہ مقام سلطانی ہے ایسے لوگ ایسے لوگ خام خیالی اور بے تفکر اور بے احوال ہیں وہ رحمانی،باطنی مقامات اور دنیاوی اور شیطانی خطرات میں تمیز نہیں کرتے ایسے لوگ ہرگز ہرگز اہل قلب کہلانے کے مستحق نہیں بلکہ باحسد اور اہل کلب(کتے)ہیں اور بسب تقلید طالب دنیا ہیں۔''

(کتاب توفیق الہدایت ترجمہ نصاف الشفاعت صفحہ ۱۶۶ مکتبہ پروگریسو بکس لاہور)

باھو خویش را از خلق پوشد ھر کہ مرد		ذاکران بسیار بھر از سیم و ذر

حضرت سلطان باہو علیہ الرحمہ طریقت کے ایسے مسلک سے شدید اختلاف رکھتے تھے اور لطائف کی مشق کو ولایت ومقبولیت کی دلیل بنانے پر سخت نکیر کیا کرتے تھے بلکہ لطائف کی تتبع وتلاش کو خام خیالی اور بے احوالی سے تعبیر فرمایا۔حضرت قطب الاولیاء پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز نے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال دروازہ دل پر معتکف رہا تیس ۳۰ سال بعد آواز آئی کہ اب تو اس قابل ہوا کہ تجھے زنار شرک سے آگاہ کیا جائے۔یہ واقعہ بیان کرکے پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ نے فرمایا۔''پس مقام غور ہے کہ حضرت جنید علیہ الرحمہ جیسے شخص کو تیس ۳۰ سال کے بعد اس قدر جواب دیا جاتا ہے اور آجکل بعض آدمی دوروز محنت کرکے کہہ دیتے ہیں کہ میرا دل جاری ہوگیا ہے۔حاشا وکلا جریان قلب سے مراد محض مضغہ صنوبری یعنی اس مخصوص گوشت کے ٹکڑے کی حرکت نہیں۔کیونکہ یہ حرکت معمولی سی محنت سے بہت جلد حاصل ہوجاتی ہے۔بلکہ جریان قلب اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور حاضری سے عبارت ہے و این ھنا من ذاک یہ کہاں اور وہ کہاں۔

(ملفوظات مہریہ صفحہ ۱۱)

مزید فرمایا:پس جس کے دل سے دنیاداروں کی محبت نکل جائے وہ اس نعمت سے مشرف ہوتا ہے۔طعنہ دینے والے مفسدین کی عادت ہے کہ سادہ لوح لوگوں کو غلطی میں ڈالتے ہیں اور ان کے استقلال میں رخنہ پیدا کرتے ہیں کہ تو اتنا عرصہ فلاں بزرگ کی مجلس میں رہا مگر ابھی تک تیرا قلب جاری نہیں ہوا۔پس تو نے کیا فائدہ حاصل کیا۔

(ملفوضات مہریہ صفحہ ۱۱۹)

اس ملفوظ پر مترجم شیخ الحدیث مولانا فیض احمد صاحب مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں اس ارشاد میں برادران طریقت کے لئے بے بہا پند ونصیحت ہے حضرت قدس سرہ العزیز کے دور سے آج کا دور زیادہ نازک ہے تصوف وطریقت کا لبادہ اوڑھ کر محض چند شعبدات کے ذریعے عوام کو ٹھگنے والے بہت پیدا ہو گئے ہیں، ارباب حقیقت کی شناخت دن بدن مشکل ہوتی جارہی ہے۔(صفحہ ۱۱۹)

ان قابل قدر عظیم المرتبہ مقدس شخصیات کے ملفوظات سے مسلمان راہنمائی حاصل کریں اور ایسے ٹھگوں سے بچیں۔جنہوں نے ولایت کو بازیچہ اطفال بنادیا ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کا معصوم دل ہلا کر ولایت کی پگڑی سر پر رکھ دیتے ہیں اور اولیاء اللہ کی صف میں کھڑا کر دیتے ہیں۔یہ حقیقی اولیاء کے ساتھ مذاق وتمسخر ہے اور انہیں بدنام کرنے کی گہری سازش ہے۔تا کہ خلق خدا ان روحانی حقیقی مقدس شخصیات سے استفادہ کرنے کے بجائے دل ہلا کر خود ولی بن کر بیٹھ جائیں ۔اور غرور وتکبر میں زندگی بسر کر کے اپنی عاقبت خراب کرلیں۔ایک حوالہ اور پیش کرتا ہوں وہ مولوی اشرف علی تھانوی کا ملفوظ ہے یہ اس لئے کہ پیر صاحب کو دیوبندیوں سے ایک گونا محبت ہے جو القابات کاشمیری صاحب سے ظاہر ہے اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں، سرایت ذکر کی تین علامات ہیں۔

ا۔حرکات۔محال۔لطائف

۲۔ استماع الفاظ فی محال اللطائف

۳۔ احساس الوان محال لطائف۔یہ تینوں آثار وکوائف انتہائی مشق سے پیدا ہوتے ہیں اور سرایت ذکر کی علامات سمجھے جاتے ہیں۔الخ یہ بات بھی فرو گذاشت کرنے کے قابل نہیں کہ ان تینوں علائم (علامتوں) کا تحق دال علی الولایۃ نہیں الخ یعنی ان علائم ثلاثہ کے ظہور سے ولایت ومقبولیت پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔یہ آثار سرایت ذکر کی محض علامات ہیں۔سرایت ذکر کی حقیقت میں داخل یا اس کی خصائص میں سے نہیں'' (بوادر النوادر)(صفحہ ۵۷۷)

(صفحہ،۹۶،الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال:(۱۴۵)اس میں تصنع ہوتا ہے(لطائف کی حرکت)

اس ذکر میں یہ لوگ سینے کی غدود ہلاتے ہیں۔اور لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ یہ لوگ تو بہت بڑے ذاکرین ہیں یہاں تک کہ انکے دل اور سینے تو ہم خود دیکھتے ہیں کہ کثرت ذکر سے ہلتے ہیں۔خدا کے بندو! واللہ باللہ یہ محض بناوٹ اور کرتب ہے۔ایک ذاکر کو ان لوگوں کی خباثتیں معلوم ہو کر نادم ہوا۔

اور توبہ تائب ہو کر ہمارے پاس آیا۔تو باتوں باتوں میں اسنے ہم کو کہا کہ یہ لوگ جب ذکر کرتے ہیں تو انکے سینوں کے غدود ہلتے ہیں عوام باور کرتے ہیں یہ لوگ تو یاد الٰہی میں انتہاء تک پہنچ چکے ہیں کہ انکے دل ہم دیکھتے ہیں کہ خوب ذکر میں سرشار و بے قرار ہیں۔خوب ہلتے ہیں۔لیکن یہ ایک کرتب ہے پریکٹس ہے اور کوئی چیز نہیں اس نے کہا آؤ میں عملی طور پر دکھادوں۔دیکھو میں اللہ اللہ نہیں کرتا بلکہ حلوا حلوا کرتا ہوں تو غدود ہلتے رہینگے۔میں ذکر کرونگا یہ برقرار ہونگے نہیں ہلیں گے میں بلکل خاموش رہونگا اور یہ بے قرار ہو کر خوب چھلانگیں لگائیں گے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے است		بس بہ ہر دستے یہ بایدداد دست

ترجمہ: اے خداوندا دیہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں

کہ سلطانی بھی عیاری ہے درویش بھی عیاری

(تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر ص،۱۹۹)

سوال: (۱۴۶) دیوبندیوں کے مولانا اللہ یار خان دیوبندی کا اعتراض

مقامِ احدیت سے لے کر دائرۂ اولوالعزمی تک نصف سلوک ہے۔ اور باقی نصف اس کے بعد ہے۔ جب یہ سننے میں آتا ہے کہ فلاں ولی اللہ نے یا فلاں خلیفہ صاحب نے پورا سلوک طے کیا ہوا ہے۔ تو حیرت ہوتی ہے۔ کسی عارف نے فنا بقا تک منازل طے کر لئے تو یہ بھی بڑی بات ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤیتہ من یشاء حالانکہ مقام فنا و بقا سلوک کی بالکل ابتدا ہے۔ (دلائل السلوک ص: ۵۲)

سوال: (۱۴۷) حضرت پیر حافظ عبد الکریم نقشبندی عیدگاہ شریف۔ والے نے فرمایا:

بعض درویش گوشت کے ٹکڑے کو جو صنوبری شکل انسان کے بائیں پہلو میں ہے دل کہتے ہیں اور پھیپھڑے کی حرکت کو قلب کا جاری ہونا سمجھتے ہیں یہ ان کی غلطی اور بے علمی ہے دل اصطلاح تصوف میں ایک جوہر روحانی ہے جو کثرت ذکر اور تصفیہ و تزکیہ سے پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک ملکہ دراکہ ہے جس سے عجیب وغریب علوم و اسرار اور مکاشفات کا انکشاف ہوتا ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ نے اپنی مثنوی میں اسی دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے۔

دل چہ ہست آن جوہر روحانی است		دل نہ از جسم است و نے جسمانی است

(کنز القدیم فی آثار الکریم، ص، ۱۸۴)

الجواب: (۱)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

سؤال: از حدیث قدسی، وست آن قلب مفہوم می گردد و تو آن را تنگ می گوی؟

جواب: تنگی آن بہ اعتبار عدم گنجایش ماسوا است در وی، و وسعت آن بہ اعتبار ظہور انوار قدم، فلا منافاۃ۔ این فقیر در بعضی رسائل خود، تعبیر از آن قلب بہ این عبارت کردہ است: الضیق الاوسع و البسیط و الابسط و الاقل الاکثر

سوال: شایان فضیلت حقیقت جامعہ است کہ از عالم امر است، مضغہ کہ از عالم خلق است و مرکب از عناصر، این فضیلت از کجا یافت؟

جواب: عالم خلق را فضیلتی است بر عالم امر کہ ادراک عوام، بلکہ ادراک اکثر خواص از آن مریت قاصر است، این معنی را این فقیر درمکتوبی کہ بہ نام مرحومی فرزندی، اعظمی دربیان طریق نوشتہ است، واضح ساختہ است، اگر ترددی ماند از آنجا تشفی طلبند۔ حقیقت این مضغہ بشنو، عوام را مضغہ ای است کہ بہ ترکیب عناصر اربع بدھم رسیدہ است و خواص را، بلکہ اخص خواص را مضغہ ای است کہ بعد از سلوک وجذبہ، و بعد از تصفیہ و تزکیہ و بعد تمکین قلب و اطمینان نفس، بلکہ بہ محض فضل و کرم خداوندی۔ جل سلطانہ۔ از ترکیب اجزاء عشرہ صورت یافتہ است چہار جزء از عناصر و یک جزء از نفس مطمئنہ و پنج جزء از عالم امر، این ہر دہ جزء باوجود تضاد و تباین، بکدیگر بہ قدرت کاملۂ واجب الوجود۔ جل سلطانہ۔ صورت تضاد و تباین اینہا زایل گشتہ ، جمع شدہ اند و ہیئت وحدانی پیدا کردہ، این أعجوبہ را حاصل نمودہ اند، جزو اعظم در این معاملہ، عنصر خاک است، این ہیئت وحدانی، نیز بہ رنگ جزو ارضی بر آمدہ، است و بہ خاک استقرار یاتہ (است)۔

خاک شو خاک تاب‌روید گل		که به جز خاک نیست مظهر گل

ای برادر! دست ارباب ولایت به دامان این علوم و معارف نرسد که مقتبس از مشکلات انوار نبوت۔علیٰ صاحبها الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔

سوال: حدیث قدسی سے تو اس قلب کی وسعت معلوم ہوتی ہے۔اور تو اس کو تنگ کہتا ہے؟

جواب: اس کی تنگی ماسوائے حق کی اس میں گنجائش نہ ہونے کے اعتبار سے ہے۔اور اس کی وسعت انوارِ قدم کے ظہور کے اعتبار سے ہے۔بہت تنگ بہت وسیع بسطی بہت ہی بسیط۔بہت چھوٹا بہت زیادہ۔

سوال: فضیلت کے لائق تو حقیقت جامعہ ہے جو عالم امر سے ہے۔پارہ گوشت نے جو عالم خلق سے ہے اور عناصر سے مرکب ہے یہ فضیلت کہاں سے پالی؟

جواب: عالم خلق کو عالم امر پر فضیلت ہے لیکن اس فضیلت کے ادراک سے عوام کیا اکثر خواص بھی قاصر ہیں۔اس معنی کو اس فقیر نے اپنے اس مکتوب میں جو، اپنے بڑے فرزند مرحوم کے نام بیان طریقہ میں لکھا ہے۔واضح کیا ہے۔اگر تردد اور شک باقی رہ جائے تو وہاں سے تسکین کر لیں۔

اس پارہ گوشت کی حقیقت (مجھ سے) سن۔عوام کا یہ پارہ گوشت تو عناصر اربعہ کی ترکیب سے بنا ہے اور خواص بلکہ اخص خواص کا یہ پارہ گوشت وہ ہے کہ سلوک وجذبہ تصفیہ اور تزکیہ اور تمکینِ قلب اور اطمینان نفس کے بعد بلکہ محض فضل خداوندی جل سلطانہ سے اجزائے عشرہ سے ترکیب پا کر صورت اختیار کی ہے۔ چار جز تو عناصر اربعہ ہیں ایک جزء نفس مطمئنہ سے اور پانچ عالم امر سے ہیں ان دس اجزاء کی آپس میں تضاد وتبائن کے باوجود قدرت کاملہ واجب الوجود تعالیٰ وتقدس سے ان کے تضاد وتبائن کی صورت زائل ہو چکی ہے۔اور یہ آپس میں جمع ہو چکے ہیں۔اور ایک ہیئت وحدانی پیدا کر لی ہے۔اور اس طرح انہوں نے ایک اعجوبہ حاصل کیا ہے۔اس معاملہ میں جزو اعظم عنصر خاک ہے۔یہ وحدانی ہیئت بھی جزو ارضی کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔اور خاک کے ساتھ قرار پکڑا ہے۔

خاک شو خا تا برو دید گل		که بجز خاک نیست مظهر گل

ترجمہ: خاک بن خاک تا کہ پھول اُگیں کیونکہ پھول کا مظہر خاک کے سوا اور کوئی چیز نہیں بن سکتی

اے برادر ارباب ولایت کا ہاتھ ان علوم و معارف کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا۔کیونکہ یہ سینۂ انوارِ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے حاصل کیے گئے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب ۲۱، ج ۲، ص ۶۰ تا ۶۱ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حرکاتِ لطائف، خصوصی طور پر حرکتِ قلب:

حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کی تحقیق

آیات قرآنیہ واقوال صوفیاء دربارہ اقشعر الجسد واللطائف:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ۔

ترجمہ: اللہ جل جلالہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے

رب ﷻ سے ڈرتے ہیں۔ (سورۃ الزمر:۲۳)

تو آیت کریمہ قطعیہ سے بدن کی حرکت خواہ تمام بدن ہو یا خاص بدن یا بعض بدن ہو تمام چمڑا ہو کی حرکت اور اجزا دو اضطراب ثابت ہے۔ اور یہ آیت کہ:

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ

ترجمہ: پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا ﷻ کی طرف رغبت میں۔ (سورۃ الزمر:۲۳)

سے جلد یعنی چمڑا اور قلوب (جمع قلب) یعنی لطائف کا نرم ہونا اور حرکت کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ مکتوبات شریف (دفتر اول، ص،۲۹۰،) پر ایسا تحریر کرتے ہیں کہ

لانت اجسادهم فصارت ظواهرهم بواطنهم بواطنهم ظواهرهم۔ (مکتوب شریف ص ۲۹۰ جلد ۱)

ترجمہ: اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے اجساد نرم ہو چکے ہیں ان کا ظاہر باطن اور باطن ظاہر بن چکا ہیں یعنی جس طرح باطن متحرک بذکر اللہ اور نرم ہے اسی طرح ظاہر بھی متحرک بذکر اللہ اور نرم ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جس طرح اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے باطن اور لطائف اللہ تعالیٰ کے ذکر جاری اور حرکت کرنے والے ہیں اسی طرح انکا ظاہری بدن (بعض ہو یا کل) ذکرِ خداوندی جل جلالہ میں مشغول اور متحرک ہے۔

حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے بدن کا ہر زرّہ اور ہر بال ذکرِ خداوندی جل جلالہ میں مصروف رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے متحرک رہتے ہیں۔ نیز اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بدن کا کانپنا اور متحرک رہنا خاشعین اور اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کی صفت ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگ علماء راسخین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہی ہیں جو کہ علمِ احکام اور اسرار کے جامع ہوتے ہیں۔ پس یہی حضرات خاشعین علماء ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے کہ:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

ترجمہ: اللہ ﷻ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (سورۃ فاطر:۲۸)

اور جس عالم میں خشیت نہیں ہو وہ حقیقی عالم نہیں ہے۔

عارف باللہ سیدی شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی، نابلسی، حنفی، نقشبندی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۱۱۴۳ھ، لکھتے ہیں:

وقال الربيع بن انس، من لم يخش الله فليس بعالم۔

ترجمہ: حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کوئی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ عالمِ حقیقی نہیں ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج،۲، ص،۱۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اگر چہ ظاہری الفاظ و عبارات اسے یاد ہوں۔

اور خاشع کی صفت یہ ہے کہ:

تقشعرّ منه جلود الذين يخشون ربّهم۔

ترجمہ: ان کے بدن پر حرکت اور اضطرابات آتے ہیں

یعنی تتحرک تضطرب و ترتعد جیسا کہ جلالین اور مدارک کی تحقیق سے معلوم ہوا۔

(۱) من اقشعر جلده من خشية الله تحاطت عنه الذنوب كما تحاطت ورقة الشجرة اليابسته

جس بدن میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف کی وجہ سے حرکت میں آنے لگا تو اس سے اس طرح گناہ زائل ہوجاتے ہیں جس طرح درخت سے پتہ نیچے گرجاتے ہیں۔

(۲) کہ نبی اکرم ﷺ پر جب ابتدائی وحی نازل ہوئی اور تین دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اقراء اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ما انا بقاری تو اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

فَقَالَ: اقْرَأْ، فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: {اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ. خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اقْرَأْ وَرَبُّكَ الأَكْرَمُ " فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي

ترجمہ: حضور نبی محتشم ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے دوسری مرتبہ مجھے زور سے پکڑ لیا اور پھر چھوڑ کر فرمایا کہ اپنے رب ﷻ کے نام سے پڑھ لو وہ ذات جس نے عالم کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑ سے پیدا کیا۔ آپ نبی محترم ﷺ قرآن پڑھا کریں اور آپ ﷺ کا رب بڑا کریم ہے۔ تو اس وحی کو نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھ لائے اور آپ ﷺ کا دل مبارک حرکت کر رہا تھا پس خدیجۃ الکبری کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے کپڑے میں لپیٹ دو۔

(صحیح البخاری، باب بدء الوحی الی رسول، رقم: ۳)

شارحین بخاری نے اس کے تحت فرمایا ہے۔

ترجمہ: دل اضطراب کر رہا تھا اور دھڑکتا تھا اور حرکت کر رہا تھا اور فواد دل کے مرادف ہے یا عین دل ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ فواد دل کے باطن کو کہتے ہیں جو کہ حقیقۃ جامعہ سے مسمیٰ ہے اور انوار الٰہیہ کا جامع ہوتا ہے اور صفات فعلیہ کی تجلیات کیلئے حامل ہوتا ہے۔

اور حضرت سیّدی امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق یہ آخری قول راجح اور اصح ہے اور مجہول کا صیغہ اس لئے مستعمل ہے کہ اس کا قائل عظیم ترین ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں فرماتا ہے۔

کہ وما انزل علی الملکین میں ملکین سے اشارۃً اور رمزاً قلب اور روح مراد ہیں اور دوسرے لطائف (یعنی سر، خفی، اخفی) بھی ساتھ ہی ساتھ مراد ہیں لیکن دوسرے لطائف ان دو لطائف کے بعد ظہور پذیر ہوتے ہیں اس لیے ان لطائف کا ذکر ہوا۔

اس طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف جلد اول دفتر اول مکتوب ۲۹۲ میں فرماتے ہیں کہ:

احیاءدلھاے مردہ بتوجہ شریف او نموط است۔

ترجمہ: کامل مکمل اولیاء اکرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی توجہ شریف سے مردہ دل زندہ ہوجاتے ہیں حرکت کرنے لگتے ہیں

مکتوب ۲۶۰ لطائف عشرہ، ولایات ثلاثہ اور کمالات مع حقائق کے بیان میں صادر ہوا ہے مطالعہ فرمایئے۔

حضرت علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فَإِنَّ جَذْبَةً مِنْ جَذَبَاتِ الحَقِّ تُوَازِي عَمَلَ الثَّقَلَيْنِ،

ترجمہ: حق کے جذبات میں سے ایک جذبہ جن وانس کے عمل سے افضل ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، التحریض علی قیام اللیل، رقم: ۱۲۲۴، ج ۳، ص ۲۷۳، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

فَإِنَّ إِدْخَالَ السُّرُورِ فِي قَلْبِ المؤْمِنِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ۔

ترجمہ: کسی مومن کے دل کو خوش کرنا جن انس کی عبادت سے افضل ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، رقم: ۵۰۱۵، ج ۹، ص ۲۲۱، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

کوئی متدرج آدمی کسی کو حیات قلبی نہیں دے سکتا کیونکہ حیات قلبی اور لطائف اور اضطرابات، صفات فعلیہ خداوندی، صفات ذاتیہ حقیقیہ، شیونات ذاتیہ صفات سلبیہ اور شان جامع کی تجلیات کے ورود کی وجہ سے ہوتی ہے جس کے حاملین اکمل اولیاء امت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) ہوتے ہیں فاسق فاجر اور کافر لوگوں کیلئے اس سے حصہ نہیں اور اگر ان تجلیات کا ایک ذرہ بھی کافر کو پہنچ جائے تو وہ کافر نہیں رہ جائے گا بلکہ اسلام حقیقی سے مشرف ہوجائے گا۔ (الفقیر سیف الرحمن پیرارچی)

کرامت سے ولی کو خوش نہ ہونا چاہیے:

حضرت ابوالعباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی، قدس سرہ، متوفی ۵۷۸ھ، لکھتے ہیں:

أي أخي أخاف عليك من الفرح بالكرامة وإظهارها الأولياء يسترون من الكرامة كاستتار المرأة من دم الحيض۔

عزیز من! مجھ کو تم پر یہ اندیشہ ہے کہ کہیں کرامت سے اور اس کے ظاہر کرنے سے تمہارے دل کو خوشی نہ ہو! (یاد رکھو!) اولیاء اللہ کرامت کو ایسا چھپاتے ہیں جیسا عورت حیض کے خون کو چھپایا کرتی ہے۔ (والسلام)

(البرہان المؤید، ص ۲۳، مکتبۃ المعارف، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمہ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

الخاشع: والخشوع في اللغة: السكون. قال الأزهري: التخشع: التذلل، وفي المحكم: خشع الرجل: رمى ببصره إلى الأرض، وعرّفه أهل التصوف بأنه الانقياد للحق. وقال بعضهم: هو قيام القلب بين يدي الرب بهمّ مجموع. وقال الحسن: الخشوع: الخوف الدائم الملازم للقلب. وقال الجنيد: هو تذلل القلوب لعلاّم الغيوب. وقال محمد بن علي الترمذي: الخاشع: من خمدت نيران شهواته وسكن دخان صدره وأشرق نور التعظيم من قلبه، فماتت شهواته وحيي قلبه فخشعت جوارحه. قال القشيري:

واتفقوا على أن محل الخشوع القلب. وهو قريب من التواضع۔

الخاشع الخشوع لغت میں سکون کو کہتے ہیں۔الازہری نے لکھا ہے''التخشع کا معنیٰ التذلل ہے۔''محکم'' میں ہے خشع الرجل سے مراد ہے آدمی کا زمین کی طرف نگاہ لے جانا۔اہل تصوف نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ حق کے لیے جھکنا۔بعض نے کہا کہ پوری ہمت کے ساتھ دل کا رب تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا۔'' حسن نے کہا ہے کہ خشوع سے مراد وہ دائمی خوف ہے جو ہمہ وقت دل پر طاری رہتا ہے۔حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ هو تذلل القلوب لعلام الغيوب محمد بن علی الترمذی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے''وہ شخص خاشع ہوتا ہے جس نے اپنی شہوت کی آگ بجھادی ہو۔اس کے سینے کا دھواں پرسکون ہو۔دل میں تعظیم کا نور چمک رہا ہو۔اس کی شہوت مرگئی ہو۔اس کا دل زندہ ہوگیا ہو اس کے اعضاء پر خشوع طاری ہو۔''

حضرت علامہ قشیری علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ

''علماء کا اتفاق ہے کہ خشوع کا محل دل ہے، یہ تواضع کے زیادہ قریب ہوتا ہے''۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۱،ص۴۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی علیہ الرحمۃ متوفی ۶۷۱ھ لکھتے ہیں:

وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَذَلِكَ وَكَانَ إِذَا قَامَ يُصَلِّي سُمِعَ وَجِيبُ قلبه على ميلين۔

ترجمہ: اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی طرح تھے اور جب آپ کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے ہوتے تو دومیل تک آپ کے دل کا اضطراب اور دھڑکن سنائی دیتی۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ التوبۃ، تحت الآیۃ:۱۱۴، ج۸،ص۱۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

الفهم »عا« ككتف: السريع الفهم وهو علم الشيء وعرفانه بالقلب، هذا حده لغة، وأما حده في الاصطلاح فهو كما نقل عن كتاب »البصائر« لابن سهلان: جودة تهيئ الذهن الذي هو قوة للنفس معدة لاكتساب الآراء لتصوّر ما يرد عليها من غيرها، كما أن الكفر: حركة الذهن في المبادئ لتصير منها إلى المطالب، والحدس جودة حركته إلى اقتناص الحد الأوسط من تلقاء النفس، والذكاء: شدة استعداد هذه القوة لذلك، أو الفهم المدرك لدقائق المعاني والمزيل لقناع المشكلات عن وجه المباني فواتح الفوز.

الفہم ''عا'' نے لکھا ہے تیزی سمجھنے کو الفہم کہا جاتا ہے اس سے مراد دل سے کسی چیز کا علم اور عرفان ہے۔یہ لغت میں اس کی تعریف ہے۔اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے''یہ ایسی خوبی ہے جو اس ذہن کو تیار کرتی ہے جو نفس کیلئے قوت ہے۔وہ اسے آراء کے حصول کیلئے تیار کرتی ہے تا کہ وہ اس امر کا تصور کرے یا دوسرے کی طرف سے اس پر غالب ہو۔جیسے کہ فکر ابتداء میں ذہن کی حرکت کو کہا جاتا ہے تا کہ وہ اس سے مطالب کی طرف جائے۔الحدس اس کی حرکت کی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے یہ نفس کی طرف سے حد اوسط تک پہنچ جاتا ہے۔اس قوت کی استعداد کی شدت کو الذکاء کہا جاتا ہے یا الفہم سے دقائق معانی کا ادراک کرنے والا مراد ہے۔یا حروف تہجی کے چہروں سے مشکلات کے پردے ہٹانے والا مرد ہے۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۱،ص۴۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

چون نمی داند دلِ دانندۂ		هست با گردنده گردانندۂ

ترجمہ: ایک عاقل کا دل کیوں نہ اس بات کو جانے گا کہ (ہر) متحرک کے ساتھ (کسی) محرک (کا ہونا ضروری) ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص۸۶)

برف را خنجر زند آن آفتاب		سیلها ریزد ز کُهها بر تراب

ترجمہ: وہ آفتاب (حق صحبتِ عوام کے اثر کی) برف پر خنجر مارے (اور قلوبِ قاسیہ کے) پہاڑوں سے (ہستی کی) زمین پر پانی کی رویں بہادے (جس طرح آفتاب کی حرارت سے پہاڑوں کی برف پگھل کر دریا کی شکل میں بہ نکلتی ہے۔ اسی طرح صحبتِ کاملین قلوبِ قاسیہ پر وہ اثر کرتی ہے کہ قلوب کی رقت اجسام پر مؤثر ہو کر اشکبار کر دیتی ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص۲۹)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وقال الأستاذ أبو علي الدقاق رحمه الله تعالى: الرهبة على مراتب: أولها: الخوف وهي من شرط الإيمان. قال الله تعالى: وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ثانيها: الخشية وهي من شرط العلم، قال الله تعالى: إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءَ ثالثها الهيبة، وهي من شرط المعرفة. وقيل هي حركة القلب من جلال الرب.

وأما وصفه تعالى بها في قوله تعالى: إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ برفع الاسم الكريم ونصب العلماء عكس القراءة المشهورة كما قرأ به أبو حيوة وعمر بن العزيز وأبو حنيفة فهو على سبيل المجاز، والمراد غايتها التي هي التعظيم والإجلال فقط على حد قوله:

أهابك إجلالاً وما بك قدرة		علي ولكن ملء عين حبيبها

استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ رہبۃ کے کئی مراتب ہیں۔

پہلا درجہ خوف ہے۔ یہ ایمان کی شرط کے ساتھ ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَخَافُوْنِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو۔ (اٰل عمران: ۱۷۳)

خشیت: یہ علم کی شرط کے ساتھ ہے۔

ارشاد پاک ہے: إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

ترجمہ: اللہ ﷻ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔ (فاطر: ۲۸)

تیسرا درجہ ہیبت کا ہے۔ یہ معرفت کی شرط کے ساتھ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے دل کا حرکت کرنا ہے۔ اگر رب تعالیٰ کے اس فرمان میں لفظ ''اللہ'' کو مرفوع پڑھا جائے۔ جیسا کہ ابوحیوۃ، عمر بن عبدالعزیز اور ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے پڑھا ہے۔ یہ مشہور قراۃ کے برعکس ہے۔ تو یہ مجاز ا ہو گا۔ اس سے مراد وہ غایت ہے جو تعظیم اور اجلال کی غایت ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے لکھا ہے:

أهابك إجلالاً وما بك قدرةٌ		علي ولكن ملء عين حبيبها

ترجمہ: میں تم سے ڈرتا ہوں۔ یہ ڈر تمہاری تعظیم کی وجہ سے ہے حالانکہ مجھ پر تمہیں قدرت نہیں ہے۔ لیکن اس کا محبوب آنکھ کو بھر دیتا ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۱، ص ۴۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

مخدوما معدہ را محلی است و دل را محل دیگر ذکرے و تحرکے کہ از محل معدہ بر آید آن ذکر منسوب بمعدہ است و ذکرے کہ از محل دل ظاہر گرددو ذکر دل فالامتیاز بینہما بامتیاز المحال۔

ترجمہ: میرے مخدوم! معدہ کا ایک مقام ہے اور دل کا مقام دوسرا ہے اور جو ذکر و حرکت کہ مقامِ معدہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ ذکرِ معدہ سے منسوب ہے اور جو ذکر کہ دل سے مقام سے ظاہر ہوتا ہے وہ دل کا ذکر ہے پس ان دونوں میں امتیاز مقام کے امتیاز سے ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر دوم، مکتوب ۷۰، ص ۱۱۷، ۱۱۸، گارڈن ویسٹ، کراچی)

مولانا عبدالرحمن جامی علیہ الرحمۃ، لکھتے ہیں:

جامی! آج رات دوست احباب عشق میں رقص و سماع میں ہیں
برخلاف زاہد کے اٹھ تو بھی ہاتھ پاؤں حرکت میں لا کر رقص کرو

(شرح کلام جامی، صفحہ نمبر: ۵۱۱)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

در زمین و آسمان و عرش و نیز		من بگنجم ایں یقیں داں اے عزیز

ترجمہ: میں زمین و آسمان اور عرش میں بھی نہیں سما سکتا۔ اے عزیز اس بات کا یقین رکھ۔

در دلِ مؤمن بگنجم اے عجب		گر مرا جوئی دراں دلہا طلب

ترجمہ: مگر تعجب ہے کہ میں مؤمن کے دل میں سما جاتا ہوں۔ اگر مجھ کو تلاش کرتے ہو تو ان کے دلوں میں تلاش کرو۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۸۵۸)

جا نہائے مردہ اندر گورِ تن		بر جہدز آوازِ شاں اندر کفن

ترجمہ: بدنوں کی قبر میں مردہ (وار غافل و بے حس پڑی ہوئی) روحیں ان اولیاء کی آواز (یعنی فیضِ تعلیم کے اثر) سے کفن (یعنی حجابِ غفلت) کے اندر حرکت کرنے لگتی ہیں۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۶۵۲)

شیخ محمد خیر طمعہ حلبی، البخزی، الشامی علیہ الرحمہ، لکھتے ہیں:

آپ علیہ الرحمہ کا قول ہے:

السکون حرام قلوب اولیاء

ترجمہ: اللہ ﷻ کے دوستوں کا دل ہرگز ساکن نہیں ہوتا۔

یعنی وہ ہمیشہ بے قرار رہتے ہیں، کیونکہ اس طبقہ پر سکون و آرام حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ چونکہ وہ دنیا میں حق تعالیٰ سے غائب ہونے کی وجہ سے ان پر سکون و آرام جائز نہیں ہوتا اور عقبیٰ میں بارگاہ حق میں اس کی تجلی و رویت کی وجہ سے انہیں قرار نہیں آتا۔ ان کے لئے دنیا عقبیٰ کی مانند اور عقبیٰ دنیا کی مانند ہے، کیونکہ دل کو سکون یا تو مقصود و مراد کو پا لینے سے حاصل ہوتا ہے یا اپنے مقصود و مراد سے بے خبر و غافل ہونے سے اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے لئے اپنے مقصود و مراد سے بے خبری و غفلت دنیا و آخرت دونوں جگہ جائز نہیں۔ اس لئے محبت کی وارفتگی سے دل کو قرار کیسے حاصل ہو؟

(فیضان صوفیاء صفحہ ۲۵۳)

محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

از صاحب دلان صادق القول کہ آن وقت حاضر بودہ باین حقیر گفت روزی پیش از انکہ حضرت خواجہ از ہندوستان بماوراء النہر شوند در لاھور بمسجد برای أدای نماز فرض از فرایض خمسہ در آمدند

در اثنای نماز ناگاہ از سینہ سکینہ ایشان آوازی مھیب ظاھر شد چنانکہ اھل صف نماز ازان حیر تھاروی وار بعدازادی تسلیمتین حضرت خواجہ تبعجیل ھر چہ تمامتر از مسجد بیرون رفتند از ان پس دو سہ ۳ تن از نزدیکان را فراھم آوردہ در منزل خود ادای جماعہ میفرمودند۔

ایک اہل دل اور سچے بزرگ نے جو اس وقت موجود تھے مجھ سے بتایا کہ ایک دن جبکہ قطب الارشاد حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ ہندوستان سے ماوراء النہر روانہ نہیں ہوئے تھے لاہور میں ایک مسجد میں نماز فریضہ کیلئے تشریف لائے۔

نماز پڑھتے وقت یکا یک آپ کے سینے سے ایک مہیب آواز نکلی جس سے تمام نمازی حیرت میں ہو گئے۔ نماز کے بعد قطب الارشاد حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ بہت جلد مسجد سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد آپ دو تین قریبی تعلق والوں کو جمع کر کے اپنی قیام گاہ پر ہی جماعت سے نماز پڑھنے لگے۔

(برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص ۱۱۱، ناشر المکتبۃ ایشیق، استانبول، ترکیہ)

علم و عمل اور عالم و جاہل:

شیخ محمد خیر طمعہ حلبی، البخزی، الشامی علیہ الرحمہ، لکھتے ہیں:

آپ کا ارشاد ہے: "**العلم بحرکات القلوب فی مطالعۃ الغیوب اشرف من العمل بحرکات الجوارح**"

"دل کی حرکتوں کے علم محل غیب میں اس عمل سے زیادہ اشرف ہے جو اعضاء کی حرکتوں سے حاصل کیا جائے۔"

(فیضان صوفیاء صفحہ ۲۸۷/۲۷۷)

حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۲ھ، لکھتے ہیں:

حرکت قلبی ہر گاہ بروفق حرکت ذکرے شود یا بسمع خیال کلمہ اللہ مسموع شود۔

ترجمہ: دل کی حرکت جب ذکر کی حرکت کے موافق ہو جائے یا خیال کے کانوں سے کلمہ اللہ سنا جائے۔

(کلیات باقی باللہ، یعنی مجموعۂ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات، رقعہ، ۲۷، ص، ۹۲، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ، لاہور)

حضرت مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم لی اور حضرت نے آپ کے حال پر توجہات فرمائیں۔ پندرہ پندرہ دن تک توجہ کا اثر باطن نہیں ہوتا تھا۔ حضرت مظہر علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ تمہارے لطائف خوب جاری ہیں، لیکن آپ ساکن تھے۔ ایک روز آپ راستے میں جا رہے تھے کہ اچانک آپ کا دل حرکت میں آیا اور اسم ذات کی آواز آپ کے کان میں آئی۔ جس نے آپ کو مضطرب کر دیا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی حرکت ذکر اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ حرکت ذکر مبتدی کو بہت خوش کرتی ہے، لیکن اصل کام تو ہر وقت خدا کی طرف متوجہ رہنا اور ادراک کو ماسوی اللہ سے خالی کرنا ہے۔

(سیف الابرار، ص، ۶۵، ۶۶، ۷۶، ۷۷، اسنبول، میرزا مظہر جان جاناں کے خطوط، مکتوب، ۵۳، ص، ۱۶۳، لوائح خانقاہ مظہریہ، ص، ۱۱۲)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

تازگی و جنبش طوبے ست ایں	ہمچو جنبش ہائے خلقاں نیست ایں

ترجمہ: یہ تازگی اور حرکت (سچی) خوشی کی تازگی و حرکت ہے (عام) مخلوقات کی سی (نفسانی) حرکت نہیں۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۶۶۲)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

بحوالہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:

من جبلة الانسان انه اذا استقر فی قلبه شیئ جری حسب ذلک الارکان واللسان و هو قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم "ان فی جسد ابن ادم مضغة" الحدیث ففعل اللسان ولارکان اقرب مظنة و خلیفة لفعل القلب۔

ترجمہ: انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی چیز اس کے دل میں جم جاتی ہے تو اعضاء اور زبان اسی کے مطابق حرکت کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے اس ارشاد مبارک کا کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے الحدیث، پس زبان اور اعضاء کی حرکت دل کے فعل کے تابع ہوتی ہے۔

(حجۃ اللہ البالغۃ، الامور التی لابد منہا فی الصلوۃ، مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور، ۲/ ۵) (فتاوی رضویہ، ج، ۷، ص، ۶۰۸، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے:

اپنے دل کی توجہ ذات الٰہی کی طرف کہ جس کا مبارک نام اللہ ہے پس اس ذکر میں اور خطرات کو دور کرتے ہوئے وقوف قلبی کے ساتھ مشغول ہونا چاہیئے تا کہ ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے۔

(ہدایت الطالبین، ص، ۲۳)

شیخ طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ نے لکھتے ہیں:

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دعاؤں اوراذ کار کو ایک بار مرشد پڑھ جائے اور مرید سنتا رہے یہ عمل تین بار ہونا چاہیے اس کے بعد مرشد کہے کہ جو کچھ مجھ کو اپنے شیوخ سے حاصل ہوا ہے تجھ کو دے دیا اور مرید کہے کہ میں نے قبول کیا اس کے بعد کسی ایسے تنگ وتاریک حجرے میں رہنے کی تعلیم دے جس کی وسعت صرف لیٹنے اور کھڑے ہونے کو کافی ہو اور شور وغل کی اس میں آواز نہ آتی ہو۔مرید کو چاہیے کہ اس حجرے میں پاک وصاف ہو کر داخل ہو اور چارزانوں اس طرح بیٹھے کہ اس کی پیٹھ میں کوئی کجی نہ ہو اور آنکھیں بند کرے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے تاکہ اللہ کے نام کا نقش پیدا ہو جائے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے رگِ کیماس (ایک رگ ہے جو بائیں گھٹنے کے اندر ہے اور قلب سے تعلق رکھتی ہے اس کی تحریک وحرارت قلب پر اثر کرتی ہے) کو دبائے اس کے بعد خشوع وخضوع وحضورِ قلب سے یا حی یا قیوم الخ پڑھے اس کے بعد محاسبہ اور مجاہدہ کے طریقے سے ذکر میں فکر اور ملاحظہ اور واسطہ کے ساتھ بہت توجہ اور قوت وشدت جہریہ یا خفیہ سے جس سے اس کو ذوق وانبساط پیدا ہوا ہو اور لذتِ ذکر سے بے خودی ہو مشغول ہونا چاہیے۔اور اگر کبھی غیر خدا کا خیال آئے تو دیدار شیخ سے اس کا انسداد کرے اور بدستور شغل میں مشغول ہو جائے تاکہ خطرات اور وساوس جو انسانیت کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں دفع ہو جائیں اور قلب کی صفائی اور تزکیۂ نفس حاصل ہو جائے تاکہ اس ذکر کا اثر اس کے تمام اعضاء اور رگوں میں ظاہر ہو جائے اور مکاشفات انوار غیبی کا مظہر بنے اور حقائق اشیا اس پر منکشف ہو جائیں اور عالم ارواح سے ملاقات اور ذکر حقیقی وشہود حق حاصل ہو جائے۔

فائدہ جب ذکر کرنے والا ذکر میں ایسا کمال حاصل کرلے اس کی قلبی حرکت کا احساس اس کے دل کی زبان سے ہو سکے تو وہ حرکت قلبی تمام جسم میں پھیل جاتی ہے اور اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ پہلے کوئی عضو ایسی حرکت کرنے لگتا ہے کہ جو قلب کے لیے مخصوص ہے اور اس کے بعد کبھی کبھی ہاتھ کبھی پاؤں کبھی سر بلا تحریک حرکت کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ دنیا اس کو متحرک نظر آنے لگتی ہے ذکر کا نور جب حرکت کرتا ہے تو تمام جسم میں پھیل جاتا ہے اور تھوڑی مدت میں تمام جسم کو گھیر لیتا ہے اور اس ذکر کی وجہ سے اس پر مختلف انکشافات ہوتے ہیں اور عجیب عجیب قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں وہ کبھی روتا ہے کبھی ہنستا ہے اور کبھی متحیر وپریشان ہو جاتا ہے مرید کو چاہیے ایسی حالت میں کسی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ذکر وفکر میں مشغول رہے اور اگر خدا کی مدد شامل ہوئی تو کبھی اپنے تمام جسم کو ذاکر پائے گا اور تمام اعضاء قلب کے ہم سر ہو جائیں گے اسی ذکر میں ذاکر تمام اعضاء کا ذکر سنتا ہے۔

(کلیات امدادیہ،ص ۱۲)

دیوبندیوں کے عارف باللہ سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:

حکایت: اور اس پر یہ حکایت سنائی کہ ایک سیدزادی اور ایک ملانی دونوں میں محبت تھی اور دونوں ہی اہل ذکر تھیں، آپس میں یہ معاہدہ ہوا کہ جو پہلے مر جائے دوسری دفن کے وقت اس کی قبر میں اترے۔قضائے الٰہی سے سیدزادی پہلے مرگئی ملانی حسب وعدہ دفن کے وقت پہنچی اور اس کا حال دیکھا کہ سیدزادی کا قلب بڑے زور سے اللہ اللہ کر رہا تھا۔

(مقامات فضلیہ،ص،۸۴)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ،متوفی،۶۷۲ھ،لکھتے ہیں:

تو صاحبِ نفسی اے عاقل میانِ خاک خوں میخور		کہ صاحب دل اگر زهرے خورد آں انگبیں باشد

ترجمہ: اے عاقل تو نفس والا ہے جو مٹی اور خون کے درمیان کھاتا ہے، کہ صاحب دل اگر زہر بھی کھائے تو شہد ہو جاتا ہے

شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ کے اس قول کی تفسیر کہ اے عاقل تو صاحب دل ہے۔ (بلا تامل) مٹی میں خون پی جا۔ کیوں کہ صاحب دل اگر زہر بھی کھا لے تو وہ شہد بن جاتا ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۵۵۲)

ایک دفعہ حضرت قیّوم الزماں شیخنا الامجد مولانا ہاشم سمنگانی علیہ الرحمۃ طالقان میں جلوہ افروز ہوئے تھے اور یہ فقیر ارچی میں اس وقت تھا کہ اچانک میرے لطیفۂ سر نے بے اختیار حرکت کرنا شروع کر دیا اور حرکت نے واضح طور پر ظہور کیا۔ اس وقت سابقہ سالکین میں سے خلیفۂ اعظم روحانی صاحب کے والدِ بزرگ تشریف فرما تے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا کہ میں بھی حیران ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ چند دن بعد جب حضرت ہاشم سمنگاں ارچی علیہ الرحمۃ میں تشریف لے آئے اور میرے لطیفۂ سر کا یہ حال دیکھ لیا تو فرمایا کہ یہ حالت کب سے ظہور پذیر ہوئی ہے؟ تو میں نے معیّن دن اور وقت بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ اسی دن اسی وقت میں مسجد میں تلاوت کر رہا تھا صرف اور صرف آپکی محبّت دل میں تھی کہ اچانک میرا لطیفہ سر بھی نکل آیا میں نے اس حالت کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن ختم نہ ہو سکی پھر میں نے بارہا بار مختلف خصوصی اوقات میں خصوصی دعائیں مانگیں کہ اللہ جلّ جلالہٗ: نقشبندیہ مبارکہ کا کمال مخفی ہے اس حال کا ظہور میں پسند نہیں کرتا کیونکہ میں استدراج سے بہت ڈرتا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ اس حال کو چھپا دے اور ختم کر دے۔ لیکن میں نے جتنی بھی دعائیں مانگی یہ حالت اور بڑھتی گئی۔ پھر حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں نے جسطرح اس حالت کو ختم کرنے کیلئے دعائیں مانگیں۔ اسطرح آپ بھی دعاء مانگو تا کہ آپ کا ذمہ بھی فارغ ہو جائے تو تعمیل امر کے واسطے جب اس فقیر علیہ الرحمۃ نے اس حالت کو چھپانے اور اس حال کے ختم کرنے کی دعائیں مانگی تو لطیفہ خفی نے بھی ظہور کیا۔ (ہدایت السالکین، ص، ۲۴۹)

(واقعہ نمبر ۲)

ایک مرتبہ زرخرید میں حضرت سیّدنا مولانا ہاشم سمنگانی علیہ الرحمۃ کے ساتھ یہ فقیر بھی موجود تھا اور سیّد حسن جان آغا جان صاحب بھی ادھر موجود تھے میں نے ایک بڑا بالا پوش پہن رکھا اندر سے تو میرے لطائف حرکت کرتے تھے لیکن بالا پوش (کوٹ) پہننے کی وجہ کی حرکت باہر معلوم نہیں ہوتی تھی تو حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی علیہ الرحمۃ نے میری طرف کئی مرتبہ میری طرف دیکھا لیکن میں نہیں سمجھ سکا تو صریح الفاظ میں انہوں نے فرمایا پھینکو اس، چرم خیرس، کو جس چیز کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانا چاہتا ہے۔ ہم کیونکر چھپائیں؟ تو میں نے بالا پوش اتار کر پھینک دیا۔ (ہدایت السالکین، ص، ۲۵۱)

(واقعہ نمبر ۳)

ایک دفعہ زرخرید میں، پیروان غور، ایک مولوی صاحب پیروں کے گھرانے سے جاسوس اور معترض آیا تھا تو ایک ہفتہ گزارنے کے بعد حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی علیہ الرحمۃ اس منکر اور معترض مولوی کو سمجھانے کے لیے فرمایا کے مجھے ایک شیشہ چاہیے جب ہم نے شیشہ حاضر کیا تو شیشے کو اپنے کندھوں مبارک اور دیوار کے درمیان رکھ کر فرمایا کہ شیشہ کو دیوار کے ساتھ میں نے اپنے کندھوں کے ذریعہ پکڑ لیا ہے تو اگر میں خود تکلفاً اپنے کندھوں کو ہلا دوں تو یہ شیشہ نیچے گر جائے گا اور اگر میرے لطائف کی حرکت تکلفاً نہیں بلکہ غیر اختیاری ہے تو شیشہ نیچے اپنے جگہ رہے گا تو انہوں نے ویسا ہی کیا اور شیشہ نہیں گرا پھر فرمایا کہ:

اے منکر میرے لطیفہ سر کی غیر اختیاری حرکت دیکھ لو اور آؤ میرے لطیفہ سر پر ہاتھ رکھ کر جتنا زور تمہارے اندر ہے صرف کر کے میرے لطیفہ سر کو روک کر دیکھو اس مولوی نے ہاتھ رکھکر خوب زور لگا کر لطیفہ کو دبایا لیکن لطیفہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ وہ مولوی لاجواب اور شرمندہ ہو گیا۔

(ہدایت السالکین، ص، ۲۵۲،۲۵۱)

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی علیہ الرحمۃ، متوفی ،۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

اذ تمکن الذکر فی القلب دام ذکر العبدالله عزوجل وان لم یذکرہ بلسانه کلما دام العبد فی ذکر الله عزوجل دامت موافقته له و رضاه بافعاله۔

ترجمہ: جب ذکر الٰہی قلب میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو بندہ ہمیشہ اللہ ﷻ کا ذکر کرنے والا رہتا ہے اگرچہ وہ زبان سے اس کا ذکر نہ کرے۔ جب بندہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں رہتا ہے تو اس کی موافقت اور اللہ تعالیٰ کے افعال سے رضامند رہنا ہر وقت قائم رہتا ہے۔

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی، المجلس السادس عشر، ص، ۷۷، دارالریان للتراث، بیروت)

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی علیہ الرحمۃ، متوفی ،۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

فهو یراکم من کان ذاکر الله عزّوجل بقلبه فهو ذاکر و من لم یذکرہ بقلبه فلیس بذاکرا۔

ترجمہ: وہ تم کو یقیناً دیکھتا ہے جو شخص اللہ ﷻ کا ذکر قلب سے کرے وہ حقیقی ذاکر ہے اور جو اس کا ذکر قلب سے نہ کرے وہ اس کا ذکر کرنے والا ہی نہیں۔

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی، المجلس الثالث والعشرون، ۱۰۴، دارالریان للتراث، بیروت)

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی علیہ الرحمۃ، متوفی ،۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

ذکرہ بلسانه وبقلبه و فی اکثر اوقاته یکون قلبه ذاکرا و لسانه ساکناً۔

ترجمہ: مومن کا ذکر زبان وقلب دونوں سے ہوتا ہے اور اکثر اوقات میں اس کا قلب ذاکر ہوتا ہے اور زبان سکون میں۔

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی، المجلس الثامن والاربعون، ۱۹۴، دارالریان للتراث، بیروت)

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی علیہ الرحمۃ، متوفی ،۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

ذکر اللسان بلا قلب لاکرامة و لا عزازة لک به الذکر هو ذکر القلب والسر ثم ذکر اللسان اذا صح ذکر الحق عزّوجل للعبد ذکرہ الحق کما قال (فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولا تکفرون) اذکرہ حتی یذکرک اذکرہ حتی یحط الذکر عنک او زارک تبقی خالیاعن وزر تصیر طاعة بلا معصیة۔

ترجمہ: بغیر قلب کے ذکر کے محض! زبانی ذکر میں نہ کوئی کرامت ہے اور نہ تیری کوئی بزرگی ذکر الٰہی قلب و باطن کا ذکر ہے پھر زبان کا ذکر جب کسی بندہ کا ذکر الٰہی! درست ہو جاتا ہے پس حق ﷻ اس کا ذکر کرتا ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔ تو خدا کا ذکر یہاں تک کر کہ وہ تیرا ذکر کرے تو اس کا ذکر یہاں تک کر کہ ذکر کی وجہ سے تیرے سب گناہ جھڑ جائیں تو گناہ سے خالی باقی رہ جائے اور طاعت

بلا معصیت ہو جائے۔

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی، المجلس الثامن والخمسون، ۲۵۰، دار الریان للتراث، بیروت)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

وقال مجاهد في معنى قول الله تعالى (من شر الوسواس الخناس) قال هو منبسط على القلب فإذا ذكر الله تعالى خنس وانقبض وإذا غفل انبسط على قلبه۔

ترجمہ: امام مجاہد من شر الوسواس الخناس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شیطان دل پر پھیلا ہوا ہے جب قلب ذکر الٰہی کرتا ہے تو وہ ڈر کے مارے سکڑ جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتا ہے تو پھیلتا ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، ج، ۳، ص، ۴۰، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

باب نمبر ۶۸

سوال: (۱۴۸) اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن نے اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں لکھا:

سینے، شکم اور دماغ میں فلاں مقام سر ہے فلاں مقام خفی اور فلاں مقام مخفی اور یہ مقام قلب، یہ مقام روح، یہ مقام نفس، یہ مقام قربانی اور یہ مقام سلطانی ہے ایسے لوگ ہرگز ہرگز اہل قلب کہلانے کے مستحق نہیں بلکہ باحسد اور اہل کلب (کتے) ہیں اور سب تقلید طالب دنیا ہیں۔" (فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص،)

الجواب:

حضرت علامہ، بیہقی وقت، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

ألا لَهُ الخَلقُ جميعا لا خالق غيره وَالأَمْرُ كله بيده يحكم ما يريد لا يجوز لاحد الاعتراض عليه قالت الصوفية المراد بالخلق والأمر عالم الخلق يعنى الجسمانية العرش وما تحته من السموات والأرض وما بينهما وأصولها العناصر الاربعة النار والهواء والماء والترب ويتولد منها النفوس الحيوانية والنباتية والمعدنية وهى أجسام لطيفة سارية فى أجسام كثيفة وعالم الأمر يعنى المجردات من القلب والروح والسر والخفي والأخفى التي هى فوق العرش سارية فى النفوس الانسانية والملكية والشيطانية سريان الشمس فى المرآة سميت بعالم الأمر لان الله تعالى خلقها بلا مادة بامره كن قال البغوي قال سفيان بن عيينة فرق بين الخلق والأمر فمن جمع بينهما فقد كفر۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط

ترجمہ: یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔

یعنی وہی سب کا خالق ہے اس کے سوا کوئی خالق نہیں اور حکومت بھی اسی کی ہے اسی کے ہاتھ میں حکم ہے جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے کوئی اس سے پرسش نہیں کر سکتا۔ صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا قول ہے کہ الخلق سے مراد ہے عالم خلق یعنی عالم جسمانی، عرش تمام آسمان اور زمینیں اور آسمان وزمین کی تمام مادی کائنات اور سارے عناصر اور عناصر سے بنائی ہوئی نباتی معدنی اور حیوانی مخلوق کے نفوس یعنی وہ لطیف اجسام جو کثیف اجسام میں جاری ساری ہیں۔ اور الامر سے مراد ہے عالم امر یعنی مجردات قلب، روح، سر خفی، اخفی یہ تمام مجردات عرش سے بالاتر ہیں مگر انسانی اور ملکی اور شیطانی نفوس میں اس طرح سرایت کئے ہوئے ہیں جیسے آئینہ کے اندر سورج چونکہ اللہ نے ان کو بغیر مادہ کے صرف لفظ کُن سے پیدا کیا ہے اس لئے ان کو عالم امر کہا جاتا ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت سفیان بن

عیینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خلق اور امر میں فرق ہے جس نے دونوں کو ایک کہا وہ کافر ہو گیا۔

(التفسیر المظہری، سورۃ الاعراف، تحت الآیۃ: ۵۴، ج۳، ص ۳۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ بیہقی وقت، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

وَإِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى (٧) قال البيضاوي تقديره ان تجهر بذكر الله ودعائه فاعلم انه غني عن جهرك فانّه يعلم السرّ وأخفى- وعندى تقديره ان تجهر بالقول اى بذكر الله ودعائه او تخافت به فالله يعلمه ويجيبه ويثيب عليه فانّه اى لانه يعلم السرّ وأخفى فضلا من الجهر- حذف او تخافت به لدلالة سياق الكلام عليه كما حذف من قوله تعالى سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الحرَّ قوله والبرد- قال البغوي قال الحسن السرّ ما اسر الرجل الى غيره وأخفى من ذلك ما اسر في نفسه- وعن ابن عباس وسعيد بن جبير السر ما يسر في نفسه وأخفى من السر ما يلقى الله في قلبك من بعد ولا تعلم انه سيحدث به لانّا تعلم ما تسريه اليوم ولا تعلم ما تسريه غدا- والله يعلم ما أسرت اليوم وما تسر غدا- وقال على بن طلحة عن ابن عباس السر ما اسر ابن آدم في نفسه وأخفى ما خفى عليه مما هو فاعله قبل ان يعمله- وقال مجاهد السر العمل الّذي تسرون من الناس وأخفى الوسوسة وقيل السر العزيمة وأخفى ما يخطر على القلب ولم يعرم عليه وقال زيد بن اسلم يعلم السرّ وأخفى سره من عباده فلا يعلمه أحد- وقالت الصوفية العلية السر وأخفى من المجردات الخمسة ترى بنظر الكشف فوق العرش وتتجلى برزاتها في بدن الإنسان وهى القلب والروح والسر والخفي والأخفى- فالقلب مهبط لتجليات الولاية الآدمية والروح لولاية النوحية والابراهيمية والسّر لولاية الموسوية- والخفي لولاية العيسوية- والأخفى لولاية المحمدية عليه وعليهم الصلوات والتسليمات.-

وَإِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى

ترجمہ: اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے بھی زیادہ خفی بات کو جانتا ہے۔

بیضاوی نے کہا یہ جملہ اصل میں اس طرح تھا اگر آپ اللہ کا ذکر اور اس سے دعا پکار کر کریں گے تو اللہ کو اس پکارنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ سر کو جانتا ہے اور بہت زیادہ پوشیدہ کو بھی۔ میرے نزدیک اصل کلام اس طرح تھا اگر آپ اللہ کا ذکر چلا کر کریں گے اور اونچی آواز سے پکاریں گے یا پست آواز سے چپکے چپکے ذکر کریں گے اللہ ﷻ (کے لیے دونوں برابر ہیں بہر حال) اس کو جانتا ہے قبول کرے گا اور ثواب دے گا۔ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ کے بعد اَوْ تُخَافِتْ بِه کے محذوف ہونے پر کلام کی رفتار دلالت کر رہی ہے دوسری آیت میں بھی اسی طرح دوسرا لفظ حذف کر دیا گیا ہے فرمایا ہے، سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَر، اس کے بعد وَالْبَرْدَ محذوف ہے (کیونکہ لباس فقط گرمی سے ہی حفاظت نہیں کرتا بلکہ سردی سے بھی بچاتا ہے)

لفظ سرّ اور اخفیٰ کی تحقیق:

بغوی نے بیان کیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا سرّ وہ خفیہ بات جو آدمی چپکے سے دوسرے سے کہہ دیتا ہے اور اخفیٰ وہ پوشیدہ بات جس کو اپنے دل ہی میں چھپائے

رکھتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، سِرّ وہ پوشیدہ بات جو آدمی اپنے دل میں رکھتا ہے اور اخفیٰ وہ بات جو آئندہ اللہ دل میں پیدا کر دیتا ہے اور اس وقت کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ آئندہ اللہ کی طرف سے دل میں کیا بات پیدا ہوگی ہم آج جس چیز کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھتے ہیں اس سے تو واقف ہوتے ہیں لیکن کل کو ہمارے دل میں کیا بات آئے گی اس سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ہاں اللہ ہمارے آج کے پوشیدہ خیال سے بھی واقف ہے اور آئندہ جو کچھ ہم دل میں پوشیدہ رکھیں گے اس سے بھی واقف ہے۔

حضرت علی بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اس طرح آیا ہے سِرّ وہ پوشیدہ بات ہے جو آدمی اپنے دل میں چھپائے رکھتا ہے اور اخفیٰ وہ بات ہے جو آدمی کو خود بھی نہیں معلوم کہ وہ آئندہ کیا کرے گا جب تک کر نہ لے اس کو معلوم نہیں ہوتی۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا سر وہ پوشیدہ کام ہے جس کو تم لوگوں سے چھپاتے ہو اور اخفیٰ سے مراد وسوسہ ہے بعض علماء نے کہا سِرّ سے مراد ہے عزیمت کسی بات کا پختہ ارادہ اور اخفیٰ وہ خیال ہے جو دل میں گذرتا ہے مگر اس کا پختہ ارادہ نہیں ہوتا (یونہی ایک خیال دل میں آجاتا ہے) حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے (اخفیٰ کو ماضی کا صیغہ مان کر یَعۡلَمُ پر اس کا عطف کیا اور) کہا اللہ پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور اپنے بندوں سے ان کو پوشیدہ رکھا ہے کسی کو اپنے اسرار پر واقف نہیں کیا۔

اہلِ تصوف کے نزدیک سِرّ اور اخفیٰ ان پانچ غیر مادی چیزوں میں سے دو چیزوں کے نام ہیں جو مجرد از مادہ ہیں بنظر کشف بالائے عرش ان کو دیکھا جاسکتا ہے البتہ ان کے جلوے انسانی جسم میں نمودار ہوتے ہیں پانچ مجردات کے نام یہ ہیں قلب، روح، سِرّ، خفی، اخفیٰ ولایت آدم کے انوار کی جلوہ گاہ قلب ہے ولایت نوح کی تجلیات کی منزل روح ہے یہی ولایت ابراہیمی کا مہبط انوار ہے سِرّ ولایت موسوی کی تجلیات کی منزل ہے اور خفی ولایت عیسیٰ کے انوار کی فرودگاہ ہے اور اخفیٰ ولایت محمدیہ کے انوار قدسیہ کی جلوہ گاہ ہے۔

(التفسیر المظہری، سورۃ طہ، تحت الآیۃ: ۷، ج ۴، ص ۱۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ، بیہقی وقت، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ في المستقبل من الزمان بَشَراً مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (۲۸) فَإِذَا سَوَّيْتُهُ عدلت صورته وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي اصل النفخ اجراء الريح فى تجويف جسم اخر- والروح نوعان نوع منها علوى وهو خلق من خلق الله تعالى مجرد من المادّة يرى بنظر الكشف مقامه فوق العرش لكونه الطف منه وذلك هو الروح العلوي وذلك يرى بنظر الكشف، خمسة بعضها فوق بعض القلب والروح والسر والخفي والأخفى وهى كلها من لطائف عالم الأمر- ونوع منها سفلى وهو بخار لطيف ينبعث من العناصر الاربعة التي يتركب منها الجسم الإنساني ويسمى ذلك بالنفس وقد جعل الله تعالى الروح السفلى المسمى بالنفس مرءة للارواح العلوية فكما ان الشمس مع كونها على السماء تمتلى فى المرأة عند المحاذات اى يحصل فى المرأة نورها وحرارتها حتى يظهر اثارها فى المرأة من الاضاءة والإحراق كذلك الأرواح العلوية مع كونها على اوج تجردها تمتلى فى النفس حتى يظهر فيها اثارها وذلك البرزات الحاصلة فى النفوس هى الأرواح الجزئية لكل فرد من الافراد- ثم الروح السفلى مع ما تحملها من العلويات تتعلق اولا بالمضغة القلبية وتفيض عليه القوة الحيوانية والمعارف الانسانية المكتسبة من الأرواح العلوية

ثم تسری حاملا لها فی تجاویف الشرائین الی اعماق البدن وسمیت ذلك بالنفخ لمشابهته بنفخ الریح فی الشيء المجوف- وأضاف الله تعالی الروح الی نفسه تشریفا لکونه مخلوقا بامره من غیر مادة- او لاستعداده قبول التجلیات الرحمانیة ما لا یستعد له روح غیر الإنسان والإنسان وان کان الغالب منه عنصر الطین ولاجل ذلك أضیف خلقته الی الطین لکنه جامع للاسطقسات العشر خمسة من عالم الخلق العناصر الاربعة والبخار المنبعث منها المسمی بالنفس والروح السفلی وخمسة من عالم الأمر المذکور فهو لاجل ذلك الجامعیة صار مستحقا للخلافة أهلا لنور المعرفة ونار العشق والمحبة المقتضیة للمعیة الغیر المتکیفة المحکیة بقوله صلی الله علیه وسلم المرء مع من أحب ومهبطا للتجلیات الذاتیة والصفاتیة والظلالیة ولاجل ذلك المعیة وقبول التجلیات اقتضت الحکمة الالهیة لقوله تعالی فَقَعُوا لَهٗ سَاجِدِیْنَ امر من وقع یقع واللام هاهنا بمعنی الی یعنی قعوا الی آدم ساجدین لله تعالی جعل الله تعالی آدم قبلة للملائکة کما جعل الکعبة قبلة للناس فکما ان الکعبة انما صارت مسجودة إلیها لاجل تجل لله تعالی فیها مختصة بها کذلك آدم علیه السلام

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ، فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔

ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آئندہ ایک بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے جو سڑے ہوئے گارے سے بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں سو جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی طرف سے جان ڈال دوں نفخ کا معنی ہے کسی کھوکھلی چیز میں ہوا کو گذارنا (منہ سے یا کسی اور طریقہ سے۔) روح کی دو قسمیں ہیں علوی اور سفلی روح علوی ایک خاص مخلوق ہے جو مادہ سے خالی ہے (غیر مادی ہے) نظرِ کشف سے اس کو دیکھا جاسکتا ہے چونکہ عرش سے بھی زیادہ لطیف ہے اس لیے اس کا مقام عرش کے اوپر ہے فوقانی وتحتانی مراتب کے لحاظ سے ہم کہتے ہیں کہ ارواحِ علویہ پانچ ہوتی ہیں۔قلب روح، سر، خفی، اخفی۔انہی کو عالم امر کے لطائف (خمسہ) کہا جاتا ہے۔روح سفلی اس بخار لطیف کو کہتے ہیں جوان چاروں عناصر سے پیدا ہوتا ہے جن سے جسم انسانی کی ساخت ہوئی ہے اسی کو نفس کہا جاتا ہے اللہ نے اس کو روح سفلی یعنی نفس کو ارواح علویہ کا ائینہ بنایا ہے، آفتاب آسمان پر ہونے کے باوجود جب آئینہ پر عکس ریز ہوتا ہے تو آئینہ کے اندر اس کے آثار پیدا ہوجاتے ہیں۔روشنی بھی اور حرارت بھی۔آئینہ روشنی آفریں بھی ہوجاتا ہے اور جلانیوالا بھی۔ارواح علویہ تجرد کی انتہائی چوٹی پر ہونے کے باوجود نفس کے آئینہ پر اثر انداز ہوتی ہیں اور انہی کی پرتوفگنی کا جو اثر ہوتا ہے وہی ہر فرد کی روح جزئی کہلاتی ہے۔ارواح علویہ سے روح سفلی پر قوتِ حیوانیہ اور معارفِ انسانی کا فیض ہوتا ہے، ارواحِ علویہ کے یہی آثار ہوتے ہیں جو روحِ سفلی میں نمودار ہوتے ہیں سب سے پہلے روح سفلی ان آثار کو ساتھ لے کر دل (سینہ کے اندر جو گوشت کا لوتھڑا ہے یعنی طبی قلب) سے متعلق ہوتی ہے پھر قوتِ حیوانیہ اور معارفِ انسانیہ کو ساتھ لیے ہوئے (قلب کے ذریعہ سے) شریانوں کی خلاؤں میں پہنچتی ہے اور اس طرح بدن کے ہر حصہ میں سرایت کر جاتی ہے۔اسی کو نفخِ روح کہا جاتا ہے کھوکھلی چیز میں جس طرح نفخ ریح (ہوا کا پھونکا جانا) ہوتا ہے اسی کے مشابہ (شریانوں کی خلاؤں میں) روح کا نفخ ہوتا ہے۔روحی میں روح کی اضافت اپنی ذات کی طرف کرنے سے روح کی عظمتِ شان کی طرف اشارہ ہے۔روحی کا مطلب ہے میرے حکم سے براہِ راست بغیر مادہ کے پیدا کی ہوئی روح۔یا انسانی روح کو اپنی روح اس لیے قرار دیا کہ صرف انسانی روح میں رحمانی تجلیات وانوار کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے دوسری مخلوق میں یہ استعداد نہیں۔انسان کی ساخت میں اگرچہ مٹی کا عنصر غالب

ہے اسی لیے انسان کی تخلیق کو مٹی سے قرار دیا ہے لیکن درحقیقت انسانی تقویم کے دس اجزاء ہیں، مٹی، پانی، ہوا، آگ، اور وہ لطیف بخار جوان چاروں کے اختلاط سے پیدا ہوتا ہے اسی کو نفس اور روح سفلی کہتے ہیں۔ ان پانچ اجزاء کے علاوہ پانچ اجزاء وہ ہیں جن کا فیضان عالمِ امر سے ہوتا ہے، ان کا ذکر اوپر آ چکا ہے (قلب، روح، سر، خفی، اخفی) انسان اسی جامعیت کی وجہ سے مستحقِ خلافت ہوا۔ معرفت کے نور اور عشق و محبت کی آگ کا اہل قرار پایا انسان کی یہی جامعیت اس بے کیف معیت کی مقتضی ہے جس کا ذکر حدیث المرء مع من احب میں آیا ہے اور اسی جامعیت کے باعث آدمی کو انوارِ ذاتیہ، صفاتیہ اور ظلیہ کا مہبط بنایا گیا پھر اسی معیت اور حاملِ تجلیات ہونے کے سبب سے ملائکہ کو اس کی جانب سجدہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ

ترجمہ: اور تم اس کی طرف رخ کر کے سجدے میں گر پڑنا۔ فقعوا امر ہے وَقَعَ وقوعاً سے۔ لَہٗ میں لام بمعنی اِلیٰ ہے یعنی آدم کی جہت کو اور آدم کی طرف رخ کر کے سجدہ کرنا۔ اللہ ﷻ نے آدم کو ملائکہ کا قبلۂ سجود بنایا جیسے کعبہ کو قبلۂ عبادت انسانوں کے لیے قرار دیا۔ کعبہ کو سجدہ نہیں کیا جاتا بلکہ کعبہ کو تجلیات و انوار سے چونکہ ایک خصوصیت ہے اس لیے اس کو جہتِ سجدہ بنایا پس اسی طرح فرشتوں کے لیے آدم کو سجدہ کی جہت بنا دیا مسجودلہٗ نہیں بنایا۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ۔

ترجمہ: پس (آدم کی طرف رخ کر کے) فرشتوں نے سجدہ کیا اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ فرشتوں نے آدم کے اندر معیت کا ادراک کر لیا۔ یا محض تعمیلِ حکم غرض تھی (استحقاقِ سجود کی وجہ ان کو معلوم نہ ہوئی۔

(التفسیر المظہری، سورۃ الحجر، تحت الآیۃ:۲۸، ج۴، ص۱۳۹، ۱۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی، قدس سرہ العزیز، متوفی ۱۲۴۰ھ لکھتے ہیں:

طریق مشغولی بذکر حق سبحانہ باتوجہ بلطائف سبعہ تا دران حرکت ذکر پیدا شود اینست کہ اول بست و پنج بار استغفار بخواند باز با رواح طیبۂ بزرگان علیہم الرحمہ بخواند و بواسطہ آنہا از جناب الٰہی التجا و طلب فیض محبت و معرفت کند و صورت شخصے کہ ازو تلقین یافتہ رو بروئے دل حاضر نماید اول از لطیفہ قلب کہ زیر پستان چپ بہ فاصلہ دو انگشت مایل بہ پہلو است ذکر کند مفہوم اسم مبارک اللہ تعالیٰ کہ ذاتی است بیچون سبحانہ در لحاظ داشتہ و نگہداشت خواطر گذشتہ و آیندہ توجہ بقلب کردہ توجۂ دل بہمان مفہوم مقدس داشتہ بزبان خیال اسم مبارک اللہ اللہ بگوید ہر گاہ حرکت در دل پیدا شود باز از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است متوجہ شدہ بزبان خیال ذکر کند باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بطرف سینہ بفاصلہ دو انگشت است باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است بطرف وسط سینہ باز از لطیفہ اخفیٰ کہ محل آن در عین وسط سینہ ست باز از لطیفہ نفس کہ محل آن در پیشانی است ذکر نماید باز از لطیفہ قالب توجہ بطرف تمام قالب نمودہ بزبان خیال اللہ اللہ بگوید تا کہ حرکت در لطیفہ قالب ظاہر گردد۔

ترجمہ: توجہ کے ساتھ لطائف سبعہ سے حق سبحانہ کے ذکر مشغول ہونے کا طریقہ تاکہ اس حرکت میں ذکر پیدا ہو جائے یہ ہے کہ پہلے پچیس بار استغفار پڑھے،

پھر بزرگوں کی ارواحِ پاک پر فاتحہ پڑھے اور ان کے وسیلہ سے جناب الٰہی میں درخواست کرے اور محبت و معرفت کا فیض طلب کرے اور جس شیخ سے تلقین پائی ہے، اس کو دل کے روبرو حاضر کرے۔ پھر اول لطیفہ قلب سے، جو کہ بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلے پر پہلو کی طرف ہے، (حق سبحانہ) کا ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کے مبارک نام جو کہ ذاتی ہے بیچون سبحانہ کو دھیان میں رکھ کر اور گذشتہ و آئندہ کے خواطر (وسوسوں) سے بچتے ہوئے دل کی طرف توجہ کر کے، دل کو اسی مقدس منہوم سے متوجہ رکھ کر، خیال کی زبان سے اسم مبارک اللہ ﷻ، اللہ ﷻ کہے۔ جب دل میں حرکت پیدا ہو جائے تو پھر لطفیہ روح سے، جس کا محل دائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے، متوجہ ہو کر خیال کی زبان سے ذکر کرے۔ پھر لطیفہ سر سے، جس کا محل بائیں پستان کے سامنے سینے کی طرف دو انگلی کے فاصلے پر ہے، پھر لطیفہ خفی سے، جس کا محل دائیں پستان کے سامنے دو انگلی کے فاصلے پر سینے کے وسط کی جانب ہے۔ پھر لطیفہ اخفی سے، جس کا محل بالکل سینہ کے درمیان میں ہے، پھر لطیفہ نفس سے، جس کا محل پیشانی میں ہے، ذکر کرے۔ پھر لطیفہ قلب سے، تمام قالت (تن) کی طرف توجہ کر کے زبانِ حال سے اللہ اللہ کہے، تاکہ لطیفہ قلب میں ذکر جاری ہو جائے۔

(مکاتیب شریفہ، مکتوب، دوئم، ص، ۷، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ)

دیو بندیوں کے علامہ مولانا اللہ یار خاں نقشبندی لکھتے ہیں:

مثلاً: قلب کا فعل ذکر ہے روح کا حضور سری کا مکاشفہ خفی کا شہود و مشاہدہ اور اخفا کا معائنہ اور فناء الفناء تو یہ دراصل تعدد اوصاف کی وجہ سے افعال تعدد پیدا ہوا ورنہ اصل حقیقی لطیفہ صرف قلب ہے۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اصل لطیفہ صرف قلب ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا کہ صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ذکر کی تعلیم میں مختلف مقام اور محال کی طرف خیال کرنے کی ہدایت کیوں فرماتے ہیں۔ حالانکہ صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا یہ طریقہ ذکر متواتر چلا آرہا ہے۔ اور اسے کشف کی تائید بھی حاصل ہے۔ اس لئے تغایر کو ہی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح ذکر قلبی میں قلب ہی پر توجہ مرکوز رہتی ہے۔ کیونکہ وہ تجلیات باری کا محل ہے۔ مگر جس طرح لطیفہ ربانی قلب کو قلب صنوبری سے تعلق ہے اسی طرح دیگر لطائف کو بھی خواہ مجازاً سہی ان محال و مقام سے تعلق ہے۔ محال و مقام کی تخصیص کی تائید حدیث ابی محذورہ ﷺ سے ہوتی ہے۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى نَاصِيَةِ أَبِي مَحْذُورَةَ، ثُمَّ أَمَرَّهَا عَلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ عَلَى ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ عَلَى كَبِدِهِ، ثُمَّ بَلَغَتْ يَدُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُرَّةَ أَبِي مَحْذُورَةَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارَكَ اللهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ"

ترجمہ: پھر رسول اکرم ﷺ نے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے ماتھے پر ہاتھ رکھا پھر آپ ﷺ اپنے ہاتھ کو اس کے چہرے پر لے گئے۔ پھر سینے پر۔ اور پھر اسکے جگر پر لے گئے پھر آپ کا ہاتھ ان کی ناف تک پہنچا۔ پھر حضور ﷺ نے دعاء دی کہ اللہ تجھے برکت دے۔" (سنن ابن ماجہ، باب ترجیع الاذان، رقم: ۷۰۸)

فائدہ: حضور ﷺ نے خواہ اتفاق سے ہاتھ پھیرا خواہ کسی غرض سے مانا جائے ان مقامات کا متبرک ہونا ثابت ہو گیا۔ **فھو المقصود**

قائلین اتحاد کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں صرف ذکر قلبی ملتا ہے۔ باقی لطائف کا ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض لطائف کا ذکر کیا ہے اور ان میں اتحاد ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ روح، قلب، عقل اور نفس ایک ہی چیز ہے۔ تغایر اعتباری ہے اور اتحاد ذاتی۔ (احیاء العلوم ۳:۴۰)

(دلائل السلوک، ص: ۳۴-۳۵)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:

حدیث قدسی ہے:

ان فی جسد بنی آدم المضغۃ و فی المضغۃ قلب و فی القلب فوادو فی الفواد سر و فی السر خفی و الخفی اخفی و فی اخفی انا۔

ترجمہ: تحقیق جسد بنی آدم میں مضغہ ہے اور مضغہ میں قلب اور قلب میں فواد اور فواد میں سر اور سر میں خفی اور خفی میں اخفیٰ اور اخفیٰ میں یعنی اللہ تعالیٰ۔

(مترجم انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، ص ۷۹)

ذاکر کے مراتب ذکر کے اندر:

حضرت شیخ المشائخ شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ کے مرشد کریم حضرت سیدنا قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ذاکر ذکر کے اندر چار مرتبے رکھتا ہے:

(۱)ذکر زبان (۲)ذکر دل (۳)ذکر سر (۴)ذکر روح

یادرہے کہ انسان کے اندر چھ روحانی مرکز ہیں جنھیں لطائف ستہ کہتے ہیں

(۱)نفس (۲) قلب (۳)روح (۴)سر (۵)خفی (۶)اخفی

نفس کا مقام ناف کے عین نیچے ہے قلب کا مقام بائیں پہلو میں، روح کا دائیں پہلو میں سر کا لطیفہ قلب و روح کے درمیان خفی کا وسط پیشانی میں اور اخفی کا ام الدماغ یعنی سر کی چوٹی میں جب ذکر اللہ کی ضربیں ان لطائف پر لگائی جاتی ہیں تو یہ زندہ ہوجاتے ہیں اور ذکر میں مشغول ہوجاتے ہیں اور ان کے اندر جو حرکت پیدا ہوتی ہے وہ ذاکر محسوس کرتا ہے پس زبان سے جو ذکر کیا جائے اُسے ذکر زبان یا ذکر لسان کہا جاتا ہے۔ جب ذکر سے قلب جاری ہوجائے تو اُسے ذکر دل یا ذکر قلبی کہتے ہیں۔ جب لطیفہ روح زندہ ہوکر ذاکر ہوجائے تو اسے ذکر روح کہتے ہیں علی ہذا القیاس۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص ۵۳۸)

پیر طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ، لکھتے ہیں:

لطائف ستہ کا بیان اور ان کے ذکر کا طریقہ انسان کے جسم میں چھ جگہیں انوار اور برکتوں سے پر ہیں اور یہی لطائف کہلاتے ہیں اول لطیفہ قلبی اسکی جگہ بائیں پستان سے دوانگل نیچے ہے اور اس کا نور سرخ ہے دوسرے لطیفہ روحی اس کی جگہ داہنے پستان سے دوانگل نیچے ہے اور اس کا نور سفید ہے۔ تیسرے لطیفہ نفس اس کی جگہ ناف کے نیچے ہے اور اس کا نور زرد ہے چوتھے لطیفہ سری اس جگہ سینہ کے درمیان ہے۔ اور اس کا نور سبز ہے۔ پانچویں لطیفہ خفی اس کی جگہ ابرو کے اوپر ہے۔ اور اس کا نور نیلگوں ہے۔ چھٹے لطیفہ اخفی اس کا مقام ام الدماغ اور اس کا نور سیاہ ہے آنکھ کی سیاہی کے مانند۔

(کلیات امدادیہ، ص ۴۶)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، لکھتے ہیں:

(۱۰۵) فرمایا کہ ایک طالب ایک بزرگ سے نسبت رکھتا تھا میرے پاس آیا اس کے مرشد نے چونکہ ایک لطیفہ میں کچھ صفائی حاصل کی تھی دوسرے میں مشغول

کر کے مرید کو سیر لطائف میں ڈال رکھا تھا میں نے کہا کہ اپنے پیر سے کہو کہ اچھی طرح سے پہلے ایک لطیفہ کی صفائی کی کوشش کریں تو ذرا سی توجہ سے تمام لطائف میں صفائی ہوجائے جب صفائے قلب حاصل ہوجائے گا تمام جسم وتمام لطائف کی اصلاح ہوجائے گی تمام جسم ذاکر ہے لیکن تو بے خبر ہے

ان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔

(امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق، ص،۵۸)

دیوبندیوں کے مفتی محمد ظفر عثمانی نے البیان المشید کے ترجمہ میں لکھا:

صوفیہ کرام کو کشف سے معلوم ہوا ہے کہ انسان کے اندر چھ لطیفے زبردست ہیں، نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفی ان میں سے بعض لطائف کی طاقت اتنی زبردست ہے کہ فرشتے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور لطیفہ نفس جو سب سے گھٹیا ہے اس کی طاقت بھی اتنی زبردست ہے کہ حیوانات اور جنات میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، مگر انسان بے خبر ہے اور ان طاقتوں کی پرورش نہیں کرتا۔

(البیان المشید، ص،۹۷)

حضرت علامہ نورالدین محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی احراری، قدس سرہ، متوفی ۸۹۸ھ، لکھتے ہیں:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند		کہ برنداز رہ پنہان بہ حرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شان		می برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را
قاصری گرزند ایں طائفہ را طعن قصور		حاش للہ کہ بر آرم بہ زبان این گلہ را
ہمہ شیران جہان بستہ این سلسلہ اند		روبہ از حیلہ چسان بگسلد این سلسلہ را

ترجمہ: نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں جو چپکے سے قافلہ کو حرم پہنچا دیتے ہیں

سالک کے دل سے ان کی صحبت کی کشش وسوسہ خلوت اور فکر چلہ کشی سے بے نیاز کر دیتی ہے اگر کوئی کوتاہ فہم ان کو ناقص جانے یا ان پر زبان طعن دراز کرے تو

اس کی مرضی میں تو خدا ﷻ کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا گلہ شکوہ زبان پر لاؤں

جہان کے تمام شیر اسی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں لومڑی اپنے رکیک حیلوں سے اس سلسلہ کو درہم برہم نہیں کر سکتی۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۴۱۷، مرکز پخش: انتشارات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

بوستان گل ز فیض جاریش گل گل شگفت		حکم او بر قلب چون آب روانِ عالم است

ترجمہ: اسکے جاری فیض سے پھولوں کے باغ کا ہر ایک پھول کھل گیا، قلب پر اسکا حکم یا توجہ دنیا کے بہتے ہوئے پانی کی طرح ہے یعنی فائدہ دینے والی ہے۔

حضور سیّدی معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ۔

نظم

تو نقش نقشبنداں را چہ دانی		تو شکل وپیکر جان را چہ دانی
گیاہ سبزداند قدرِ باران		تو خشکی قدرِ باراں چہ دانی

هنوز از کفر و ایمانت خبر نیست		حقائق هائے ایمان را چه دانی

یعنی تو حضراتِ نقشبندیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے بزرگون اوران کے نقش یعنی کتاب وسنت پر عمل کرنے اور دوسروں کو کرانے کے متعلق کیا جانتا ہے؟ تجھے ان کے متعلق کچھ خبر نہیں۔ توان حضرات کی متشرع شکل وصورت اور تعلق باللہ کے بارے میں کیا جانتا ہے؟ تجھے ان کے حالات کا پتہ نہیں۔ اے بے خبر سبز گھاس تو خود کو سرسبز اور برقرار رکھنے کے لیے بارش کی قدر و قیمت جانتا ہے کہ وہ اس کی بقا کے لیے کس قدر ضروری ہے۔ مگر تو تو خشک گھاس کی مانند ہے جس کے لیے بارش کا برسنا یا نہ برسنا برابر ہے۔ اس لیے تو بارش کی قدر و قیمت کیا جانے۔

اے غافل تو اب تک کفر وایمان کی حقیقت سے بے خبر ہے اس لیے ایمان کی حقیقتوں کے بارے میں تو کیا جانے؟ اگر تو کفر کے تباہ کن حالات اور ایمان کی دولت سے ملنے والی نعمتوں سے آگاہ ہوتا تو حضرات نقشبندیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی خدمت میں رہ کر کتاب وسنت پر عمل کر کے اور بدعات وکفر سے بچ کر اپنا ایمان بچالیتا۔

حضرت عارف نامی مولانا نورالدین عبدالرحمان جامی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔

رباعی:

قدر گل ومل باده پرستان دانند		نه خود منشاں وتنگدستاں دانند
از نقش تواں بسوئے بے نقش شدن		کیں نقش غریب نقشبنداں دانند

(گل یعنی عشق الٰہی کی قدر و قیمت بادہ پرستان یعنی عاشق جانتے ہیں نہ کہ خود بین ومفلس لوگ اس کو جانتے ہیں۔ نقش (ماسوا) سے بے نقش یعنی باری تعالیٰ کی طرف ہو سکنے کو اور اسکے نقش (طریقے) کو غریب نقشبند لوگ جانتے ہیں) آپ کی تعریف میں ہندی زبان میں کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

مثنوی:

زہی پیر ومرشد زہی پیشوا		کوئی کیا کرے اس کی مدح وثنا
نپٹ مدح کا قافیہ تنگ ہے		کہ اس فخر سے اوسکے تئیں ننگ ہے
خدیو سخن میرزا جانجاناں		کہ حکم اوسکا ہی ناطقہ پررواں
ہے اس کا لقب ذوالجلال سخن		کہ بندے ہیں اس کے سب ارباب فن
سب ارباب فن اس سے ہیں مستفید		کہ علم وادب اس کے دونوں مرید
کرے کیوں نہ مشکل دوعالم کی حل		کہ اس کا یداللہ ہے بانہہ بل
کوئی آج اسکے برابر نہیں		وہ سب کچھ ہے الا پیمبر نھیں

اس ذرہ بے مقدار کو کیا طاقت وہمت ہے کہ وہ اس بلند طریقہ کی تعریف کی چھت پر پرواز کرے یا اس خوبیوں کے مجموعہ کے فضائل وکمالات کے بارے میں لب کشائی کرے یعنی بات کرے لیکن اس قدر جانتا ہے کہ اس خاندان کے عزیزوں کی خاک اور نبوت ﷺ کی طینت کے کمالات کا پرورش کیا ہوا ہے۔ ہر کمال جو اس سے ظاہر ہوتا ہے ان کمالات کا نمونہ و پرتو ہے جو کہ بہت زیادہ محبت اور پیروی رسول ﷺ کے سبب سے ان کے باطن پر تجلی کرتے اور پرتو ڈالتے ہیں۔

حضور سیّدی امام الطریقہ خواجہ بہاء الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ ہمارے طریقہ سے منہ کا پھیر لینا دین کے لیے خطرہ کا سبب ہے۔ مزید یہی وجہ ہے کہ عقلمندوں کی ایک جماعت نے حضرت سیّدی قطب الارشاد مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ طریقہ مجددیہ اختیار کرنے میں اور دوسرے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے طریقوں سے کون سی فضیلت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ طریقہ مجددیہ جس کو میں نے کتاب وسنت پر عمل کے مطابق پایا ہے۔ اس لیے کہ یہ ثبوت قطعی ہے۔ یہ کہ ہر چیز جو کہ قطعی پر منطبق (موافق وبرابر) ہے وہ بھی قطعی ہے۔ مزید اسی سبب سے فرمایا کہ ہماری نسبت قرنِ اولیٰ یعنی اول زمانہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مثل ومشابہ ہے کہ اس راستہ میں بالکل تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اگر قطرہ ہے تو وہ بھی اسی چشمہ سے ہے اور اگر ایک گھونٹ پیے تو وہ بھی اسی شراب خانہ (معرفت) سے ہے۔ مزید یہی سبب ہے کہ حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ قیامت کے واقع ہونے تک ہوگا بشرطیکہ اس میں کسی (غیر شرعی) کی ملاوٹ نہ ہو۔ الحمد للہ اس زمانہ تک یہ بلند طریقہ جیسا کہ چاہیے بدعت کے تمام طریقوں سے محفوظ ہے اور ان عزیزوں (بزرگوں) کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ تمام بدعت کے طریقوں سے قیامت تک محفوظ رہے گا۔ جیسا کہ میرے مخدوم مولانا عبد الرحمن جامی علیہ الرحمۃ خواجگان کے خاندان کے بعض احوال واقوال اور ان کے روش وطریقہ کے بیان کے ذکر سے، خصوصاً حضور سیّدی امام الطریقہ خواجہ بہاء الدین علیہ الرحمۃ اور ان کے اصحاب قدس سرہ کی خدمت سے معلوم ہوا کہ ان کا طریقہ اہل سنت وجماعت کے اعتقاد، شریعت کے احکام کی اطاعت اور سید المرسلین ﷺ کی سنتوں کی پیروی اور ''دوام عبودیت'' (ہمیشہ کی بندگی) کہ جس سے مراد دوام آگاہی (ذکر) غیر اللہ کے وجود کے شعور کی مزاحمت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہے، پر منحصر ہے۔

پس ایک گروہ جوان بزرگ حضرات (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا انکار کرتا ہے اس سبب سے ہوسکتا ہے کہ ان کے ظاہر وباطن کو ہوس وبدعت، کی گمراہی نے پکڑ لیا ہو اور انکی بصیرت کی آنکھ کو حسد وتعصب نے اندھا کر دیا ہو۔ اس لیے ناچار وہ لوگ ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ہدایت کے انوار اور ولایت کے آثار نہ دیکھتے ہوں اور اپنے اس نابینا ہونے یعنی نہ دیکھنے کے سبب ان آثار وانوار کو جو کہ مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں کا دیدہ ودانستہ انکار کرتے ہیں افسوس صد افسوس۔

نظم:

نقشبند یہ عجب قافلہ سالار اند	کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

(نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگ لوگ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ وہ طریقت کے مسافروں کے قافلہ کو حرم کعبہ یعنی ہدایت وکامرانی تک پوشیدہ راستہ سے لے جاتے ہیں)

از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شان	می بردو سوسۂ خلوت وفکر چلہ را

(راستہ کے سالک یعنی مرید کے دل سے اپنی صحبت کے جذبہ یعنی کشش کے ذریعہ وسوسہ خلوت یعنی گوشہ نشینی اور فکر چلّہ یعنی چلہ کشی سے باہر لے جاتے ہیں یعنی ان کی ضرورت نہیں رہتی ہے مقصود سوائے گوشہ نشینی اور چلہ کشی کے ان کی صحبت سے حاصل ہوجاتا ہے۔

قاصری کو زندایں طائفہ راطعن قصور	حاش للہ برآرم بزباں ایں گلہ را

(وہ کوتاہ اندیش جو اس گروہ کے اولیاء پر قصور یعنی کمی کے بارے میں ملامت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ اگر میں زبان پر اس قسم کی شکایت کولاؤں ان کے طعنے قابلِ التفات اور زبان پر لانے کے قابل نہیں)

همه شیرانِ جهان بستهٔ این سلسله اند		رو بہ از حیله چسان بگسلداین سلسله را

(دنیا کے تمام شیر یعنی خواجگان نقشبند اس سلسلہ (زنجیر) میں بندھے ہوئے ہیں لومڑی اپنی مکاری کے ذریعہ کس طرح اس سلسلہ کو توڑ سکتی ہے اور کتاب وسنت کے صحیح راستے سے ہٹا سکتی ہے۔

(معمولات مظہریہ، ص،۳۲۱)

هیچ قومی را خدا رسوا نه کرد		تادل صاحب دلی نامد بدرد

ترجمہ: خداوند تعالیٰ نے کسی قوم کو رسوا و برباد نہیں کیا جب تک انہوں نے کسی صاحب دل یعنی اللہ والے کے دل کو ایذا و درد نہ پہنچایا)

یہی سبب ہے کہ حضرت قطب الارشاد سیّدی بہاء الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ماآبگینه ایم شویم از شکست تیز		آزار یابد آنکه بود درشکست ما

ترجمہ: ہم آبگینہ (شیشے کی طرح) ہیں اور ٹوٹنے سے زیادہ تیز یعنی تکلیف دہ ہو جاتے ہیں وہ شخص تکلیف اٹھائے گا، جو ہمیں توڑے گا جو ہم سے دشمنی کرے گا وہ تکلیف اٹھائے گا۔

(معمولات مظہریہ، ص،۳۳۹)

دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن، تمہارے نزدیک لطائف کے مقامات کی کوئی اصل نہیں

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے لطائف کا بیان قرآن سے کیا، (۲) میر محمد نعمان علیہ الرحمہ جو مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں اور امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے حدیث قدسی سے ثابت کیا، اللہ یار خان دیوبندی نے تواتر سے ثابت کیا، اور اشرف علی تھانوی نے بھی لطائف کا ذکر کیا، نزدیک کے مشائخ فضل علی قریشی نقشبندی مجددی اور اس کے مرید خلیفہ خانیوال والے ایک مینار والی مسجد پیر عبدالمالک، اب ہم ان تمام لوگوں کی تحریر کو مانے یا الیاس گھمن دیوبندی تمہاری تحریر کو مانے، تمہارے نزدیک لطائف کی کوئی اصل نہیں نہ لطائف کا مقام، بلکہ تمہارے نزدیک جو ثابت کرے اس کی مثال کتے سی ہے (کلب کا کیا مطلب ہے) ہوشیار لومڑی اول پھنستی نہیں اگر پھنستی ہے تو دونوں پاؤں سے پھنستی ہے اب شیر کے پنجے میں پھنس گئے ہو، جواب طلب۔

هر که افسانه بخواند افسانه ایست		هر که نقدش دیدخود مردانه ایست

ترجمہ: جس نے اسے افسانہ قرار دیا وہ خود افسانہ ہے یعنی بے حقیقت ہے اور جس نے اسے اپنا مقصد قرار دیا وہ مرد ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، مکتوب، ۲۰۶، ج،۱ ص مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

فصل ثانی:

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبدالقادر جیلانی حنبلی، متوفی ۵۶۱ھ، لکھتے ہیں:

قال عیسیٰ بن مریم علیهما الصلوٰة والسلام: (لن یلج الانسان الی ملکوت السموات حتی یولد مرتین کما یولد الطیر مرتین)۔

والمراد منه تولد الطفل المعنوی الروحانی من حقیقة قابلية الانسان، وهو سره، يظهر وجوده وعلومه من اجتماع نور علم الشريعة والحقيقة؛ لان الولد لا يحصل الا من اجتماع نطفتين من الرجل والمرأة كما قال الله تعالى: (انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج) (الدهر: الآية:٢) وبعد ظهور هذا المعنى يحصل العبور من بحور الخلق الى قعود الامر، بل كل العالم فى جنب عالم الروح كقطرة ماء من بحر۔ وبعد ذلک تفاض العلوم الروحانية واللدنية بلا حرف ولا صوت۔

حضرت سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا: انسان آسمانوں کی بادشاہی میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ پرندوں کی طرح دوسری مرتبہ پیدا نہیں ہوتا یہاں دوسری پیدائش سے مراد طفل معانی کی پیدائش ہے۔ یہ پیدائش روحانی ہے اور یہ پیدائش انسان کی حقیقی قابلیت سے ہوتی ہے۔ اور وہ ہے انسان کا باطن طفل معانی کا وجود صرف اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب علم شریعت اور علم حقیقت یکجا ہوتے ہیں۔ کیونکہ بچہ والدین کے نطفوں کے اجتماع سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ

ترجمہ: بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے۔ (الدھر،۲)

اس معنیٰ کے ظہور کے بعد بندہ عالم خلق سے عالم امر کی گہرائیوں تک پہنچ جاتا ہے۔ بلکہ تمام عالم عالم الروح کے سامنے ایسے ہی ہیں جیسے قطرہ سمندر کے سامنے۔ اس ظہور کے بعد علوم لدنی روحانی کا فیض بلا حرف وصوت پہنچتا رہتا ہے۔

(سر الاسرار و مظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار، الفصل الرابع ص،۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جو اللہ کا ہوگیا، اللہ اُس کا ہوگیا:

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

منقول است که حضرت امیر کلال علیه الرحمه مر امیر حمزه را فرمودند که اول بصید مرغان مشغول باش وبعد ازان بصید دلهاے عزیزان۔ روزے حضرت امیر حمزه دام نهاده بودند و دانه انداخته و هر چند جهد می کردند هیچ مرغی بدام ایشان در نمی آمد۔ بعد ازان به نزد حضرت امیر بزرگ رفتند و گفتند که اے مخدوم دانه انداخته و دام نهاده ایم هیچ مرغے بدام ما در نمی آید۔ و نمی دانم که سبب چیست۔ حضرت امیر علیه الرحمه فرمودند سبب آن است که در کازه غافل می تشنیید و دام بے یاد حق تعالیٰ می ماند۔ و می باید که شما از وے هیچ وجه غافل نباشید و بے یادِ او دام نه مایند و خود را به تمام یاد حق سبحانه و تعالیٰ در دهید تا شمارا انچه در خاطر باشد در دام شما در آید

دلا همواره تسلیم و رضا باش		بهر جائے که باشي با خدا باش
خدا را دان خدا را جو بهر حال		بدان تو یاد او به از زر و مال
ترا کو ازودوگیتی برگزید است		هم آخر بهرِ کارے آفرید است

وچون این امور اقدام نمودند کار ایشان بدرجہ رسید کہ آنرا غایت ونہایت نہ بود ودیگر بدان ہم محتاج نہ بودند۔ وانچہ ایشان در خاطر می گذشت ہمان بدام ایشان در می آمد وہم چنانکہ حضرت رسالت ﷺ فرمودہ اند من کان للہ کان اللہ لہ۔ صدق رسول اللہ الملک العلی العلام۔

منقول ہے کہ حضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ نے (حضرت) امیر حمزہ علیہ الرحمۃ سے فرمایا کہ اوّل پرندوں کے شکار میں اور پھر عزیزوں کے دلوں کے شکار میں مشغول ہو جاؤ ایک روز حضرت امیر حمزہ علیہ الرحمۃ نے جال لگایا اور (اس میں) دانے گرائے۔ جس قدر بھی کوشش کرتے رہے، کوئی پرندہ ان کے جال میں نہ آیا، اس کے بعد حضرت امیر بزرگ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے مخدوم علیہ الرحمۃ ہم نے دانہ ڈالا ہے اور جال لگایا ہے، کوئی پرندہ ہمارے جال میں نہیں آیا ، اور میں نہیں جانتا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟

حضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ نے فرمایا: سبب یہ ہے کہ تم جھونپڑے میں غافل (ہوکر) بیٹھے ہو اور (یوں) جال ذکر الٰہی سے خالی رہتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے کسی طرح بھی غافل نہ رہو اور جال کو اللہ ﷻ کی یاد سے غافل مت رکھو اور خود کو مکمل طور پر حق سبحانہ وتعالیٰ کی یاد میں مشغول رکھو، تاکہ تمہارے دل میں جو کچھ ہو، وہ تمہارے جال میں آجائے:

دلا هموار تسلیم و رضا باش		بهر جائے که باشی با خدا باش
خدا را دان خدا را جو بهر حال		بدان تو یاد او به از زر و مال
ترا کو ازودوگیتی برگزید است		هم آخر بهرِ کارے آفرید است

ترجمہ: اے دل! ہمیشہ تسلیم ورضا میں رہ، جہاں بھی رہو، خدا (کی یاد) کے ساتھ رہو۔

ہر حال میں خدا کو پاؤ، خدا (ہی) کو ڈھونڈو، اس کی یاد (ہی) کو زر اور مال سے بہتر (چیز) سمجھو۔

جس نے تجھے دو جہان میں برگزیدہ بنایا ہے، آخر اس نے (تجھے) کسی کام کے لئے بھی پیدا کیا ہے۔

جب انہوں نے اس کا اہتمام کیا تو اُن کا کام اس درجہ پر پہنچ گیا جس کی کوئی حد ونہایت نہ رہی، اور پھر وہ اس کے بھی محتاج نہ رہے۔

جو کچھ ان کے دل میں خیال آتا، وہی ان کے جال میں آجاتا۔

حضرت رسالت (مآب) ﷺ نے یونہی فرمایا ہے:

مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ (کشف الاسرار وعدۃ الابرار، ۱:۱۷، ۳:۵۱۸، ۵۶۳، ۳:۱۸۶، ۵:۵۵۰)

ترجمہ: جو اللہ کا ہو جائے، اللہ اُس کا ہو جاتا ہے۔

صدق رسول اللہ الملک العلی العلام

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ جو بادشاہ، بلند اور زیادہ جاننے والے ہیں، نے سچ فرمایا ہے۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص ۴۶، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

(فالجواب) کما قاله الشیخ: ان هذه الحجب کنایة عن شهود العبد بعده من حضرة الحق تعالی لما یعصی الله تعالی مثلا فهی راجعة الی شعود العبد للحق والحق تعالیٰ لا یحجب وایضاح ذلک ان العبد المؤمن مشتمل علی علم وجهل فالعلم یدرک حجب النور، والجهل یدرک حجب الظلمة کل بما یناسبه فافهم۔

(فان قلت): فهل یصح رفع حجاب العظمة الذی بین العبد وربه (فالجواب) کما قاله الشیخ فی الباب الرابع والخمسین ومائتین لا یصح رفع حجاب العظمة عن الحق تعالیٰ ابدا الذی هو کنایة عن عدم الاحاطة به تعالیٰ فلا تقع عین عبد قط الا علی هذا الحجاب فاذن العبد رآه و ما رآه۔

تو شیخ کے قول کے مطابق جواب یہ ہے کہ یہ حجابات بندے کا مثلاً معصیت کے وقت بارگاہ حق تعالیٰ سے اپنے بعد کے مشاہدہ کا کنایہ ہے۔ پس یہ حق کے متعلق بندے کے مشاہدہ کی طرف لوٹتے ہیں جبکہ حق تعالیٰ کے لئے کوئی حجاب نہیں۔ اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ بندہ مومن مشتمل ہے علم و جہالت پر۔ پس علم نوری حجابات کا ادراک کرتا ہے جبکہ جہالت حجابات ظلمت کا ادراک کرتی ہے۔ ہر ایک اپنی مناسبت کے ساتھ ہے۔ پس سمجھ لو۔

اگر تو کہے کہ کیا حجاب عظمت کا اٹھ جانا جو کہ عبد اور اس کے رب ﷻ کے مابین ہے، صحیح ہے؟

تو اس کا جواب شیخ (ابن عربی علیہ الرحمہ) نے ۲۵۴ ویں باب میں یہ دیا کہ حجاب عظمت کا حق تعالیٰ سے اٹھ جانا کبھی بھی صحیح نہیں۔ جو کہ حق تعالیٰ کے متعلق عدم احاطہ سے کنایہ ہے۔ تو کسی عبد کی آنکھ کبھی نہیں پڑتی مگر اسی حجاب پر۔ پس بندے نے اعلان کیا کہ اس نے اسے دیکھا۔ حالانکہ اسے نہیں دیکھا۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص ۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جب سالک کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے تو اس کی کیفیت حیرت ہی حیرت نا امیدی ہی نا امیدی:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

چنانچه منقول است که روزے جبریل امین علیه السلام در حضرت وے گفت که نهایتِ درجات قربِ من در حضرتِ صمدیت عز و علی که زیاده بران هرگز نبوده است آن بود که میانِ من و پروردگار هفتاد هزار پرده از نور بود۔ پس آنحضرت را صلی الله علیه وسلم در هر لمحه و هر آن پرده از نور جلال مشهود می گشت و بتجلی دیگر نوری بالاتر ازاں برطرف می شد و بتوقف در مقام اول بعد از انکشاف مقام ثانی استغفار می کرد و این عین ترقی است در درجات قرب و مشاهدهٔ تجلیات و این حالت نه مخصوص این نشأة است تا ابد الآبدین حال، همبرین منوال، خواهد بود۔ زیرا که تجلیاتِ حق را نهایت نیست۔ پس این جا عین بمعنی مشاهده آمد، و پرده نشستن بمعنی پرده برداشتن شد و معلوم شد که مراد از انّ للہ سبعین الف حجاب من نور۔ که در حدیث دیگر واقع شده است۔ مراد ازان تکثیر و توقیر است نه، حصر و تحدید، الا آنکه مقامِ قرب جبرئیل ازین نگذرد و بحکم و ما منّا الا له مقام معلوم۔ تجاوز و ترقی وے ازین حد بفوق صورت نه بندد۔ چنانچه حضرت شیخ سعدی رحمة الله تعالیٰ علیه فرموده

اگر یک سرِ موئے برتر پرم		فروغِ تجلی بسوزد پرم

و آنحضرت ﷺ را دائم ترقی در ترقی است و مشاہدات او در رنگ تجلیاتِ حق نہایتے ندارد۔ من الازل الی الابد۔

ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں میرے درجاتِ تقرب بے انتہا بڑھے ہوئے ہیں کہ اس سے زیادہ ہرگز کسی دوسرے کے نہیں ہو سکتے، اور وہ یہ ہے کہ میرے اور پروردگار کے درمیان نور کے ستر ہزار پردے حائل ہیں۔ پس جبکہ حضور پرنور سیّد دو عالم ﷺ کا ہر لمحہ اور ہر آن نورِ جلال میں سے ایک پردہ مشہود رہتا تھا، اور اس سے اوپر کے نور کی تجلی سے وہ پردہ الگ ہو جاتا تھا اور مقامِ اول میں توقف سے مقامِ ثانی کے انکشاف کے بعد آپ استغفار کرتے تھے۔ یہ چیز درجاتِ قرب اور مشاہدۂ تجلیات میں عین ترقی ہے۔ اور یہ حالت اس زندگی تک ہی نہیں ہے بلکہ ابدالآباد تک یہ حال اسی طریقہ پر رہے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی کوئی حد نہیں ہے۔ پس یہاں غین عین مشاہدہ ہے اور پردہ نشین (پردہ میں بیٹھنا) پردہ برداشتن (پردہ اٹھانا) کے معنوں میں آتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ: تحقیق کہ اللہ تعالیٰ کیلیے نور کے ستر ہزار پردے ہیں۔ (اسی کے متعلق) ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اس سے مراد کثرت اور تعبیر و تاویل ہے، حصر اور تحدید نہیں۔ مگر یہ کہ اس مقامِ قرب سے جبرئیل علیہ السلام نہ گذر سکے، اور اس حکم کے بموجب کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کا مقام متعین نہ ہو۔ اس نے اس حد سے آگے ترقی اور تجاویز نہیں۔

اگر یک سرِ موئے بر ترپرم		فروغ تجلی بسوزد پرم

یعنی: اگر میں بال برابر بھی آگے کی طرف پرواز کروں (یعنی آگے کی طرف بڑھوں) تو تجلی الٰہی کی زیادتی سے میرے پر جل جائیں۔

اور حضور پُرنور سیّد دو عالم ﷺ کے لیے ہمیشہ ترقی پر ترقی ہے اور حق کی تجلیات کے رنگ میں آپ ﷺ کے مشاہدات کی ازل سے ابد تک کوئی انتہا نہیں ہے۔

(مرج البحرین، ص، ۴۳، ۴۴ محمد اعلیٰ، ناظم آباد، کراچی)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

ان للہ سبعین الف حجاب من نور و ظلمة در سیر آفاقی، فرق می یابد، چہ در ہر لطیفہ از لطائف سبع، دہ دہ ہزار حجب، خرق می گردد و چون آن سیر بہ تمامی رسد، حجب بتمامہا مرتفع گردد و سالک بہ سیر فی اللہ متحقق شود و بہ مقام وصل برسد این است حاصل سیر وسلوک ارباب ولایت و نسخہ جامعہ کمال و تکمیل ایشان۔ و در این باب آنچہ بر این فقیر بہ محض فضل و کرم خداوندی۔ جل سلطانہ۔ ظاہر ساختہ اند و بہ آن تسلیک فرمودہ اظہاراً للنعمة و شکراً للعطیة تسوید می نماید (فاعتبروا یا اولی الابصار) بدان۔ ارشدک اللہ تعالیٰ، وھداک سواء الصراط۔ حضرت حق۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ کہ بی چون و بی چگون است، چنانچہ ورای آفاق است، ورای انفس است، نیز پس سیر آفاقی را سیر الی اللہ گفتن و سیر انفسی را سیر فی اللہ نامیدن، معنی ندارد، بلکہ ہر دو سیر آفاقی و انفسی داخل سیر الی اللہ است و سیر فی اللہ سیر است کہ بہ مراحل از آفاق و انفس بعید است و وراء اینہاست۔

ان للہ سبعین الف حجاب من نور و ظلمة، بیشک اللہ تعالیٰ کے لیے نور و ظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں۔ تو یہ پردے سیر آفاقی میں ہٹتے ہیں کیونکہ لطائف میں ہر ہر لطیفہ میں دس دس ہزار پردے دور ہوتے ہیں اور جب وہ سیر مکمل ہو جاتی ہے۔ تو حجابات بھی سارے کے سارے زائل ہو جاتے ہیں۔ اور سالک سیر فی

اللہ سے موصوف ہوجاتا اور مقام وصل میں پہنچ جاتا ہے یہ ہے ارباب ولایت کے سیر وسلوک کا حاصل اور خلاصہ اور ان کے کمال وتکمیل کا نسخہ جامعہ۔ اور اس باب میں جو کچھ اس فقیر (حضور سیدی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) پر محض فضل وکرم خداوندی جل سلطانہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اور جس کے مطابق چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اظہارِ نعمت اور شکر عطا کے طور پر فقیر (حضور سیّدی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) اسے معرضِ تحریر میں لاتا ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**۔ جان لے اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کی توفیق عطا کرے اور سیدھے راستے پر چلائے۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ جو بے مثل وبے کیف ہے۔ جس طرح آفاق سے وراء ہے۔ انفس سے بھی وراء ہے۔ اس لیے سیر آفاقی کو سیر الی اللہ کہنے اور سیر انفسی کو سیر فی اللہ کا نام دینے کے کوئی معنی نہیں بلکہ آفاقی اور انفسی دونوں سیریں سیر الی اللہ میں داخل ہیں۔ سیر فی اللہ وہ سیر ہے جو آفاق وانفس سے کئی منزلیں دور ہے۔ اور ان سب سے وراء الوراء ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب ۴۲، ج ۲، ص ۷۰، ۱۲۷ مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

عالم دو ہیں: عالم امر وعالم خلق،

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ

ترجمہ: سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا بڑی برکت والا ہے رب سارے جہان کا۔ (القرآن الکریم، ۷/ ۵۴)

عالم خلق وہ چیزیں جو مادہ سے پیدا ہوتی ہیں جیسے انسان، حیوان، نباتات، جمادات، زمین وآسمان وغیرہا کہ نطفہ وتخم وعناصر سے بنے عالم امر وہ جو صرف امر کن سے بنا، اس کے لئے کوئی مادہ نہیں جیسے ملائکہ وارواح وعرش ولوح وقلم وجنت ونار وغیرہ۔ تو فرمایا روح عالم امر سے ایک چیز ہے، عقل کا حصہ اسی قدر ہے، آگے اس کی ماہیت اکابر اہل باطن (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جانتے ہیں، سبحان اللہ! آدمی خود اسی روح کا نام ہے اور یہ اپنے ہی نفس کے جاننے میں اس قدر ناکام۔

تنت زندہ بجان جان نہانی		توازجان زندہ وجاں رانہ دانی

ترجمہ: تیرا بدن مخفی جان کی وجہ سے زندہ ہے، تو جان کے سبب زندہ ہے، اور جان کو نہیں جانتا ہے

اور سِرّ وخفی وروح وقلب لطائف حضرات نقشبندیہ قدست اسرارہم سے ہیں جن میں تجلیات حق کے رنگارنگ ذوق کا ادراک کارعیاں ہے نہ کار بیان

ع

ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

ترجمہ: اللہ کی قسم تو اس شراب کا مزہ نہیں پہچان سکتا جب تک اسے چکھ نہ لے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۶، ص ۶۰۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

زیارت کعبہ وزیارت دل:

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

ودر دریافت دلہا سعیِ بلیغ نمایند چنانکہ گفتہ اند

(نیز فرمایا) دلوں کو ہاتھ میں لینے (جیتنے) کی پوری کوشش کرو، جیسا کہ کہا گیا ہے:

در راہِ خدا دو کعبه آمد منزل		یک کعبۂ صورتست ویک کعبۂ دل
تا بتوانی زیارتِ دلها کن		کافزون ز هزار کعبه بودیک دل

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے راستے میں دو کعبے منزل (مقصود) ہیں، ایک کعبہ صورت (خانہ کعبہ) ہے اور دوسرا کعبہ دل۔

جتنا ہو سکے تو دلوں کی زیارت کر، کیونکہ ایک دل ہزار کعبہ سے زیادہ (قیمتی) ہے۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص، ۵۰، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی، ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

اما آن قسم دیگر سلوک باطن است و در محو صفاتِ ذمیمه نفسانی سعی بلیغ می نمایند و در ذکر دل بسیار می کوشند تا بچندانے که دل گویا شود

سلوک کی دوسری قسم باطن ہے، جس میں بری نفسانی صفات کو مٹانے کے لیے پوری کوشش کرتے ہیں اور ذکر قلب کی بہت سعی کرتے ہیں، اتنی زیادہ کہ دل ذاکر ہو جائے:

دل ز ذکر دوست چون آگاه شود		رو خدا را خوان که وقتت خوش شود
تا دل ز بد ونیکِ جهان آگاه است		دستت ز بد و نیکِ جهان کوتاه است
زین پیش دلے بود هزار اندیشه		اکنون همه لا اله الا الله است

یعنی: دل جب دوست کے ذکر سے آگاہ ہو جائے (اس گھڑی) تو اللہ کو پکار، تا کہ تیرا وقت اچھا بن جائے۔

جب تک تیرا دل دنیا کی برائی و نیکی سے آگاہ ہے، (اس وقت تک) تیرا ہاتھ جہان کی برائی و نیکی سے محفوظ ہے۔

☆اس سے دل میں ہزاروں اندیشے ہوتے ہیں۔اب سب کچھ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' ہے۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص، ۱۱۹، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان البيت الذي شرفه الله بإضافته الى نفسه وهو بيت القلب في الحقيقة يأمر الله تعالى بتطهيره من دنس الالتفات الى ما سواه فانه منظر الله كما قيل

دل بدست آور که حج اکبرست		از هزاران کعبه يك دل بهترست
کعبه بنياد خليل آزر ست		دل نظرگاه جليل اکبرست

فلابد من تصفيته حتى تعكف عنده الأنوار الإلهية والاسرار الرحمانية وتنزل السكينة والوقار فعند وصول العبد الى هذه الرتبة فقد سجد لربه حقيقة وركع وناجى مع الله بسره۔

جس گھر کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا وہ دراصل قلب مومن ہے اس کی صفائی کا یہ مطلب ہے کہ اسے غیر اللہ سے متوجہ ہونے سے بچائے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت کا مرکز ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است		از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

ترجمہ: دل ہاتھ میں کرو کہ وہ حج اکبر سے ہزاروں کعبوں سے ایک دل بہتر ہے۔

کعبه بنیاد خلیل آزر است		دل نظر گاه جلیل اکبر است

ترجمہ: کعبہ خلیل علیہ السلام کی بنا ہے اور دل جلیل کی نظر گاہ ہے۔

بنابریں اسے صاف رکھنا ضروری ہے یہاں تک کہ اس پر انوار و تجلیات اور اسرار رحمانیہ کا نزول ہو اور ساتھ ہی اسے سکون و وقار نصیب ہو جب بندہ اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو حقیقی سجدہ و رکوع سے مشرف ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی سے اور خصوصی رازداری سے نوازا جاتا ہے۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ، ۱۲۵، ج ۱، ص ۲۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (روح البیان ج 1 ص 507)

شیخ المشائخ حضرت ناصر الدین عبید اللہ بن محمود سمرقندی، عرف خواجہ احرار، قدس سرہ، متوفی ۸۹۵ھ، لکھتے ہیں:

بیلگا سین ذکر حقیقی اول حین		بیل منزه آنی حرف و اون دین

ترجمہ: جانو کہ یہ ذکر حقیقی ہوتا ہے اور حرف و آواز سے منزہ (و بے نیاز) ذکر خفی۔

(رسالہ والدیہ، ص ۱۲۹)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

ابتدا عالم امر از مرتبۂ قلب است و فوق قلب، روح است و فوق روح، سر است و فوق سر، خفی است و فوق خفی، اخفی است، پنجگانۂ عالم امر را اگر جواهر خمسه گویند، گنجایش دارد۔ از کوته نظری خذف ریزۂ چند را فراهم آورده، جواهر انگاشته است۔ ادراک این جواهر خمسۂ عالم امر و اطلاع بر حقائق اینها، نصیب کمل تابعان محمد رسول الله است۔ صلی الله تعالیٰ علیه و علی اله وسلم۔ و چون در عالم صغیر که انسان است، نمونه ایست از آنچه در عالم کبیر است۔ در عالم کبیر نیز اصول این جواهر خمسه ثابت باشند عرش مجید، مبدأ این جواهر عالم کبیر است در رنگ قلب انسان و به این مناسبت قلب را نیز عرش الله تعالیٰ گویند و باقی مراتب از جواهر پنجگانه، فوق العرش اند۔

عرش، برزخ است درمیان عالم خلق و عالم امر۔ در عالم صغیر، قلب و عرش اگرچه در عالم خلق ظاهر اند، اما از عالم امر اند۔ نصیبی از بیچونی و بی چگونگی دارند۔

اطلاع بر حقیقت این جواهر خمسه، کمل افراد اولیاء الله را مسلم است که مراتب سلوک را به تفصیل گذرانیده، به نهایت النهایت رسیده اند۔

هر گدائے مرد میدان کے شود		پشه آخر سلیمان کے شود

و اگر به محض فضل ایزدی تعالیٰ شانه، نظر بصیرت صاحب دولتی را به تفصیل مرتبۂ وجوب، علی حسب الامکان، واکشانید، مطالعۂ

اصول این جواهر را در آن موطن نیز نماید و این جواهر صغیره و کبیره را در رنگ ظلال آن جواهر حقیقیه معلوم فرماید۔ این کار دولت است، کنون تا کرا رسد۔ {ذلک فضل اللہ یوتیه من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم}(۔ جمعة/۴۔)۔ منع از اظهار حقایق عالم امر، به واسطۂ دقت آن معانی مکنونه است، تاهر کوته نظری از آنجا چه فرا گیرد، راسخان در علوم که به شرف{ وما آوتیتم من العلم الا قلیلا}(۔اسراء/ ۸۵۔) مشرف اند، از این ماجرا آگاه اند۔ هنیئاً لارباب النعیم نعیمها (گوارا باد این نعمت برای صاحبان نعمت)

مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز		ورنه در محفل رندان خبرے نیست که نیست

والسلام علیکم وعلی من اتبع الهدیٰ۔ والتزم متابعة المصطفیٰ علی وعلیهم من الصلوات والتسلیمات اتمها وادومها۔

ثانیاً به خاطر آمد که شمه ای از جواهر مقدسه علیا نیز به تحریر آورده شود۔ باید دانست که ابتدا آن جواهر، از صفات اضافیه است، که کالبرازخ اند بین الوجوب والامکان، و فوق اینها، صفات حقیقیه که روح را از تجلیات اینها نصیب است و قلب را به صفات اضافیه تعلق است و به تجلیات اینها مشرف است و بقیۂ این جواهر علیا که فوق صفات حقیقیه اند، داخل دائرۂ حضرت ذات اند۔ تعالی و تقدس۔ لهذا تجلیات این مراتب سه گانه را، تجلیات ذاتیه می گویند۔ سخن از آنجا راندن مصلحت نیست۔ قلم اینجا رسید و سر بشکست

عالم امر کی ابتداء مرتبۂ قلب سے ہے۔ قلب سے اوپر روح ہے، روح سے اوپر سر اور سر سے اوپر خفی ہے اور اخفی۔ عالم امر کے ان پانچ امور کو اگر جواہر خمسہ کہیں تو اس کی گنجائش ہے۔ خلیفوں نے کوتاہ نظری کے باعث چند خذف ریزوں کو اکٹھا کر کے جواہر خمسہ گمان کر لیا ہے۔

عالم امر کے ان جواہر خمسہ کا ادراک اور ان کے حقائق پر اطلاع حضور نبی کریم ﷺ کی کامل اتباع کرنے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جس طرح عالم صغیر یعنی انسان میں جو ان تمام چیزوں کا نمونہ ہے جو عالم کبیر میں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح عالم کبیر میں بھی ان جواہر خمسہ کے اصول موجود وثابت ہیں۔ عرش مجید عالم کبیر کے جواہر کا مبدأ ہے۔ جس طرح انسان کے دل کی انسان میں یہ حیثیت ہے، اور اس مناسبت کی بنا پر قلب کو عرش اللہ کہہ دیتے ہیں اور جواہر خمسہ کے باقی مراتب عرش سے اوپر ہیں۔

عالم کبیر میں عرش عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ واسطہ ہے۔ جس طرح عالم صغیر یعنی انسان میں قلب انسان عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ و واسطہ ہے۔ قلب اور عرش اگرچہ عالم خلق میں سے ہیں۔ لیکن عالم امر کی بے چونی اور بے چگونی کا حصہ بھی رکھتے ہیں۔

ان جواہر خمسہ کی حقیقت پر آگاہ اور مطلع ہونا اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے کامل افراد کے لیے تسلیم کیا گیا ہے۔ جو مراتب سلوک تفصیل سے طے کر کے نہایت کی نہایت تک پہنچ چکے ہیں۔

هر گدائے مرد میدان کے شود		پشه آخر سلیمان کے شود

ترجمہ: ہر گدا مرد میدان کب ہوسکتا ہے، مچھر سلیمان کی ہمنوائی کب کرسکتا ہے۔

اور اگر محض فضل خداوندی سے کسی صاحب دولت کی نظر بصیرت کے لیے حتی الامکان مرتبہ وجوب تفصیل کے ساتھ ظاہر کردیں تو وہ اس مقام میں ان جواہر کے اصول کا مطالعہ کر لیتا ہے اور ان چھوٹے اور بڑے جواہر کو اس حقیقت کے جواہر کے ظل وسایہ کی مانند معلوم کرتا ہے۔

ع

این کار دولت است کنون تاکرا دهند

ترجمہ: یہ دولت عظمیٰ کا معاملہ ہے۔ دیکھیے اب یہ کسے عطا کرتے ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ عالم امر کے حقائق کا اظہار اس بنا پر ممنوع ہے۔ کیونکہ اس کے معانی ومطالب پوشیدہ نہایت دقیق اور باریک ہیں۔ تاکہ ہر کوتاہ نظر شخص کچھ اور ہی نہ سمجھ لے۔ علم میں راسخ لوگ جو: وَمَا أُوتِيتُم مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا انہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔ (سورۃ الاسراء: ۸۵) کے شرف سے مشرف ہیں وہ اس ماجرا سے آگاہ ہیں۔

ع

هنيئا لارباب النعيم نعيمها

ترجمہ: نعمت والوں کو نعمتیں مبارک اور خوشگوار ہیں۔

مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز		ورنه در محفل رندان خبرے نیست که نیست

ترجمہ: نہ مصلحت کے خلاف ہے کہ راز پردے سے باہر آئے۔ ورنہ رندوں کی محفل میں کوئی ایسی خبر نہیں جس کی ان کو خبر نہ ہو۔

آپ کو السلام علیکم اور ان سب کو جو ہدایت کی پیروی کریں اور مصطفیٰ (علیہ وعلیہم من الصلوات والتسلیمات اتمہا وادومہا)، کی متابعت اپنے اوپر لازم کرلیں۔ دل میں آیا کہ ان بلند اور مقدس جواہر کا تھوڑا سا حال تحریر میں لایا جائے۔ جاننا چاہیے کہ ان جواہر کی ابتدا صفات اضافیہ سے ہے جو وجوب اور امکان کے درمیان برزخ واسطہ کی مانند ہیں۔ اور ان سے اوپر صفات حقیقیہ ہیں، کہ روح سے ان کو حصہ ملتا ہے۔ اور قلب صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے، اور ان کی تجلیات سے مشرف ہوتا ہے۔ اور باقی ماندہ بلند جواہر جو صفات حقیقیہ سے بھی اوپر ہیں، حضرت ذات اقدس تعالیٰ وتقدس کے دائرہ میں داخل ہیں اس لیے ان تین (سر، خفی، اخفی) کی تجلیات کو تجلیات ذاتیہ کہتے ہیں۔ بات کو اس سے آگے چلانا مصلحت نہیں ہے۔ قلم اینجا رسید وسر بشکست، قلم یہاں پہنچا اور ٹوٹ گیا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۳۴، ج ۱، ص ۱۴۵ تا ۱۴۷، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ غالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((میر محمد نعمان)) دربیان طریق، بہ طریقِ اجمال

بعد الحمدِ والصلوٰۃ وتبلیغ الدعواتِ می رساند که مکتوب شریف به مصحوب ((شیخ احمد فرملی)) ارسال داشته بودند، رسید. فرحت فراوان رسانید. طلب رسالۂ بیان طریق نموده بودند. مسودها افتاده است، اگر توفیق یافت به بیاض رسانیده، خواهد فرستاد. الحال چند فقره دربیان طریق، به طریق اجمال می نویسد، به گوش هوش استماع فرمایند.

سیادت پناها! طریقی که ما اختیار کرده ایم ابتدای سیر آن از قلب است۔ که از عالم امر است۔ و از گذشت قلب، سیر در مراتب روح است، که فوق اوست و از گذشتِ روح، این معامله باسرّ است که فوق اوست و هکذا الحال فی الخفی و الاخفی۔

بعد از طی منازل این لطائف پنجگانه و بعد از حصول علوم و معارف که تعلق به هر کدام اینها علاحده علاحده دارد و بعد از تحقق احوال و

مواجید که به هر یکی از این پنجگانه جداجدا مخصوص است، سیر در اصول این پنجگانه است، که در عالم کبیر است۔ چه هر چه در عالم صغیر است، اصل آن در عالم کبیر است۔

مراد از عالم صغیر، انسان است و از عالم کبیر، مجموعۂ کائنات۔ و شروع سیر در اصول این پنجگانه از عرش مجید است که اصل قلب، انسان است و فوق آن اصل روح انسانی است و فوقِ فوقِ آن اصل سر انسانی است و فوقِ اصل سر، اصل خفی است و فوقِ اصل خفی، اصل اخفیٰ است و چون این پنجگانه عالم کبیر را به تفصیل طی کند و به نقطه آخر آن برسد، دائرۂ امکان را تمام کرده باشد و قدم درمنزل اول از منازل فنا نهاده بود بعد از آن اگر ترقی واقع شود، سیر در ظلالِ اسما و صفات واجبی۔ جل سلطانه۔ خواهد بود و این ظلال کالبرازخ اند بین الوجوب و الامکان و اصول اند آن پنجگانه عالم کبیر را و سیر در این ظلال نیز به همان ترتیب خواهد بود که در فروع آنها ذکر یافته است و اگر به فضل ایزدی۔ جل شانه۔ منازل متکثره این ظلال را نیز طی کرده، به نقطۂ آخر آن برسد، شروع سیر در اسما وصفات واجبی۔ جل سلطانه۔ خواهد بود و تجلیات اسماءو صفات رو خواهد نمود و ظهورات شیون و اعتبارات جلوه خواهد فرمود۔ این زمان معامله پنجگانه عالم امر را تمام کرده باشد و حق اینها را ادا کرده بود و بعد از آن اگر به فضل خداوندی۔ جل شأنه۔ از آن مقام نیز ترقی، واقع شود، معامله به اطمینان نفس خواهد افتاد و حصولِ مقام ((رضا)) که در نهایت مقامات سلوک است، میسر خواهد شد۔

در این موطن، شرح صدر حاصل می گردد و به شرف اسلام حقیقی مشرف می شود۔ کمالاتی که در این موطن حاصل می شود در جنب این کمالات۔ کمالاتی که به عالم امر متعلق بوده است۔ حکم قطره دارد در جنب دریای محیط۔ این همه کمالات که ذکر یافته است، تعلق به اسم ((الظاهر)) دارد و کمالاتی که تعلق به اسم ((الباطن)) دارد، دیگر است که به استتار و تبطن مناسب است و چون کمالات این دو اسم مبارک به تمامها حاصل شود و بازوی طیران از برای سالک میسر گردد، که بقوت آن دو بازو طیران در عالم قدس فرماید، ترقیات بی اندازه نماید۔ تفصیل این معامله در بعضی مسودات تحریر یافته است۔ فرزندی ارشدی به جمع آن به جداست۔

مجمل طور پر طریقوں کے بیان میں میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا۔ حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو شیخ احمد فرملی کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا۔ بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے وہ رسالہ جس میں طریقہ کا بیان ہے طلب فرمایا تھا۔ ابھی اس کے مسودے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر خدا ﷻ نے توفیق دی تو بیاض میں لکھ کر بھیجا جائے گا۔ فی الحال مختصر طور پر چند فقرے طریقہ کے بیان میں لکھتا ہے۔ گوش ہوش سے سنیں۔ میرے سیادت پناہ! وہ طریقہ جو ہم نے اختیار کیا ہے اس کی سیر کی ابتدا قلب سے ہے۔ قلب سے گزر کر مراتب روح میں جو اس سے اوپر ہے سیر واقع ہوتا ہے۔ اور روح سے گزر کر یہ معاملہ سر کے ساتھ جو اس کے اوپر ہے پڑتا ہے۔ یہی حال خفی اور اخفیٰ میں ہے۔ ان لطائف پنجگانہ کی منزلوں کے طے کرنے اور ان میں سے ہر ایک کے متعلق جدا جدا علوم ومعارف کے حاصل ہونے اور ان احوال ومواجید کے ساتھ جو ان پنجگانہ میں سے ہر ایک کے ساتھ جدا جدا مخصوص ہیں متحقق ہونے کے بعد ان پنجگانہ لطائف کے اصول میں جو عالم کبیر میں ہیں، سیر واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ جو کچھ عالم صغیر میں ہے اس کا اصل عالم کبیر میں ہے۔ عالم صغیر سے مراد انسان ہے اور عالم کبیر سے مجموعہ کائنات اور پنجگانہ لطائف کے اصول میں سیر کا آغاز عرش مجید سے ہے جو انسان کے قلب کا اصل ہے۔ اور اس کے اوپر روح انسانی کا اصل ہے۔ اور اس کے اوپر سیر انسانی کا اصل ہے۔ اور اصل سر کے اوپر خفی کا اصل ہے۔ اور اصل خفی کے اوپر اخفیٰ کا اصل ہے۔

جب عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کو مفصل طور پر طے کر کے اس کے اخیر نقطہ تک پہنچتے ہیں اس وقت دائرہ امکان تمام طے ہو کر فنا کی منزلوں میں سے اول منزل میں قدم رکھا جاتا ہے۔ بعد ازاں اگر ترقی واقع ہو تو اسماء وصفات واجب تعالیٰ کے ظلال میں سیر واقع ہوگا۔ اور یہ ظلال وجوب وامکان کے درمیان برزخ کی طرح ہیں۔ اور عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کے لیے اصول کی مانند ہیں۔ اور ان ظلال میں بھی اسی ترتیب سے سیر ہوگا۔ جس طرح ان کے فروع میں ذکر ہو چکا ہے۔ اگر اللہ جل شانہ کے فضل سے ان ظلال کی بہت سی منزلوں کو بھی طے کر کے ان کے اخیری نقطہ تک پہنچ جائیں تو پھر اسماوصفات واجب تعالیٰ میں سیر شروع ہوگا۔ اور اسماء وصفات کی تجلیات ظاہر ہوں گی۔ اور شیون واعتبارات کا ظہور جلوہ فرمائے گا۔ اس وقت عالم امر کے پنجگانہ لطائف کا معاملہ سب کا سب طے ہو جائے گا۔ اور ان کا حق ادا ہو سکے گا اس کے بعد اگر خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس مقام سے بھی ترقی واقع ہو جائے تو نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑے گا۔ اور مقام رضا جو سلوک کے مقامات میں سے نہایت کا مقام ہے۔ حاصل ہو جائے گا۔ اس مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔ اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور وہ کمالات جو اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں وہ کمالات جو عالم امر سے متعلق ہیں۔ ایسے ہیں جیسے دریائے محیط کے مقابلہ میں قطرہ۔

یہ سب کمالات جن کا ذکر ہو چکا ہے اس ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ کمالات جو اسم باطن سے تعلق رکھتے ہیں وہ اور ہیں۔ جو استتار اور تبطن (پوشیدگی اور باطن) کے مناسب ہیں۔ جب ان دونوں مبارک اسموں کے کمالات سب کے سب حاصل ہو جائیں تو گویا سالک کے لیے اڑنے کے دو بازو میسر ہو جاتے ہیں۔ جن کی قوت سے عالم قدس میں پرواز کرتا اور بے انداز ترقیاں حاصل کرتا ہے۔ اس معاملہ کی تفصیل بعض مسودوں میں تحریر ہو چکی ہے۔ میرے فرزند ارشد ان کے جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۵۷، ج،۱، ص،۵۱۱، مرکز بحش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

((ابراھیم بن شیبان)) که از مشایخ طبقات است۔ قدس اللہ تعالی ارواحھم۔ می گوید که علم الفناء والبقاء یدور علی اخلاص الواحدانیة و صحة العبودیة وما سوی ذلک فمغالیط وزندقة (علم فنا وبقا حول محور اخلاص توحید و صحت بندگی می چرخد و ھرچه جز آن است ھمگی غلط و باطن و بی دینی صرف است۔) والحق که راست می فرماید و این کلام از استقامت او خبر می دھد۔

فنا فی اللہ عبارت از فنا در مرضیات او ست سبحانه و علی ھذه القیاس السیر الی اللہ والسیر فی اللہ ونحوھم (۔ وسیر به سوی حق و ھمچنین سیر در حق، بر این قیاس می شود۔)۔

حضرت ابراہیم بن شیبان جو مشائخ طبقات (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) (طبقہ رابعہ) میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ فنا اور بقاء کا علم اخلاص وحدانیت اور صحت عبودیت کے گرد گھومتا ہے۔ اسکے ماسوا سب مغالطے اور بے دینی کی باتیں ہیں۔

اس بزرگ نے بالکل درست فرمایا ہے۔ ان کا یہ کلام ان کی استقامت کی خبر دیتا ہے۔ فنافی اللہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے کاموں میں فنا ہو جائے۔ اسی طرح سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ وغیرہ کے معنی ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۹۷، ج،۱، ص، ۲۵۳، مرکز بحش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بسیادت مآبی سید محمود صدور یافته در بیان آنکه این راه که مادر صدد قطع آنیم همگی هفت گام است و در بیان آنکه مشائخ نقشبندیه ابتداء سیر از عالم امر اختیار کرده اند بخلاف مشائخ سلاسل دیگر و طریقِ این بزر گواران طریق اصحاب کرام است وَمَایُنَاسِبُ ذَالِکَ:

التفات نامهٔ گرامی ورودیافت ازانجا شوق استماع سخنان این طائفه علیه مفهوم گشت لاجرم سخنی چند به تحریر آورد اجابة للمسئول، و ترغیبا الی المامول مخدوما این راه که ما در صدد قطع آنیم همگی هفت گام است بَعَدَدِ هفت لطیفهٔ انسانی دو قدم در عالم خلق اند که بقالب و نفس تعلق دارند و پنج قدم در عالمِ امر اند که بقلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ مربوط اند و در هر قدمی ازین اقدام سبعه، ده هزار حُجُب خرق مینمایند نورانیة کانت تلک الحجب او ظلمانیة ان لله سبعین الف حجاب من نورو ظلمةو بگام اول که در عالم، امر می زنند تجلی افعال رومی دهد و بگام دوم تجلی صفات و بگام سوم شروعی در تجلیات ذاتیه می افتد ثم و ثم علی تفاوت درجاتها کمالاً یخفی علی اربابها و بهر خطوه از خطوات سبع از خود دور می اُفتد و بحق سبحانه نزدیک حتی یتم (می شود) القرب بتمام، هذه الاقدام فخ شرفوا بالفناء والبقاء وبلغوا الی درجة الولاٰیة الخاصة مشائخ طریقه علیه نقشبندیه قَدَّسَ اللہُ تَعَالٰی اَسْرَارَهُمْ ابتدأ این سیر از عالمِ امر اختیار کرده اند و عالمِ خلق را نیز در ضمن این سیر قطع مینمایند بخلاف مشائخ سلاسلِ دیگر قَدَّسَ اللہُ تَعَالٰی اَسْرَارَهُم لهٰذا طریقِ نقشبندیه اَقربِ طُرق آمد لاجرم نهایتِ دیگران در بدایتِ ایشان مندرج گشت

مصرعه

قیاس کُن زِ گلستانِ من بهارِ مرا

طریق این بزرگواران بعینه طریقِ اصحابِ کرام است رِضْوَانُ اللہِ تَعَالیٰ عَلَیهِمْ اَجْمَعِیْنَ چه این بزرگواران را در اول صحبت خیر البشر علیه، وعلیٰ آلهِ الصلوٰت والتسلیمات بطریقِ اندراجِ نهایت در بدایت آن میسّر می شد که کُمّلِ اولیاءِ امت را در نهایت کم است که دست دهد لهٰذا وَحْشِی قاتل حضرت حمزه علیه الرحمة که یکبار در صحبتِ خیر البشر ﷺ رسیده بود از اُوَیس قَرَنی که خیر التابعین است افضل آمد سئل عن عبد الله بن المبارک رضی الله تعالی عنه ایهما افضل معاویة ام عمر بن عبد العزیز فقال الغبار الذی دخل انف فرس معاویة مع رسول الله صلی الله علیهِ وآلهِ وسلم خیر من عمر بن، عبد العزیز کذا مرة پس باید اندیشید گروهی که در بدایت ایشان نهایت دیگران مندرج گردد نهایتِ ایشان چه خواهد بود و در درک دیگران چه طور خواهد گنجید "وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَرَبِّکَ اِلَّاهُوَ"

قاصرے گر کند این طائفه را طعن قصور		حاش لله که بر آرم بزبان این گله را
همه شیرانِ جهان بستهٔ این سلسله اند		روبه از حیله چسان بگسلد این سلسله را

رزقنا الله سبحانه وایاکم محبة هذه الطائفة العزیز وجودها کاغذ هر چند مختصر افتاده است اما معارف بلند و حقایق ارجمند در ان اندراج یافته اند عزیز خواهند داشت (والسلام)

ترجمہ: جناب سیادت مآب سید محمود ﷫ کی طرف صادر فرمایا اس بیان میں کہ یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں کل سات قدم ہے اور اس بیان میں کہ دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے برخلاف مشائخِ نقشبندیہ ﷭ نے سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور ان بزرگوں کا طریقہ (بعینہٖ) اصحابِ کرام ﷡ کا طریقہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔

آپ کا بزرگ عنایت نامہ صادر ہوا، چونکہ اُس سے اِس بزرگ گروہ (حضراتِ نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی باتیں سننے کا شوق معلوم ہوا، اس لئے آپ کی خواہش پوری کرنے اور مقصود کی طرف رغبت دلانے کے لئے چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

میرے مخدوم! یہ راستہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں انسان کے سات لطیفوں کی تعداد کی مطابق (یعنی قلب، روح، سر، خفی، اخفی، نفسی، قالب) کل سات قدم ہے (جن میں سے) دو قدم عالمِ خلق میں ہیں جو کہ قالب یعنی بدن عنصری اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ قدم عالمِ امر میں ہیں جو کہ (لطائف) قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ کے ساتھ وابستہ ہیں، اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم میں دس ہزار پردے پھاڑنے پڑتے ہیں خواہ وہ پردے نورانی ہوں یا ظلمانی ان للہ سبعین الف حجاب من نور و ظلمۃ **ترجمہ:** بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے نور و ظلمات کے ستر ہزار پردے ہیں۔

اور پہلا قدم جو عالمِ امر میں رکھتے ہیں (اس میں) تجلیٔ افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم میں تجلیٔ صفات اور تیسرے قدم میں تجلیاتِ ذاتیہ (میں سیر) شروع ہوتی ہے علیٰ ہٰذا القیاس باقی لطائف میں ان کے درجات کے تفاوت کے لحاظ سے ترقی ہوتی جاتی ہے جیسا کہ اس راستہ کے سالکوں سے مخفی نہیں ہے، اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم پر (سالک) اپنے سے دور اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ ان قدموں کے پورا ہونے تک حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا قرب بھی پورے طور پر حاصل ہو جاتا ہے، پس اس وقت وہ فنا و بقا سے مشرّف ہو جاتے ہیں اور ولایت خاصہ کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ کرام قَدَّسَ اللہُ تَعَالٰی اَسْرَارَھُم نے دوسرے سلسلوں کے مشائخ کرام قَدَّسَ اللہُ تَعَالٰی اَسْرَارَھُم کے برخلاف اس سیر کی ابتداء عالمِ امر سے اختیار کی ہے اور عالمِ خلق کو بھی اسی سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں اسی لئے طریقۂ نقشبندیہ سب طریقوں سے اَقرب ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں درج ہو گئی ہے۔

مصرعہ

قیاس کُن زِگلستانِ من بہارِ مرا

ترجمہ: قیاس کر میرے گلشن سے تو بہار میری

ان بزرگوں کا طریقہ بعینہٖ اصحابِ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا طریقہ ہے کیونکہ ان حضرات اصحاب کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰت والتسلیمات کی پہلی ہی صحبت میں انتہاء کے ابتداء میں درج ہونے کے طریق پر وہ کمال حاصل ہو جاتا تھا جو امت کے کامل اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو انتہا میں بھی شاذ و نادر ہی حاصل ہوتا ہے، اسی لئے حضرت سیدنا امیر حمزہ ﷛ (حضور اکرم ﷺ کے چچا) کا قاتل وحشی ﷛ جو ایک ہی مرتبہ حضرت خیر البشر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا حضرت سیدنا خواجہ اویس قرنی ﷛ سے جو کہ تابعین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سب سے بہتر ہیں (کئی درجہ) افضل ہے۔

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مبارک ﷛ سے پوچھا گیا کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ ﷛ افضل ہیں یا حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز ﷫ (یعنی ان

دونوں میں سے کون افضل ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ گرد وغبار جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (جہاد کے سفر میں) حضرت سیدنا امیر معاویہ ؓ کے گھوڑے کی ناک میں پڑا ہے وہ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز ؓ سے کئی درجہ بہتر ہے'' پس سوچنا چاہیے کہ جس گروہ کی ابتداء میں دوسروں کی انتہا درج ہو تو ان کی انتہا کہاں تک ہوگی اور دوسروں کی علم وفہم میں کس طرح سمائے گی۔''

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ

ترجمہ: بیشک تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا (سورۃ المدثر، آیت ۳۱)

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور		حاش للہ کہ بر آرم بزباں این گلہ را
همه شیرانِ جهان بستۂ این سلسله اند		روبه از حیله چسان بگسلد این سلسله را

ترجمہ: اگر کوئی ناداں کرے طعن اس گروہِ پاک پر حاش للہ گر زباں پر لاؤں میں اس کا گلہ

کل جہاں کے شیر وابستہ ہیں اس زنجیر سے، لومڑی توڑے گی کیونکر مکر سے یہ سلسلہ

رَزَقَنَا اللهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ مَحَبَّةَ هٰذِهِ الطَّائِفَةِ الْعَزِيْزِ وُجُوْدُهَا

ترجمہ: حق تعالیٰ ہم کو اور آپ سب کو اس عزیز الوجود گروہ کی محبت عطا فرمائے۔

کاغذ اگرچہ چھوٹا ہے لیکن (اس پر) اعلیٰ معارف اور بلند قدر حقائق درج ہوئے ہیں امید ہے کہ ان کو عزیز رکھیں گے، والسلام

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب ۵۸، ص ۱۸۷، مکتبہ امدادیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

درجه اولی رامناسبت به تجلی صفات افعال است و در درجۂ ثانیه رابه تجلی صفاتِ ثبوتیه ذاتیه و درجۂ ثالث رابه شیون و اعتبار ذاتیه مناسبت است و درجۂ رابع به صفات سلبیه که مقام تقدیس و تنزیه است، مناسبت دارد هر درجه از درجات ولایت، زیر قدم نبی است از انبیاء اولی العزم۔ درجه اولیٰ از ولایت، زیر قدم حضرت آدم است۔ علی نبینا و علیه الصلوٰۃ و السلام۔ و رب او صفة التکوین است، که منشاء صدور افعال است و درجه ثانیه، زیر قدم حضرت ابراهیم است و حضرت نوح نیز در این مقام مشارکت دارند۔ علی نبینا و علیهم الصلوات و التسلیمات۔ و رب ایشان صفة العلم است، که اجمع صفات ذاتیه است و درجۂ ثالث زیر قدم حضرت موسیٰ است۔ علی نبینا و علیه الصلوٰۃ و السلام۔ و رب او از مقام شیونات، شأن الکلام است و درجۂ رابعه، زیر قدم حضرت عیسیٰ است۔ علی نبینا و علیه الصلوٰۃ و السلام۔ و رب او از صفات سلبیه است، نه ثبوتیه که موطن تقدیس و تنزیه است و اکثر ملائکۂ کرام۔ علی نبینا و علیهم الصلوٰۃ والسلام۔ در این موطن مشارکت به حضرت عیسیٰ دارند و شأن عظیم ایشان را در این مقام حاصل است و درجۂ خامس زیر قدم خاتم الرسل است۔ علیه و علیهم الصلوات و التسلیمات۔ و رب او۔ علیه الصلوٰۃ و السلام۔ رب الارباب است که جامع صفات و شیونات و تقدیسات و تنزیهات است و مرکز دائرۂ این کمالات است و در مرتبۂ صفات و شیونات تعبیر از آن رب جامع، به شأن العلم مناسب است، که این شأن عظیم الشأن، جامع جمیع کمالات است و به همین مناسبت ملت او۔ علیه الصلوٰۃ و السلام۔ ملت حضرت ابراهیم

گشت و قبلہ او، قبلہ او۔ علیہما الصلوات و التسلمات۔

درجہ اول کی مناسبت صفاتِ افعال کی تجلی کے ساتھ ہے۔ اور درجہ دوم کی مناسبت صفات ثبوتیہ ذاتیہ کی تجلی سے ہے اور درجہ سوم کی مناسبت شیون و اعتبارات ذاتیہ کے ساتھ اور درجہ چہارم کو صفات سلبیہ کے ساتھ تقدیس و تنزیہ کا مقام ہے۔ مناسبت ہے۔ اور درجاتِ ولایت میں سے ہر ایک درجہ انبیائے اولوالعزم میں سے ایک نبی کے قدم کے نیچے ہے۔

ولایت کا درجہ اول حضرت آدم علیٰ نبینا ﷺ کے قدم کے نیچے ہے، اس کا رب صفتِ التکوین ہے جو افعال کے صادر ہونے کا منشا ہے۔ اور درجہ دوم حضرت ابراہیم علیٰ نبینا ﷺ کے زیر قدم ہے۔ اور حضرت نوح علیٰ نبینا ﷺ بھی اس مقام میں مشارکت رکھتے ہیں۔ ان کا رب صفت العلم ہے جو صفات ذاتیہ میں سے اجمع ہے اور درجہ سوم حضرت موسیٰ علیٰ نبینا ﷺ کے زیر قدم ہے۔ اس کا رب مقام شیونات سے شان سے شان الکلام ہے۔ اور درجہ چہارم حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا ﷺ کے زیر قدم ہے۔ اس کا رب صفات سلبیہ سے ہے جو مقام تقدیس و تنزیہ ہے نہ ثبوتیہ سے۔ اور اکثر ملائکہ کرام ﷺ اس مقام میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا ﷺ کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں۔ اور ان کو اس مقام میں شان عظیم حاصل ہے۔ اور درجہ پنجم خاتم الرسل ﷺ کے زیر قدم ہے۔ اس کا رب رب الارباب ہے جو صفات و شیونات و تقدیسات و تنزیہات کا جامع اور ان کمالات کے دائرہ کا مرکز ہے اور مرتبہ شیونات و صفات میں اس رب جامع کی تعبیر شان العلم کے ساتھ مناسب ہے کیونکہ یہ شان عظیم الشان تمام کمالات کا جامع ہے۔ اسی مناسبت کے سبب سے آنحضرت ﷺ کی ملت حضرت ابراہیم ﷺ کی ملت ہوئی اور ان کا قبلہ ان کا قبلہ بنا۔ علیہم الصلوٰۃ و السلام۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۶۰، ج، ا، ص ۵۲۹، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

هذا المکتوب ارسل الی المخلص الصدیق محمد الصدیق فی بیان مراتب الولایة عامة کانت او خاصة مع بعض خواص الخاصة اعلم ان الولایة عبارة عن الفناء، والبقاء وهی اما عامة او خاصة و نعنی بالعامة مطلق الولایة و بالخاصه الولایة المحمدیة۔ علی صاحبها الصلوة والسلام والتحیة۔ والفناء فیها اتم و البقاء اکمل ومن شرف بهذه النعمة العظمی فقد لان جلده للطاعة و انشرح صدره للاسلام و اطمانت نفسه فرضیت عن مولاها و رضی مولاها عنها و سلم قلبه لمقلبه و تخلص روحه کلیة الی مکاشفة حضرة صفات اللاهوت و شاهد سره مع ملاحظة الشیون و الاعتبارات وفی هذا المقام شرف بالتجلیات الذاتیة البرقیة و تحیر خفیه لکمال التنزه و التقدس و الکبریاء و اتصل اخفاه اتصالا بلاتکیف و ضرب من المثال۔ هذا۔ هنیئا لارباب العنیم نعیمها۔

ومما ینبغی ان یعلم ان الولایة الخاصة المحمدیة۔ علی صاحبها الصلوة و السلام و التحیة۔ متمیزة عن سائر مراتب الولایة فی طرفی العروج والنزول اما فی طرف العروج فلان فناء الاخفی و بقاءه مختصان بتلک الولایة الخاصة و عروج سائر الولایات الی الخفی فقط مع، تفاوت درجاتها یعنی ان عروج بعض ارباب الولایات الی مقام الروح و عروج البعض الی السر و عروج البعض الاخر الی الخفی وهو اقصی درجات الولایة العامة واما فی طرف النزول فلان لاجساد الاولیاء المحمدیة۔ علیه وعلی اله الصلوة والسلام والتحیة۔ نصیباً من کمالات درجات تلک الولایة لما انه۔ صلی الله تعالی علیه واله وسلم۔ اسری لیلة المعراج بالجسد الی ماشاء الله تعالی و عرض علیه

الجنة والنار و اوحی الیه ما اوحی و شرف ثمة بالروية البصرية وهذا القسم من المعراج مخصوص به عليه الصلوة والسلام والاولياء المتابعون به كمال المتابعة السالكون تحت قدمه لهم ايضا نصيب من هذه المرتبة المخصوصة وللارض من كاس الكرام نصيب۔

غاية مافي الباب ان وقوع الروية في الدنيا مخصوص به عليه الصلوة والسلام والحالة التي حصلت لاوليائه الذين تحت قدمه ليست بروية والفرق بين الروية وتلك الحالة كالفرق بين الاصل والفرع والشخص والظل وليس احدهما عين الاخر۔

به دوست مخلص ((محمد صدیق)) در بیان ولایت، عامه باشد آن ولایت یا خاصه، با بیان بعضی از خصائص ولایت خاصه۔

بدان آنکه ولایت عبارت است از فنا و بقا و آن دو نوع است عامه و خاصه و مراد ما از ولایت عامه، مطلق ولایت است و از ولایت خاصه، ولایت محمدیه است۔ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلوٰةُ وَالسَّلامُ وَالتَّحِيَّة۔ وفنا در ولایت خاصه اتم است و بقا در وی اکمل و هر که مشرف گشت به این نعمتِ عظمی بدون شک جسمش به طاعت حق۔ سُبْحَانَهٗ وَتَعالٰی۔ منقاد گردید و سینۂ وی برای اسلام حقیقی انشراح یافت، و نفس او از امارگی و لوامگی مخلصی یافته به اطیمنان رسید۔

پس وی از مولای خویش حق۔ جل وعلا۔ راضی گشت و مولای وی از وی راضی شد و قلب وی مر مقلب قلب را صحیح و سالم ماند و روح او کلیتاً به مکاشفۂ حضرت صفاتِ لاهوت و اصل گشت و سروی به مقام مشاهده بلوغ یافت، با ملاحظه شیون و اعتبارات و اندر این، مقام به تجلیات ذاتیه برقیه نیز مشرف گردید و خفی وی به سببِ کمالِ تنزه و تقدس و کبریائ، مطلوب حقیقی متحیر ماند و اخافی وی را اتصالی به تکلیف و بی قیاس به حصول انجامید۔ هذا۔ هنيئا لارباب النعيم نعيمها۔

و می باید دانست که ولایت خاصۂ محمدیه، عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلوٰةُ وَالسَّلامُ وَالتَّحِيَّة۔ ممتاز است و بائن از تمامیِ مراتب ولایت در هر دو طرف عروج و نزول، اما در طرف عروج چون که فنا اخفی و بقا آن مختص است به این ولایت خاصه و عروج در سائر ولایت تا به خفی است فقط با تفاوتِ درجاتِ اینها یعنی بعضی را از ارباب ولایت عروج صرف تا به مقام روح است و بعضی دیگر را تا به مقام خفی و این اعلی مراتب ولایت عامه است و اما در طرف نزول چون که اجساد اولیاء امت محمدیه را۔ علیه وعلی اله الصلوة والسلام والتحیة۔ نیز نصیبی است از کمالات درجات این ولایت، چه آن حضرت۔ صلی اللہ علیه واله وسلم۔ در شب معراج با جسد مبارک عروج داده شد تا به، مکانی که خواست حق تعالی و عرضه کرده شد بروی جنت و نار و وحی نموده شد به سوی او آنچه وحی نموده شد و مشرف شد آنجا به، رؤیت بصری و این نوع از معراج مخصوص است به آن سرور۔ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلامُ۔ و مر اولیا را که متابع اند وی را به کمال متابعت، و سالکند زیر قدم وی نیز نصیبی است از این مرتبه مخصوصه۔ و للارض من کاس الکرام نصیب۔

غاية ما فی الباب؛ این است که وقوع این رؤیت در دنیا مخصوص است به آن سرور۔ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلامُ۔ و حالتی که حاصل، است مر اولیا را که زیر قدم وی اند۔ رؤیت نیست و فرق میانِ رؤیت و آن حالت در رنگِ فرق است میان اصل و فرع و شخص و ظل و نیست هیچ، یکی از این هر دو عینِ دیگر۔

یہ مکتوب مخلص دوست محمد صدیق ؒ کی طرف صادر فرمایا۔ ولایت کے مراتب کے بیان میں چاہے ولایت عامہ ہو یا خاصہ۔ نیز ولایت خاصہ کی بعض

خصوصیات کے بیان میں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ولایت فنا اور بقا کا نام ہے۔ اور یہ ولایت یا عام ہوگی یا خاص۔ اور عامہ سے ہماری مراد مطلق ولایت ہے۔ اور خاصہ سے ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مراد ہے۔ ولایت محمدیہ ﷺ میں فنا اتم اور بقا اکمل حاصل ہوتی ہے۔ تو جو نیک بخت اس نعمتِ عظمیٰ سے مشرف کیا گیا۔ اس کا جسم طاعت کے لیے نرم ہوگیا۔ اس کا سینہ اسلام کے لیے کھل گیا۔ اور اس کا نفس مطمئنہ ہوگیا۔ تو اس کا نفس اپنے مولا سے راضی ہوگیا۔ اور اس کا مولا اس سے راضی ہوگیا اور اس کا دل رب تعالیٰ کی ذات کے لیے ہی خالص ہوگیا۔ اور اس کی روح پورے طور پر صفات لاہوت کے مکاشفے کے لیے آزاد ہوگئی۔ اور اس کا سر شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کے ساتھ موصوف ہوگیا اور اس مقام میں تجلیات ذاتیہ برقیہ سے مشرف ہوگیا۔ اور اس کا لطیفہ خفی رب تعالیٰ کے کمال تنزیہ اور تقدس کبریاء کے سامنے دریائے حیرت میں ڈوب گیا۔ اس کا لطیفہ اخفیٰ اس ذات کے ساتھ بے کیف اور بے مثال طریقہ پر اتصال پذیر ہوگیا۔

مصرعہ

هنيئا لارباب النعيم نعيمها

ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں۔

اور ایک بات جو ذہن میں رکھنی چاہیے یہ ہے کہ ولایتِ خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام عروج و نزول کے تمام طریقوں میں دوسرے تمام ارباب ولایت سے ممتاز اور الگ ہے۔ جانب عروج میں تو اس طرح کہ لطیفہ اخفیٰ کی فنا اور اس کی بقاء اسی ولایت خاصہ کے ساتھ مختص میں ہے۔ باقی تمام ولایتوں کا عروج اپنے درجات کے فرق کے مطابق صرف لطیفہ خفی تک ہے۔ یعنی بعض ارباب ولایت کا عروج مقامِ روح تک ہے۔ اور بعض کا عروج سر تک اور کچھ دوسروں کا عروج لطیفہ خفی تک ہے اور یہ ولایت عامہ کے درجات کی آخری حد ہے اور جانب نزول میں اس طرح کہ ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا (الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) کے اولیاء کے اجسامِ طاہرہ کو بھی اس ولایت کے درجات کمالات سے حصہ ملتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کو شبِ معراج جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا جسدِ عنصری کے ساتھ عروج حاصل ہوا اور آپ پر جنت اور دوزخ پیش کیے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن علوم کی وحی آپ پر نازل کرنی تھی نازل کی۔ اور وہاں آپ حق تعالیٰ کی رویت بصری سے مشرف کیے گئے اور اس طرح کی معراج حضور سید المرسلین ﷺ کے لیے خاص ہے۔ اور وہ اولیاء جو حضور ﷺ کی کمال متابعت سے موصوف ہیں اور آپ ﷺ کے قدم مبارک کے نیچے چلتے ہیں۔ انہیں بھی اسی مرتبہ مخصوصہ سے حصہ ملتا ہے۔

مصرعہ

وللارض من كاس الكرام نصيب

ترجمہ: کریم لوگوں کے پیالے میں زمین کا بھی حصہ ہے۔

اس بات میں آخری بات یہ ہے کہ دنیا میں رویت کا وقوع حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور جو اولیاء کرام آپ ﷺ کے قدم کے نیچے ہیں انہیں جو حالت نصیب ہوتی ہے وہ رویت کی حالت نہیں اور رویت اور اس حالت میں فرق اصل اور فرع اور شخص اور اس کے سائے کا فرق ہے۔ رویت اور یہ حالت، ایک دوسرے کا عین نہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب، ۱۳۵، ج ۱، ص ۳۰۳ تا ۳۰۵، مرکز تحقیق: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۳۹۔منہا قلب از عالم امر است او را بعالم خلق تعلق و تعشق دادہ بعالم خلق فرود آوردہ اند و بمضغہ کہ در جانب چپ ست تعلق خاص بخشیدہ اند در رنگ آنکہ پادشاہ را بکناس تعشق پیدا شود و بسبب آن در منزل کناس نزول نماید و روح کہ الطف از قلب است از اصحاب یمین ست و لطائف ثلثہ کہ فوق لطیفۂ روح اند بشرف "خیر الامور اوسطھا" مشرف اند ھر چند لطیف تر بوسط مناسب تر۔ الا ان السرّ و الخفی علی طرفی الاخفیٰ احدھما علی الیمین و الأخر علی الشمال۔ و نفس مجاورِ حواس ست تعلق بدماغ دارد و ترقئ قلب منوط است بوصول او در مقام روح و بمقام ما فوق روح و ھمچنین ترقی روح و ما فوق او مربوط ست وصول انھا بمقامات فوقانی لیکن این وصول در ابتداء بطریق احوال ست و در انتھا بطریق مقام و ترقی نفس برسیدن اوست در مقام قلب بطریق احوال در ابتداء و بطریق مقام در انتھا و در آخر کار این لطائف ستہ بمقام اخفیٰ می رسند و ھمہ باتفاق قصد طیران عالم قدس می نمایند و لطیفۂ قالب را خالی و تھی می گذارند اما این طیران نیز در ابتدا بطریق احوال ست و در انتھا بطریق مقام۔ و یحصل الفناء۔

۳۹۔منہا: قلب کا تعلق عالم امر سے ہے، اسے عالمِ خلق سے وابستگی اور شیفتگی عطا کر کے عالمِ خلق کی طرف نیچے اتارا گیا۔ اور اس مضغۂ گوشت کے ساتھ جو بائیں پہلو میں ہوتا ہے خصوصی تعلق عطا کر دیا گیا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی بادشاہ کو ایک بھنگن کے ساتھ عشق پیدا ہو جائے اور وہ اس عشق کی وجہ سے بھنگن کے گھر میں نزول فرمائے۔ اور روح جو قلب سے لطیف تر ہے اصحابِ یمین (دائیں جانب والوں) میں سے ہے۔ اور تین لطیفے جو لطیفہ روح سے اوپر ہیں وہ خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا (معاملات میں بہترین، درمیانی معاملہ ہوتا ہے) کے شرف سے بہرہ اندوز ہیں۔ لطیفہ جس قدر لطیف تر ہوتا اتنا ہی وہ وسط کے زیادہ مناسب ہے لیکن اتنا ہے کہ لطیفۂ سِر اور لطیفۂ خفی، دونوں لطیفۂ اخفیٰ کی ہی دو جانب واقع ہیں۔

ان میں سے ایک دائیں طرف واقع ہے اور دوسرا بائیں طرف۔ اور لطیفہ نفس جو اس کے قریب واقع ہے اور دماغ سے تعلق رکھتا ہے اور لطیفۂ قلب کی ترقی اس پر منحصر ہے کہ وہ روح کے مقام میں روح سے اوپر کے مقام میں رسائی حاصل کرے۔ اسی طرح روح اور اس سے اوپر والے لطیفوں کی ترقی بھی اس پر منحصر ہے کہ وہ اوپر کے مقامات میں رسائی حاصل کر لیں لیکن یہ رسائی شروع میں احوال کے طریقہ پر حاصل ہوتی ہے اور آخر میں مقام کے طور پر۔ اور نفس کی ترقی اس وقت ہوتی ہے جب وہ شروع میں بطور احوال اور آخر میں بطور مقام کے قلب کے مقام میں پہنچ جائے۔ اور آخر کار یہ چھ کے چھ لطیفے مقامِ اخفیٰ میں پہنچ جاتے ہیں اور سب کے سب ایک ساتھ مل کر عالمِ قدس کی طرف پرواز کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور لطیفۂ قالب کو خالی چھوڑ دیتے ہیں لیکن یہ پرواز بھی ابتداء میں بطور احوال کے ہوتی ہے اور آخر میں بطور مقام کے اور اس وقت مقامِ فنا حاصل ہو جاتا ہے۔

(مبدأ و معاد، منہا، ۳۹، ص، ۶۱، ۶۲، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

شش جہات:

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۱۲۔منہا: حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرمودہ اند کہ آئینۂ ھر یک از مشائخ را دو جہت ست و آئینۂ مرا شش

جهت مانا که این کلمهٔ قدسیه را تا این زمان هیچ یکے از خلفائے این خانوادهٔ بزرگ بیان نکرده است بلکه باشاره ورمزهم دران باب سخن، نرانده این حقیر قلیل البضاعة را چه رسد که در شرح آن اقدام نماید و در کشف آن زبان کشاید اما چون حضرت حق سبحانه وتعالیٰ بمحضِ فضلِ خویش سر این معما را براین حقیر بکشود و حقیقت آن کما ینبغی وانمود بخاطر ریخت که این در مکنون را به بنان بیان در سلک تحریر کشد وبزبان ترجمان در حیزّ تقریر آرد بعد از ادائے استخاره شروعے دران باب نموده آمد۔ والمسئول من اللّٰہ سبحانه العصمة والتوفیق۔

باید دانست که مراد از آئینه قلب عارف ست که برزخ ست بین الروح والنفس واز دو جهت جهةِ روح وجهةِ نفس مراد داشته اند پس مشایخ را در وقت وصول بمقام قلب هر دو جهت آن منکشف می گردد وعلوم ومعارف آن هر دو مقام که مناسب قلب است فائض می شود بخلاف طریقی که حضرت خواجه بآن ممتاز ند ونهایت دران موطن در بدایة مندرج است آئینهٔ قلب را دران طریق شش جهت پیدا می،شود بیانش آن ست که بر اکابر این طریقه علیه منکشف گردانیده اند که هرچه در کلیةِ افرادِ انسانی ثابت ست از لطائف سته در قلب،تنها نیز متحقق ست از نفس وقلب وروح وسر وخفی واخفیٰ که از شش جهت این شش لطیفه مراد داشته اند پس سیر سائرِ مشائخ بر ظاهر قلب ست وسیر این بزرگواران در باطن قلب وباین سیر با بطن بطون آن می رسند وعلوم ومعارف این هر شش لطیفه در مقام قلب منکشف می گردند اما علومے که مناسب مقامِ قلب اند این است بیان کلمهٔ قدسیه حضرت خواجه قدس اللّٰہ تعالیٰ سره این حقیر را درین مقام ببرکت این بزرگواران مزید بر مزید است وتدقیق بعد تحقیق وبحکم کریمه "واما بنعمة ربک فحدث" رمزے ازان مزید واشارتے ازان تدقیق می نماید ومنه سبحانه العصمة والتوفیق۔

بدانکه قلبِ قلب نیز متضمن لطائف است بر قیاس قلب لیکن در قلبِ قلب بواسطهٔ تنگئ دائره یا سر دیگر دو لطیفه از لطائف سته،مذکوره،بطریق جزئیه ظاهر نمی شوند لطیفهٔ نفس ولطیفهٔ اخفیٰ۔

۱۲۔منھا: حضرت خواجہ امام الطریقہ شاہ نقشبند علیہ الرحمہ کی مراد: حضرت خواجہ (محبوب سبحانی امام الطریقہ بہاء الدین والدین نقشبند علیہ الرحمہ) نے فرمایا ہے کہ مشائخ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) میں سے ہر ایک کے آئینہ کی دو جہتیں ہوتی ہیں۔لیکن میرے آئینے کی چھ جہتیں ہیں۔یقیناً آج تک اس بزرگ خاندان (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے کسی ایک خلیفہ نے بھی اس کلمہ قدسیہ کی کوئی تشریح بیان نہیں فرمائی بلکہ اشارہ اور کنایہ میں بھی کسی نے اس بارے میں کوئی بات نہیں کہی۔اس حقیر اور کم مایہ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کی شرح و بیان میں لب کشائی کرے اور اس کی توضیح میں زبان کھولے۔لیکن چونکہ حق سبحانہ،تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس معمہ کا راز اس حقیر (یعنی حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) پر کھول دیا ہے اور اس کی حقیقت کو جیسا کہ چاہئے واضح فرمادیا ہے۔لہٰذا دل میں آیا کہ اس چھپے ہوئے نایاب موتی کو بیان کی انگلیوں سے تحریر کی لڑی میں پرودوں اور ترجمانی کی زبان سے معرض تقریر میں لے آؤں۔استخارہ کرنے کے بعد اس بارے میں تحریر کیا جاتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ غلطی سے محفوظ رکھے اور بیان کی توفیق عطا فرمائے۔

جاننا چاہئے کہ آئینہ سے مراد عارف کا قلب ہے جو روح اور نفس کے درمیان ایک برزخ ہے۔اور ان بزرگوں نے آئینے کی دونوں جہتوں سے اس کی روح والی جہت اور نفس والی جہت مراد لی ہے۔لہٰذا مشائخ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کو جب مقامِ قلب میں رسائی ہوتی ہے تو اس کی دونوں جہتیں ان پر منکشف

ہو جاتی ہیں۔ اور ان دونوں مقامات کے وہ علوم و معارف جن کو قلب سے مناسبت ہوتی ہے ان پر فائض ہونے لگتے ہیں۔ برخلاف اس طریقہ کے جس میں حضرت خواجہ (خواجگان امام الطریقہ سیدی وسندی بہاء الحق والدین نقشبند ﷺ) خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ اور اس مقام میں چونکہ انتہا ابتدا میں مندرج ہوتی ہے لہٰذا اس طریقہ میں آئینہ قلب کی چھ جہتیں نمایاں ہو جاتی ہیں اور اس کی تشریح یہ ہے کہ کارکنانِ قضاوقدر نے اکابرینِ طریقہ عالیہ پر یہ بات منکشف فرمائی ہے کہ چھ لطیفوں (یعنی نفس، قلب، روح، سر، خفی، اور اخفی) میں سے جو کچھ افراد انسانی کے مجموعے میں موجود اور ثابت ہے، وہ سب تنہا قلب کے اندر بھی متحقق ہے کیوں کہ چھ جہتوں سے مراد یہی چھ لطیفے لئے گئے ہیں۔ پس باقی تمام مشائخ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی سیر تو ظاہر قلب پر ہوتی ہے اور ان بزرگوں (یعنی نقشبندیہ حضرات (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)) کی سیر باطن قلب میں ہوتی ہے۔

اور اس سیر میں یہ حضرات قلب کے ابطن بطون (باطنوں کے بھی باطن ترین) مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور ان تمام چھ لطائف کے علوم و معارفِ قلب میں منکشف ہونے لگتے ہیں۔ لیکن یہ وہی علوم و معارف ہوتے ہیں جن کو مقامِ قلب سے مناسبت ہوتی ہے یہ ہے توضیح و تشریح حضرت خواجہ (خواجگان امام الطریقہ سیدی وسندی بہاء الحق والدین نقشبند ﷺ) کے اس کلمہ قدسیہ کی جو اوپر بیان ہوا۔ اس حقیر (حضور سیدی مجدد الف ثانی ﷺ) پر اس مقام میں ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی برکت سے مزید برمزید انکشافات بھی ہوئے ہیں اور تحقیق کے بعد تدقیق کا درجہ بھی حاصل ہے اور بمصداق آیتِ کریمہ :

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ترجمہ: اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کر دیا کرو۔ (سورۃ الضحیٰ:۱۱)

ان مزید انکشافات میں سے ایک رمز اور ان تدقیقات میں سے ایک اشارہ بیان کرتا ہوں۔

وَمِنْهُ سُبْحَانَهُ الْعِصْمَةُ وَالتَّوْفِيْقُ

ترجمہ: غلطی سے محفوظ رہنا اور توفیق خدائے تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

قلب کے پانچ درجات اور محض قلبِ بسیط :

جاننا چاہئے جیسا کہ قلب ہر چھ لطیفوں کو شامل ہوتا ہے اسی طرح قلب کا قلب بھی ان تمام لطائف پر مشتمل ہوتا ہے لیکن قلب کے قلب میں بوجہ تنگیٔ دائرہ یا دوسرے کسی سرّ کی وجہ سے ان چھ لطائف مذکورہ میں سے دو لطیفے جزئی طریق پر ظاہر نہیں ہوتے۔ ان میں سے ایک لطیفہ نفس ہے اور دوسرا لطیفہ اخفیٰ۔

(مبدأ و معاد، منہا، ۱۲، ص، ۱۸، ۱۹، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

بدانند کہ ولایت را پنج درجہ است کہ مربوط بقطع لطائف پنجگانہ عالم امراست و وصول بکمالات مناسبۂ ہر کدام وحصول فناوبقاے ہریک ازان لطائف ہر چند نفس ولایت وابستہ بفنائے بعضے آن لطائف است لیکن کمال آن منوط بفنائے لطیفہ اخفی است نیز تواند بود کہ فنائے لطیفہ قلب و روح بحصول انجامد وولایت حاصل شود و لطیفۂ سر از دولت فنایے بہرہ بود و فنایے سر دست دھد و فنائے خفی و اخفی نشود وچوں فرد احقایق اشیا ظہور کند آن لطیفہ کہ درین نشأۃ بفنا و بقا رسیدہ است از نتائج وثمرے کہ بر فنا و بقا

مترتب است بے بہرہ باشد و در رنگ دانۂ خام کہ در دیگ پختہ می ماند من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا

ترجمہ: آپ جان لیں کہ ولایت کے پانچ درجے ہیں جو کہ عالم امر کے پانچ لطائف (قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ) کے طے کرنے اور ان لطائف میں سے ہر ایک کے مناسب کمالات تک وصول اور ہر ایک کی فنا و بقا کے حصول سے وابستہ ہیں، اگرچہ نفس ولایت ان لطائف میں سے بعض کی فنا کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اس کا کمال لطیفہ اخفیٰ کی فنا پر موقوف ہے، نیز ہوسکتا ہے کہ لطیفۂ قلب و روح کی فنا حاصل ہوجائے، اور ولایت حاصل ہوجائے اور لطیفہ سر فنا کی دولت سے بے بہرہ ہو، اور فنائے سر حاصل ہوجائے اور فنائے خفی و اخفیٰ حاصل نہ ہو، جب کل کو (قیامت میں) حقائق اشیاء ظہور کریں گے تو وہ لطیفہ جو اس عالم (دنیا) میں فنا و بقا کو نہیں پہنچا ہے ان ثمرات و نتائج سے جو کہ فنا و بقا پر مترتب ہوتے ہیں بے بہرہ رہے گا اور اس کچے دانے کی طرح رہ جائیگا جو کہ پختہ دیگ میں رہ گیا ہو

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا

ترجمہ: جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہوگا۔ (سورۃ الاسراء، ۷۲)

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۲۱۳ ص، ۳۹۰، ۳۹۱، گارڈن ویسٹ، کراچی)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

بدانند کہ ہر کدام از لطائف خمسہ راکہ در عالم امر است باہر کدام از لطائف خمسہ عالم خلق مناسبت است لطیفۂ اخفی را بخاک مناسبت است و خفی را بنار و سر را بباد و روح را بآب و قلب را بنفس چوں معاملہ کہ بلطائف عالم امر وابستہ است بانجام رسد و سیر در اصول و اصول اصول آنہا منتہی شود کمالات عالم خلق درپیش است و سیر در اصول آنہا لطائف عالم امر ابیشتر بکمالات ولایت مناسبت است و لطائف عالم خلق را بکمالات نبوت بیشتر ملائمت۔

ترجمہ: جان لیں کہ عالم امر کے پانچوں لطیفوں (قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ) میں سے ہر ایک لطیفہ کو عالم خلق کے کسی نہ کسی ایک لطیفہ کے ساتھ مناسبت ہے، لطیفۂ اخفیٰ کو خاک کے ساتھ اور خفی کو آگ کے ساتھ اور سر کو ہوا کے ساتھ اور روح کو پانی کے ساتھ اور قلب کو نفس کے ساتھ مناسبت ہے جب وہ معاملہ جو کہ لطائف عالم امر کے ساتھ وابستہ ہے انجام کو پہنچ جاتا ہے اور سیر ان کے اصول اور اصول اصول میں پہنچ جاتی ہے تو عالم خلق کے کمالات اور ان کے اصول میں سیر پیش آتی ہے، لطائف عالم امر کو کمالات ولایت کے ساتھ مناسبت ہے اور لطائف عالم خلق کو کمالات نبوت کے ساتھ زیادہ تر مناسبت ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۲۱۳ ص، ۳۹۰، ۳۹۱، گارڈن ویسٹ، کراچی)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

سألتنی ایضا عن فناء الجواھر الخمسۃ التی ھی لطائف عالم الامر و سالتنی عن تعین انوارھا ایضا فاعلم ان لکل اللطیفۃ من ھذہ اللطائف الخمس اصلا فی مراتب الوجوب فی فناء کل الطیفۃ منھا منوط بوصول تلک اللطیفۃ الی اصلھا واستھلا کھا فیہ فالقلب اصلہ عن صفات الافعال ففناءہ مربوط بتجلی الافعال واصل الروح من الصفات الحقیقۃ ففناءہ متعلق بتجلی الصفات واصل السر من الشیون التی ھی اصول الصفات ففناءہ موقوف علی تجلی الشیونات واصل الخفی من الصفات التنزیہ ففناءہ بالوصول الی ھذہ الدرجۃ القصوی واصل الاخفی من مقام الجھل والحیرۃ التی نشأمن التجلی الذاتی ففناء مربوط بھذا التجلی، واما انوار اللطائف فنور القلب نور الصفر

علی ماقالوا ونور الروح احمر ونور السر ابیض ونور الخفی اسود ونور الاخفی اخضر۔

ترجمہ: نیز آپ نے جواہرِ خمسہ کی فنا کے بارے میں دریافت کیا ہے جو کہ عالمِ امر کے لطائف ہیں اور اُن کے انوار کے تعین کے بارے میں بھی پوچھا ہے پس آپ جان لیں کہ پانچوں لطائف میں سے ہر لطیفہ کے لئے مراتبِ وجوب میں ایک اصل ہے اور ان میں سے ہر لطیفہ کی فنا اُس لطیفہ کے اپنی اصل تک پہنچنے اور اس میں فنا ہوجانے سے وابستہ ہے اور قلب کی اصل، صفاتِ افعال سے ہے پس اس کی فنا تجلیٔ افعال سے وابستہ ہے، اور روح کی اصل، صفاتِ حقیقیہ سے ہے پس اس کی فنا تجلیٔ صفات سے متعلق ہے اور سر کی اصل شیونات سے ہے جو کہ صفات کے اصول ہیں پس اس کی فنا تجلیٔ شیونات پر موقوف ہے اور خفی کی اصل، صفاتِ تنزیہیہ (سلبیہ) سے ہے پس اس کی فنا اس درجۂ عالیہ تک پہنچنے سے ہے اور اخفی کی اصل، مقامِ جہل و حیرت سے ہے کہ جو کہ تجلیٔ ذاتی (عمومی) سے پیدا ہوتا ہے پس اس کی فنا اس تجلی کے ساتھ مربوط ہے، اور باقی رہے لطائف کے انوار تو (وہ یہ ہیں کہ) صوفیہ کے قول پر قلب کا نور زرد اور روح کا نور سرخ اور سرّ کا نور سفید اور خفی کا نور سیاہ اور اخفی کا سبز ہے۔

(مکتوباتِ معصومیہ، دفتر، دوم، مکتوب، ۵۲، ص، ۹۰، گارڈن ویسٹ، کراچی)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

طریقۂ و شغل باطنی این طریقۂ علیه را در حیز تحریر آر داجاجۃ للمسؤل نوشته می آید استماع فرمایند که شغل باطنی در طریقۂ ما اقسام است قسم اول ذکر اسم ذات ست و طریق این ذکر آنست که طالب را باید که زبان خود را بکام بچپاند و بجمیع همت متوجه قلب صنوبری که درپهلوے چپ وضع است گردد این قلب صنوبری آشیانه قلب حقیقی است که از عالم امر است و آنرا حقیقت جامعه نیز گویند و لفظ مبارک الله را در دل بطریق خطره بگذراند و بزبان دل این لفظ خطیر بگوید بے آنکه صورت دل را تصور کند و نفس را بندنه کند و در ذکر گفتن هیچگونه زبان را دخل ندهد نفس بطور خود می آمده باشد و از لفظ مبارک الله ذات بیچون خواهد و هیچ صفت بآن ملاحظه ننماید تا از ذروه ذات بحضیض صفات فرو دنیاید و از تنزیه به تشبیه نگراید۔ باید دانست که همچنان که قبل تعلق بجانب دست چپ دارد، چنانچه بالا گذشت روح بدست راست تعلق دارد آن نیز محل ذکر است و میانه سینه که مقام سر و خفی و اخفی است نیز محل ذکر است و چون (جائے نفس و حواس باطنه دماغ است و آن هم مقام ذکر است و چون) ذکر غالب می آید تمام بدن را در می گیرد و هر جزو بدن در رنگ دل ذاکر می شود و آن را سلطان الذکر می گویند طلب را باید که چندان مداومت بذکر نماید که ذکر حضور ملکۂ دل شود و صفت لازمه آن گردد چنانچه سمع صفت سامعه و بصرت صفت باصره چنانچه اگر بتکلیف ذکر و حضور را از دل دور کند دور نشود۔

ترجمہ: اس طریقۂ عالیہ کے ذکر اور باطنی شغل کا طریقہ احاطۂ تحریر میں لائے۔ درخواست کو قبول کرتے ہوئے لکھا جاتا ہے، غور سے سنیں کہ باطنی شغل ہمارے طریقہ میں چند قسم کا ہے قسم اول ذکرِ اسمِ ذات ہے اور اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو چاہیئے کہ اپنی زبان کو تالو سے لگالے اور پوری توجہ کیساتھ قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ ہوجائے جو کہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور یہ قلبِ صنوبری قلبِ حقیقی کا آشیانہ ہے جو کہ عالمِ امر سے ہے اور اس کو حقیقتِ جامعہ بھی کہتے ہیں اور لفظ مبارک اللہ کو دل میں خیال کے طور پر گذارے اور دل کی زبان سے اس بزرگ لفظ کو دل کی صورت کا تصور کئے بغیر کہے اور سانس کو نہ روکے اور ذکر کہنے میں

زبان کو کسی طرح کا دخل نہ دے، سانس حسب معمول آتا رہے اور لفظِ مبارک اللہ سے مثل ذات مراد لے اور اس کی کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھے تا کہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آجائے اور تنزیہ سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہو جائے۔

جاننا چاہیئے کہ جس طرح قلب بائیں ہاتھ کی جانب سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا (لطیفہ) روح دائیں ہاتھ (کی جانب) سے تعلق رکھتا ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور سینہ کا درمیانی حصہ جو کہ سِرّ وخفی واخفیٰ کا مقام ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور نفس وحواسِ باطنہ کی جگہ دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور جب ذکر غالب آجاتا ہے تو تمام بدن کا احاطہ کر لیتا ہے اور بدن کا ہر جزو دل کی طرح ذاکر ہو جاتا ہے اور اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں، طالب کو چاہیے کہ ذکر پر اسقدر ہمیشگی کرے کہ ذکر وحضور دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی صفتِ لازمہ بن جائے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے چنانچہ اگر ذکر وحضور کو تکلّف کے ساتھ بھی دل سے دور کرے تو دور نہ ہو۔

(مکتوباتِ معصومیہ، دفتر دوم، مکتوب ۱۱۳، ص ۱۹۳، ۱۹۴، گارڈن ویسٹ، کراچی)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

تا بہ ولایت خاصہ مشرف نشود، از اسلام مجازی بہ اسلام حقیقی نرسد و چون بہ محض فضل خداوندی ۔جل سلطانہ۔ بہ حقیقت شریعت متجلی گشت و اسلام حقیقی میسر شد، مستعد آن گشت کہ از کمالات نبوت بہ تبعیت ووراثت انبیاء ۔علیہم الصلوات والتسلیمات۔ بہرۂ تام یابد و نصیب وافر گیرد۔ چنانچہ صورت شریعت، ہمچون شجرۂ طیبہ ست مر کمالات ولایت را کہ گویا ثمرات اویند، حقیقت شریعت نیز گویا شجرۂ مبارکہ است مر کمالات نبوت را کہ ہمچون ثمرات اویند، و کمالات ولایت، چون ثمرات صورت اند و کمالات نبوت، ثمرات حقیقت آن صورت (اند) ناچار کمالات ولایت، صور باسند مر کمالات نبوت را کہ حقایق آن صور اند۔

ترجمہ: سالک جب تک ولایت خاصہ سے مشرف نہیں ہوتا۔ اسلام مجازی سے اسلام حقیقی تک نہیں پہنچتا۔ اور جب محض فضلِ خداوندی جل سلطانہ سے حقیقت شریعت سے آراستہ ہوا۔ اور اسلام حقیقی میسر ہوا۔ تو اب اس لائق ہوا کہ نبوت کے کمالات سے انبیاء (علیہم الصلوات والتسلیمات) کی وراثت تبعیت میں پورا بہرہ ور اور کامل حصہ پاتا ہے۔ چنانچہ صورت شریعت کمالات ولایت کے لیے پاک درخت کی طرح ہے کمالات ولایت حقیقتِ شریعت کے گویا ثمرات ہیں۔ اور حقیقت شریعت بھی کمالات نبوت کے لیے گویا شجرۂ مبارکہ ہے۔ اور یہ کمالات اس کے ثمرات کی طرح ہیں۔ اور جب کمالات ولایت صورت کے ثمرات ہیں اور کمالات نبوت حقیقت کے ثمرات تو لازماً کمالاتِ ولایت کمالات نبوت کے لیے صورتوں کی طرح ہیں۔ اور نبوت کے کمالات ان صورتوں کے حقائق۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب ۵۰، ج ۲، ص ۱۷۲ امرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

مجدد دین وملت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، چشتی، سیالوی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۳۵۶ھ، لکھتے ہیں:

لاالہ الامر والخلق عالمِ امر عبارت از اشیاء است کہ مقدار و کمیت رابدان راہ نہ باشد و عالمِ خلق بخلافِ آن وروح را از عالمِ امر گفتن بھمین معنے است والا بمعنے مخلوق اونیز داخل عالمِ خلق است حق تعالیٰ انسان را جامع بین الامر والخلق آفریدہ است۔ قلبؔ وروحؔ وسرؔ وخفیؔ واخفیؔ این پنج از عالمِ امر ونفسؔ وخاک وبادؔ وآبؔ وآتش از عالمِ خلق این اجزاء عشرہ را بلطائفِ عشر مے نامند لھٰذا انسان

بعالمِ صغیر موسوم گشت۔ چنانچہ عرش و مافوق بعالمِ کبیر۔

أصول لطائفِ عشرہ فوق العرش اند و تجلی حق بر ان اصول در عالمِ امر مے أفتد عکوس و ظلالِ آں بر لطائفِ عالمِ خلق مے أفتند مثلِ شعاعِ آفتاب بر زمین۔

لطائفِ خمسہ عالمِ امر ظلالِ اسماء الٰہی اند کہ تعبیر از ان بولایتِ صغریٰ مے کنند و اصل لطائفِ خمسہ عالم خلق انوار ظلالِ اسماء اند۔ لہٰذا اصل لطائف امر اصل لطائفِ خلق شدند۔

ترجمہ: عالم امر ان اشیاء سے عبارت ہے کہ جن کی طرف مقدار و کمیت کی رسائی نہ ہو اور عالمِ خلق مقدار و کمیت میں داخل ہے۔ اسی معنی کی بنا پر روح کو عالمِ امر میں شامل سمجھا جاتا ہے ورنہ بمعنی مخلوقیت وہ عالمِ خلق میں داخل ہے۔ حق تعالیٰ نے انسان کو جامع بین الخلق والامر پیدا کیا ہے۔ قلب و روح و سر و خفی و اخفی یہ پانچ اشیاء عالمِ امر سے۔ اور نفس و خاک و باد و آب و آتش عالمِ خلق سے ہیں۔ ان دس اجزاء (غیر محسوسہ) کو لطائفِ عشرہ کہتے ہیں۔ اسی لیے انسان باسم عالمِ صغیر (اشیاء محسوسہ) موسوم ہوا۔ جیسا کہ عرش اور مافوق العرش عالمِ کبیر ہے۔

لطائفِ عشرہ کے اصول عرش کے اوپر (عالمِ کبیر) میں ہیں اور حق تعالیٰ کی تجلی ان اصول پر عالمِ امر میں پڑتی ہے اور ان اصول کے عکوس وظلال (فیضان) عالمِ خلق کے لطائف پر وارد ہوتے ہیں جیسا کہ سورج کا شعاع زمین پر فیضان ہوتا ہے۔

لطائفِ خمسہ عالمِ امر کے اصول اسماء الٰہی کے ظلال ہیں کہ ان کو ولایتِ صغریٰ سے تعبیر کرتے ہیں اور لطائفِ خمسہ عالمِ خلق کے اصول ان اسماء الٰہی کے ظلال کے انوار ہیں (ظلالِ عالمِ امر کے اصول ہیں اور انوارِ ظلال اسماء عالمِ خلق کے اصول ہیں) اسی لیے لطائفِ خلق کے اصول بھی لطائفِ امر ہی کے اصول ہیں (صرف ظلم اور انوارِ ظلِ کا فرقِ لطیف ہے) (تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، ص، ۸۷)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

من گم شدہ ام مرا مجوئید		باگم شدگان سخن مگوئید

از غیرت خداوندی۔ جل سلطانہ۔ باید اندیشید۔ امری را کہ حق۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ کمال می خواھد، در تنقیص او سخن گفتن بسیار نامناسب است۔ فی الحقیقت معارضہ است با او تعالیٰ۔

من گم شدہ ام مرا مجوئید		باگم شدگان سخن مگوئید

ترجمہ: میں گم ہو چکا ہوں مجھے تلاش نہ کرو، اور گم شدہ لوگوں سے بات نہ کرو۔

غیرت خداوندی سے ڈرنا چاہیے، وہ کام جسے حق تعالیٰ کمال قرار دے اس کی تنقیص کرنا بہت ہی نامناسب ہے، بلکہ فی الحقیقت خدا تعالیٰ کے ساتھ معارضہ اور مقابلہ ہے

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۶، ج، ۱، ص، ۹۱، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی، (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی روحانی تربیت کے ذریعے آپ کو کمالات لطیفۂ قلب عطا ہوئے، یہ لطیفہ انسان کے سینہ میں بائیں جانب واقعہ اور حضرت آدم علیہ السلام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بعد کمالات لطیفۂ روح حاصل کئے جو دائیں جانب واقعہ ہے اور اس کا تعلق حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے ساتھ ہے اس کے بعد لطیفۂ سر کے کمالات حاصل کئے جو لطیفۂ قلب اور لطیفۂ روح کے درمیان ہے اور جس کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے۔اس کے بعد لطیفۂ نفس کے کمالات حاصل کئے جس کا مقام ناف یعنی اس سے ذرا اوپر ہے اس کے بعد لطیفۂ خفی کے کمالات حاصل کئے جو وسط پیشانی میں واقعہ ہے اور جس کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے۔اس کے بعد لطیفۂ اخفیٰ کے کمالات حاصل کئے جو فنا اتم ہے اس کا مقام اما الدماغ یعنی سر کی چوٹی میں ہے اور اس کا تعلق حضرت خاتم الرسل ﷺ سے ہے یہ آنحضرت ﷺ کی خلافت کبریٰ جو آپ کو حاصل ہوئی۔

(اقتباس الانوار،ص:۱۷۸)

شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی علیہ الرحمۃ (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے طریقہ کے مطابق یہ ذکر اس طرح کیا جاتا ہے کہ لاالٰہ کہتے وقت یہ تصور کرے کہ جو کچھ غیر اللہ ہے میں نے اسے اپنے دل سے نکال دیا، اِلا اللہ کہتے وقت یہ خیال کرے کہ میں نے حق تعالیٰ کا اثبات کیا۔یعنی نفی کے وقت یہ تصور کرے کہ کوئی معبود نہیں ہے اور اثبات کے وقت یہ خیال جائے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔نیز ہر ذکر اور خصوصاً نفی اثبات میں مرشد کا چہرہ چودہ سال کے نوجوان کا تصور کرے اور اپنے چہرہ کی بجائے رکھے یعنی اپنے آپ کو شیخ کی شکل خیال کرے اور شیخ کو اپنا عین تصور کرے اس ذکر کی اتنی مشق کرنی چاہیے کہ قلب ذاکر ہو جائے اور قلب کے ذکر کی آواز دل کے کانوں سے سنے۔

بعض درویش ذکر کے وقت اپنی زبان ساکت (خاموش) رکھتے ہیں اور دل میں ذکر کرتے ہیں جو اپنے کانوں سے سنتے ہیں،لیکن حضرات قادریہ کے سلسلہ میں بیشتر اسم ذات (اللہ اللہ) کا ذکر کرتے ہیں اور ابتدائے حال میں اسے دل سے جاری کراتے ہیں اس کے بعد باقی لطائف خمسہ پر جاری کرتے ہیں بعد ازاں سارے جسم میں یہ ذکر جاری و ساری ہو جاتا ہے۔اس اثنا میں طالب پر سلطان الاذکار بھی طالب کے پیش آتا ہے اور معاملہ شنید سے نکل کر دید تک پہنچ جاتا ہے (مشاہدہ حاصل ہوتا ہے) اور محو فنائی مطلق ہو جاتا ہے۔

(اقتباس الانوار،ص:۲۶۵)

شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی علیہ الرحمۃ (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

اول طبقہ طالبان، دوم مُریدان، سوم سالکان، چہارم سائران (سیر کرنے والے)، پنجم طائران (پرواز کرنے والے)، ششم واصلان (حق تعالیٰ کے قرب و وصل والے)، ہفتم قطبِ ارشاد، جس کا قلب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلب اطہر پر ہوتا ہے اور وہ ہر زمانے میں ایک ہوتا ہے، نیز قطب، ابدال بھی ایک ہوتا ہے، اور علم باطن میں اس کا قلب، قلبِ اسرافیل پر ہوتا ہے اور قطب ارشاد، آنحضرت ﷺ کے علمِ لدُنی کا وارث ہوتا ہے اور نبی اُمی ﷺ کی تجلیات کے لئے از بس صاحب لطیفۂ اخفی ہوتا ہے۔واصل وہ ہے جس کا لطیفہ خفی مزکی ہو گیا ہے۔طائر وہ ہے کہ جس کا لطیفہ روح زندہ ہو چکا ہے۔سائر وہ ہے جس کا لطیفہ سر زندہ ہو چکا ہے اور سالک وہ ہے جس کا لطیفہ قلب زندہ ہو گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ اُن میں سے (ہر ایک ایک لطیفہ) سے دوسرے لطیفہ تک پہنچنے میں دس ہزار حجاب قطع کرتا ہے، اس حساب سے لطیفہ قلب سے لطیفہ اخفی تک ستر ہزار پردے حائل ہیں۔

(اقتباس الانوار،ص:۴۱)

شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی علیہ الرحمہ (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

اور رسول خدا ﷺ کی باطنی تربیت میں سے ایک سلوک لطائف ستہ ہے جو حضرات قادریہ علیہم الرحمہ کو حاصل ہے اور براہ راست آنحضرت ﷺ سے حاصل ہوا ہے۔

جس طرح کہ آنحضرت ﷺ کو حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے پہنچا۔ ایک عارف نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

سر ما اوحیٰ نہ گنجد در ضمیر جبرائیل		کشف اسرار لدنی کے کندام الکتاب

(آیت پاک اوحیٰ ما اوحیٰ کا راز جبرائیل علیہ السلام کے ضمیر میں نہیں سما سکتا لہٰذا علم لدنی کے اسرار و رموز امت الکتاب یعنی قرآن مجید میں کیسے منکشف ہو سکتے ہیں جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے نازل ہوا۔

(اقتباس الانوار ص: ۱۷۷)

احوال پیش آکر غائب کیوں ہو جاتے ہیں؟

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۱۵۔منھا: درویشے پرسید کہ سبب چیست؟ کہ روندۂ این راہ را حالتے رومی دھد و زمانے می ایستد و بعد ازان متواری می گردد، و پس ازمدتے باز ھمان حالت آشکارا می شود و بعد از زمان باز متواری می گردد، وھکذا الی ماشآءاللہ تعالیٰ۔

جوابش آنست کہ آدمی را ھفت لطیفہ است ومدت دولت وسلطان ھر لطیفہ جد است پس اگر واردے بر الطف اینھا ورود نمود و حالتے قوی نزول فرمود کلیت سالک برنگ آن لطیفہ منصبغ می گردد وآن حال در جمیع لطائف سرایت می کند و تا زمانے کہ دولت آن لطیفہ ثابت است آن حال برپاست وچون دولت آن لطیفہ منقضی گشت آن حال زائل میشود و بعد از مدتے اگر آن حال رجوع نماید از دو حال خالی نیست یا بر ھمان لطیفۂ اولی رجوع نماید درین وقت راہ ترقی بر آن سالک مسدود است واگر بر لطیفۂ دیگر وارد شد راہ ترقی مفتوح گشت ودران لطیفۂ دیگر نیز معاملہ لطیفۂ اولی است چہ بعد از زائل شدن آن حال اگر ھمان حال رجوع نماید از دو حال سابق خالی، نیست، وھکذا حال جمیع اللطائف۔ پس اگر آن وارد در جمیع لطائف بطریق اصالت سریان نمود از حال بمقام انتقال فرمود واز زوال محفوظ گشت۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال والصلوٰۃ والسلام علی سید البشر وآلہ الاطھر۔

۱۵۔منھا: یک فقیر (سالک) نے دریافت کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ اس راہ پر چلنے والے کو ایک حالت پیش آتی ہے اور ایک عرصہ تک وہ برقرار رہتی ہے اور اس کے بعد غائب ہو جاتی ہے اور ایک مدت کے بعد پھر وہی حالت ہو جاتی ہے اور کچھ زمانے کے بعد پھر غائب ہو جاتی ہے۔

وَھٰکَذَا اِلیٰ مَاشَاءَ اللہُ تَعَالیٰ

ترجمہ: اور جب تک خدائے تعالیٰ چاہتا ہے یہی صورت رہتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر (ابن) آدم کے سات لطیفے ہوتے ہیں اور ہر لطیفہ کی حکومت اور غلبہ کی مدت جداگانہ ہوتی ہے پھر اگر وارد ہونے والی حالت ان میں سے لطیف ترین لطیفہ پر وارد ہوتی ہے اور کوئی قوی حالت اس پر نزول کرتی ہے تو سالک کی مجموعی کیفیت (کلیت) اسی لطیفہ کے رنگ میں رنگی جاتی ہے۔ اور وہی

حالت تمام لطیفوں میں سرایت کر جاتی ہے اور جتنے عرصے تک اس لطیفہ کا غلبہ قائم رہتا ہے یہی حالت باقی رہتی ہے۔ جب اس لطیفہ کا غلبہ ختم ہو جاتا ہے تو وہ حالت بھی زائل ہو جاتی ہے۔ اور ایک مدت کے بعد اگر پھر وہی حالت دوبارہ واپس لوٹ آتی ہے تو دو صورتوں سے خالی نہیں ہوتی۔ یا تو یہ حالت اسی پہلے لطیفہ پر لوٹتی ہے، اس وقت ترقی کی راہیں اس سالک پر مسدود ہو جاتی ہیں اور اگر کسی دوسرے لطیفہ پر وارد ہوتی ہے تو ترقی کا راستہ کھل جاتا ہے۔ اور اس دوسرے لطیفہ میں بھی وہی پہلے لطیفہ والا معاملہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس حالت کے زائل ہو جانے کے بعد اگر وہی حالت دوبارہ واپس آتی ہے تو وہ بھی سابق دو صورتوں سے خالی نہیں ہوتی وَھٰکَذَا حَالُ جَمِیْعِ اللَّطَائِفِ (یہی صورت تمام لطیفوں کی ہے) پس اگر وہ وارد ہونے والی کیفیت تمام لطیفوں میں اصالۃً سرایت کر جائے تو سالک حال سے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ (یعنی صاحب حال سے صاحبِ مقام بن جاتا ہے اور زوال سے محفوظ رہتا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الحَالِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْبَشَرِ وَاٰلِہِ الْاَطْھَر

ترجمہ: اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ حقیقتِ حال کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور درود وسلام ہو سردارِ دو جہاں اور آپ ﷺ کی آل اطہار علیہم السلام پر۔

(مبدأ و معاد، منہا، ۱۵، ص، ۳۷، ۳۸، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

باب نمبر ۶۹

اعتراضات برائے وجد:

سوال: (۱۴۹) دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔
یہ اعتراض فتنۃ الشدیدۃ میں مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے کیا ہے۔ دیوبندیوں کے مولانا گھمن نے نقل کیا ہے۔
مخصوص قسم کی آوازیں نکالنا اور پھران سیفیوں کا بنایا ہوا وجد صرف اشاروں کے مرہون منت ہے اگر رومال کی جھاڑ اور اشارے نہ ہوں تو شاید کسی سیفی کو وجد نہ آئے اور بناوٹ وجد کا انکار صرف شیخ الحدیث پیر محمد چشتی نے ہی نہیں کیا بلکہ تمام اُمت مسلمہ کے علمأ کرام ومشائخ عظام کرتے ہیں اس لیے کہ ایسا وجد کسی آیت یا حدیث سے اخذ نہیں اور نہ کسی بھی اہل سلوک وکتب تصوف میں مل سکتا ہے اور پھر وجد اللہ تعالیٰ کے ذکر، ذکر نبی مختار ﷺ اور تلاوت قرآن پاک پڑھنے یا سننے سے ہوتا ہے۔ مگر سیفیوں کا بناوٹی وجد کہ ہروقت جسم کے زور سے پستانوں کو ہلاتے رہنا چہ معنی دارد اور پھر اس نام نہاد وجد کا اگر کوئی عالم دین انکار کرے تو کونسا ضروریات دین کا انکار ہوتا ہے؟ اس پر کفر کے فتوے شروع ہوجائیں۔

سوال: (۱۵۰) دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔
یہ اعتراض فتنۃ الشدیدۃ میں مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے کیا ہے۔ مولانا گھمن نے نقل کیا ہے۔
سیفیوں کے اس وجد کا انکار پیر محمد چشتی نے کیا تو سیفیہ فتنہ کی پوری مشینری حرکت میں آئی اور اوپر سے لے کر نیچے تک سب کی ایک ہی زبان کہ پیر محمد چشتی بے علم ، جاہل مرکب اور قاصر العقل، مسلیمہ کذاب، زندیق، اغلط ترین کافر ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)
دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔
یہ اعتراض فتنۃ الشدیدۃ میں مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے کیا ہے۔ دیوبندیوں کے مولانا گھمن نے نقل کیا ہے۔
نوٹ سنو! سیفیو! کان کھول کر سنو! تمام علماء پر جو بھی فتوے لگاؤ، لگاتے رہو یہ تمام فتوے تمہارے پیر سیف الرحمٰن اور ان کے نام نہاد خلفاء کی طرف واپس ہورہے ہیں جاؤ تم مل کر اپنے نام نہاد اور بناوٹی وجد کو قرآن واحادیث واقوال فقہاء یا اہل تصوف کی کسی کتاب سے ثابت کرو؟

سوال: (۱۵۱) دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔
یہ اعتراض فتنۃ الشدیدۃ میں مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے کیا ہے۔ دیوبندیوں کے مولانا گھمن نے نقل کیا ہے۔
اور تمہارا بناوٹی وجد پستانوں کو حرکت دینا، بازو ہلانا، ہروقت جاری رہتا ہے۔ بتاؤ یہ وجد کس طرح ہوا؟ وجد وہ جو ذکر خدا اور، ذکر مصطفی ﷺ، ذکر صحابہ کرام، ذکر

اولیاء کرام یا پھر تلاوت قرآن پاک کے وقت۔ اور وہ بھی وقتی اس کے بعد وجد کی کیفیت ختم ہوجاتی ہے اور سیفیوں کا عجیب وجد ہے کہ وہ جو ذکر خدا، ذکر مصطفی ﷺ، ذکر صحابہ کرام، ذکر اولیاء کرام یا تلاوت قرآن پاک کے بغیر بھی آتا ہے اور ختم ہونے کا نام تک نہیں لیتا۔

سوال: (۱۵۲) دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

یہ اعتراض فتنۃ الشدیدۃ میں مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے کیا ہے۔ دیوبندیوں کے مولانا گھمن نے نقل کیا ہے۔

اس وجد کے بارے میں کوئی ایک حوالہ پیش کریں اور وہ بھی صرف جسم کے زور سے پستانوں کو ہی ہلانا ثابت ہو،

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ وَلَن تَفْعَلُواْ فَاتَّقُواْ النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

اور وجد کے بارے میں جتنے بھی دلائل سیفیوں نے پیش کیے ہیں نہ تو انکا کوئی انکار کرتا ہے اور نہ ہی وہ دلائل سیفیوں کے بناوٹی وجد کہ بازو اور پستانوں کو ہلاتے رہنا، کو ثابت کرتے ہیں۔ کیا تمہارے کرتب کا ثبوت کسی نص سے ہے؟ اگر نہیں تو پھر بتائیں کہ اس کا منکر مرتد اور کافر زندیق نعوذ باللہ کیسے ہوا؟

دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

یہ اعتراض فتنۃ الشدیدۃ میں مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے کیا ہے۔ دیوبندیوں کے مولانا گھمن نے نقل کیا ہے۔

خاص ا بازو ہلانے کے بارے میں نص پیش کریں ورنہ ایک ہزار گیارہ سو مرتبہ لعنت اللہ کا دم کر کے ایک دوسرے کے منہ پر پھونکیں ماریں؟

یہ وجد نہیں بلکہ سیفیوں پر تلبیس ابلیس ہے کیونکہ: امام حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمن ابن الجوزی اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "سوال یہ وجد کرنے والے لوگ جب راگ سنتے ہیں تو وجد کرتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں، شور مچاتے ہیں اور کپڑے پھاڑتے ہیں، حالانکہ یہ سب ان کو ابلیس نے فریب دیا ہے اور اپنا حیلہ کمال کو پہنچا دیا ہے اور حجت اس قوم کی وہ حدیث ہے جو ہم کو ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی سے پہنچی ہے انہوں نے کہا کہ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ یعنی ان سب کفار کی وعدہ گاہ جہنم ہے تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے زور سے ایک نعرہ مارا اور سر کے بل گر پڑے پھر بھاگ کھڑے ہوئے اور تین دن تک غائب رہے اور نیز وہ قول حجت ہے جو انہی سے ہم کو پہنچا ہے کہ ابووائل نے کہا کہ ہم عبداللہ کے ساتھ جا رہے تھے اور ہمارے ساتھ ربیع بن خثیم تھے: ہمارا گزر ایک لوہار کے پاس ہوا عبداللہ کھڑے ہو کر اس کے لوہے کو دیکھنے لگے جو آگ میں تھا، ربیع نے بھی لوہار دیکھا اور لڑکھڑا کر گرنے لگے پھر عبداللہ آگے بڑھے یہاں تک کہ فرات کے کنارے ایک لوہار کی بھٹی پر آئے اس میں آگ کو شعلہ مارتے ہوئے دیکھ کر عبداللہ نے یہ آیت پڑھی:

إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا الی قولہ ثُبُورًا كَثِيرًا

یعنی جب آتش دوزخ دور سے اہل دوزخ کو دیکھے گی تو ان کو اس کے جوش وخروش کی آواز سنائی دے گی اور جب اس کے کسی مقام تنگ میں کئی کئی ایک زنجیر میں جکڑ کر ڈالے جائیں گے تو اس وقت واویلا پکاریں گے آج ایک واویلا کیا پکارتے ہو بہت واویلا پکارو۔ یہ آیت سن کر ربیع غش کھا کر گرے ہم لوگ ان کو ان کے گھر تک اٹھا کر لائے عبداللہ بھی ان کے پاس رہے یہاں تک کہ ظہر کی نماز پڑھی ان کو ہوش نہ آیا۔ پھر عصر کی نماز ادا کی جب افاقہ نہ ہوا تو بعد مغرب وہ سنبھلے تو عبداللہ اپنے گھر واپس آئے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ کثرت بندگان خدا کی نسبت مشہور ہے کہ جب انہوں نے قرآن شریف سنا تو کوئی مر گیا کوئی پچھاڑ کھا کر گرا

کوئی بے ہوش ہو گیا اور کوئی نعرہ زن ہوا اس قسم کی باتیں کتب زہد میں بہت سی ہیں۔

نوٹ: لیکن سیفیوں کا نام نہاد وجد یہاں بھی مذکورہ نہیں بہر حال مذکورہ بالا سوال کا جواب خود ہی امام حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں

الجواب: سلمان رضی اللہ عنہ کی طرف جو کچھ نسبت ذکر کی ہے غلط اور محض دروغ ہے۔ پھر اس حدیث کی کوئی اسناد بھی نہیں، آیت مذکورہ مکہ میں نازل ہوئی اور سلمان مدینہ میں اسلام لائے اور کسی صحابی نے ایسا قصہ ہرگز نقل نہیں کیا، باقی رہی ربیع بن خثیم کی حکایت تو اس کا روای عیسیٰ بن سلیم ہے۔ جس میں ضعف ہے اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ بن سلیم کا ابووائل سے روایت کرنا مجھے معلوم نہیں اور ہم سے ابن آدم نے بیان کیا کہ میں نے حمزہ زیات سے سنا کہ انہوں نے سفیان سے کہا کہ لوگ ربیع بن خثیم کی نسبت روایت کرتے ہیں کہ وہ بے خود ہو کر گر پڑے۔ سفیان نے جواب دیا کہ جو شخص یہ بیان کرتا ہے کہ تو قصہ گو یعنی عیسیٰ بن سلیم ہی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا۔ حمزہ کہتے ہیں کہ پھر میں عیسیٰ بن سلیم سے ملا اور ان سے کہا کہ تم یہ بات کسی سے روایت کرتے ہو تو انہوں نے نہ پہچانا۔ عبدالرحمٰن ابن الجوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اول میں کہتا ہوں کہ سفیان ثوری ایسا امام انکار کرتا ہے کہ ربیع بن خثیم پر یہ حالت گزری ہو کیوں کہ وہ شخص سلف کے طریقہ پر تھا اور صحابہ میں کوئی ایسا نہیں ہوا کہ جس پر ایسا واقعہ گزرا ہو اور نہ کوئی تابعین میں تھا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ بر تقدیر صحت کے بھی یہ بات ہے کہ انسان کو بھی خوف سے غش آجاتا ہے تو خوف اس کو ساکن اور ساکت کر دیتا ہے پس وہ مردہ جیسا رہ جاتا ہے اور صادق کی علامت یہ ہے کہ اگر دیوار پر ہو تو نیچے گر پڑے کیوں کہ وہ اپنے آپ میں نہیں مگر جو شخص کہ وجد کا مدعی ہے اور اپنے قدم کو لغزش سے محفوظ رکھتا ہے اس پر بھی حوصلہ کے ساتھ کپڑے پھاڑتا ہے اور ایسی حرکتیں کرتا ہے جس سے شریعت میں انکار ہے تو ہم یقینا جانتے ہیں کہ اس کے ساتھ شیطان کھیلتا ہے احمد بن عطا کہتے ہیں کہ شبلی علیہ الرحمۃ جمعہ کے روز ایک تیز نگاہ ڈالا کرتے تھے اور اس کے بعد ایک چیخ مارتے تھے تو ایک روز نعرہ مارا اپنے گرد کی مخلوق کو تیز نظروں سے دیکھنے لگے ان کے حلقہ کے پہلو میں ابوعمران الشیب کا حلقہ تھا انہوں نے اپنے حلقہ والوں کو وہاں علیحدہ کرایا، علامہ ابن الجوزی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ خدا سب کو توفیق دے جان لینا چاہئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب نہایت ہی مصفا تھے اور یہ حضرت وجد میں زاری اور تضرع سے زیادہ اور کچھ نہ (بازو ہلاتے) کرتے تھے ان میں سے بعض اعراب صحرانشینوں پر ایسا بھی گزرا جس کا ہم نے انکار کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت کے انکار میں تاکید فرمائی۔ ثابت نے ہم کو انس رضی اللہ عنہ سے حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز وعظ فرما رہے تھے یکا یک ایک آدمی غش کھا کر گر پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون ہے، جو ہمارے دین کو مشتبہ کرتا ہے۔؟ اگر یہ گرنے والا صادق ہے تو اپنے آپ کو شہرت دی اگر کاذب ہے تو خدا اس کو غارت کرے۔

(اب بتاؤ سیفیو! تم اپنے آپ کو شہرت دیتے ہو! کہ ہر وقت بازو ہلاتے رہتے ہو! فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تم کاذب ہو، اور تم جیسوں کاذبوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو غارت کرے ہمارے دین کو مشتبہ کرتے ہیں)

انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہمیں وعظ سنایا یہاں تک کہ میں لوگوں کے رونے کی آواز سنی جس وقت کہ وعظ نے ان پر اثر کیا اور ان میں سے کوئی گرا پڑا نہیں اور آج کل شہرت حاصل کرنے والے لوگ گرتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں، شور مچاتے ہیں، کپڑے پھاڑتے ہیں، جو کہ وجد

نہیں بلکہ ابلیس کے فریب دیے ہوئے لوگ ہیں۔

جھوٹے موتی کی طرف کب دیکھتے ہیں جوہری
بے صداقت آبروئے بدگماں ملتی نہیں

عبدالرحمٰن ابن الجوزی علیہ الرحمۃ نے کہا یہ حدیث عرباض بن ساریہ کی ہے ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ہم کو وعظ سنایا جس سے دل خوف کھا گئے اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے ابوبکر الاجری کہتے ہیں کہ راوی نے یوں تو نہیں بیان کیا کہ ہم نے شور مچایا اور اپنی چھاتیاں کوٹیں، جسم کے زور سے بازو ہلاتے رہے، جس طرح اکثر وہ جہال کرتے ہیں جن کے ساتھ شیطان کھیلتا ہے اور یہ لوگ عوام الناس کو فریب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ وجد ہے۔

حصین بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اصحاب رسول ﷺ کی حالت قرآن شریف پڑھتے وقت کیا ہوتی تھی؟ جواب دیا کہ ان کا حال وہی ہوتا تھا جیسا اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا یا یوں کہا کہ جیسی اللہ تعالیٰ نے ان کی توصیف کی ہے (یعنی یہ کہ) ان کی آنکھیں اشک آلود ہو جاتیں ان کے جسم پر روئیں کھڑے ہو جاتے تھے، میں نے کہا کہ یہاں پر اکثر ایسے آدمی ہیں کہ ان میں سے کسی کے سامنے قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو اس کو غش آجاتا ہے۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم (اللہ کی پناہ)

ابوحازم سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ایک عراقی آدمی پر ہوا جو گرا ہوا پڑا تھا دریافت کیا کہ اس کا کیا حال ہے لوگوں نے کہا کہ جب اس کے سامنے قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ بولے کہ ہم لوگ ضرور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں مگر گرتے پڑتے نہیں۔ جس طرح آج کل سیفی جہال کا حال ہے کہ اپنے کرتب کو وجد کا نام دے کر لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔ سفیان بن عینیہ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ عبیداللہ بن ابی بردہ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے خوارج کا تذکرہ کیا اور تلاوت کے وقت جوان پر گزرتا رہا بیان کیا پھر کہا کہ وہ لوگ نماز ادا کرتے وقت محنت کشی میں یہود ونصاریٰ سے بڑھ کر نہیں یعنی اگر یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ نماز میں ہم محنت کشی کرتے ہیں اس لیے نماز کی حالت میں قسم قسم کی آوازیں چیخنا، شور مچانا، سینہ کوٹنا، یہ سب کرتب کرتے ہیں

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کے سامنے قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو بے ہوش ہو کر گر پڑتے ہیں جواب دیا کہ یہ خوارج کا فعل ہے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ان کے بیٹے عامر ایک قوم (جہال) میں جا کر بیٹھے ہیں جو قرآن پڑھتے وقت گر پڑتے ہیں ان سے کہا کہ اے عامر خبردار آئندہ میں یہ نہ سنوں کہ تم ایسے لوگوں میں گئے تھے جو قرآن پڑھتے وقت بے ہوش ہو جاتے ہیں ورنہ میں کوڑے سے تمھاری خبر لوں گا۔

نوٹ: آج کل کے جہال اور خصوصاً سیفی جہال کو دیکھا گیا ہے وقت نعت خوانی ان سے شیطان کھیلنے لگتا ہے۔ تو ایک دوسرے کے اوپر گرنا شروع کرتے ہیں منہ سے جھاگ نکلتی ہے اور دوسری طرف ان کا جاہل پیر انگلی کے اشاروں سے وجد دے رہا ہوتا ہے (نعوذ باللہ)

دوسری روایت میں یوں ہے کہ عامر بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنے باپ کے پاس گیا انہوں نے پوچھا تم کہاں تھے؟ میں نے جواب دیا کہ ایسے لوگوں کو میں نے دیکھا کہ ان سے بہتر کسی کو نہیں پایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، ہر ایک ان میں سے کانپتا تھا یہاں تک کہ اس کو خدا کے خوف سے غش آجاتا تھا میں (عامر بن زبیر) بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میرے باپ نے کہا کہ اب کبھی ان کے ساتھ مت بیٹھو، اتنا کہہ کر انہوں نے معلوم کیا کہ مجھ پر اس قول کا اثر نہیں ہوا تو کہا

میں نے رسول اللہ ﷺ کو تلاوت کرتے دیکھا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو قرآن پڑھتے دیکھا ان پر یہ کیفیت طاری نہیں ہوتی تھی، کیا یہ لوگ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ خوف خدا رکھتے ہیں؟ پس میں (عامر بن زبیر) نے جان لیا کہ ٹھیک بات یہی ہے اور ان لوگوں کے پاس جانا ترک کر دیا۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے تو یوں فرمایا **تفیض اعینھم من الدمع یعنیان** کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور فرمایا کہ تقشعر جلودہ یعنی ان کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

قارئین کرام! دیکھا آپ نے آج کل جاہل سیفی مجالس میں کیسے کیسے تماشے دکھاتے ہیں، کوئی ناچ رہا ہوتا ہے کوئی دوسرے پر گر رہا ہوتا ہے کوئی بے ہوش نظر آتا ہے، کوئی کانپ رہا ہوتا ہے اور کوئی جسم کے زور سے جسم کے خاص حصے کو ہلاتے نظر آتے ہیں۔ یہ سب ان جاہلوں کی فریب کاریاں ہیں اور شیطانی جال ہے۔ جن میں اکثر لوگ شکار ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے فریب سے تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ یہ وجد نہیں بلکہ ان کا خطرناک دجل ہے۔ اگر کوئی سیفی یا خود سیف الرحمٰن اپنے خاص کرتب کا ثبوت قرآن وحدیث سے ثابت کر دیں تو چشم ماروشن دل ماشاد۔ سیفی نمائش کا ثبوت قرآن واحادیث سے ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔

جریر بن حازم نے ہم کو خبر دی کہ وہ محمد بن سیرین کے پاس تھے، ان سے پوچھا گیا کہ یہاں پر کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس کو غش آجاتا ہے محمد بن سیرین نے جواب دیا کہ ان میں سے کوئی دیوار پر بیٹھ جائے پھر تم اس کے سامنے قرآن اول سے آخر تک پڑھو اگر زمین پر گر پڑے تو صادق ہے، ورنہ کاذب اور فریب کار۔ ابوبکر و عمر نے کہا کہ محمد بن سیرین کا یہ مذہب تھا کہ یہ سب بناوٹ ہے اور حق نہیں کہ ان کے دلوں میں اثر ہو۔

نوٹ: آج کل کے جہل سیفی یا ان جیسے دوسرے لوگ جو دلوں کے جاری ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنے جسم کے مخصوص حصہ کو ہلاتے ہیں اگر تجربہ کرنا ہے تو ہر کوئی تجربہ کر سکتا ہے ان میں سے جو سب سے زیادہ بازو ہلاتے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا دل جاری ہے تو ذرا ان کے بازو سیدھے اوپر کروائے جائیں اور پھر دیکھا جائے کہ ان کا وہ جسم کا حصہ حرکت کرتا ہے؟ پس بندہ نے کئی بار تجربہ کیا ہے کہ ان کا یہ کرتب ہے۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، حسن رضی اللہ عنہ نے ایک روز وعظ بیان کیا ایک شخص نے مجلس وعظ میں سانس بھرا حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ کے لیے ہے تو تو نے اپنے آپ کو مشہور کیا اور اگر خدا کے لیے نہیں (عوام الناس ہمیں صوفی کہیں) تو تو ہلاک ہو گیا۔ فضیل بن عیاض نے اپنے بیٹے سے کہا جو اسی طرح گر پڑے تھے کہ اے بیٹا اگر تم سچے ہو تو تم نے اپنے آپ کو رسوا کیا اور جھوٹے ہو تو اپنی جان کو ہلاک کیا۔

دوسری روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے کہا کہ اے بیٹے اگر صادق ہو تو تم نے جو کچھ تمہارے پاس تھا ظاہر کر دیا اور اگر کاذب ہو تو تم نے خدا کیساتھ شرک کیا۔ عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ کلام صادقین میں کیا جا رہا ہے ریاکاروں کا ذکر نہیں، اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جس پر وجد طاری ہوا اور وہ اس کے دفعیہ پر قادر نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ شروع وجد میں ایک اندرونی حرکت اور جوش ہوتا ہے اگر انسان اپنے آپ کو باز رکھے اور روکے رہے تاکہ کسی کو اس کے حال کی خبر نہ ہو تو شیطان سے ناامید ہو کر دور ہو جاتا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ ایوب سختیانی جب حدیث بیان کرتے تھے اور ان کے دل کو رقت ہوتی تھی تو اپنی ناک پونچھتے تھے اور کہتے تھے کہ زکام کس قدر سخت ہے اگر انسان اپنے آپ کو بے قابو چھوڑ دیں تو شیطان اس میں اپنا سانس بھر دیتا ہے بقدر اس کے پھونکنے کے انسان بے قرار ہوتا ہے۔

عبدالرحمٰن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ ہم اس شخص کے بارے میں کلام کرتے ہیں جو وجد کے دفعہ کی کوشش بہت کرتا ہے مگر قدرت نہیں رکھتا

اور مغلوب ہو جاتا ہے پھر کہاں سے شیطان آ گھسا؟ تو جواب یہ ہے کہ ہم اس امر کا انکار نہیں کرتے کہ بعض طبیعتیں دفعیہ میں کمزور ہیں۔ لیکن صادق کی پہچان یہ ہے کہ دفع کرنے پر قادر نہیں ہوتا اور نہیں جانتا کہ اس پر کیا گزری پس وہ اس قبیل سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرمایا وَخَرَّ موسٰی صَعِقًا

عبدالرحمٰن ابن الجوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن وہب کے روبرو احوال قیامت کی کتاب پڑھی گئی وہ غش کھا کر گر پڑے اور کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ اس کے چند روز بعد انتقال کر گئے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ اکثر لوگ وعظ سن کر مر گئے اور بے ہوش ہو گئے ہیں ہم کہتے ہیں وجد کرنا جو آج کل مکاروں کی حرکتوں کو شامل ہے اور وہ یہ کہ زور سے چیخنا چلانا اور کج مج چلنا بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ بناوٹ ہے اور شیطان ان لوگوں کا یار و یاور ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کہا اگر کہا جائے کہ کیا صاحب اخلاص کا حق اس پر یہ حالت طاری ہونے سے کم ہو جائے گا تو جواب دیا جائے گا کہ ہاں دو وجہ سے ایک یہ کہ اگر اس کا علم قوی ہوتا تو ضبط کرتا دوسرے یہ کہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے خلاف کیا گیا اور یہی نقص اور کمی کافی ہے۔ سفیان بن عینیہ سے ہم کو حدیث پہنچی انہوں نے کہا میں نے خلف بن خوشب سے سنا ہے کہ خوات علیہ الرحمۃ وعظ کے وقت کانپتے تھے ان سے ابراہیم علیہ الرحمۃ نے کہا کہ اگر تم اس حالت پر قابو رکھتے ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں سمجھتا کہ تم کو حقیر سمجھوں، اور اگر اختیار نہیں رکھتے تو اپنے سے پہلے والوں کے خلاف کرتے ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا تم ان لوگوں کی مخالفت کرتے ہو جو تم سے بہتر تھے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا کہ یہ ابراہیم وہی فقیہ ہیں بڑے سنن کے پابند اور نہایت اثر کے متبع تھے اور خوات نیک لوگوں میں سے بناوٹ سے دور تھے ابراہیم کا یہ خطاب ایسے شخص سے ہے پھر وہ انسان کس شمار میں ہے جس کی تصنع اور بناوٹ کا حال پوشیدہ نہیں۔

عبدالرحمٰن ابن الجوزی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ پھر جب یہ نام نہاد اہل تصوف راگ سن کر سرور میں آتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت ابن بنان وجد کرتے تھے اور حضرت ابوسعید خراز تالیاں بجاتے تھے۔ مصنف نے کہا تالیاں بجانا برا اور منکر ہے جو طرب میں لاتا ہے اور اعتدال سے باہر کر دیتا ہے۔ اہل عقل ایسی باتوں سے دور رہتے ہیں اور ایسا کرنے والے مشرکین کے مشابہ ہیں کہ ان کا فعل بیت اللہ کے پاس آ کر تالیاں بجانا تھا۔

اسی کی مذمت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً

یعنی مشرکین کی نماز بیت اللہ کے پاس آ کر کہ یہی فریاد کرتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں۔ (سورۂ انفال ۸:۳۵)

مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا کہ نیز اس میں عورتوں کی مشابہت ہے اور عاقل آدمی اس بات سے پرہیز کرتا ہے کہ وقار کو چھوڑ کر مشرکین اور عورتوں کی حرکتیں اختیار کرے پھر جب ان کو کامل سرور ہوتا ہے تو رقص کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے یوں حجت پیش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ارکض برجلک یعنی اے ایوب اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ مصنف نے کہا میں کہتا ہوں کہ یہ حجت لانا بارد ہے کیوں کہ اگر یہ فرمان خوشی کے مارے زمین پر پاؤں مارنے کو ہوتا تو ان کے لیے شبہ ہو سکتا تھا کہ پاؤں مارنے کا حکم تو فقط اس لیے تھا کہ پانی نکل آئے ابن عقیل کہتے ہیں کہ ایک مریض آدمی کا قصہ جس کو مصیبت دور کرنے کے وقت حکم دیا گیا کہ اپنا پاؤں زمین پر مارے تاکہ معجزہ سے پانی نکل آئے رقص کی دلیل کہاں سے ہو گیا؟ اور اگر ایسا جائز ہو کہ اس پاؤں کا ہلانا جس کو کیڑوں نے کھا کھا کر لاغر کر دیا تھا اسلام میں رقص کے جواز پر دلالت کرے تو جائز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فرمانا اضرب بعصاک الحجر یعنی اپنی لاٹھی تمر پر مارو لکڑیوں سے تاشے بجانے پر دلالت کرے: **نعوذ باللہ من التلاعب بالشرع**۔ بعض کم عقلوں نے اس حدیث سے حجت نکالی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں یہ سن کر حضرت علی ﷺ رفتار حجل چلے، آپ نے حضرت جعفر طیار ﷺ سے فرمایا کہ تم خلقت اور خلق میں مجھ سے مشابہ ہو تو وہ حجل چال چلے اور آپ نے حضرت زید ﷺ سے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی ہو اور آزاد کردہ ہو زید یہ سن کر حجل چال چلے بعض صوفیہ نے یوں حجت پکڑی ہے کہ حبشیوں نے رقص کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ ان کی طرف دیکھتے تھے جواب یہ ہے کہ حجل ایک قسم کی رفتار ہے کہ آدمی خوشی کی حالت میں جھومتا ہوا ایک ٹانگ اٹھا کر چلتا ہے تو کہاں وہ چال اور کجا یہ تمہارے نام نہاد اور بناوٹی رقص، اور علی ہذا القیاس حبشیوں کا رقص کرنا ایک قسم کی چال تھی۔ جیسا کہ جنگ میں مقابلہ کرنے کے لیے مشق کرتے ہیں۔

صوفی جواز رقص پر ابو عبدالرحمن سلمی یہ دلیل لائے ہیں۔ کہ ابراہیم بن محمد شافعی سے روایت ہے کہ سعید بن المسیب ﷺ مکہ کی کسی گلی میں گزرے تو اخضر گویے کو سنا کہ عاص بن وائل کے گھر میں شعر گا رہا تھا۔

جن کا ترجمہ یہ ہے: بطن نعمان مشک سے مہک اُٹھے اگر وہاں زینب، عطر میں بسی ہوئی عورتوں کے ہمراہ گزرے۔

پھر جب نمیری کی سواریاں دیکھے تو منہ پھیر لے اور وہ عورتیں نمیری کی ملاقات سے پرہیز کرنے والی ہوں'' راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر سعید بن المسیب ﷺ نے تھوڑی دیر اپنا پاؤں زمین پر مارا اور کہا کہ یہ وہ چیز ہے جس کا سننا لذت بخش ہے۔ لوگ یہ شعر ابن مسیب ﷺ کے بیان کرتے ہیں۔ مصنف نے کہا کہ میں کہتا ہوں یہ اسناد مقطوع اور مظلم ہے ابن مسیب سے صحیح نہیں اور نہ یہ ان کے شعر ہیں۔ ایسی باتوں سے ابن مسیب زیادہ عالی وقار تھے۔ یہ اشعار محمد بن عبداللہ بن نمیری شاعر کے مشہور ہوئے۔ وہ نمیری نہیں تھا اپنے دادا کی طرف منسوب ہے ثقفی ہے اور زینب جس کا ذکر ان اشعار میں تشبیہاً کیا گیا ہے کہ وہ یوسف کی بیٹی حجاج کی بہن ہے۔ اس سے عبدالملک بن مروان نے پوچھا تھا کہ تیرے شعر میں یہ سواریاں کیا چیز ہیں؟ جواب دیا کہ میرے پاس کچھ لاغر گدھے تھے جن پر طائف سے دال لاد کر لایا تھا عبدالملک ہنس پڑا اور حجاج کو حکم دیا کہ اسے ایذا نہ دو۔ مصنف نے کہا پھر اگر ہم مان بھی لیں کہ ابن مسیب نے اپنے پاؤں زمین پر مارے تو یہ جواز رقص پر حجت نہیں کیوں کہ اکثر اوقات آدمی اپنا پاؤں زمین پر مارتا ہے یہ کوئی چیز سن کر زمین کو ٹھونکتا ہے اور اس کو رقص نہیں کہتے۔ پس یہ تعلیق کس قدر واضح ہے کجا پاؤں کا ایک یا دوبار زمین پر مارنا اور کجا ان لوگوں کا وہ رقص کہ اہل عقل کے طریقہ سے باہر چلے جاتے ہیں پھر ہم احتجاج سے درگزر کر کے بلاتے ہیں کہ آؤ ہم تم عقل کے پاس چل کر قضیہ فیصل کریں تمہارے رقص میں کون سی بات ہے۔ بجز اس کے کہ کھیل ہے جو لڑکوں کے لائق ہے اور یہ جو دعویٰ ہے کہ اس میں قلوب کو آخرت کی طرف تحریک ہوتی ہے تو یہ بات بخدا زبردستی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے اپنے زمانے میں وہ مشائخ دیکھے ہیں جن کا مسکرانے میں بھی کوئی دانت ظاہر نہیں ہوا چہ جائیکہ ان کو ہنسی آئے، تالیاں بجائیں، بازو ہلائیں، کپڑے پھاڑیں، ایک کو اشارے کریں اپنی طرف کھینچیں، ہاہا کی آوازیں اور طرح طرح کی چیخیں ماریں اور ان تمام خرافات ولغویات کو وجد یا رقص کا نام بتائیں جب کہ صوفیہ میں بحالت وجد رقص خوب ظرب قرار پکڑتا ہے ان میں سے ایک کسی بیٹھے ہوئے کو کھینچ لیتا ہے انگلی اشارہ کرتا ہے دوسرے کو رومال کے اشارے سے وجد دیتا ہے کہ اس کے ساتھ کھڑا ہو۔ اور ان کے مذہب میں یہ بات جائز نہیں کہ جس کو کھینچا جائے اور وہ بیٹھا رہے جب وہ کھڑا ہوتا ہے تو پیروی کی وجہ سے باقی لوگ بھی اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر اگر کوئی ان میں سے اپنا سر کھول لیتا ہے تو باقی بھی اس کی موافقت میں اپنے سروں کو ننگا کر لیتے ہیں۔ تو مصنف نے کہا کہ یہ ان جہال کا نہ وجد ہے اور نہ رقص ہے بلکہ ایک کھیل ہے اور یہ صوفیہ غیر واجب کو واجب اعتقاد کر لیتے ہیں اور جب انسان غیر واجب کو واجب اعتقاد کرے گا تو یہ اعتقاد اس کو کافر بنا دے

گا واجب اور غیر واجب فقط شریعت کے اختیار میں ہے اور یہ سب حرکتیں نادانی اور شریعت کے ساتھ کھیلنا ہے درحقیقت یہ لوگ شریعت پر حملہ کرنے والے ہیں۔

(تلبیس ابلیس، ۳۲۰ تا ۳۳۳)

قارئین کرام مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوا کہ سیفیوں کا خود ساختہ اور بناوٹی وجد کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں باقی رہا وجد کے بارے میں قرآن واحادیث کا روایت کرنا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مطلقاً وجد کا انکار کوئی بھی صاحب عقل ودانشور نہیں کرتا اور سیفیوں کے وجد ہر وقت بازو ہلانے کے انکار سے وجد کا یہ مطلقاً انکار لازم نہیں آتا اور ہمارے مشائخ علماء ملت اسلامیہ اور خصوصاً شیخ الحدیث پیر محمد چشتی نے بھی مطلقاً وجد کا انکار نہیں کیا تو جب یہ حقیقت ہے تو پھر سیف الرحمٰن اور اس کے خلفاء کا شیخ الحدیث پیر محمد چشتی مدظلہ العالی پر اپنا کفر جھاڑنا پاگل پن ہے اور ان کو چاہئے کہ اپنے کرتب ہر وقت بازو ہلانے کا ثبوت شرعاً ثابت کریں ورنہ گریبان ذلت میں منہ ڈال کر الگ ہو جائیں۔ (فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص، ۲۲۰)

سوال: (۱۵۳) مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا:

اس میں کودنا اچھلنا ہوتا ہے

قارئین کرام وہ کونسی عبادت ہے جس میں کودنا اچھلنا ہوتا ہے۔ ہماری شریعت میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ واللہ یہی کودنا اچھلنا تو جانوروں اور خاصکر گدھے کا کام ہے اسکی پوری تفصیل انشاء اللہ العزیز وجد دلانے میں آئیگی جہاد کے لئے تیاری پر اس کا قیاس صحیح نہیں اس لئے کہ ان لوگوں نے تو اپنا دین لہو ولعب بنا رکھا ہے۔ اتخذو ادینھم لھو اولعبا۔ بلکہ یہ عمل تو من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد (مسلم ص ۷۷ ج ۲) میں داخل ہے اور جہاد کیلئے تیاری خداوندی ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (سورۃ الانفال، ۶۰) ولوارادوالخروج لاعدوالہ عدۃ تو مردود کا قیاس مقبول پر صحیح نہیں ہے۔ (تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص، ۲۱۱)

سوال: (۱۵۴) مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا

اسمیں اطمینان ووقار جاتا ہے:

اس ذکر محدث میں کبھی ہاتھ مارتے ہیں کبھی پاؤں مارتے ہیں کبھی چلا کر خوب بلند آوازیں نکالتے ہیں جیسے کہ کہیں چراگاہ میں مست گدھے اکھٹے ہو گئے ہیں۔ اور مجنونوں جیسی حرکتیں کرتے ہیں۔ قرآن کریم ان لوگوں پر اول سے آخر تک پڑھو تو جوش وخروش میں نہیں آتے اپنی نامناسب حرکتیں شروع نہیں کرتے۔ اور جب وہ ترنم کے ساتھ کچھ اشعار، نعت، بطرز گانا واللہ باللہ بطرز گانا پڑھتے ہیں تو یہی خوب کودتے اچھلتے ہیں، اور چھلانگیں مارتے ہیں اور واللہ باللہ رقاصوں کی طرح خوب رقص کرتے ہیں بلکہ ہم نے مجلس ذکر میں انکو ہاتھوں میں چمٹیں بجاتے ہوئے دیکھا ہے ہم نے جن کے ساتھ گھنگھرو بھی ہوتے تھے بلکہ میں نے والذی نفسی بیدہ ایک جگہ ایک پیر کے ذکر خانے میں طنبورہ۔ طبل اور رباب وغیرہ لٹکے دیکھے ہیں۔ میں نے مجلس ذکر دیکھی چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں اور یہ لوگ ان پر یہی ذکر محدث معصیت بر معصیت کرتے تھے۔ (تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص، ۲۱۷)

سوال: (۱۵۵) مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا

اس میں تضیع مال ہوتا ہے۔

یہی لوگ ذکر کرتے کرتے وجد میں بلکہ تواجد میں آتے ہیں اور پھر زیادہ جوش وخروش میں آ کر کپڑے پھاڑتے ہیں اور پھینکتے ہیں جو حرام ہے کیونکہ اپنے مال کو

ضائع کرنا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے فرمان الٰہی ہے **ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین** (انعام الایۃ ۱۴۱ اعراف الایۃ ۳۱) اور اسراف نہ کرو بیشک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ علماء کرام فقہاء امت محدثین عظام اور مفسرین نے اس عمل کا زور دار الفاظ میں رد کیا ہے۔

سوال: (۱۵۶) مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا

علامہ آلوسیؒ بغدادی لکھتے ہیں۔

و کذللک نتف الشعور و ضرب الصدور و تمذیق الثیاب۔ محرم المافیۃ من اضاعۃ المال وای ثمرۃ الضرب الصدور نتف الشعور وشق الجیوب الا رعونات صادرۃ عن النفوس (روح المعانی ص ۷۳ ج ۲۱)

اور اس طرح بال نوچنا، اور سینے مارنا اور کپڑے پھاڑنا حرام ہے اس لئے کہ اس میں مال ضائع کرنا ہوتا ہے اور سینوں کو مارنے، بال نوچنے اور گریبان پھاڑنے سے کیا فائدہ ہے؟

مگر بے وقوفیاں ہیں جو نفس سے صادر ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ بے وقوف ہیں اور مال کے ضائع کرنے والے ہیں۔

سوال: (۱۵۷) مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا

اور ہر کہ دیونگی، کپڑے پھاڑنا اور چلانا ہے سو یہ قانون شریعت میں سے نہیں اور اسی وجہ سے تو آواز کم کرنے اور پست کرنے کا حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بیشک بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے اور مال ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور شریعت نے شراب پینے سے اس لئے منع کیا ہے کہ یہ فساد تک متوذی ہیں اور شریعت وقار اور درستی کا نام ہے **الصوت و تخریق الشاب مکروہ عند الزکر فما ظنک عند سماع الغناء الحرام** انتھی کلام (مکتوبات شیخ عبدالکریم بابا ص ۴۶)

سوال: (۱۵۸) مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا

صاحب بحر الرئق جو مشہور حنفی المسلک اور شارح کنز الدقائق ہیں۔

ابوحنیفہؒ ثانی سے مشہور ملقب ہیں۔ اسی طرح عالمگیر بھی علماء احناف کثر اللہ سوادہم کا مشہور فتاویٰ ہے اور باقی دو اولیاء کرام بھی حنفی ہیں۔

علماء احناف اور اولیاء کرام کیا فرماتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ کپڑے پھاڑنا حمقاء صوفیاء کا کام ہے۔ اور یہ دین میں مکروہ کام ہے اور اس سے ان لوگوں کو منع کیا جائے گا۔ امام سرخسیؒ بھی مشہور حنفی ہیں۔ سیر کبیر جو آپ کی املاء سے ہے آپ نے بھی یہی کچھ لکھا ہے۔ سیر کبیر بھی محمد بن الحسن الشیانی کی کتاب ہے جو امام اعظم ﷺ کا مشہور شاگرد ہے۔ انشاء اللہ بعد میں روح المعانی قرطبی اور تلبیس ابلیس سے بھی یہی کچھ نقل کرتا ہوں۔ یہ تمام علماء دین جو اعلام دین ہیں لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں بے وقوف صوفیاء کا کام ہے اور دور حاضر میں ایک پیر سیف الرحمٰن نامی اپنی کتاب میں کیا لکھتا ہے ملاحظہ کرمائیے

اکثر اوقات اولیاء کرام پر دیوانگی اور وجد کی کیفیت غالب ہوتی ہے حتی کہ وہ اپنے وجود سے فانی ہوجاتے ہیں۔ پس ان سے ایسے احوال اور افعال صادر ہوتے ہیں کہ اگر باہوش آدمی سے یہی افعال اور احوال صادر ہوجائیں۔ تو لوگ ان پر حکم کریں گے کہ یہ آدمی عقل و دانش کے دائرہ سے خارج ہے اور انکے افعال کو دیوانوں اور مجانین کے افعال سے ملحق کریں گے مثلاً وہ رقص و دوران کرتے ہیں گے اور اپنے کپڑوں کو پھاڑتے رہیں گے لیکن نہ نیک اور شریف حالت ہے۔

علامہ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ شبلیؒ کو دیکھا کہ کھڑے ہیں اور تواجد کرتے ہیں اور کپڑوں کو پھاڑ دیا ہے اور شعر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے کپڑوں کو آپ

کے عشق میں پھاڑ دیا حالانکہ میرا کپڑوں کے پھاڑنے کا ارادہ نہیں تھا میرا تو دل پھاڑنے کا ارادہ تھا۔لیکن دل کے بجائے میرے ہاتھ نے کپڑوں اور گریبان سے نکر لی۔اگر میرے گریبان کی جگہ میرا دل ہوتا تو یقینا پھاڑنے کے لئے دل ہے مستحق تھا(ہدایت السالکین ص ۲۳۵،۲۳۶)

(تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر،ص،۲۲۰)

سوال:(۱۵۹)مولانا عبد المقدس جلبی وال نے لکھا

رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک ایسی فصیح و بلیغ نصیحت کی جس سے دل ڈر گئے اور آنکھیں روئیں۔

قارئین کرام جب وعظ و نصیحت کرنے والا سید الانبیاء والمرسلین ﷺ ہوں اور مخاطبین صحابہ اکرام (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) ہوں اور وہ چیختے نہیں، چلاتے نہیں، کپڑے نہیں پھاڑتے رقص نہیں کرتے تو پھر چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔

فخلف من بعد خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعو الشھوات

حضرت ابی بن کعب ﷺ کے بارے میں بھی حدیث شریف ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

ان اللہ امرنی ان اقرا علیک لم یکن الذین کفروا قال و سمانی ؟ قال نعم فبکی

دوسری روایت میں ہے: ان اقرأ علیک القرآن قال ابی اللہ سمانی لک ؟ قال اللہ سماک لی فجعل ابی یبکی

تیسری روایت میں الفاظ اسی طرح ہیں۔

ان اقرأک القران قال اللہ سمانی لک ؟ قال نعم قال وقد ذکرت عند رب العلمین قال نعم فزرفت عیناہ (بخاری ص ۷۴۱ ج ۲)

کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپکو سورۃ بینہ۔قران کریم سناؤں حضرت ابی کعب ﷺ کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرا نام آپکو لیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشار فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کا نام لیا ہے۔سو حضرت کعب (خوشی سے) رونے لگے۔۔حضرت ابی بن کعب ﷺ نے فرمایا میرا ذکر رب العالمین کے پاس ہوگیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے آپکا نام لیا ہے آپکا ذکر وہاں ہوگیا ہے سو آپ کی آنکھیں آنسو بہانے لگیں یہاں بھی جب حضرت کعب ﷺ سمجھے کہ میرا ذکر خالق کائنات نے میرا نام لے کر کیا ہے تو چیخنے پکارنے اور کپڑے پھاڑنے نہیں آئے بلکہ رونے لگے۔تو کپڑے پھاڑنا وغیرہ عمل: من بعد ہم خلف والوں کا عمل ہے جسکے اثبات کے لئے سیف الرحمٰن ارچی کوشش کرتا ہے قران و سنت سے دور ادھر اُدھر کی باتوں سے تنکوں کا پل بناتے ہیں قرآن و سنت اور عمل صحابہ میں دکھانے سے دامن خالی ہے۔خداوند قدوس سے التجاء ہے کہ یاالٰہی اسکو ہدایت نصیب فرما نصیب فرما نصیب فرما ورنہ پھر: ومن لم یکفیۃ ذان فلا کفاہ اللہ شھوادث الازمان۔ہاں اس نے رسول اللہ ﷺ پر افتراء کیا ہے جسکا بیان انشاء اللہ العزیز عنقریب آنے والا ہے۔

(تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر،ص،۲۳۳)

سوال:(۱۶۰)مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:

دعوی نمبر ۲۱ پر تبصرہ:۔وجد ایک باطنی کیفیت کا نام ہے جو تلاوت قرآن مجید،نعت شریف،ذکر اسم ذات اور قوالی سننے سے عموماً از خود طاری ہوجاتا ہے۔جس میں کسب و اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔جیسے **تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم** الایہ اور **اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم** نصوص اسی کیفیت کو بیان کرتی

ہیں۔اگر یہی کام کسب واختیار سے ہوں اوراس کو اپنی کرامت ہونا ظاہر کیا جائے تو اس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔تمام سیفیوں کا وجد کسبی واختیاری ہے اور خاص قسم کے اشاروں، آوازاں اور حرکتوں کا مرہون منت ہے۔جو کسی طرح بھی مندرجہ بالا آیات کا مدلول نہیں ہوسکتا۔باقاعدہ ان محرکات کے لئے محفل سجائی جاتی ہے پھر پھڑ کانا شروع کرتے ہیں تو ایسے توجہ لینا کہتے ہیں۔گویا اپنی اپنی بیٹریاں چارج کرتے ہیں۔سیفیوں نے وجد کو مداری کا کھیل بنا رکھا ہے۔جس سے بات کرو تو کہیں گے بیٹھ تیرا دل جاری کروں، بیٹے تجھے توجہ کروں۔ہر کس ناکس بٹھا کر توجہ دینا شروع کردیں گے پھر آخر میں کہیں گے یہ ہمارے پیر کے ولی ہونے کی نشانی ہے۔

نعوذ باللہ من تلک الخرافات پناہ ایسے وجد اور بزرگی سے ولایت اتنی سستی کردی گئی ہر نتھو خیرا، نورا گھسیٹا ولی بنا پھر رہا ہے۔کاندھے اور سینے کو ہلا کر لوگوں میں ولایت کا چرچا کررہا ہے۔لوگو! یہ سب کرتب، شعبدہ بازی اور کسی خاص طلسم کا شاخسانہ ہے۔تین چار مہینے میں ولایت کی سند مل جاتی ہے کہاں گئے وہ حقیقی ولی اللہ جو عمریں گزار دیتے ہیں۔پھر بھی خود کو لوگوں میں گناہ گار ظاہر کرتے تھے اور ولایت کا دعوی ہرگز ہرگز نہ کرتے تھے۔حاشا وکلا سیفی کوئی بھی ولی نہیں۔یہ سب ڈھنگ بازیاں ہیں۔ (صفحہ ۹۲، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال: (۱۶۱) اعتراض:

حضرت علامہ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری المالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۸۸ ہجری نے اپنی تفسیر میں کئی مقامات پر وجد پر اعتراضات کیے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲: تحقیق بعض جاہل متصوفہ نے اس سے کپڑے پھینکنے کے جواز پر استدلال کیا ہے جب غنا پر ان کی خوشی انتہائی بڑھ جائے (اور وہ جھومنے لگیں) پھر ان میں سے بعض صحیح کپڑے پھینکتے ہیں۔اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو پہلے انہیں پھاڑ ڈالتے ہیں اور پھر پھینکتے ہیں۔فرمایا: یہ لوگ ایک غیبی اور مخفی حالت میں ہوتے ہیں پس انہیں ملامت نہیں کی جائے گی، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی قوم کے بچھڑے کی عبادت کرنے کے سبب جب غم غالب آ گیا، تو آپ نے تختیاں پھینک دیں اور انہیں توڑ دیا اور آپ کو اس کا ادراک نہ ہوا جو آپ نے کیا۔

علامہ ابوالفرج جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے: کون ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے صحیح قرار دے سکتا ہے کہ آپ نے تختیاں توڑنے کے لئے انہیں پھینک دیا؟ جو قرآن پاک میں مذکور ہے وہ ہے کہ آپ نے انہیں پھینکا، تو ہمیں یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ ٹوٹ گئیں؟ پھر اگر کہا جائے کہ وہ ٹوٹ گئیں تو ہمیں یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ آپ نے انہیں توڑنے کا قصد اور ارادہ کیا؟ پھر اگر ہم اسے آپ سے صحیح قرار دیں تو ہم کہیں گے: آپ حالت غضب میں تھے، یہاں تک کہ اگر آپ کے سامنے آگ کا سمندر ہوتا تو آپ اس میں کود جاتے۔اور کون ہے جو ان (متصوفہ) کی حالت غیبیہ کو صحیح قرار دے سکتا ہے حالانکہ وہ دوسرے سے غنا کو سمجھ رہے ہوتے ہیں اور اگر ان کے پاس کنواں ہو تو اس سے بچتے اور ڈرتے بھی ہیں۔

پھر انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات) کے احوال کو ان سفہاء کے احوال پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے۔ابن عقیل سے ان کے وجد کرنے اور اپنے کپڑے پھاڑنے کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ خطا ہے اور حرام ہے۔تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔تو ایک کہنے والے نے آپ سے کہا: بلاشبہ وہ اسے نہیں جانتے ہوتے جو وہ کررہے ہوتے ہیں۔تو انہوں نے فرمایا: اگر وہ یہ جانتے ہوئے ایسی جگہوں پر حاضر ہوئے کہ ان پر خوشی غالب آ جائے گی اور وہ ان کی عقلوں کو زائل کردے گی تو وہ اس وجہ سے گنہگار ہوئے کہ انہوں نے اپنے آپ کو ایسی جگہ داخل کیا جہاں انہوں نے کپڑے پھاڑنے وغیرہ

جیسے فاسد کام کئے اور ان سے شریعت کا خطاب ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ وہاں حاضر ہونے سے پہلے انہیں یہ خطاب کیا جا چکا ہے کہ وہ ایسی جگہ سے اجتناب کریں جو انہیں اس حال تک پہنچا سکتی ہے، جیسا کہ انہیں کوئی نشہ آور مشروب پینے سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح یہ وہ شدید خوشی ہے جسے اہل تصوف وجد کا نام دیتے ہیں اگر وہ سچے ہیں کہ اس میں طبعی نشہ ہے اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو انہوں نے صحو کے باوجود فاسد کام کیا، پس اس میں دونوں حالتوں (صحو اور سکر) میں سلامتی نہیں ہے۔ اور شک کے مقامات سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۲: ابن عطیہ نے کہا ہے: قیام اور قوم میں صوفیہ نے اس قول کے ساتھ تعلق قائم کیا ہے: اذ قاموا فقالوا ربنا رب السمٰوٰت والارض۔

(المحرر الوجیز: جلد: ۳: صفحہ: ۵۰۱)

میں (مفسر) کہتا ہوں: یہ تعلق صحیح نہیں ہے۔ وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر اس کا ذکر کیا، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس دولت اور انعام وفضل کا شکر ادا کیا جو اس نے ان پر فرمایا، پھر انہوں نے لوگوں سے تعلق توڑ کر اپنے رب کی طرف اپنے چہروں کو موڑنے کا قصد کیا اس حال میں کہ وہ اپنی قوم سے خوفزدہ تھے، اور انبیاء ورسل علیہم السلام اور اولیاء وفضلاء میں یہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ یہ زمین پر پاؤں مارنے اور آستینوں کے ساتھ رقص کرنے سے کہاں حاصل ہوتا ہے اور بالخصوص اس زمانے میں بے ریش بچوں اور عورتوں کی حسین اور خوبصورت آوازیں سننے کے وقت (جو کیفیت ہوتی ہے)۔ قسم بخدا! ان دونوں کے درمیان اتنا بعد ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان ہے۔ پھر یہ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک حرام ہے، اس کا بیان سورۂ لقمان میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور سورۂ سبحان میں قول باری تعالیٰ: ولا تمش فی الارض مرحا۔ (الاسراء: ۳۷) کے تحت گزر چکا ہے۔ جو کافی ہے۔

اور امام ابو الطرسوی نے اس وقت کہا جب ان سے صوفیہ کے مذہب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: رہا رقص اور وجد کرنا سب سے پہلے سامری کے ساتھیوں نے اس کا آغاز کیا، جب اس نے ان کے لئے بچھڑے کا جسم بنایا اور وہ ڈکارنے لگا تو وہ کھڑے ہوئے اور اس کے ارد گرد رقص کرنے لگے اور مل کر وجد کرنے لگے، پس یہ کفار کا دین ہے اور بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کا دین ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔ (تفسیر قرطبی، ج، ۵، ص، ۸۰۰)

یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اصل ہے، اس کو تبدیل کرنا اور برائی کرنے والوں سے جدا ہو جانا ان کے درمیان ٹھہرنے والا الخصوصاً جبکہ وہ راضی ہو تو اس کا حکم ان کے حکم کی طرح ہوگا۔ یہ مفہوم سورۂ آل عمران، النساء، مائدہ، الانعام، الاعراف اور الانفال میں گزر چکا ہے۔ امام ابوبکر طرطوشی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا: ہمارے سردار فقیہ مذہب صوفیاء میں کیا کہتے ہیں، بعض رقص کرنے لگتے ہیں اور وجد میں آ جاتے ہیں حتیٰ کہ بے ہوش ہو جاتے ہیں پھر مل کر کھانا کھاتے ہیں کیا ان کے ساتھ حاضر ہونا جائز ہے یا نہیں؟ فتویٰ عنایت فرما کر اجر حاصل کریں۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔

یہ اشعار ہیں جو صوفیاء پڑھتے ہیں:

یا شیخ کف عن الذنوب		قبل التفرق و الزلل
واعمل لنفسک صالحا		مادام ینفعک العمل
اما الشباب فقد مضی		و مشیب راسک قد نزل

جواب یہ ہے کہ صوفیاء کا مذہب باطل، جہالت اور گمراہی ہے۔ اسلام تو صرف کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا نام ہے۔ رہا رقص اور وجد تو یہ سب سے

پہلے سامری کے ساتھیوں نے کیا تھا جب اس نے ان کے لئے بچھڑے کا ڈھانچہ بنایا تھا اور اس میں سے آواز نکلتی تھی وہ اس کے اردگرد رقص کرتے تھے اور وجد کرتے تھے۔ یہ کفار کا دین ہے اور بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کا دین ہے اور رہا ڈھول بجانا تو یہ زنادقہ نے سب سے پہلے ایجاد کیا تھا تاکہ اس کے ذریعے مسلمانوں کو کتاب اللہ سے دور کریں۔ نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھتے تھے تو وقار و تعظیم کی یہ کیفیت ہوتی تھی گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (ابوداؤد: کتاب الطب، باب فی الرجل یتداوی: حدیث نمبر: ۳۳۵۷: ضیاء القرآن پبلی کیشنز) پس سلطان اور اس کے قائم مقام لوگوں کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کو مساجد میں حاضر ہونے سے روکیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہے اس کے لئے ان کے ساتھ حاضر ہونا جائز نہیں اور وہ باطل پر ان کی معاونت نہ کرے؛ یہ امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہم ائمۃ المسلمین کا مذہب ہے۔

مسئلہ نمبر ۴:۔ امرد (بے ریش نابالغ بچہ) اور عورتوں میں سے حسینوں کے چہروں میں دیکھنا اور غور وفکر کرنا بھی جائز نہیں۔ علامہ ابوالفرج جوزی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے: ابوطیب طاہر بن عبداللہ طبری نے کہا ہے مجھے اس گروہ کی جانب سے یہ خبر پہنچی ہے جو سماع سنتا ہے کہ وہ مرد کے چہرے کی طرف کثرت سے دیکھتے ہیں اور بسا اوقات اسے زیور اور رنگ دار کپڑوں کے ساتھ آراستہ اور مزین کرتے ہیں اور وہ گمان یہ کرتے ہیں کہ وہ اس سے ایمان میں زیادتی کا قصد کرتے ہیں نظر وفکر کے ذریعے اور صنعت سے صانع پر استدلال کرتے ہیں۔ یہ خواہش نفس کی پیروی کرنے، عقل کو دھوکہ دینے اور علم کی مخالفت کرنے کی انتہاء ہے۔ ابوالفرج نے کہا ہے: امام ابوالوجاء بن عقیل نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے دیکھنا حلال نہیں کیا مگر صرف اس صورت میں جس کی طرف نفس کا میلان نہ ہو، اس میں ہوا و ہوس کا حصہ نہ ہو، بلکہ اس میں ایسی عبرت ہو جس میں شہوت کی آمیزش نہ ہو۔ اور نہ اس کے ساتھ لذات کی ملاوٹ ہو، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی عورت کو رسول بنا کر مبعوث نہیں فرمایا اور نہ ہی کسی کو قاضی، امام اور مؤذن بنایا، یہ سب اس لئے ہوا کیونکہ عورت شہوت اور فتنہ کا محل ہے۔ پس جس نے کہا: میں حسین وجمیل صورت سے نصیحت پکڑتا ہوں تو ہم اس کی تکذیب کریں گے۔ اور ہر وہ جس نے اپنے آپ کو ایسی فطرت اور طبیعت کے ساتھ ممتاز کیا جو اسے ہماری طبائع سے نکال دے تو ہم اس کی تکذیب کریں گے، بلاشبہ یہ ان کے لئے شیطان کے دھوکے ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: قریش ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے، وہ تالیاں بجاتے تھے اور سیٹیاں مارتے تھے (معالم التنزیل: جلد: ۲: صفحہ: ۶۲۷) اور یہ ان گمان میں عبادت تھی۔ مکاء کا معنی سیٹی مارنا ہے اور التصدیہ کا معنی تالی بجانا ہے۔ یہ حضرت مجاہد، سدی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے کہا ہے اور اسی کے مطابق عشرہ کا قول بھی ہے:

وحليل غانية تركت مجدلا		تمكو فريضته كشدق الاعلم

یعنی اس میں تمکو بمعنی تصوت (آواز نکالنا، سیٹی مارنا کے) ہے۔ اور اسی سے مکت است الدابة یہ تب کہا جاتا ہے جب جانور ہوا خارج کرے۔ سدی نے کہا ہے: المکاء بمعنی الصفیر سیٹی مارنا ہے۔ یہ جب حجاز کے طائر ابیض (سفید پرندہ) کی آواز اور طرز پر ہو تو اس کے لئے المکاء کہا جاتا ہے۔ شاعر کا قول ہے:

اذا غرد المكاء فى غير روضة		فويل لاهل الشاء والحمرات

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: المکاء سے مراد ہاتھوں کے ساتھ تالی بجانا ہے اور تصدیہ سے مراد چیخ مارنا، سیٹی مارنا ہے۔ دونوں تفسیروں کی بنا پر اس میں ان جاہل صوفیاء کا رد ہے جو رقص کرتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں اور گر پڑتے ہیں۔ یہ سب کا سب منکر (اور ممنوع) عمل ہے اور عقلاء ایسے عمل سے پرہیز کرتے

ہیں اور محفوظ رہتے ہیں۔ایسا کرنے والا مشرکین کے ساتھ اس عمل میں مشابہ ہوجاتا ہے جو وہ بیت اللہ شریف کے پاس کرتے تھے۔

مسئلہ نمبر ۵:۔علماء نے اس آیت سے رقص اور اس میں مشغول ہونے کی مذمت پر استدلال کیا ہے۔امام ابوالوفاء ابن عقیل نے بیان کیا ہے: رقص سے نہی پر قرآن کریم نے نص بیان کی ہے اور فرمایا: **ولا تمش فی الارض مرحا**۔اور اکڑنے والے کی مذمت بیان کی ہے۔اور رقص شدید ترین غرور کرنا اور اترانا ہے۔کیا ہم وہ نہیں ہیں جنہوں نے نبیذ کو خمر پر قیاس کیا ہے اس لئے کہ یہ دونوں چستی اور نشہ لانے میں باہم متفق ہیں، تو ہمیں کیا ہوگیا ہے کہ شعر کی کاٹ اور اس کو ترنم اور سر کے ساتھ کہنے کو آلات موسیقی ستار، بانسری اور طبلے پر ان دونوں کے اجتماع اور اتفاق کے باوجود قیاس نہیں کرتے۔تو یہ صاحب ریش سے کتنا قبیح ہے اور کیسا لگتا ہے جب وہ بوڑھا ہو، اور وہ اس سر اور کاٹ پر رقص کر رہا ہو اور تالی بجا رہا ہو، اور بالخصوص اس وقت جبکہ عورتوں اور مردوں کی آوازیں ہوں، کیا یہ اس کے لئے اچھا لگتا ہے جس کے سامنے موت، سوال، حشر اور پل صراط ہو، پھر وہ دارین میں سے ایک کی طرف جانے والا ہو، وہ رقص کے ساتھ جانوروں کے اچھلنے کی طرح اچھلتا کودتا ہے، اور عورتوں کے تالی بجانے کی طرح تالی بجاتا ہے۔قسم بخدا! میں نے اپنی عمر میں کئی مشائخ کو دیکھا ہے کہ تبسم کے سبب ان کا کوئی دانت ظاہر نہیں ہوا چہ جائیکہ ضحک کے سبب ظاہر ہو اس کے باوجود کہ میرا ان کے ساتھ اختلاط اور میل جول ہمیشہ رہا۔اور ابوالفرج علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: بعض مشائخ نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مجھ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رقص دو کندھوں کے درمیان حماقت ہے اور یہ لعب کے بغیر زائل نہیں ہوتی اس باب کا مزید بیان سورۃ الکہف وغیرہ میں آئے گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسئلہ نمبر ۶:۔بعض جاہل زاہدوں اور صوفیوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو جو یہ ارشاد فرمایا: **ارکض برجلک** اس میں رقص کا جواز ہے۔ابوفرج نے کہا: یہ تو غیر ذمہ دارانہ استدلال ہے کیونکہ اگر آپ کو پاؤں مارنے کا حکم خوشی سے ہوتا تو اس میں کوئی شبہ ہوسکتا تھا آپ کو پاؤں مارنے کا حکم اس لئے دیا گیا تاکہ پانی نکلے۔

ابن عقیل نے کہا: وہ آدمی جو کسی مصیبت میں مبتلا ہو اس کے بارے میں کہاں دلالت موجود ہے کہ جب مصیبت رفع ہو تو وہ زمین پر اپنا پاؤں مارے تاکہ پانی کا چشمہ ابل پڑے کہ یہ رقص کا اعجاز ہے اگر یہ جائز ہو کہ پاؤں کو حرکت دینا یہ اسلام میں رقص کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔تو یہ بھی جائز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے صادر ہوا اِضْرِب بِعَصَاكَ الْحَجَرَ (البقرہ:۶۰) تو اس میں یہ دلالت ہوتی کہ دشمن کو شاخوں سے مارا جائے ہم شرع کے ساتھ اس کھیل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

بعض کوتاہ اندیشوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے فرمایا: **انت منی وانا منک** تو آپ ایک ٹانگ پر چلے آپ نے حضرت جعفر سے فرمایا: **اشبھت خلقی وخلقی** تو وہ ایک ٹانگ پر چلے آپ نے حضرت زید سے فرمایا: **انت اخونا و مولانا** تو وہ ایک ٹانگ پر چلے ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حبشیوں نے جنگی کرتب دکھائے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ رہے تھے اس کا جواب یہ ہے: جہاں تک ''حجل'' کا تعلق ہے یہ چال کی ایک نوع ہے جو خوشی کے موقعہ پر اپنائی جاتی ہے یہ چال اور رقص کہاں۔اسی طرح حبشیوں کا ''زفن'' یہ بھی چال کی ایک صورت ہے جو جنگ کے موقعہ پر اپنائی جاتی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آیات اور حروف میں اس کا بعض، بعض کے مشابہ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ ان کتابوں کے مشابہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل کی گئیں کیونکہ یہ امر، نہی، ترغیب اور ترہیب کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہیں اگر چہ یہ ان سب کو عام ہے اور سب سے بڑھ کر عاجز کرنے والی ہے پھر اس کی صفت بیان کی اور فرمایا: مثانی اس میں قصے، وعظ اور احکام کو بار بار ذکر کیا جاتا ہے اس کی تلاوت بار بار کی جاتی ہے مگر اکتایا نہیں جاتا۔

مسئلہ نمبر ۲: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر جب قرآن پڑھا جاتا تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے اور ان کی جلدیں کانپنے لگتیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت بیان کی ہے ان سے عرض کی: آج کل کچھ ایسے لوگ ہیں جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان میں سے کوئی بے ہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑتا ہے تو انہوں نے کہا: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔

سعید بن عبدالرحمن جمحی نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اہل قرآن میں سے ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو گرا ہوا تھا آپ نے پوچھا: اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا: جب اس پر قرآن پڑھا جاتا ہے اور یہ اللہ کا ذکر سنتا ہے تو گر پڑتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور نہیں گرتے تھے پھر فرمایا: شیطان ان کے پیٹ میں داخل ہو جاتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا یہ عمل نہ تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت ابن سیرین کے ہاں ان لوگوں کا ذکر ہوا کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ گر پڑتے ہیں فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان یہ چیز فیصلہ کرنے والی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک مکان کی چھت پر اپنے دونوں قدم نیچے پھیلا کر بیٹھے پھر اس پر ابتدا سے لے کر آخر تک قرآن پڑھا جائے اگر وہ اپنے آپ کو نیچے گرا دے تو وہ سچا ہے۔

ابو عمران جونی نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک روز بنی اسرائیل کو وعظ کیا تو ایک آدمی نے اپنی قمیص کو پھاڑ دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی: قمیص والے کو کہہ دو وہ اپنی قمیص نہ پھاڑے میں فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا وہ اپنے دل کو میرے لئے کھولے۔

الجواب:

علماء اسلام اور صوفیہ کرام کی طرف سے اپنی طاقت اور کوشش کے موافق خوب جواب دیں۔

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

اور جو لوگ ان پر طعن کرتے ہیں ان کی بات پر ہرگز کان نہ دھریں، جب کہ ہم جانتے ہیں کہ ان پر طعن اسی شخص نے کیا ہے جو ان کے مراتب پہچاننے سے قاصر ہے، پھر یہ خوب یاد رکھو! کہ جو شخص ایسے لوگوں پر طعن کرتا ہے اس کا نور (قلب) بجھ جاتا ہے اور اس کی تصانیف سے بالکل فائدہ نہیں ہوتا، کیونکہ اس نے ایسے لوگوں کی بے ادبی کی جن کو حق تعالیٰ شانہ نے قیامت تک کے لیے اپنے بندوں کا پیشوا بنایا ہے۔

بھلا ایک معمولی آدمی کے مرتبہ کو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مرتبہ سے کیا نسبت؟ جو وہ امام کے اقوال کی تردید پر جرأت کرے اور ابن جوزی کے مرتبہ کو معروف کرخی اور جنید وشبلی علیہ الرحمہ اور ابو یزید بسطامی علیہ الرحمہ اور سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمہ اور جو ان کے مثل بزرگان طریق (رحمہم اللہ) ہیں ان کے مرتبہ سے کیا نسبت؟ جو وہ ان پر رد کرنے کو تیار ہو گئے، اور اپنی کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں لکھ گئے کہ میری جان کی قسم! ان صوفیوں نے تو شریعت کے فرش کو بالکل طے کر کے رکھ دیا،

کاش کہ یہ لوگ صوفی نہ بنتے۔

اور اسی کتاب کے ایک دوسرے موقعہ میں لکھتے ہیں کہ یہ صوفی لوگ تو درجہ جنون سے بھی چند طبقے آگے بڑھ گئے، اور اس کتاب میں انہوں نے سیدنا ابو یزید بسطامی علیہ الرحمۃ وحضرت سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمۃ اور حضرت شبلی علیہ الرحمۃ اور حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ اور ایک جماعت کی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کی تکفیر صاف صاف لکھدی۔ اور بہت ہی عجیب بات ہے کیونکہ یہی حضرات تو اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں بڑے بڑے پیشوا اور امام ہیں جو کہ شریعت وطریقت کے جامع ہیں (یہ بھی کافر ہوں گے تو پھر مسلمان کون رہا؟) اور خود ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے اپنی تمام کتب رقائق کو (جن میں زہد واخلاق کے عبرت آمیز مضامین ہیں) ان حضرات کے مناقب سے اور ان کی حکایات سے آراستہ کیا ہے، پس شاید یہ خیال بدگمانی کا ان کو ابتدائی حالت میں رہا ہو (پھر بعد میں رائے بدل گئی اور حسن ظن پیدا ہو گیا ہو) یا کہ یہ باتیں کسی دشمن نے ان کی کتاب میں ملحق کردی ہوں۔

(ہم سے عہد لیا گیا ہے، ص، ۹۰)

ہم سب سے پہلے ابن جوزی کا تعارف کرائیں گے۔

ضعیف حدیثوں کی پذیرائی کس کس نے کی ہے:

اس لئے کہ ہم نے بڑے بڑے ائمہ جرح وتعدیل اور نقاد حدیث کو دیکھا ہے کہ جب وہ رجال کی جرح وتعدیل اور حدیثوں میں ثابت وغیر ثابت صحیح وغیر صحیح کی تحقیق کرنے کے موڈ میں ہوتے ہیں تو ان کا انداز تحقیق اور لب ولہجہ اور ہوتا ہے اور جب اخلاق آداب فضائل یا ترغیب وترہیب کے موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو اتنا نرم پہلو اختیار کرتے ہیں کہ موضوع تک بطور استدلال پیش کر ڈالتے ہیں اور معلوم نہیں ہوتا کہ یہ وہی ابن جوزی منذری نووی ذہبی ابن حجر ابن تیمیہ اور ابن قیم ہیں جن پر فن نقد ودرایت کو بجا طور پر ناز ہے اور مجموعی طور پر ان اساطین علم حدیث کا طرز عمل صاف غمازی کرتا ہے کہ ترغیب وترہیب وغیرہ کے باب میں چشم پوشی زیادہ ہے جس کو آج کے مدعیان علم وتحقیق نہ جانے کس مصلحت سے نظر انداز کر رہے ہیں۔ امام بخاری سمیت جمہور محدثین وفقہاء کا ضعیف حدیث کے ساتھ نرم پہلو اختیار کرنے کا معاملہ تو معلوم ہو ہی چکا ہے اس کے علاوہ کچھ ناموں سے ناقدین حدیث اور مشہور مصنفین کا ان کی کتابوں میں طرز عمل ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ابن جوزی اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:

حافظ ابو الفرج عبدالرحمن بن الجوزی علیہ الرحمۃ نے ایک طرف موضوعات کی تحقیق میں بے مثال کتاب تصنیف فرمائی تاکہ واعظین اور عام مسلمین ان موضوع حدیثوں کی آفت سے محفوظ رہیں نیز وہ حدیث پر وضع کا حکم لگانے میں متشدد بھی مانے جاتے ہیں دوسری طرف اپنی پند وموعظت اور اخلاق وآداب کے موضوع پر تصنیف کردہ کتابوں میں آپ نے بہت سی ایسی حدیثیں نقل کر ڈالی ہیں جو ضعیف کے علاوہ موضوع بھی ہیں۔ مثلاً دیکھئے ان کی یہ کتابیں۔ ذم الہویٰ، تلبیس ابلیس، رؤس القوارير اور التبصرۃ جس کی تلخیص شیخ ابوبکر احسائی نے قرۃ العیون المبصرۃ بتلخیص کتاب التبصرۃ میں کی ہے۔

یہ بات حافظ ابن تیمیہ نے الرد علی البکری (ص) میں ابونعیم خطیب ابن جوزی ابن عساکر اور ابن ناصر سب کے متعلق مشترکہ طور پر کہی ہے حافظ سخاوی نے شرح الالفیہ میں لکھا: "وقد اکثر ابن الجوزی فی تصانیفه الوعظية فما اشبهها من ایراد الموضوع و شبهه"

حافظ منذری اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:

حافظ منذری کی الترغیب والترہیب کے نہج اور اس کے متعلق حافظ سیوطی کی رائے گذر چکی اور ضمناً یہ بات بھی آئی کہ وہ ایسی حدیثیں بھی لاتے ہیں جس کی سند میں کوئی کذاب یا متہم راوی ہوتا ہے اور اس کو صیغۂ تمریض روی سے شروع کرتے ہیں (شیخ ﷫ بھی ترغیب منذری کی ایسی کوئی روایت نقل کرتے ہیں) تو صیغۂ تمریض ہی سے کرتے ہیں۔ حافظ منذری اپنے مقدمہ میں کتاب کی شرطوں اور مصادر و مآخذ کے ذکر سے فارغ ہو کر لکھتے ہیں: "استوعبت جمیع مافی کتاب ابی القاسم الاصفھانی ممالم یکن فی الکتب المذکورۃ واضربت عن ذکر ماقیل فیہ من الاحادیث المتحققۃ الوضع"

یعنی مذکورہ اہم مصادر حدیث کے علاوہ میں نے ابو القاسم اصفہانی ﷫ کی ترغیب وترہیب (جس میں انہوں نے اپنی سند سے حدیثیں تخریج کی ہیں) کی وہ ساری حدیثیں لی ہیں جو مذکورہ کتب میں نہیں آسکیں اور ان کی تعداد تھوڑی ہے اور ان حدیثوں کو نظر انداز کر دیا ہے جن کا موضوع ہونا قطعی ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی حدیث کی سند میں کذاب یا متہم راوی کا ہونا اس کے واقعی موضوع ہونے کو مستلزم نہیں ہے جب ہی تو منذری نے ایسی روایات کو منتخب کر لیا جو ان کے نزدیک قطعی طور پر موضوع نہیں ہیں اور ان کی سند میں ایسے رجال ہیں جو کذاب اور متہم کہے گئے ہیں۔

امام نووی ﷫ اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:

علامہ نووی ﷫ شارح صحیح مسلم کے متعلق بھی علامہ کتانی نے الرحمۃ المرسلۃ میں حافظ سیوطی ﷫ کا یہ جملہ نقل کیا ہے:

"اذا علمتم بالحدیث انہ فی تصانیف الشیخ محی الدین النووی فاروہ مطمئنین"

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ موضوع حدیث اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کرتے رہیں ضعیف حدیثیں معذرت کے طور پر مقدمہ میں انہیں یہ حقیقت واشگاف کرنی پڑی کہ ضعیف حدیث اگر موضوع نہ ہو تو فضائل اور ترغیب وترہیب میں معتبر ہوتی ہے جیسا کہ گذرا۔ بلکہ ریاض الصالحین جو باب فضائل میں صحیح حدیثوں کا مجموعہ ہے اور جس کے متعلق انہوں نے صراحت کی ہے کہ وہ صحیح حدیث ہی ذکر کریں گے اس میں چند ایک ضعیف حدیثیں موجود ہیں۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے بطور مثال تین حدیثیں پیش کی ہیں مثلاً "الکیس من دان نفسہ الخ" اس کی سند میں ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی مریم ہے جو بہت ہی ضعیف ہے (فیض القدیر)

"مااکرم شاب شیخا الا قیض اللہ لہ من یکرمہ عند کبر سنہ"

اس کے ضعیف ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں اس کی سند میں یزید بن بیان عقیل اور اس کا شیخ ابو الرحال خالد بن محمد الانصاری دونوں ضعیف ہیں۔ (فیض القدیر) تہذیب التہذیب وغیرہ۔

"لاتشربوا واحدا کشرب البعیر"

اس کی سند میں یزید بن سنان ابو فروہ الرہادی ضعیف ہیں ترمذی کے نسخوں میں اس حدیث پر حکم مختلف ہے بعض نسخوں میں حسن ہے اور بعض میں غریب واضح رہے کہ امام ترمذی تنہا لفظ غریب اس جگہ لاتے ہیں جہاں سند میں کوئی ضعیف راوی منفرد ہوتا ہے حافظ نے فتح میں فرمایا سندہ ضعیف۔

حافظ ذہبی ﷫ اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:

حافظ ذہبی ﷫ جن کی فن جرح وتعدیل میں شان امامت مسلم ہے ہزاروں راویان حدیث میں سے ہر ایک کی ذمہ دارانہ شناخت کے سلسلہ میں

اپنی نظیر نہیں رکھتے چنانچہ تلخیص المستدرک میزان الاعتدال وغیرہ میں حدیثوں پران کی جانب سے صادر شدہ احکام مستند قرار دیئے گئے ہیں بلکہ بعض مواقع میں توان پر تشدد کا بھی الزام ہے انہوں نے بھی اپنی کتاب الکبائر میں ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع تک بطور استشہاد پیش کیا ہے شاید ان کا بھی مذہب اس سلسلہ میں ان کے پیش رو حافظ ابن الجوزی کا سا ہے مثلاً کبیرہ گناہ ترک صلاۃ کے تحت کئی ضعیف حدیثیں ذکر کی ہیں ان میں وہ طویل حدیث بھی ہے جو شیخ کی کتاب فضائل نماز میں درج ہے۔ جس کے بموجب نماز کا اہتمام کرنے والے کا اللہ تعالیٰ پانچ طرح سے اکرام کرتے ہیں اور اس میں سستی کرنے والے کو پندرہ طریقے سے عذاب دیتے ہیں پانچ طرح دنیا میں تین طرح موت کے وقت تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد شیخ نے تو یہ حدیث ابن حجر مکی ہیتمی کی الزواجر کے حوالہ سے نقل کی ہے جس کی ابتداء وقال بعضھم: وردفی الحدیث سے کی ہے مزید اس کے چند ایک حوالے اور مؤیدات ذکر کرتے ہوئے حافظ سیوطی علیہ الرحمہ کی ذیل اللآلی سے نقل کیا کہ ابن النجار نے ذیل تاریخ بغدادی میں اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے اس کو روایت کیا ہے میزان الاعتدال میں ہے ہذا حدیث باطل رکبہ علی بن عباس علی ابی بکر بن زیاد النیسابوری پھر امام غزالی علیہ الرحمہ اور صاحب منبہات کے حوالہ سے بھی اس مضمون کو مؤید کیا الغرض شیخ نے تو مذکورہ بالا تمام حضرات کے طرز عمل سے یہ نتیجہ نکالا کہ حدیث بے اصل نہیں ہے اور ترغیب وترہیب کے لئے پیش کی جاسکتی ہے۔ لیکن تعجب حافظ ذہبی علیہ الرحمہ پر ہے کہ خود میزان میں اس کے باطل ہونے کی تصریح فرماتے ہیں اور کتاب الکبائر میں قدوردفی الحدیث کے صیغہ جزم سے اس طرح ذکر کرتے ہیں جیسے کتنی مضبوط درجہ کی حدیث ہو۔

اسی کتاب کے ص: پر کبیرہ گناہ عقوق الوالدین کے تحت یہ حدیث نقل کرتے ہیں: "لو علم اللہ شیئا ادنٰی من الاف لنھی عنه فلیعمل العاق ماشاء ان یعمل فلن یدخل الجنة ولیعمل البار ماشاء ان یعمل فلن یدخل النار"

اس حدیث کو دیلمی نے اصرم بن حوشب کے طریق سے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس اصرم کے متعلق خود حافظ ذہبی علیہ الرحمہ میزان میں فرماتے ہیں: "قال یحیی فیه: کذاب خبیث و قال ابن حبان: کان یضع الحدیث علی الثقات" اس میں شبہ نہیں کہ حدیث میں معنوی نکارت کے علاوہ ایک کذاب اس کی روایت میں منفرد ہے جو کسی طرح ترغیب وترہیب میں قابل ذکر نہیں ہے اور ذہبی نے اس سے استشہاد کیا۔

کبیرہ گناہ شرب خمر کے تحت دو ایسی حدیثیں نقل کی ہیں جن پر محدثین نے وضع کا حکم لگایا ہے ایک ص: پر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے جس کے بموجب شرابی کی توبہ قبول نہیں ہوتی دوسری ص: پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے جس کے بموجب شرابی کو سلام کرنا اس کے جنازہ میں شرکت وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

حافظ ذہبی علیہ الرحمہ کی ہی دوسری کتاب العلو للعلی الغفار اس میں بھی کافی حد تک تساہل پایا جاتا ہے لیکن اس کا معاملہ ہلکا یوں ہے کہ اس میں ذہبی نے حدیثیں اپنی سند سے ذکر کی ہیں اب یہ لینے والے کی ذمہ داری ہے کہ تحقیق کر کے لے۔

حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ جو حدیثوں کے طرق والفاظ پر وسیع نظر رکھنے کے سلسلہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور احادیث ورواۃ کے مراتب کی شناخت وتعیین میں سند ہیں یہ اپنی کتابوں میں موضوع اور بے اصل روایات ہرگز پیش نہیں کرتے البتہ کسی حدیث پر موضوع کا حکم لگانے میں بہت ہی محتاط ہیں محدث مغرب علامہ

احمد بن الصدیق الغماری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب المغیر علی الاحادیث الموضوعۃ فی الجامع الصغیر کے ص: میں حدیث آفۃ الدین ثلاثۃ: فقیہ فاجر و امام جائر و مجتہد جاهل (جو مسند فردوس کے حوالہ سے حضرت ابن عباس ﷺ کے مسند کے طور پر جامع صغیر میں ہے) کو نقل کر کے فرماتے ہیں: ''قال الحافظ فی زهر الفردوس: فیہ ضعف و انقطاع قلت (المغازی): بل فیہ کذاب وضاع وهو نهشل بن سعید فالحدیث موضوع والحافظ وشیخہ العراقی متساهلان فی الحکم للحدیث ولا یکادان یصرحان بوضع حدیث الا اذا کان کالشمس فی رابعۃ النهار (کما فی التعلیقات علی الاجوبۃ الفاضلۃ)''

یعنی محدث احمد الصدیق الغماری ﷺ کے بقول حافظ ابن حجر ﷺ اوران کے شیخ حافظ عراقی ﷺ دونوں حدیث پر وضع کا حکم اس وقت تک نہیں لگاتے جب تک علامات وضع روز روشن کی طرح نہیں دیکھ لیتے اگر یہی مسلک زکریا نے مجموعہ فضائل اعمال میں اختیار کرلیا تو اس قدر واویلا مچانے کی کیا ضرورت ہے۔

حافظ سیوطی ﷺ اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:

حافظ ابوبکر سیوطی ﷺ تو اس میدان کے مرد اور ضعاف وموضوعات کی پذیرائی میں ضرب المثل ہیں انہوں نے اپنی کتاب الجامع الصغیر کے مقدمہ میں اپنی شرط کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: ''وصنتہ عما تفرد بہ وضاع او کذاب'' اس کی شرح میں حافظ عبدالرؤف المناوی لکھتے ہیں: ''

ان ما ذکرہ من صونہ عن ذلک اغلبی او ادعائی والا فکثیرا ما وقع لہ انہ لم یصرف الی النقد الاهتمام فسقط فیما التزم الصوم الصون عنہ فی هذا المقام کما ستراہ موضحا فی مواضعہ لکن العصمۃ لغیر الانبیاء متعذرۃ والغفلۃ علی البشر شاملۃ منتشرۃ والکتاب مع ذلک من اشرف الکتب مرتبۃ واسماها منقبۃ'' (فیض القدیر)

یعنی حافظ سیوطی ﷺ کا یہ کہنا ہے کہ میں نے ایسی حدیث سے اس کتاب کو محفوظ رکھا ہے جس کی روایت میں کوئی کذاب یا وضاع منفرد ہو یہ دعوی یا تو اکثری ہے یا دعویٰ محض ہے کیونکہ بہت سے مواقع ایسے ہیں جہاں آپ نے صحیح طور پر کہا نہیں چنانچہ جس سے محفوظ رکھنے کا التزام کیا تھا وہ نادانستہ طور سے کتاب میں در آیا جیسا کہ موقع پر وضاحت سے آپ کو معلوم ہوگا بہرحال معصوم نبی کے علاوہ کوئی نہیں بھول چوک انسانی خاصہ ہے اس کے باوجود کتاب مرتبہ وحیثیت کے اعتبار سے عظیم ترین ہے اور بلند پایہ خصوصیات کی حامل ہے۔

محدث احمد بن الصدیق الغماری اپنی کتاب المغیر علی الاحادیث الموضوعۃ فی الجامع الصغیر میں لکھتے ہیں: ''بلکہ اس میں جو حدیثیں سیوطی نے ذکر کی ہیں ان میں وہ حدیثیں بھی ہیں جن کے موضوع ہونے کا حکم خود انہوں نے لگایا ہے یا تو اپنی لآلی میں ابن جوزی کی موافقت کر کے یا خود ذیل اللآلی میں بطور استدراک ذکر کر کے''۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے الجامع الصغیر کی سات ایسی حدیثوں کی تعیین کی ہے جن کے وضع پر مؤلف نے ابن جوزی کی موافقت کی ہے اور پندرہ ایسی حدیثوں کی جن پر مؤلف نے اپنی طرف سے ذیل اللآلی میں وضع کا حکم لگایا ہے۔ حافظ سیوطی ﷺ کے تساہل پر بصیرت افروز کلام کے لئے دیکھئے۔ (تعلیقات علی الاجوبۃ الفاضلۃ للشیخ ابو غدۃ)

جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ جن حدیثوں کے متعلق موضوع ہونے کا شیخ کو شبہ بھی ہوتا ہے تو مؤیدات وشواہد جمع کرنے کا پورا اہتمام فرماتے ہیں تو کیا اس بناء پر مجموعہ

فضائل اعمال حافظ سیوطی علیہ الرحمۃ کی کتاب سے۔ اگر فائق نہیں تو اس کے برابر بھی قرار نہیں دیا جاسکتا؟ ہمارے نزدیک اس پر بھی وہ تبصرہ منطبق ہوتا ہے جو مناوی نے جامع صغیر پر کیا۔

ابن قیم الجوزیہ اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:

حدیثوں پر وضع کا حکم لگانے میں جو محدثین متشدد مانے جاتے ہیں ان میں ایک نام حافظ ابن قیم کا ہے اس دعویٰ کا ثبوت ان کی کتاب المنار المنیف فی الصحیح و الضعیف جس میں انہوں نے چند ایک ابواب پر یہ کلی حکم لگایا ہے کہ اس باب میں جو کچھ مروی ہے باطل ہے تاہم اس میں شک نہیں کہ نقد حدیث میں ان کی حیثیت مرجع وسند ہے۔

لیکن ان کا بھی حال یہ ہے کہ اپنی بعض تصنیفات مثلاً مدارج السالکین، زاد المعاد وغیرہ میں کتنی ہی ضعیف اور منکر حدیثیں کوئی تبصرہ کے بغیر بطور استدلال پیش کر ڈالتے ہیں خاص طور سے اگر حدیث ان کے نظریہ کی تائید میں ہوئی ہے تو اس کی تقویت میں بات مبالغہ کی حد تک پہنچ جاتی ہے مثلاً زاد المعاد میں وفد بنی المنفق پر کلام کے ذیل میں ایک بہت لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: "ثم تلبثون ما لبثتم ثم تبعث الصائحة فلعمر و الھک ما تدع فی ظھرھا شیئا الا مات تلبثون ما لبثتم ثم یوفی نبیکم و الملائکۃ الذین مع ربک فاصبع ربک عز و جل یطوف فی الارض و خلت علیہ البلاد"

اس حدیث کو ثابت وصحیح قرار دینے میں ابن قیم نے پورا زور صرف کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: "ھذا حدیث جلیل تنادی جلالتہ و فخامتہ و عظمتہ علی انہ قد خارج من مشکاۃ النبوۃ لا یعرف الا من حدیث عبدالرحمن بن المغیرۃ المدنی"

پھر عبدالرحمن بن مغیرہ علیہ الرحمۃ کی توثیق اور ان کتابوں کے حوالوں کے ذریعہ جن میں یہ حدیث تخریج کی گئی ہے لمبا کلام کیا حالانکہ خود ان کے شاگرد حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے البدایہ والنہایہ میں لکھا کہ: "ھذا حدیث غریب جدا و الفاظہ فی بعضھا نکارۃ"

یعنی یہ حدیث انتہائی اوپری ہے اس کے بعض الفاظ میں نکارت ہے حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے تہذیب التہذیب میں عاصم بن لقیط بن عامر بن المنتفق العقیلی کے ترجمہ میں لکھا کہ: "وھو غریب جدا" جبکہ علامہ ابن قیم نے اس کی تائید میں کسی کہنے والے کے اس قول تک کو نقل کرڈالا۔ "و لا ینکر ھذا القول الا جاحد او جاھل او مخالف للکتاب و السنۃ اھ"

ضعیف حدیث باب احکام میں:

جہاں تک احکامِ شرعیہ میں ضعیف حدیث کے استعمال کا تعلق ہے تو جمہور محدثین وفقہاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے طرز عمل سے صاف ظاہر ہے کہ ضعیف سے حکم شرعی پر استدلال کیا جاسکتا ہے، جبکہ ضعف شدید نہ ہو یعنی سند میں کوئی متہم یا کذاب راوی نہ ہو ضعیف حدیث سے استدلال کی چند صورتیں ہیں:

پہلی صورت: مسئلہ میں اس کے علاوہ کوئی مضبوط دلیل نہ ہو، مختلف مکاتب فکر کے تعلق سے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

احناف کے نزدیک ضعیف السند حدیث کی اہمیت:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "الخبر الضعیف عن رسول اللہ ﷺ اولی من القیاس و لا یحل القیاس مع وجودہ (المحلی لابن حزم)"

یعنی باب میں اگر ضعیف حدیث بھی موجود ہو تو قیاس نہ کر کے اس سے استدلال کیا جائے گا۔ چنانچہ: نماز میں قہقہہ سے نقض وضو والی حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے۔ آپ نے اس کو قیاس پر مقدم کیا۔ **اکثر الحیض عشرۃ ایام** یہ حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے حنفیہ نے اس کو قیاس پر مقدم کیا: **لا مھر اقل من عشرۃ دراھم** اس کے ضعف پر محدثین متفق ہیں اور حنفیہ نے قیاس نہ کر کے اس کو معمول بنایا۔ (اعلام الموقعین)

محقق ابن الہمام ؒ فرماتے ہیں: "الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع "ضعیف جو موضوع کی حد تک نہ پہنچی ہوئی ہو، اس سے استحباب ثابت ہوتا ہے۔ (فتح القدیر باب النوافل)

مثلاً حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی وغیرہ میں مغرب کے بعد چھ رکعات (جنہیں صلاۃ الاوابین کہتے ہیں) کو مستحب لکھا ہے، دلیل حضرت ابو ہریرہ ؓ کی حدیث: "من صلی بعد المغرب ست رکعات لم یتکلم فیما بینھن بسوء عدلن لہ بعبادۃ ثنتی عشرۃ سنۃ"

امام ترمذی ؒ نے اس حدیث کو عمر بن ابی خثعم ؓ کے طریق سے روایت کر کے فرمایا: "حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث غریب لا نعرفہ الا من حدیث زید بن الحباب عن عمر بن ابی خثعم"

امام بخاری ؒ نے عمر کو منکر الحدیث کہا اور بہت ضعیف قرار دیا حافظ ذہبی ؒ نے میزان میں فرمایا: "لہ حدیث منکر ان من صلی بعد المغرب ست رکعات و وھاہ ابو زرعہ"

مردہ کو دفن کرتے وقت تین لپ مٹی ڈالنا پہلی بار منھا خلقنا کم دوسری بار فیھا نعید کم اور تیسری بار و منھا نخرجکم تارۃ اخری پڑھنے کو (طحطاوی) میں مستحب لکھا ہے دلیل حاکم واحمد کی حدیث بروایت ابوامامہ ؓ کہ جب حضرت ام کلثوم ؓ بنت النبی ﷺ کو قبر میں رکھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے پڑھا: "منھا خلقناکم الخ آخر میں بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ "کی زیادتی ہے اس حدیث کی سند بہت ہی ضعیف ہے ذہبی نے تلخیص میں کہا ہے: "وھو خبر واہ لان علی بن زید متروک"

فقہاء مالکیہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک ضعیف السند حدیث کی اہمیت:

امام مالک ؒ کے نزدیک مرسل بمعنی عام منقطع حجت ہے جو جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، مالکیہ کی معتمد ترین کتاب نشر النبو دعلی مراقی السعود میں ہے: "علم من احتجاج مالک بالمرسل ان کلا من المنقطع والمعضل حجۃ عندہم لصدق المرسل بالمعنی الاصولی علی کل منھا (کمافی التعریف باوھام من قسم السنن الی صحیح و ضعیف للدکتور محمود سعید ممدوح)"

شافعیہ کے نزدیک ضعیف السند حدیث کی اہمیت:

مرسل حدیث امام شافعی ؒ کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن اگر باب میں صرف مرسل ہی ہو تو وہ اس سے احتجاج کرتے ہیں حافظ سخاوی نے ماوردی کے حوالہ سے یہ بات فتح المغیث میں نقل کی ہے۔

حافظ ابن قیم نے نقل کیا ہے کہ امام شافعی ؒ کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس پر مقدم ہے۔ چنانچہ انہوں نے صیدوَج (طائفہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے

شوافع کے نزدیک وہاں شکار کرنا منع ہے)۔کی حدیث کوضعیف کے باوجود قیاس پر مقدم کیا۔حرم مکی کے اندر اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنے کے جواز والی حدیث کوضعیف کے باوجود قیاس پر مقدم کیا۔

من قاء اور عف: فليتوضأ وليبن على صلاته

کو اپنے ایک قول کے مطابق باوجود ضعف کے قیاس پر ترجیح دی۔(اعلام الموقعین)

حنابلہ کے نزدیک ضعیف السند حدیث کی اہمیت:

ابن النجار حنبلی نے شرح الکوکب المنیر میں امام احمد کا یہ قول نقل کیا ہے

"لست اخالف ما ضعف من الحديث اذا لم يكن في الباب ما يدفعه" یعنی باب میں ضعیف حدیث، ہو اور اس کے معارض کوئی دلیل نہ ہو تو میں اس کو چھوڑتا نہیں ہوں۔

حافظ ہروی نے ذم الکلام میں امام عبداللہ بن احمد سے نقل کیا ہے کہ: میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ ایک شخص کو مسئلہ در پیش ہے اور شہر میں ایک محدث ہے جو ضعیف ہے (ایک روایت میں جو صحیح وسقیم میں تمیز نہیں کر پاتا) اور ایک فقیہ ہے جو اہل رائے وقیاس میں سے ہے وہ کس سے مسئلہ پوچھے؟ فرمایا: اہل رائے سے تو پوچھے نہیں، کیونکہ ضعیف الحدیث، قوی الرأے سے بہتر ہے۔(ذم الکلام)

فقہ حنبلی کی مستند ترین کتاب المغنی میں ابن قدامہ نے لکھا کہ: "النوافل الفضائل لا يشترط صحة الحديث فيها"

نیز امام کے خطبہ کے دوران حاضرین کے احتباء (اس طرح بیٹھنا کہ سرین زمین پر ہو دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور دونوں بازوؤں یا کسی کپڑے وغیرہ سے انہیں باندھ لیا جائے) کی بابت لکھا کہ کوئی حرج نہیں، کیونکہ چند ایک صحابہ سے مروی ہے، لیکن بہتر نہ کرنا ہے کیونکہ حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے امام کے خطبہ کے دوران حبوۃ سے منع فرمایا ہے اس لئے اگرچہ حدیث ضعیف ہے، افضل حبوۃ کا ترک ہی ہے۔(المغنی)

فقہاء محدثین کے نزدیک ضعیف السند حدیث کی اہمیت:

حافظ ذہبی علیہ الرحمہ نے امام اوزاعی علیہ الرحمہ کے متعلق لکھا کہ: وہ مقطوعات اور اہل شام کے مراسیل سے استدلال کرتے تھے۔(سیر اعلام النبلاء)

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ کے متعلق حافظ ابن مندہ نے کہا:

"ويخرج الاسناد الضعيف اذا لم يجد في الباب غيره لانه اقوى عنده من رأى الرجال"

یعنی امام ابوداؤد علیہ الرحمہ کا مذہب ہے کہ جب کسی باب میں انہیں ضعیف حدیث کے علاوہ کوئی حدیث نہیں ملتی تو اسی کا اخراج کر لیتے ہیں کیونکہ ضعیف حدیث ان کے نزدیک قیاس سے قوی تر ہے۔

ظاہریہ کے نزدیک ضعیف السند حدیث کی اہمیت:

ابومحمد ابن حزم ظاہری جن کا تشدد مشہور ہے، محلی میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے سے متعلق حدیث بروایت حسن بن علی لائے اور اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ: یہ حدیث اگرچہ اس لائق نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلہ میں اور کوئی حدیث ہمیں نہیں ملی، اس لئے ہم اسے اختیار کرتے ہیں۔

دوسری صورت:

اگر ضعیف حدیث پر عمل کرنے میں احتیاط ہو تو اس کو تمام حضرات اختیار کرتے ہیں چنانچہ امام نووی علیہ الرحمہ نے اذکار میں عمل بالضعیف کی استثنائی صورتوں کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "الا ان یکون فی احتیاط فی شیء من ذلک کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراھة بعض البیوع والا نکحة فالمستحب ان یستزہ عنه"

اس کی شرح میں ابن علان نے مثال دی ہے کہ جیسے فقہاء کرام نے دھوپ سے گرم کئے ہوئے پانی کے استعمال کو مکروہ لکھا ہے، حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بناء پر جو ضعیف ہے۔(شرح الاذکار کمافی التعریف باوھام)

تیسری صورت:

اگر کسی آیت یا صحیح حدیث میں دو یا دو سے زائد معنوں کا احتمال ہو اور کوئی ضعیف حدیث ان معانی میں سے کسی ایک معنی کو راجح قرار دیتی ہو، یا دو یا چند حدیثیں متعارض ہوں اور کوئی حدیث ضعیف ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دیتی ہو تو علماء امت اس موقع پر ضعیف حدیث کی مدد سے ترجیح کا کام انجام دیتے ہیں۔

کچھ اور صورتیں:

اس کے علاوہ کسی ثابت شدہ حکم کی مصلحت وفائدہ معلوم کرنے کے سلسلہ میں بھی ضعیف کا سہارا لیا جاتا ہے نیز حدیث ضعیف اگر متلقی بالقبول ہو جائے اور اس کے مطابق فقہاء یا عام امت کا عمل ہو جائے تو ضعیف، ضعیف ہی نہیں رہتی اور اس کے ذریعہ وجوب اور سنیت تک کا ثبوت ہوتا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے (اثر الحدیث الشریف فی اختلاف الائمة الفقهاء للشیخ محمد عوامة اور الاجوبة الفاضلة) کے آخر میں شیخ حسین بن محسن کا مقالہ۔

سیّد احمد بن الصدیق الغماری المالکی علیہ الرحمہ کی اس چشم کشا عبارت کے ترجمہ پر اس کڑی کو یہیں ختم کیا جارہا ہے فرماتے ہیں: احکام شرعیہ میں ضعیف سے استدلال کوئی مالکیہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام ائمہ استدلال کرتے ہیں اس لئے یہ جو مشہور ہے کہ احکام کے باب میں ضعیف پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ اپنے عموم واطلاق پر نہیں ہے، جیسا کہ اکثر لوگ سمجھتے ہیں کیونکہ ہر مسلک کی ان احادیث احکام کا آپ جائزہ لیں، جن سے سب نے یا بعض نے استدلال کیا ہے تو آپ کو مجموعی طور سے ضعیف حدیثوں کی مقدار نصف یا اس سے بھی زائد ملے گی ان میں ایک تعداد منکر ساقط اور قریب بموضوع کی بھی ملے گی البتہ بعض کے متعلق وہ کہتے ہیں اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے بعض کے متعلق اس کے مضمون پر اجماع منعقد ہے بعض کے متعلق یہ قیاس کے موافق ہے مگر ان سب کے علاوہ ایسی بہت سی حدیثیں بچیں گی جن سے ان کی تمام ترعلتوں کے باوجود استدلال کیا گیا ہے اور یہ قاعدہ کہ احکام میں ضعیف حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے کیونکہ شارع علیہ السلام سے جو کچھ منقول ہے، اگر چہ اس کی سند ضعیف ہو، اسے چھوڑ کر دوسری دلیل اختیار نہیں کی جاسکتی اور ضعیف کے متعلق یہ قطعی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، جبکہ وہ موضوع نہ ہو یا اس سے قوی اصل شرعی سے معارض نہ ہو لہٰذا قوی دلیل کی عدم موجودگی میں ضعیف سے استدلال کو ہمیں برا سمجھنے کی بجائے اولی بلکہ واجب کہنا چاہئے ہاں یہ بات ضرور بری ہے کہ اس کے تئیں یہ رویہ اپنائیں کہ پسندیدگی اور اپنے مذہب

کے موافق ہونے کے وقت تو اس پر عمل کریں اور ناپسندیدگی یا اپنے مذہب کے خلاف ہونے پر ضعیف کہہ کر رد کر دیں انتہی۔ (المشونی والتبار) خلاصۂ کلام یہ کہ جب باب احکام میں ضعیف حدیث مقبول تو دیگر ابواب میں بدرجہ اولیٰ مقبول ہوگی۔

ضعیف حدیث باب احکام کے علاوہ میں:

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ضعیف غیر موضوع عقائد واحکام کے علاوہ جمہور کے نزدیک قابل عمل ہے، عقائد واحکام کے باب میں تشدد اور فضائل ترغیب وترہیب اور مناقب وغیرہ میں تساہل کی بات حافظ سخاوی نے امام احمد ابن معین ابن المبارک، سفیان ثوری اور ابن عیینہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے نقل کی ہے۔

حافظ نووی نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، اپنی کتاب جزء اباحۃ القیام لاہل الفضل میں فرماتے ہیں: "اجمع اہل الحدیث وغیرہم علی العمل فی الفضائل ونحوھا ممالیس فیہ حکم ولا شیء من العقائد وصفات اللہ تعالی بالحدیث الضعیف۔ (نقلا عن التعریف باوھام)"

امام نووی کی الاربعین اور اس کی شرح فتح المبین لابن حجر المکی الھیثمی کے الفاظ میں ہے: "قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث فی فضائل الاعمال، لانہ ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقہ، والا لم یترتب علی العمل بہ مفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق الغیر۔ (الاجوبۃ الفاضلۃ)"

یعنی فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کیونکہ اگر وہ واقعتاً صحیح تھی تو اس کا حق اس کو مل گیا ورنہ اس پر عمل کرنے سے نہ تو حرام کو حلال کرنا لازم آیا اور نہ اس کے برعکس اور نہ ہی کسی غیر کا حق پامال کرنا۔

معلوم ہوا کہ مسئلہ اجماعی ہے اور کوئی بھی حدیث ضعیف کو شجرۂ ممنوعہ قرار نہیں دیتا لیکن چند بڑے محدثین واساطین علم کے نام ذکر کئے جاتے ہیں جن کے متعلق یہ نقل کیا جاتا ہے کہ وہ فضائل میں بھی ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ (قواعد التحدیث للشیخ جمال الدین القاسمی)

ان اساطین میں امام بخاری، مسلم، یحییٰ بن معین اور ابوبکر بن العربی ہیں، بعض حضرات نے ابوشامہ مقدسی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا نام بھی لیا ہے۔

ضعیف حدیث کے بارے میں امام بخاری کا مؤقف:

علامہ جمال الدین قاسمی صاحب قواعد التحدیث کے بقول بظاہر امام بخاری کا مذہب مطلقاً منع ہے اور یہ نتیجہ انہوں نے صحیح بخاری کی شرائط اور اس میں کسی ضعیف حدیث کو داخل کتاب نہ کرنے سے نکالا ہے علامہ شیخ زاہد الکوثری نے بھی اپنے مقالات میں یہی بات کہی ہے، لیکن یہ بات درست نہیں بلکہ اس مسئلہ میں امام بخاری کا مؤقف بالکل جمہور کے موافق ہے۔

جہاں تک صحیح بخاری کا تعلق ہے تو اولاً: اس میں امام نے صرف صحیح حدیثوں کا التزام کیا ہے لہٰذا اس میں کسی ضعیف حدیث کا نہ ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ امام کے نزدیک ضعیف سرے سے ناقابل عمل ہے، جیسا کہ کسی حدیث کا اس میں نہ ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ غیر صحیح ہے چنانچہ خود آپ نے احادیث آداب واخلاق کا ایک گراں قدر مجموعہ الادب المفرد مرتب فرمایا جس کی شرط یقیناً ان کی جامع صحیح سے بہت فروتر ہے، حتی کہ عصر حاضر کے بعض علم برداران حفاظت سنت کو صحیح الادب المفرد اور ضعیف الادب المفرد کے جراحی عمل کی مشقت اٹھانی پڑی۔

اس کتاب میں امام بخاری نے ضعیف احادیث وآثار کی ایک بڑی مقدار تخریج کی ہے بلکہ بعض ابواب تو آباد ہی ضعیف سے ہیں، اور آپ نے ان سے استدلال

کیا ہے چنانچہ اس کے رجال میں ضعیف مجہول منکر الحدیث اور متروک ہر طرح کے پائے جاتے ہیں مثال کے طور پر علامہ شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ نے الادب المفرد کی شرح فضل اللہ الصمد سے بائیس احادیث وآثار اوران کے رجال کے احوال نقل کئے، ان میں سے بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حدیث نمبر: میں علی بن الحسین بن واقد المروزی ضعیف الحدیث۔

۲۔ حدیث نمبر: میں محمد بن فلان بن طلحہ مجہول اور ضعیف متروک۔

۳۔ حدیث نمبر: میں عبیداللہ بن موہب قال احمد: لایعرف۔

۴۔ حدیث نمبر: ابوسعد سعید بن البرزبان البقال الاعور ضعیف۔

۵۔ حدیث نمبر: میں سلیمان ابوادام یعنی سلیمان بن زید۔ضعیف لیس بثقۃ کذاب متروک الحدیث۔

۶۔ حدیث نمبر: میں لیث بن ابی سلیم القرشی ابوبکر: ضعیف۔

۷۔ حدیث نمبر: میں عبداللہ بن المساور: مجہول۔

۸۔ حدیث نمبر: میں یحییٰ بن ابی سلیمان: قال البخاری: منکر الحدیث۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب سے الادب المفرد کے رجال کو کھنگالا تو مستورین کی تعداد: دو۔ضعفاء کی تعداد: بائیس۔اور مجہولین کی تعداد: اٹھائیس نکلی مجموعہ باون رواۃ۔اس جائزہ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ فضائل کی حدیثوں کے تعین امام بخاری کا مسلک وہی ہے جو جمہور کا ہے۔

صحیح بخاری میں متکلم فیہ رجال کی احادیث:

ثانیاً خود الجامع الصحیح میں ایسی مثالیں موجود ہیں جن کی روایت میں کوئی متکلم فیہ راوی موجود ہے، جس کی حدیثیں، محدثین کے اصول پر کسی طرح حسن سے اوپر نہیں اٹھ سکتی بلکہ بعض حدیثوں میں ضعیف راوی منفرد ہے اوراس کو داخل صحیح کرنے کی اس کے علاوہ کوئی تاویل نہیں ہوسکتی کہ اس کا مضمون غیر احکام سے متعلق ہے اور شارحین نے یہی تاویل کی ہے۔ملاحظہ ہوں چند مثالیں۔حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے مقدمہ فتح الباری میں محمد بن عبدالرحمن الطفاوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:"قال ابو زرعۃ منکر الحدیث و اورد لہ ابن عدی عدۃ احادیث قلت: لہ فی البخاری ثلاثۃ احادیث لیس فیہا شیء مما استکرہ ابن عدی ثالثہا فی الرقاق کن فی الدنیا کانک غریب وھذا تفرد بہ الطفاوی وھو من غرائب الصحیح وکان البخاری لم یشدد فیہ، لکونہ من احادیث الترغیب والتریب"

یہ حدیث صحیح بخاری کی غریب حدیثوں میں سے ہے۔یعنی کن فی الدنیا کانک غریب (بخاری کتاب الرقاق) حدیث کی روایت میں محمد بن عبدالرحمن الطفاوی علیہ الرحمۃ منفرد ہے حافظ فرماتے ہیں: شاید کہ امام بخاری نے اس کے ساتھ تساہل کا معاملہ صرف اس وجہ سے کیا ہے کہ یہ ترغیب وترہیب کی حدیثوں میں سے ہے۔

"عن ابی بن عباس بن سھل بن سعد عن ابیہ عن جدہ قال: کان للنبی ﷺ فی حائطنا فرس یقال لہ اللحیف" (کتاب الجھاد باب اسم الفرس والحمار)

حافظ نے تہذیب التہذیب میں ابی بن عباس بن سہل ﷫ کی بابت امام احمد، نسائی، ابن معین اور امام بخاری سے تضعیف کے جملے نقل کئے عقیلی نے کہا: اس کی کئی حدیثیں ہیں اور کسی پر اس کی متابعت نہیں کی گئی ہے۔ پھر حافظ نے فرمایا کہ: مذکورہ حدیث پر اس کے بھائی عبدالمہیمن بن عباس نے متابعت کی ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے، ملاحظہ ہوں یہ الفاظ: "وعب المهيمن ايضا فيه ضعف فاعتضد وانضاف الى ذلك انه ليس من احاديث الاحكام فلهذه الصورة المجموعة حكم البخاري بصحته انتهى"

ابی بن عباس ﷫ کے ضعف کی تلافی اس کے بھائی سے اس قدر نہیں ہوسکی کہ حدیث کو صحیح کا درجہ دیا جائے تو اس خلل کو اس پہلو سے پر کیا گیا کہ حدیث احکام سے متعلق نہیں ہے اس لئے چل جائے گی۔

محمد بن طلحہ بن مصرف الکوفی ﷫ ان کا سماع اپنے والد سے کم سنی میں ہوا تھا، امام نسائی، ابن معین، ابن سعد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) وغیرہ نے ان کو ضعیف کہا ہے، تقریب میں ہے: صدوق له اوهام وانكر واسماعه من ابيه لصغره

حافظ ابن حجر ﷫ مقدمہ میں فرماتے ہیں:

صحیح بخاری میں ان کی تین حدیثیں ہیں دو تو متابعت کی وجہ سے درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہیں تیسری (مذکورہ بالا حدیث) ہے اس کی روایت میں محمد بن طلحہ منفرد ہیں مگر یہ فضائل اعمال سے متعلق ہے یعنی فضائل اعمال کی حدیث ہونے کی وجہ سے چشم پوشی کی گئی۔

ضعیف حدیث کے بارے میں امام مسلم کا موقف:

علامہ جمال الدین ﷫ نے امام مسلم کے متعلق دلیل یہ دی کہ انہوں نے مقدمہ میں ضعیف و منکر احادیث کے روایت کرنے والوں کی سخت مذمت کی ہے اور اپنی صحیح میں ضعیف حدیث کا اخراج نہیں کیا ہے لیکن امام مسلم ﷫ اس تشنیع سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ضعفاء سے روایت کرنا مطلقاً ناجائز ہے انہوں نے تو صحیح حدیثوں کو جمع کرنے والے پر یہ بات ضروری قرار دی ہے کہ وہ مشہور ثقہ راویوں کی حدیثوں کو تلاش کرکے جمع کرے ضعیف حدیث کے علی الاطلاق مردود ہونے پر ان سے کوئی صراحت منقول نہیں ہے۔ تاہم امام مسلم نے بعض ضعفاء کی حدیثیں صحیح میں متابعات و شواہد کے طور پر اخراج کی ہیں، آپ نے مقدمہ میں حدیثوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔

وہ حدیثیں جو حفاظ متقنین کی روایت سے ہیں۔ وہ حدیثیں جو ایسے لوگوں کی روایت سے ہیں جو حفظ و اتقان میں متوسط اور بظاہر جرح سے محفوظ ہیں۔ وہ حدیثیں جو ضعفاء و متروکین کی روایت سے ہیں۔

امام مسلم کی اس صراحت اور صحیح میں ان کے طرز عمل کے درمیان تطبیق میں شراح نے مختلف باتیں کہی ہیں قاضی عیاض ﷫ نے جو توجیہ کی علامہ ذہبی ﷫ اور نووی ﷫ نے اس کو پسند کیا، اس کا خلاصہ یہ ہے۔

امام مسلم ﷫ نے جن تین طبقات کا ذکر کیا ہے، ان میں سے آخری طبقہ ان رواۃ کا ہے جن کے متہم ہونے پر تمام یا اکثر علماء کا اتفاق ہے اس سے پہلے ایک طبقہ ہے جس کا نام امام نے اپنی عبارت میں ذکر نہیں کیا ہے اور وہ وہ لوگ ہیں جن کو بعض تو متہم سمجھتے ہیں اور بعض صحیح الحدیث قرار دیتے ہیں۔ یہ کل چار طبقے ہوئے میں نے امام مسلم ﷫ کو پایا کہ وہ پہلے دونوں طبقوں کی حدیثیں لاتے ہیں، اس طرح کہ باب میں اولاً طبقہ اولیٰ کی حدیث تخریج کرتے ہیں پھر

مزید تقویت کے لئے طبقہ ثانیہ کی حدیثیں ذکر کرتے ہیں اور جب کسی باب میں طبقۂ اولی سے کوئی حدیث ان کے پاس نہیں ہوتی تو ثانیہ ہی کی حدیث پر اکتفاء کرتے ہیں پھر کچھ ایسے لوگوں کی حدیثیں بھی تخریج کرتے ہیں جن کی بعض نے تضعیف اور بعض نے توثیق کی ہوتی ہے چوتھے طبقہ کے لوگ تو ان کو آپ نے ترک کردیا ہے۔ (مقدمہ شرح نووی)

امام ذہبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ طبقہ اولی وثانیہ کی حدیثیں مساویانہ طور پر لیتے ہیں، ثانیہ کی معدودے چند کو چھوڑ کر جس میں وہ کسی قسم کی نکارت سمجھتے ہیں پھر متابعات وشواہد کے طور پر طبقۂ ثالثہ کی حدیثیں لیتے ہیں، جن کی تعداد بہت زیادہ نہیں اصول میں تو ان کی حدیثیں شاید و باید ہی لیتے ہیں یہ عطاء بن السائب لیث بن ابی سلیم یزید بن ابی زیاد ابان بن صمعہ محمد بن اسحاق اور محمد بن عمرو بن علقمہ اور ان کی حیثیت کے لوگ ہیں۔ (سیر اعلاء مالنبلاء)

ضعیف حدیث کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ:

اوپر صحیحین کے تعلق سے جو کچھ عرض کیا گیا، اس سے ممکن ہے کہ بعض اہل علم کو شبہ ہو کہ پھر تو صحیحین سے اعتماد اٹھ جائے گا اور نتیجتاً پورا ذخیرہ حدیث مشکوک ہوجائے گا، جب کہ صحیحین کا اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہونا مسلم اور متفق علیہ ہے، کیونکہ جب صحیحین تک ضعیف حدیثوں سے محفوظ نہیں رہیں تو دوسری کتب حدیث تو بدرجہ اولی محفوظ نہیں رہیں گی اور اس طرح پورا ذخیرہ حدیث مشکوک اور ناقابل اعتبار ہوجائے گا اور منکرین حدیث کو انکار حدیث کے لئے بہانہ ملے گا۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ہم نے یہ کہا ہی کب ہے کہ صحیحین میں ضعیف حدیثیں بھی ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ جمہور امت کے نزدیک حدیثوں میں صحت وحسن کا معیار مختلف ہوتا ہے باب احکام (حلال وحرام) میں سخت ہوتا ہے تو فضائل وغیرہ میں نرم۔

چنانچہ ہم نے بخاری شریف سے جو مثالیں پیش کی ہیں، وہ اپنی علتوں کے باوجود فضائل وآداب کے باب کے اعتبار سے یقیناً صحیح ہیں اگرچہ باب احکام میں جس درجہ کی صحت مطلوب ہوتی ہے، وہ ان میں نہیں ہے اسی لئے امام بخاری علیہ الرحمہ نے ان کو داخل صحیح کرلیا۔

اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہوئے بعض حضرات ہر باب میں صحت وحسن کے اسی معیار کو استعمال کرنے لگتے ہیں جو باب احکام کے لئے مخصوص ہے اور وہ بھی صرف اسنادی پہلو سے، اس لئے مناسب خیال کیا گیا کہ ضعیف اور متکلم فیہ رجال کی حدیثوں کی بابت صحیحین کے مصنفین کا اصل موقف واضح کردیا جائے، تاکہ اس مغالطہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ ورنہ صحیحین کے متعلق جمہور امت کی جو رائے ہے، وہی ہمارا بھی مسلک ہے کہ یہ دونوں کتابیں صرف صحیح احادیث کا مجموعہ ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے مقدمہ فتح الملہم میں صحیحین کی حدیثوں کے مفید قطع ویقین ہونے کے نظریہ کی مدلل تردید کرنے کے بعد صحیحین کی عظمت ومقام کی بابت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی عبارت نقل کی ہے اس جگہ ہم بھی انہیں عبارات کو نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

اس بحث میں جو کچھ ہم نے لکھا، اس سے ہمارا مقصد معاذ اللہ! صحیحین یا دوسری کتب حدیث کی کسر شان نہیں ہے بلکہ ان کی بابت غلو کی تردید اور ہر چیز کو اس کے اصل مقام پر رکھنے اور اس کو اس کا واجبی حق دینے کی کوشش ہے ورنہ ہم بحمد اللہ! ان دونوں عظیم الشان کتابوں کے متعلق وہی نظریہ رکھتے ہیں جو ہمارے شیخ الشیوخ اور مقتدا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے:

رہیں صحیحین تو محدثین اس پر متفق ہیں کہ ان میں جو کچھ مرفوع متصل کے قبیل سے ہے، وہ بالکل صحیح ہے اور ان کتابوں کا ثبوت ان کے مصنفین سے بطور تواتر ہے

بلاشبہ جو شخص بھی ان کی شان گھٹائے گا وہ بدعتی گمراہ اور مسلمانوں کے راستے کے علاوہ راستہ کی پیروی کرنے والا ہوگا۔ (مقدمہ فتح الملہم)

ضعیف حدیث کے بارے میں یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا موقف:

ابن سید الناس نے توعیون الاثر میں یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا مذہب مطلقا ردہی نقل کیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ان کا مذہب جمہور کے موافق ہے شواہد درج ذیل ہیں:
جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ حافظ سخاوی نے فتح المغیث میں جن چند لوگوں سے (عقائد واحکام میں تشدد فضائل وغیرہ میں تساہل) نقل کیا ہے، ان میں ابن معین بھی ہیں۔ (فتح المغیث) شیخ احمد محمد نور سیف نے مقدمہ تاریخ ابن معین میں لکھا ہے کہ: یحییٰ بن معین کی محمد بن اسحاق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے متعلق جو رائیں منقول ہیں، ان سے قطعاً یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ اس کی حدیثیں مطلقاً قابلِ ترک ہیں چنانچہ فرمایا:
"ثقة ولكن ليس بحجة" ابن اسحاق کے شاگرد زیاد بن عبداللہ البکائی کے متعلق فرمایا: "ليس بشیء لا بأس به فی المغازی واما فی غيرها فلا"
معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک مغازی وغیرہ میں تو ابن اسحاق اور ان کے شاگرد مقبول ہیں احکام وغیرہ میں نہیں۔

الکامل لابن عدی میں ہے: "عن ابن ابی مریم قال سمعت ابن معین يقول: ادريس بن سنان يكتب من حديثه الرقاق" ابن معین کے نزدیک ادریس بن سنان کی حدیث رقاق (آداب وفضائل) کے باب میں قابلِ قبول ہے جبکہ یہ ضعیف ہیں۔

ضعیف حدیث کے بارے میں ابوبکر بن العربی کا موقف:

یہ مالکی المسلک فقیہ ہیں ان سے ایسی کوئی صراحت تو نہیں ملی جس سے ثابت ہو کہ ان کے نزدیک فضائل اعمال میں ضعیف حدیث قابلِ عمل نہیں البتہ اس کے برعکس ثابت ہے۔ مرسل حدیث جو جمہور محدثین وشافعیہ کے نزدیک ضعیف ہے مالکیہ کے نزدیک اس سے استدلال درست ہے، وہ خود اس بات کو نقل کرتے ہیں: "المرسل عندنا حجة فی احكام الدين من التحليل والتحريم وفی الفضائل وثواب العبادات، وقد بينا ذلك فی اصول الفقه۔ (عرضة الاحوذی)"
ضعیف کے معمول بہ ہونے کی صراحت خود فرماتے ہیں:
اگرچہ یہ حدیث مجہول کی روایت سے ہے، لیکن اس پر عمل کرنا مستحب ہے، کیونکہ اس میں خیر کی دعا ہم نشین کی دل بستگی اور اس سے محبت کا اظہار ہے۔

ضعیف حدیث کے بارے میں ابوشامۃ مقدسی کا موقف:

محدث ابوشامہ مقدسی کی بات شیخ طاہر الجزائری نے توجیہ النظر میں نقل کی ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث میں حافظ ابن عساکر دمشقی کی ایک مجلس املاء کے حوالہ سے ماہ رجب کی فضیلت کے متعلق تین حدیثیں ذکر کیں۔
اس کے بعد لکھا کہ: "كنت اود ان الحافظ لم يذكر ذلك فان فيه تقرير المافيه من الاحاديث المنكرة فقدره كان اجل من ان يحدث عن رسول الله ﷺ بحديث يرى انه كذب ولكنه جرى على عادة جماعة من اهل الحديث يتساهلون فی احاديث الفضائل الخ"
یعنی کاش کہ ابن عساکر ان حدیثوں کو بیان نہ کرتے، کیونکہ اس سے منکر حدیثوں کو رواج دینا ہے آپ جیسے محدث کی شایانِ شان نہیں کہ ایک حدیث جس کو غلط

سمجھ رہے ہیں، بیان کریں۔ لیکن محدثین کی ایک جماعت جو فضائل اعمال میں تساہل برتتی ہے کے طریقہ کو آپ نے اختیار کیا۔

شبیر احمد عثمانی فتح الملہم میں اس پر تبصرہ یوں فرماتے ہیں:

محدث ابوشامہ نے فضائل وغیرہ میں ضعیف پر عمل کے سلسلہ میں تو کوئی نقد نہیں کیا بلکہ ابن عساکر جیسے ماہر فن کے طرز عمل پر نکتہ چینی کی کہ انہوں نے ایک منکر حدیث بغیر کسی وضاحتی بیان کے عوام میں نقل فرمادی، جس سے عوام یا جس کو اس فن سے مناسبت نہیں ابن عساکر کی نقل سے دھوکہ کھانے اور اس کو ثابت سمجھنے کا اندیشہ ہے جبکہ محدثین کے نزدیک یہ غیر ثابت ہے۔

ضعیف حدیث کے بارے میں ابن تیمیہ کا موقف:

ابن تیمیہ علیہ الرحمہ بھی فضائل وغیرہ میں ضعیف پر عمل کے مسئلہ میں جمہور سے الگ نہیں ہو سکے اس دعویٰ کا بین ثبوت ان کی کتاب الکلم الطیب ہے، اس میں ضعیف حدیثوں کی تعداد کتنی ہے، اس کا جواب علامہ ناصر الدین البانی دیں گے جنہوں نے صحیح الکلم الطیب اور ضعیف الکلم الطیب میں خط امتیاز قائم کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ (التحریف باوہام)

ضعیف حدیث کے بارے میں علامہ شوکانی کا موقف:

اگرچہ علامہ شوکانی کی الفوائد المجموعہ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث مطلقاً ناقابلِ عمل ہے، لیکن ان کی اہم ترین تصنیف نیل الاوطار کی یہ عبارت اس کی نفی کرتی ہے: "والآیات والاحادیث المذکورة فی الباب تدل علی مشروعیة الاستکثار من الصلاة بین المغرب والعشاء والاحادیث وان کان اکثرها ضعیفا فهی منتهضة لمجموعها لا سیما فی فضائل الاعمال"

اس کا مطلب یہ ہے کہ مغرب وعشاء کے درمیان نوافل کی کثرت سے متعلق اکثر حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن مجموعی حیثیت سے مضبوط ہیں، خاص کر فضائل اعمال میں۔ نیز آپ کی کتاب تحفۃ الذاکرین کا مطالعہ کرنے والا شخص تو ہمت ہی نہیں کر سکتا کہ ان کی طرف زیرِ بحث مسئلہ میں خلاف جمہور رائے کا انتساب کرے، کیونکہ وہ تو ضعاف سے بھری پڑی ہے۔ (ملاحظہ ہو التعریف)

ان معروضات سے یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ ضعیف حدیث جبکہ موضوع نہ ہو، باب احکام وعقائد کے علاوہ میں اجماعی طور سے پوری امت کے نزدیک قابلِ عمل ہے اور چونکہ فضائل مناقب ترغیب وترہیب سیر ومغازی کی احادیث کے ذریعہ غفلت سے بیداری اور دین پر عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس لئے پورے شدومد سے ان کے خلاف ہوا کھڑا کیا گیا ہے، تاکہ مذہبی احکام کی اہمیت کم سے کم تر ہو جائے، پھر زیاں کے بعد زیاں کا احساس تک باقی نہ رہے۔

(فیوضات الرضویہ فی تشریحات الہدایہ المعروف بہ شرح ہدایہ: ج، ۲، ص، ۲۸۴)

شیخ محمد خیر طعمہ حلبی، البختری، الشامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی، حنبلی، متوفی، ۵۹۷ھ، نے روزمرہ کے تمام طبقات پر قلم اٹھایا

ان کی دوسری ناقدانہ تصنیف "تلبیس ابلیس" ہے جو ان کی نقاد طبیعت اور شرعی ذوق کا اصلی نمونہ ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنے زمانہ کی پوری مسلمان

سوسائٹی کا جائزہ لیا ہے اور مسلمانوں کے ہر طبقہ، ہر جماعت کو سنت وشریعت کے معیار سے دیکھا ہے، ان کی کمزوریوں، بے اعتدالیوں اور غلط فہمیوں کی نشاندہی کی ہے اور دکھلایا ہے کہ شیطان نے کس کس طرح سے اس امت کو دھوکا دیا ہے اور کن کن راہوں سے اس کے عقائد، اعمال اور اخلاق میں رخنہ اندازی کی ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں کسی طبقہ اور کسی شخص کی رعایت نہیں کی اور کسی کو معاف نہیں کیا۔

اس میں علماء ومحدثین، فقہاء وواعظین، ادباء وشعراء سلاطین وحکام، عباد وزہاد، صوفیہ واہل دین اور عوام کی علیحدہ علیحدہ کمزوریاں، غلط رسوم وعادات، مغالطے اور بے اعتدالیاں بیان کی ہیں۔ یہ کتاب ان کی وسعت نظر، زندگی سے واقفیت، باریک بینی اور دقیقہ رسی کا کامیاب نمونہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے شیطانیت کی نفسیات وسیاست کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور مذاہب کی تاریخ اور گمراہ فرقوں کے عقائد سے وہ بہت باخبر تھے۔

اس کتاب میں اگرچہ کہیں وہ اپنی تنقید میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور انہوں نے فیصلہ کرنے میں عجلت اور شدت سے کام لیا ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس کتاب میں بڑی کارآمد چیزیں، بڑی بیش قیمت اقتباسات اور بہت سی صحیح تنقیدیں ملتی ہیں۔ اکثر جگہ ماننا پڑتا ہے کہ ان کی گرفت صحیح اور ان کی تنقید حق بجانب ہے۔

یہاں پر اس کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ اپنے زمانہ کے ان علماء پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جو فقہ کے مسائل وجزئیات میں دن رات منہمک تھے اور اس فن میں موشگافیاں کرتے رہتے تھے

''ان فقہاء کی ایک کمزوری یہ ہے کہ ان کا سارا انہماک اسی غور وفکر میں ہے۔ انہوں نے اپنے فن میں ان چیزوں کو شامل نہیں کیا ہے جن سے قلوب میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً: قرآن مجید کی تلاوت، حدیث وسیرت کی سماعت اور صحابہ کرام ﷺ کے حالات کا مطالعہ وبیان۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ محض ازالہ نجاست اور ماء متغیر کے مسائل کے بار بار دہرانے سے قلوب میں نرمی اور خشیت نہیں پیدا ہوسکتی۔ قلوب کو تذکرے اور مواعظ کی ضرورت ہے تاکہ آخرت طلبی کی ہمت اور شوق پیدا ہو۔ اختلافی مسائل اگرچہ علوم شریعت سے خارج نہیں مگر حصول مقصد کے لئے کافی نہیں ہیں۔

جو سلف کے حالات اور ان کے حقائق واسرار سے واقف نہیں اور جن کے مذہب کو اس نے اختیار کیا ہے ان کے حالات سے وہ باخبر نہیں تو وہ ان کے راستے پر کیسے چل سکتا ہے؟ یاد رکھنا چاہئے کہ طبیعت چور ہے، اگر اس کو اسی زمانہ کے ساتھ چھوڑ دیا جائے گا تو وہ جو کچھ اخذ کرنا چاہتی ہے اہل زمانہ کے طبائع سے اخذ کرلے گی اور ان ہی کی طرح ہوجائے گی اور اگر متقدمین کے حالات اور طریقوں کا مطالعہ کیا جائے گا تو ان کے ساتھ چلنے کی کوشش کرے گی، ان کا رنگ اور ان کے سے اخلاق پیدا ہوں گے۔ سلف میں سے ایک بزرگ کا مقولہ ہے:

''ایک حدیث جس سے میرے دل میں رقت پیدا ہو قاضی شریح کے سو فیصلوں سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔''

۲۔ واعظین پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان میں سے اکثر بڑی آراستہ اور بڑی پر تکلف عبارت بولتے ہیں جو اکثر بے معنی ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں مواعظ کا بڑا حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور، یوسف علیہ السلام زلیخا کے قصوں سے متعلق ہوتا ہے۔

فرائض کا بہت کم تذکرہ آنے پاتا ہے۔ اسی طرح گناہ سے بچنے کا تذکرہ کبھی نہیں ہوتا۔ ایسے مواعظ سے ایک زانی، ایک سود خور کو توبہ کرنے کی ترغیب

اور توفیق کیسے ہوسکتی ہے؟ اور کب عورت کو شوہر کے حقوق ادا کرنے اور اپنے تعلقات درست کرنے کا خیال پیدا ہوسکتا ہے؟ اس لئے کہ یہ مواعظ ان مضامین سے خالی ہوتے ہیں۔ ان واعظوں نے شریعت کو پس پشت ڈال دیا ہے، اسی لئے ان کا بازار خوب گرم ہے، کیونکہ حق ہمیشہ طبیعتوں پر بھاری ہوتا ہے اور باطل ہلکا اور خوشگوار۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ واعظ سچا اور خیر خواہ ہوتا ہے، لیکن جاہ طلبی اس کے دل میں سرایت کر چکی ہوتی ہے کہ اس کی عزت و تعظیم کی جائے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اگر دوسرا واعظ اس کے قائم مقامی کرے یا اصلاح کے کام میں اس کی مدد کرنا چاہے تو اس کو ناگوار ہوتا ہے، حالانکہ اگر یہ مخلص ہوتا تو اس کو اس سے کبھی ناگواری نہ ہوتی۔''

۳۔علماء پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر طلباء کسی اور عالم یا مدرس کے پاس چلے جائیں جو علم میں اس سے فائق ہے تو اس عالم کو اس سے بڑی گرانی ہوتی ہے۔ یہ مخلص کی شان نہیں ہے اس لئے کہ مخلص علماء اور مدرسین کی مثال اطباء کی سی ہے جو بوجہ اللہ مخلوق کا علاج کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر کسی مریض کو کسی طبیب کے ہاتھ سے شفا ہوجائے تو دوسرا خوش ہوتا ہے۔''

۴۔حکام وسلاطین پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ حضرات شریعت کے مقابلہ میں اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں۔ کبھی اس شخص کا ہاتھ کاٹتے ہیں جس کا ہاتھ کاٹنا جائز نہیں اور کبھی اس کو قتل کرتے ہیں جس کا قتل کرنا حلال نہیں۔ ان کا یہ دھوکا ہے کہ یہ سیاست ہے، جس کا دوسرا مطلب ہے ناقص شریعت۔ اس کو تکملہ اور ضمیمہ کی ضرورت ہے اور ہم اپنی رائے سے اس کی تکمیل کررہے ہیں۔ یہ شیطان کا بہت بڑا فریب ہے، اس لئے کہ شریعت سیاست الٰہی ہے اور محال ہے کہ خدائی سیاست میں کوئی خلل یا کمی ہو جس کی وجہ سے اس کو مخلوق کی سیاست کی ضرورت ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"مافرطنافی الکتاب من شیٔ" ''ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔''

اور ارشاد ہے: "لا معقب لحکمہ" ''اس کا حکم کوئی مٹانے والا نہیں۔''

جو اس سیاست کا مدعی ہے وہ دراصل شریعت میں خلل اور کمی کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ کفر کی بات ہے۔

معاصی پر اصرار کے ساتھ ان بادشاہوں کو صلحاء کی ملاقات کا بھی بڑا شوق ہوتا ہے اور ان سے اپنے حق میں دعائیں کراتے ہیں۔ شیطان ان کو سمجھاتا ہے کہ اس سے گناہ کا پلڑا ہلکا ہوجائے گا، حالانکہ اس خیر سے اس شر کا دفیعہ نہیں ہوسکتا۔ ایک مرتبہ ایک تاجر ایک محصول وصول کرنے والے کے پاس سے گزرا۔ اس چنگی والے نے اس کی کشتی روک لی۔ وہ تاجر اپنے زمانہ کے مشہور مرد صالح مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کے پاس آیا اور ان سے واقعہ بیان کیا۔ مالک بن دینار علیہ الرحمۃ چنگی والے کے پاس گئے اور اس تاجر کی سفارش کی۔ اس نے ان کی بڑی تعظیم کی اور کہا:

''آپ نے کیوں زحمت فرمائی؟ وہیں سے کہلوا دیا ہوتا ہم تعمیل کرتے۔''

پھر اس نے ان سے دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے اس برتن کی طرف اشارہ کرکے (جس میں وہ چنگی کا ناجائز روپیہ وصول کرکے رکھتا تھا) فرمایا:

''اس برتن سے کہو! تمہارے لئے دُعا کرے میں تمہارے حق میں دعا کروں جبکہ ہزار آدمی تمہارے لئے بددعا کرتے ہیں۔ کیا ایک آدمی کی سن لی جائے گی اور ہزار کی نہ سنی جائے گی؟''

ان امراء اور دنیاداروں کو علماء وفقہاء سے زیادہ خلاف شرع پیروں اور گانے بجانے والے صوفیوں سے عقیدت ومحبت ہوتی ہے اور ان پر وہ بڑی فراخ دلی سے خرچ کرتے ہیں، جبکہ اہل علم پر ایک پیسہ خرچ کرنا ان کو بار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ علماء اطباء کی طرح ہیں اور دوا میں بھی خرچ کرنا انسان کو بڑا بار معلوم ہوتا ہے، لیکن ان فقیروں اور قوالیوں پر خرچ کرنا ایسا ہی ہے جیسا مغنیات (گانے والی عورتوں) پر خرچ کرنا۔ یہ بھی ان کے لئے گویوں اور مداریوں کی طرح سامان تفریح اور لازمہ ریاست ہیں۔

اسی طرح سے یہ لوگ بناوٹی زاہدوں اور تارک الدنیا درویشوں کے بڑی جلدی معتقد ہوتے اور ان کو علماء پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ لوگ سب سے بڑے جاہل کے جسم پر درویشی کا لباس دیکھ لیں تو فوراً معتقد ہوجائیں گے۔ اگر وہ سر کو جھکالے اور خشوع وخضوع کا اظہار کرے تو فریفتہ ہونے میں دیر نہیں لگتی اور کہتے ہیں:

''بھلا! درویش اور فلاں عالم کا کیا مقابلہ؟ یہ تارک الدنیا وہ طالب الدنیا۔ یہ اچھی غذائیں کھاتا ہے نہ شادی کرتا ہے۔''

حالانکہ یہ محض جہالت ہے اور شریعت محمدی ﷺ کی تحقیر ہے کہ ایسے زہد کو علم پر ترجیح دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں نہ تھے۔ ورنہ! اگر آپ ﷺ کو شادیاں کرتے، پاک وصاف چیزیں کھاتے اور میٹھے اور شہد کی رغبت رکھتے ہوئے پاتے تو آپ ﷺ سے بھی بداعتقاد ہوجاتے۔''

۵۔ عوام پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شیطان نے بہت سے لوگوں کو یہ دھوکا دے رکھا ہے کہ وہ وعظ وذکر کی مجالس میں شریک ہونا اور متاثر ہوکر رونا ہی سب کچھ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مقصود محفل خیر میں شرکت اور رقت ہے، اس لئے کہ وہ واعظوں سے اس کے فضائل سنتے رہتے ہیں۔ اگر ان کو یہ معلوم ہوجائے کہ مقصود عمل ہے۔ یہ سننا اور عمل نہ کرنا ان کے لئے گرفت کا باعث اور وبال جان ہے۔ میں ذاتی طور پر بہت سے آدمیوں کو جانتا ہوں جو سالہا سال سے مجلس واعظ میں شریک ہوتے ہیں، روتے ہیں او متاثر ہوتے ہیں، لیکن نہ سود لینا چھوڑتے ہیں، نہ تجارت میں دھوکا دینے سے باز آتے ہیں، ارکانِ صلوٰۃ سے جیسے وہ بےخبر برسوں پہلے تھے ویسے ہی اب بھی ہیں، مسلمانوں کی غیبت اور والدین کی نافرمانی میں جس طرح پہلے مبتلا تھے اسی طرح اب بھی مبتلا ہیں۔ شیطان نے ان کو دھوکہ دے رکھا ہے کہ مجلس وعظ کی حاضری اور گریہ وبکا ان کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ بعض کو یہ سمجھا رکھا ہے کہ علماء وصالحین کی صحبت ہی مغفرت کا ذریعہ ہے۔''

۶۔ دولت مندوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان میں سے بہت سے لوگ مساجد اور پلوں کی تعمیر میں بہت کچھ خرچ کرتے ہیں، مگر ان کا مقصود ریا اور شہرت ہوتی ہے اور یہ کہ ان کا نام چلے اور یادگار رہے۔ چنانچہ وہ اس تعمیر پر اپنا نام کندہ کرواتے ہیں۔ اگر رضائے الٰہی مقصود ہوتی تو اس کو کافی سمجھتے کہ اللہ دیکھتا اور جانتا ہے۔ ایسے لوگوں سے اگر صرف ایک دیوار بنانے کو کہا جائے جس پر ان کا نام کندہ نہ ہو تو وہ منظور نہ کریں گے۔ اس طرح رمضان المبارک میں شہرت کے لئے مساجد میں موم بتیاں دیتے ہیں، حالانکہ ان

کی مسجدوں میں سال بھر اندھیرا پڑا رہتا ہے، اس لئے کہ روزانہ تھوڑا سا تیل مسجد میں دینے سے وہ شہرت اور ناموری حاصل نہیں ہوتی جو رمضان میں ایک موم بتی بھیج دینے سے حاصل ہوتی ہے۔ ''صید الخاطر'' ایک کشکول ہے جس میں مصنف نے اپنے قلبی تاثرات، بے تکلف خیالات، زندگی کے تجربات اور منتشر افکار وحوادث قلمبند کئے ہیں۔ اپنی بہت سی کمزوریوں اور غلطیوں کا اعتراف کیا ہے۔ اس کتاب میں جابجا نفس سے مکالمے، سوال و جواب، ذہنی کشمکش کی روداد، معاشرتی زندگی کے تجربے، عورتوں، نوکروں اور دوستوں کے متعلق تجربہ کی باتیں، مفید ہدایات، روزمرہ کے واقعات کی تحلیل، امراض نفسانی کا بیان، مختلف طبقات پر تنقید، نفس کا احتساب اور صدہا کام کی باتیں ہیں۔ اس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت صداقت، سادگی اور بے تکلفی ہے۔ پوری کتاب اپنے زمانہ کے ادباء ومصنفین کے طرز کے خلاف نہایت رواں و بے تکلف عبارت میں لکھی گئی ہے اور اپنے موضوع پر غالباً ایک عرب عالم ومصنف کی پہلی کتاب ہے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب میں چھوٹے چھوٹے واقعات اور روزمرہ کے مشاہدات سے بڑے بڑے نتائج نکالتے ہیں اور یہی ایک عامی اور ایک صاحب نظر میں فرق ہے۔

چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

میں نے دو مزدوروں کو دیکھا کہ ایک بھاری شہتیر اٹھا کر لے جا رہے ہیں اور دونوں کچھ گا رہے ہیں۔ ایک مصرعہ پڑھتا ہے دوسرا ترنم کے ساتھ اس کا جواب دیتا ہے۔ ایک پڑھتا ہے تو دوسرا کان لگا کر سنتا ہے۔ پھر دوسرا اس کو دہراتا ہے یا اسی طرح کے مصرعہ سے جواب دیتا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ اگر وہ ایسا نہ کرے تو ان کو محنت اور بوجھ کا احساس زیادہ ہو لیکن اس ترکیب سے ان کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ذہن اتنی دیر دوسرے کام میں لگ کر ستا لیتا ہے، کچھ سرور حاصل کر لیتا ہے اور جواب کی فکر میں مشغول ہو کر اس میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح راستہ بھی طے ہو جاتا ہے اور بوجھ کے احساس سے غفلت بھی ہو جاتی ہے۔ اس سے میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ انسان نے شرعی ذمہ داریاں اور فرائض کا بڑا بوجھ اٹھا رکھا ہے اور سب سے بڑا بوجھ اپنے نفس کی سیاست ہے، بڑا کام یہ کہ اس کو اس کے مرغوبات سے روکا جائے اور جن چیزوں سے اس کو رغبت نہیں اس پر اس کو قائم رکھا جائے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ صبر کے راستہ کو تسلی اور نفس کی جائز دلداری کی مدد سے قطع کیا جائے۔

جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

''رات بھر چلنے سے سواریاں تھک جائیں اور فریاد کریں تو صبح کی روشنی کی امید دلاؤ اور دن چڑھے آرام کرنے کا وعدہ کرلو!''

اسی طرح کی حکایت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ اور ان کے ایک ساتھی کہیں جا رہے تھے۔ ساتھی کو پیاس لگی تو اس نے کہا:

''اس کنویں سے پانی پی لیں۔''

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''اگلے کنویں سے پی لیں گے۔''

جب وہ کنواں آیا تو بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے اگلے کنویں کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں تک صبر کرو۔ اسی طرح تسلی دیتے ہوئے بہت دور لے آئے۔

پھر اس سے کہا:

''اسی طرح دنیا کا سفر طے ہو جاتا ہے۔'' جس نے اس نکتہ کو سمجھ لیا وہ اپنے نفس کو بہلائے گا، اس کی دلجوئی کرے گا، اس سے وعدہ کرتا رہے گا تاکہ وہ اپنے بوجھ کو سنبھال سکے اور اس پر صبر کرے۔

بعض بزرگان سلف فرماتے تھے:

''اے نفس! میں تجھے تیری مرغوب چیز سے جو روکتا ہوں تو محض شفقت اور خوف کی بناء پر روکتا ہوں۔''

بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا قول ہے:

''اپنے نفس کو خدا کی طرف بڑھائے لیجاتا اور وہ روتا جاتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ ہنستا کھیلتا اللہ کی طرف بڑھنے لگا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ نفس کی خاطر داری اور ملاطفت ضروری ہے اور راستہ اسی طرح طے ہوتا ہے۔''

میں (ابن جوزی) نے دیکھا کہ شکاری کتے جب محلے کے کتوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو محلے کے کتے ان کو دیکھ کر بھونکتے ہیں، بہت شور مچاتے ہیں اور ان کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ان کتوں کی بڑی عزت ہے، ان پر جھول پڑی ہے تو ان کو ان پر حسد آتا ہے۔ لیکن ان کے برخلاف شکاری کتے ان کی طرف توجہ نہیں کرتے، ان کو خاطر میں نہیں لاتے اور ان کے بھونکنے کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اس سے ایسا معلوم ہوا کہ شکاری کتے گویا ان کتوں کی قوم ہی میں سے نہیں ہیں۔ اس لئے مقامی کتے موٹے موٹے بدن اور بھدے اعضاء کے ہیں۔ ان میں امانت کی صفت نہیں، لیکن شکاری کتے نازک اور پھرتیلے ہیں اور جیسا ان کا بدن نازک پھرتیلا ہے اسی طرح ان کی عادات بھی مہذب ہیں۔ وہ جب شکار کرتے ہیں تو کیا مجال ہے کہ اس کو منہ لگائیں۔ مالک کے ڈر سے یا اس کے احسانات کے شکریہ میں وہ اس شکار کو جوں کا توں پہنچا دیتے ہیں۔ اس سے ایک بات تو میں یہ سمجھا کہ ان اور ان میں خاص مناسبت ہوتی ہے۔ اگر وہ لطیف ہے تو یہ بھی لطیف ہیں۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ آدمی کو اس پر حسد نہیں آتا جس کو اپنے طبقہ یا اپنی سطح کا نہیں سمجھتا۔ اسی لئے جس کو اللہ تعالیٰ ایمان و عقل کی دولت سے سرفراز کرے اس کو اپنے اس حاسد پر حسد نہیں ہوتا جو ایمان و عقل سے محروم ہو اور وہ اس کو قابل التفات ہی نہیں سمجھتا۔ اس لئے کہ وہ دوسرے عالم میں ہے اور یہ دوسرے عالم میں ہے وہ دنیا کی بناء پر حسد کرتا ہے اور اس کا مطمح نظر آخرت ہے اور دونوں میں ''بعد المشرقین'' جیسی دوری ہے۔''

امام ابن جوزی علیہ الرحمۃ واقعات کی پوری تحلیل کرتے ہیں اور خود اپنی زندگی کے واقعات میں نفس سے حکیمانہ مکالمہ کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے دعا کی۔ ایک دوسرے صالح بزرگ دعا میں شریک تھے۔ دعا قبول ہوئی لیکن کس کی دعا قبول ہوئی اس پر ان کا اپنے نفس سے مکالمہ ہوا وہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ ایسا معاملہ پیش آیا جس میں اللہ سے مانگنے اور دعا کی ضرورت تھی۔ میں نے دعا کی اور اللہ سے سوال کیا۔ ایک صاحب اصلاح اور اہل خیر بھی میرے ساتھ دعا میں شریک ہو گئے۔ میں نے قبولیت کے آثار دیکھے تو میرے نفس نے کہا:

''یہ اس بزرگ کی دعا کا نتیجہ ہے، تمہاری دعا کا نتیجہ نہیں۔''

میں نے کہا: ''مجھے ایسے گناہوں اور کوتاہیوں کا علم ہے جن کی وجہ سے واقعی مجھے اس کا حق نہیں کہ میری دعا قبول ہو، لیکن کیا تعجب ہے کہ میری ہی دعا قبول ہوئی ہو۔ اس لئے کہ یہ مرد صالح ان گناہوں اور تقصیرات سے محفوظ ہے جس کا مجھے اپنے متعلق علم ہے، لیکن مجھ میں اور اس میں ایک فرق ہے۔ مجھے اس تقصیر کی بناء پر شکستگی اور ندامت ہے اور اس بزرگ کو اپنے معاملہ پر فرحت و سرور ہے اور کبھی اعتراف تقصیر ایسی ضرورتوں کے موقع پر زیادہ کارآمد اور اپنے اعمال کی بناء پر فضل

کا طالب نہیں تو اگر میں ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ ندامت سے گردن جھکا کر اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہوں کہ خدایا! مجھے محض اپنے فضل سے عطا فرما۔ بالکل خالی ہاتھ ہوں! مجھے امید ہے کہ میری سن لی جائے گی۔ ممکن ہے کہ اس بزرگ کی نظر اپنے حسن عمل پر پڑے اور یہ اس کے لئے روگ بن جائے تو اے میرے نفس! میرا دل زیادہ نہ توڑ۔ وہ پہلے ہی بہت ٹوٹا ہوا ہے۔ مجھے اپنے حالات کا ایسا علم ہے جس کا تقاضا ادب و تواضع ہے پھر اپنی تقصیروں کا اقرار ہے ۔جس چیز کا میں نے سوال کیا ہے اس کا بے حد محتاج ہوں اور جس سے سوال کیا ہے اس کے فضل کا یقین ہے۔ یہ سب باتیں اس عابد کو حاصل نہیں تو اللہ اس کی عبادت میں برکت کرے۔ میرا تو اعتراف تقصیر ہی بڑے کام کی چیز ہے۔''

''ایک مرتبہ ایک ایسے معاملہ میں جو شرعاً مکروہ تھا مجھے کچھ کشمکش درپیش تھی۔ نفس کچھ تاویلیں سامنے لاتا تھا، کراہت کو نظر سے ہٹاتا تھا۔ درحقیقت اس کی تاویلات فاسد تھیں اور کراہت کی کھلی دلیل موجود تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور دعا کی کہ اس کیفیت کو دور فرمادے۔ میں نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کردی۔ میرے درس کے سلسلے میں سورہ یوسف شروع ہورہی تھی۔ میں نے وہیں سے شروع کیا، وہ خیال دل پر مستولی تھا، مجھے کچھ خبر نہ ہوئی کہ میں نے کیا پڑھا۔ جب اس آیت پر پہنچا:

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ط

تو میں چونکا اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں ہی اس آیت کا مخاطب ہوں۔ مجھے دفعتاً ہوش آیا، آنکھوں سے غفلت کا پردہ دور ہوا اور میں نے اپنے نفس سے کہا: ''تو نے خیال کیا؟ حضرت یوسف علیہ السلام آزاد تھے، وہ زبردستی اور ظلم سے غلام بنا کر بیچے گئے، انہوں نے اس شخص کا اتنا حق مانا جس نے ان کے ساتھ سلوک کیا تھا اور اس کو اپنا آقا کہا، حالانکہ نہ وہ غلام تھے نہ ان کا کوئی آقا تھا۔ پھر اپنی حق شناسی کی وجہ یہ بیان کیا کہ ''احسن مثوای'' مجھے اچھی طرح سے رکھا۔ اب ذرا اپنے اوپر غور کر! تو حقیقۃً غلام ہے ایسے آقا کا جو تیرے وجود کے وقت سے برابر تیرے ساتھ احسانات کرتا رہا اور اتنے بار اس نے تیری پردہ پوشی کی جس کا کوئی شمار نہیں۔ تجھے یاد نہیں کہ اس نے کس طرح تیری پرورش کی، تجھے سکھایا پڑھایا، تجھے روزی دی، تیری حفاظت کی، خیر کے اسباب مہیا کئے، بہترین راستہ پر تجھے ڈالا، ہر مکروہ و دشمنی سے تجھے بچایا، حسن صورت ظاہری کے ساتھ باطنی ذکاوت وجودت طبع عنایت فرمائی اور علوم کو تیرے لئے سہل بنادیا۔ یہاں تک کہ مختصر سے عرصے میں تجھے وہ علوم حاصل ہوئے جو دوسرے کو طویل عرصے میں نصیب نہیں ہوئے۔

اسی نے تیری زبان پر علوم کو رواں کیا، فصاحت و بلاغت کے ساتھ ان کی تعبیر کی قوت عطا فرمائی، مخلوق سے تیرے عیوب کو چھپایا، ان کا معاملہ تیرے ساتھ حسن ظن کا رہا، تیرا رزق بغیر اہتمام و تکلف کے تجھ تک پہنچایا، کسی کا احسان مند نہیں بنایا اور وہ بھی فراغت و اطمینان و کشائش کے ساتھ، بخدا! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے کس کس احسان کا تذکرہ کیا جائے۔

حسن صورت کا یا صحت اعضاء کا، سلامت مزاج یا اعتدال ترکیب کا، لطافت طبع یا دنائت وابتذال (گھٹیا اور لچرپن) سے بری ہونے کا، بچپن ہی سے سیدھے اور معتدل راستہ کی توفیق کا یا بے حیائیوں اور لغزشوں سے حفاظت کا، منقولات کی ترجیح اور حدیث و سنت کی اتباع اور تقلید جامد سے نجات کا یا مبتدع کی، پیروی اور اس کے سلسلے میں شمولیت سے محفوظ رہنے کا۔

مجھے تو بس یہی آیت بار بار یاد آتی ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا

کتنے دشمنوں نے تیرے لئے جال بچھایا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے بچایا۔ کتنے محافظوں نے تجھ کو سبق کرنا چاہا اور اس نے تجھے سربلندی عطا فرمائی، کتنی نعمتوں سے دوسرے محروم رہے اور تو ان سے سیراب کیا گیا اور کتنے آدمی دنیا سے نامراد چلے گئے اور تو شادکام و فائز المرام ہے۔ اس حالت میں تیرے دن گزر رہے ہیں کہ تیرا جسم صحیح سالم، دین محفوظ، علم روز افزاں، دلی مقاصد پورے، اگر کوئی مقصد بر نہیں آتا تو اس کی طرف سے صبر پیدا کر دیا جاتا ہے اور تجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پورا نہ ہونے میں حکمت الٰہی تھی۔

یہاں تک تجھے یقین آجاتا ہے کہ یہ تیرے حق میں بہتر تھا۔ اگر میں پچھلے احسانات کو گننا شروع کروں تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں اور وہ ختم نہ ہوں اور تجھے معلوم ہے جن احسانات کا تذکرہ میں نے نہیں کیا ہے وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں جن کا ذکر میں نے کیا ہے اور ان کی طرف بھی میں تو نے صرف اشارہ کیا ہے، ان کو بیان نہیں کیا۔ اس سب کے ساتھ مجھ کو ایسا فعل کرنا کیسے زیب دیتا ہے جو اس کی مرضی کے خلاف ہو؟

مَعَاذَ اللهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ایسے مسئلہ پر عمل کیا جس کی بعض مذاہب (فقہیہ) میں گنجائش تھی اور دوسرے مذاہب میں وہ جائز نہ تھا۔ اس پر عمل کرنے سے مجھے اپنے قلب میں بڑی قساوت محسوس ہوئی اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں راندۂ درگاہ اور معتوب ہو گیا۔ مجھے کچھ محرومی اور گہری تاریکی محسوس ہوئی۔ میرے نفس نے کہا:

''یہ کیا بات ہے؟ تم تو دائرۂ فقہاء سے نکلے نہیں۔''

میں نے کہا: ''اے نفس بد! تیرے سوال کا جواب دو طرح سے ہے۔ اول تو یہ کہ تو نے اپنے عقیدہ کے خلاف تاویل کی۔ اگر خود تجھ سے فتویٰ لیا جاتا تو اس کا فتویٰ نہ دیتا۔''

اس نے کہا: ''اگر میں اس کے جواز کا قائل نہ ہوتا تو کرتا کیوں؟''

میں نے کہا: ''اپنے اس خیال کو دوسرے کے لئے بھی فتویٰ کے طور پر پسند نہیں کرتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تجھے ظلمت کے اس احساس پر خوش ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ تیرا دل میں نور نہ ہوتا تو تجھ پر یہ اثر ہی نہ پڑتا۔''

اس نے کہا: ''بہر حال! مجھے اس ظلمت سے جو پلٹ پلٹ کر آتی ہے وحشت ہے۔''

میں نے کہا: ''تو پھر اس فعل کے ترک کا عزم کر لے اور فرض کر لے تو نے جس کو ترک کیا ہے وہ بالاجماع جائز ہے، تب بھی بربنائے ورع و تقویٰ اس کو چھوڑنے کا وعدہ کرے۔'' چنانچہ اس عمل کی وجہ سے اس کیفیت سے اس کو نجات ملی۔''

(فیضان صوفیاء، ص ۳۷۷ تا ۳۸۹)

حضرت ابو العباس احمد بن محمد قصاب علیہ الرحمۃ

امام طبرستان حضرت ابو عبد اللہ خیاطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کا ایک فضل یہ ہے کہ وہ کسی کو بغیر تعلیم کے ایسا بنا دیتا ہے۔ جب ہم کو اصول دین

اور توحید کے دقائق میں کوئی مسئلہ دشوار و مشکل نظر آتا ہے تو ہم جن سے جا کر حل کر لیتے ہیں وہ حضرت ابو العباس قصاب علیہ الرحمہ ہیں۔''

چونکہ آپ امی تھے، لیکن علم تصوف اور اصول دین میں آپ کا کلام بہت ارفع تھا آپ کی حالت ابتداء و انتہا بہت اعلیٰ اور نیک سیرت تھے۔''

(حزب الرحمٰن، ص، ۴۱۲)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر دو اذانوں (یعنی ہر اذان و اقامت) کے درمیان نماز ہے ہر اس شخص کیلئے جو پڑھنا چاہے۔

''قال رسول اللہ ﷺ ان عند کل اذانین رکعتین ما خلا صلٰوۃ المغرب۔ (سنن دار قطنی، ج، کتاب الصلٰوۃ، باب الحث علی الرکوع بین الاذانین فی کل صلٰوۃ والرکعتین قبل المغرب والاختلاف فیہ، سنن بیہقی، ج، کتاب الصلٰوۃ، باب من جعل قبل صلٰوۃ المغرب رکعتین، مسند بزّار''

ترجمہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر دو اذانوں (یعنی ایک اذان اور ایک اقامت) کے درمیان نماز ہے، سوائے مغرب کی نماز کے۔

یہ حدیث احناف کی دلیل بھی ہے اور اختلاف کرنے والوں کا جواب بھی۔

(اعتراض اول):

اس پر بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ''ما خلا صلٰوۃ المغرب'' (سوائے مغرب کی نماز کے) یہ استثناء ضعیف ہے، حتی کہ علامہ ابن الجوزی علیہ الرحمہ نے تو اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ (لیکن یاد رہے کہ علامہ ابن الجوزی نے اس حدیث پر موضوع (من گھڑت) ہونے کا حکم نہیں لگایا، صرف اس حدیث کو صحیح نہیں کہا، چنانچہ تحریر ہے کہ ''لکن لم یحکم علیہ بالوضع وانما قال ھذا حدیث لا یصح'' (الموضوعات لابن الجوزی)

اور صحیح نہ کہنے کی اور اعتراض کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس روایت کی سند کا مدار حیان پر ہے جنہیں فلاس نے کذاب قرار دیا ہے۔

جواب اعتراض اوّل:

پہلی بات تو یہ کہ علامہ ابن الجوزی علیہ الرحمہ کا جرح کے معاملہ میں تشدد معروف ہے، اور دوسرے اس روایت کی مکمل تحقیق علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ میں کی ہے۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ درحقیقت حیان نام کے دو راوی ہیں۔

(۱) حیان بن عبداللہ الدارمی علیہ الرحمہ۔

(۲) حیان بن عبید اللہ البصری علیہ الرحمہ اور حیان بن عبداللہ الدارمی علیہ الرحمہ کو بلاشبہ فلاس نے کذاب قرار دیا ہے، لیکن حیان بن عبید اللہ البصری علیہ الرحمہ صدوق ہیں اور یہ روایت انہی سے مروی ہے۔

''قال فیہ ابو حاتم صدوق وقال اسحٰق بن راھویہ کان رجل صدوق وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن حزم مجھول لم یصب۔ (اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ، ج، ص، نقلا عن المیزان)''

ابو حاتم نے حیان بن عبید اللہ البصری رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ صدوق ہیں، اسحاق بن راہویہ نے ان کے بارے میں کہا کہ وہ سچے آدمی ہیں، اور ابن حبان رحمہ اللہ نے ان کو ثقہ رُوات میں ذکر کیا ہے، اور ابن حزم ظاہری نے مجہول کہا ہے، لیکن یہ درست نہیں۔

(اعتراض ثانی):

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس بات پر اعتراض کیا ہے، جسے علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے کہ: "رواہ حیان بن عبید اللہ عن عبد اللہ بن بریدۃ واخطأفی اسنادہ واتی بزیادۃ لم یتابع علیھا (بیہقی)"

ترجمہ: حیان بن عبید اللہ رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن بریدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا، اور اپنی سند میں غلطی کی، اور ایسے اضافہ کو لائے، جس کا کوئی متابع بھی نہیں۔

پھر امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا بھی قول نقل کیا جس میں وہ فرماتے ہیں:

"بان ھٰذہ الروایۃ خطأان ابن المبارک قال فی حدیثہ عن کھمس فکان ابن بریدۃ یصلی قبل المغرب رکعتین فلو کان ابن بریدۃ قد سمع من ابیہ عن النبی ﷺ ھٰذا الاستثناء الذی زاد حیان بن عبید اللّٰہ فی الخبر مما خلا صلٰوۃ المغرب لم یکن یخالف خبر النبی ﷺ" (سنن کبریٰ بیہقی، ج، ص، باب من جعل قبل صلٰوۃ المغرب رکعتین)

یہ روایت غلط ہے، عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (کی سند) میں عن کھمس فرمایا، پس ابن بریدہ تو مغرب سے قبل دو رکعت پڑھتے تھے، چنانچہ اگر ابن بریدہ نے اپنے والد سے سنا ہوتا کہ نبی ﷺ سے یہ استثناء مروی ہے، جو حیان بن عبید اللہ رحمہ اللہ نے اپنی روایت میں زیادہ کیا ہے کہ سوائے مغرب کی نماز کے، تو وہ نبی کریم ﷺ کی روایت کے مخالف عمل نہیں کرتے۔

جواب اعتراض ثانی:

اس کا جواب علامہ علاء الدین علیہ الرحمہ نے دیا ہے، جو درج ذیل ہے:

"وقال علاء الدین الماردینی فی الجوھر النقی قلت اخرج البزار ھٰذا الحدیث (ای حدیث حیان بن عبید اللہ البصری) ثم قال حیان رجل من اھل البصرۃ مشھور لیس بہ بأس وقال فیہ ابو حاتم صدوق وذکرہ ابن حبان فی الثقات من اتباع التابعین واخرج لہ الحاکم فی ابواب الزنا حدیثا وصحح اسنادہ فھذہ زیادۃ من ثقۃ فیحمل علی ان لابن بریدۃ فیہ سندین سمعہ من ابن مغفل تلک الزیادۃ وسمعہ من ابیہ بالزیادۃ (فی ذیل سنن کبریٰ بیہقی)

علامہ علاء الدین الماردینی رحمہ اللہ نے الجواہر النقی میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ بزار نے اس حدیث کی تخریج کی ہے (یعنی حیان بن عبید اللہ البصری رحمہ اللہ والی حدیث کی)، پھر فرمایا کہ حیان بصرہ کا مشہور آدمی ہے، اس سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں، ابو حاتم نے حیان بن عبید اللہ البصری رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ صدوق ہیں، ابن حبان رحمہ اللہ نے ان کو تابعین کی اتباع کرتے ہوئے ثقہ رُوات میں ذکر کیا ہے، اور امام حاکم نے بھی ابواب زنا میں ان کی ایک حدیث درج کی ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، لہٰذا یہ اضافہ ایک ثقہ راوی کی طرف سے ہے چنانچہ اس بات کو اس پر محمول کیا جائے گا، کہ ابن بریدہ کی اس

روایت کی دوسندیں ہیں، ایک یہ کہ انہوں نے ابن مغفل سے اس اضافہ کے ساتھ اس حدیث کو سنا اور ایک یہ کہ انہوں نے اپنے والد سے اس حدیث کو بغیر اضافہ اور استثناء کے سنا۔(جواب ثانی للشوافع الحنابلة)

بعض علماء نے فرمایا کہ "بین کل اذانین صلٰوۃ یہ حکم تغلیبا ہے، للاکثر حکم الکل" کے طور پر، یعنی باقی سب فرض نمازوں سے قبل سنتیں ہیں، تو اکثر نمازوں کا جو حکم ہے، اس حکم کو سب کا حکم شمار کر کے کہہ دیا گیا ہے، حاصل یہ ہے کہ **بین کل اذانین صلوۃ** یہ اکثر نمازوں کا حکم ہے، (تمام کا نہیں ہے) جسے تمام نمازوں کے حکم کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ **بین کل اذانین صلٰوۃ** (ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے)، یہاں دو اذانوں سے مراد ایک تو اذان ہے اور دوسری اقامت ہے، لیکن تغلیباً اذانین فرمایا گیا، جیسا کہ کہا جاتا ہے شمسین، قمرین وغیرہ، گویا اس حدیث میں دو تغلیبیں ہیں، ایک **من حیث اللفظ و التعبیر** اور دوسری **من حیث الحکم**۔

"عن طاؤس قال سئل ابن عمر عن الرکعتین قبل المغرب فقال ما رأیت احدا علی عهد رسول الله ﷺ یصلیها (ابو داؤد، ج، ص، باب الصلوٰۃ قبل المغرب، سنن کبریٰ بیهقی، ج، ص، باب من جعل قبل صلوٰۃ المغرب رکعتین)"

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مغرب سے پہلی کی دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کسی کو ان دو رکعتوں کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

جن علماء نے **رکعتین قبل المغرب** کو مستحب کہا ہے، وہ اس روایت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ عدم رؤیت عدم وجود کو مستلزم نہیں، یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مغرب سے قبل کسی کو دو رکعت پڑھتے ہوئے نہ دیکھنا، ان دو رکعت کے نہ ہونے کو لازم نہیں، نیز قاعدہ ہے کہ مثبت نافی سے اولیٰ ہوتا ہے (**کما فی الکوکب**)

لیکن شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ اس قاعدہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، چنانچہ جس مقام پر نفی **من جنس ما یعرف بدلیله** (یعنی ایسی نفی ہو جو دلیل سے جانی جاتی) ہو، وہاں وہ نفی اثبات کے مساوی ہوتی ہے، اس لئے کہ اثبات کو نفی پر ترجیح اس لئے ہے کہ مثبت کے پاس زیادہ علم ہوتا ہے، بخلاف نفی کے کہ نفی کبھی صرف ظاہر حال کو دیکھ کر بغیر دلیل کے بھی کر دی جاتی ہے۔

لیکن جو نفی **من جنس ما یعرف بدلیله** کے قبیل سے ہو، وہ صرف ظاہر حال کے اعتبار سے نہیں ہوتی، وہاں نفی کرنے والے کے پاس دلیل بھی ہوتی ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات کہ میں نے کسی کو رکعتین پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، گویا وہ اپنا مشاہدہ بیان کر رہے ہیں، لہٰذا یہ بلا دلیل کے نہیں ہے تو پتا چلا کہ یہ نفی اثبات کے مساوی والی نفی ہے۔ لیکن یہ ذہن میں رہے کہ شیخ ابن الہمام علیہ الرحمۃ کا مقصد اس وضاحت سے صرف قاعدۂ اصولیہ پر متنبہ کرنا ہے۔

"ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ:

قال لم یصل ابو بکر ولا عمر ولا عثمان رضی الله عنهم قبل المغرب رکعتین (بیهقی، ج، ص، باب من جعل قبل صلوٰۃ المغرب رکعتین)"

وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے مغرب سے قبل کی دو رکعت نہیں پڑھی۔

سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے مغرب سے قبل کی دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے کسی فقیہ کو ان دو رکعتوں کو پڑھتے

ہوئے نہیں دیکھا سوائے سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے۔

ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ میں نے کوئی ایسا صحابی نہیں پایا جوان دو رکعتوں کو پڑھتا ہو سوائے سعد بن مالک کے، امام احمد سے مروی ہے کہ جب میں نے لوگوں کا اس پر عمل نہیں پایا تو میں نے اسے ترک کر دیا۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان روایات سے سنیت کی نفی تو ثابت ہوتی ہے لیکن عدمِ جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ان روایات میں پڑھنے کی نفی ہے، نہی نہیں، جبکہ جواز پر شافعیہ کے پاس مضبوط دلائل ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

"عبد اللہ المزنی عن النبی ﷺ قال: صلوا قبل المغرب قال فی الثالثة: لمن شاء کراهية ان یتخذها الناس سنة۔ (صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب الصلوٰة قبل المغرب، ابو داؤد، باب الصلوٰة قبل المغرب)"

عبد اللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھو، پھر آپ ﷺ نے تیسری بار یوں فرمایا کہ جو چاہے وہ پڑھے، آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا کہ لوگ اسے سنت سمجھ لیں۔

اس روایت میں **صلاۃ قبل المغرب** کا امر وارد ہے، لیکن ساتھ میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ **لمن شاء** کہ جس کا جی چاہے پڑھے، یہاں آپ ﷺ نے ثواب و فضیلت کا ذکر اور ترغیبی، کوئی پہلو اختیار نہیں فرمایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو رکعت پڑھنے کی تو رخصت ہے، البتہ یہ مندوب اور مرغوب فیہ نہیں ہیں۔

"عن انس بن مالک قال: المؤذن اذا اذن قام ناس من اصحاب النبی ﷺ یبتدرون السواری حتی یخرج النبی ﷺ وهم کذلک یصلون رکعتین قبل المغرب ولم یکن بین الاذان والاقامة شیٔ (صحیح بخاری، ج، ص، کتاب الاذان، باب کم بین الاذان والاقامة)"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں) جب مؤذن اذان دیتا، تو صحابہ میں سے کچھ لوگ ستونوں کی طرف لپکتے تھے (تاکہ نماز کھڑی ہونے سے قبل دو رکعت پڑھ لیں) یہاں تک نبی کریم ﷺ (حجرہ مبارک) سے نکل آتے، اور وہ اسی طرح نماز پڑھتے رہتے، مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے رہتے، اور اذان اور اقامت میں کچھ زیادہ فاصلہ نہ ہوتا۔

اس حدیث کے سیاق سے پتا چلتا ہے کہ اکابر صحابہ کرام (علیہم الرضوان) ایسا نہیں کرتے تھے، جیسا کہ لفظ ناس (کچھ لوگ) سے مترشح ہوتا ہے۔

"عن انس بن مالک قال: صلیت الرکعتین قبل المغرب علی عهد رسول اللہ ﷺ قال قلت لانس اراکم رسول اللہ ﷺ قال نعم رانا فلم یامرنا ولم ینهنا (ابو داؤد، ج، ص، باب الصلوٰة قبل المغرب)"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مغرب (کے فرائض) سے پہلے دو رکعت پڑھی ہیں، اس پر شاگرد نے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یہ دو رکعت پڑھتے دیکھا ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں دیکھا ہے لیکن آپ ﷺ نے نہ ہمیں اس کا حکم فرمایا اور نہ ہی اس سے روکا۔

(فیوضات الرضویہ فی تشریحات الهدایہ المعروف بہ شرح ہدایہ: ج، ۲، ص، ۱۷)

فصل ثالث:

حدیث الموضوعات ابن جوزی، اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب فی ذکر(ہ) احادیث(شنیعۃ) مخالفۃ للنقل والعقل، (وما) ومما لم یصب فیہ اطلاقہ الوضع علی احادیث بکلام بعض الناس فی رواتها، کقولہ فلان ضعیف اولیس بالقوی اولین ولیس ذلک الحدیث ممایشہد القلب ببطلانہ ولا فیہ مخالفۃ ولا معارضۃ لکتاب ولا سنۃ ولا اجماع ولا حجۃ بانہ موضوع سوے کلام ذلک الرجل فی رواتہ(راویہ) وھذا عدوان ومجازفۃ۔(انتہی)

ترجمہ: ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی تو اس میں انہوں نے ایسی روایات کی نشان دہی کر کے بہت ہی اچھا کیا جو عقل ونقل کے خلاف ہیں، لیکن بعض روایات پر وضع کا اطلاق اس لئے کر دیا کہ ان کے بعض راویوں میں کلام تھا، یہ درست نہیں کیا، مثلاً راوی کے بارے میں یہ قول کہ فلاں ضعیف ہے یا وہ قوی نہیں یا وہ کمزور ہے یہ حدیث ایسی نہیں کہ اس کے بطلان پر دل گواہی دے نہ اس میں مخالف ہے نہ یہ کتاب وسنّت اور اجماع کے معارض ہے اور نہ ہی یہ اس بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے ماسوائے راویوں میں اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی وتخمین ہے۔

(تدریب الراوی، النوع الحادی والعشرون، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱/۲۷۸)(التعقبات علی الموضوعات، باب فضائل القرآن، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ، ص۸)
(فتاویٰ رضویہ، ج۵، ص۴۵۳، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۲) ابن جوزی اور امام شوکانی وہابیہ:

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

تذیل: یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے تھے، ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس ۴۰ برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون وجذام وبرص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس ۵۰ سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ ۶۰ برس والے کو توبہ وعبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد ۷۰ سالہ کو اللہ ﷻ اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسی ۸۰ برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوے ۹۰ برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ ﷻ کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے، بطریق عدیدہ روایت کر کے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لیس بشیٔ ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ واہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا ہے ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عرزمی متروک اور عباد بن عباس مستحق ترک اور [illegible] کو یحییٰ بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوفی مجہول اور عائذ ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

ھذا غایۃ مابدی ابن الجوزی دلیلا علی ماحکم بہ من الوضع، وقد افرط وجازف فلیس مثل ھذہ المقالات توجب الحکم بالوضع بل اقل احوال الحدیث ان یکون حسنا لغیرہ۔ انتہی

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکمِ وضع کیا اُس کی دلیل میں انتہادرجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بیبا کی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکمِ وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔

(فتاوٰی رضویہ، ج،۵،ص،۴۶۰،رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۳) موضوعات: سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا تمہیں اتنا کافی تھا

جلیلہ(ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں)

الآلی میں ہے:

اخرج ابن عساکر فی تاریخه من طریق ابی علی مهران بن هارون الحافظ الهازی قال سمعت ابامعین الحسین بن الحسن الطبری، یقول اردت الحجامة یوم السبت فقلت للغلام ادع لی الحجام فلما ولی الغلام ذکرت خبر النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من احتجم یوم السبت ویوم الاربعاء فاصابه وضح فلا یلو من الا نفسه قال فدعوت الغلام ثم تفکرت فقلت هذا حدیث فی اسناده بعض الضعف فقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاه، فاحتجمت فاصابنی البرص، فرأیت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاک والاستهانة بحدیثی فنذرت لله نذرا لئن اذهب الله مابی من البرص لم اتهاون فی خبر النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم صحیحا کان او سقیما فأذهب الله عنی ذلک البرص۔

ترجمہ: امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے، ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام کو بُلا لا، جب وہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے، غرض لگالئے، برص ہوگئی، خواب میں حضور اقدس ﷺ سے فریاد کی، فرمایا: ایاک والاستهانة بحدیثی (دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا) اُنہوں نے منّت مانی اللہ تعالٰی اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف، اللہ ﷻ نے شفا بخشی۔

(اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ، کتاب المرض والطب، مطبعہ ادبیہ مصر، ۲/۲۱۹)

مفیدہ (بُدھ کے دن ناخن تراشنے کے امر میں):

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی علیہ الرحمہ نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

"قص الاظفار وتقلیمها سنة ورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البرص، وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فرای النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی منامه فشکی الیه فقال له الم تسمع نهیی عنه، فقال لم یصح عندی، فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم یکفیک انه سمع، ثم مسح بدنه بیده الشریفة، فذهب مابه فتاب عن مخالفة ماسمع۔ اه"۔

ترجمہ: یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بُدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورثِ برص ہوتا ہے، بعض علما نے کتروائے، کسی نے بر بنائے حدیث منع کیا

فرمایا حدیث صحیح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے، خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پُرنور محبوب ذی الجلال ﷺ سے مشرف ہوئے، شافی کافی ﷺ کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا ﷺ نے فرمایا تم نے نہ سُنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس کو پناہِ دو جہان و دستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے اور اُسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سُن کر مخالفت نہ کرونگا۔

(نسیم الریاض شرح الشفا، فصل واما نظافۃ جسمہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱/ ۳۴۴)

یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

وردفی بعض الاٰثار النهی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانه یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره یوم الاربعاء، فتذکر ذلک، فترک، ثم رای ان قص الاظفار سنة حاضرة، ولم یصح عنده النهی فقصها، فلحقه ای اصابه البرص، فرأی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی النوم فقال الم تسمع نهیی عن ذلک، فقال "یارسول الله لم یصح عندی ذلک" فقال یکفیک ان تسمع، ثم مسح صلی الله تعالٰی علیه وسلم علی بدنه فزال البرص جمیعا، قال ابن الحاج رحمة الله تعالٰی فجددت مع الله، توبة انی لااخالف ماسمعت عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ابداً۔

ترجمہ: بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کتروانے والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انہیں یہ نہیں والی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کتروانا سنّت سے ثابت ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انہیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہُوئی سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے نہیں سُنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا سُن لینا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہو گیا۔ ابن الحاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالٰی کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم ﷺ سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی البیع، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان، ۴/ ۲۰۲)

(۴) موضوعات:

(موضوعیتِ حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) سنتِ متواترہ (۳) یا اجماعِ قطعی قطعیات الدلالۃ (۴) یا عقل صریح (۵) یا حسن صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمالِ تاویل و تطبیق نہ رہے۔ (۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور پُرنور ﷺ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا۔

(فتاوٰی رضویہ، ج۵، ص۴۹۹، ۵۰۱، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۵) فیصلہ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! جب محلِ احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں، اور ان فوائد نفیسہ جلیلہ مفیدہ سے بحمد اللہ تعالیٰ عقل سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہو گیا کہ ضعیف حدیث اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظِ سند کیسی ضعاف تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوئیں، کاش منکر اِن فضائل کو بھی اللہ ﷻ تعظیم حدیث مصطفی ﷺ کی توفیق بخشے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے، آمین!

(فتاوی رضویہ، ج، ۵، ص، ۵۰۱، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

فصل رابع:

اعتراضات و جوابات:

امام عبداللہ بن اسعد یافعی، قدس سرہ، متوفی، ۷۶۸ھ، لکھتے ہیں:

منهم: ابو الفرج بن الجوزی علیه الرحمة بالغ فی انكار بعض حكایاتتم من ذلک: حكایة الشیخ ابی حمزة الخراسا رضی الله عنه وقد تقدمت، ولكن نعیدها ههنا لایراد الجواب قال رضی الله عنه: حججت سنة من السنین، فبینا انا امشی اذ وقعت فی بئر، فنازعتنی نفسی ان استغیث، فقلت: والله لا استغیث باحد، فما استتمَ هذا الخاطر حتی مرّ برأس البئر رجلان، فقال احدہما للآخر: تعال نسد رأس هذا البئر لئلا یقع فیه احد فأتوا بقصب و باریة و طمسوا رأس البئر، فهممت ان اصیح ثم قلت فی نفسی: الی من هو اقرب منهما و سكت، فبینما انا بعد ساعة اذا بشیء جاء فكشف عن رأس البئر، و ادلی رجلیه و كأنه یقول: تعلّق بی فی همهمة منه كنت اعرف منه ذلک، فتعلقت به فأخرجنی فاذا هو سبع، فمر و هتف بی هاتف یا ابا حمزة الیس هذا احسن، نجیناک من التلف بالتلف۔

خاتمہ کتاب پر امام علامہ یافعی علیہ الرحمہ بعض علماء کے ان شبہات کا جواب دیتے ہیں، جو انہوں نے اولیاء اللہ اور فقراء پر وارد کیے ہیں امام یافعی علیہ الرحمہ کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے۔

شیخ حمزہ علیہ الرحمہ کی حکایت پر اعتراض و جواب

ابو الفراج ابن جوزی اولیاء اللہ کی بعض حکایات کے انکار میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں انہوں نے شیخ ابو حمزہ خراسانی علیہ الرحمہ کے اس واقعہ پر بھی اعتراض کیا ہے۔

سفر حج کے دوران ایک ویران علاقے سے گزرتے ہوئے شیخ ابو حمزہ خراسانی علیہ الرحمہ رہ گزر کے ایک کنویں میں جا گرے۔ مقرب الٰہی، عارف حق موحد تھے۔ خیال آیا کہ کسی کو مدد کے لیے پکاروں مگر پھر کیا کہ بخدا کسی غیر سے مدد نہ مانگوں گا۔ اسی اثناء میں کنویں کے دہانے پر دو شخص آئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ کنواں سر راہ ہے اور نہایت خطرناک ہے۔ اس میں کوئی اجنبی گر سکتا ہے۔ لاؤ اسے بند کر دیا جائے۔ شیخ کے دل میں پھر خیال آیا کہ ان لوگوں سے کہہ کر جان بچاؤں مگر اپنا عہد یاد کر کے خاموش رہے۔ ان لوگوں نے کنویں کا منہ بالکل بند کر دیا، اور چلے گئے شیخ ابو حمزہ علیہ الرحمہ نے رگ جاں سے قریب تر

ذات کی طرف توجہ کی اوراسی پر اعتماد کئے بیٹھے رہے۔ پھر کچھ دیر بعد انہیں آہٹ ملی جیسے کوئی کنویں کا منہ کھول رہا ہے اوراس کے بعد اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا دیں۔ شیخ نے تائید غیبی سمجھ کر ٹانگ پکڑ کر خود کو کنویں سے نکال لیا۔ باہر آ کر انہوں نے دیکھا کہ ایک جان لیوا خونخوار درندہ ہے۔ اسی وقت کانوں میں آواز آئی۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ ایک جان لیوا مخلوق کے ذریعہ ہم نے تمہاری جان بچادی۔

قلت: وما انكره المذكور عليه الرحمة فى هذه الحكاية وان هذا الذى فعله ابو حمزة لا يجوز ليس بصحيح، لان ابا حمزة المذكور صدر منه هذا وقد منح يقينا كاملا وقلبا شاهدا وحالا عاليا، وحياء زاجرا له وحاجزا عليه ان يلتفت الى غير مولاه او يرى معه سواه، كما قال الشيخ ابو الحسن الشاذلى رضى الله عنه انا لا نرى مع الحق احدا، ان كان ولا بد فكالهباء فى الهواء ان فتشتهلم تجده شيئا۔

جواب میں امام یافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں علامہ ابن جوزی کا یہ اعتراض درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت شیخ ابوحمزہ علیہ الرحمہ سے یہ فعل ایسی حالت میں صادر ہوا جب کہ انہیں یقین کامل، قلب بصیر، اور حال بلند عطا ہو چکا تھا۔ وہ اپنے آقا ومولیٰ کے سوا کسی اور سے استمداد کو اپنی حیاء کے خلاف سمجھنے لگے تھے۔ جیسا کہ حضرت شیخ شاذلی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے۔

ہم اللہ کے ساتھ مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیکھتے اور کبھی اگر ضرورتا دیکھنا بھی ہوتا ہے تو انہیں یوں پاتے ہیں جیسے ہوا میں ذرات کا وجود، جو تفتیش کے بعد کچھ بھی نہیں ہوتے''۔

قلت: ولو حصل للمنكر عليهم بعض ما حصل لهم ما انكر عليهم، والعجب من المنكر المذكور فى انكار مثل هذا مع انه يعتقد القوم ويطرز كلامه بكلامهم وحكاياتهم وكراماتهم، وكيف ينكر مثل هذه الحكاية على من صار فانيا عما سوى الحق صاحب قلب مشاهد، لا يرى فى الملك والملكوت الا من هو اقرب اليه من نفسين، كاشف الضر الاله الواحد، والعجب كل العجب ان هذا الذى انكره له شاهد فى الشرع اى شاهد، وذلك ما جاء ان ابراهيم الخليل عليه السلام لما القى فى النار عرض له جبريل عليه السلام فى الهواء بامر الله تعالى له الك حاجة؟ فقال: اما اليك فلا، قال: فاسأل ربك، فقال: حسبى من سؤالى علمه بحالى، وقال: حسبى الله ونعم الوكيل، فهل كان هذا من ابراهيم عليه السلام الا كمال يقين ومقام رفيع مكين۔

میں کہتا ہوں کہ منکر پر اگر وہ حالت طاری ہو جائے جو ان حضرات پر طاری تھی تو یہ اس کا انکار نہ کریں اوراس انکار میں ایک تعجب کا پہلو یہ بھی ہے کہ ابن جوزی بزرگوں کے معتقد ہیں اوران حضرات کے کلام اور واقعات وکرامات سے اپنے کلام کو آرائش دیتے ہیں۔ اس کے باوجود ایک ایسے اہل اللہ جنہوں نے ماسواء اللہ سے خود کو فنا کر کے قلب روشن حاصل کیا، اور ملک وملکوت میں ذات واحد کے سوا ہر ایک سے اپنے نفس کو یک سو کیا، ان کی حکایت کا کیوں انکار کیا؟

اوراس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جس کرامت کا انہوں نے انکار کیا ہے، اس کا ثبوت خود شرع میں موجود ہے، جو'' شاہد کامل'' ہے اور وہ یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبریل علیہ السلام رب تعالیٰ کے حکم سے ہوا میں حاضر ہوئے اورعرض کیا **هل لک حاجته**؟ کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ جواب دیا۔ اما الیک فلا مگر آپ سے تو مجھے حاجت نہیں ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا فاسئل ربک اپنے پروردگار ہی سے سوال کیجئے۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جواب دیا **حسبی من سوالی علمه بحالی حسبی الله ونعم الوکیل** اس بارگاہ میں مجھے عرض وسوال کی کیا ضرورت؟

وہ خود میرے حال کو جانتا ہے۔ یہ جو کچھ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے صادر ہوا آخر یہ کیا تھا؟ ان کا یقین کامل اور مقام بلند ہی تو تھا؟

وایضا فقد ذکر العلماء رضی اللہ عنہم ان الناس فی التوکل علی ثلاثۃ اقسام: القسم الاول قوم سلموا انفسھم للہ فلم یجلبوا الھا نفعا ولا دفعوا عنھا من الضر دفعا، وطردوا ذلک فی کل شیء من الضرورات وغیرھا، فلم یتحفظوا من عدو ولا سبع، ولا تسببوا لنفوسھم بسبب من الاسباب حتی کان بعضھم یمر بالشجرۃ فتلزم ثوبہ بشوکھا، فلا یتسبب فی تخلیص الثوب حتی تھب الریح فتخلصہ۔ وقد قال قطب المقامات الیقین، وحجۃ اللہ علی العارفین ابو محمد سھل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ: اول مقام فی التوکل ان یکون العبد بین یدی اللہ سبحانہ کالمیت بین یدی الغاسل، یقلبہ کیف شاء لا یکون لہ حرکۃ ولا تدبیر۔ القسم الثانی من الاقسام الثلاثۃ: قوم تسببوا فی الضرورات دون غیرھا جلبا ودفعا، ضرا ونفعا، وھذہ الطریقۃ علیھا الجمھور من الانبیاء والاولیاء، ومن ھذا القبیل ما احتج بہ المنکر من احتراز النبی ﷺ من الاعداء الکفار فی ھجرتہ، واختبائہ فی غار ثور وغیر ذلک، فھذہ طریقۃ جمھور الانبیاء علیھم السلام کما ذکرنا، فلیس فی ذلک للمنکر حجۃ، لان بعض الاولیاء لا یحترزون ولا یتسببون لنفوسھم فی شیء اصلا کما قدمنا، وقد تصدر منھم اشیاء فی حال من احوال غالبۃ علیھم تسلبھم الاختیار، فلا یقاسوا بغیرہم ولا نقول ان تارک التسبب فی الضرورات افضل من المتسبب فیھا من الاولیائ، بل قد یکون الامر بالعکس، ولم یکن النبی ﷺ محترزا فی کل شیئ، بل قد کان یواجہ بعض المخاوف وحدہ کیوم حنین وغیرہ، وکذلک اصحابہ رضی اللہ عنھم وکذلک کثیر فی الاحادیث التی یطول ذکرھا۔ واما قوۃ احوال بعض الاولیاء وما اعطوا من الیقین والکرامات فکلھا مستمدۃ من فیض فضلہ ﷺ، ومنسوبۃ الیہ، وقد کان ﷺ مشرعا یسلک الطریق السھلۃ التی یقوی علی سلوکھا العام والخاص، ولو سلک مقدم الرکب والقوافل طریقا وعرۃ یقوی ھو علی سلوکھا دون کثیر منھم لم یکن بھم رؤوفا رحیما، ولکنہ ﷺ کما قال اللہ تعالٰی: عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم۔ (توبہ: ۱۲۸) جزاہ اللہ عنا افضل الجزائ، وقد یسلک بعض الاقویاء من القوافل بعض الطرق الوعرۃ لمصلحۃ ولا یمنعہ المقدم۔ القسم الثالث من الاقسام الثلاثۃ فی التوکل: قوم دخلوا فی الاسباب کلھا فی الضرورات وغیرھا، لکن مع اعتمادھم علی المسبب دون السبب۔

اس کے علاوہ اہل تحقیق علماء عظام نے بیان فرمایا ہے کہ توکل کے لحاظ سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔

اہل توکل کی پہلی قسم

وہ لوگ جنہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا، اب وہ نہ اپنی ذات کے لئے نفع حاصل کرتے ہیں اور نہ خود سے دفع ضرر کرتے ہیں، اور وہ حضرات اپنے اصول کو ضروریات اور غیر ضروریات تمام پر جاری رکھتے ہیں، خود کو نہ اپنے دشمنوں سے بچاتے ہیں اور نہ درندوں سے۔ گویا اپنے لئے کوئی سبب اور ذریعہ پیدا ہی نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض کا یہ حال ہے کہ ان کا کپڑا اگر کسی جھاڑی میں الجھ جائے تو کپڑے کو کانٹے سے چھڑانا بھی گوارا نہیں فرماتے۔ تا آنکہ

ہوا چلے اور کپڑے کو جھاڑی سے آزاد کردے۔قطب وقت، حجۃ اللہ، امام العارفین ابو محمد سہل بن عبد اللہ علیہ فرماتے ہیں۔توکل کا اوّل تر مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے ایسا بن جائے جیسے مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ وہ اسے جدھر چاہے حرکت دے کر الٹ پلٹ کرے اس کی اپنی کوئی حرکت اور تدبیر نہ رہے''۔

اہل توکل کی دوسری قسم

اہل توکل کی دوسری قسم میں وہ حضرات جو ضروریات میں اسباب تلاش کرتے ہیں اور غیر ضروری چیزوں میں ایسا نہیں کرتے۔وہ چاہے دفع ضرر کے لئے ہو یا فائدہ حاصل کرنے کے لئے، اسی پر تمام انبیاء و مرسلین ﷺ کا عمل ہے۔اسی قبیل سے حضور نبی اکرم ﷺ کا ہجرت کے سفر میں کفار سے بچ کر غار ثور میں پوشیدہ ہونا بھی ہے (جسے منکر نے اپنی دلیل میں پیش کیا ہے) مگر بعض اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہم اس سے بھی احتراز کرتے ہیں اور اپنی ذات کے لئے کوئی سبب نہیں ڈھونڈتے۔ان حضرات سے غلبہ حال میں جس وقت کہ ان کے اختیارات مسلوب ہوتے ہیں، کچھ ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں جن پر سب کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ کلیۃً ترک اسباب کرنے والے اولیاء اللہ، دوسری قسم والوں سے افضل ہیں، بلکہ کبھی معاملہ بالعکس ہوتا ہے خود نبی کریم ﷺ ہر سبب سے احتراز نہیں فرماتے تھے۔کبھی نہایت خوفناک اور خطرناک مقامات پر تنہا تشریف لے جاتے تھے جیسے یوم حنین وغیرہ اسی طرح آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم بھی سے جو اکثر احادیث میں مذکور ہے، اس کا ذکر طویل ہے۔

اور اولیاء اللہ کی قوت، احوال، اور دولت یقین و کرامات سب کی سب آپ ہی کی عنایات اور فضل و کرم کا فیض ہے ﷺ اور سب آپ کی جانب منسوب ہیں۔

اور رسول اکرم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ آسان طریق پر گامزن ہوتے، جس پر خواص و عوام سہولت سے چل سکیں سرکار اس راہ کے تمام شہ سواروں اور قافلوں سے مشکل ترین راہ پر چل سکتے تھے، مگر اس صورت میں آپ کی شان رؤفی و رحیمی کا اظہار کیسے ہوتا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ان سخت گراں ہے۔تمہارا مشقت میں پڑنا بہت چاہنے والے ہیں تمہاری بھلائی کو، ایمان والوں پر نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والے ہیں۔جزاہ اللہ عنا افضل الجزاء اور بعض مردان قوی، قافلوں کے اندر، خوفناک راہوں پر سب سے آگے آگے چلتے ہیں حالانکہ انہیں لوگ منع بھی کرتے۔

اہل توکل کی تیسری قسم

توکل کے سلسلہ میں تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو عالم اسباب سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں خواہ وہ اسباب ضروریہ ہوں یا غیر ضروریہ مگر ان کا اعتماد اور بھروسہ ذات مسبب الاسباب (اللہ تعالیٰ) ہی پر ہوتا ہے۔

ومما انكر المنكر المذكور ما حكى عن بعضهم۔قال الشيخ ابو بكر الشبلي رضى الله عنه: قال لي خاطري يوما: انت بخيل؟ فقلت: ما انا بخيل۔فقال: بلى انت بخيل، فقلت: ما انا بخيل، فقال: بلى انت بخيل، فنويت ان اول شيء يفتح على اعطيه اول فقير القاه، فما تم هذا الخاطر حتى دخل على فلان سماه، بخمسين دينارا فاخذتها وخرجت فاول من لقيت فقيرا ضريرا، او قال: اكمه بين

یدی مزین یحلق شعرہ، فناولتہ ذلک، فقال: اعطہ المزین، فقلت: انہا دنانیر، فرفع رأسہ الیّ و قال: ما قلنا لک انک بخیل، فناولتہا المزین فقال: منذ قعد الفقیر بین یدیّ عقدت مع اللہ تعالیٰ عقدا ان لا آخذ علی حلاقتہ شیئاً، قال: فاخذتہا و ذھبت بہا الی البحر و رمی و رمیتہا فیہ و قلت: فعل اللہ بک و فعل، ما احبک احد الا اذلۃ اللہ، رضی اللہ تعالی عن الثلاثۃ و نفعنا بہم وقلت: فالجواب عن اعتراض المعترض و انکار المنکر و زعمہ ان ھذہ اضاعۃ مال من ثلاثۃ اوجہ احدھا: ان یکون فعل ذلک فی حال ورد علیہ و ذو الحال الغائب غیر مکلف۔ والثانی: ان یکون شھد فیہا سما مھلکا کل من صارت الیہ فاتلفہا کما تتلف الافعی۔ والثالث: ان یکون باشارۃ مؤذنۃ بالاذن اضطرتہ الی ذلک بحیث لم یجد عنہ محیصا، واللہ اعلم۔

حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کے عمل پر اعتراض

علامہ ابن جوزی نے حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کے اس واقعہ پر بھی اعتراض کیا ہے جس میں آیا ہے کہ آپ کے دل میں ایک بار یہ بات آئی کہ ’’تو بخیل ہے، پھر انہوں نے ارادہ کیا کہ مجھے اب جو ملے گا، راہ خدا میں دوں گا۔ چنانچہ پچاس دینار ملے اور انہوں نے ایک فقیر کو دینا چاہے مگر اس نے نہیں لئے۔ بالآخر انہوں نے یہ دینار دریا میں پھینک دیئے‘‘ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے مال ضائع کیا جو شرعاً ناجائز ہے؟ جواب: علامہ امام یافعی علیہ الرحمۃ اس کا جواب تین طرح دیتے ہیں ایک تو یہ کہ حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے یہ فعل ’’مقام حال‘‘ میں سرزد ہوا، اور صاحب حال چونکہ احساس ظاہری سے عاری ہوتا ہے، اس لئے وہ احکام شرع کا مکلف نہیں ہوتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے اس مال میں کوئی زمیت اور گندگی دیکھی ہو کہ وہ جس کے پاس جاتا اسے ہلاک کر دیتا، اس لئے انہوں نے اس مال کو ہی ضائع کرنے کا اذن ملا ہو جس پر انہیں ناچار عمل کرنا پڑا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

و من ذلک حکایۃ احمد بن الحواری عند ما امرہ شیخہ ابو سلیمان الدارانی رضی اللہ عنہ: ان یدخل فی التنور و فیہ النار لما کلمہ و ھو مشغول القلب و اکثر علیہ من قولہ: یا استاذ قد حمی التنور، فقال: اذھب فادخل فیہ و کان عاھدہ انہ لا یخالفہ فی شیء فدخلہ و مکث ساعۃ، ثم قال ابو سلیمان: الحقوا احمد، فاتوہ و اخرجوہ و لم یحترق منہ شیء فالجواب عن ھذا انہ علم بقوۃ یقینہ ان، مراعاتہ للعھد المذکور و قیامہ بالوفاء بہ یدفع عنہ کل مخوف محذور، و کسی حالا من اللہ تعالیٰ ھو فیہ عن حرارۃ النار مستور۔ و قد روی عن بعض العارفین انہ قال: الصادق تحت خفارۃ صدقہ، یعنی اذا ارتکب المھالک عن صدق حماہ صدقہ عن الھلاک، و انقلب ذلک الھلاک نجاۃ باذن اللہ تعالی، و من ذلک قولہ تعالیٰ: قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراھیم۔ (الانبیاء: ۶۹)

شیخ احمد بن ابو الحواری علیہ الرحمۃ کے واقعہ پر اعتراض

حضرت شیخ ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا واقعہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول تھے اس وقت آپ کے مرید شیخ احمد بن ابو الحواری علیہ الرحمۃ نے حضرت کو سو بار پکارا حضور والا تنور گرم ہو گیا ہے۔ آپ نے جواب میں کہا ’’جا اس میں گھس جا‘‘ شیخ احمد علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد سے یہ عہد کیا تھا کسی معاملہ میں ان کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اس لئے تنور میں داخل ہو گئے کچھ دیر اس میں رہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ ابو سلیمان علیہ الرحمۃ نے اپنے خدام کو انہیں تنور سے نکالنے کا حکم دیا وہ بالکل جلے نہیں تھے ابن جوزی کہتے ہیں کہ شیخ احمد بن ابو الحواری نے خود کو جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈالا تھا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ احمد کو اپنی قوت یقینیہ سے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ وفائے عہد اور وعدہ کی پابندی انہیں ہر مہلک اور اذیت رساں شے سے بچائے گی اور ممکن ہے ان پر اس وقت ایسا حال طاری ہو گیا ہو جس کے استغراق سے آگ کی سوزش کا احساس بھی نہیں ہوا۔ چنانچہ ایک عارف فرماتے ہیں۔ سچا انسان اپنی صداقت کی پناہ میں ہوتا ہے''۔ یعنی جب وہ اپنی صداقت کی حفاظت کے لئے اگر مہلک چیزوں میں بھی پڑ جائے تو اس کی سچائی ہلاک ہونے سے بچا لیتی ہے اور خدا کے حکم سے ایسی ہلاکت اس کیلئے نجات کا سبب بن جائے گی۔ اسی قبیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: قلنا یا نار کونی بردًا وسلاماً علیٰ ابراهیم۔

ومن ذلک الحکایة التی تقدمت ایضا، وهی ان بعضهم سافر للحج علی قدم التجرید، وعاهد اللّٰہ سبحانه ان لا یسأل احدا شیئا، فلما کان فی بعض الطریق مکث مدة لا یفتح علیه بشیئ، فضعف عن المشی، ثم قال: هذا حال ضرورة وقد قال اللّٰہ: ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة۔ (بقرة: ۱۹۵) واذا لم اسأل انقطعت عن القافلة وهلکت بسبب الضعف المؤدی الی العجز الی الانقطاع المؤدی الی الهلاک، ثم عزم علی السوال فلما همّ بذلک انبعث من باطنه خاطر رده عن ذلک العزم، ثم قال: اموت ولا انقض عهدا بینی وبین اللّٰہ تعالیٰ، فمرت القافلة وانقطع واستقبل القبلة مضطجعا ینتظر الموت، فبینما هو کذالک اذا بفارس قائم علی رأسه معه اداوة، فسقاه وازال مابه من الضرورة، وقال له: ترید القافلة؟ فقال: واین منی القافلة؟ فقال له: قم وسار معه خطوات، ثم قال له: قف هٰهنا فالقافلة تأتیک، فوقف واذا بالقافلة مقبلة من خلفه۔ قلت: والجواب عن هذه الحکایة هو ما ذکرت من الجواب عن الحکایة التی قبلها بلا فرق۔ وعلی الجملة ما جاء عنهم مما یخالف العلم الظاهر فله محامل، احدها: ان لا نسلم نسبته الیهم حتی یصح عنهم۔ والثانی: بعد الصحة ان یلتمس له تأویل یوافق العلم الظاهر، فان لم یوجد له تأویل، قیل لعل له تأویلا فی الباطن، یعرفه علماء الباطن العارفون باللّٰہ تعالیٰ، ویذکر عند ذلک قصة موسیٰ مع الخضر علیهما السلام۔ والثالث: ان یکون صدر عنهم فی حال السکر والغیبة والسکران، سکرا مباحا غیر مکلف فی ذلک الحال، فسوء الظن بهم بعد هذه المخارج من عدم التوفیق، نعوذ باللّٰہ تعالیٰ من الخذلان وسوء القضاء ومن جمیع انواع البلاء۔

صاحب تجرید بزرگ کے واقعہ پر اعتراض

واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بزرگ بے سروسامان متوکل علی اللہ ہو کر حج کو چلے اور عہد کیا کہ کسی سے کوئی مدد نہیں مانگوں گا۔ راستہ میں جان پر آ بنی، قافلہ چلا گیا موت کا انتظار کر رہے تھے کہ کچھ ہو جائے عہد نہیں توڑوں گا۔ اتنے میں ایک غیبی سوار نے صراحی پیش کی اور قافلہ تک پہنچا دیا۔

اس پر بھی اعتراض کیا گیا ہے۔ امام یافعی علیہ الرحمہ جواب میں فرماتے ہیں بنیادی بات یہ ہے کہ یا تو واقعہ کا غلط ہونا روایت کی رو سے ثابت کیا جائے لیکن جب واقعہ کا ثبوت صحت کو پہنچ جائے تو ہونا یہ چاہیے کہ شرع شریف کے موافق اس کی تاویل کی جائے (نہ کہ انکار)

اگر واقعہ کی تاویل علم ظاہر کے مطابق نہ ملے تو کہنا چاہیے کہ ممکن ہے اس کی باطنی تاویل ہو، جسے علماء باطن عرفاء جانتے ہیں اور اس منزل پر حضرت موسیٰ وخضر علیہ السلام کا قصہ یاد کیا جائے تیسرا محمل یہ ہے، ہوسکتا ہے ان سے یہ واقعہ عالم سکر میں سرزد ہوا ہو اور ان تمام تاویلات کے باوجود ان اولیاء اللہ سے

بدظنی رکھنا بے توفیق ہے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ من الخذلان و سوء القضاء و من جمیع انواع البلاء

وعد هذا كله اقول: اعلموا رحمكم الله واياى ان من امتلأ قلبه ايمانا باحوال الفقراء الصالحين منهم والصديقين ومحبتهم والعلم بسيرتهم، سلم لهم ما سمع عنهم وحمل ما جاء عنهم مما لا يمكن حمله على ظاهره على محامل صحيحة، واوله تأويلا لائقا باحوالهم المليحة، ومن جملة التأويلات هذه الثلاثة المذكورة، واما من لم يعرف احوالهم ولم يشرب من مشروبهم ولم يذق من مذوقهم ولم يطلع على علومهم وطريقهم ولم يخالطهم ولم يكمل حسن ظنه بهم، فانه بلا شك ان لم يوفق ينكر عليهم اقوالهم وافعالهم واحوالهم۔

خبر دار: یاد رکھو کہ جس کا دل فقراء صالحین اور صدیقین کے حالات کا یقین رکھتا ہے ان کی محبت سے لبریز اور ان کے اخلاق سے باخبر ہے وہ ان کے مبارک حالات کے مطابق واقعات کی تاویل کر لیتا ہے۔ جیسا کہ میں نے تاویل کے تین طریقے ذکر کئے اور جو ان کے حالات سے واقف نہیں، جس نے ان جیسی شراب معرفت نہیں پی، یا اس بادہ وحدت کو نہیں چکھا اور ان حضرات کے علوم اور طریقہ سے آگاہ نہیں ہوا اور ان سے کامل حسن ظن نہیں رکھتا تو ہو سکتا ہے ایسا شخص ان کے اقوال، افعال اور احوال کا منکر ہو۔

واما قول بعض المشائخ فى بعض الحكايات التى ذكرتها: رأيت الغوث وهو القطب رضى الله عنه بمكة سنة خمس عشرة وثلاث مئة على عجلة من ذهب، والملائكة يجرون العجلة فى الهواء بسلاسل من ذهب، فقد تبادر فهم بعض الناس الى انكار هذا، وليس ذلك بمنكر، لانه لم يفعل ذلك بنفسه، بل فعله الحق سبحانه وتعالى فى حقه فى عالم الملكوت، لا فى هذا العالم الذى هو محل التكليف، فلو ان الله تعالى اذن لبعض عباده ان يلبس ثوب حرير مثلا، وعلم العبد مثلا ذلك الاذن يقينا فلبسه لم يكن منتهكا للشرع۔ فان قيل: من اين يحصل له علم اليقين؟ قلت: من حيث حصل للخضر عليه السلام حين قتل الغلام وهو ولى لا النبى على القول الصحيح عند اهل العلم، كما ان الصحيح ايضا عند الجمهور منهم انه الآن حیّ وبهذا قطع الاولياء ورجّحه الفقهاء والاصوليون واكثر المحدثين۔ وممن حكى ذلك عن جميع المذكورين الشيخ الامام ابو عمرو بن الصلاح رضى الله عنه، ونقله عنه الشيخ الامام محيى الدين النووى رضى الله عنه وقرره۔ وسأل جماعة من الفقهاء الشيخ الامام عز الدين بن عبد السلام، رضى الله عنه قالوا له: ما تقول فى الخضر عليه السلام احیّ هو؟ فقال: ما تقولون لو اخبر عنه ابن دقيق العيد، يعنى الفقيه، الامام تقى الدين بن دقيق العيد رضى الله عنه انه رآه بعينه اكنتم تصدقونه ام تكذبونه، فقالوا: بل نصدقه، فقال: قد والله اخبر عنه سبعون صديقا انهم رأوه باعينهم كل واحد منهم افضل من ابن دقيق العيد انتهى كلامه۔

حضرت قطب احمد بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ کے واقعہ کا انکار

حضرت امام یافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں فضاء کے اندر ایک قطب وقت بزرگ کی طلائی سواری کا جو واقعہ میں نے بیان کیا ہے کچھ لوگوں نے اس واقعہ کے انکار میں بڑی جلد بازی سے کام لیا ہے۔

منکرین کی بات کا جواب

امام یافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ قابل انکار نہیں ہے کیونکہ یہ کام از خود نہیں کیا تھا۔ بلکہ عالم ملکوت میں ربّ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ اعزاز عطا فرمایا تھا یہ اس عالم کی بات نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کچھ خاص بندوں کو اجازت دے کہ وہ ریشم کا لباس پہنیں اور وہ حضرات اس اذن پر عمل کرلیں تو اس میں شرع کی بے حرمتی نہیں ہے۔

ہوسکتا ہے کہ یہ اعتراض کیا جائے کہ ان لوگوں کو ایسا ''علم یقین'' کس طرح حاصل ہوسکتا ہے۔ تو میں عرض کروں گا کہ جس طرح (قرآن مجید سورہ کہف میں مذکورہ واقعہ اندر) حضرت خضر علیہ السلام کو حاصل ہوا، کہ انہوں نے لڑکے کو جان سے مار ڈالا حالانکہ حضرت خضر علیہ السلام ولی ہیں، نبی اور رسول نہیں۔ اہل علم اس قول کو معتبر فرماتے ہیں اسی طرح اہل علم کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام ابھی زندہ ہیں یہ بات اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے نزدیک یقینی ہے۔ فقہاء بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں اور اہل اصول اور اکثر محدثین بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ حضرت امام شیخ ابوعمر بن صلاح علیہ الرحمہ نے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ ان سے امام محی الدین نووی علیہ الرحمہ نے نقل کیا اور اسی مذہب کی تقریر و تائید ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے حضرت سیدنا سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبدالسلام علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ آپ حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا ''اگر آپ حضرات کے امام تقی الدین دقیق العید علیہ الرحمہ یہ بتائیں کہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو بچشم خود دیکھا ہے تو آپ حضرات ان کی بات مانیں گے؟ یا انکار کردیں گے؟'' فقہاء نے کہا ہم ان کی تصدیق کریں گے۔ فرمایا۔ بخدا ستر صدیقوں نے خبر دی ہے کہ انہوں نے خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے، اور ان میں سے ہر ایک شیخ ابن دقیق العید سے افضل ہے''۔

قلت: وهذا هو الصحيح المختار عند المحققين من العلماء الموفقين ان العارفين بالله تعالى افضل من العلماء باحكام الله رضى الله عنهم اجمعين وبهذا قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام المذكور وغيره۔ وقال الشيخ تقى الدين المذكور بعد ان ذكر بعض الاولياء ممن رآه: هو عندى خير من كذا و كذا فقيها، و كذا اخبرنى بعض الاخيار من العلماء المتمكنين، وهو القاضى نجم الدين الطبرى عليه الرحمة انه جاء خبر الى مكة ان السيد العارف بالله الامام اسماعيل بن محمد الحضرمى رضى الله عنه توفى، قال السيد الامام العارف بالله احمد بن موسى بن عجيل رضى الله عنه و كان حينئذ بمكة ارجو ان يفديه الله بمئة فقيه، ثم جاء الخبر الصحيح انه حى ولم يمت الا بعد مدة طويلة۔

میں کہتا ہوں، اہل تحقیق اور علماء موفقین کا یہی مذہب صحیح ہے کہ خدا کی معرفت رکھنے والے اولیاء احکام کا علم رکھنے والے علماء سے افضل ہیں۔ حضرت شیخ تقی الدین ابن دقیق العید علیہ الرحمہ خضر علیہ السلام کی زیارت کرنے والے بعض اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ یہ حضرات میرے نزدیک اتنے اتنے فقہاء سے بہتر ہیں۔ اسی طرح بزرگ عالم ربانی قاضی نجم الدین طبری علیہ الرحمہ نے مجھ سے فرمایا مکہ میں خبر آئی کہ امام عارف باللہ اسماعیل بن محمد حضرمی علیہ الرحمہ وفات پاگئے۔ اس وقت حضرت امام عارف باللہ احمد بن موسیٰ بن عجیل مکہ مکرمہ میں تھے انہوں نے سنا تو فرمایا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بدلے ایک سو فقہاء کو فدیہ کردے۔

اس کے بعد یہ خبر آئی کہ آپ کا انتقال نہیں ہوا ہے بلکہ زندہ ہیں، اور پھر ایک زمانہ کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔

رجعنا الی المقصود: لا شک ان من اعتقد الاولیاء وصدق بکراماتھم وبکل ما اخبروا بہ صدق بان الخضر علیہ السلام حی، لان الصدیقین رضی اللہ عنھم لم یزالوا فی کل زمان یخبرون انھم اجتمعوا بہ، وذلک مشھور مستفیض عنھم ومروی عنھم فی الکتب المشھورۃ التی رواھا العلماء والثقات وقد ذکرت فی ھذا الکتاب ان جماعۃ من الشیوخ الکبار اجتمعوا بہ فی حکایات متفرقۃ حذفت اسانیدھا۔ وقد روی بعض الشیوخ الکبار ان الشیخ الکبیر العارف باللہ سھل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اقبل علی الناس یوما وتکلم بکلام حسن، فقیل لہ: لو تکلمت کل یوم مثل ھذا کنا قد انتفعنا؟ فقال: انما تکلمت الیوم لانہ جاءنی الخضر علیہ السلام فقال لی: اقبل علی الناس بوجھک وتکلم علیھم، فقد مات اخوک ذو النون، وقد اقمتک مقامہ، فلولا انہ امرنی استاذا لاستاذین ما تکلمت علیکم۔

ہم اپنا مقصود پھر ذکر کرتے ہیں کہ جو شخص اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا معتقد، ان کی کرامات کو ماننے والا اور یقین کرنے والا ہے وہ ضرور یقین کرے گا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔ کیونکہ علماء صدیقین ہر دور میں فرماتے آئے ہیں کہ انہوں نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کی ہے، اور ان سے یہ روایات ثقہ علماء نے مشہور کتابوں میں نقل کی ہیں، میں نے بھی متعدد حکایات ایسی ہی کتب سے نقل کی ہیں مگر میں نے اسناد چھوڑ دی ہیں۔

مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے بعض کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت عارف باللہ سہل بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ لوگوں کی جانب مخاطب ہوئے اور ان سے عمدہ عمدہ باتیں کیں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت اگر اسی طرح روز ہمیں اپنے بیان سے نوازتے تو بڑا فائدہ ہوتا آپ نے فرمایا۔ میں نے آج ایسا اس لئے کیا کہ حضرت خضر علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے تھے اور انہوں نے مجھے فرمایا کہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر ان سے کلام کیجئے آج آپ کے بھائی ذوالنون کا انتقال ہوگیا ہے، اور میں نے آپ کو ان کی جگہ مقرر کیا۔ اگر مجھے ان کا حکم نہ ہوتا تو میں تم لوگوں سے گفتگو نہ کرتا۔

وقال الشیخ الجلیل العارف باللہ ابو الحسن الشاذلی رضی اللہ عنہ: رأیت الخضر علیہ السلام فی بریۃ عیذاب، فقال لی: یا ابا الحسن اصحبک اللہ اللطف الجمیل وکان لک صاحبا فی الاقامۃ والرحیل۔ قلت: واخبرنی بعض شیوخ الیمن انہ یأتیہ الخضر عند الشدائد بالفرج۔ وقد ذکر المشائخ من ذلک ما یتعذر حصرہ۔

شیخ جلیل حضرت ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، میں نے عیذاب کے ویرانے میں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا، انہوں نے فرمایا۔ "اے ابوالحسن! اللہ تمہارے ساتھ اپنا لطف جمیل فرمائے، اور سفر وحضر میں تمہارا رفیق ہو" اور مجھ سے یمن کے بعض مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے بیان کیا، ان کے پاس مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات بے حد ہیں۔

منھم الشیخ الکبیر العارف باللہ ابو عبد اللہ القرشی رضی اللہ عنہ، وخلائق لا یحصون ولیس فی الحدیث الذی تعلق بہ بعض المحدثین فی الاحتجاج علی موت الخضر علیہ السلام۔ نضۃ لانہ متاول عند الجمھور من العلماء المحققین رضی اللہ عنھم۔

مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں شیخ کبیر عارف حق حضرت ابوعبداللہ قرشی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ میں نے شیخ جلیل حضرت نجم الدین اصفہانی علیہ الرحمۃ کو مقام

ابراہیم کے پیچھے، یہ فرماتے سنا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے رہتے ہیں کہ جس زمانے میں قرآن مجید اٹھالیا جائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنے پاس بلالے۔

واما ما ذكرت فی حكاية الشيخ علی الكردی رضی الله عنه ان كثيرا منهم جمعوا فی التستر بين الوَلَه والتجريد يوهمون الناس انهم لا يصلون ولا يصومون ويكشفون عوراتهم حتى يساء الظن بهم، ولا ينسبون الى الصلاح، وهم يصلون ويصومون فی الباطن، فيما بينهم وبين الله تعالى، وقد شوهد كثير منهم يصلون فی الخلوات ولا يصلون بين الناس، فذلک صحيح، وهؤلاء لهم مذهب معروف يظهرون المساوىء ويخفون المحاسن، ولا يبالی احدهم بكونه بين الخلق زنديقا اذا كان عند الله صديقا، انهم لم يزالوا يبالغون فی نفی رؤية المخلوقين واسقاطهم من قلوبهم وعدم الاحتفال بمدحهم غير ذمهم استجلابا بالكمال والاخلاص، واستبراء للنفوس من شوائب الشرک الخفی الذی لا يسلم منه الا الخواص ومنهم آخرون يصلون بين الناس ولا يرون فی الصلاة، بل يحتجبون عن الناس باحوالهم ولهم اطوار وراء العقل، لا تدرک بالعقول وانما تدرک بالنور، ويعرفها العارفون۔

اہل جذب وتجرید کے بارے میں شبہات کا ازالہ

میں نے حضرت شیخ علی کردی علیہ الرحمہ کی حکایت میں یہ جو بیان کیا ہے کہ ان بزرگوں میں سے اکثر خود کو پوشیدہ رکھنے کے لئے، جذب، دیوانگی اور تجرید سے کام لیتے ہیں اور لوگ اس توہم میں پڑ جاتے ہیں کہ وہ حضرات نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ روزہ رکھتے ہیں اور کچھ لوگوں کے سامنے برہنہ بھی ہوجاتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ بدگمانی کی جائے اور انہیں بزرگ نہ سمجھا جائے۔ حالانکہ درحقیقت وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں۔ مگر اس طریقے سے کہ اللہ تعالیٰ جانے اور کسی کو خبر نہ ہو ایسے لوگوں نے نماز پڑھتے دیکھا بھی ہے وہ خلوت میں نماز ادا کرتے ہیں لوگوں کے سامنے نہیں ان حضرات کا طریقہ ظاہر ہے کہ وہ حضرات اپنی برائیوں کو اچھالتے ہیں اور اپنی نیکیوں کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ وہ تو اللہ کے حضور صدیق ہیں۔ وہ حضرات نمائش ونمود کو نہایت شدت سے دفع کرتے ہیں اور خود کو مخلوق کی نظر سے گراتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کا اخلاص کامل ہوتا ہے، اوران کے دل شرک خفی کے اثر سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی علت ہے جس سے بندگان خاص کے سوا کوئی بچ نہیں سکتا۔ یہی سبب ہے کہ وہ حضرات نہ کسی کی مدح سرائی سے خوش ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی کی مذمت سے ناراض اوران میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ لوگوں کے سامنے ہی نماز پڑھتے ہیں لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور اپنے مخصوص حال کی وجہ سے لوگوں سے مخفی رہتے ہیں۔ ان کے حالات عقل کی گرفت سے بہت بلند ہیں جس کا ادراک صرف نور سے ہوتا ہے۔

وقد سمعت من بعض اهل العلم الظاهر ان بعض الفقهاء كان ينكر على بعضهم بعض الاشياء المعقولات، فقال له: يا فقيه ان هناک اشياء وراء العقل، فانظر اين ترانی الآن؟ فنظر اليه فاذا هو فی الهواء واذا هو مكانه ايضا، وكذلک اخبرنی بعض اهل العلم ايضا ان بعضهم كان لا يرى يصلی، فلما كان بعض الايام اقيمت الصلاة وهو قاعد، فقال له بعض الفقهاء: قم صل مع

الجماعة منكرا عليه، فقام واحرم معهم وصلى الركعة الاولى، والفقيه والمنكر بجنبه ينظر اليه، فلما قاموا الى الركعة الثانية نظر الفقيه اليه فرأى غيره يصلى مكانه، فتعجب من ذلك، وفى الركعة الثالثة رأى الثالثا غير الاثنين الاولين فازداد تعجبا، وفى الرابعة رأى رابعا غير الثلاثة، فاشتد عجبه، فلما سلموا التفت، فرأى صاحبه الاول الذى انكر عليه جالسا فى مكانه وليس عنده احد من الثلاثة، فتحير مما رأى، فنظر اليه الفقير المولہ ثم ضحک وقال: يا فقيه اى الاربعة صلى معكم هذه الصلاة؟ انتهى كلامه۔

ایک بزرگ کا یہ حال تھا کہ وہ نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نظر نہیں آتے تھے۔ایک روز نماز کے لئے اقامت کہی گئی ایک فقیر جوان کے بارے میں بدظن تھے بولے، اٹھو اور نماز پڑھو بزرگ جماعت میں فقیہ صاحب کے پہلو میں کھڑے ہو گئے۔ فقیہ صاحب نے نماز کی چار رکعتوں میں انہیں مختلف انسانوں کی شکل میں دیکھا، تکبیر تحریمہ کہی تو وہ وہی تھے۔ دوسری رکعت میں ان کی جگہ کوئی دوسرا آدمی نظر آیا۔اسی طرح تیسری میں تیسرا اور چوتھی میں چوتھا اور جب سلام پھیرنے کا وقت ہوا تو پھر وہی بزرگ اپنی جگہ تھے فقیہ کو حیرت ہوئی بزرگ نے فرمایا۔''جن چار آدمیوں کو تو نے دوران نماز اپنے بغل میں دیکھا ان میں سے کس نے نماز ادا کی ہے'' فقیہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

فقلت: ومثل هذه القصة سمعت انها صدرت من قضيب البان رضى الله عنه مع بعض الفقهاء، ومن ذلک ما بلغنى ان الشيخ المعظم الكبير الشأن المعروف بمفرج من الصعيد رضى الله عنه، رآه بعض اصحابه يوم عرفة بعرفة، ورآه آخر من اصحابه فى مكانه لم يفارقه فى جميع ذلک اليوم، فذكر كل واحد منهما ذلک لصاحبه، ثم تنازعا وحلف كل واحد منهما بالطلاق من زوجته انه كما ذكر، فاختصما الى الشيخ، وذكر كل منهما يمنينه۔ فاقرهما على حالتها وابقى كل واحد على زوجته قال الشيخ صفى الدين بن ابى المنصور رضى الله عنه فسألت الشيخ مفرجا رضى الله عنه عن حكمه فى هذه القضية بعدم حنث الاثنين مع كون صدق احدهما يوجب حنث الآخر، وكان معنا فى وقت سؤالى له جماعة فيهم رجال معتبرون، لهم معرفة بالعلم، فقال لنا الشيخ قولوا: يعنى تكلموا فى هذه المسألة، وكان ذلک اذنا منه لنا بان نتحدث فى سر هذا الحكم، فتحدث كل واحد منهم بوجه غير كاف وكانت المسألة قد اتضحت لى، فاشار الى الشيخ بايضاحها، فقلت: الولى اذا تحقق فى ولايته وتمكن من التصرف فى روحانيته، يعطى من القدرة فى التصور فى صور عديدة فى وقت واحد فى جهات متعددة على حكم ارادته۔

اسی طرح قضیب البان حضرت الشیخ مفرج ﷺ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں کچھ مریدوں نے عرفہ کے روز میدان عرفات میں دیکھا اور ایک مرید نے انہیں ان کے مسکن پر دیکھا کہ آپ وہاں سے کہیں تشریف نہیں لے گئے۔دونوں نے یہ بات ایک دوسرے سے بیان کی اور اپنی بات کی تصدیق کے لئے اپنی اپنی بیوی کو طلاق کی قسم کھائی معاملہ جب حضرت مفرج کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے دونوں کی تصدیق فرمائی اور بتایا کہ دونوں میں سے کسی کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔

حضرت شیخ ﷺ کے حکم پر علماء اعلام اور فقہائے کرام۔کے سامنے، شیخ صفی الدین بن ابو المنصور ﷺ نے اس واقعہ کی توضیح اس طرح فرمائی۔
ولی جس وقت اپنی ولایت میں متحقق ہو جاتا ہے اور اپنی روحانیات میں تصرف کی اہلیت پالیتا ہے تو اسے قوت دی جاتی ہے کہ ایک وقت میں اپنی خواہش کے

مطابق مختلف صورتوں میں متعدد مقامات پر اپنے کو ظاہر کرسکتا ہے۔

فالصورۃ التی ظھرت لمن رآھا بعرفۃ حق، والصورۃ التی رآھا فی مکانہ فی ذلک الوقت حق فکل واحد منہما صادق فی یمینہ، فقال الشیخ مفرج علیہ الرحمۃ: ھذ ھو الصحیح، یشیر الی صحۃ ما اوضحتہ فی ثورۃ ما حکم بہ بین المتنازعین فی امرہ، رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ۔ قلت: ھذا الجواب یوضح ما یشکل من مثل ھذا کما فی قضیۃ الاربعۃ الذین صلوا صلاۃ واحدۃ، کل واحد منھم رکعۃ، وقضیۃ الواحد الذی رآہ الفقیہ فی الھواء وفی الارض فی وقت واحد، وقضیۃ الشخص الذی کان یتکلم من صورۃ سھل بن عبد اللہ ویحسب الحاضرون انہ سھل، وکان سھل فی ذلک الوقت فی منزلہ۔

اور حضرت شیخ علیہ الرحمہ کا ایک ہی وقت میں میدان عرفات میں اور دوسری جانب اپنے دولت کدہ کے اندر ہونا بیان کیا اور شیخ مفرج نے خود بھی اس کی توثیق فرمائی۔ میں کہتا ہوں کہ یہی جواب اس قسم کے تمام اشکالات کے لئے کافی ہے۔ مثلاً ایک بزرگ کا چار آدمیوں کی شکل میں نماز ادا کرنے کا واقعہ، فقیہ کا ایک ہی شخص کو بیک وقت ہوا میں اور اسی کو زمین پر بھی دیکھنا۔ حضرت سہل بن عبداللہ علیہ الرحمہ کا بیک وقت لوگوں کو نصیحت کرنا اور دوسری طرف اپنے حجرہ میں موجود رہنا ان تمام واقعات کی تاویل کے لئے شیخ صفی الدین علیہ الرحمہ کی توضیح کافی ہے۔

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، الحکایۃ، الفصل الاول من الخاتمۃ فی الجواب عن انکار وقع من بعض الفقہاء المصنفین علی الفقراء، ص، ۴۰۲، تا، ۴۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فصل خامس:

وجد کی حقیقت کے لیے پہلے ضروری ہے:

صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے سکر و مستی کے واقعات:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

مگر غلبۂ حال وسکر ووجد وصحابہ را رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نیز غلبات حال بود ومستیہا بود آخر تواجد ورقصِ بلال در مسجد نزد نزول آیہ ولٰکن اللہ یھدی من یشآء۔

ومنع عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را از صلحِ کفار در روزِ حدیبیہ وعدم شکر وامتنان عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در نزولِ قرآن وطہارتِ ذیل وبراءت حال وے رضی اللہ عنہا در قضیہ افک وقول معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نزد جریان ذکر وبا کہ وے رحمت است، مر این امت را خداوندا معاذ را واہلِ معاذ را ازین رحمت فراموش مکن، وقولِ او در وقت طریان اغما وسکراتِ موتِ اخنق خنقک فوعزتک لتعلم انی احبک۔ این ہمہ از مستی ووجد وغلبۂ حال بود واللہ اعلم۔

ترجمہ: صحابہ (رضوان اللہ علیہم) پر بھی غلبۂ حال و مستی ہوتا تھا۔ آخر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اس آیت کے نزول کے وقت مسجد میں وجد کرنا اور رقص کرنے لگنا: وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (یعنی: اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے)۔

اورحضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا آنحضرت ﷺ کو کفار سے صلح حدیبیہ کے روز منع کرنا، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قضیۂ افک کے موقع پر اپنی پاکیزگی اور بریت کے سلسلہ میں قرآن مجید کے نزول پر آنحضرت ﷺ کا شکریہ ادا کرنے سے انکار کرنا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (معاذ نام اور ابوعبداللہ کنیت ہے)۔ جلیل القدر صحابی تھے۔ مدینہ کے مشہور قبیلہ خزرج سے تعلق تھا۔ بیعت عقبہ ثانی میں حاضر تھے۔ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کو قاضی اور معلم کی حیثیت سے یمن روانہ فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے بعد شام کا والی مقرر کیا لیکن اسی سال ۱۸ھ ۹ ۶۳ء میں طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر ۳۸ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث کی روایت کی ہے۔) کا ذکر کے جاری ہونے کے وقت یہ قول کہ وہ اس امت کے لیے خصوصیت سے رحمت ہے۔ اے اللہ! معاذ اور اہلِ معاذ کو اس رحمت سے فراموش نہ کر۔ اور ان کا بیہوشی اور سکراتِ موت کے وقت یہ قول: گلا گھونٹ اپنا گلا گھونٹنا۔ تیری عزت کی قسم، تو جانتا ہے کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں۔ یہ سب وجد و مستی اور حال کے غلبہ کی وجہ سے تھا۔ واللہ اعلم۔

(مرج البحرین، ص، ۶۰، محمد اعلی، ناظم آباد، کراچی)

صوفیاء کے اقوال سے متعلق کتابوں کے مطالعہ کی شرطیں:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

کتابہائے کہ علماء وفقہاء در رد و انکار بظواهر اقوال قوم نوشته اند، اگرچه در منع وتحذیر واحتراس از ورود مواقع غلط واشتباه نفع دارد ولیکن متضمن ضرر نیز هست وحصول حقیقت وانتفاع واستفاده ازان موقوف ست بر رعایتِ چند۔ شرطِ اول آنکه نظر بر احوالِ خود مقتصر گرداند وآنرا باعث مواخذه وانکار بر نفس خود سازد وباره لقلقه وتشرق لسانی ومجلس آرائی نگرداند وباغیر سالک راه که بذکائے طبیعت وجودت فطنت وسلامت قریحت ودریافتِ وقتِ کلام ونزاکتِ مرام وثباتِ قدم در مقامِ صدق وتحقیق وسلوک طریق ورع واحتیاط موصوف بود، بیان نکند وبامریدان ساده لوح وخالي الذهن که بصفاے عقیدت بحضراتِ مشائخ موصوف اند، وقوتِ تمییزِ سخن ندارند درمیان نیارد، ودر اعتقاد وارتباطیکه با مشائخ دارند تشویش وتفرقه نیند ازد، واگر فرضاً در مقامِ وعظ ونصیحت احتیاج باعلام وتنبیه شود، دخل واعتراض در مجرد قولی کند بے تعین قائل ودر ضمن بیان تعرض بعظمتِ حال وجلالتِ شان این طائفۂ علیه قدس الله سرهم نماید۔ زیرا که ستر زلات ائمه وپوشیدن خطائے بزرگانِ دین از واجباتِ وقت واسبابِ سعادت وسرمایه بر خورداری ست، وصیانتِ دین وحفظ حوزۂ اسلام ومراعاتِ شریعت اوجب والزم است وقائم بدینِ خدا ماجور ومنتصر وے منصور وانصاف در حق لازم واتباع نفس وهوا ممنوع ودیانتے که مصحوب هوا باشد فاسد ونصیحتے که مشوب بغرض نفسانی بود باطل است۔

شرط دوم رسوخ اعتقاد وتحسینِ ظن بمشائخ وتنزیهه ساحت عز وکمال ایشان از غبار طعن وتنقیص تارةً بنفی نسبت ومنع

صدور آن از ایشان واخری بتاویل وتطبیق آن بظاهر واعتذار بوقوع آن بسکر حال وغلبۂ وجد۔

شرط سوم اعتقاد آنکه باعث رد وانکار ومآل آن حسم ماده وسد ذریعه است تا عامۂ خلق ومدعیان راه این چنین نکنند وبے تحقیق بمقام صدق وتمکن حقیقت براه تقلید ومتابعتِ ایشان نروند که تقلید واتباع در احکام ظواهر شرع رود نه در احوال ومواجید واذواق۔ واز فقهاء کسے که بر طائفه صوفیه علیه قدس سرهم براه رد وانکار رفته وتشدید وتغلظ نموده۔

ابن جوزی ست که از اکابر علمائے فقه وحدیث است وگفته اند که مقصود وے نیز سدّ ذرائع است بدلیل تطریز وتوشیح وے کتب خود را بذکر حکایات وکلمات مشائخ واستشهاد بافعال واقوال ایشان با وجود رد وانکار وے بر ایشان در بعضے مواضع ودر چند، موضع از کتاب تلبیس ابلیس که از تصانیف مشهورۂ اوست گفته است ومبالغت نموده وقسم یاد کرده است که مقصودِ من اظهارِ علم وتحقیقِ سنت وتنبیه وتحذیر از مواضع بدعت است نه طعنِ رجال وتنقیص اهلِ کمال۔ ولیکن از شدت وغلظت وخشونت کلامِ وے که، در کتاب مذکور کرده است ظاهر شود که انکار وے قوی ونزاع وے معنوی ست ودر نظر انصاف آن کتاب در معرفت مداخل شیطان، وحسم مادۂ بدعت وجهالت بے نظیر است۔ غیر آنکه خشونت الفاظ وتشدید انکار وتغلیظ طعن وتشنیع وے موحش ومشوش است۔ ولهٰذا محققان از اربابِ نصیحت از خواندن این کتاب وامثال آن منع وتحذیر کرده وبعدم خوض ووقوع در آن وصیت فرموده اند تا بسوءِ ظن وتنقیص مشائخ واربابِ احوال گرفتار نگردد وهمچنانکه ازین کتاب وامثال آن منع کرده اند از خوض در بعضے کتب این قوم مثل فصوص الحکم واشباهِ آن که اسرار وحقائق ومواجید را صریحاً بے توقف وتحاشی نوشته اند نیز نهی فرموده اند۔

شرطِ چهارم که خلاصۂ کلام وحاصل مرام است آنست که اعتراف بقصورِ علم وضعفِ فهم خود کند، خدا داند که ایشان چه گفته اند وبچه اشارت کرده سخنان ایشان را بایشان گذارد وخود را وتصرف خود را از میان بردارد۔ وانصاف آنست که توقف وانکار بر آنست که در فهم این کس می در آید، یا باحتمال آنکه چیزے اراده کرده باشند که منکر نباشد پس در حقیقت انکار بر نفسِ خود است نه بر ایشان۔ وبالجمله دین وشریعت واضح ست خود موافق آن رود بدان کار کن۔ واگر از تو مسئله شرعی بپرسند موافق حکمِ شریعت جواب گو۔ واگر در خصوص حال یکے از صادقان راه سخن افتد تغافل ورز واغماض کن۔ وبدانکه حجود وانکار سببِ بُعد وحرمان ست، وتصدیق واعتقاد موجب فتح باب والله الهادی ومنه التوفیق لنیل الصواب۔

تمام شد نقلِ قوعد از کتاب قواعد الطریقت فی الجمع بین الشریعت والحقیقت وچون عبارات این کتاب در غایتِ دقّت وایجاز بود اگر بجهت بسط وایضاح زیادت کلمه یا فقره شده باشد دور نیست ولیکن نقل سخنے وحکایتے زائد بر اصلِ مقصود وکلام شیخ کرده نشد الا ما شاء الله۔ واگر توفیق رفیق خواهد شد این معانی را در رسائل دیگر بتقریب اقتضائے وقت باضم معانی دیگر نیز تفصیل، داده آید انشاء الله تعالیٰ۔

ترجمہ: جو کتابیں علماء اور فقہاء نے صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اقوال کے ظاہری مفہوم کے رد و انکار میں لکھی ہیں اگرچہ ان کے غلط مواقع پر استعمال سے ڈرانے، روکنے اور حفاظت کرنے کی غرض سے ہیں اور اگرچہ ان میں نفع کا شائبہ ہے لیکن ساتھ ہی نقصان کا بھی احتمال ہے ان سے حقیقت کا حصول اور نفع

اور فائدہ حاصل کرنا چند شرطوں کی رعایت پر موقوف ہے۔ اول یہ کہ نظر کو اپنے احوال پر مختصر کر دیئے (زیادہ نہ جائیے) اور اس کو اپنے نفس پر انکار و مواخذہ کا سبب بنائے۔ فصاحت اور طلاقت لسانی اور مجلس آرائی کا اظہار نہ کرے اور سالک راہ کے علاوہ کہ جو طبیعت کی ذہانت، عقل کی تیزی اور مزاج کی سلامتی رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ کس وقت بات کی جائے۔ مقصد کی کیا نزاکت ہے۔ صدق، تحقیق اور سلوک کے مقام میں ثابت قدم رہے اور ورع اور احتیاط کے طریقوں سے موصوف ہو، کسی سے بیان نہ کرے۔ اور سادہ لوح اور خالی الذہن مریدوں کے جو گہری عقیدت کی بنا پر کہ وہ حضرات مشائخ سے رکھتے ہیں اور بات کو سمجھنے کی قوت نہیں رکھتے درمیان نہ لائے اور جو اعتقاد اور ارتباط ان کو مشائخ سے ہے اس میں انہیں پریشانی اور اُلجھن (پراگندگی) میں نہ ڈالے اگر بفرض محال وعظ ونصیحت کے موقع پر کسی بات کو جتانے یا تنبیہ کرنے کی ضرورت ہو تو ایک عام بات کے انداز میں دخل دے یا اعتراض کرے۔ قائل کا نام نہ لے اور بیان کے سلسلہ میں اس گروہ کی عظمتِ حال اور جلالتِ شان کا لحاظ کرتے ہوئے اعتراض کرے۔ اس لئے کہ اماموں کی لغزشوں کو چھپانا، بزرگوں کی خطاؤں کو پوشیدہ رکھنا واجباتِ وقت اور اسبابِ سعادت سے ہے۔ اور دین کی نگہبانی مملکتِ اسلام کی حفاظت اور شریعت کی مراعات اس سے زیادہ واجب اور لازم ہیں۔ خدا کے دین پر قائم رہنے والا ماجور اور اس کی مدد کرنے والا منصور ہے۔ حق بات کے سلسلے میں انصاف لازم اور نفس اور خواہش کی پیروی ممنوع ہے۔ وہ دیانت جو خواہش اور ہوا کی ساتھی ہو فاسد ہے۔ اور وہ نصیحت جس میں نفسانی غرض کی آمیزش ہو باطل ہے۔

دوسری شرط۔ مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ساتھ مضبوط اعتقاد اور حسنِ ظن اور ان کے دامنِ عزت وکمال کی طعن اور تنقیص کے غبار سے پاکی وصفائی اور حسنِ ظن کا اظہار اس طریقہ پر کہ جس بات کی تنقیص کی جارہی ہے اس کی نسبت ان سے ممکن نہیں یا یہ کہ ان سے یہ فعل صادر نہیں ہوسکتا اور دوسرے ان کے افعال کی اس طرح تاویل کہ یہ کام جس کا ظاہر مخالف ہے درحقیقت مخالف نہیں۔ یا اگر مخالف بھی ہے تو ان سے سکر وحال اور غلبۂ وجد کی وجہ سے صادر ہوگیا۔

تیسری شرط: اس بات کا اعتقاد کہ رد وانکار کا باعث دراصل مادہ فاسد اور غلط تصورات کی روک تھام ہے تاکہ عام خلقت اور اس راہ پر چلنے والے گمراہ نہ ہوں اور صدق وتمکن حقیقت کے مقام کی تحقیق کے بغیر ان کی تقلید اور پیروی کی راہ پر نہ چلیں کیونکہ تقلید واتباع شریعت کے ظاہری احکام میں چلتی ہے۔ احوال ومواجید اور اذواق میں نہیں۔ اور فقہاء میں سے جو لوگ صوفیہ کے گروہ کے رد وانکار کی راہ پر چلتے ہیں اور جنہوں نے اس معاملہ میں سختی اور شدت سے کام لیا ہے وہ ابن جوزی ہیں جو فقہ اور حدیث کے بڑے علماء میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ''اس کا بھی مقصد ذرائع کی روک تھام ہے۔ اس کی آرائش وزیبائش کے خیال سے اپنی کتابوں کو مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی حکایتوں اور کلمات اور ان کے افعال واقوال سے استشہاد کے ذکر میں رد وانکار کے باوجود انہوں نے ان کے بارے میں بعض موقعوں پر اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں جو ان کی مشہور تصنیف ہے چند جگہوں پر کیا ہے۔ انہوں نے مبالغہ سے کام لیا ہے اور قسم کھائی ہے کہ میرا مقصد علم کا اظہار اور سنت کی تحقیق اور بدعت کے مواضع پر تنبیہ اور تحذیر (ڈرانا) ہے۔ رجال پر طعن کرنا اور اہلِ کمال کی تنقیص کرنا نہیں۔ لیکن ان کے کلام کی شدت، سختی اور لہجہ کی تیزی سے جو انہوں نے اپنی کتاب میں اختیار کیا ہے ظاہر ہوجاتا ہے کہ ان کا انکار قوی اور ان کی نزاع معنوی ہے اور انصاف کی نظر میں یہ کتاب شیطان کے داخل ہونے اور بدعت وجہالت کے مادہ کو کاٹ ڈالنے کی معرفت میں بے نظیر ہے۔ قطع نظر اس سے کہ ان کے الفاظ کی سختی، انکار کی شدت اور طعن وتشنیع میں گہرائی وحشت میں مبتلا کرنے اور تشویش میں ڈالنے والا ہے، اس لیے اربابِ نصیحت میں سے محققین نے اس کتاب کے پڑھنے اور اس کی مثالیں دینے سے منع کیا اور روکا ہے، اور وصیت کی ہے کہ اس پر غور وخوض نہ کیا جائے۔ تاکہ مشائخ اور اربابِ احوال سوءِ ظن اور ان کی تنقیص میں مبتلا نہ ہوں

جیسا کہ اس کتاب اور اس میں مذکور مثالوں سے منع کیا ہے۔ اسی طرح اربابِ طریقت کی بعض کتابوں مثلاً فصوص اور اس کے مثل اور کتابوں پر غور کرنے سے بھی روکا ہے کہ ان میں اسرار، حقائق اور مواجید کو صریحاً بغیر توقف اور یکسوئی کے لکھ ڈالا ہے۔

چوتھی شرط: جو خلاصۂ کلام اور حاصلِ مقصد ہے یہ ہے کہ اپنے علم کی کمی اور عقل کی کمزوری کا اعتراف کرے۔ خدا جانتا ہے کہ انہوں نے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے کیا کہا ہے اور کس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کی باتوں کو انہیں کے ساتھ چھوڑے اور خود کو اپنے تصرف کو درمیان سے ہٹالے۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ توقف اور انکار اس بات پر کیا جاتا ہے جو اس کی سمجھ میں آ... ہے یا احتمال اس امر کا ہو کہ انہوں نے اس چیز کا قصد کیا ہے جو فی نفسہٖ بری نہیں ہے۔ پس حقیقت میں انکار خود اپنے نفس پر ہوتا ہے ان پر نہیں۔

حاصل کلام کہ شریعت ایک واضح چیز ہے، خود اس کے موافق چل اور اسی کے مطابق کام کر۔ اور اگر تجھ سے مسئلہ شرعی پوچھا جائے تو شریعت کے حکم کے مطابق جواب دے۔ اور اگر صادقانِ راہ کے بارے میں کوئی بات آجائے تو تغافل سے کام لے اور چشم پوشی اختیار کر۔ واضح رہے کہ انکار دوری اور حرمان کا سبب ہوتا ہے اور تصدیق واعتقاد کامیابی کا موجب ہے: واللہ الهادی ومنه التوفيق لنيل الصواب (یعنی: اللہ تعالیٰ ہی ہدایت کرنے والا ہے۔ وہی توفیق دیتا ہے اور وہی صحیح بات تک پہنچاتا ہے)۔

کتاب قواعد الطریقہ فی الجمع بین الشریعت والحقیقۃ سے قواعد کی نقل پوری ہوئی۔ چونکہ اس کتاب کی عبارتیں وقت کی مناسبت سے بے حد مختصر تھیں۔ اس لئے اگر شرح اور وضاحت کی وجہ سے کسی کلمہ یا فقرہ کی زیادتی ہوگئی ہو تو کچھ بعید نہیں لیکن کسی بات یا حکایت کی نقل میں اس اصل سے زیادتی نہیں کی گئی جو شیخ کا مقصود یا ان کا اپنا کلام ہے سوائے بعض جگہوں کے۔ اور اگر توفیق ملی تو اس مفہوم کو دوسرے رسالوں میں بھی وقت کے تقاضہ کے مطابق کچھ اور مضمون شامل کر کے تفصیلاً دیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

(مرج البحرین، ص، ۸۵، تا، ۸۸، محمد اعلیٰ، ناظم آباد، کراچی)

راہِ تسلیم اور غلبۂ وجد وحال:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

وطریق اسلم کہ مرکزِ دائرۂ اعتدال وتوسط است تسلیم است۔ چنانچہ گفتہ اند اسلم تسلم۔ وحاصل معنی تسلیم بدان رود کہ بدانند کہ منشائے این امور حالِ صحیح ونسبتِ درست ونیتِ صادق است ولیکن بغلبۂ حال واستیلائے وجد قدم صبر وثبات از جاء در آمد وعنانِ ضبط واختیار از دست رفت بحدیکہ صورت این فعل قبح شرعی وے از نظرِ اعتبار سقوط پذیرفت ونظر بر صرف معنی وروح عمل، کہ حضور واخلاص است مقتصر آمد، وقدم از وسط طریق لغزید، واگر این حالت را در عالم ظاہر مثالے طلبند طریان حالتِ غضب وفرح است علی حسب تفاوت درجاتہما ومراتبہما۔ کہ چگونہ مرد عاقل را بجنباند واز اختیار بیرون آرد وبیخود کرداند، اگرچہ آن حصۂ اختیار کہ مبدائ فعل است باقی ست ولیکن سخن در زلت وثبات وغالب ومغلوب می رود، غلبہ وجد وحال را ہمبرین قیاس توان کرد، واین جز در مقامِ سکر وتلوین وبدایتِ حال نباشد۔

ترجمہ: بحث کا طریقہ جو اعتدال اور توسط کا مرکز ہے وہ تسلیم ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے "اَسلِمْ تَسلَمْ (یعنی اسلام قبول کرو سلامت رہو گے)۔ دراصل تسلیم کے

معنی یہ ہیں کہ لوگ جان لیں کہ ان امور کا منشا صحیح حالت، درست نسبت اور سچی نیت ہے۔لیکن حال اور وجد کے غلبہ کی وجہ سے ثبات کا قدم اپنی جگہ سے ہٹ جاتا ہے اور ضبط واختیار کی عنان ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔یہاں تک کہ شریعت کے لحاظ سے اس فعل کی جو برائی ہے وہ نظر سے ساقط ہوجاتی ہے اور صرف معنی اور روحِ عمل پر نظر جم کر رہ جاتی ہے کہ یہی چیزیں حضوری واخلاص کا موجب ہیں، اور قدم درمیانی راستے کے سرے پر پہنچ کر لڑکھڑا جاتا ہے اور اگر اس حالت کو عالمِ ظاہر میں مثال کے ذریعہ سمجھنا چاہیں تو یہ حالتِ غضب کی روانی اور فرحت والی ہے۔اور وہ درجوں اور مرتبوں کے تفاوت کی بنا پر ہے کہ کس حد تک وہ کسی عقلمند آدمی کو کس طرح حرکت دیتی، بے اختیار کرتی اور بے خود بناتی ہے۔اگر چہ اختیار کا وہ حصہ جو کسی فعل کا موجب ومبدا ہوتا ہے، باقی رہتا ہے لیکن بات اصل میں خطا ہونے، قائم رہنے، غالب ہونے یا مغلوب ہونے کی ہے۔وجد اور حال کے غلبہ کو بھی اسی بات پر قیاس کرلیا جائے اور یہ جز سکر وتلوین اور حال کے ابتدا میں نہیں ہوتا۔

(مرج البحرین، ص ۳۶۰، ۷ ۳ محمد اعلیٰ، ناظم آباد، کراچی)

فصل سادس:

اقسام وجد:

شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی، علیہ الرحمۃ (زمانہ تالیف ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

یادر ہے کہ وجد کی کئی اقسام ہیں۔پہلی قسم یہ ہے کہ سماع سرور سے ہر دردمند اور صالح کے قلب میں نرمی آتی ہے، خواہ اُسے سلوک الی اللہ سے کوئی تعلق نہ ہو۔اس حالت میں اس پر گریہ طاری ہوتا ہے اور آہ ونالہ میں مبتلا ہوجاتا ہے اگر چہ اسے نہ ذوق شغل ہوتا ہے نہ شوقِ عشق۔محض رِقت اور نرمیٔ دل کی وجہ سے یا عذابِ قبر اور عقاب دوزخ وغیرہ سے گریہ وزاری کرتا ہے لیکن اُسے حقیقت ومجاز اور غیریت اور عینیت کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔چونکہ حقِ تعالیٰ نے عام طور پر سرور اور سریلی آواز میں لطافت رکھی ہے جس سے ہر انسان اور حیوان کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور اس کی اصلی حالت کی یاد دل میں تازہ کرتی ہے۔

دوسری قسم:

حالت وجد کی دوسری قسم یہ ہے کہ صوفی مبتدی دردِ دل اور ہجر محبوب اور کثرت اندوہ میں تڑپتا ہے، جلتا ہے، روتا ہے حالانکہ اس کے اندر ذوق شہود وغیرہ کچھ نہیں ہوتا۔وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ شور واضطراب کہاں سے ہے کیا ہے اور کیوں ہے۔اس کی مثال اس مردِ مرتعش (رعشہ میں مبتلا) کی ہوتی ہے جس کے ہاتھ پاؤں میں بلا اختیار رعشہ ہوتا ہے اور کانپتے رہتے ہیں یا اس کی مثال اس درخت کی سی ہوتی ہے جو بادِ صرصر سے بے اختیار ہو کر ہوا کے جھونکوں سے ادھر ادھر جھکتا ہے اور ہلتا ہے۔

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ نے خوب فرمایا ہے ؎

رقص طلب است و رقص طرب است		جزایں هر دو شور و شغب است

ترجمہ: رقص طلب کی وجہ سے اور طرب (ذوق) کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اگر طلب اور ذوق وشوق نہیں تو لہو ولعب ہے۔

بیت:

اگر تو یار نداری چرا طلب نکنی		اگر به یار رسیدی چراطرب نکنی

ترجمہ: اگر تجھے دوست کا وصال حاصل نہیں ہے تو حاصل کیوں نہیں کرتا اور وصال ہے تو وجد کیوں نہیں کرتا۔

صوفی متبدی کی حالت اسی قسم سے تعلق رکھتی ہے اس حالت میں اُسے سوائے دردِ عشق کے انوار و اسرار میں سے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ بس اس عشق میں گریہ کرتا ہے اور شور کرتا ہے۔

تیسری قسم:

تیسری قسم اس صوفی سالک اہلِ نظر کی ہوتی ہے۔ جیسے کسی وقت محبوب حقیقی کے حسن و جمال پر نظر پڑ جاتی ہے تو اس کی زیبائی اور رعنائی دیکھ کر بے اختیار ہو جاتا ہے۔ جوش و خروش میں آتا ہے مست اور بے ہوش ہو جاتا ہے اور شدید دردِ عشق اور ذوق و شوق اور لذتِ حضوری کی وجہ سے گریہ وزاری کرتا ہے جیسا کہ مست بارگاہ بے نیازی خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ؎

بلبلے برگ گل خوشرنگ درمنقار داشت		واندراں برگ ونوا خوش نالھائے زاد داشت
گفتمش درعین وصل ایں نالہ وفریادچیست		گفت مارا جلوئہ معشوق درایں کارداشت

ترجمہ: ایک بلبل خوبصورت پھول چونچ میں لئے نالہ و فریاد میں مشغول تھا، میں نے اس سے کہا عین وصل میں یہ نالہ و فریاد کیوں ہے، اس نے جواب دیا کہ محبوب کے جلوے نے مجھے اس کام میں مشغول کر دیا ہے،

چنانچہ عشق کے اسرار و رموز دونوں طرف یعنی عاشق و معشوق کی طرف سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور عاشق پر کبھی خندہ کبھی گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ یہ حالت اچھی ہے اس وجہ سے کہ اس کا درجہ اعلیٰ اور رتبہ بلند ہے۔ یہ حالت محض فراق کی نہیں ہے بلکہ فراق و وصال کی ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ فراق و وصال کیا ہے اور فراق و وصال کے معنی کیا ہیں جب تک ہستی موہوم درمیان میں ہے عاشق شدتِ عشق اور حُبِ محبوب کی غلبہ کی وجہ سے ایسی معیت کا طلبگار رہتا ہے جو محبوب کی صفت ہے۔ (یعنی جس میں وجود مجازی نہ ہو) تاکہ مجاز کے تعین کے بغیر محبوبِ حقیقی کے وصل کی لذت حاصل ہو اور ظاہری نمود (یعنی تعین انسانی) بحکم آیۃ کریمہ: يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ۔

ترجمہ: اس دن اس زمین کو دوسرے قسم کی زمین سے تبدیل کیا جائے گا۔ (سورۃ ابراہیم: ۴۹) رفع ہو جاتی ہے اور پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ عاشق جو کچھ کرتا ہے دوست کی طاقت سے کرتا ہے۔ جو کچھ دیکھتا ہے دوست کی بصیرت سے دیکھتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اُسی سے چاہتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے اور جو کچھ بولتا ہے اسی سے بولتا، وہ اسی کا عین ہو جاتا ہے اور یہ اس کا عین بن جاتا ہے۔ دونوں ایک ہو جاتے ہیں اور دوئی مٹ جاتی ہے۔ جب اس حال سے افاقہ ہوتا ہے تو یہ شعر گاتا ہے۔

بیائے شیخ درمیخانۂ ما		شرابے خورکہ درکوثر نباشد

ترجمہ: (اے زاہد ہمارے میخانہ (وحدت) میں آؤ اور شراب پیو کیونکہ یہ شراب حوض کوثر میں بھی نہیں ہے)

لیکن جب تک سالک کے باطن کا ذکر اللہ کے ذریعے تزکیہ نفس نہیں کیا جاتا یہ دولت اُسے ہرگز نہیں مل سکتی۔ اس قسم کے صوفی کا عقل معاد باقی رہتا ہے اور محو مطلق نہیں ہوتا۔

چوتھی قسم:

چوتھی حالت اس صوفی سالک کی ہوتی ہے جس کو حق تعالیٰ ایسا وقت نصیب کرتا ہے کہ اس وقت محبوب حقیقی کے جمال وجلال کے انوار کے نزول کی وجہ سے اس کا وجود گم ہونے لگتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میرا وجود مٹ کر ناچیز ہو جائے گا۔ اپنی ہستی مٹتی دیکھ کر وہ آہ و نالہ کرتا ہے اور خواجہ حافظ کا یہ شعر اس کے حال کے موافق آتا ہے

همی ترسم که حافظ محو گردد		چه شوراست این که درسروارم امشب

ترجمہ: مجھے ڈر ہے کہ حافظ گم ہو جائے گا (ذاتِ حق میں) آج میرے اندر یہ کیسی کیفیت پیدا ہو رہی ہے۔

عاشق صادق یہ چاہتا ہے کہ کاش میں اپنے وجود اور ہستی میں رہ کر محبوبِ حقیقی کے حسن و جمال کا مشاہدہ کرتا اور حظ اٹھاتا۔ لیکن اس کی یہ خواہش ہرگز پوری نہیں ہوتی جس طرح کہ موم بتی کی حالت ہوتی ہے۔ موم بتی چاہتی ہے کہ اپنی حالت پر قائم رہوں اور جمال حسن شمع سے ہمکنار رہوں۔ لیکن جس قدر شمع کی آگ کا قرب میسر آتا ہے اس کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی ہستی مٹ جاتی ہے۔ پس اس کا رونا اور گریہ کرنا اسی حسرت کی وجہ سے ہوتا ہے کہ محبوب کے ساتھ رہ جاؤں اور اس کے جمال کا مشاہدہ کروں۔ لیکن محبوب کے قرب کی آگ اُسے جلا کر ختم کر دیتی ہے۔ اور اپنا عین بنا دیتی ہے۔ اس وقت عاشق کا یہ حال آیہ اذاجا کے مطابق ہو جاتی ہے اور اس کی مجازی ہستی آیہ:

إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً۔

ترجمہ: جب بادشاہوں کا گزر کسی بستی سے ہوتا ہے تو اُسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کی عزت کو ذلت میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ (سورۃ النمل: ۳۴)

کے مطابق خاک میں مل جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے وجود اور ہستی کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔

یاد رہے کہ عاشق کے دل میں یہ آرزو اس وقت تک ہوتی ہے جب تک وہ لذت محویت کا ذائقہ نہیں لیتا، لیکن جب اس لذت سے آشنا ہوتا ہے تو پھر ہرگز اپنی ہستی اور وجود کی خواہش نہیں کرتا۔ اس وجہ سے کہ یہ لذت یقیناً تمام لذات سے بلند و بالاتر ہے یعنی صفتِ آتش لینا اور آتش بن جانا۔ چنانچہ ہر شخص اپنے حوصلہ، ہمت اور استعداد کے مطابق مراتب اعلیٰ کی آرزو کرتا ہے۔ عاشق صادق پیاسا ہوتا ہے۔

هر چند که می نوشدمی جوشد		ومی خروشد سیرابی ندارد

ترجمہ: اس قدر پیتا ہے جوش وخروش بڑھتا ہے اور تشنگی رفع نہیں ہوتی۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

قلندر آنکه فوق الوصل جوید

ترجمہ: قلندر وہ ہے جو وصل سے بھی اوپر کے مقام کا متلاشی ہے یعنی وصل میں بھی اس کی پیاس نہیں بجھتی اور قریب سے قریب تر ہونا چاہتا ہے۔

بلکہ از نہایت محبت دریا را بہ قطرہ نے شمارد در عین وصل فراق مے پندارد (بلکہ عشق و محبت کے جوش میں دریا بھی نوش کر جاتا ہے تو اُسے قطرہ سمجھتا ہے اور عین وصول میں فراق محسوس کرتا ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے ۔

آرزوئے داشتم تشنگی آبے بود		تشنہ تر گشتم چوں گرویدم بہ دریا آشنا

ترجمہ: میرے دل میں آرزو تھی کہ پیاس بجھانے کیلئے پانی مل جائے لیکن جب دریا سے آشنائی ہوئی تو پیاس اور بھی بڑھ گئی، یعنی محبوب کے حسن و جمال کے مشاہدہ سے آتش عشق زیادہ بھڑک اٹھی۔

کسی نے خوب کہا ہے :

ہمہ عمر باتو قدح زویم و نرفت رنج خمار		چہ قیامتے کہ نمے رسی ز کنا مابکنارھا

ترجمہ: ہم اے دوست ساری عمر تیری شربت دیدار کے پیالے در پیالے نوش کئے لیکن پیاس ہے کہ بجھنے میں نہیں آتی یہ کیا قیامت ہے اور غضب ہے کہ تو میری بغل سے میری بغل میں نہیں آتا

یعنی محبوب حقیقی کا جس قدر قرب حاصل ہوتا ہے قریب تر ہونے کی خواہش بڑھتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں قرب بھی بعد بن جاتا ہے اور وصال ہجر و فراق ہوجاتا ہے کیونکہ محبوب حقیقی کے حسن و جمال کی کوئی حد ہے نہ قرب و وصال کی کوئی حد ہے۔ جوں جوں قرب بڑھتا ہے آتشِ عشق تیز تر ہوتی ہے اور یہ کھیل موت کے بعد قبر میں اور قبر کے بعد قیامت تک اور قیامت کے بعد ابد تک جاری رہے گا۔ واہ واہ عشق کیا ہی اچھا کھیل ہے۔) اللہ تعالیٰ ہر عاشق صادق کو یہ حالت نصیب کرے۔

پانچویں قسم:

پانچویں حالت اس صوفیٔ اہل معنی کی ہے کہ جس کی لذت کا نہ کوئی بیان ہے نہ نشان، بس دل جانتا ہے یا جان جانتی ہے۔ اس حالت میں نہ شور ہے نا اضطراب، یہ مقام لذت درلذت اور محویت درمحویت کا ہے، اس وقت سالک کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ احدیت میں محو ہوکر اپنی ہستی گم کردے اور تمام نسبتوں کو ختم کرکے یگانگی و یکتائی پیدا کرے۔ چنانچہ اس کی ہستی کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا اور محو مطلق ہوجاتا ہے۔ اور الان کما کان (جیسے تھا ویسے اب بھی ہے) بن جاتا ہے (یعنی ذات کے ساتھ ایک ہوجاتا ہے اور سب تعین مٹ جاتے ہیں) اگرچہ عاشق جانباز ایسی محویت چاہتا ہے کہ اس کا وجود مضمحل ہوجائے اور لاشے محض بن کر عین معشوق ہوجائے لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے بھی وہ آہ و فریاد کرتا ہے۔ اگرچہ وہ ذاتِ حق میں فنا ہوجاتا ہے لیکن کمال درجہ کی نیستی حاصل نہیں ہوتی (اس کا تعین نہیں مٹنے پایا) اس وقت **لی مع اللہ وقت** (پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ قرب ہوتا ہے کہ نہ کوئی مقرب فرشتہ وہاں پہنچ سکتا ہے نہ کوئی نبی مرسل) کا مقام اُسے حاصل ہوتا ہے جہاں فراق میں وصال ہے اور وصال میں فراق، بلکہ نہ فراق ہے نہ وصال، جمال در جلال اور جلال در جمال ہے۔ اگرچہ ہر وقت یہی حال ہوتا ہے لیکن محبوب ازلی کی محبت بحکم آیہ **یحبھم** ہمیشہ اس کے دل میں موجزن رہتی ہے۔ اور بہ تقاضائے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

ترجمہ: ہر وقت اس کی تجلیات کی نئی شان ہے۔ (سورۃ الرحمٰن: ۲۹)

وہ ہر وقت نئی شان اور نئے ظہور میں ہوتا ہے اس لئے عاشق صادق کو وہ ہرگز قرار نہیں دیتا۔ کبھی ظہور سے بطون کی جانب اور کبھی بطون سے ظہور کی جانب پھینک دیتا ہے غرضیکہ عاشق کے شوق کے مطابق اُسے عین نہیں ہونے دیتا اور کما کان کی نوبت نہیں پہنچنے دیتا۔

چنانچہ ایک محقق کا کہنا ہے کہ

وحدانیت کہ بعد اتحاد و یگانگی حاصل آید فردانیتش نگذارو کہ احدیث مطلق گردد تا عاشق را بہ ظہور در آورد و بہ ہستی سپارد

ترجمہ: وہ وحدانیت جو بعد وصال حاصل ہوتی ہے سالک کی فردانیت کو احدیث مطلق میں گم نہیں ہونے دیتی حتیٰ کہ عاشق اپنے مقام اور اپنے تعین میں برقرار رہتا ہے) اس وجہ سے بھی اسکے دل میں حسرت رہ جاتی ہے کہ معیت میں کمال حاصل نہیں ہوسکا اس لئے وہ نالہ وفریاد کرتا ہے اور زبان حال سے کہتا ہے ۔

آہ زاستغنا ء دلبر آہ آہ		کز تعظیم بستہ برکونین راہ

ترجمہ: (محبوب حقیقی کے استغنیٰ یعنی بے پرواہی پر افسوس آتا ہے کہ کس طرح اس نے اپنی عظمت کی وجہ سے اپنی طرف خلقت کا راستہ بند کر دیا ہے) یہی وجہ ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ ﷺ مقام قاب قوسین او ادنی تک پہنچے عالم احدیت سے فرمان ہوا کہ

قف محمد فان ربک یصلی

ترجمہ: اے محمد ﷺ ٹھہر جاؤ تمہارا پروردگار نماز میں ہے۔ یعنی مرتبہ تنزیہہ میں ہے کہ جہاں کسی نسبت کی گنجائش نہیں اور جہاں تمام نسبتوں اور اضافتوں کو محو اور لاشے کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے فریاد برپا کی کہ

یا لیت رب محمد لم یخلق محمداً

ترجمہ: کاش محمد ﷺ کا رب محمد ﷺ کو پیدا نہ کرتا۔

قف محمد ﷺ کے حکم میں نکتہ:

اور حکم قف میں دوسرا مفہوم یہ ہے کہ **یحبھم** کے بمصداق ذات حق کا ارادہ تھا کہ تعین محمد ﷺ کو نازِ محبوبیت اور انوار تجلیات معشوقی دکھانا مقصود تھا کیونکہ ناز بغیر نیاز قائم نہیں ہوتا اگر یہ نہ ہوتا تو عاشق و معشوقی، ناظری و منظوری، طالبی و مطلوبی کے راہ رسم ابدالآباد تک معطل رہتے۔ اسی وجہ سے یہ حکم صادر ہوا۔

دوسرا مفہوم:

یا یہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ظاہری تعین جمال حق تھا جیسا کہ کہا گیا ہے ۔

چو آدم رافر ستادیم بیرون		جمال خویش در صحرا نہادیم

ترجمہ: ہم نے آدم کو پیدا کر کے دنیا میں بھیجا تو ہم نے اپنا حسن و جمال صحرا میں بکھیر دی۔

چنانچہ اس جمال کو تقاضا ہوا کہ عین جلال میں ظاہر ہو اس لئے حکم ہوا کہ **قف محمد فان ربک یصلی** (اے محمد ٹھہر جا تمہارا پروردگار اپنے جمال کی طرف متوجہ ہے) **اللہ جمیل و یحب الجمال** (اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے) یہ نہیں چاہتا کہ توجہ نہ کرے۔

تیسرا مفہوم:

تیسرا مفہوم یہ ہے کہ مقصود یہ تھا کہ تعین محمد ﷺ اسرارِ عالم کا مشاہدہ جلال ھویت احدیت میں بھی کرتے اس لئے حکم ہوا کہ قف محمد ﷺ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فریاد کی کہ **یالیت رب محمد لم تخلق محمد** یعنی اے کاش محمدیت درمیان میں نہ ہوتی تا کہ محمدؐ کیلئے محمد حجاب نہ بنتا۔ اور جس طرح احدیت تھی اُسی حال میں رہتے اور الآن کما کان کا مقام حاصل رہتا۔ لیکن اگر چہ آنحضرت ﷺ کی یہ تمنا تھی تاہم یہ بات اللہ کو منظور نہ تھی کہ بندہ خدا ہو جائے۔ اگر چہ بندہ عارضی طور پر اللہ کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ حدیث قدسی بی یسمع بی تیضبر سے ظاہر ہے) لیکن پھر بندہ بندہ ہے اور خدا خدا۔ صفت عبدہ رسولہ آپ کا دامن نہیں چھوڑتی (ابن عربی جو وحدت الوجود کے بڑے حامی ہیں ان کا بھی یہی موقف ہے آپ فرماتے ہیں

العبد عبد وان تعرج الرب رب وان تنزل

ترجمہ: بندہ بندہ ہے خواہ جتنا عروج کرے یعنی فنائے ذات میں اور رب رب ہے خواہ وہ جس قدر نزول فرمائے ظہور میں۔)

چنانچہ ہندی زبان کا یہ دوھرہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے ؎

ہوں ساجن سنگ جر بوجھی کنتھ ادوائی باد		سمن اجھوں نجھوتی آنچر کا ارجھاڈ

ناچار محل عبودیت پر آنا پڑتا ہے اور بندگی کرنی پڑتی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

جب تم سوتے سبت سروپ تب ہم رانے تمہہ رے روپ
اب ہم لین گیا میں باس، تمہہ بھئی ٹھاکر ہم بھئی داس

چنانچہ جب آنحضرت ﷺ کو اس حالت سے افاقہ ہوا تو فرمایا و ما اوذی نبی مثل ما اوذیت (کوئی نبی اتنا نہیں ستایا گیا جتنا کہ میں ستایا گیا ہوں) یہ ایک راز سربستہ ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ فہم من فہم (سمجھا جس نے سمجھا)

چھٹی قسم:

چھٹی قسم کی حالت یہ ہے کہ صوفی کو عین وجد و سماع میں ایسی لذت آتی ہے کہ اس کے اعضاء کو کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی، کیونکہ وہ عالم مجاز سے نکل کر عالم باطن میں سیر کرتا ہے اور لذت حاصل کرتا ہے۔ لیکن اس کے دل کو اسبات کی خبر ہوتی ہے یہ دل صنوبری نہیں جو گل ہے لیکن کیونکہ

از گل تا دل ہزار فرسنگ است

ترجمہ: گل یعنی مٹی سے دل تک ہزار کوس کا فاصلہ ہے۔

چنانچہ اس دل کو اس ظاہری زبان سے بیان کرنا ناممکن ہے، اس گوشت کی زبان کی مجال ہے کہ عالم بطون کی باتوں کو بیان کرے۔ وجہ یہ ہے کہ اس دنیا کی کوئی چیز عالم قدس کے مانند نہیں ہے اس لئے بات کی جائے تو کیا کی جائے اور بیان کیا جائے تو کیا کیا جائے اور نشان دیا جائے تو کیا دیا جائے۔

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

العجز بهن الادراک ادراک

ترجمہ: ہم حقیقت سے عجز کا اقرار کرنا فہم ہے

ساتویں قسم:

ساتویں قسم کی حالت یہ ہے کہ بعض اوقات صوفی صاحب ذوق و وجد کے ہوش وحواس وجد وسماع میں برقرار رہتے ہیں چنانچہ ذاتِ عالم میں سے کسی ذرہ سے بے خبر نہیں ہوتا اور ہر زید وعمر کی شناخت رکھتا ہے، اُسے یہ عجز پیش آتا ہے کہ اس وقت اپنے آپ سے اور اپنی ہستی سے ذرہ بھر خبر نہیں رکھتا۔

وھذا من عجائبات الرب

ترجمہ: اور یہ عجائبات ربی میں سے ایک عجوبہ ہے

روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ میاں میر علیہ الرحمہ لاہوری (آپ کا مزار مبارک لاہور چھاؤنی میں ریلوے لائن سے متصل ہے، آپ اگرچہ قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے کہ سماع خوب سنتے تھے۔ آپ کے دونوں مرید اور خلفاء حضرت ملا شاہ بدخشی علیہ الرحمہ اور حضرت شاہ ابو المعالی علیہ الرحمہ بھی خوب سماع سنتے تھے اور رقص و وجد میں مشغول ہوتے۔ یہ بات ان کے مرید حضرت داراشکوہ نے اپنی کتاب سکینۃ الاولیاء میں لکھی ہے) اپنی ایک مجلس میں ارباب ذوق وسماع کے حالات اور اصحاب سکر وفنا کے کمالات بیان فرما رہے تھے اس اثناء میں آپ نے فرمایا کہ شیخ کامل اور منتہی کا وجد یہ ہے کہ عین حالتِ سماع ورقص میں اس کے ہوش وحواس برقرار رہتے ہیں اس وقت اگر ان کی مٹھی میں باجرہ کے دانے ہوں اور ایک دانہ گر جائے تو اس کو اس کے گرنے کا علم ہوتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور حالتِ رقص ومستی میں تو محویت ہی محویت ہوتی ہے اس وقت ہوش کیسے بحال رہ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس حالت میں دانوں کی محافظت کا کام صوفی کا نہیں ہوتا۔ وہ اپنی صفات سے فانی اور اپنی ہستی اور سارے جہان سے بے خبر ہوتا ہے بلکہ اس پر اس قدر محویت و بے خودی طاری ہوتی ہے کہ اس شعور کا بھی شعور نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس وقت علمِ حق اس کے اندر قائم ہو کر محافظت کرتا ہے، اسی طرح ہر فعل و عمل جو اس وقت صوفی سے ظاہر ہوتا ہے۔ درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور صوفی درمیان سے غیب ہوتا ہے۔ (اقتباس الانوار، ص:۸۱۰)

فصل سابع:

اب ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جواب کی طرف گامزن ہیں۔

الجواب: فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

ترجمہ: پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش پھر جب ہوش ہوا بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

یعنی رب تعالیٰ نے اپنی صفات کی تجلیوں میں سے ایک ہلکی سی تجلی طور پر ڈالی، کیوں کہ تجلّیٔ ذات پہاڑ پر نہ ڈالی گئی تھی اس تجلّی کی حقیقت کو ہماری عقل نہیں پاسکتی

معلوم ہوا کہ نبی پر بیہوشی طاری ہوسکتی ہے، عارضی طور پر۔لہٰذا صحابہ کرام ﷺ کا طلب قرطاس کے موقعہ پر عرض کرنا اھجر استفہموہ اسی مسئلہ پر مبنی تھا صحابہ کرام ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ آیا حضور ﷺ بیماری کی غشی میں یہ کلام فرمارہے ہیں یا واقعی۔اس آیت سے مجذوب فقیروں کے جذب کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔وہ حضرات ولایت موسوی پر ہوتے ہیں،اور جذب کی حالت میں شرعی احکام کے مکلّف نہیں رہتے۔موسیٰ ﷺ نویں ذی الحجہ جمعرات سے بیہوش ہوئے اور دسویں ذی الحجہ جمعہ کو ہوش میں آئے۔اس مدت میں آپ نے کوئی شرعی عمل نہ فرمایا۔جب مصری عورتیں جمال یوسفی پر فریفتہ ہوکر بیخودی میں اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور یہ جرم قرار نہ دیا گیا تو ان مستان جمال الٰہی کا کیا پوچھنا۔غرضیکہ مجذوب فقیروں کے جذب کی اصل یہ آیت ہے

(ترجمہ کنزالایمان تفسیر نورالعرفان،سورۃ الاعراف الآیہ،۱۴۳،ص،۲۶۶)

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ

ترجمہ: تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا۔

صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں کہ اطاعت وعشق اونٹ سے سیکھو،کہ اونٹ میں یہ دونوں چیزیں کامل طور پر موجود ہیں،جو یار کے ذکر پر وجد و مستی میں نہ آئے،اور جو حضور ﷺ کے غلاموں کی فرماں برداری نہ کرے،وہ اونٹ سے بدتر ہے۔لہٰذا اونٹ سے ہر مومن و کافر کو سبق ملتا ہے اور یہ بہت کارآمد جانور ہے

(ترجمہ کنزالایمان تفسیر نورالعرفان،سورۃ الغاشیۃ،الآیۃ،۱۷،ص،۹۶۹)

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمہ کا قول ہے:

اجتنب صحبة ثلاثة اصناف من الناس العلماء الغافلین و الفقراء المداهنین و التصو فة الجاهلین

ترجمہ: تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے اجتناب کیا کرو۔ایسے عالموں سے جو جاہل ہوں،ایسے فقیروں سے جو دھوکے باز ہوں اور ایسے صوفیوں سے جو جاہل ہوں۔

علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ جو صوفیاء پر تنقید کرنے میں مشہور عالم ہیں وہ بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ:

وما كان المتقدمون فی التصوف الا رئو سافی القرآن و الفقه و الحدیث وا التفسیر

یعنی صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) متقدمین علوم قرآن،فقہ،حدیث اور تفسیر میں امام ہوا کرتے تھے۔

(کشف المحجوب،ص،۲۴)

علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر،قدس سرہ،شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی علیہ الرحمہ،متوفی،۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

اخبرنا الشیخ الاصیل محیی الدین ابو محمد یوسف ابن الامام ابی الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی۔قال:قال لی الحافظ ابوالعباس احمد بن احمد البغدادی البندلجی:حضرت انا و والدک علیه الرحمة یوما مجلس الشیخ محیی الدین عبدالقادر رضی الله،عنه فقرء القاری آیة فذکر الشیخ فی تفسیرها وجها فقلت لوالدک:اتعلم هذا الوجه؟قال:نعم،ثم ذکر وجها آخر،فقلت له،اتعلم هذا الوجه ؟قال :نعم،فذکر الشیخ فیها احد عشر وجها،انا اقول لوالدک:اتعلم هذا الوجه؟ وهو یقول نعم، ثم ذکر الشیخ وجها آخر،فقلت لوالدک:اتعلم هذا الوجه؟قال:لا،حتی ذکر فیها کمال اربعین وجها یعزو کل وجه الی قائله،و والدک

يقول: لا اعرف هذا الوجه، واشتد تعجبه من سعة علم الشيخ، ثم قال: نترک القال، ونرجع الى الحال لا اله الا الله محمد رسول الله، فاضطرب الناس، اضطرابا شديدا، ومزق والدک ثيابه۔

حافظ ابوالعباس احمد بن احمد البندنیجی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک وقت کا ذکر ہے کہ میں اور شیخ جمال الدین ابن الجوزی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی مجلس میں حاضر ہوئے اس وقت آپ علیہ الرحمہ ترجمہ پڑھا رہے تھے۔ قاری نے ایک آیت پڑھی اور آپ علیہ الرحمہ نے اس کے وجوہات بیان فرمانے شروع کیے۔ میں نے پہلی وجہ پر شیخ جمال الدین موصوف سے پوچھا: کہ آپ علیہ الرحمہ کو یہ وجہ معلوم ہے تو انہوں نے کہا: ہاں! پھر آپ علیہ الرحمہ نے ایک وجہ بیان فرمائی، میں نے شیخ موصوف سے پوچھا: کہ یہ وجہ آپ علیہ الرحمہ کو معلوم ہے انہوں نے کہا: ہاں! یہاں تک کہ آپ علیہ الرحمہ نے اس آیت کریمہ کے متعلق گیارہ وجوہات بیان فرمائیں اور ہر ایک وجہ پر میں شیخ علیہ الرحمہ موصوف سے پوچھتا گیا کہ آپ کو یہ وجہ معلوم ہے تو شیخ علیہ الرحمہ موصوف ہر ایک وجہ کی نسبت کہتے گئے کہ ہاں یہ وجہ مجھے معلوم ہے اس کے بعد آپ علیہ الرحمہ نے ایک اور وجہ بیان کی جس کی نسبت شیخ علیہ الرحمہ موصوف سے میں نے دریافت کیا تو انہوں نے کہا: کہ یہ وجہ مجھ کو معلوم نہیں۔ اسی طرح آپ علیہ الرحمہ نے پوری چالیس وجوہات بیان فرمائیں اور ہر ایک وجہ کو اس کے قائل کی طرف بھی منسوب کرتے گئے اور اخیر تک ہر وجہ پر شیخ علیہ الرحمہ موصوف نے کہا: کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ آپ علیہ الرحمہ کی وسعت علم پر نہایت متعجب ہو کر کہنے لگے کہ ہم قال کو چھوڑ کر حال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ان کا یہ کہنا کہ مجلس میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا اور شیخ علیہ الرحمہ موصوف نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

(بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص، ۲۲۴، ۲۲۵، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۲، ھ، لکھتے ہیں:

پیشش آمد بعد بدریدن فرج		صوفئے بدرید جبه در حرج

ترجمہ: ایک صوفی نے حالتِ وجد میں اپنا جبہ پھاڑ ڈالا بعد پھاڑ ڈالنے کے اس پر کشائشِ رزق نازل ہوئی۔

سبحان اللہ! پیر محمد چشتی، مولانا اظہر اٹک والے، قاری عثمان تاروجبہ، مولانا محمد بشیر القادری، ابوداؤد صاحب محمد الیاس گھمن، عبدالمقدس وغیرہا، کی ساری محنت خراب، بے کار، سنو لوگو! بڑے محدث، علامہ، امام، منکر وجد علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی، حنبلی، متوفی، ۵۹۷ھ کو وجد آ گیا، بلکہ وجد ہی نہیں کپڑے بھی پھاڑ دیئے۔ اور مزید واقعات جو ابن جوزی کی کتب میں موجود ہیں وہ بھی باحوالہ سب حاضر ہیں۔

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی، علیہ الرحمہ متوفی، ۵۹۷، ھ لکھتے ہیں:

إخواني: كم إلى دير المحبة من موارد ومصادر، نبهوا رواهب الشوق لتكون إليهم سائر، طلبوا منه شرابا عتيقا جلّ عن معاصرة العاصر، فتح لهم دنان التوله، فانفض منه رحيق التحقيق له شعاع يملأ البصائر، أدار عليهم أقداح الوجد، فحنوا إلى المزيد حنين الذاكر، خامرهم سكر التولة، فبدا لهم كل غائب وحاضر، استزادوا من هذا الشراب الطيب الطاهر، بذلوا فيه النفوس والأوطان والغائب والحاضر، أطربهم تلحين أهل دير المحبة، فتواجدوا تواجد كابر عن كابر، محبوبهم ساقيهم، ومجلس أنسهم منضد بأنواع الأزاهر، ملوك في وقت السكر، عبيد في وقت الصحو، فهم بين غائب وحاضر. شربة من هذا المدام رخيصة ببذل

الکون والأوائل والأواخر، لا یترکه إلا سیفه لیس لتیه شقائه من آخر۔ اقبل نصحي وبادر قبل غلق بابه وباکر، یغنیك عن کل مطعوم ومشروب، وعن کل نسیم عاطر.

منها شرب آدم، وناح علیها نوح، ونشر زکریا بالمناشر، وعرض الخلیل علی النار، فما أحس بما هو إلیه سائر، وعاجل الشوق موسی فقال: أرني لعلي أری المنظور في الناظر، وکم لداود من سکر وأشواق وتلحین مزامر، وهام عیسی في البراري لا یأوي علی باد ولا حاضر، شربها شربا نبینا محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یوم السبت، فألقت فیه بقیة أوجبت المدائح والمفاخر.

لك انفتح الکون، فاختر هذا الشراب الطیب الطاهر، قطرة منها نهر الکوثر، تروی منها في ظما الهواجر، دارت علی الصدّیق والفاروق والسعید إلی العاشر. اجتمعوا لشربها في الأول، واجتمعوا لشربها في الآخر، أبقوا في أدنان المعاني بقایا الکرام فعل الأکابر، صفت لأهل الصفة، فصفت بشربها السرائر. فاخلع في شربها العذار، فما لك إن خلعت من عاذل، وإن لم تخلعه فما لك من عاذر، وزمزم وأطرب وارقص، فالکون کونك، ومحبوبك حاضر. صن موضع السر عن سواه، وإیاك والخاطر الخاطر، إن نظرت لغیره، أبعدك ومالك إن بعدت من ناصر.

یا معشر الفقراء، هذه سماعکم، فأین من هو معي حاضر، یا أرباب الأحوال، معکم أتحدث، ولکم أصف، ولرکبکم أسایر، یا معشر التائبین، أما یهون علیکم بذل المعصیة لنیل هذا الجوهر الفاخر، إن فاتك هذا السماع ولم تطرب، فأنت في بریة الحرمان حائر.

ترجمہ: میرے بھائی! محبت کی منزل کو پانے کے لئے بہت سے راستے اوران راستوں میں متعدد پڑاؤ ہیں۔شوق کے ساتھ بیدار ہوجاؤ تا کہ اپنا سفر طے کرسکو۔اپنے رب ﷻ سے ہمیشہ بڑے مرتبہ والی محبت مانگا کرو۔اللہ ﷻ نے اپنے مقرَّبین کے لئے درِولایت کھول رکھا ہے۔اس دروازے سے خوشبو والا اس طرح گزرتا ہے کہ اس کی نورانیت (ہماری) آنکھوں کو خیرہ کردیتی ہے۔وجد کے پیالے اس کے سامنے گھومتے ہیں اوروہ مزید طلب کی خواہش میں مبتلا رہتے ہیں۔دوستی کی فکر کے نشہ نے انہیں مدہوش کیا تو کیا ظاہر، کیا پوشیدہ؟ سب ان کے سامنے آ گیا۔انہوں نے اس جامِ محبت سے خوب فیض پایا توان کے تمام احوال سمٹ کررہ گئے۔گلستانِ محبت کے باشندوں کی پُرسوز آواز نے انہیں مست کردیا تووہ آہستہ آہستہ وجد میں آ گئے۔ان کا ساقی ان کا اپنا ہی محبوب ہے۔ان کی محفل رنگا رنگ پھولوں سے آراستہ ہے۔

ان کے غلام ہوش میں آچکے ہیں جبکہ یہ لوگ اب تک مدہوشی میں ہیں۔یقیناً اس پائیدار محبت کا ایک گھونٹ ساری دنیا کے عوض بھی سستا ہے اور بیوقوف کے علاوہ اسے کوئی نہیں چھوڑ سکتا اور بے وقوف بھی ایسا جس کی بدبختی انتہاء کو پہنچ چکی ہو۔

پیارے اسلامی بھائی! میری نصیحتوں کو قبول کرلو اور (توبہ کا) دروازہ بند ہونے سے پہلے ہی اس کی طرف سبقت کرو، یہ محبت تمہیں ہر لذت سے بے نیاز کردے گی۔

حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ السلام نے بھی اسی محبت کا جام پیا ہے اور اسی پر حضرتِ سیِّدُنا نوح علیہ السلام نے گریہ وزاری کی اور حضرتِ سیِّدُنا زکریا علیہ السلام کو اسی محبت میں آرے سے چیرا گیا، حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہیں آگ کی تپش کا احساس نہ ہوا، حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ علیہ السلام کا شوق بڑھا تو وہ عرض کرنے لگے کہ مجھے اپنی تجلی دکھادے تا کہ میں تیری زیارت کرسکوں، حضرتِ سیِّدُنا داود علیہ السلام کو خوش الحانی کا کیسا سُرور حاصل ہوا، حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ علیہ السلام نے جنگلات

میں رہنا پسند فرمایا لہذا نہ شہر میں گھر بنایا نہ دیہات میں اور ہمارے نبی مکرم، شفیع معظم ﷺ نے بھی اسی محبت الٰہی عزوجل کا جام پیا اور آج بھی جو محبوب کی تعریف ہوتی ہے اور اس پر فخر کیا جاتا ہے یہ اسی محبت کا بچا ہوا حصہ ہے۔

میرے بھائی! تیرے لئے ساری کائنات کی راہیں کھلی ہیں تو اس میں سے اس پاکیزہ جامِ محبت کو منتخب کر لے کہ اس کا ایک قطرہ پیاس بجھانے میں آبِ کوثر جیسا ہے۔ یہی جامِ محبت حضرتِ صدیق وفاروق اور سعید و دیگر عشرہ مبشرہ (علیہم الرضوان) پر پیش ہوا تو وہ سب اسے پینے کے لئے جمع ہو گئے۔ اپنے اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دیگر صلحاء امت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے یہی روحانی فکر اپنائی۔ تم بھی اہل صفہ ﷺ کی صفات اپنالو، اس کا کچھ حصہ تمہیں بھی نصیب ہوجائے گا۔ اس کی طلب میں رُکاوٹ بننے والے حیلے چھوڑ دو۔ اگر تم ملامت کی راہ چھوڑ دو گے تو تمہارا کیا جائے گا۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ اپنے مالک کی حمد بیان کرو، خوشی سے جھومو اور وجد میں آجاؤ ساری مخلوق تمہاری دوست بن جائے گی، محبوب کا قرب حاصل ہوگا۔ اپنے دلوں کی حفاظت کرو، اگر تم نے غیر اللہ پر نظر رکھی اور اللہ ﷻ کی بارگاہ سے دور ہو گئے تو تمہارا کیا بنے گا۔

اے فقراء کی جماعت! یہ باتیں تو تمہارے سننے کی تھیں۔ اے احوال والو! میں تم سے مخاطب ہوں میں یہ خوبیاں تمہیں بتاتے ہوئے تمہارے ساتھ چل رہا ہوں، اے تائبین (یعنی توبہ کرنے والوں) کی جماعت! اس جوہرِ قابل کے حصول کے لئے نافرمانی سے بچنا تمہارے لئے کیا مشکل ہے۔ اگر تم اس خطاب سے محروم رہے اور خوشی میں نہ جھومے تو محرومی کے جنگل میں بھٹکتے رہو گے۔

(بحر الدموع، الفصل التاسع عشر ص، ۱۰۲، تا، ۱۰۴، دار التوفیقیۃ للتراث، القاہرہ)

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

وكم لهم في وادي السحر من عيون تجري كالطوفان، فإذا لاحت أعلام الفجر كبروا عند مشاهدة العيان، فديت طراق الدجى، فديت أرباب العزائم، فديت الفتيان.

بادروا رواهب الخلوة، نحن لكم جيران، تركنا الأسباب والأهل والأوطان، فرقنا شهوات النفوس والأبدان، وخربنا ديار اللهو، فأقفرت منذ زمان، طلقنا الدنيا بتاتا، وهجرنا الدار والسكان، سقينا من شراب الأنس شربة ولو كان ما كان، لبسوا حلة الجوع بالنهار، وتركوا خدمة من جلّ وهان، عمروا القلوب بالتقوى، وبالذكر اللسان، لهم نزاحم على باب الدجى، فمنهم من صاح ومنهم نشوان، ومنهم من خامره بالشوق، فهو من الحب ولهان، ومنهم من غلبه الوجد، فهو هائم سكران، أفناهم الخوف وأذبلهم الأرق وهم من القلق كل يوم في شأن. سيرهم ذكر الحبيب ولهم في التلاوة ألحان، نالوا منازل التوكل، وأصبحوا فيها قطان، باعوا شهوات النفوس بأبخس الأثمان، سجلوا على أنفسهم سجل الرضا بالقضاء، فأهلا بالرجال الشجعان، تتجافى جنوبهم عن المضاجع ولهم تلحين بالقرآن، خامرهم الخوف فسكروا من شرابه مخافة النيران، منهم من سقي شراب المحبة صرفا، وتزايدت لهم الأحزان، ومنهم من مزج له بالأشواق، فعاين منه ألوان، كم خربوا في حبه منازل، وكم أيتموا فيه من ولدان. تراهم، أبدا سكارى عرايا في القفار وفي البلدان. قلوبهم مملوءة بالخوف، وظاهرهم مضمخ بالأحزان، ينادي لسان

شوقهم: لا كان من ألم السلوى ولا كان، خرق لهم حجاب العادات وعقد على رؤوسهم للولاية تيجان، مجلس أنسهم مضمخ بالمشاهدة شديدة الأركان. يا معشر الفقراء، طوفوا بهذا الدير، وزاحموا على بابه، وباكروا هذه الدنان، طيبوا على هذا السماع، وتواجدوا على هذه الألحان، معكم جمال المحبوب، في الكون والحال.

ترجمہ: یہ لوگ ساری ساری رات عبادت میں مصروف رہتے ہیں پھر جب سحر پھوٹتی ہے تو ان کی آنکھوں سے اشکوں کے دھارے بہہ نکلتے ہیں۔ پھر جب طلوعِ فجر ہوتی ہے تو یہ مشاہدات میں کھو جاتے ہیں اور اللہ ﷻ کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔

میں ان چمکتے ستاروں، پختہ ارادے رکھنے والوں اور جوانوں پر قربان جاؤں۔ (یہ ہمیں صدا دیتے ہیں کہ) تنہائی اختیار کرو، آخرت میں ہم تمہارے پڑوسی بنیں گے۔ ہم نے مال واسباب، بیوی بچے اور وطن چھوڑ دیئے، نفسانی خواہشات چھوڑ دی ہیں۔ ہم نے فانی دنیا ویران کر دی ہے، اب یہ ایک عرصہ سے ہماری تلاش میں ہے مگر ہم نے اسے ایسی طلاق دے دی ہے جس میں رجوع ممکن نہیں۔ گھر اور گھر والوں کو خود سے جدا کر دیا اور محبتِ خداوندی عزوجل کا جام پی لیا۔ کاش! ہمیں اس کے کچھ گھونٹ اور مل جائیں۔

یہ حضرات دن میں روزہ رکھتے ہیں، دل کو تقویٰ سے آباد رکھتے ہیں اور زبان کو ذکر سے معمور رکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل کا قرب پانے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ اس تگ ودو میں کسی کی آہیں نکل جاتی ہیں، کوئی مدہوش ہو جاتا ہے، کوئی شوق میں دیوانہ ہو کر محبت میں متحیر ہوا جاتا ہے، کسی پر وجد غالب آ جاتا ہے تو وہ پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔ خوف نے ان کو بے حال اور شب بیداری نے لاغر کر رکھا ہے۔ ہر دن انہیں نئی بے چینی لاحق ہوتی ہے۔ خدا عزوجل کی یاد نے ان سے وطن چھڑا دیا ہے۔ یہ لوگ تلاوتِ قرآن کرتے وقت اس میں غور کرتے ہیں۔ جب یہ توکل کے درجات پر فائز ہوئے تو ان کی کمر جھک گئی، خواہشاتِ نفسانی کو بیچ کر یہ تقدیر کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔ خوش آمدید ایسے بہادروں کو جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں اور جو غمگین لہجے میں قرآن پڑھتے ہیں جب خوف ان پر غالب ہوا تو یہ جہنم کے خوف سے بے ہوش ہو گئے۔

ان میں سے بعض نے خالص جامِ محبت پیا تو ان کی فکر میں اضافہ ہو گیا۔ اور کچھ کا شوق بڑھا تو انہوں نے شوق کے بہت سے روپ دیکھے۔ بہت سوں نے اپنے گھر ویران کر لئے اور بہت سے اولاد سے دور ہو گئے۔ تم ان کو جنگلات اور ویرانوں میں مدہوشی کے عالم میں پاؤ گے۔ ان کے دل خوف سے پُر ہوں گے جبکہ ظاہر غم والم سے معمور ہوگا اور وہ زبانِ حال سے کہتے ہوں گے کہ ہمیں زندگی کا نہ کوئی غم ہے نہ کبھی ہوگا۔ اللہ ﷻ نے ان کے لئے حجابات اٹھا دیئے اور ان کے سروں پر ولایت کا تاج سجا دیا اور ان کی مجلسوں کو جلوۂ حق کی خوشبو سے معطر کر دیا۔

اے فقراء کی جماعت! بارگاہِ اُلفت میں حاضری دینے میں سبقت کرو اور ان لوگوں کی قربت اختیار کر لو، ان کی گفتگو سے سرور حاصل کرو ان کے مختلف احوال کا مشاہدہ کرو دنیا ہی میں محبوب کا جلوہ پا لو گے۔ (بحر الدموع، الفصل السادس والعشرون، ص ۱۳۵، ۱۳۶، دار التوفیقیۃ للتراث، القاہرہ)

امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

يا معشر الفتيان، ما أطيب عيش الصدّيقين، شربوا هذا الشراب وباحوا بالكتمان، فما تراهم إلا بين واجد وهائم وخائف وراج وولهان.

فعندما تجلى لهم محبوبهم في قلوبهم، أغناهم عن مشاهدة العيان. لاطفهم بملاطفة: يا عبادي لا خوف عليكم، اليوم لكم الأمان. بعيني ما تحملتم من أجلي، فكم من جفنت ساهر، وكم من كبد من الشوق ملآن، سأكشف لكم لمألم الحجاب عن وجهي فتتنعمون بما لم يخطر على قلب إنسان. ألبسكم حلل الرضا، وأبسط مجالسكم بالرضوان، أسقيكم شراب التوحيد صرفا خالصا، وأنا الحنان المنّان. يا أهل السماع تواجدوا، ويا معشر الإخوان، أين المشتاق؟ هذا الشراب، هذا كأس المتاب ملآن. أين أنت من أهل الصفا يا مضيعا عمره في العصيان؟ بادر قبل تغير الحال، فتعود بالخيبة والخسران، واعص من لامك وخالف من عدلك، وأطع من نصحك ودع قالا وقيل. {فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَئِكَ يَقْرَأُونَ كِتَابَهُمْ وَلا يُظْلَمُونَ فَتِيلاً وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي الآخِرَةِ أَعْمَى وَأَضَلُّ سَبِيلاً}

اے نوجوانو! خدا ﷻ کے ان مقرب بندوں کی زندگی کتنی پاکیزہ ہے جنہوں نے اس شرابِ محبت کو پیا اور اس کی کیفیت کو پوشیدہ رکھا۔ تم ان لوگوں کو عشق، وجدانیت، خوف وامید اور حیرانی کے عالم میں پاؤ گے کیونکہ ان کے محبوب نے ان کے دلوں پر تجلی فرما کر انہیں دنیا کی طرف متوجہ ہونے سے روک دیا اور ان پر مہربانی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے میرے بندو! تم پر کوئی خوف نہیں آج تم امان میں ہو تم نے میری خاطر جو مشکلات برداشت کی ہیں میں ان کی قدر جانتا ہوں، کتنی آنکھیں جاگ رہی ہیں اور کتنے دل شوق سے بے قرار ہیں۔ جلد ہی اپنا دیدار کراؤں گا اور تم ایسی نعمتیں پاؤ گے جس کا خیال کسی انسان کے دل میں نہ آیا اور تمہیں اپنی رضا سے نوازوں گا، تمہارے لئے جنت میں محفلیں سجاؤں گا اور توحید کی خالص مے پلاؤں گا کیونکہ میں حنّان ومنّان ہوں۔

سنو سنو پیارے بھائیو! شوق رکھنے والے کہاں ہیں شرابِ محبت تو یہاں ہے اور محبت کے پیالے بھرے ہوئے ہیں۔ اے نافرمانی میں عمر گنوا دینے والے: تو نیک اور برگزیدہ بندوں میں کیسے شامل ہو سکتا ہے وقت بدل جانے سے پہلے ہی اطاعت میں سبقت لے جا، ورنہ پیچھے رہ جانے کی صورت میں بہت نقصان اٹھائے گا، اپنے فائدے کے لئے کام کر اور بے جا بہانے چھوڑ دے، جو تجھے ملامت کرے اس پر توجہ نہ دے اور جو شکایت کرے اس کی بات نہ سن اور جو تجھے نصیحت کرے اس کی اطاعت کر۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے: فَمَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِکَ یَقْرَءُوْنَ کِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ، وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا

ترجمہ: تو جو اپنا نامہ (اعمال) داہنے ہاتھ میں دیا گیا یہ لوگ اپنا نامہ (اعمال) پڑھیں گے اور تاگے بھر ان کا حق نہ دبایا جائے گا۔ اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے اور اور بھی زیادہ گمراہ۔ (سورۃ الاسراء، ۷۱۔۷۲)

(بحر الدموع، الفصل السادس والعشرون، ص ۱۳۶، دار التوفیقیۃ للتراث، القاہرہ)

امام حافظ ابونعیم اصفہانی علیہ الرحمۃ، متوفی ۴۳۰ھ، اور امام جمال الدین ابی الفرج ابن جوزی علیہ الرحمۃ، متوفی ۵۹۷ھ، لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا سلَيمَانُ بنُ أَحمدَ، ثنا محمَّدُ بنُ زَكَرِيَّا الْغَلَابِيُّ، ثنا أبو عُمَرَ الحرَمِيُّ النَّحْوِيُّ، ثنا الْفَضْلُ بنُ الرَّبِيعِ، قَالَ: "حَجَّ أَمِيرُ المؤمنين فَأَتَانِي فَخَرَجْتُ مُسرعًا فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَرْسَلْتَ إِلَيَّ أَتَيْتُكَ، فَقَالَ: وَيحكَ قَدْ حَاكَ فِي نَفْسِي شَيْءٌ فَانْظُرْ لِي رَجُلًا أَسأَلُهُ

فقلت: هاهنا سفيان بن عيينة، فقال: امض بنا إليه فأتيناه فقرعنا الباب فقال: من ذا؟ قلت: أجب أمير المؤمنين فخرج مسرعا، فقال: يا أمير المؤمنين لو أرسلت إلي أتيتك، فقال: خذ لما جئناك له رحمك الله فحدثه ساعة، ثم قال له: عليك دين؟ فقال: نعم، قال: أبا عباس اقض دينه فلما خرجنا قال: ما أغنى عني صاحبك شيئا انظر لي رجلا أسأله قلت: هاهنا عبد الرزاق بن همام قال: امض بنا إليه فأتيناه فقرعنا الباب فخرج مسرعا، فقال: من هذا قلت: أجب أمير المؤمنين، فقال: يا أمير المؤمنين لو أرسلت إلي أتيتك، فقال: خذ لما جئناك له فحادثه ساعة ثم قال له: عليك دين؟ قال: نعم، قال: أبا عباس اقض دينه. فلما خرجنا قال: ما أغنى عني صاحبك شيئا، انظر لي رجلا أسأله قلت: هاهنا الفضيل بن عياض قال: امض بنا إليه، فأتيناه فإذا هو قائم يصلي يتلو آية من القرآن يرددها، فقال: أقرع الباب فقرعت الباب فقال: من هذا قلت: أجب أمير المؤمنين، فقال: مالي ولأمير المؤمنين، فقلت: سبحان الله أما عليك طاعة أليس قد روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: »ليس للمؤمن بذل نفسه« فنزل ففتح الباب ثم ارتقى إلى الغرفة فأطفأ السراج ثم التجأ إلى زاوية من زوايا البيت فدخلنا فجعلنا نجول بأيدينا فسبقت كف هارون قبلي إليه، فقال: يا لها من كف ما ألينها إن نجت غدا من عذاب الله عز وجل. فقلت في نفسي: ليكلمنه الليلة بكلام من تقى قلب تقي فقال له: خذ لما جئناك له رحمك الله فقال: "إن عمر بن عبد العزيز لما ولي الخلافة دعا سالم بن عبد الله ومحمد بن كعب القرظي، ورجاء بن حيوة، فقال لهم: إني قد ابتليت بهذا البلاء فأشيروا علي فعد الخلافة بلاء وعددتها أنت وأصحابك نعمة، فقال له سالم بن عبد الله: إن أردت النجاة من عذاب الله فصم الدنيا وليكن إفطارك منها الموت، وقال له محمد بن كعب: إن أردت النجاة من عذاب الله فليكن أمير المؤمنين عندك أبا وأوسطهم عندك أخا وأصغرهم عندك ولدا فوقر أباك وأكرم أخاك وتحنن على ولدك، وقال له رجاء بن حيوة: إن أردت النجاة غدا من عذاب الله فأحب للمسلمين ما تحب لنفسك واكره لهم ما تكره لنفسك، ثم مت إذا شئت، وإني أقول لك فإني أخاف عليك أشد الخوف يوما تزل فيه الأقدام فهل معك رحمك الله مثل هذا أو من يشير عليك بمثل هذا فبكى هارون بكاء شديدا حتى غشي عليه، فقلت له: ارفق بأمير المؤمنين فقال: يا ابن الربيع تقتله أنت وأصحابك، وأرفق به أنا ثم أفاق، فقال له: زدني رحمك الله قال: يا أمير المؤمنين بلغني أن عاملا لعمر بن عبد العزيز شكي فكتب إليه عمر: يا أخي أذكرك طول سهر أهل النار مع خلود الأبد وإياك أن ينصرف بك من عند الله فيكون آخر العهد وانقطاع الرجاء، قال: فلما قرأ الكتاب طوى البلاد حتى قدم على عمر بن عبد العزيز فقال له: ما أقدمك قال: خلعت قلبي بكتابك لا أعود إلى ولاية حتى ألقى الله عز وجل، قال: فبكى هارون بكاء شديدا، ثم قال له: زدني رحمك الله فقال: يا أمير المؤمنين إن العباس عم المصطفى صلى الله عليه وسلم جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله أمرني على إمارة، قال له النبي صلى الله عليه وسلم إن الإمارة حسرة وندامة يوم القيامة فإن استطعت أن لا تكون أميرا فافعل فبكى هارون بكاء شديدا، فقال له: زدني رحمك الله قال: يا حسن الوجه أنت الذي يسألك الله عز وجل عن هذا الخلق يوم القيامة فإن استطعت أن تقي هذا الوجه من النار فإياك أن تصبح وتمسي وفي قلبك غش لأحد من رعيتك فإن النبي صلى الله

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَصْبَحَ لهم غاشًا لم يَرِحْ رَائِحَةَ الجنَّةِ فبَكَى هَارُونُ, وَقَالَ لَهُ: عَلَيْكَ دَيْنٌ؟ قَالَ: نَعَمْ دَيْنٌ لِرَبِّي لم يحاسبني عَلَيْهِ فَالوَيْلُ لِي إِنْ سَأَلَنِيَ, وَالوَيْلُ لِي إِنْ نَاقَشَنِي, وَالوَيْلُ لِي إِنْ لم أُلهم حُجَّتِي. قَالَ: إِنَّمَا أَعنِي مِنْ دَيْنِ العِبَادِ قَالَ: إِنَّ رَبِّي لم يأمرني بهذا إِنَّمَا أَمَرَنِي أَنْ أُصَدِّقَ وَعْدَهُ وَأُطِيعَ أَمْرَهُ فَقَالَ جَلَّ وَعَزَّ {وَمَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو القُوَّةِ المَتِينُ} (الذاريات): فَقَالَ لَهُ: هَذِهِ أَلْفُ دِينَارٍ خُذْهَا فَأَنْفِقْهَا عَلَى عِيَالِكَ, وَتَقَوَّ بِهَا عَلَى عِبَادَتِكَ, فَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ أَنَا أَدُلُّكَ عَلَى طَرِيقِ النَّجَاةِ وَأَنْتَ تُكَافِئُنِي بِمِثْلِ هَذَا سَلَّمَكَ اللهُ وَوَفَّقَكَ. ثُمَّ صَمَتَ فَلَمْ يُكَلِّمْنَا, فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ فَلَمَّا صِرْنَا عَلَى البَابِ, قَالَ هَارُونُ: إِذَا دَلَلْتَنِي عَلَى رَجُلٍ فَدُلَّنِي عَلَى مِثْلِ هَذَا, هَذَا سَيِّدُ المسلمين, فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ امْرَأَةٌ مِنْ نِسَائِهِ فَقَالَتْ: يَا هَذَا قَدْ تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ ضِيقِ الحَالِ فَلَوْ قَبِلْتَ هَذَا المَالَ فَتَفَرَّجْنَا بِهِ, فَقَالَ لَهَا: مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ قَوْمٍ كَانَ لَهُمْ بَعِيرٌ يَأْكُلُونَ مِنْ كَسْبِهِ فَلَمَّا كَبِرَ نَحَرُوهُ, فَأَكَلُوا لَحْمَهُ. فَلَمَّا سَمِعَ هَارُونُ هَذَا الكَلَامَ, قَالَ: نَدْخُلُ فَعَسَى أَنْ يَقْبَلَ المَالَ فَلَمَّا عَلِمَ الفُضَيْلُ خَرَجَ فَجَلَسَ فِي السَّطْحِ عَلَى بَابِ الغُرْفَةِ, فَجَاءَ هَارُونُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ, فَجَعَلَ يُكَلِّمُهُ فَلَا يُجِيبُهُ۔

حضرت فضل بن ربیع رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: جب خلیفۃ المسلمین ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ حج ادا کرنے کے لئے مکۃ المکرمہ آئے، تو ان دنوں میں اپنے گھر ہی میں موجود تھا۔اچانک مجھے اطلاع ملی کہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس تشریف لا رہے ہیں۔اطلاع ملتے ہی میں فوراً حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: حضور! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کیوں زحمت فرمائی، مجھے پیغام بھجوا دیا ہوتا میں خود ہی حاضر ہو جاتا۔

خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے ابن ربیع! رحمۃ اللہ علیہ میرے دل میں ایک بات کھٹک رہی ہے، تم جلدی سے مجھے کسی ایسے بزرگ کے پاس لے چلو جو میری مشکل کو آسان کر دے، کیا تمہاری نظر میں کوئی ایسا شخص ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! حضرت سیدنا سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں موجود ہیں۔خلیفہ نے کہا: مجھے فوراً ان کے پاس لے چلو۔

چنانچہ ہم ان کے گھر پہنچے اور میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔اندر سے آواز آئی: کون ہے؟" میں نے کہا: خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔جلدی سے حاضر خدمت ہو جاؤ۔ہارون الرشید کا نام سنتے ہی حضرت سیدنا سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فوراً باہر آئے اور کہا: حضور! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تکلیف کیوں کی؟ مجھے حکم نامہ بھیجا ہوتا میں خود ہی حاضر ہو جاتا۔خلیفہ نے کہا: اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے۔ہم جس مقصد کے لئے آئے ہیں اس کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیے۔پھر خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کیا اور دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے۔

پھر ان سے پوچھا: کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کسی کا قرض ہے؟ کہا: جی ہاں! میں مقروض ہوں۔خلیفہ نے فرمایا: اے عباس! ان کا قرض ادا کر دینا۔پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے لے کر وہاں سے آگے چل دیئے اور فرمایا: میں ان سے مطمئن نہیں ہوا، مجھے کسی اور بزرگ کے پاس لے چلو۔

میں نے عرض کی: حضرت سیدنا عبدالرزاق ابن ہمام المنان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلتے ہیں۔فرمایا: جلدی کرو، چنانچہ ہم ان کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے آواز آئی: کون ہے؟ میں نے کہا: جلدی باہر تشریف لائیے، خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آئے ہیں۔یہ سنتے ہی حضرت سیدنا عبدالرزاق ابن ہمام المنان رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لائے، اور کہنے لگے: حضور! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کیوں زحمت فرمائی، مجھے پیغام بھیجا ہوتا میں خود حاضر ہو جاتا۔خلیفہ نے کہا: اللہ عزوجل آپ پر رحم

فرمائے، ہم آپ علیہ الرحمۃ کے پاس ایک مقصد لے کر حاضر ہوئے ہیں، ہماری پریشانی دور فرما دیجئے۔

پھر خلیفہ نے ان کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کیا، اور کچھ دیر ان سے باتیں کرتے رہے۔ پھر فرمایا: کیا تم پر کسی کا قرض ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ خلیفہ نے کہا: اے عباس ان کا قرض ادا کر دینا۔ یہ کہہ کر آپ علیہ الرحمۃ آگے بڑھے، اور مجھ سے فرمانے لگے: ان کے پاس آنے سے بھی میرا مسئلہ حل نہیں ہوا، اے ابن ربیع! مجھے کسی بہت کامل بزرگ کی بارگاہ میں لے چلو۔

میں نے عرض کی: حضور! اب ہم حضرت سیدنا فضیل بن عیاض علیہ رحمۃ الوھاب کی بارگاہ میں چلتے ہیں۔ (وہاں آپ علیہ الرحمۃ کا مسئلہ ضرور حل ہو جائے گا) خلیفہ ہارون الرشید علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ٹھیک ہے، انہیں کی بارگاہ میں چلتے ہیں۔

چنانچہ ہم ان کے گھر پہنچے دیکھا تو وہ نماز میں مشغول تھے اور بار بار قرآن پاک کی کسی آیت کو پڑھ رہے تھے۔ میں نے دروازہ پر دستک دی، اندر سے پوچھا گیا: کون ہے؟ میں نے کہا: حضور! باہر تشریف لائیں، خلیفہ ہارون الرشید علیہ الرحمۃ آپ علیہ الرحمۃ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ علیہ الرحمۃ نے جواب دیا: مجھے امیر المؤمنین علیہ الرحمۃ سے کیا غرض؟ اور انہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ میں نے کہا: سبحان اللہ عزوجل! کیا آپ علیہ الرحمۃ پر امیر کی اطاعت واجب نہیں؟ کیا آپ علیہ الرحمۃ نے حضور نبی رحمت ص ﷺ کی یہ حدیث پاک نہیں سنی کہ مؤمن کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے آپ کو ذلت میں ڈالے۔

(جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب لایتعرض من البلاء لمالایطیق، الحدیث: ۲۲۵۴، ص ۱۸۷۹)

فرمانِ مصطفی ﷺ سنتے ہی آپ علیہ الرحمۃ نیچے تشریف لے آئے اور چراغ بجھا دیا پھر کمرے کے ایک کونے میں جا کر چھپ گئے۔ ہم کمرے میں داخل ہوئے اور آپ علیہ الرحمۃ کو ڈھونڈنے لگے۔ اچانک خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ المجید کی ہتھیلی آپ علیہ الرحمۃ کے جسم سے لگی۔ آپ علیہ الرحمۃ فرمانے لگے: اے امیر المؤمنین! علیہ الرحمۃ آپ کی ہتھیلی کتنی نرم و نازک ہے، اے کاش! یہ جہنم کی آگ سے بچ جائے۔ یہ سن کر میں نے دل میں کہا: آج آپ علیہ الرحمۃ خوب وعظ و نصیحت فرمائیں گے اور امیر المؤمنین علیہ الرحمۃ سے (خوف خدا عزوجل) کے متعلق خوب کھل کر بات کریں گے۔

پھر خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ المجید نے آپ علیہ الرحمۃ سے عرض کی: حضور! ہم آپ علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں ایک مسئلہ لے کر حاضر ہوئے ہیں، خدارا! ہمارا مسئلہ حل فرما دیجئے تا کہ میرے بیقرار دل کو قرار آ جائے۔

تو آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: جب حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ خلیفہ بنے تو آپ علیہ الرحمۃ نے حضرت سیدنا سالم بن عبداللہ، حضرت سیدنا محمد بن کعب قرظی اور حضرت سیدنا رجاء بن حیوٰۃ علیہ الرحمۃ کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہنے لگے: میں تو اس خلافت کی وجہ سے سخت مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں، مجھے امورِ خلافت کے بارے میں کچھ مشورہ دیجئے۔

حضرت سیدنا فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! دیکھئے! حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے خلافت کو مصیبت سمجھا لیکن آپ علیہ الرحمۃ اور آپ کے ساتھی اسے نعمت سمجھتے ہیں۔

اے امیر المؤمنین علیہ الرحمۃ! جب حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے ان حضرات سے مشورہ لیا تو حضرت سیدنا سالم بن عبداللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: اے عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ! اگر تو اللہ عزوجل کے عذاب سے بچنا چاہتا ہے تو مسلمانوں میں سے جو بزرگ ہیں، ان کی عزت اپنے باپ کی طرح کر، اور جو درمیانی عمر کے ہیں انہیں

اپنے بھائیوں کی طرح جان، اور جو تجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں انہیں اپنی اولاد کی طرح سمجھ۔

حضرت سیدنا رجاء بن حیوۃ علیہ الرحمہ نے فرمایا: اے عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمہ! اگر تو عذابِ الٰہی عزوجل سے بچنا چاہتا ہے تو مسلمانوں سے محبت کر، اور ان کے لئے بھی وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو دُنیا و آخرت میں مامون رہے گا۔

اس کے بعد حضرت سیدنا فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ نے فرمایا: اے خلیفہ! میں بھی تجھے سمجھا رہا ہوں اور میں تیرے بارے میں اس دن کی سختی سے شدید خوف زدہ ہوں جس دن قدم پھسل رہے ہوں گے۔ ذرا سوچ! کیا وہاں تجھے کوئی مشورہ دینے والا ہوگا؟ کیا وہاں تیرے وزیر، مشیر تیرا ساتھ دیں گے؟

نہ بیلی ہو سکے بھائی، نہ بیٹا باپ تے مائی		تو کیوں پھرتا ہے سودائی، عمل نے کام آنا ہے

یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید علیہ الرحمہ اتنا روئے کہ ان پر غشی طاری ہوگئی۔ میں نے کہا: حضور! خلیفہ علیہ الرحمہ پر کچھ نرمی فرمائیے۔ تو آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا: اے ربیع! میں ان پر نرمی ہی تو کر رہا ہوں جبھی تو ایسی باتیں کی ہیں۔ اے ابن ربیع! علیہ الرحمہ حقیقت تو یہ ہے کہ تو اور تیرے دوستوں نے تو خلیفہ علیہ الرحمہ کو برباد کر دیا ہے۔

جب خلیفہ علیہ الرحمہ کو کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا: اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیے۔

آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین علیہ الرحمہ! مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمہ کے ایک گورنر نے شکایت کی تو آپ علیہ الرحمہ نے اسے خط بھیجا جس میں لکھا تھا:

میں تجھے جہنمیوں کی اس شدید بے چینی و بے آرامی سے ڈراتا ہوں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ خبردار! ایسے کاموں سے کوسوں دور بھاگنا جو تجھے اللہ عزوجل کی یاد سے دور کر دیں۔ یاد رکھ! آخری لحات میں امیدیں ختم ہو جائیں گی۔

جب اس گورنر نے یہ خط پڑھا تو فوراً حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمہ کی طرف چل دیا۔ جب وہ آپ علیہ الرحمہ کے پاس پہنچا تو آپ علیہ الرحمہ نے اس سے پوچھا: تجھے کس چیز نے یہاں آنے پر مجبور کیا؟ اس نے عرض کی: حضور! آپ علیہ الرحمہ کے خط نے میرا دل پارہ پارہ کر دیا ہے، اب میں کبھی بھی گورنر کا عہدہ قبول نہیں کروں گا یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔ یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید علیہ الرحمہ پھر زور زور سے رونے لگے، اور فرمایا: اے فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ! اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، مزید کچھ نصیحت فرمائیے۔

آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین علیہ الرحمہ! جب ہمارے پیارے آقا، دو عالم کے داتا ﷺ کے پیارے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے کسی شہر کا حاکم بنا دیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک امارت (یعنی حکومت) حسرت و ندامت ہے، اگر تجھ سے ہو سکے تو کبھی بھی (کسی پر) امیر نہ بننا۔ (سنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب النھی عن مسألۃ الامارۃ، الحدیث: ۵۳۸۷، ص ۲۴۳۱)

خلیفہ ہارون الرشید علیہ الرحمہ یہ سن کر پھر رونے لگے، اور عرض کی: اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، مزید کچھ ارشاد فرمائیں۔

آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا: اے حسین و جمیل چہرے والے! یاد رکھ! کل بروزِ قیامت اللہ عزوجل تجھ سے مخلوق کے بارے میں سوال کریگا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا یہ خوبصورت چہرہ جہنم کی آگ سے بچ جائے تو کبھی بھی صبح یا شام اس حال میں نہ کرنا کہ تیرے دل میں کسی مسلمان کے متعلق کینہ یا عداوت ہو۔ بے شک رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا: جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ کینہ پرور ہے تو وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گا۔

خلیفہ ہارون الرشید علیہ الرحمۃ رونے لگے، اور عرض کی: حضور! آپ علیہ الرحمۃ پر کسی کا کوئی قرض وغیرہ ہے؟

تو آپ نے فرمایا: جی ہاں! میرے پروردگار ﷻ کا مجھ پر قرض ہے، لیکن اس نے ابھی تک میرا محاسبہ نہ کیا۔ اگر اس نے مجھ سے سوال کرلیا یا میرا حساب لے لیا تو میرے لئے ہلاکت ہوگی، اور اگر مجھے جواب دینے کی توفیق نہ دی گئی تو میری تباہی و بربادی ہے۔ خلیفہ نے کہا: حضور! میری مراد یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کسی بندے کا تو کوئی قرض وغیرہ نہیں؟ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: میرے رب ﷻ نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا۔ بے شک مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کی اطاعت کروں، اور اس کا مخلص بندہ بن جاؤں۔

اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ، مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ، اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ

ترجمہ: اور میں نے جن اور آدمی اس ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔ میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔ بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے۔ (الذٰریٰت: ۵۶، ۵۷، ۵۸)

حضرت سیدنا فضیل بن عیاض علیہ رحمۃ اللہ الوہاب کی نصیحت آموز باتیں سن کر خلیفہ ہارون الرشید علیہ الرحمۃ کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا۔ پھر خلیفہ نے ایک ہزار دینار آپ علیہ الرحمۃ کو دیتے ہوئے عرض کی: حضور! یہ حقیر سا نذرانہ قبول فرمالیں، انہیں اپنے اہل و عیال پر خرچ کریں اور ان کے ذریعے عبادت پر قوت حاصل کریں۔

یہ سن کر آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: سبحان اللہ ﷻ! میں تجھے نجات کا راستہ بتا رہا ہوں اور تو اس کے صلہ میں مجھے یہ (حقیر) دولت دے رہا ہے۔ اللہ ﷻ تجھے نیک اعمال کی توفیق دے، اور تجھے سلامت رکھے۔

(عیون الحکایات، ص ۴۶، ۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام جمال الدین ابی الفرج ابن جوزی، علیہ الرحمۃ، متوفی ۵۹۷ھ، لکھتے ہیں:

أبو الحسن الفارسي قال: بلغنا أن رجلاً من أصحاب ذي النون أصيب بعقله فكان يطوف ويقول: آه أين قلبي؟ أين قلبي؟ من وجد قلبي؟ من وجد قلبي؟ والصبيان قد أولعوا به يرمونه من كل جانب.

فقضي أنه دخل يوماً بعض سكك مصر وقد هرب من الصبيان فجلس يستريح ساعة إذ سمع بكاء صبي تضربه والدته ثم أخرجته من الدار وأغلقت دونه الباب. فجعل الصبي يلتفت يميناً وشمالاً لا يدري أين يذهب؟ وإلى أين يقصد؟ فلما سكن ما به، عاد ناكصاً على عقبيه حتى رجع إلى باب دار والدته فوضع رأسه على عتبة الدار فذهب به النوم. ثم انتبه فجعل يبكي ويقول: يا أماه من يفتح لي الباب إذا أغلقت عني بابك؟ ومن يدنيني من نفسه إذا طردتني من نفسك؟ ومن الذي يربيني بعد أن غضبت علي؟

قال: فرحمته أمه فقامت فنظرت من خلل الباب فوجدت ولدها تجري الدموع على خديه متمعكاً في التراب. ففتحت الباب

وأخذته حتى وضعته في حجرها وجعلت تقبله وتقول: يا قرة عيني ويا عزيز نفسي، أنت الذي حملتني على نفسك، وأنت الذي تعرضت لما حل بك، لو كنت أطعتني لم تلق مني مكروهاً.

قال: فتواجد الفتى وصاح حتى اجتمع عليه الخلق فقالوا: ما الذي أصابك؟ فقال: قد وجدت قلبي، قد وجدت قلبي. فلما بصر بذي النون قال: يا أبا الفيض قد وجدت قلبي في سكة كذا وكذا عند فلانة. وسماها. ثم لم يزل إذا تواجد يقول ذلك.

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُ نا ابوالحسن فارسی علیہ رحمۃ اللہ سے منقول ہے: حضرتِ سیِّدُ نا ذُوالنُّون مِصری علیہ رحمۃ اللہ کے معتقدین میں سے ایک شخص کی عقل جاتی رہی اور وہ مجنون ہوکر گلی کوچوں میں اس طرح صدائیں لگاتا پھرتا: ہائے! میرا دل کہاں ہے؟ ہائے! میرا دل کہاں ہے؟ کیا کسی کو میرا دل ملا ہے؟ کیا کسی کو میرا دل ملا ہے؟ میرا دل کہاں ہے؟ بچے اس کا مذاق اُڑاتے اور پتھر مارتے۔ ایک دن وہ بچوں سے تنگ آکر ایک گلی میں داخل ہوکر ایک جگہ بیٹھ گیا، کچھ دیر بعد ایک بچے کے رونے کی آواز سنائی دی، نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک چھوٹا سا بچہ زاروقطار رو رہا تھا، اس کی والدہ نے کسی غلطی پر اسے مارا اور ناراض ہوکر گھر سے باہر نکال کر دروازہ بند کر دیا تھا۔ اب وہ چھوٹا سا مُنّا کبھی دروازے کی دائیں جانب جارہا تھا کبھی بائیں جانب لیکن اسے اندر جانے کا کوئی راستہ نظر نہ آرہا تھا۔ بچہ بڑے دردمندانہ انداز میں رو رہا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ کہاں جائے؟

بالآخر تھک ہار کر اپنے گھر کے دروازے کی چوکھٹ پر گردن رکھ کر لیٹ گیا، لیٹے لیٹے اسے نیند آگئی۔ جب بیدار ہوا تو رونے لگا اور بڑی آہ وزاری کرتے ہوئے یوں التجائیں کرنے لگا:

اے میری پیاری ماں! اگر تو ہی میرے لئے دروازہ بند کردے گی تو پھر کون میرے لئے اپنا دروازہ کھولے گا؟ جب تو ہی مجھے ٹھکرا دے گی تو کون مجھے اپنے قریب کریگا؟ میری پیاری ماں! جب تو ہی مجھ سے ناراض ہوگئی تو کون مجھے پیار دے گا؟ میری پیاری ماں! مجھے اپنی آغوشِ رحمت میں لے لے۔

بچے کی آنکھوں سے سَیلِ اشک رواں تھا اور بڑے ہی دردمندانہ انداز میں آہ وزاری کر رہا تھا۔ اپنے جگر کے ٹکڑے کی یہ درد بھری آواز سن کر ماں کا دل بھر آیا، وہ دوڑتی ہوئی اپنے جگر پارے کے پاس آئی تو دیکھا کہ بچے کی آنکھیں آنسوؤں سے تربتر تھیں، چہرے پر مٹی لگی ہوئی تھی اور وہ زمین پر سر رکھ کر زاروقطار رو رہا تھا۔ ماں نے فوراً اپنی آغوش میں لے لیا، پیار سے چومنے لگی اور مامتا بھری آواز میں کہا: میرے لال! میری آنکھوں کی ٹھنڈک! تُو تو مجھے جان سے بھی زیادہ محبوب ہے تو نے ایسی غلطی کی جس کی وجہ سے مجھے تجھ پر غصہ آیا اور تجھے سختی برداشت کرنی پڑی، میرے لال! اگر تو میری اطاعت وفرمانبرداری کرتا تو ہرگز میری طرف سے تجھے ناپسندیدہ بات نہ پہنچتی۔

وہ مجنون، ماں بیٹے کی باتیں سن رہا تھا، جب اس نے ماں کی بیٹے پر شفقت دیکھی تو اسے وجد آگیا وہ کھڑا ہوگیا اور زور زور سے چیخنے لگا۔ چیخ وپکار سن کر لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے اور وجہ پوچھی تو مجنون نے کہا: مجھے میرا دل مل گیا ہے۔ مجھے میرا دل مل گیا ہے۔ جب اس نے حضرتِ سیِّدُ نا ذُوالنُّون مِصری علیہ رحمۃ اللہ کو دیکھا تو کہا: حضور! مجھے میرا کھویا ہوا دل مل گیا ہے، فلاں گلی فلاں مکان کے پاس مجھے میرا دل مل گیا۔ پھر اس نے ماں بیٹے والا واقعہ سنایا۔ جب بھی وہ مجنون یہ واقعہ سناتا اس پر وجد طاری ہوجاتا، گویا ماں بیٹے کی محبت دیکھ کر اسے اللہ عزوجل کی مخلوق پر رحمتیں وعنایتیں یاد آجاتیں۔

(عیون الحکایات، الحکایۃ الثامنۃ والاربعون بعد الثلاثمائۃ، ص، ۳۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، صفۃ الصفوۃ، ج، ص، ۴۵۴)

حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل ابن کثیر علیہ الرحمۃ متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ ابنُ الجوزِيِ: وَكَذٰلِكَ وَقَعَ لِأَبِي الحسَنِ بنِ الخَشَّابِ شَيخِ ابنِ الرَّفَا، وَكَانَ تِلْمِيذًا لِأَبِي بَكرِ بنِ الأَدمِيِ المتَقَدِمِ ذِكرُهُ، وَكَانَ جَيِّدَالقِرَاءَةِ حَسَنَ الصَّوتِ أَيضًا، قَرَأَ ابنُ الخَشَّابِ لَيلَةً فِي جَامِعِ الرُّصَافَةِ فِي الإِحيَاءِ هٰذِهِ الاٰيَةَ: {أَلَم يَأنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكرِ اللهِ} (الحدید١٦) فَتَوَاجَدَ رَجُلٌ صُوفِيٌ، وَقَالَ: بَلٰى وَاللهِ قَدْ آنَ. وَجَلَسَ وَبَكٰى بُكَاءً طَوِيلًا، ثُمَّ سَكَتَ سَكتَةً، فَحَرَّكُوهُ فَإِذَا هُوَ مَيِّتٌ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى.

اور ابن جوزی نے فرمایا: اور ابو حسن بن خشاب شیخ ابن الرفا بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا، اور بہت عمدہ قاری تھے اور آواز بھی بہت خوبصورت تھی، ابن خشاب نے ایک (شب بیداری) رات جامع رصافہ میں یہ آیت پڑھی:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ

ترجمہ: یا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو اُترا۔ (الحدید:١٦)

تو ایک صوفی شخص نے وجد میں آ کر کہا: کیوں نہیں اللہ کی قسم وہ وقت آ گیا ہے، وہ یہ کہہ کر بیٹھ گیا اور دیر تک روتا رہا، پھر بالکل خاموش ہو گیا اس وقت وہ فوت ہو گیا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج١١، ص٣٦٠، دار الکتب العلمیہ، بیروت، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، ج١٥، ص٤٤،)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمۃ متوفی، ٦٧٢ھ، لکھتے ہیں:

نعرۂ مستانہ خوش مے آیدم		تا ابد جاناں! چنیں مے بایدم

ترجمہ: مجھ کو مستانہ نعرہ اچھا لگتا ہے اے محبوب مجھ کو ہمیشہ ایسا ہی (حال) مطلوب ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص٢٠٨)

فصل ثامن:

اب ہم اللہ کے فضل وکرم سے مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، علیہ الرحمۃ متوفی، ٦٧١ھ، کی اپنی تفسیر سے وجد کے حوالہ جات درج کرتے ہیں

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ٦٧١ھ، لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ تَعَالٰى: وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرٰى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ أَيْ بِالدَّمْعِ وَهُوَ فِي مَوْضِعِ الحَالِ، وَكَذَا يَقُولُونَ. وَقَالَ امْرُؤُ القَيْسِ:

فَفَاضَتْ دُمُوعُ العَيْنِ مِنِّي صَبَابَةً		عَلَى النَّحْرِ حَتّٰى بَلَّ دَمْعِي مِحْمَلِي

وَخَبَرٌ مُسْتَفِيضٌ إِذَا كَثُرَ وَانْتَشَرَ كَفَيْضِ المَاءِ عَنِ الكَثْرَةِ. وَهٰذِهِ أَحْوَالُ العُلَمَاءِ يَبْكُونَ وَلَا يَصْعَقُونَ، وَيَسْأَلُونَ وَلَا يَصِيحُونَ، وَيَتَحَازَنُونَ وَلَا يَتَمَوَّتُونَ، کما قال تعالی:

اللهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الحدِيثِ كِتاباً مُتَشابِهاً مَثانِي تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللهِ (الزمر،۲۳) وَقَالَ: إِنَّمَا المؤمِنُونَ الَّذِينَ إِذا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ مِنَ الدَّمْعِ، سے مراد، بِالدَّمْعِ، ہے یعنی آنسوؤں کے ساتھ۔ یہ حال واقع ہو رہا ہے اسی طرح یقولون ہے۔ امرؤ القیس نے کہا:

عَلَى النَّحْرِ حَتَّى بَلَّ دَمْعِيَ مِحْمَلِي		فَفَاضَتْ دُمُوعُ الْعَيْنِ مِنِّي صَبَابَةً

خبر مستفیض، مشہور خبر کو کہتے ہیں جب وہ پھیل جائے اور مشہور ہو جائے۔ جیسے پانی کی کثرت ہو تو کہتے ہیں: فَيْضِ الْمَاءِ، یہ علماء کے احوال ہیں جو روتے ہیں اور چنگھاڑتے نہیں، سوال کرتے ہیں اور چلاتے نہیں، پریشان ہوتے ہیں اور مرنے کا تکلف نہیں کرتے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتاباً مُتَشابِهاً مَثانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلى ذِكْرِ اللهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے نہایت عمدہ کلام یعنی وہ کتاب جس کی آیتیں ایک جیسی ہیں بار بار دہرائی جاتی ہیں اور کانپنے لگتے ہیں اس کے (پڑھنے) سے بدن ان کے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے بدن۔ (الزمر: ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ۔

ترجمہ: صرف وہی سچے ایماندار ہیں کہ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تو کانپ اٹھتے ہیں ان کے دل۔ (الانفال: ۲)

(تفسیر القرطبی، سورۃ المائدۃ، تحت الآیۃ: ۸۳، ج۶، ص۱۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

فَرَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنْ كَانَتْ لِي عِنْدَكَ خَطِيئَةٌ أَخْلَقَتْ بِهَا وَجْهِي فَأَسْأَلُكَ بِحَقِّ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي، فَضَجَّتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ، وَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَقَالَ لَهُ: يَا يُوسُفُ! غُضَّ صَوْتَكَ فَلَقَدْ أَبْكَيْتَ مَلَائِكَةَ السَّمَاءِ!

ترجمہ: آپ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کی: اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میرے یہ کام خطا ہیں تو میں اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما، تب آسمان کے فرشتوں نے چیخ و پکار کی اور حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: اے یوسف: اپنی آواز کو پست رکھیں، آپ نے تو آسمان کے فرشتوں کو رلا دیا ہے۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ یوسف، تحت الآیۃ: ۲۱، ج۹، ص۱۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

وَقَالَ ابنُ سَمعَانَ عَن عِدَّةٍ مِن أَصحَابِهِ: إِنَّهم قَالوا أَمذَينَ عِشقًا، وَهبُ بنُ مُنبِّهٍ: عَشِقنَهُ حَتّٰى مَاتَ مِنهُنَّ عَشرٌ فِي ذٰلِكَ المجلسِ دَهشًا وَحَيرَةً وَوَجدًا بِيُوسُف. وَقِيلَ: مَعنَاهُ حِضنَ مِنَ الدَّهَشِ، قَالَهُ قَتَادَةُ وَمُقَاتِلٌ وَالسُّدِّيُّ، قَالَ الشَّاعِرُ:

نَأتِي النِّسَاءَ عَلَى أَطهَارِهِنَّ		وَلَا نَأتِي النِّسَاءَ إِذَا أَكبَرنَ إِكبَارًا

ترجمہ: حضرت ابن سمعان علیہ الرحمہ نے اپنے اصحاب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے روایت کرتے ہوئے کہا: انہوں نے کہا کہ عشق کی وجہ سے ان کی مذی نکل گئی۔ وہب نے کہا: وہ آپ کے عشق میں یوں مبتلا ہوئیں کہ ان میں سے دس عورتیں دہشت، حیرت اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سبب وجد کی وجہ سے مر گئیں۔ ایک قول یہ ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ دہشت کے سبب ان کو حیض آ گیا۔ (المحرر الوجیز: جلد: ۳: صفحہ: ۲۳۹)۔ یہ قتادہ، مقاتل اور سدی کا قول ہے۔ شاعر نے کہا۔ (تفسیر طبری: جلد: ۱۲: صفحہ: ۲۴۵)۔

نَأتِي النِّسَاءَ عَلَى أَطهَارِهِنَّ		وَلَا نَأتِي النِّسَاءَ إِذَا أَكبَرنَ إِكبَارًا

ترجمہ: ہم عورتوں کے پاس ان کے طہر میں آتے ہیں اور جب انہیں حیض آ جائے تو ہم ان کے پاس نہیں آتے۔ اَکبَرنَ، سے مراد حیض کا آنا لیا گیا ہے۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ یوسف، تحت الآیۃ: ۳۱، ج ۹، ص ۱۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

أَيُّهَا المَلِكُ! لَئِن لم تخلِ مَعَنَا أَخَانَا لَأَصِيحَنَّ صَيحَةً تُبقِي فِي مَدِينَتِكَ حَامِلًا إِلَّا أَسقَطَت مَا فِي بَطنِهَا، وَكَانَ ذٰلِكَ خَاصَّةً فِيهِم عِندَ الغَضَبِ، فَأَغضَبَهُ يُوسُف وَأَسمَعَهُ كَلِمَةً، فَغَضِبَ يَهُوذَا وَاشتَدَّ غَضَبُهُ، وَانتَفَجَت شَعرَاتُهُ، وَكَذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِن بَنِي يَعقُوبَ، كَانَ إِذَا غَضِبَ، اقشَعَرَّ جِلدُهُ، وَانتَفَخَ جَسَدُهُ، وَظَهَرَت شَعرَاتُ ظَهرِهِ، مِن تَحتِ الثَّوبِ، حَتّٰى تَقطُرَ مِن كُلِّ شَعرَةٍ قَطرَةُ دَمٍ، وَإِذَا ضَرَبَ الأَرضَ بِرِجلِهِ تَزَلزَلَت وَتَهَدَّمَ البُنيَانُ، وَإِن صَاحَ صَيحَةً لم تسمعه حامل من النساء والبهائم وَالطَّيرِ إِلَّا وَضَعَت مَا فِي بَطنِهَا، تَمَامًا أَو غَيرَ تَمَامٍ، فَلَا يَهدَأُ غَضَبُهُ إِلَّا أَن يَسفِكَ دَمًا، أَو تُمسِكَهُ يَدٌ مِن نَسلِ يَعقُوبَ، فَلَمَّا عَلِمَ يُوسُف أَنَّ غَضَبَ أَخِيهِ يَهُوذَا قَد تَمَّ وَكَمُلَ كَلَّمَ وَلَدًا لَهُ صَغِيرًا بِالقِبطِيَّةِ، وَأَمَرَهُ أَن يَضَعَ يَدَهُ بَينَ كَتِفَي يَهُوذَا مِن حَيثُ لَا يَرَاهُ، فَفَعَلَ فَسَكَنَ غَضَبُهُ۔

ترجمہ: اے بادشاہ! اگر تو نے ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ نہ بھیجا تو میں ایسی چیخ ماروں گا کہ جس کی وجہ سے تیرے شہر کی حاملہ عورتیں اپنے حمل گرا دیں گی: اور یہ ان میں بالخصوص غصہ کے وقت ہوتا تھا: اس بات نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی غصہ دلا دیا۔ تو یہودا غصے میں آ گیا اور اس کا غصہ شدت اختیار کر گیا، اس کے بال کھڑے ہو گئے۔

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے سب بیٹوں کی یہی حالت تھی جب انہیں غصہ آتا تو ان کی جلد کانپنے لگتی، جسم پھول جاتا اور ان کی پیٹھ کے بال کپڑوں کے نیچے سے ظاہر ہو جاتے، یہاں تک کہ ہر بال سے خون کا قطرہ بہنے لگتا اور اگر وہ زمین پر پاؤں مار دیتا تو زلزلہ بپا ہو جاتا تھا اور عمارتیں گر جاتی تھیں، اور اگر وہ چیخ مارتا تو عورتوں، جانوروں اور پرندوں میں سے جو بھی اسے سن لیتا وہ اپنے پیٹ میں جو کچھ ہوتا اسے گرا دیتا تھا، پھر اس کا غصہ تب تک نہیں تھمتا تھا جب تک کہ وہ

خون نہ بہتا یا پھر نسل یعقوب ﷺ میں سے کوئی ہاتھ اسے نہ روکتا: جب حضرت یوسف ﷺ کو پتہ چل گیا کہ ان کے بھائی یہودا کا غصہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے تو آپ نے اپنے چھوٹے بچے کے ساتھ قبطی زبان میں گفتگو کی اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنا ہاتھ یہودا کے دونوں کندھوں کے درمیان اس طرح رکھے کہ وہ دیکھ نہ پائے، تو بچے نے اسی طرح کیا تو یہودا کا غصہ ختم ہو گیا۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ یوسف، تحت الآیۃ: ٨٠، ج٩، ص١٥٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، علیہ الرحمہ، متوفی ٦٧١ھ، لکھتے ہیں:

فَلَمَّا قَرَأَ يُوسُفُ الْكِتَابَ ارْتَعَدَتْ مَفَاصِلُهُ، وَاقْشَعَرَّ جِلْدُهُ، وَأَرْخَى عَيْنَيْهِ بِالْبُكَاءِ، وَعِيلَ صَبْرُهُ فَبَاحَ بِالسِّرِّ۔

ترجمہ: جب حضرت یوسف ﷺ نے خط پڑھا تو آپ کے اعضاء کانپنے لگے جلد میں تھرتھراہٹ طاری ہوگئی اور آنکھوں سے رونے کی وجہ سے آنسوں بہنے لگے اور آپ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تو یہ بھید کھل گیا۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ یوسف، تحت الآیۃ: ٨٩، ج٩، ص١٦٨، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، علیہ الرحمہ، متوفی ٦٧١ھ، لکھتے ہیں:

قُلْتُ: وَهَذَا هُوَ الْأَصْلُ عِنْدَ مَشَايِخِ الصُّوفِيَّةِ: ذِكْرُ الْجَفَا فِي وَقْتِ الصَّفَا جَفَا، وَهُوَ قَوْلٌ صَحِيحٌ دل عليه الكتاب. وقيل: لأن في دخول السِّجْنِ كَانَ بِاخْتِيَارِهِ بِقَوْلِهِ: رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ

ترجمہ: میں (قرطبی) نے کہا: یہی صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے نزدیک اصل ہے کہ صفا کے وقت جفا کو ذکر کرنا بھی جفا ہے، صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا یہ قول صحیح ہے جس پر کتاب اللہ بھی دال ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ چونکہ آپ کے قید میں جانے میں خود اپنا اختیار تھا کہ آپ نے خود کہا تھا:

رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ

ترجمہ: جبکہ کنویں میں جانا اللہ تعالیٰ کے ارادے سے تھا۔ (سورۃ یوسف: ٣٣)

(تفسیر القرطبی، سورۃ یوسف، تحت الآیۃ: ١٠٠، ج٩، ص١٧٥، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، علیہ الرحمہ، متوفی ٦٧١ھ، لکھتے ہیں:

الثالثة، قال زيد بن أسلم: ذرأ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ومعه أصحابه فرقوا فقأ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اغْتَنِمُوا الدُّعَاءَ عِنْدَ الرِّقَّةِ فَإِنَّهَا رَحْمَةٌ. وَعَنِ الْعَبَّاسِ أَنَّ رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: إِذَا اقْشَعَرَّ جِلْدُ الْمُؤْمِنِ مِنْ مَخَافَةِ اللهِ تَحَاتَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا يَتَحَاتُّ عَنِ الشَّجَرَةِ الْبَالِيَةِ وَرَقُهَا. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا اقْشَعَرَّ جِلْدُ عَبْدٍ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ. وَعَنْ شَهْرِ بْنِ حوشب عن أم الدرداء قَالَتْ: إِنَّمَا الْوَجَلُ فِي قَلْبِ الرَّجُلِ كَاحْتِرَاقِ

السَّعفَةِ، أَمَا تجدُ إِلَّا قُشَعْرِيرَةً؟ قُلْتُ: بلى، قَالَتْ: فَادْعُ اللهَ فَإِنَّ الدُّعَاءَ عِنْدَ ذَلِكَ مُستَجَاب. وَعَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِي قَالَ: قَالَ فُلَانٌ: إِنِّي لَأَعْلَمُ مَتَى يُستَجَابُ لِي. قَالُوا: وَمِنْ أَيْنَ تَعْلَمُ ذَلِكَ؟ قَالَ: إِذَا اقْشَعَرَّ جِلْدِي، وَوَجِلَ قَلْبِي، وَفَاضَتْ عَيْنَايَ، فَذَلِكَ حِينَ يُستَجَابُ لِي. يقَالُ: اقْشَعَرَّ جِلْدُ الرَّجُلِ اقْشِعْرَارًا فَهُوَ مُقْشَعِرٌّ وَالجمعُ قَشَاعِرُ فَتحْذَفُ الميم، لِأَنَّهَا زَائِدَةٌ، يقَالُ أَخَذَتْهُ قُشَعْرِيرَةٌ. قَالَ امْرُؤُ القَيْسِ:

فَبِتُّ أكابد ليل التمام		ووالقلب مِن خَشيَةٍ مُقشَعِرٌّ

وَقِيلَ: إِنَّ القُرآنَ لما كَانَ فِي غَايَةِ الجزَالَةِ وَالبَلَاغَةِ، فكَانُوا إِذَا رأوا عجزهم عَنْ مُعَارَضَتِهِ، اقْشَعَرَّتِ الجلُودُ مِنْهُ إِعْظَامًا لَهُ، وَتَعَجُّبًا مِنْ حُسْنِ تَرْصِيعِهِ وَتَهَيُّبًا لما فِيهِ، وَهُوَ كَقَوْلِهِ تَعَالَى: لَوْ أَنْزَلْنَا هذَا القُرآنَ عَلى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُتَصَدِّعاً مِنْ خَشيَةِ اللهِ (الحشر: ۲۱) فَالتَّصَدُّعُ قَرِيبٌ مِنَ الِاقْشِعْرَارِ، وَالخشوعُ قَرِيبٌ مِنْ قَوْلِهِ: ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللهِ وَمَعْنَى لِينِ القَلْبِ رِقَّتُهُ وَطُمَأْنِينَتُهُ وَسُكُونُهُ۔

مسئلہ نمبر ۳: حضرت زید بن اسلم ﷺ نے کہا: حضرت ابی بن کعب ﷺ نے نبی کریم ﷺ کے ہاں تلاوت کی جبکہ ان کے ساتھ آپ کے صحابہ بھی موجود تھے ان کے دل نرم پڑ گئے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دل کی نرمی کے وقت دعا کو غنیمت جانو کیونکہ وہ رحمت ہے'' حضرت عباس ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مؤمن کی جلد اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتی ہے تو اس سے اس کے گناہ یوں جھڑ جاتے ہیں جس طرح بوسیدہ درخت سے اس کے اوراق جھڑ جاتے ہیں''۔

حضرت ابن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی بندے کی جلد نہیں کانپتی مگر اللہ تعالیٰ آگ پر اسے حرام کر دیتا ہے''۔ (معالم التنزیل: جلد: ۵: صفحہ: ۱۲)

شہر بن حوشب ﷺ نے حضرت ام درداء ﷺ سے روایت نقل کی ہے: انسان کے دل میں خوف شاخوں کے جلنے کی طرح ہے کیا تو کپکپی نہیں پاتا؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کیونکہ اس موقع پر دعا کرو کیونکہ اس موقع پر دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت ثابت بنانی ﷺ سے مروی ہے فلاں نے کہا: میں جانتا ہوں کب میری دعا قبول ہوتی ہے؟

لوگوں نے پوچھا: تجھے اس کا کیسے علم ہوتا ہے؟ کہا: جب میری جلد میں کپکپی طاری ہوتی ہے، میرے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور میری آنکھیں بہہ پڑتی ہیں یہ وہ وقت ہوتا ہے جب میری دعا قبول ہوتی ہے۔

یوں اس کا باب ذکر کیا جاتا ہے:

اقْشَعَرَّ جِلْدُ الرَّجُلِ اقْشِعْرَارًا فَهُوَ مُقْشَعِرٌّ، اس کی جمع، قَشَاعِرُ، ہے تو اس کی میم حذف کر دی جاتی ہے کیونکہ یہ زائدہ ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: أَخَذَتْهُ قُشَعْرِيرَةٌ، امراء القیس نے کہا:

فَبِتُّ أكابد ليل التمام		والقلب مِنْ خَشْيَةٍ مُقْشَعِرّْ

ترجمہ: میں نے تمام رات بڑی تکلیف میں گزاری جبکہ دل خوف کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: قرآن جب بہت ہی ذی شان اور بلیغ ہے جب وہ اس کا مقابلہ کرنے سے اپنے آپ کو عاجز دیکھتے تو اس کی عظمت کی بنا پر اس کے حسن سے تعجب کی خاطر اور اس میں جو کچھ ہے اس سے خوفزدہ ہونے کی وجہ سے ان کی جلدوں میں کپکپی طاری ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے:

لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُتَصَدِّعاً مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، (الحشر:۲۱)

تضرع یہ اقشعرار کے قریب ہے خشوع اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے قریب ہے:

ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلٰى ذِكْرِ اللهِ،

ترجمہ: لین قلب کا معنی اس کی نرمی، طمانیت اور اس کا سکون ہے۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ الزمر، تحت الآیۃ: ۲۳، ج۱۵، ص۱٦۲، ۱٦۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، علیہ الرحمۃ، متوفی ٦۷۱ھ، لکھتے ہیں:

(فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ) أي بالنبات، قال مجاهد. يقالُ: اهتَزَّ الإِنسانُ أي تحرَّكَ، ومِنْهُ: تَرَاهُ كَنَصْلِ السَّيفِ يَهْتَزُّ لِلنَّدَى

فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ، یعنی نباتات سے جھومنے لگتی ہے، یہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہے یہ جملہ کہا جاتا ہے: اِهْتَزَّ الْإِنْسَانُ، یعنی انسان نے حرکت کی اسی معنی میں یہ قول ہے: تَرَاهُ كَنَصْلِ السَّيْفِ يَهْتَزُّ لِلنَّدَى۔ تو اسے دیکھے گا کہ وہ تلوار کے پھل کی طرح سخاوت کے لئے جھومتا ہے۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ فصلت، تحت الآیۃ: ۳۹، ج۱۵، ص۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی ٦۷۲ھ، لکھتے ہیں:

دل را قیدِ جسم رہا مے کنیم ما		ایں دانہ را زکاہ جدا مے کنیم ما

ترجمہ: آگے محبوبِ حقیقی سے عرض ہے جس کا انداز عاشقانہ و مستانہ ہے اور غلبۂ حال میں ایسا انداز اگرچہ ادب سے (کسی قدر نکل جائے معاف ہوتا ہے)۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص۱۴۳)

اے عدوے شرم و اندیشہ بیا		کہ دریدم پردۂ شرم و حیا

ترجمہ: اے (محبوب) ناموس و اندیشہ کو ناپسند کرنے والے! (میرے دل میں) آ (اور تجلی فرما) کیونکہ میں نے شرم و حیا کا پردہ چاک کر دیا۔

مطلب: ظاہر ہے کہ جب قلب میں تجلیِ حق ہوگی تو بے خودو مستی کا ظہور ہوگا جو دنیوی عز و شان سے متضاد ہے اور اس سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اہلِ ملامت عاشق کے پیچھے پڑ جائیں گے مگر عاشق کو اس کی پروا نہیں وہ ان باتوں کی پروا کو بالائے طاق رکھ چکا ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص۱۴۳)

فصل تاسع:

اب اللہ کے فضل اور اس کے کرم سے ہم وجد وتواجد کو قرآن، احادیث وآثار مبارکہ اور مذاہب اربعہ اور سلاسل اربعہ اور دیگر کتب سے ثابت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ

ترجمہ: اور موسیٰ ﷺ کی قوم سے ایک گروہ ہے کہ حق کی راہ بتاتا اور اسی سے انصاف کرتا۔

حضرت علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی، حنفی، ﷫، متوفی، ۱۲۷۰ھ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(واختار موسى قومه سبعين رجلا لميقاتنا) إن موسى عليه السلام اختار سبعين رجلا من أشراف قومه ونجباءهم أهل الإستعداد والصفاء والإرادة والطلب والسلوك (فلما أخذتهم الرجفة) أي رجفة البدن التي هي من مبادي صعقة الفناء عندطريان بوارق الأنوار وظهور طوالع تجليات الصفات من اقشعرار الجسد وارتعاده وكثيرا ما تعرض هذه الحركة للسالكين، عند الذكر أو سماع القرآن أو ما يتأثرون به حتى تكاد تتفرق أعضائهم وقد شاهدنا ذلك في الخالدين من أهل الطريقة النقشبندية وربما يعتريهم في صلاتهم صياح معه فمنهم من يستأنف صلاته لذلك ومنهم من لا يستأنف وقد كثر الإنكار عليهم وسمعت بعض المنكرين يقولون : إن كانت هذه الحالة مع الشعور والعقل فهي سوأ أدب ومبطلة للصلاة قطعا وإن كانت مع عدم شعور وزوال عقل فهي ناقضة للوضوء ونراهم لايتوضؤون وأجيب بأنها غير اختيارية مع وجود العقل والشعور وهي كالعطاس والسعال ومن هنا لاينتقض الوضوء بل ولا تبطل الصلاة وقد نص بعض الشافعية أن المصلي لو غلبه الضحك في الصلاة لاتبطل صلاته ويعذر بذلك فلا يبعد أن يلحق ما يحصل من آثار التجليات الغير الإختيارية بما ذكر ولا يلزم من كونه غير إختياري كونه صادرا من غير شعور فإن حركة المرتعش غير إختيارية مع الشعور بها وهو ظاهر فلا معنى للإنكار نعم كان حضرة مولانا الشيخ خالد قدس سره يأمر من يعتريه ذلك من المريدين بالوضوء وإستئناف الصلاة سدالباب الإنكار والحق أن ما يعتري هذه الطائفة غير ناقض للوضوء لعدم زوال العقل معه لكنه مبطل للصلاة لما فيه من الصياح الذي يظهر به حرفان مع أمور تأباها الصلاة ولا عذر لمن يعتريه ذلك إلا إذا ابتلي به بحيث لم يخل زمن من الوقت يسع الصلاة بدونه فإنه يعذر حينئذ ولا قضاء عليه إذا ذهب منه ذلك الحال كمن به حكة لا يصبر معها على عدم الحك۔

ترجمہ: (اور موسیٰ ﷺ نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے لئے چنے) حضرت موسیٰ ﷺ نے اپنی قوم میں سے ستر (۷۰) نجباء اور شرفاء کو چنا جو اس قدر صفاء ارادت اور طلب وسلوک والے تھے کہ جب ان کے بدن کو رجفہ یعنی کپکپی نے پکڑا جو حقیقۃ الفناء کے مبادیات سے ہے جب انوار وتجلیات کی تجلیاں وارد ہوتی ہیں اور تجلیات صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ جیسے جسم پر کپکپی اور ارتعاد کا طریان ہے۔ اور بہت دفعہ یہ حرکت سالکین کو عارض ہوتی ہے۔ ذکر کے وقت یا قرآن کے

سماع کے وقت یا اس چیز کے سننے کے وقت جو سامعین کو متاثر کرتی ہے۔مثلاً (نعت خوانی وغیرہ) یہاں تک کہ ان کے اعضاء جسمانی بکھرنے لگتے ہیں یا قریب ہوتا ہے کہ ان کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور ایسی حالت کا مشاہدہ ہم نے شیخ المشائخ حضرت خالد علیہ الرحمۃ کے پیروکاروں میں کیا ہے۔اور بسا اوقات ان کو نماز کے اندر چیخ و پکار کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔(یہاں تک کہا کہ) ان پر انکار بھی بکثرت کیا گیا ہے اور میں نے بعض منکرین سے سنا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حالت عقل وشعور کے ہوتے ہوئے ہوئی تو پھر یہ سوء ادب بھی ہے اور نماز کو باطل بھی کر دیتی ہے۔اور اگر یہ حالت عقل وشعور کے زوال کے بعد ہوئی تو پھر یہ وضو کو توڑنے والی ہے۔مگر ہم ان کو دیکھتے ہیں کہ یہ وضو نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حالت باوجود عقل وشعور کے قائم رہنے کے غیر اختیاری ہے جیسے چھینک اور جمائی انسان کو آتی ہے۔عقل وشعور موجود ہوتے ہوئے بھی یہ غیر اختیاری ہوتی ہے۔اسی وجہ سے نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز باطل ہوتی ہے اور بعض شوافع نے نصاً فرمایا ہے کہ نمازی پر اگر نماز میں ضحک (یعنی کھل کر ہنسنا غالب) ہو جائے تو نماز باطل نہ ہوگی اور اس نمازی کو معذور قرار دیا جائے گا لہٰذا بعید (دور) نہیں کہ تجلیات غیر اختیاریہ سے حاصل ہونے والے غیر اختیاری اثرات کو (حکمی طور پر) چھینک اور جمائی سے ملحقہ قرار دیا جائے اور ان کے غیر اختیاری ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ عقل وشعور کے بغیر ہو۔کیونکہ مرتعش کی حرکت باوجود شعور کے غیر اختیاری ہے اور یہ ظاہر ہے لہٰذا کوئی معنی نہیں انکار کا اور نہ کوئی انکار کی وجہ ہے۔

(تفسیر روح المعانی، الاعراف، تحت الآیۃ:۱۵۹، ج۹، ص۱۱۵،۱۱۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ

ترجمہ: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اس سے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔(الزمر:۲۳)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن علامہ الصوفی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۲۲۵ھ، کہتے ہیں:

ای لذکر اللہ بالرحمۃ وعموم المغفرۃ، والاطلاق لاشعار بأن أصل أمره الرحمۃ وأن رحمته سبقت غضبه التعدیۃ بالی لتضمین معنی السکون والاطمئنان وذکر القلوب لتقدم الخشیۃ التی ھی من عوارضھا یعنی اذا ذکر عذاب اللہ فی آیات الوعید من القرآن یخاف قلوب المؤمنین تقشعر جلودھم، والاقشعرار انقباض وتغیر فی جلد الانسان عند الخوف واذا ذکر اللہ بالرحمۃ فی آیات الوعد من القرآن تلین جلودھم وتسکن قلوبھم، لما وصف اللہ القرآن یکونه مثانی ثنی فیه ذکر الوعید والوعد وصفه بما یتأثر به المؤمنون عند الوعید والوعد فکان تقدیر الکلام یخاف منه قلوب الذین یخشون ربھم وتقشعر جلودھم ثم تلین جلودھم وتطمئن قلوبھم الی ذکر اللہ، عن العباس رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ: "اذا اقشعر جلد العبد من خشیۃ اللہ تحاتت عنه ذنوبه کما یتحات عن الشجر الیابسۃ ورقھا" رواه الطبرانی بسند ضعیف ورواه البغوی، وفی روایۃ للبغوی اذا اقشعر جلد

العبد من خشية الله حرمه الله على النار۔ فان قيل بعض أهل العشق من الصوفية الكرام يغشى عليه عند استماع القرآن فهل هو من الأحوال الحميدة أو القبيحة وقد شنع عليهم الامام محيى السنة البغوى رحمة الله عليه فى تفسيره فقال: قال قتادة هذا يعنى ماذكر من اقشعرار الجلد من خشية الله نعت أولياء الله نعتهم الله بأن تقشعر جلودهم وتطمئن قلوبهم بذكر الله ولم ينعتهم بذهاب عقولهم والغشيان عليهم انما ذلک فى أهل البدع وهو من الشيطان، أخبرنا عن عبد الله بن الزبير قال قلت لجدتى أسماء بن أبى بكر كيف كان أصحاب رسول الله ﷺ يفعلون اذا قرئ عليهم القرآن قالت كانو كما نعتهم الله عزوجل تدمع عيونهم وتقشعر جلودهم قال فقلت لها ان ناساً اذا قرئ عليهم القرآن خرّ أحدهم مغشياً عليه فقالت أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، وروى البغوى أن ابن عمر مرّ على رجل (من أهل العراق) ساقط فقال ابن عمر ما بال هذا؟ قالوا انه اذا قرىء عليه القرآن وسمع ذكر الله، سقط فقال ابن عمر انا لنخشى الله وما نسقط وقال ابن عمر ان الشيطان يدخل فى جوف أحدهم ماكان هكذا صنيع أصحاب رسول الله ﷺ ؟ قلت وجه طريان هذه الحالة كثرة نزول البركات والتجليات مع ضيق حوصلة الصوفى وضعف استعداده وانما لم توجد هذه الحالة فى الصحابة رضى الله عنهم مع وفود بركاتهم لأجل سعة حواصلهم وقوة استعداداتهم ببركة صحبة النبى ﷺ وأما غير الصحابة من الصوفية فعدم طريان تلک الحالة عليهم اما لقلة نزول البركات واما لسعة الحوصلة والعجب من الامام الهمام محيى السنة البغوى رحمه الله كيف أنكر على أصحاب تلک الحالة وشنع عليهم ونسى قوله تعالى: "حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (سبا:۲۳) وقد روى هو فى تفسير تلک الاٰية عن النواس بن سمعان رضى الله عنه اذا أراد الله بالأمر تكلم بالوحى أخذت السماوات منه رجفةً أو قال رعدةً شديدة خوفاً من الله فاذا سمع ذالک أهل السماوات منه رجفةً أو قال رعدةً شديدة خوفاًمن الله فاذا سمع ذالک أهل السماوات صعقوا وخروا لله سجداً فيكون أول من يرفع رأسه جبرئيل الحديث، وروى البخارى عن أبى هريرة عن النبى ﷺ نحوه بلفظ (اذا قضى الله الأمر فى السما ضربت الملائكة بأجنحتها خضعاناً لقوله كأنه سلسلة على صفوان فاذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذاقال ربكم قالوا الحق) الحديث، وقوله تعالىٰ: فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (الأعراف،۱۴۳) وقول ابن عمر ان الشيطان يدخل فى جوف أحدهم وكذا استعاذة أسماء محمول على أنهما زعما غشى ذالک الرجل تكلفاً ومكراً ولذا نسباه الى الشيطان وانما كان انكار تلک الحالة منهما لعدم طريان الحالة عليهما وعلى أمثالهما بناءً على وسعة الحوصلة وقوة الاستعداد، ويدل على ما قلت أنه ذكر عند ابن سيرين الذين يصرعون اذا قرىء عليهم القرآن فقال بيننا وبينهم أن يقعد أحدهم على ظهر بنية باسطاً رجليه، ثم يقرأ عليهم القرآن من أوله الى آخره فان رمى بنفسه فهو صادق حيث علّق صدقه على رمى نفسه من ظهر بنية مرتفعة فعلم منه أنه حمل صرعه على الكذب التكلف ، اعلم أن البشر أقوى استعداداً وأوسع حوصلة من الملائكة كما يشهد عليه قوله تعالى: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیْ

أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ(البقرة ۳۰)وقوله تعالى:إِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ(الأحزاب،۷۲)الآية،ولاجل ذلک يأتى حالة الغشى على الملائكة كلما سمعوا الوحى دون البشر وأما البشرفاذا تم نزوله لا يتغير حاله الا نادراً واذا تم عروجه وقصر نزوله يتغير غالباً وأعلم أن الصوفى متى كان فى السكر يتغير حاله غالباً عند ذكر المحبوب فى الشعر والتغنى ولذلک يستحبون السماع لكن تغير الحال عند سماع القرآن أشرف منه حالاًلأن عند استماع القرآن وتلاوته تتنزل البركات الأصلية المتعلقة بالتجليات الذاتية والصفات الحقيقية ولاسبيل اليها لأكثر الصوفية المحتبسين فى مقام ولأجل ذلک تراهم يتغير حالهم عند السماع مالا يتغير عند تلاوة القرآن وأما الذين صعدوا ذروة الأفق الأعلى ثم دنا رب العزة وتدلى فكان قاب قوسين أو أدنى،لا تتغير أحوالهم الا كما كان يتغير حال أصحاب رسول الله ﷺ رضى الله عنهم تدمع عيونهم،وتقشعر جلودهم ثم تلين جلودهم وتطمئن قلوبهم الى ذكر الله۔

ترجمہ: ذکر اللہ ﷻ سے قبل قلوب کا ذکر کیا گیا ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ خشیت کا بنیادی اثر دل پر ہی پڑتا ہے اور یہ دل کے عوارض میں سے ہی ہے۔

کیونکہ قرآن کی آیات وعید میں جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مومنین کے دل خوفزدہ ہوجاتے ہیں اور انکے بدن کانپنے لگ جاتے ہیں اقشعرار کا معنی ہے خوف کے وقت انسان کے بدن کا منقبض ہوجانا، سکڑ جانا اور اس میں تغیر رونما ہونا۔ رعشہ طاری ہونا اور جب قرآن کریم کی ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے جن میں رحمت کا وعدہ ہے تو مومنین کے بدن نرم پڑ جاتے ہیں اور ان کے دلوں کو اطمنان اور سکون نصیب ہوجاتا ہے۔

پہلے قرآن کریم کے بارے فرمایا کہ وہ مثانی ہے کیونکہ اس کی آیات وعدہ وعید کا ذکر بار بار کیا جاتا ہے اور اس مقام پر وہ اثر بیان فرمادیا جو اہل ایمان وعدہ وعید کی آیات سنتے وقت قبول کرتے ہیں۔ پس تقدیر کلام اس طرح ہے: يخاف منه قلوب الذين يخشون ربهم وتقشعر جلودهم ثم تلين جلودهم وتطمئن قلوبهم الى ذكر الله قرآن کریم پڑھتے وقت ان کے دل خوفزدہ رہتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور ان کے بدن کانپنے لگتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوتے وقت ان کے بدن نرم پڑ جاتے ہیں اور ان کے دل مطمئن ہوجاتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی بندے کا بدن اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپنے لگتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے خشک درخت سے اس کے پتے گرتے ہیں۔ (معالم التنزیل، ج،۵،ص،۱۲،دارالفکر)۔

اسے طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور علامہ بغوی نے ایک روایت میں اس طرح بیان کیا ہے کہ جب بندے کا بدن خوف سے کانپنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام قرار دیتے ہیں۔ (معالم التنزیل، ج،۵،ص،۱۲،دارالفکر)۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ بعض صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے بعض اہل عشق پر قرآن کریم سنتے وقت غشی طاری ہوجاتی ہے تو کیا ایسا ہونا قابل تعریف اور پسندیدہ وصف ہے یا کہ قبیح اور ناپسندیدہ؟

اس کے بارے امام محی السنۃ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی تفسیر میں انتہائی سخت موقف اختیار کیا ہے اور اسے انتہائی قبیح اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قتادہ نے اس کے بارے یہ ذکر کیا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ کے خوف سے بدن کا کانپ جانا یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ

نے خود ان کا یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ ذکر اللہ کے سبب ان کے بدن کانپنے لگتے ہیں اور ان کے دل راحت اور سکون حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیا کا یہ وصف بیان نہیں فرمایا کہ تلاوت قرآن کے وقت ان کی عقلیں ماؤف ہوجاتی ہیں اور ان غشی اور بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ایسا کرنا اہل بدعت کا خاصہ ہے اور یہ کیفیت شیطان کے جانب سے طاری کی جاتی ہے۔ (معالم التنزیل، ج۵، ص۱۲، دار الفکر) ہمیں یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے اپنی دادی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے پوچھا (اس مقام پر حضرت عبداللہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو جدی (دادی) کہا ہے حالانکہ آپ ان کی والدہ تھیں اور جدہ کا لفظ ماں کے لیے مستعمل نہیں۔ شاید یہ عبارت میں سہو ہے) کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس جب قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی تھی تو ان کی کیفیت کیا ہوتی تھی؟ تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا تلاوت قرآن کے وقت جو کیفیت ہونے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان کی وہی کیفیت ہی تھی کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی جھڑ رہے ہوتے اور ان کے بدن لرزہ براندام ہوتے۔ پھر میں نے یہ عرض کی کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے پاس قرآن کریم پڑھا جاتا ہے تو وہ غش کھا کر پڑتے ہیں؟

تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب میں یہ پڑھا: **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم**۔ (معالم التنزیل، ج۵، ص۱۲، دار الفکر)

علامہ بغوی علیہ الرحمۃ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا گزر (اہل عراق میں سے) ایک کے پاس سے ہوا جو گرا پڑا تھا اور اس پر غشی کی کیفیت طاری تھی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اسے کیا ہوا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ جب اس پاس قرآن پاک پڑھا جائے اور یہ اللہ کا ذکر سنے اس پر یہی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور یہ گر جاتا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا بلاشبہ بالیقین ہم اللہ سے ڈرتے ہیں لیکن اس طرح نہ گرتے ہیں نہ بے ہوش ہوتے ہیں اور آپ نے مزید فرمایا کہ شیطان ان کے پیٹ میں داخل ہوجاتا ہے (اور وہ انھیں اس طرح گرا دیتا ہے) حالانکہ رسول ﷺ کے کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس طرح نہیں کرتے تھے۔ (معالم التنزیل، ج۵، ص۱۳، دار الفکر)

میں کہتا ہوں اس حالت کے سبب اللہ تعالیٰ کی جانب سے برکات وتجلیات کا کثرت سے سے نازل ہونا ہے جبکہ صوفی کا ظرف تنگ اور قوت برداشت اور استعداد کمزور ہوتی ہے، لیکن یہ کیفیت صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) پر طاری نہیں ہوتی تھی اس کے باوجود ان پر برکات وتجلیات کا وافر اور کثرت سے ہوتا تھا تو اس کا سبب اور وجہ یہ تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت سے ان کے ظروف انتہائی وسیع اور قوت برداشت انتہائی مظبوط اور زیادہ تھی۔ (لہٰذا نہ ان پر غشی طاری ہوتی اور نہ وہ بے ہوش کر گرتے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر صوفیاء میں سے جن پر یہ کیفیت طاری نہیں ہوتی تو اس کا سبب یا تو نزول برکات کا کم ہونا ہے یا پھر ان کے حوصلے اور ظرف کا وسیع ہونا ہے۔ لیکن تعجب ہے امام محی السنہ علامہ بغوی علیہ الرحمۃ پر انہوں نے ان صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا کیسے انکار کردیا ہے جن پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے لیکن انہوں نے انہیں ناپسند اور قبیح قرار دیا ہے کیا وہ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد بھول گئے:

حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ (سورۃ سبا: ۲۳)

حالانکہ آپ نے خود اس آیت کی تفسیر میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی حکم کا ارادہ فرماتا ہے اور وحی الفاظ فرماتا ہے تو اس کے سبب) یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف سے) تمام آسمان پر شدید لرزہ طاری ہوجاتا ہے اور جب آسمانوں کے مکین اسے سنتے ہیں تو وہ بے ہوش ہو کر

گر پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوجاتے ہیں۔ پھر سب پہلے حضرت جبریل علیہ السلام اپنا سر اٹھاتے ہیں۔ الحدیث۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد اس طرح نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو کلام سن کر عجز وانکساری کے ساتھ ملائکہ اپنے پر مارتے ہیں تو اس سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے چٹان پر زنجیر لگنے کی آواز آتی ہے پھر جب ان کے دلوں سے وہ گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے (تو آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟ تو دوسرے جواب دیتے ہیں (اس نے جو فرمایا ہے) حق ہے۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری تفسیر سورہ سبا)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا۔

ترجمہ: پھر جب اس کے رب ﷻ نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کردیا اور موسیٰ علیہ السلام گر کر بے ہوش ہوگئے۔ (سورۃ الاعراف: ۱۴۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ شیطان تمہارے پیٹ میں داخل ہوجاتا ہے اور اسی طرح حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا **اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم** پڑھنا تو انہیں اس معنی پر معمول کیا جائے گا کہ اس مقام پر ان دونوں کو یہ گمان ہوا کہ اس آدمی نے مکر فریب کے ساتھ اپنے اوپر غش طاری کر رکھی ہے اور اس وجہ سے انہوں ایسے انسان کی نسبت شیطان کی طرف کی اور اس کا سبب یہ تھا کہ ان کے حوصلے وسیع تھے قوت استعداد قوی تھی اس لئے ان پر اور اس کی مثل دیگر افراد پر ایسی حالت کبھی طاری نہ ہوتی تھی (اس بنا انہیں یہ شبہ ہوا اس آدمی نے مکروفریب سے حالت بنا رکھی ہے) جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر بطور دلیل یہ بھی ہے کہ ابن سیرین کے پاس ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا جو قرآن کریم کی تلاوت سن کر غش کھا کر گر پڑتے ہیں تو آپ نے فرمایا ہمارے اور ان کے درمیان فرق اس طرح ظاہر ہوسکتا ہی کہ ان میں سے کوئی مکان کی چھت سے نیچے پاوں لٹکا کر بیٹھ جائے۔ پھر اس پاس اول سے لے کر آخر تک قرآن کریم پڑھا جائے تو اگر وہاں قرآن کریم سن کر گر پڑے اور بیہوش ہوجائے تو سمجھ لو وہ سچا ہے۔ (معالم التنزیل، ج۵، ص۱۳، دارالفکر) بصورت دیگر اس پر غشی اور اس کی گرنے کو جھوٹ اور مکر فریب پر محمول کیا جائے گا۔ گویا کہ آپ نے اس کی سچائی ایک اور بلند وبالا مکان کی چھت سے اپنے آپ کو گرانے کے ساتھ معلق کردیا ہے (تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی ایسے لوگوں کو فریبی خیال کرتے تھے)

جاننا چاہئے کہ انسان کی قوت برداشت ملائکہ کی بنسبت زیادہ قوی ہے اور انسان کا حوصلہ اور ظرف ملائکہ بنسبت زیادہ وسیع ہے۔

جیسا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی شاہد ہے:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً، سے، اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ البقرہ: ۳۰) تک۔

اور مزید فرمایا: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ۔ (سورۃ الاحزاب: ۷۲)

یہی وجہ ہے ملائکہ جب بھی وحی سنتے ہیں تو ان پر غشی کی حالت طاری ہوجاتی ہے لیکن انسان پر ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان کا نزول جب مکمل ہوجاتا ہے تو سوائے کسی نادر مثال کے ان کی حالت میں کوئی تغیر وتبدل رونما نہیں ہوتا اور جب انسان کا عروج تو مکمل ہو لیکن نزو ناقص ہو تو پھر اکثر حالت بدل جاتی ہے

جاننا چاہئے کہ جب صوفی حالت سکر میں ہوتا ہے تو شعر اور تغنی کی صورت میں محبوب کا ذکر سنتے وقت اسکی حالت اکثر بدل جاتی ہے یہی وجہ ہے صوفیا سماع کو پسند کرتے ہیں لیکن سماع قرآن کے وقت حالت کا تبدیل ہونا اس سے کہیں اشرف و اعلیٰ ہے کیونکہ قرآن کریم سننے اور اس کی تلاوت کے وقت ان پر برکات اصلیہ کا کثرت سے نزول ہوتا ہے جو تجلیات ذاتیہ اور صفات حقیقیہ سے متعلق ہوتی ہے لیکن ایسے کثیر صوفیاء جو ایک ہی مقام پر رکے ہوئے ہیں (یعنی ان کے درجات و مراتب ترقی نہیں ہو رہی) وہ ان برکات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اس وجہ آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ سماع کے وقت ان کی حالت بدل جاتی ہے مگر تلاوت قرآن کریم کے وقت ان میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوتا۔ لیکن ایسے صوفیاء جو ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے افق اعلیٰ تک جا پہنچے پھر رب العزت کے قریب تر ہوئے اور: دَنَا فَتَدَلَّىٰ، فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ (سورۃ النجم: ۹،۸) کے مقام پر فائز ہوئے ان کی حالت میں قطعاً تغیر تبدل رونما نہیں ہوتا مگر صرف اتنا جتنا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حال میں تغیر و بدل رونما ہوتا تھا کہ ان کی آنکھوں آنسوں کے موتی بہنے لگتے تھے اور ان کے بدنوں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی متوجہ ہونے کا ساتھ ان کے بدن نرم پڑ جاتے اور ان کے دل قرار و اطمنان حاصل کر لیتے ہیں۔

(تفسیر مظہری، الزمر: ۲۳، ج ۶، ص ۱۶۴، تا ۱۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ عارف باللہ ابو محمد صدر الدین روزبہان بن ابی نصر بقلی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۶۰۶ھ، ومفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

قال النهر جوری رحمه الله: وصف الله بهذه الآية سماع المريدين وسماع العارفين۔ وقال: سماع المريدين بإظهار الحال عليهم، وسماع العارفين بالطمانية والسكون۔

ترجمہ: حضرت نہر جوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سماع مریدین اور سماع عارفین کے وصف کو بیان فرمایا ہے، اور فرمایا: مریدین کا سماع ان پر حال (وجد) کا اظہار کرتا ہے اور عارفین کا سماع طمانیت اور سکون کے ساتھ ہوتا ہے۔

(تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، سورۃ الزمر تحت الآیۃ: ۲۳، ج ۳، ص ۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، وتفسیر روح البیان، سورۃ الزمر تحت الآیۃ: ۲۳، ج ۸، ص ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

فالاقشعرار صفة اهل البداية واللين صفة اهل النهاية وعن شهر بن حوشب قالت أم الدرداء رضى الله عنها انما الوجل فى قلب الرجل كاحتراق السعفة أما تجد إلا قشعريرة قلت بلى قالت فادع الله فان الدعاء عند ذلك مستجاب وذلك لانجذاب القلب الى الملكوت وعالم القدس واتصاله بمقام الانس۔

ترجمہ: پس رونگٹے کھڑے ہو جانا مبتدیوں کی صفت ہے اور نرم ہو جانا منتہیوں کی صفت ہے۔ اور حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کسی شخص کے دل میں وجل (خوف) کا ہونا ایسے ہے جیسے جلانے والی پھنسی۔ (مجھ سے فرمایا) کیا تو بدن کا لرزنا کپکپی کی حالت کو پاتا ہے؟ میں عرض کی، ہاں۔ فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اس لیے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ اور یہی وقت ہے عالم قدس اور ملکوت کی طرف دل کے کشش کرنے کا اور مقام انس میں پہنچنے کا۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الزمر تحت الآیۃ: ۲۳، ج ۸، ص ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

ومنها ان الاقشعرار امر مستجلب للرحمة قال عليه السلام (إذا اقشعر جلد العبد من خشية الله تحاتت عنه ذنوبه) اى تساقطت (كما يتحات عن الشجرة اليابسة ورقها) وعنه عليه السلام (إذا اقشعر جلد العبد من خشية الله حرمه الله على النار) ولما اتخذ الله ابراهيم خليلا القى فى قلبه الوجل حتى ان خفقان قلبه يسمع من بعيد كما يسمع خفقان الطير فى الهواء قال مسروق ان المخافة قبل الرجاء فان الله تعالى خلق جنة ونارا فلن تخلصوا الى الجنة حتى تمروا بالنار ومنها ان غاية ما يحصل للعابدين من الأحوال المذكورة فى هذه الآية من الاقشعرار والخشية والاطمئنان قال قتادة هذا نعت اولياء الله نعتهم بان تقشعر جلودهم وتطمئن قلوبهم ولم ينعتهم بذهاب عقلهم والغشيان عليهم وانما ذلك فى اهل البدع وهو من الشيطان وعن عبد الله بن عبد الله ابن الزبير قال قلت لجدتى اسماء بنت ابى بكر رضى الله عنه كيف كان اصحاب رسول الله يفعلون إذا قرئ عليهم القرآن قالت كانوا كما نعتهم الله تدمع أعينهم وتقشعر جلودهم قال فقلت لها ان ناسا اليوم إذا قرئ عليهم القرآن خر أحدهم مغشيا عليه فقالت أعوذ بالله من الشيطان الرجيم- وروى- ان ابن عمر رضى الله عنهما مر برجل من اهل العراق ساقط فقال ما بال هذا قالوا انه إذا قرئ عليه القرآن او سمع ذكر الله سقط فقال ابن عمر رضى الله عنه انا لنخشى الله وما نسقط وقال ابن عمر رضى الله عنهما ان الشيطان يدخل فى جوف أحدهم ما كان هذا صنيع اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كذا فى التفاسير نحو كشف الاسرار والمعالم والوسيط والكواشي وغيرها

يقول الفقير لا شك ان القدح والجرح انما هو فى حق اهل الرياء والدعوى وفى حق من يقدر على ضبط نفسه، كما أشار عليه السلام، بقوله (من عشق وعف وكتم ثم مات مات شهيدا) فان من غلب على حاله كان الأدب له ان لا يتحرك بشىء لم يؤذن فيه واما من غلب عليه الحال وكان فى امره محقا لا مبطلا فيكون كالمجنون حيث يسقط عنه القلم فبأى حركة تحرك كان معذورا فيها فليس حال اهل البداية والتوسط كحال اهل النهاية فان ما يقدر عليه اهل النهاية لا يقدر عليه من دونهم وكأن الاصحاب رضى الله عنهم ومن فى حكمهم ممن جاء بعدهم راعوا الأدب فى كل حال ومقام بقوة تمكينهم بل لشدة تلوينهم فى تمكينهم فلا يقاس عليهم، من ليس له هذا التمكين فرب اهل تلوين يفعل ما لا يفعله اهل التمكين وهو معذور فى ذلك لكونه مغلوب الحال ومسلوب الاختيار فليجتهد العاقل فى طريق الحق بلا رياء ودعوى وليلازم الأدب فى كل امر متعلق بفتوى او تقوى وليحافظ على ظاهره وباطنه من الشين ومما يورث الرين والغين۔

ترجمہ: رونگٹے کھڑے ہوجانا رحمت الٰہی کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا جب انسان خوف الٰہی سے کانپتا ہے تو اس سے اس کے گناہ جھڑتے ہیں ایسے جیسے درخت سے سوکھے پتے (ہوا سے) نیز فرمایا جب انسان کا جسم خوف خداوندی سے کانپتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ آتش جہنم حرام فرما دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو ان کے دل میں ایسا خوف ڈال دیا کہ آپ کے دل کی دھڑکن کی آواز دور سے ایسے سنائی دیتی تھی جیسے ہوا میں

پرندوں کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سنی جاتی ہے۔حضرت مسروق علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ خوف رجاء سے پہلے ہونی چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت و نار دونوں کو پیدا فرمایا لیکن جنت میں دوزخ کو عبور کر کے داخل ہونا پڑے گا۔ان آیات سے معلوم ہوا کہ انسان کی تلاوت کلام سے اقشعرار (رونگٹے کھڑے ہونا) خوف وخشیت واطمینان حاصل ہونا اس کے نیک احوال سے ہے کیونکہ عابدین کا یہی حال ہوتا ہے۔حضرت قتادہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ کے نیک اوصاف ہیں کہ قرآن پڑھنے سننے سے ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور ان کے دلوں کو قرار نصیب ہوجاتے ہیں اور یہ نہیں فرمایا کہ ان کے عقول چلے جاتے ہیں یا ان پر غشی طاری ہوجاتی ہے۔ایسا ہونا اہل بدعت کی علامت ہے اور یہ شیطانی امر ہے۔حضرت عبداللہ بن عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی جدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے قرآن پڑھا جاتا تو ان کا کیا حال ہوتا تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا وہی حال ہوتا جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہاں بیان فرمایا ہے کہ ان کے آنسو آنکھوں سے جاری اور ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں نے عرض کی ہمارے زمانہ میں بعض ایسے بھی ہیں کہ جب قرآن مجید سنتے ہیں تو ان پر غشی طاری ہوجاتی ہے اور وہ قرآن سن کر بیہوش ہوکر گر جاتے ہیں۔تو آپ نے فرمایا: میں شیطان رجیم سے پناہ مانگتی ہوں۔حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما کا ایک ایسے شخص عراقی پر گزر ہوا جو بے ہوش پڑا تھا۔آپ نے پوچھا اسے کیا ہوا ہے۔عرض کی گئی کہ اس کے سامنے قرآن مجید پڑھا گیا تو بیہوش ہوگیا ہے۔آپ نے فرمایا ہم بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں لیکن زمیں پر گر کر بیہوش نہیں ہوجاتے دراصل بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے پیٹ میں شیطان داخل ہوجاتا ہے ورنہ یہ کام اصحاب محمد ﷺ کا نہیں۔

فقیر (علامہ سماعیل حقی علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ (جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے) قدح وجرح صرف ریاکاری کرنے والوں اور باطل دعویٰ کرنے والوں کے حق میں ہے اور اس کے حق میں جو اپنی اس حالت کو کنڑول کرنے پر قادر ہوں۔(اس کے باوجود پھر بھی بیہوشی ظاہر کرتے ہوں) جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمان میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے: جو شخص عاشق ہوجائے، اور پاک دامن رہے اور اپنے عشق کو پوشیدہ رکھے حتی کہ وفات پاجائے تو وہ شہید مرا۔جو شخص اپنے حال پر غالب ہو تو اس کے لیے ادب یہ ہے کہ وہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس کی اسے اجازت نہیں ہے۔اور رہا وہ شخص جس پر حال غالب ہے اور وہ اپنے معاملہ میں اہلِ حق ہے، اہلِ باطل نہیں ہے، پس وہ مجنون (پاگل) کی طرح ہے، کہ اس سے شرعی قلم اٹھالیا گیا ہے، تو وہ اس وقت کوئی بھی حرکت کرے وہ اس حرکت میں معذور ہوگا، پس مبتدیوں اور متوسط لوگوں کا حال منتہیوں کے حال کی طرح نہیں ہوتا، اس لئے کہ جو منتہی حضرات کر سکتے ہیں وہ مبتدیوں اور متوسط لوگوں کے بس سے باہر ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کو آنے والے ان جیسے حضرات ہر مقام اور ہر حال میں ادب کو مدنظر رکھتے ہیں کیونکہ ان میں قوتِ تمکین (قوت برداشت) ہوتی ہے بلکہ ان کی تمکین میں شدت تلوین کا غلبہ ہوتا ہے، اس لئے جن میں یہ تمکین (طاقت) نہ ہو ان کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، بہت سے اہلِ تلوین وہ کام کرتے ہیں جو اہل تمکین نہیں کرتے، اور اہل تلوین اختیار کے سلب ہونے اور حال کے غالب ہونے کی وجہ سے معذور ہوتے ہیں، عقلمند کو چاہیے کہ وہ طریق حق میں ریا اور دعویٰ کے بغیر جدوجہد کرے، اور ہر وہ کام جس کا تعلق فتویٰ یا تقویٰ سے ہو ادب کا لحاظ لازمی رکھے، اور اپنے ظاہر اور باطن کو عیب سے محفوظ لازمی رکھے اور ان امور سے بھی اپنے آپ کو لازمی طور بچائے جو شک اور میل (عیوب و نقائص) کی طرف لے جاتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الزمر تحت الآیۃ: ۲۳، ج۸، ص۱۱۱، ۱۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا

ترجمہ: اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔(بنی اسرائیل:۱۰۹)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: اور جب موسیٰ ﷺ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ ﷺ گرے بے ہوش پھر جب ہوش ہوا بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔(الاعراف:۱۴۳)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ ﷻ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔(الانفال:۲)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

وهذا الخوف لازم لاهل كمال الايمان سواء كان ملكا مقربا او نبيا مرسلا او مؤمنا تقيا نقيبا وهذا بخلاف خوف العقاب فانه لا يحصل بمجرد ذكر الله بل بملاحظة المعصية وذكر عقاب الله انتقاما من العصاة واين من يهم بمعصية فيقال له اتق الله فينزع عنها خوفا من عقابه ممن ينزع بمجرد ذكره من غير ان يذكر هناك ما يوجب النزع من صفاته وأفعاله استعظاما لشأنه الجليل وتهيبا منه، واعلم ان شأن نور الايمان ان يرق القلب ويصفيه عن كدورات صفات النفس وظلماتها ويلين قسوته فيلين الى ذكر الله ويجد شوقا الى الله وهذا حال اهل البدايات، واما اهل النهايات فالطمانينة والسكون بالذكر ولما جاء قوم حديثوا عهد بالإسلام فسمعوا القرآن كانوا يبكون ويتأوهون فقال أبو بكر رضى الله عنه هكذا كنا فى بداية الإسلام ثم قست قلوبنا يشير بذلك الى نهايته فى الاطمئنان۔

ترجمہ: اور یہ خوف کامل ایمان والوں کو لازم ہے خواہ وہ مقرب فرشتہ ہو یا نبی مرسل ہو یا متقی پرہیز گار مومن ہو، اور یہ بخلاف خوفِ عقاب کے ہے کیونکہ وہ صرف ذکر اللہ سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ گناہ کے ملاحظہ سے یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عقاب گناہگاروں کو سنایا جاتا ہے تاکہ وہ سمجھیں کہ یہ عقاب ہمارے

گناہوں کا انتقام ہے اور اسی طرح جو گناہ کا ارادہ کرے اسے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ یہ سن کروہ گناہ کے انتقام پر عتاب الٰہی سے ڈرتا ہوا گناہ سے بچ جاتا ہے اسی طرح گناہ کا ارادہ کرنے والے کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آجائے تو اللہ کے ذکر کی ہیبت اور اس کے عظیم شان کے تصور سے گناہ سے بچ جاتا ہے۔

اور تو جان لے! کہ نورِ ایمان کی شان یہ ہے کہ وہ نور دل کو رقیق، نرم بنائے اور صفاتِ نفس اور اس کی ظلمات کو کدورات سے صاف کرے اور اس کی سختی کو نرم کرے پس وہ دل ذکر اللہ سے نرم ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے شوق کو پاتا ہے، (یہ مبتدیوں کی کیفیت ہے) اور منتہیوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ انہیں ذکر اللہ سے اطمینان اور سکون نصیب ہوتا ہے۔ اور جب جب لوگ اسلام میں نئے نئے داخل ہوتے تو قرآن مجید سنتے تو روتے اور آہیں بھرتے، گریہ وزاری کرتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بتدائے اسلام میں ہماری بھی یہی کیفیت تھی پھر ہمارے دل سخت ہوگئے، اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اطمینان وسکون کے انتہائی مرتبہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الانفال تحت الآیۃ: ۲، ج ۳، ص ۳۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

ومن اباحه من المشايخ فذلك للذى صارت حركاته كحركات المرتعش وهل يجوز السماع الجواب ان كان السماع سماع القرآن او الموعظة يجوز وان كان السماع الغناء فهو حرام لان التغني واستماع الغناء حرام قال الشيخ عمر ابن الفارض فى القصيدة الموسومة بنظم الدر

إذ هام شوقا بالمناغى وهمّ ان		يطير الى أوطانه الاولية
يسكن بالتحريك وهو بمهده		إذا ناله أيدي المربى بهزة

قال الامام القاشاني فى شرحه إذا هام الولي واضطرب شوقا الى مركزه الأصلي ووطنه الاولى بسبب مناغاة المناغى وهم طائر روحه الى ان يطير الى عشه ووكره الاولى تهزه أيدي من يربيه فى المهد فيسكن بسبب التحريك من قلقه وهمه بالطيران والمقصود من إيراد هذا المعنى ان يشير الى فائدة الرقص والحركة فى السماع وذلك ان روح السامع يهم عند السماع ان يرجع الى وطنه المألوف ويفارق النفس والقالب فتحركه يد الحال وتسكنه عما يهم به بسبب التحريك الى حلول الاجل المعلوم وذلك تقدير العزيز العليم انتهى:

قال السعدي قدس سره

مكن عيب درويش مدهوش ومست		كه غرقست از آن مى زند پاودست
نكويم سماع اى برادر كه چيست		مكر مستمع را بدانم كه كيست
كر از برج معنى پرد طير او		فرشته فرو ماند از سير او
اگر مرد بازي ولهوست ولاغ		قوى تر شود ديوش اندر دماغ

چهـ مرد سماعست شهوت پرست		بآواز خوش خفته خيزد نه مست

قال السروري چون سماع آواز خوش سبب حركت شد حركت را سماع كفتند بطريق تسمية المسبب باسم السبب و چون كسى،آوازى خوش شنود درو حالتى پيدا شود واين حالت را وجد كويند:

وفى المثنوى

پس غداى عاشقان آمد سماع		كه در او باشد خيال واجتماع
قوتى كيرد خيالات ضمير		بلكه صورت كردد از بانك صفير

واعلم ان الرقص والسماع حال المتلون لا حال المتمكن ولذا تاب سيد الطائفة الجنيد البغدادي قدس سره عن السماع فى زمانه فمن،الناس من هو متواجد ومنهم من هو اهل وجد ومنهم من هو اهل وجود. فالاول المبتدى الذي له انجذاب ضعيف. والثاني المتوسط الذي له انجذاب قوى.

والثالث المنتهى الذي له انجذاب قوى وهو مستغن عن الدوران الصوري بالدوران المعنوي بخلاف الأولين ولا بد من العشق فى القلب والصدق فى الحركة حتى يصح الدوران وقد وجدنا فى زماننا اكثر المجالس الدورية على خلاف موضوعها فالعاقل يختار الطريق الأسلم ويجتنب عن القيل والقال وينظر الى قولهم لكل زمان رجال ولكل رجال مقام وحال۔

مشائخ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ہاں وہ وجد ورقص مباح ہے جس میں رقص کرنے والے کی حرکات رعشہ والے کی مانند ہوں۔اور کیا سماع جائز ہے؟ الجواب: اگر قرآن اور وعظ ونصیحت کے طور پر ہو جائز ہے اور گانے کا سماع ہو تو وہ حرام ہے، کیونکہ گانا گانا اور گانا سننا حرام ہے۔

إذ هام شوقا بالمناغي وهمّ ان		يطير الى أوطانه الاولية
يسكن بالتحريك وهو بمهده		إذا ناله أيدي المربى بهزة

ترجمه: معہ شرح از امام قاشانی علیہ الرحمہ: جب ولی کامل حیران ومضطرب ہوکر مرکز اصلی اور وطن اولی کی طرف سرود کے نغموں کی وجہ سے اچھلتا ہے یا اس کی روح کا پرندہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی اصلی اور ازلی گھونسلے کو جائے تو اسے اس کا مربی ومرشد تھپکیوں سے مہد سے سلا دیتا ہے اس وجہ سے پھر وہ اچھلنے کودنے سے سکون اختیار کر لیتا ہے اس سے شیخ کا مقصد صرف سماع کے فوئد کا اظہار ہے اور بتاتا ہے کہ کاملین کا رقص اور وجد اور ان کا اچھلنا کودنا خالی از اسرار نہیں وہ یہی ہے

کہ کامل کی روح سماع کے وقت اصلی کی طرف جانا چاہتی ہے بلکہ بدن سے نکل کر اس عالم قدس میں پہنچنے کے لیے بے تاب ہو جاتی ہے لیکن عالم دنیا کا نظام اسے تھپکیاں دے کر ساکن کر دیتا ہے کہ ابھی تمہارے جانے کے لیے دیر ہے وہ اس لیے کہ قادر مطلق نے اس کا میعاد مقرر کیا ہے اس سے پہلے جانے کی اجازت نہیں ہے اور عزیز علیم کے مقرر کردہ حدود ہیں۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا

مكن عيب درويش مدهوش ومست		كه غرقست از آن مى زند پاودست

نكويم سماع اى برادر كه چيست		مكر مستمع را بدانم كه كيست
كر از برج معنى پرد طير او		فرشته فرو ماند از سير او
اگر مرد بازي ولهوست ولاغ		قوى تر شود ديوش اندر دماغ
چهـ مرد سماعست شهوت پرست		باآواز خوش خفته خيزد نه مست

ترجمہ:(۱) مدہوش ومست درویش پر عیب نہ کر کیونکہ وہ تو غرق دیدار ہے اسی لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

(۲) میں نہیں کہتا (اے بھائی) سماع کیا ہے ہاں میں یہ جانتا ہوں کہ سننے والا کیسا ہے۔

(۳) اگر برج معنیٰ سے اس کا پرندہ (روح) پرواز کرتا ہے تو فرشتے بھی اس کی پرواز سے عاجز ہوں ایسے چشتی وغیرہ کو سماع جائز ہے۔

(۴) اگر وہ (چشتی صاحب) لہوولعب اور کھیل تماشا والا ہے تو اس کا دیو (نفس) دماغ اور طاقت ور ہو جائے گا یعنی خواہشات نفسانی میں اضافہ ہوگا۔

(۵) اس لیے کہ ایسے (چشتی صاحب) کا سماع شہوت پرستی ہوگی یہ تو آواز خوش سے بیدار ہوتا ہے نہ کہ مست۔

فائدہ: حضرت سروری نے فرمایا کہ چونکہ سماع حرکت کا سبب بنتا ہے اس لیے حرکت کو سماع کہا جانے لگا گویا سبب بول کر مسبب مراد لیا جاتا ہے۔

فائدہ: جس کسی کی خوش آواز سے حالت غیر ہو جائے تو اس حالت کو غیر صوفیائے کرام کی اصطلاح میں وجد کیا جاتا ہے۔

مثنوی شریف میں ہے۔

پس غذاى عاشقان آمد سماع		كه در او باشد خيال واجتماع
قوتى كيرد خيالات ضمير		بلكه صورت كردد از بانك صفير

ترجمہ:(۱) عشاق (چشتیہ وغیرہ) کے لیے سماع غذا ہے اس لیے اس میں تو اجتماع (وصال) کا تصور ہے

(۲) ضمیر خیالات سے قوت پاتی بلکہ سماع کی آواز سے تو ایک صورت تیار ہوتی ہے۔

سچے صوفیوں کی اقسام یاد رہے کہ وجد بھی متلون وہر مبتدی کو ہوتا ہے اور متمکن (یعنی منتہی وجد سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ نے اپنی آخری عمر میں سماع سے توبہ فرمائی تھی صوفیوں کی تین اقسام ہیں۔

(۱) متواجد (۲) اہل وجد (۳) اہل وجود

پہلا وہ مبتدی صوفی جسے ضعیف انجذاب ہوتا ہے دوسرا متوسط ہے جسے قوی انجذاب ہوتا ہے تیسرے ایسے ہی انجذاب قوی ہوتا ہے لیکن وہ ظاہری طور پر اچھلتا کودتا نہیں بلکہ معنوی طور اندرون خانہ بگسلہ ماؤ کی ہے جو صرف اسے معلوم ہوتا ہے اس کی کیفیت یہ کہ کراد اکاتبین راجہ خبر نیست۔

سبق عشق اور وجد اور رقص سماع کے وقت وجد ورقص کی حرکت میں صداقت ضروری ہے۔

اور ہم نے اپنے زمانے کی اکثر (سماع ورقص کی) مجالس کو اصلی غرض ومقصد کے خلاف پایا ہے پس عاقل پر لازم ہے کہ وہ طریقہ اختیار کرے جس میں اس کی سلامتی اور فلاح ہو خواہ مخواہ آوارہ گفتگو اور بے کار قیل وقال سے احتراز کرے، بلاوجہ کسی پر اعتراض نہ کرے اور ان کے اس قول کی طرف نظر کرے کہ لکل

زمان رجال و لکل رجال مقام و حال۔ ہر زمانے میں مردانِ خدا ضرور ہوتے ہیں اور ہر مردانِ خدا کا اپنا مقام اور انوکھا حال ہوتا ہے۔ (ہمیں ان پر اعتراض کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کرنی چاہیے۔)

(تفسیر روح البیان، سورۃ الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۸، ج ۳، ص ۲۵۸، ۱۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ

ترجمہ: اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے اُبل رہی ہیں اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔ (المائدہ: ۸۳)

قرآن مجید کی آیتوں کو سن کر رونا آجانا اور دلوں کا نرما جانا یہی جذبہ اور وجد کی کیفیت ہے جو آیت مذکور سے ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ

ترجمہ: تو جب زلیخا نے ان کا چرچا سنا تو ان عورتوں کو بلا بھیجا اور ان کے لئے مسندیں تیار کیں اور ان میں ہر ایک کو ایک چھری دے دی اور یوسف سے کہا ان پر نکل آؤ جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا اس کی بڑائی بولنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بولیں اللہ کو پاکی ہے یہ تو جنسِ بشر سے نہیں یہ تو نہیں مگر کوئی معزز فرشتہ۔ (یوسف: ۳۱)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا

ترجمہ: تم فرماؤ کہ تم لوگ اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بیشک وہ جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا جب ان پر پڑھا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۷)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (الحشر: ۲۱)

ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے لئے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

ترجمہ: ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ کا وعدہ ہے سچا اور وہی عزّت و حکمت والا ہے۔ (لقمان: ۹)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

إذا صارت حركته كحركة المرتعش الذي لا يجد سبيلا إلى الإمساك وكالعاطس الذي لا يقدر أن يرد العطسة.

ترجمہ: جب کسی کو وجد میں مرتعش (جس کے عضو بے ساختہ حرکت کرتے ہوں) سی کیفیت ہو۔ (یعنی وجد میں اس کی اپنی حرکت ارادی کو دخل نہ ہو یہاں تک کہ اسے خبر تک نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے اور جب حرکت ہو تو) اسے روکنا مشکل ہو جائے (تو ایسے شخص کو وجد جائز ہے) اور اس کی مثال چھینک والے کی ہے کہ جیسے وہ چھینک کے وقت مجبور محض ہوتا ہے۔ (ایسے ہی بلا تکلف وجد کرنے والا)

(تفسیر روح البیان، لقمان، تحت الایۃ:۹، ج۷، ص۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

ترجمہ: یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم اے محبوب تم پر ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں اور تم بے شک رسولوں میں ہو۔ (البقرۃ:۲۵۵)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

قال حضرة الشيخ الشهير بافتاده أفندي قدس سره: لما جاء المولى علاء الدين الخلوتي ببروسة صعد المنبر في الجامع الكبير للوعظ وقد اجتمع جمع كثير منتظرين لكلامه فقال مرة واحدة: "يا الله" فحصل للجماعة حالة رقصوا وكادوا لا يرجعون عن البكاء والفزع.

ترجمہ: حضرت شیخ المشائخ الشیخ الشہیر بافتادہ آفندی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ المشائخ مولانا علاؤالدین خلوتی علیہ الرحمہ بروسہ میں تشریف لائے تو جامع مسجد کبیر میں ممبر پر وعظ کیلئے بیٹھے تو آپ کا وعظ سننے کیلئے ایک جم غفیر ہوا اور منتظر تھے۔ کہ آپ کا وعظ مبارک ہو اور ہم سنیں آپ نے وہاں صرف ایک بار کہا اللہ لوگوں پر وجد طاری ہو گیا۔ اور رقص کرنے لگے اور دھاڑیں مار کر رونے لگے یہاں تک کہ آہ و بکا کا تانتا بندھ گیا۔

(تفسیر روح البیان، البقرۃ، تحت الایۃ:۲۵۵، ج۲، ص۳۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ

ترجمہ: ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

ثم قال: وفي هذه الآية سر لطيف، وهو أن السالكين مسلك التقوى بالمجاهدة والرياضات إذا اجتمعوا في منزل وذكروا الله كثيرا بأعلى صوت وضربوا أرجلهم على الأرض مع الحركة، أية حركة كانت، وكانت نيتهم بذلك إزالة الألم الروحاني. جاز منهم ذلك إذا ضرب الرجل الصورية على الأرض الصورية مع الذكر الصوري بنية خالصة يوصل إلى الحقيقة إذ ما من حكم

شرعي إلا وله حقيقة توصل عامله إلى حقيقته. انتهى كلامه. فقد شرطوا فى ضرب الرجل وكذا فى رفع الصوت حسن النية وصفوة الباطن من كل غرض ومرض فاذا كان المرء حسن النية يراعى الأدب الظاهري والباطني من كل الوجوه فيعرج بمعراج الخلوص على ذروة مراتب اهل الخصوص ويسلم من الجرح والقدح لكون حركته على ما أشار اليه النصوص۔ قال حضرة الشيخ الأكبر قدس سره الأطهر في "الفتوحات المكية": لا يجوز لأحد التواجد إلا بإشارة شيخ عارف بأمراض الباطن.---فقول القرطبي استدل بعض الجهال المتزهدة وطغاة المتصوفة بقوله تعالى لايوب عليه السلام (ارْكُضْ بِرِجْلِكَ) على جواز الرقص وهذا احتجاج بارد لانه تعالى انما امر بضرب الرجل لنبع الماء لا لغيره وانما هو لاهل التكلف كما دل عليه صيغة التزهد والتصوف فان أتقياء الامة برآء من التكلف فهو زجر لفسقة الزمان عما هم عليه من الاجتماع المنافى لنص القرآن فانهم لو كانوا اصلحاء مستأهلين لأباحت لهم اشارة القرآن ذلك لكنهم بمعزل عن الركض بشرائط فهم ممنوعون جدا۔

ترجمہ: پھر (شیخ یابی صوفی نے شرح فصوص الحکم میں) فرمایا: آیت میں ایک باریک نکتہ ہے وہ یہ کہ مسلک تقویٰ پر مجاہدہ وریاضات سے چلنے والے سالکین جب کسی جگہ جمع ہوکر بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں اور رقص کرتے ہوئے اپنے پاؤں زمین پر مارتے ہیں، اوران کی نیت یہ ہوتی ہے کہ ہمارے سے تمام روحانی دردوالم دور ہوجائیں۔تو جائز ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ سنت خالص سے ذکر ظاہری کے ساتھ ظاہری قدم ظاہری زمین پر ماراجائے تو وہ حقیقت تک پہنچادیتا ہے کیونکہ ظاہری شرعی حکم کی کچھ حقیقت ہوتی ہے جو یقیناً عامل کو حقیقت تک پہنچادیتی ہے۔بعض علماء نے فرمایا: عبادت خانوں میں حسن نیت اور قلوب کی صفاء کے ساتھ ذکر اللہ کو بلند آواز سے کرنا افلاک کے گھومنے والے عقدے کھول دیتا ہے یہاں تک کہ اہل بصیرت نے فرمایا: انفاس بشریہ وہ ہیں جو افلاک علویہ کو گھماتے ہیں۔تو پاؤں مارنے میں اوراسی طرح آواز کے بلند کرنے میں حسن نیت اور ہر غرض اور مرض سے باطن کی صفائی کو شرط قرار دیا ہے ، کیونکہ جب انسان ہر طرح سے حسن نیت اور ظاہری وباطنی ادب رعایت کرتا ہے تو وہ اہل خصوص کے مراتب کی چوٹیوں کی معراج سے بہرہ ور ہوتا ہے، بلکہ وہ ہر جرح وقدح سے محفوظ ہوجاتا ہے اس لیے کہ اس کا وجد اس طرح ہوجاتا ہے جس طرح نصوص قرآنی نے اشارہ فرمایا ہے۔حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا کہ سماع کا تواجد صرف اس شخص کو جائز ہے جسے مرشد شیخ عارف کامل کی اجازت ہو کیونکہ اسے اس کی باطنی بیماریوں کا مکمل علم ہے۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ ص، تحت الایۃ: ۴۲، ج۸، ص۴۶، ۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

وفى القصة ان موسى بعد ما كلمه ربه لا يستطيع أحد ان ينظر اليه لما غشى وجهه من النور ولم يزل على وجهه برقع حتى مات وقالت له امرأته انا ايم منك منذ كلمك ربك فكشف لها عن وجهه فاخذها مثل شعاع الشمس فوضعت يدها على وجهها وخرت لله ساجدة وقالت ادع الله ان يجعلنى زوجتك فى الجنة قال ذلك لك ان لم تتزوجي بعدي فان المرأة لاخر أزواجها۔

ترجمہ: روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا تو اس وقت آپ کے چہرہ پر ایسی چمک آ گئی تھی کہ کوئی بھی آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا اور مرتے دم تک آپ کے چہرہ پر تابانی قائم رہی۔آپ کی بیوی نے ایک بار آپ سے کہا جب سے اللہ نے آپ سے کلام کیا میں تو آپ سے

غیر متعلق ہو کر رہ گئی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چہرے سے نقاب اٹھادیا تو بیوی کے چہرے پر سورج کی کرنوں کی طرح شعاعیں پڑنے لگیں اس نے فوراً اپنا چہرہ اپنے ہاتھ سے چھپالیا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر پڑی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ اللہ سے دعا کریں کہ جنت کے اندر اللہ مجھے آپ کی بیوی بنائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ بات تجھے مل جائے گی بشرطیکہ میرے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرے کیونکہ عورت آخری شوہر کی بیوی ہوگی۔

(تفسیر مظہری، سورۃ الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۴، ج۳،ص۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ

ترجمہ: پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش پھر جب ہوش ہوا بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔(سورۃ الاعراف،۱۴۳)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ،متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

یعنی رب تعالیٰ نے اپنی صفات کی تجلیوں میں سے ایک ہلکی سی تجلی طور پر ڈالی، کیوں کہ تجلّیٔ ذات پہاڑ پر نہ ڈالی گئی تھی اس تجلّی کی حقیقت کو ہماری عقل نہیں پاسکتی معلوم ہوا کہ نبی پر بیہوشی طاری ہوسکتی ہے، عارضی طور پر۔لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طلب قرطاس کے موقعہ پر عرض کرنا **اھجر استفھموہ** اسی مسئلہ پر مبنی تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقصود یہ تھا کہ آیا حضور ﷺ بیماری کی غشی میں یہ کلام فرما رہے ہیں یا واقعی۔

اس آیت سے مجذوب فقیروں کے جذب کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔وہ حضرات ولایت موسوی پر ہوتے ہیں، اور جذب کی حالت میں شرعی احکام کے مکلّف نہیں رہتے۔موسیٰ علیہ السلام نویں ذی الحجہ جمعرات سے بیہوش ہوئے اور دسویں ذی الحجہ جمعہ کو ہوش میں آئے۔اس مدت میں آپ نے کوئی شرعی عمل نہ فرمایا۔جب مصری عورتیں جمال یوسفی پر فریفتہ ہو کر بیخودی میں اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور یہ جرم قرار نہ دیا گیا تو ان مستان جمال الٰہی کا کیا پوچھنا۔غرضیکہ مجذوب فقیروں کے جذب کی اصل یہ آیت ہے

(ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، سورۃ الاعراف الآیہ،۱۴۳،ص،۲۶۶)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ

ترجمہ: تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا۔(سورۃ الغاشیۃ،۱۷)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ،متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اطاعت وعشق اونٹ سے سیکھو، کہ اونٹ میں یہ دونوں چیزیں کامل طور پر موجود ہیں، جو یار کے ذکر پر وجد و مستی میں نہ آئے، اور جو حضور ﷺ کے غلاموں کی فرماں برداری نہ کرے، وہ اونٹ سے بدتر ہے۔لہٰذا اونٹ سے ہر مومن و کافر کو سبق ملتا ہے اور یہ بہت کارآمد جانور ہے

(ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، سورۃ الغاشیۃ، الآیۃ،۱۷،ص،۹۶۹)

شیخ الجن والانس حضرت ابومحمد عبدالقادر جیلانی، حنبلی، متوفی ۵۶۱ھ، لکھتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ: (تقشعرّ منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله) (الزمر: الآية: ۲۳) وقال اللہ تعالیٰ: (افمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربه فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله) (الزمر: الآية: ۲۳)، وقال رسول اللہ ﷺ: جذبة من جذبات الحق توازى عمل الثقلين۔ وقال عليؓ كرم الله وجهه: من لا وجد له لا دين له۔

قال الجنيد البغداديؒ عليه الرحمة: الوجد فى مصادفة الباطن من الله وارد يورث سرورا او حزنا۔

فالوجد على نوعين: وجد الجسمانية النفسانية، ووجد الروحانية الرحمانية۔

فالوجد النفسانية: ان يتواجده بقوة الجسم۔ بغير قوة الجذبة الغالبة الروحانية مثل الرياء والسمعة والشهرة، وهذا القسم كله باطل لان اختياره غير مغلوب ومسلوب، ولا يجوز الموافقة بمثل هذا الوجد۔

واما وجد الروحانية: بقوة الجذبة بمثل قراءة القرآن بصوت حسن، او شعر موزون، او ذكر مؤثر، فلا يبقى للجسم قوة واختيار، وهذا الوجد روحانيّ ورحمانيّ فيستحب موافقته، واليه اشارة فى قوله تعالى: (فبشر عباد الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه ـــ) الزمر: الآيتان: ۱۷۔۱۸) وكذا صوت العشاق والطيور وألحان الاغانى، فكل ذلك قوة للروح لا مدخل للنفس والشيطان فى مثل هذا الوجد، لان الشيطان يتصرف فى الظلمانية النفسانية ولا يتصرف فى النورانية الروحانية، لانه يذوب فيها كما يذوب الملح فى الماء، وكذا فى الحديث لانه قال قراءة الآيات واشعار الحكمة والمحبة والعشق والاصوات الحزينة قوة نورانى للروح۔ فالواجب ان يصل النور الى النور، وهو الروح كما قال اللہ تعالیٰ: (والطيبون للطيبت) (النور: الآية: ۲۶)۔

اما اذا كان الوجد شيطانيا ونفسانيا فلا يكون فيه نور، بل يكون ظلمانيا وكفرا، والظلمة تصل الى الظلمانىّ وهى النفس فيغرى بجلسته كما قال اللہ تعالیٰ: (الخبيثت للخبيثين) (النور: الآية: ۲۶) وليس للروح فيها قوة۔

فحركات الوجد نوعان: اختيارية واضطرارية۔

فالاولىٰ الحركات الاختيارية: كحركة الانسان الصحيح ليس فى جسده الم ولا مرض ولا سقم، فهذه الحركات غير مشروعة كما مرّ۔

والثانية الحركات الاضطرارية: وهى التى تحصل بسبب آخر مثل قوة الروح، فلا تقدر النفس على منعه؛ لان هذه الحركات غالبة على حركة الجسمانية مثل حركة الحمّى، فاذا غلبت الحمّى عجزت النفس عن تحملها، فلا اختيار لها حينئذ۔

فالوجد اذا غلبت عليه الحركات الروحانية يكون حقيقيا ورحمانيا۔

والوجد والسماع آلة محركة كما فى قلوب العشاق والعارفين۔

والوجد طعام المحبين، ومقوى الطالبين۔

وقیل: ان السماع لقوم فرض ولقوم سنة ولقوم بدعة۔ الفرض للخواص، والسنة للمحبین، والبدعة للغافلین، ولذلک کانت الطیور تقف علی رأس داود علیه الصلاة والسلام لاستماع صوته۔

وحرکة الوجد علی عشرة اوجه: بعضها جلیّ یظهر اثرها فی الحرکات۔ وبعضها خفیّ، یظهر اثرها فی الجسد کمیل القلب الی ذکر الله تعالی، وقراءة القرآن بالصوت الحسن، ومنها بالبکاء والتألم، والخوف والحزن، والتأسف والحیرة عند ذکر الله تعالی، والتجرد والنصرة، والتغیر فی الباطن والظاهر، ومنها الطلب والشوق، والحرارة۔

رب قدوس کا ارشاد ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ۔

ترجمہ: اور کانپنے لگتے ہیں اس کے (پڑھنے سے) بدن ان کے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے، پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے بدن اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف۔ (سورۃ الزمر، ۲۳)

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ۔

ترجمہ: بھلا وہ (سعادتمند) کشادہ فرمادیا ہو اللہ تعالیٰ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے تو وہ اپنے رب کے دیئے ہوئے نور پر ہے پس ہلاکت ہے ان سخت دلوں کے لئے جو ذکر خدا سے متاثر نہیں ہوتے۔ (سورۃ الزمر: ۲۲)

''حق تعالیٰ (کے عشق) کا جذبہ جن وانس کے عمل کے برابر ہے'' (کشف الخفاء، ج ۱، ص ۳۹۷)

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ہے:

''جس میں وجد نہیں اس کا کوئی دین نہیں''

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں وجد سے مراد باطن میں اچانک اللہ کریم کے بارے ایک ایسی کیفیت کا پیدا ہو جانا ہے جو سرور یا غم کا وارث بنا دے وجد کی دو قسمیں ہیں

(ا) جسمانی نفسانی وجد

(ب) روحانی رحمانی وجد

(ا) جسمانی نفسانی وجد:

نفسانی وجد یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر بتکلف وجد جیسی کیفیت طاری کر لے لیکن کوئی ایسا جذبہ کارفرما نہ ہو جس کا تعلق غلبہ حال اور روحانیت سے ہو۔ یہ وجد محض نمود و نمائش اور شہرت کے جذبہ سے کیا جاتا ہے وجد کی یہ صورت باطل ہے کیونکہ اس میں انسان بے اختیار نہیں اور نہ ہی اس کی قوت سلب ہوئی ہے۔ ایسے وجد کی موافقت جائز نہیں ہے

(ب) روحانی رحمانی وجد:

اس صورت میں عشق کی قوت کارفرما ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے۔ کوئی موزوں شعر پڑھتا ہے۔ پرتاثیر ذکر کرتا ہے اور دل پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ جسم پر سے اختیار اٹھ جاتا ہے۔ یہ وجد روحانی اور رحمانی ہے۔ ایسے وجد میں موافقت مستحب ہے۔ آیت کریمہ میں اسی طرف اشارہ ہے:

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔

ترجمہ: تو خوشی سناؤ میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ (الزمر، ۱۷، ۱۸)

اسی طرح عشاق اور پرندوں کی آواز اور گانوں کی خوش کن لے روح کی قوت کا موجب بنتی ہو شیطان اور نفس ایسے وجد میں دخل اندازی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ شیطان ظلمانیت اور نفسانیت میں تصرف کرتا ہے نورانیت اور روحانیت میں اس کا تصرف ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ نورانیت اور روحانیت سے وہ اس طرح پگل جاتا ہے جس طرح نمک پانی میں۔ حدیثِ پاک سے بھی یہی ثابت ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا آیات کریمہ کی تلاوت، حکمت، محبت اور عشق پر مبنی اشعار اور غم بھری آوازیں روح کے لئے نورانی قوت ہیں اس لئے ضروری ہے کہ نور، نور سے ملے۔ اور یہاں نور سے مراد روح ہے جیسا کہ کلام مجید میں ہے۔

وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ۔ (سورۃ النور: ۲۶)

ترجمہ: مگر جب وجد شیطانی اور نفسانی ہو تو اس میں نورانیت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں تاریکی اور کفر ہوتا ہے۔ تاریکی ظلمانی یعنی نفس کو پہنچتی ہے اور اس کی سرکشی میں اضافہ کرتی ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ۔ (سورۃ النور: ۲۶)

اس وجد میں روح کے لئے کوئی قوت نہیں ہوتی۔

حرکات وجد کی دو صورتیں ہیں۔

ایک اختیاری اور دوسری اضطراری

پہلی صورت اختیاری حرکات کی ہے۔

اس کی مثال ایک تندرست و توانا آدمی کی حرکت جیسی ہے جسے نہ کوئی درد ہو اور نہ کوئی بیماری۔ یہ حرکات غیر مشروع ہیں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

دوسری صورت اضطراری حرکات کی ہے۔

اس کے سبب کی نوعیت دوسری ہے۔ مثلاً روح میں ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے جسے نفس روک نہیں سکتا کیونکہ یہ حرکات جسمانی حرکات پر غالب آجاتی ہیں۔ ان کی مثال بخار کی ہے۔ جب بخار شدت اختیار کر جائے تو نفس اسے برداشت کرنے سے عاجز آجاتا ہے اور ایسے میں وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔

وجد میں جب روحانی حرکات غالب ہوں تو ایسا وجد حقیقی اور رحمانی ہوتا ہے۔ وجد اور سماع ایک ایسا آلہ ہیں جو جسم میں حرکت پیدا کر دیتے ہیں۔ جس طرح کہ عشاق اور عارفوں کے دلوں میں جذبات امنڈ آتے ہیں۔

وجد اہل محبت کی غذا ہے اور طالبین کی قوت کا سبب ہے۔

ایک قول کے مطابق سماع کچھ لوگوں کے لئے فرض، کچھ لوگوں کے لئے سنت اور کچھ لوگوں کے لئے بدعت ہے۔خواص کے لئے فرض۔اہل محبت کے لئے سنت اور غافلوں کے لئے بدعت ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سر پر پرندے ٹھہر جاتے کہ آپ کی آواز سن سکیں۔

حرکت وجد کی دس صورتیں ہیں۔

بعض جلی ہیں جن کا اثر حرکات میں ظاہر ہوتا ہے اور بعض خفی ہیں کہ ان کا اثر جسم میں ظاہر نہیں ہوتا۔مثلاً دل ذکر الٰہی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔آدمی خوبصورت آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگتا ہے روتا ہے اور غم والم کا اظہار کرتا ہے۔خوف وحزن سے کانپ اٹھتا ہے۔جب اللہ کا ذکر ہو رہا ہو تاسف اور حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔باطن وظاہر میں تجردنصرت اور تغیر ظاہر ہوتا ہے۔طلب،شوق اور سوز وجد ہی کی صورتیں ہیں۔

(سر الاسرار ومظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار، الفصل التاسع عشر،ص،۷۴،۸ ۴،دار الکتب العلمیہ ،بیروت)

شیخ ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ،متوفی،۳۷۸ھ،لکھتے ہیں:

وذكر عن الجنيد رحمه الله انه قال: كما اظن ان الوجد هو المصادفة بقوله عزوجل (وَ وَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا)(الكهف:الآية ۴۹) يعني صادفوا وقال: (وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللهِ)،البقرة الآية ۱۱۰)اى تصادفوا،وقال:(حَتّٰى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا)،النور:الآية۳۹)يعني لم يصادفه۔

سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرے خیال میں وجد اللہ تعالیٰ کے قول:

وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا

ترجمہ: اور اپنا سب کیا انہوں نے سامنے پایا۔(الکہف،۴۹) کے مطابق وجد بلا کسی ارادہ وکوشش کے کسی شے کو پالینے کو کہتے ہیں،قرآن کریم کی آیت میں لفظ وجدوا کا معنی بلا ارادہ کوشش کے پالینے کا ہے۔اسی طرح ذیل کی آیت میں بھی "تَجِدُوْهُ" اک یہی مزکورۃ الصدر معنی ہے قول باری تعالیٰ ہے:

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللهِ

ترجمہ: اور اپنی جانوں کے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے۔(سورۃ البقرۃ:۱۱۰)

ایک اور آیت میں يَجِدْهُ کا معنی بھی بغیر کوشش وارادے کے پانا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے: حَتّٰى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا

ترجمہ: یہاں تک جب اس کے پاس آیا تو اسے کچھ نہ پایا۔(سورۃ النور:۳۹)

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد فی ذکر اختلافھم فی ماھیۃ الوجد،ص،۲۶۳،دار الکتب العلمیہ ،بیروت)

شیخ ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ،متوفی،۳۷۸ھ،لکھتے ہیں:

وكل ما صادف القلب من غم او فرح فهو وجد،وقد اخبر الله تعالى عن القلوب: انها تنظر وتبصر وهو وجد لها،قال الله تعالى:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَر، وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ۔(الحج:۴۶)ای عن وجدھا، ففرق بین التی تجد و بین التی لا تجد ۔وقد قیل ایضا:ان الوجد مکاشفات من الحق، الاتری ان احدھم یکون ساکنا فیتحرک ویظھر منه الزفیر و الشیھق؟ وقد یکون من ھو اقوی منه ساکنا فی وجدہ لا یظھر منه شئ من ذالک، قال اللہ تعالیٰ، (الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ)(الانفال:الآیۃ ۲)

و یا ہر وہ کیفیت مسرت والم جو قلب پر بغیر ارادے وکوشش کے طاری ہوا سے وجد کہتے ہیں۔قلوب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ بصیرت رکھتے ہیں اور یہی بصیرت قلوب کے لیے وجد ہے جیسا کہ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصٰرُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ

ترجمہ: تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔(سورۃ الحج:۴۶)

الغرض اس طرح ان دونوں آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ تو نے کیا پایا اور کیا نہ پایا۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وجد مکاشفات حق کا نام ہے آپ دیکھتے نہیں کہ ایک شخص جو چپ چاپ ساکن بیٹھا ہوتا ہے کہ حرکت کرنے لگتا ہے اور اس کے منہ سے آہیں اور چیخیں نکلنے لگتی ہیں۔مگر جو شخص اول الذکر سے زیادہ قوی ہوتا ہے وہ ساکن و ساکت رہتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

ترجمہ: جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں۔(الانفال:۲)

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد فی ذکر اختلافھم فی ماھیۃ الوجد،ص ۲۶۳،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

شیخ ابونصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی علیہ الرحمۃ،متوفی ۳۷۸ھ،لکھتے ہیں:

قال بعض المشایخ من المتقدمین:الوجد وجدان:وجد ملک،و وجد لقاء لقول اللہ عزوجل:(فَمَن لَّمْ يَجِدْ)،(البقرۃ:الآیۃ۱۹۶) یعنی من لم یملک، و قوله تعالیٰ:(وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا)،(الکھف:الآیۃ ۴۹)یعنی لقوا، و قال بعضھم:کل وجد یجدک فیملک فذاک وجد ملک، و کل وجد تجد فذاک وجد اللقاء تلقی بقلبک شیئا و لا یثبت۔

بعض متقدمین مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا:وجد دو طرح کا ہوتا ہے:ایک وجد ملک اور دوسرا وجد اللقاء اور یہ دونوں اقسام قرآن مجید ہی سے اخذ کیے گئے ہیں جیسا کہ اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ (البقرۃ:الآیۃ۱۹۶) یعنی من لم یملک ، اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا (الکھف:الآیۃ۴۹) یعنی لقوا ، اور بعض مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا:ہر وجد جو تجھے پاتا ہے تو وہ تیرا ملک ہوگا پس یہ وجد ملک ہے،اور ہر وجد جس کو تو پائے تو وہ وجد اللقاء ہے تو اپنے دل کے ساتھ کسی چیز سے ملاقات کرتا ہے اور وہ ثابت نہیں رہتی۔

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد فی ذکر اختلافھم فی ماھیۃ الوجد،ص ۲۶۳، ۲۶۴،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

شیخ ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی علیہ الرحمہ، متوفی ،۳۷۸ھ، لکھتے ہیں:

قال اللہ عزّ و جل، اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحسَنَ الحدِیثِ کِتٰبًا مُتَشٰبِهًا مَثَانِیَ ★ تَقشَعِرُّ مِنهُ جُلُودُ الَّذِینَ یَخشَونَ رَبَّهُم ثُمَّ تَلِینُ جُلُودُهُم وَ قُلُوبُهُم اِلٰی ذِکرِ اللّٰہِ ذٰلِکَ هُدَی اللّٰہِ یَهدِی بِهٖ مَن یَّشَآءُ وَ مَن یُّضلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَهٗ مِن هَادٍ (الزمر ،الآیۃ ،۲۳)هذه صفة من صفات الواجدین

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ

ترجمہ: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر انکی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اس سے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔(الزمر:۲۳)

(آیت مبارکہ میں جو صفات بیان کی گئی ہیں) یہ وجد کرنے والوں کی صفات میں سے ہے۔

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد، باب فی صفات الواجدین، ص، ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ ،بیروت)

شیخ ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی علیہ الرحمہ، متوفی ،۳۷۸ھ، لکھتے ہیں:

و قوله تعالی (وَجِلَت قُلُوبُهُم) (الانفال،الآیۃ،۲)فالوجل صفة من صفات الواجدین۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

ترجمہ: ان کے دل ڈر جائیں۔(الانفال:۲)

وجل(ڈر) کی صفت وجد کرنے والوں کی صفات میں سے ہے۔

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد، باب فی صفات الواجدین، ص، ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ ،بیروت)

علامہ محمد عبدالحی ، کتانی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۳۸۲ھ لکھتے ہیں:

لما جاء من الترغیب في الإکثار من الذکر علی أي حال کان الذاکر، فلا طعن في الإستدلال علیه برقص واقع لمقصد صحیح أیضا اھـ منه.أقول: غایة الرقص عند القوم ذکر من قیام، و هو مشروع بنص القرآن: اذکروا الله قیاما و قعودا و علی جنوبکم۔

ترجمہ: جب ذکر کی کثرت کے بارے میں ترغیب آئی ہے کہ ذکر کرنے والا کسی بھی حال میں ذکر کرے، تو صحیح مقصد کے ساتھ ہو تو اس پر رقص کے استدلال کے بارے میں طعن نہیں کیا جائے گا۔ میں (علامہ کتانی) کہتا ہوں: لوگوں کے نزدیک انتہائی درجہ کا رقص تو نص قرآنی میں خود مشروع (موجود) ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ

ترجمہ: تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔ (النساء: ۱۰۳) کھڑے، بیٹھے، اور پہلوؤں کو بدلتے ہوئے ذکر کرو۔

(التراتیب الاداریۃ، ج۲، ص۹۳، نظام الحکومیۃ)

حضرت شیخ الاسلام ابو اسماعیل خواجہ عبداللہ بن محمد انصاری، ہروی، قدس سرہ، متوفی ۴۸۱ھ، لکھتے ہیں:

قوله تعالى: وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا وجد آتشی است افروخته میان سنگ اختیار و آهن نیاز. و آن بر سه وجه است: وجدیست نفس را، و وجدیست دلرا، و وجدیست جانرا.

اماآنچه نفس را افتد بر عقل زور کند، و صبر هزیمت کند، و نهانیها آشکارا کند؛ و این وجد معنویست. اما آن وکه دلرا افتد بر طاقت زور کند تا حرکت کند و بانگ کند و جامه بدرد؛ و این وجد معنویست. اما آن وجد کهجانرا افتد حظ وی از حق نقد کند، و نفس وی در حقیقت غرق کند، و جان وی آهنگ بریدن کند؛ این واجد منظور است که حق بوی نگریست.

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا

ترجمہ: اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا، جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ (سورۃ الکہف، ۱۴)

وجد، سنگِ اختیار اور آہن نیازمندی کے درمیان، آتش سوزاں کی مانند ہے۔ وہ تین طرح کا ہے۔ (۱) نفس کیلئے (۲) دل کیلئے (۳) روح کیلئے۔ وہ وجد کہ نفس کو لاحق ہوتا ہے، عقل پر چھا جاتا ہے، اس سے صبر و سکون درہم برہم ہو جاتا ہے، وہ اسرارِ الٰہی کو فاش کر دیتا ہے۔ (یہ باطنی وجد ہوتا ہے) وہ وجد کہ دل کو لاحق ہوتا ہے، انسانی قوت پر غالب آ جاتا ہے یہاں تک کہ اس سے انسان کا وجود حرکت میں آتا ہے، وہ نعرہ زنی کرتا ہے، اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتا ہے۔ (یہ وجد بھی معنوی ہے) وہ وجد کہ روح کو لاحق ہوتا ہے، اس میں انسان کو اللہ تعالیٰ سے فی الفور حظِ وافر نصیب ہوتا ہے، اس کا نفس حقیقتِ ذات میں مستغرق ہو جاتا ہے، اس کی روح اس عالم سے منقطع ہونا چاہتی ہے (یہ وجد شہودی ہے کیونکہ اس میں حق تعالیٰ بندے پر نگاہ ڈالتا ہے) (صد میدان، ۸۹)

دیوبندیوں کے پیر سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا

ترجمہ: پھر جب اس کے رب تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام گر کر بے ہوش ہو گئے۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ

ترجمہ: پس جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ یعنی موسیٰ علیہ السلام پر اپنا نور ڈالا تو ان کا بدن اللہ تعالیٰ کے خوف سے مضطرب ہوا۔

جَعَلَہ دَکًّاوَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقاً

ترجمہ: اور موسیٰ ﷺ اپنی ہویت سے فانی ہو کر عین حق سے حق کو دیکھا۔

اس آیت میں حضرت موسیٰ ﷺ کا خدا تعالیٰ کی تجلی کے پرتو سے بے ہوش ہوجانا کمال جذبہ و وجد کی دلیل ہے۔ سالک بھی خدا تعالیٰ کی تجلیات کے پرتو کو برداشت نہیں کرسکتا اور اس پر وجد اور بے ہوشی چھا جاتی ہے۔ اور بعض وقت اس حال کے کمال غلبہ میں محو ہوجاتا ہے جس کو استغراق کہتے ہیں اور بھی بہت سی آیتیں وجد و حال پر دلالت کرتی ہیں مثلاً

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ (سورۃ الزمر، ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے۔ بار بار دہرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں اور دل نرم (اور تابع) ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ یہ سب حالتیں وجد کی ہیں۔

(عمدۃ السلوک، ص، ۱۰۷)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

صوفیے بر میخ روزے سفرہ دیدہ		چرخ میز دجا مھارا میدرید

ترجمہ: کسی صوفی نے ایک دن کھونٹی پر خوان دیکھا (اس کے خیال میں) وہ رقص کرتا اور کپڑے پھاڑتا تھا۔

بانگ میزدنک نوائے بینوا		قحطھا و دردھا رانک دوا

ترجمہ: وہ نعرے مارتا تھا کہ دیکھو بے سامان کا سامان۔ دیکھو قحطوں اور (بھوک کے) دردوں کی دوا۔

چونکہ در دو شورِ او بسیار شد		ہر کہ صوفی بود با او یار شد

ترجمہ: جب اس کا درد اور جوش ترقی کر گیا تو جس قدر (اور) صوفی تھے اس کے ساتھ شریک (رقص) ہو گئے۔

کخکخے وھاوھوئے مے زدند		تا کہ چندیں مست و بیخود میشدند

ترجمہ: (شدتِ طرب سے کبھی) قہقہہ (کی) اور (کبھی) ہاؤ ہو (کی آوازیں) نکالتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ کئی مرتبہ مست و بے خود ہوجاتے تھے۔

بو الفضولے گفت صوفی را کہ چیست		سفرۂ آویختہ ازنان تھی ست

ترجمہ: اک بوالفضول (ظاہر پرست) نے صوفی سے کہا کہ (حضرت جی) یہ کیا (شور مچا رکھا) ہے (یہ تو) روٹی سے خالی خوان لٹک رہا ہے۔

گفت رَو رو نقش بے معنی نیستی		بے خبر از خویش و عاشق نیستی

ترجمہ: (صوفی نے) کہا جاؤ جاؤ تم ایک بے معنی بت ہو اپنے آپ سے بے خبر (ہو) اور عاشق نہیں ہو۔

عشقِ ناں بے ناں غذائے عاشق ست		بندِ ھستی نیسے ہر کو صادق ست

ترجمہ: روٹی کے بغیر روٹی کا عشق عاشق کی غذا ہے۔ جو سچا (عاشق) ہے وہ وجود (ظاہری) کا پابند نہیں۔

مطلب: روٹی کا عاشق تو حریص ہوتا ہے۔ خدا کا عاشق حریصِ دنیا نہیں بلکہ روٹی کے تصور سے اس کا عشق اس حیثیت سے جوش میں آتا ہے کہ روٹی قدرتِ حق کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے اور اس تصور وخیال میں ظاہری روٹی کے وجود کا کیا دخل اس کا تصور ہی کافی ہے اور یہی عشق عاشق کی روح وروان ہے۔

عاشقاں را کار نبود باوجود		عاشقا نرا ھست بے سرمایہ سود

ترجمہ: عاشقوں کو وجود (ظاہری) سے سروکار نہیں ہوتا عاشقوں کو سرمایہ کے بغیر نفع ملتا ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ۴۶۳)

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ أَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى لَوْ كَانَ فِي مَقَامِي هَذَا سَمِعَهُ أَهْلُ السُّوقِ وَحَتَّى سَقَطَتْ خَمِيصَةٌ كَانَتْ عَلَيْهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ پ کو فرماتے سنا کہ میں نے تم کو آگ سے ڈرایا میں نے تم کو آگ سے ڈرایا آپ یہ فرماتے رہے تھے (اور ایک عجیب حالت وکیفیت کے عالم میں جھوم جھوم کراتنی بلند آواز سے فرمارہے تھے) حتی کہ اگر حضور ﷺ میری اس جگہ ہوتے (جہاں میں بیٹھا ہوں) تو بازار والے سن لیتے اور حتی کہ جو چادر آپ ﷺ پر تھی وہ (جھومنے کی وجہ سے کاندھے سے) آپ کے پاس قدموں پر گرگئی۔

(مسند دارمی، رقم: ۲۸۱۲، مسند احمد، رقم: ۲۶۸، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ وبداء الخلق، باب صفۃ النار واھلھا، رقم: ۵۶۸۷)

شیخ علی بن سلطان المعروف بملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، لکھتے ہیں:

(وَحَتَّى سَقَطَتْ خَمِيصَةٌ) وَهِيَ نَوْعُ ثَوْبٍ (كَانَتْ عَلَيْهِ) أَيْ فَوْقَ كَتِفِهِ بِمَنْزِلَةِ رِدَائِهِ (عِنْدَ رِجْلَيْهِ) أَيْ مِنْ جَذْبَتِهِ الْإِلٰهِيَّةِ وَعَدَمِ شُعُورِهِ مِنَ الْهَيْبَةِ الْحِسِّيَّةِ۔

ترجمہ: اور حتی کہ جو چادر آپ (کے کندھے مبارک) پر تھی وہ آپ کے پاس قدموں پر گرگئی) یعنی اس وقت نبی کریم ﷺ پر جذب الٰہی کی کیفیت طاری ہوگئی اور ہیبت حسیہ کے باعث آپ ﷺ کو (چادر گرنے کا) احساس نہ ہوا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ وبداء الخلق، باب صفۃ النار واھلھا، ج ۱۰، ص ۳۵۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

یعنی میں نے تم کو بارہا دوزخ سے مختلف طریقوں سے ڈرایا کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نذیر بھی تو ہوں میں نے اپنا یہ فرض ادا کردیا تم لوگ گواہ رہو۔ یعنی حضور انور ﷺ نے جوش میں اس قدر بلند آواز سے یہ کلمات فرمائے کہ اگر حضور انور ﷺ آج یہاں قیام فرما کروہ فرماتے تو بازار تک آپ کی آواز پہنچ جاتی۔ یعنی جوش کے ساتھ آپ پر وجدانی حالت بھی طاری تھی اور آپ جنبش میں تھے جس کے اثر سے چادر مبارک کندھے شریف سے گر کر قدم مبارک پر آ گئی۔ یہ حدیث صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے وجد کی دلیل ہے وجدان شوق اور ذوق خوف ہر چیز سے آسکتا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۷، ص ۵۵۰، ضیاء القرآن، لاہور)

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی الطوسی، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

وأما الحكايات الدالة على أن أرباب القلوب ظهر عليهم الوجد عند سماع القرآن فكثيرة فقوله صلى الله عليه وسلم شيبتني هود وأخواتها۔خبر عن الوجد فإن الشيب يحصل من الحزن والخوف وذلك وجد۔

ترجمہ: اور جن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل دل کو قرآن سننے سے وجد ہوا ہے وہ بھی بکثرت ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا: مجھ کو سورۃ ہود نے بوڑھا کر دیا۔ یہ بھی وجد کی خبر ہے اس لئے کہ بڑھاپا حزن اور خوف سے ہوتا ہے اور حزن اور خوف وجد میں داخل ہیں۔

(احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج۲، ص۴۱۸، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

وروي أن ابن مسعود رضي الله عنه قرأ على رَسُولِ اللهِ صَلىَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سورة النساء فلما انتهى إلى قوله تعالى {فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيداً} قال {حسبك} وكانت عيناه تذرفان بالدموع۔

مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سامنے سورۃ نساء پڑھی جب آپ اس آیت پر پہنچے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔(سورۃ النساء:۴۱)

آپ نے فرمایا کہ بس کرو اس سے آپ کی دونوں آنکھوں سے اشک جاری تھے۔

(احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج۲، ص۴۱۸، ۴۱۹، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

وفي رواية أنه صلى الله عليه وسلم قرأ هذا الآية أو قرئ عنده {إن لدينا أنكالاً وجحيماً وطعاماً ذا غصة وعذاباً أليماً} فصعق۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے خود پڑھا یا کسی اور شخص نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی:

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا، وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا، (سورۃ المزمل:۱۲، ۱۳)

ترجمہ: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔تو آپ بے ہوش ہو گئے۔

(ابن عدی فی الکامل، شعب الایمان، احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج۲، ص۴۱۹، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

وفي رواية أنه صلى الله عليه وسلم قرأ {إن تعذبهم فإنهم عبادك} فبكى۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ یہ آیت:

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

ترجمہ: اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف کرے تو تو ہی زبردست حکمت والا۔(سورۃ المائدۃ:۱۱۸) پڑھ کر روئے۔

(احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج۲، ص۴۱۹، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

وكان صلى الله عليه وسلم إذا مر بآية رحمة دعا واستبشر والاستبشار وجد۔

ترجمہ: حضور سرور عالم ﷺ کا دستور تھا کہ آیت رحمت پر گذرتے تو دعا مانگتے اور بشارت کی درخواست کرتے ظاہر ہے کہ بشارت کی التجاء وجد ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب آدب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج ۲، ص ۴۱۹، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

فقال تعالى {وإذا سمعوا ما أنزل إلى الرسول ترى أعينهم تفيض من الدمع مما عرفوا من الحق} وروي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي ولصدره أزيز كأزيز المرجل۔

چنانچہ فرمایا:

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ۔

ترجمہ: اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لئے یہ وہ حق پہچان گئے۔(سورۃ المائدہ: ۸۳)

مروی ہے کہ حضور ﷺ جب نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ کے سینہ مبارک میں ایسا جوش ہوتا تھا جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز ہوتی ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب آدب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج ۲، ص ۴۱۹، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

وعَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي وَلِجَوْفِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ يَعْنِي يَبْكِي

ترجمہ: حضرت مطرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی جیسا کہ ہنڈیا، دیگ کے پکنے کی آواز ہوتی ہے۔ یعنی آپ رو رہے تھے۔

(سنن الکبری للنسائی، رقم: ۵۴۹، سنن النسائی، کتاب السہو، باب البکاء فی الصلاۃ، رقم: ۱۲۱۱، ص ۲۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الزہد والرقائق لابن المبارک، رقم: ۱۰۹، الترغیب والترہیب، ج ۱، ص ۲۰۵)

وعن مطرب عن ابيه رضى الله عنه قال: رأيت رسول الله ﷺ يصلى وفى صدره أزيز كأزيز الرحى من البكاء۔

ترجمہ: حضرت مطرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نماز میں آپ کے رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔

(سنن ابو داؤد رفی الصلوٰۃ قم الحدیث: ۹۰۴، سنن النسائی فی السہو رقم الحدیث: ۱۳۱۲، الزہد والرقائق لابن المبارک، رقم: ۱۰۹، شمائل الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۵، الترغیب والترہیب، ج ۱، ص ۲۰۴)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں محمد بن علان بن ابراہیم البکری الصدیقی الشافعی، المتوفی ۱۰۵۷ھ لکھتے ہیں:

قال الحراني: ومن هذا الحديث ونحوه استنّ أهل الطريق الوجد والتواجد في أحوالهم وعرفوا به في أوقاتهم، وهذا الحال إنما كان يعرض للمصطفى عند تجلي الصفات الجلالية والجمالية معاً: يعني الجلال الممزوج بالجمال، وإلا فغير الممزوج بالجمال لا يطيقه أحد من البشر بل ولا واحد من الخلائق، وكان إذا تجلى لقلبه الجمال المحض يمتلىء نوراً وسروراً وملاطفة وإيناساً وتبسطاً، وكل وارث من أمته له نصيب من هذين التجليين، فتجلي الجلال يورث الخوف والقلق والوجل المزعج، وتجلي الجمال يورث الأنس

والسرور۔

ترجمہ: حضرت حرانی علیہ الرحمہ نے فرمایا: اور اس حدیث اور اس کی مثل سے اہل طریق اپنے احوال میں وجد اور تواجد کی سند واضح کرتے ہیں اور وہ اپنے اوقات میں اس کے ذریعے پہچانے جاتے ہیں، اور یہ حال چنے ہوئے کو صفات جلالیہ اور جمالیہ جمع ہونے کے وقت ہی پیش آتا ہے: یعنی جلال جمال کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے، ورنہ جمال ملے بغیر (جلال کو برداشت کرنے کی) کسی انسان میں طاقت نہیں بلکہ مخلوق میں سے کسی میں بھی طاقت نہیں ہے، اور جب اس کے دل پر ترغیب دینے والے جمال کی تجلی ہوتی ہے تو نور اور سرور اور لطف اور انس اور بسط کو بھر دیتا ہے، اور ہر ایک ان دونوں تجلیوں سے اپنے قصد کے مطابق حصہ پانے کا وارث بنتا ہے ،پس جلال کی تجلی خوف اور اضطراب، چیخنے والا ڈر پیدا کرتی ہے اور جمال کی تجلی انس اور سرور پیدا کرتی ہے۔

(دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، ج ۴، ص ۲۲۳، ۲۲۲، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ عَلَيَّ ،قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، آقْرَأُ عَلَيْكَ، وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ، قَالَ: نَعَمْ فَقَرَأْتُ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتَّى أَتَيْتُ إِلَى هَذِهِ الآيَةِ: {فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ، وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلاَءِ شَهِيدًا} (سورۃ النساء: ۴۱) قَالَ: حَسْبُكَ الآنَ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ، فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے قرآن پڑھو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کے سامنے قرآن پڑھوں حالانکہ آپ ﷺ پر تو خود قرآن نازل ہوا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! تو میں نے آپ ﷺ کے سامنے سورۃ النساء پڑھی حتی کہ جب میں اس آیت پر پہنچا:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ، وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (سورۃ النساء: ۴۱)

ترجمہ: اس وقت کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسول مکرم! ﷺ) ہم آپ ﷺ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب تمہیں اتنا پڑھنا کافی ہے۔ پس میں نے آپ ﷺ کی طرف مڑ کر دیکھا تو آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۵۰۵۰)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے:

حال، وجد:

کسی حالت محمودہ غریبہ کا غلبہ اصطلاح میں وجد کہلاتا ہے، تذرفان، (دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے) سے اس کی اصل بھی ثابت ہوتی ہے۔

(التکشف عن مہمات التصوف، ص، ۴۹۴)

ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی علیہ الرحمہ، متوفی، ۳۷۸ھ، لکھتے ہیں:

فی الحدیث ان النبی ﷺ قرأ: (فکیف أذا جئنا من کل امة شهید وجئنا بک علی هؤلاء شهید) (النساء ایت ۴۱) فصعق، فالصعقة صفة من صفات الواجدین۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں (النساء:۴۱)

اور اس کے بعد آپ ﷺ پر غشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی یہ کیفیت بھی صفات واجدین میں سے ہے۔

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد، باب فی صفات الواجدین، ص، ۲۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِي هُودُ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ تو (بہت جلد) بوڑھے گئے؟ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کورت نے مجھ کو (عمر کی زیادتی سے پہلے ہی) بوڑھا کر دیا ہے۔

(سنن الترمذی، رقم:۳۲۱۹، شرح السنۃ للبغوی، ج،۷، ص، ۲۹۴، دلائل النبوۃ للبیہقی، رقم:۳۲۷، ج،۱، ص،۳۵۸، کنز العمال، رقم:۲۵۸۸، مشکاۃ المصابیح، رقم:۵۳۵۴، حلیۃ الاولیاء، ج،۴، ص،۳۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم:۳۰۲۶۸)

اخبرنا ابو زرعة ظاهر عن والده ابى الفضل الحافظ المقدسى، قال اخبرنا ابو منصور محمد بن عبد الملك المظفرى بسرخس، قال: اخبرنا ابو على الفضل بن منصور بن نصر الكاغدى السمرقندى اجازة، قال: حدثنا الهيثم بن كليب، قال اخبرنا ابو بكر عمار بن اسحاق قال حدثنا سعيد عن عامر عن شعبة، عن عبد العزيز بن صهيب، عن أنس قال: كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، إذ نزل عليه جبريل عليه السلام، فقال: يا رسول الله ان فقراء أمتك يدخلون الجنة قبل الأغنياء بنصف يوم وهو بخمسمائة عام، ففرح رسول الله فقال: أفيكم من ينشدنا؟ فقال بدوي: نعم انا، يارسول الله صلى الله عليه وسلم، قال، هات، فأنشد البدوى شعر

قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الهوى كَبِدِي	فَلاَ طَبِيبُ لَهُ وَلاَ رَاقِي
إلاَّ الحَبِيبُ الَّذِي شغِفْتُ به	فَعِنْدَهُ رُقْيَتِي وتِرْيَاقِي

فتواجد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وتواجد أصحاب معه، حتى سقط رداؤه عن مَنْكِبَيْهِ، فلما فرغوا أوى كل واحد منهم إلى مكانه، فقال معاوية بن ابى سفيان: ما أحسن لَعِبَكُمْ يا رسول الله! فقال: مَهْ، يا معاوية، ليس بكريم من لم يهتز عند سماع ذكر الحبيب۔ثم قسم رداءه اى رسول الله صلى الله عليه وسلم على من حضرهم بأربعمائة قطعة.

ترجمہ: حضرت ذرعہ طاہر نے اپنے والد حضرت ابوالفضل حافظ مقدسی سے انہوں نے ابو منصور بن عبد الملک مظفری سرخسی سے انہوں نے حضرت ابو علی فضل بن منصور بن نصر کاغدی سمرقندی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ہشیم بن کلیب نے حضرت ابوبکر عمار بن اسحاق سے سنا انہوں نے فرمایا کہ ہم سے حضرت سعید نے شعبہ نے عبد العزیز بن صہیب سے اور انہوں نے عامر سے انہوں نے شعبہ سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ رسول

اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک حضرت جبریل ؑ تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت کے فقراء آپ کی امت کے دولت مندوں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور یہ آدھا دن پانچ سو برس کا ہوگا۔ حضرت جبرائیل ؑ سے یہ (خوشخبری) سن کر رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص موجود ہے جو اس وقت کچھ اشعار پڑھے، تو ایک دیہاتی شخص نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ!

آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا سناؤ!

اس دیہاتی نے یہ اشعار سنائے:

قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الهوى كَبِدِي		فَلاَ طَبِيبَ لَهُ وَلاَ رَاقِي
إلاَّ الحَبِيبَ الَّذِي شُغِفْتُ به		فَعِنْدَهُ رُقْيَتِي وتِرْيَاقِي

ترجمہ: میرے جگر کو (محبوب) کی خواہش کے سانپ نے ڈس لیا، جس کے لئے نہ تو کوئی حکیم ہے نہ جھاڑ پھونک کرنے والا ہے۔

مگر وہ حبیب (مخلص ساتھی) جس کی محبت سے میں فریفتہ ہوں اسی کے پاس میرے لئے تریاق بھی ہے اور تعویذ بھی۔

یہ اشعار سن کر رسول اللہ ﷺ نے تواجد فرمایا (یعنی وجد کی کیفیت طاری ہوگئی) اور آپ کے ساتھ تمام صحابہ کرام ؓ نے تواجد کیا (یعنی وجد طاری ہوگیا) یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے دوش مبارک سے چادر مبارک ڈھلک گئی (یعنی تشریف لے آئی) پھر جب یہ کیفیت ختم ہوگئی تو ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گیا، حضرت امیر معاویہ بن سفیان ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا کتنا ہی حسین لعب (کھیل) ہے۔ تو اس بات پر حضرت معاویہ ؓ سے فرمایا ایسا نہ کہو (یعنی اس مخصوص حالت کو کھیل سے تشبیہ نہ دو یہ محبوب حقیقی کی یاد سے جنبش تھی اور) جو شخص اپنے محبوب کا ذکر سن کر جنبش میں نہ آئے وہ کریم (بزرگ) نہیں ہے پھر حضور ﷺ کی (اس وقت زیب تن کی ہوئی) چادر مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم کئے گئے۔

(عوارف المعارف، الباب الثانی والعشرون، ص، ۱۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، البحر المدید، ج، ۵، ص، ۵۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، التفسیرات الاحمدیۃ، ص، ۶۰۲، قدیمی کتب خانہ، کراچی، اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان، ج، ۱، ص، ۱۰، التزکیۃ بین اهل السنۃ والصوفیۃ، ج، ۱، ص، ۲۴، رہنمائے سالکین ص ۱۳۹، مکتوبات صدی، ص ۵۶۰ تا ۵۶۹)

مذکورہ بالا حدیث کے متعلق امام شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد بن عبد اللہ سہروردی بغدادی شافعی ؒ، متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں:

فھذا الحدیث اوردناہ مسندا کما سمعناہ ووجدناہ، وقد تکلم فی صحتہ اصحاب الحدیث۔

ترجمہ: یہ حدیث ہم نے سندوں کے ساتھ پیش کر دی ہے جیسا کہ ہم نے سنا تھا لیکن اس کی صحت سے محدثین نے اتفاق نہیں کیا ہے۔

(عوارف المعارف، الباب الثانی والعشرون، ص، ۱۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کے متعلق حضرت مولانا سید حافظ محمد حیات صاحب ربانی نوشاہی ؒ، لکھتے ہیں:

دریں نقل اگر چہ بعضی محدثین طعن بسار کردہ اند و موضوع گفتہ اند و منع بلیغ ساختہ اند لیکن بسیاری از علمای متبحرین کہ متفقہ اند، در کتب خویش آوردہ اند و ترغیب فرمودہ اند و ناقلان آن نیز جماعتی عظیم اند از جماعت اهل یقین اند کہ اعتماد بر نقل ایشان می، توان کرد۔ پس لایق منع نبود و یشان را متہم نتوان ساخت۔ "ظنوا المومنین خیرا" را یاد آر و هیچ مگو در عمل آر۔ کما قال۔ علیہ السلام۔ بہ روایت صحیحہ: ما جاء کم عنی خیر قلتہ اولم اقلہ فانا اقولہ وفی حدیث آخر: فما سمعتم الحدیث عنی من خیر تعرفہ قلوبکم

وقلبی لا اشعار کم وابشار کم وترون انہ منکم قریب فانا اولا کم بہ تامل ولا تنازع۔

ترجمہ: اس روایت میں اگر چہ بعض محدثین بہت طعن کیا ہے اور اس کو موضوع کہا ہے اور اس سے بہت منع کیا ہے، لیکن بہت سارے علمائے تبحرین، جو فقیہ ہیں، اس کو اپنی کتابوں میں لائے ہیں اور اس کی ترغیب دلائی ہے۔ اور اس کے نقل کرنے والے بھی بہت بڑی جماعت ہیں جو اہلِ یقین سے ہیں اور ان کی نقل پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ پس یہ منع کرنے کے لائق نہیں اور نہ ان کو متہم کیا جا سکتا ہے۔ ''مومنوں پر نیک گمان رکھو'' کو یاد رکھو اور کچھ نہ کہو اور اس پر عمل کرو۔ جیسا کہ فرمایا حضور ﷺ نے روایت صحیحہ میں: میری جانب سے کوئی نیک کلام تمہارے پاس آئے خواہ میں نے وہ نہ کہا ہو، پس میں وہ کہتا ہوں۔ اور دوسری حدیث میں ہے: اگر کوئی اچھا کلام (حدیث) میری جانب سے سنو جس کو تمہارے دل پہچان جائیں اور تمہارے طریقہ اور بشارتوں کے مطابق ہو، اور تم جانو کہ وہ تم سے قریب ہے، پس میں اس کا زیادہ مستحق ہوں۔ غور کرو اور جھگڑا نہ کرو۔

(رسالہ سماع، تذکرہ نوشاہیہ، ص ۵۲۱، ۵۲۲، ادارہ معارف نوشاہیہ، اسلام آباد)

''کما روی ان داود النبی علیه السلام استقبل السکینه باالرقص فقالت له زوجته اترقص وانت نبی فقال لها اتحلمین علی علی قلبی وانت طالق''

ترجمہ: چنانچہ مروی ہے کہ حضرت داؤد نبی ﷺ بحالت رقص، تابوت سکینہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ نے عرض کیا کہ آپ رقص کرتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نبی ہیں۔ ''ارشاد فرمایا! کیا تو میرے دل (کی محویت اور عالم بیخودی) پر یہ حکم لگاتی ہے۔ جا میں نے تجھے طلاق دی''۔

(سبع سنابل، سنبلہ ہفتم، در متفرقات، ص ۱۷۸، النوریہ رضویہ، پبلشنگ کمپنی، لاہور)

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ المُبَارَكِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الوَلِيدُ بْنُ أَبِي الوَلِيدِ أَبُو عُثْمَانَ المَدَائِنِيُّ، أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ شُفَيًّا الأَصْبَحِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، دَخَلَ المَدِينَةَ، فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَدِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا: أَبُو هُرَيْرَةَ، فَدَنَوْتُ مِنْهُ حَتَّى قَعَدْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يُحَدِّثُ النَّاسَ، فَلَمَّا سَكَتَ وَخَلَا قُلْتُ لَهُ: أَسْأَلُكَ بِحَقٍّ وَبِحَقٍّ لَمَا حَدَّثْتَنِي حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلْتَهُ وَعَلِمْتَهُ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَفْعَلُ، لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلْتُهُ وَعَلِمْتُهُ، ثُمَّ نَشَغَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْغَةً فَمَكَثْنَا قَلِيلًا ثُمَّ أَفَاقَ، فَقَالَ: لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا البَيْتِ مَا مَعَنَا أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ، ثُمَّ نَشَغَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْغَةً شَدِيدَةً، ثُمَّ أَفَاقَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ فَقَالَ: أَفْعَلُ، لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَهُوَ فِي هَذَا البَيْتِ مَا مَعَنَا أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ، ثُمَّ نَشَغَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْغَةً شَدِيدَةً، ثُمَّ مَالَ خَارًّا عَلَى وَجْهِهِ فَأَسْنَدْتُهُ طَوِيلًا، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: حَدَّثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا كَانَ يَوْمُ القِيَامَةِ يَنْزِلُ إِلَى العِبَادِ لِيَقْضِيَ بَيْنَهُمْ وَكُلُّ أُمَّةٍ جَاثِيَةٌ، فَأَوَّلُ مَنْ يَدْعُو بِهِ رَجُلٌ جَمَعَ القُرْآنَ، وَرَجُلٌ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَرَجُلٌ كَثِيرُ المَالِ، فَيَقُولُ اللهُ لِلْقَارِئِ: أَلَمْ أُعَلِّمْكَ مَا أَنْزَلْتُ عَلَى رَسُولِي؟ قَالَ: بَلَى يَا رَبِّ. قَالَ: فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا عُلِّمْتَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، فَيَقُولُ اللهُ لَهُ: كَذَبْتَ، وَتَقُولُ لَهُ المَلَائِكَةُ: كَذَبْتَ، وَيَقُولُ اللهُ: بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ: إِنَّ فُلَانًا قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ،

وَيُؤْتَى بِصَاحِبِ المَالِ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ: أَلَمْ أُوَسِّعْ عَلَيْكَ حَتَّى لَمْ أَدَعْكَ تَحْتَاجُ إِلَى أَحَدٍ؟ قَالَ: بَلَى يَا رَبِّ، قَالَ: فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا آتَيْتُكَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَصِلُ الرَّحِمَ وَأَتَصَدَّقُ، فَيَقُولُ اللهُ لَهُ: كَذَبْتَ، وَتَقُولُ لَهُ المَلَائِكَةُ: كَذَبْتَ، وَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى: بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ: فُلَانٌ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ، وَيُؤْتَى بِالَّذِي قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَيَقُولُ اللهُ لَهُ: فِي مَاذَا قُتِلْتَ؟ فَيَقُولُ: أُمِرْتُ بِالجِهَادِ فِي سَبِيلِكَ فَقَاتَلْتُ حَتَّى قُتِلْتُ، فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى لَهُ: كَذَبْتَ، وَتَقُولُ لَهُ المَلَائِكَةُ: كَذَبْتَ، وَيَقُولُ اللهُ: بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ: فُلَانٌ جَرِيءٌ، فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ، ثُمَّ ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُكْبَتِي فَقَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، أُولَئِكَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللهِ تُسَعَّرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ القِيَامَةِ وَقَالَ الوَلِيدُ أَبُو عُثْمَانَ: فَأَخْبَرَنِي عُقْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ أَنَّ شُفَيًّا، هُوَ الَّذِي دَخَلَ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَأَخْبَرَهُ بِهَذَا قَالَ أَبُو عُثْمَانَ: وَحَدَّثَنِي العَلَاءُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ، أَنَّهُ كَانَ سَيَّافًا لِمُعَاوِيَةَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ، فَأَخْبَرَهُ بِهَذَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ فُعِلَ بِهَؤُلَاءِ هَذَا فَكَيْفَ بِمَنْ بَقِيَ مِنَ النَّاسِ؟ ثُمَّ بَكَى مُعَاوِيَةُ بُكَاءً شَدِيدًا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ هَالِكٌ، وَقُلْنَا قَدْ جَاءَنَا هَذَا الرَّجُلُ بِشَرٍّ، ثُمَّ أَفَاقَ مُعَاوِيَةُ وَمَسَحَ عَنْ وَجْهِهِ، وَقَالَ: صَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ {مَنْ كَانَ يُرِيدُ الحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ}.

ترجمہ: حضرت ولید بن ابی ولید ابوعثمان مدائنی ﷺ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا شفی اصبحی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو دیکھا ایک آدمی کے گرد کچھ لوگ جمع ہیں انہوں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا! ابو ہریرہ ﷺ ہیں۔ (فرماتے ہیں) میں ان کے قریب ہو گیا یہاں تک کہ بالکل سامنے بیٹھ گیا آپ لوگوں سے حدیث بیان کر رہے تھے جب خاموش ہوئے اور تنہارہ گئے تو میں نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ ﷺ سے عرض کیا: میں آپ سے حق کیلئے اور پھر حق کیلئے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسی حدیث رسول اللہ ﷺ کی بیان کیجئے جس کو آپ نے خوب سمجھا ہو اور بوجھا ہو۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا کروں گا، میں تم سے ایسی ہی حدیث رسول اللہ ﷺ کی بیان کروں گا جس کو میں نے سمجھا ہوگا اور بوجھا ہوگا اور پھر حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے ایک چیخ ماری۔ یہ کیفیت بے تابی کی یا تو شدت خوف سے ہوئی ہے کہ حدیث کا بلاکم و کاست بیان کرنا بڑی احتیاط کی بات ہے اور یا شدت شوق سے تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا نقشہ آنکھوں میں پھر گئی، ہم بڑی دیر تک منتظر رہے پھر ان کو افاقہ ہوا اور فرمایا کہ میں تم سے ضرور ایسی حدیث بیان کروں گا جو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اس مکان میں بیان فرمائی ہے۔ کہ ہمارے پاس اس وقت کوئی نہ تھا بجز میرے اور بجز آپ کے، پھر حضرت سیدنا ابو ہریرہ ﷺ نے بڑے زور سے ایک چیخ ماری، پھر ان کو افاقہ ہوا پسینہ منہ پر سے پونچھا اور فرمایا کہ میں یہ کام کروں گا میں اور آپ اس مکان میں تھے۔ ہمارے پاس اس وقت کوئی نہ تھا۔ بجز میرے اور آپ کے۔ پھر حضرت سیدنا ابو ہریرہ ﷺ نے بڑے زور سے چیخ ماری پھر آگے کو جھک کر منہ کے بل گر پڑے۔ میں ان کو بڑی دیر تک اپنے سہارے لگائے رہا پھر افاقہ ہوا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے بیان فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف متوجہ ہوگا تا کہ ان کے فیصلہ فرمائے تمام امتیں گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوں گی سب سے پہلے تین آدمیوں کو بلایا جاء ے گا:

(۱) جس نے قرآن یاد کیا ہوگا، (۲) جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا گیا ہوگا، (۳) اور زیادہ مالدار شخص۔ اللہ تعالیٰ اس قاری سے فرمائے گا کیا تمہیں وہ کلام نہ سکھا جسے میں نے اپنے رسول ﷺ پر اتارا، عرض کرے گا، ہاں یارب! اللہ تعالیٰ فرماء ے گا تو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں رات دن اس کی

تلاوت کرتا رہا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا، فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں قاری ہے، پس پس تجھے کہا ۔دولتمند کو لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے میں نے (مال میں اتنی) وسعت نہ دی کہ تجھے کسی کا محتاج نہ رکھا، وہ عرض کرے گا: ہاں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری دی ہوئی دولت سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں قرابتداروں سے صلہ رحمی کرتا تھا اور خیرات کرتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو چاہتا تھا کہ کہا جاءے فلاں بڑا سخی ہے، سوایسا کہا جاچکا۔ (پھر) شہید کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو کس لیے قتل ہوا؟ وہ کہے گا تو نے مجھے اپنے راستے میں جہاد کا حکم دیا، پس میں نے لڑائی کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا۔ فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ تیری نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں کہ فلاں بڑا بہادر ہے، پس یہ بات کہی گئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ اقدس میرے زانو پر مارتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ! رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلے ان ہی تین آدمیوں سے جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔ حضرت ولید ابو عثمان مدائنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے عقبہ نے بتایا کہ یہی حضرت شفی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں حدیث سنائی، ابو عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے علاء بن حکیم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ شفی رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جلاد تھے فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بتائی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان تینوں کا یہ حشر ہے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا، پھر آپ بہت روئے یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا شاید جان دے دیں گے۔ اور ہم نے کہا یہ آدمی ہمارے پاس شر لے کر آیا ہے۔ پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو آپ نے چہرہ پونچھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ ارشاد فرمایا: جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہے اس کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی پورا دے دیتے ہیں اور اس میں ہم کچھ کمی نہیں کرتے ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں انہوں نے جو کچھ دنیا میں کیا ضائع ہو گیا اور ان کے اعمال باطل ہو گئے۔

(سنن الترمذی، کتاب الزہد، رقم: ۲۳۸۲، ص، ۵۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بڑے زور سے چیخ مارنا۔ بیہوش ہو جانا اور پسینہ آجانا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا رونا، وجد و حال کی کھلی دلیل ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَتِ الْحَبَشَةُ يَزْفِنُونَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرْقُصُونَ وَيَقُولُونَ: مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَقُولُونَ؟ قَالُوا: يَقُولُونَ: مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ حبشی لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے رقص کر رہے تھے اور اپنی زبان سے کہہ رہے تھے۔ محمد ﷺ نیک بندے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ کہہ رہے ہیں: محمد صالح بندے ہیں۔

(مسند امام احمد، رقم: ۱۲۵۴۰، ج، ۲۰، ص، ۱۷، والاحادیث المختارۃ، رقم: ۱۶۸۰، ج، ۵، ص، ۶۰، والجامع الصحیح للسنن والمسانید، ج، ۱۴، ص، ۳۷۸، وج ۲۶، ص، ۴۷۴، غایۃ المقصد فی زوائد المسند، رقم: ۳۱۲۹، ج، ۳، ص، ۱۸۳، والمسند الجامع، رقم: ۱۴۲۸، ج، ۲، ص، ۴۱۲)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت شیخ طریقت شیخ عبدالقادر عیسیٰ شاذلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

فلما رآهم فيي تلك الحالة لم ينكر عليهم وأقرهم على ذلك ،والمعلوم أن الأحكام الشرعية تؤخذ من قوله ﷺ وفعله وتقريره، فلما أقرهم على فعلهم ولم ينكر عليهم تبين أن هذا جائز وفي الحديث دليل صحة الجمع بين الهتزاز المباح ومدح رسول الله ﷺ وأن الهتزاز بالزكر لايسميى رقصاً محرماً بل هو جائز لأنه ينشط الجسم للذكر ،ويساعد على حضور القلب مع الله تعالى ،اذا صحت النية ،فالأمور بمقاصدها وانما الأعمال بالنيات وانما لكل امرى مانوى۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے ان کو اس حالت میں دیکھا، توان پر کوئی انکار نہیں فرمایا، اوران کو اس حالت پر برقرار رکھا، اور یہ تو معلوم ہے کہ بے شک احکامِ شرعیہ نبی کریم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر سے ماخوذ ہوتے ہیں (تقریر کا مطلب یہ ہے کہ جو کام نبی کریم ﷺ کے سامنے کیا گیا ہو تو نبی کریم ﷺ نے اس سے منع نہ فرمایا ہو)۔ جب آپ ﷺ نے ان کے اس فعل کو ثابت رکھا اور اس کو ناپسند نہ کیا تو ثابت یہ ہوا کہ یہ فعل جائز ہے۔

اور اس حدیث میں مباح، جائز جھومنے اور نعت رسول ﷺ دونوں کو آپس میں اکٹھا کرنے کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ ذکر میں حرکت کرنے ،جھومنے کو حرام رقص کا نام نہیں دیا جاسکتا، بلکہ یہ جائز ہے کیونکہ یہ حرکت جسم کو ذکر کے لیے چست کرتی ہے، اور (دورانِ ذکر) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضورِ قلبی میں مدد دیتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ بندے کی نیت صحیح ہو کیونکہ پس کاموں کا دارومدار ان کے مقاصد پر ہے، اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملتا ہے۔

(حقائق عن التصوف، الحرکۃ فی الذکر، ص،۹۷)

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ، وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ خَوْخَةٍ لِي، فَدَنَا مِنِّي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلَى مَنْكِبَيْهِ، وَجَعَلْتُ أَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُنَّ بَنَاتُ أَرْفِدَةَ فَمَا زِلْتُ أَنْظُرُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ وَيَزْفِنُونَ حَتَّى كُنْتُ أَنَا الَّذِي انْتَهَيْتُ۔ (المعجم الاوسط، رقم: ۹۳۰۳، ج، ۹، ص، ۱۲۱،)

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنَا وَجَعْفَرٌ، وَزَيْدٌ، فَقَالَ لِزَيْدٍ: أَخُونَا مَوْلَانَا، فَحَجَلَ زَيْدٌ، وَقَالَ لِجَعْفَرٍ: أَنْتَ أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي، قَالَ: فَحَجَلَ وَرَاءَ حَجْلِ زَيْدٍ، ثُمَّ قَالَ لِي: أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ، فَحَجَلْتُ وَرَاءَ حَجْلِ جَعْفَرٍ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں میں اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولا ہے، تو حضرت زید رضی اللہ عنہ اچھلنے لگے (وجد کرنے لگے)، اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: تو صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہے، تو وہ بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کے اچھلنے کے پیچھے اچھلنے لگے، مجھے ارشاد فرمایا: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں، تو میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) بھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے اچھلنے کے پیچھے اچھلنے لگا۔

(مسند البزار، رقم: ۷۴۴، مسند احمد، رقم: ۸۵۷، ابن أبي شيبة، وأبو يعلى، والبيهقي، کنز العمال، رقم: ۳۶۷۵۶، ج، ۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، جامع الاحادیث، رقم: ۳۲۱۱۴، اتحاف الخیرۃ المہرۃ، رقم: ۶۷۱۹، سنن الکبری، للبیہقی، رقم: ۱۶۱۸۸، ۲۱۵۵۷)

مفتی مکہ مکرمہ علامہ احمد زینی دحلان، ومحمد رضا، علیہ الرحمۃ متوفی ۱۳۶۹ ھ، وغیرہ لکھتے ہیں:

وبعد فتح خيبر قد من الحشبة جعفر بن ابى طا لب رضى الله عنه ومن معه من المسلمين وهم ستة عشر رجلاً فتلقى النبى ﷺ جعفر وقبل جبهة وعانقه وقام له، وقد قام لصفوان بن امية لما قدم عليه ولعدى بن حاتم رضى الله عنهما ثم قال ﷺ ما أدرى بأيهما أفرخ بفتح خيبر أم بقدوم جعفر؟ وقال ﷺ لجعفر أشبهت خلقى وخلقى، فرقص جعفر رضي الله عنه عنه من لذة هذا الخطاب (ولفرط ما أصابه من الفرح) فلم ينكر عليه ﷺ رقصه وجُعل ذلك أصلا لرقص الصوفية عندما يجدون من لذة المواجيد في مجالس الذكر والسماع.

ترجمہ: اور فتح خیبر کے بعد حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ دوسرے سولہ مسلمان حبشہ سے ہجرت کر کے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے لیے قیام فرمایا، اور جب آپ ﷺ ان سے ملے تو ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور معانقہ فرمایا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ مجھے کس بات کی زیادہ خوشی ہوئی ہے فتح خیبر کی یا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد کی۔ پھر فرمایا آپ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: تو شکل وصورت میں اور اخلاق میں میرے مشابہہ ہے۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد سنا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے اس خطاب کی لذت کی وجہ سے اور جو اس سے خوشی حاصل ہوئی رقص کرنے لگے، اور حضور اکرم ﷺ نے اس فعل سے منع نہیں فرمایا، اور اس کو صوفیہ علیہم الرحمۃ کے رقص کے لیے اصل بنایا ہے، وہ بھی سماع اور ذکر کی مجلس میں مواجید کی لذت پاتے ہیں۔

(السيرة النبوية وآثار المحمدية لزيني دحلان على هامش السيرة الحلبية، ج۲، ص۲۵۲، ومحمد ﷺ، غزوة خيبر، ج۱، ص۴۴۴، والموسوعة اليوسفية فى بيان ادلة الصوفية، الجزء الاول، الحركت بالذكر، ص۱۸۲، حقائق عن التصوف، الحركة فى الذكر، ص۹۹)

علامہ محمد عبد الحی، کتانی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۳۸۲ھ لکھتے ہیں:

وتمايل واهتزاز وهو منقول عن الصحابة، فقد خرج أبو نعيم في الحلية عن الفضيل بن عياض: كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ذكروا الله تمايلوا ايمينا وشمالا كما تتمايل الشجرة بالريح العاصف إلى أمام۔ (ثم تراجع الى وراء)

ترجمہ: دائیں بائیں مائل ہونا اور جھومنا، یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے: ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں تخریج کیا ہے کہ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول ﷺ جب ذکر کرتے تو دائیں، بائیں کو مائل ہوتے تھے جیسا کہ تیز ہوا سے درخت کبھی آگے کو اور کبھی پیچھے کو جھومتا ہے۔

(التراتيب الادارية، ج۲، ص۹۳، نظام الحكومية، الموسوعة اليوسفية فى بيان ادلة الصوفية، الجزء الاول، ص۱۷۸)

امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۸۵۳ھ، لکھتے ہیں:

وفي حديث علي عند أحمد وكذا في مرسل الباقر فقام جعفر فحجل حول النبي صلى الله عليه وسلم دار عليه فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما هذا؟ قال شيء رأيت الحبشة يصنعونه بملوكهم۔ وفي حديث بن عباس ان النجاشي كان إذا رضي أحدا من

أصحابه، قام فحجل حوله وحجل بفتح المهملة وكسر الجيم أي وقف على رجل واحدة وهو الرقص بهيئة مخصوصة۔

ترجمہ: اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ''مسند احمد'' میں اور اسی طرح حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی مرسل روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ (خوشی سے) کھڑے ہوئے پھر نبی کریم ﷺ کے اردگرد اچھل کر ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرے پاؤں پر چکر کاٹنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا اے جعفر! یہ کیا ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے حبشیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہوں کے ساتھ اس چیز کو کرتے ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نجاشی جب کسی سے خوش ہوتا تھا تو اٹھ کر اس کے گرد چکر کاٹتا تھا۔ اور ''حجل'' حا کے فتح کے ساتھ ہے اور جیم کے کسرہ کے ساتھ ہے یعنی ایک پاؤں پر کھڑا ہونا اور یہ ایک مخصوص ہیئت کے ساتھ رقص کرنا ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب عمرۃ القضاء، ج۸، ص۴۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

قَالَ ابنُ أَبِي الدُّنيا: حدَّثنا عليُّ بنُ الجعد، أنا عمرو شِمر، حَدَّثَنِي إِسمَاعِيلُ السُّدِّيُّ، سَمِعتُ أَبَا أَرَاكَةَ يَقُولُ: صَلَّيتُ مَعَ عَلِيٍّ صَلَاةَ الفَجرِ فَلَمَّا انفَتَلَ عَن يَمِينِهِ مَكَثَ كَأَنَّ عَلَيهِ كَآبَةً حَتَّى إِذَا كَانَتِ الشَّمسُ عَلَى حَائِطِ المسجِدِ قِيدَ رُمحٍ صلىٰ رَكعَتَينِ ثُمَّ قَلَّبَ يَدَهُ فَقَالَ: وَاللهِ لَقَد رَأَيتُ أَصحَابَ محمَّد صلىٰ اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَمَا أَرَى اليَومَ شَيئًا يُشبِهُهُم، لَقَد كَانُوا يُصبِحُونَ صُفرًا شُعثًا غُبرًا بَينَ أَعيُنِهِم كَأَمثَالِ رُكَبِ المِعزَى، قَد بَاتُوا لله سجداً وقياماً يتلون كتاب الله يتراوحون بَينَ جِبَاهِهِم وَأَقدَامِهِم، فَإِذَا أَصبَحُوا فَذَكَرُوا اللهَ مَادُوا كَمَا يَمِيدُ الشَّجَرُ فِي يَومِ الرِّيحِ، وهملت أعينهم حتى تنبل ثِيَابَهُم۔

ترجمہ: حضرت ابو اراکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز فجر پڑھی، تو جب وہ اپنی دائیں طرف پھرے تو تھوڑی دیر ٹھہر گئے۔ گویا کہ افسردہ ہوں، یہاں تک کہ سورج مسجد کی دیوار پر نیزے کے برابر آ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر اپنے ہاتھ پھیرے اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے، اور میں آج کے دن کسی بھی چیز کو ان کے مشابہ نہیں پاتا، وہ لوگ صبح اس حال میں کرتے کہ چہرے زرد، اور بال پراگندہ اور غبار آلود منہ، گویا کہ تعزیت دینے والا شہسوار ہو، وہ راتیں سجدہ، قیام میں گذارتے تھے، کتاب اللہ کی تلاوت کرتے، وہ اپنے قدموں اور پیشانیوں کے بل رات بسر کرتے تھے، اور جب صبح کرتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ایسے حرکت کرتے جیسے آندھی والے دن درخت حرکت کرتے ہیں، ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے، یہاں تک کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج۸، ص۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، وحلیۃ الاولیاء علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج۱، ص۱۲۳، ۱۲۴، دارالحدیث، القاہرۃ، کنزالعمال، رقم: ۴۴۲۱۵، ج۱۶، ص۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، حیاۃ الصحابۃ، ج۵۴، اسمی المطالب فی سیرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج۱، ص۳۴۷، ج۲، ص۹۶۸، المجالسۃ وجواہر العلم، رقم: ۱۴۶۶، ج۴، ص۳۱۰، الرقۃ والبکاء، لابن قدامۃ، ج۱، ص۵۱، مقتل علی، لابن ابی الدنیا، رقم: ۶، ج۱، ص۲۵، جامع الاحادیث، رقم: ۳۳۶۴۱، ج۳۱، ص۴، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ وشیء من فقھھا وفوائدھا، ج۳، ص۳۰۷، جامع العلوم والحکم، ج۲، ص۵۱۹، ج۳، ص۱۲۹۱)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت شیخ طریقت شیخ عبدالقادر عیسیٰ شاذلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ويهمنا من عبارة الامام على رضى الله عنه قوله (مَادُوا كَمَا يَمِيدُ الشَّجَرُ يَومِ الرِّيحِ) فانك تجده صريحاً في الاهتزاز، ويبطل قول من يدعي ﷺ انه بدعة محرمة، ويثبت اباحة الحركة في الذكر مطلقاً وقد استدل الشيخ عبدالغني رحمه الله بهذا الحديث

رساله على ندب الاهتزاز بالذكر، وقال هذا صريح بان الصحاب رضى الله عنهم كانوا يتحركون حركة شديدة في الذكر۔ على أن الرجل غير مؤاخذ حين يتحرك ويقوم ويقعد على أي نوع كان حيث إنه لم يأت بمعصية ولم يقصدها كما ذكرنا. إلا أن هناك جماعة من الدخلاء على الصوفية - نسبوا أنفسهم إليهم وهم منهم براء - شوهوا جمال حلقات الأذكار بما أدخلوا عليها من بدع ضالة، وأفعال منكرة، تحرمها الشريعة الغراء؛ كاستعمال آلات الطرب المحظورة، والاجتماع المقصود بالأحداث، والغناء الفاحش، فلم يعد وسيلةً عملية لتطهير القلب من أدرانه، وصلته بالله تعالى، بل صار لتسلية النفوس الغافلة، وتحقيق الأغراض الدنيئة. ومما يؤسف له أن بعض أدعياء العلم قد جموا على حِلَقِ الذكر ولم يميزوا بين هؤلاء الدخلاء المنحرفين وبين الذاكرين، السالكين المخلصين الذي يزيدهم ذكر الله رسوخاً في الإيمان، واستقامة في المعاملة، وسموا في الخلق واطمئناناً في القلب. وهناك علماء منصفون قد ميزوا بين الصوفية الصادقين السائرين على قدم الرسول الأعظم صلى الله عليه وسلم، وبين الدخلاء المارقين، وأوضحوا حكم الله في الذكر، وعلى رأسهم العلاّمة ابن عابدين في رسالته "شفاء العليل"، فقد ندد بالدخلاء على الصوفية، واستعرض بدعهم ومنكرام في الذكر وحذر منهم، ومن الاجتماع بهم،

اس ساری عبارت میں سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اس کلام کا یہ جملہ **(مادوا کمایمید الشجر فیی یوم الریح)** قابل توجہ ہے کیونکہ یہ دوران ذکر جذب وحرکت پر صراحۃً (واضح طور پر) دلالت کرتا ہے۔اور جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں دورانِ ذکر حرکت کرنا بدعتِ حرام ہے، ان کے دعویٰ کو باطل کرتا ہے اور مطلقاً ذکر میں حرکت کی اباحت کو ثابت کرتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث سے اپنے ایک رسالے میں دوران ذکر حرکت کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دورانِ ذکر سخت حرکت کیا کرتے تھے۔ اس یہ بھی ثابت ہوا کہ دورانِ ذکر اگر کوئی شخص حرکت کرتا ہے، بیٹھتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ نہ تو اس نے معصیت (گناہ، نافرمانی) کا ارتکاب کیا ہے اور نہ اس کا قصد (ارادہ، مقصد)۔ لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو صوفی ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن ان کا صوفیاء سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا، انہوں نے ذکر کے حلقوں کے جمال کو مسخ کر دیا، کیونکہ انہوں نے بہت سی بدعاتِ ضالہ اور ایسے ناپسندیدہ افعال اس میں داخل کر دیئے ہیں جو شریعتِ مطہرہ کے نزدیک حرام ہیں۔ ان کی محافل گانے بجانے کے آلات، نوخیز لڑکوں، فحش گانوں اور آلات موسیقی سے مزین ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کی محافل تصفیہ قلب اور وصول الی اللہ کا ذریعہ نہیں ہوتیں بلکہ غافلین کے لیے فرحت وسرور اور گھٹیا مقاصد کی تکمیل کے بھرپور مواقع ہوتے ہیں۔ (جو درحقیقت قلب کی صفائی کے بجائے غفلت وشہوت میں اضافے کا موجب ہے اور پھر یہ اپنے آپ کو اہل طریقت میں شمار کرتے ہیں)

لیکن یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بعض مدعیانِ علم مطلقاً ذکر کے حلقوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور جعلی وبناوٹی صوفیوں اور ذاکرین، سالکین مخلصین وہ جن کے ایمان میں ذکر اللہ ایمان میں رسوخ زیادہ کرتا ہے، اور معاملہ میں استقامت کو زیادہ کرتا ہے اور مخلوق میں بزرگی کو زیادہ کرتا ہے اور دل میں اطمینان کو زیادہ کرتا ہے۔ یعنی حقیقی مشائخ میں تمیز وفرق نہیں کرتے۔ مگر اللہ کی مہربانی سے چند انصاف پسند علمائے حق ایسے بھی ہیں جو رسول اعظم ﷺ کی پیروی کرنے والے سچے صوفیا اور جعلی مدعیان تصوف کے درمیان تمیز وتفریق کرتے ہیں۔

ان علماء میں سرفہرست علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے شفاالعلیل میں اس فرق کو بیان فرمایا، بناوٹی صوفیاء کی مذمت کی، ان کی بدعتوں اور ناجائز کاموں کی نشاندہی کی اور ان کے ساتھ صحبت اختیار کرنے سے منع کیا۔

(حقائق عن التصوف، الحرکۃ فی الذکر ص،۹۷)

حَدَّثَنِي مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الرُّعَيْنِيُّ، ثنا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنْ أَرْضِ الْحَبَشَةِ تَلَقَّاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا نَظَرَ جَعْفَرٌ إِلَيْهِ حَجَلَ - قَالَ مَكِّيٌّ: يَعْنِي مَشَى عَلَى رِجْلٍ وَاحِدَةٍ - إِعْظَامًا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبَّلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ.

ترجمہ: سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ جب حبشہ کی زمین سے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوے ہوئی، تو سیدنا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی طرف دیکھ کر، آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم کی خاطر ایک پاؤں پر کودا اور اچھل کر چلنے لگے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی پیشانی کو چوما۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج،۴،ص،۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَقَدْ قَرَأَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ (إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ) (التکویر:۱)
حَتَّى بَلَغَ (وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ) (التکویر:۱۰) فَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ وَصَارَ يَضْرِبُ عَلَى الْأَرْضِ سَاعَةً طَوِيلَةً۔

ترجمہ: سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورہ تکویر کی تلاوت کی جب آیت مبارکہ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (التکویر:۱۰) پر پہنچے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کافی دیر تک زمین پر ہاتھ پاؤں مارتے رہے۔

(تنبیہ المغترین ص،۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْقَاضِي وَأَبُو سَعِيدِ بْنُ أَبِي عَمْرٍو قَالَا: ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، ثنا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقْرَأُ فِي الْعَتَمَةِ بِسُورَةِ يُوسُفَ وَأَنَا فِي مُؤَخَّرِ الصُّفُوفِ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ يُوسُفَ سَمِعْتُ نَشِيجَهُ فِي مُؤَخَّرِ الصَّفِّ"

ترجمہ: سیدنا حضرت علقمہ بن وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز میں سورۂ یوسف پڑھ رہے تھے، اس وقت میں آخری صف میں تھا حتی کہ جب سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر آیا تو میں نے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی۔

(السنن الکبری للبیہقی، رقم:۳۳۵۸، ج،۲،ص،۳۵۷)

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ، "سَمِعْتُ نَشِيجَ عُمَرَ، وَأَنَا فِي آخِرِ الصُّفُوفِ يَقْرَأُ: {إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللهِ} (سورۃ یوسف:۸۶)

سیدنا حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آخری صف میں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی، آپ اس وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے:

إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللهِ

ترجمہ: میں اپنے غم اور پریشانی کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔ (سورۃ یوسف:۸۶)

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اذا بکی الامام فی الصلاۃ، ص،۱۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، شرح السنۃ للبغوی، ج،۳، ص،۲۴۵، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم:۳۵۶۵، ج،۱، ص،۳۱۲، کنز العمال، رقم:۳۵۷۹۵، جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، رقم:۱۴۵۰، ج،۱، ص،۲۳۹)

أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ تَقُولُ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْفِتْنَةَ الَّتِي يُفْتَنُ بِهَا الْمَرْءُ فِي قَبْرِهِ، فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً حَالَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ أَنْ أَفْهَمَ كَلَامَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا سَكَنَتْ ضَجَّتُهُمْ قُلْتُ لِرَجُلٍ قَرِيبٍ مِنِّي: أَيْ بَارَكَ اللهُ لَكَ، مَاذَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ قَوْلِهِ؟ قَالَ: قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ

ترجمہ: سیدنا حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (خطبہ دینے کے لیے) کھڑے ہوئے، پھر آپ ﷺ نے قبر کے فتنہ کا ذکر کیا جس میں آدمی اپنی قبر میں مبتلا ہوگا، تو جب آپ ﷺ نے یہ ذکر کیا تو مسلمانوں نے سن کر چیخ و پکار کی۔ تو لوگوں کے چیخنے چلانے کی وجہ سے میں رسول اللہ ﷺ کا کلام سمجھ سکی، پھر جب یہ چیخنا، چلانا ختم ہوا، تو میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا، اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا کرے، آخر میں رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟ اس آدمی نے فرمایا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر وحی آئی ہے کہ تم قبر کے اندر فتنہ میں ڈالے جاؤ گے۔ اور یہ فتنہ دجال کے فتنہ کے قریب قریب ہوگا۔

(سنن النسائی، رقم،۲۰۶۲، صحیح البخاری، باب ماجاء فی عذاب القبر، رقم:۱۳۷۳ مختصراً)

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي بَزَّةَ، حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَرَأَ {وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ} (سورۃ المطففین:۱) حَتَّى بَلَغَ {يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ} (سورۃ المطففین:۶) قَالَ: فَبَكَى حَتَّى خَرَّ وَامْتَنَعَ مِنْ قِرَاءَةِ مَا بَعْدَهُ۔

ترجمہ: حضرت قاسم بن ابی برزہ رضی اللہ عنہ ایک شخص کے واسطے سے روایت کرتے ہیں جس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سنا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ:

وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ پڑھی

یہاں تک کہ جب آیت:

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ

ترجمہ: جس دن کہ لوگ تمام جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ (سورۃ المطففین:۶)

پر پہنچے تو بہت روئے حتیٰ کہ گر پڑے، کوشش کے باوجود اس آیت کے بعد پڑھ نہ سکے۔

(حلیۃ الاولیاء، عبداللہ بن عمر بن الخطاب، ج،۱، ص،۳۰۶، دارالحدیث، القاہرۃ)

عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ إِذَا قَرَأَ: {أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ} (الحدید۱۶) بَكَى حَتَّى

يَغْلِبَهُ الْبُكَاءُ .

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جب یہ آیت کریمہ:

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ

ترجمہ: کیا ابھی ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جھک جائیں (سورۃ الحدید:۱۶) پڑھی، تو رونے لگے حتی کہ رونے سے ان کی ہچکی بند ہوگئی۔

(حلیۃ الاولیاء، عبداللہ بن عمر بن الخطاب، ج،۱،ص،۳۷۷، دارالحدیث، لاقاہرۃ)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَعِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَعَلَيْهِ عَبَاءَةٌ قَدْ جَلَّلَهَا عَلَى صَدْرِهِ بِجِلَالٍ إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَأَقْرَأَهُ مِنَ اللهِ السَّلَامَ وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَالِي أَرَى أَبَا بَكْرٍ عَلَيْهِ عَبَاءَةٌ قَدْ جَلَّلَهَا عَلَى صَدْرِهِ بِجِلَالٍ؟ قَالَ: يَا جِبْرِيلُ، أَنْفَقَ مَالَهُ عَلَيَّ قَبْلَ الْفَتْحِ قَالَ: فَأَقْرِئْهُ مِنَ اللهِ السَّلَامَ، وَقُلْ لَهُ: يَقُولُ لَكَ رَبُّكَ: أَرَاضٍ أَنْتَ عَنِّي فِي فَقْرِكَ هَذَا أَمْ سَاخِطٌ؟ فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: "يَا أَبَا بَكْرٍ، هَذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ مِنَ اللهِ وَيَقُولُ: أَرَاضٍ أَنْتَ عَنِّي فِي فَقْرِكَ هَذَا أَمْ سَاخِطٌ"؟ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ: أَعَلَى رَبِّي أَغْضَبُ؟ أَنَا عَنْ رَبِّي رَاضٍ، أَنَا عَنْ رَبِّي رَاضٍ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے درمیان نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے، اور آپ ﷺ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے جسم پر چادر ڈال کر بیٹھے تھے، اچانک نبی کریم ﷺ پر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو سلام دیا، اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جسم پر صرف چادر ڈال کر بیٹھے کیوں دیکھ رہا ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جبریل علیہ السلام! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے پہلے اپنا تمام مال مجھ پر خرچ کردیا ہے، حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: پھر آپ ﷺ اس کو اللہ کی طرف سے سلام دیں، اور ان سے دریافت کریں کہ تیرے رب نے تیرے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ کیا تو اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (وجد میں آکر) رونے لگے، اور عرض کی: کیا میری اپنے رب سے ناراض ہونے کی مجال ہے؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، سفیان ثوری، ج،۵،ص،۴۲۳، دارالحدیث، القاہرۃ، التفسیر الوسیط للواحدی، سورۃ الحدید، رقم:۱۱۶۶، ج،۴،ص،۲۴۶، حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی، عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی، الحدید، ج،۸،ص،۱۵۵، التفسیر المنیر للزحیلی، ۲۷،ص،۲۹۸، اسباب النزول، الحمیدان، ج،۱،ص،۴۰۶، ۴۲۶، معجم ابن المقری، ج،۱،ص،۸۲، رقم:۱۶۶، فضائل الخلفاء الراشدین، لابی نعیم الاصبہانی، ج،۱،ص،۴۷، الحجۃ فی بیان المحجۃ، ج،۲،ص،۳۴۹، رقم:۳۰۷، کنز العمال، رقم:۳۵۶۵۸، جامع الاحادیث، ج،۳۶،ص،۳۶۰، رقم:۳۹۵۲۲، احیاء علوم الدین، ج،۲،ص،۱۶۶، المجروحین، ج،۲،ص،۱۸۵، رقم:۸۱۹، تاریخ بغداد، ج،۲،ص،۴۶۴، رقم:۴۴۹، شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ للالکائی، محمد بن حسن عبد الغفار، مکانۃ ابی بکر الصدیق عند اللہ، ج،۶۴،ص،۹، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ج،۱،ص،۱۹۶، اوشیف ملتقی اھل الحدیث، ج،۵۹،ص،۶۶، رقم:۱۳۰۶۷۵، ج،۶۹،ص،۱۳۱، رقم:۲۰۴۴۱۸)

شیخ الاسلام زکریا بن محمد انصاری، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۹۲۶ھ، لکھتے ہیں:

وقد روی انه قرئ شیء من القرآن بحضرة ابی بکر الصدیق رضی الله عنه، فتواجد بعض الحاضرین، وبکی فقال ابو بکر هکذا کنا حتی قست قلوبنا ای: قویت وصلبت فی دین الله تعالی، وزال عنها الضعف الذی کان بها فی ابتداء الامر کما لهذا الذی بکی وذلک لالفها وانسها بمعانی القرآن، فصارت لا تستغرق شیئا منها اذا وردعلیها بخلاف المبتدی۔

ترجمہ: اور روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں قرآن مجید میں سے کچھ پڑھا گیا، تو بعض حاضرین پر وجد طاری ہوا اور روئے، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بھی اسی طرح تھے یہاں تک کہ ہمارے دل سخت ہو گئے یعنی: اللہ تعالیٰ کے دین میں قوی اور مضبوط ہو گئے، اور ان سے وہ ضعف ختم ہو گیا جو ان میں ابتدائی معاملہ میں تھا، جیسا کہ یہ روئے، اور یہ قرآن کے معانی کے ساتھ الفت اور انس کی وجہ سے ہے، تو جب ان (منتہی) پر وارد ہوتا ہے انہیں کچھ استغراق نہیں ہوتا بخلاف مبتدی کے۔

(شرح الرسالۃ القشیریۃ، ج، ۲، ص، ۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

كَانَ مَيْمُوْنُ بْنُ مِهْرَانَ يَقُوْلُ سَمِعَ سَلْمَانُ الْفَارِسِی رضی الله عنه ۔قَارِئًا يَقْرَئُ وقوله تعالی (وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ) (الحجر:۴۳) فَصَاحَ وَوَضَعَ يَدَهُ عَلٰی رَأْسِهٖ وَخَرَجَ هَائِمًا لَا يَدْرِیْ اَيْنَ يَتَوَجَّهُ مُدَّةَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ۔

حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کسی قاری کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا:

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ

ترجمہ: اور بے شک ان سب کو جہنم میں جمع ہونا ہے۔ (الحجر:۴۳)

تو حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے چیخ ماری اور اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر حیران و پریشان نکل پڑے تین دن تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ کہاں تشریف لے گئے ہیں۔

(تنبیہ المغترین، ص، ۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

مطربان شان از درون دف میزنند		بحر هادر شورِ شان کف میزنند

ترجمہ: (عشقِ الٰہی کے) مطرب ان کے باطن میں (جذباتِ ربانیہ) کے دف بجاتے ہیں۔ سمندر ان کے نالہ و فغاں (کے راگ) میں (سر ملانے کے لئے موجوں کی تالیاں بجاتے ہیں۔ (یہ لوگ ہیں رقص و طرب کرنے والے اور یہ ہے ان کا رقص و طرب)۔

تو نه بینی برگ ها با شاخ ها		کف زنان رقصان ز تحریکِ صبا

ترجمہ: کیا تم پتوں اور شاخوں کو بادِ صبا کی تحریک سے تالیاں بجاتے اور رقص کرتے نہیں دیکھتے؟ (ضرور دیکھتے ہو)۔

تو نه بینی لیک بهرِ گوشِ شان		برگها با شاخها هم کف زنان

ترجمہ: لیکن تم (یہ) نہیں دیکھتے کہ (یہ) پتے شاخوں سمیت (جو آپس میں بجتے ہیں تو) انہی (عاشقانِ حق) کے سماع کے لئے تالیاں بجاتے ہیں۔

تو نہ بینی برگھا را کف زدن		گوشِ دل باید نہ ایں گوشِ بدن

ترجمہ: تم پتوں کے اس تالیاں بجانے کو محسوس نہیں کرسکتے۔ (بلکہ کہتے ہو یونہی ہوا سے بجتے ہیں پس اس کے لئے) دل کے کان چاہئیں نہ کہ یہ جسمانی کان۔

(مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ۳۲)

بلبلِ ایشاں کہ حالت آرد او		در درونِ خویش گلشن دارد او

ترجمہ: ان کی بلبل بھی جو وجد میں آتی ہے (تو معلوم ہوتا ہے کہ) وہ اپنے اندر (معارف کا) ایک باغ رکھتی ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۰۵۶)

تو چہ دانی بانگِ مرغانرا ہمے		چوں ندیدی مر سلیما نرا دمے

ترجمہ: تم پرندوں کی بولی کیا سمجھو جب کہ تم نے سلیمان علیہ السلام کو بھی لحہ بھر کے لئے نہیں دیکھا۔

مطلب: جب تم نے حضرات اہل اللہ کی زیارت ہی نہیں کی نہ ان سے فیضِ صحبت حاصل کیا تو پھر تم کو ان کے تربیت دادہ متوسلین کے کمالات کی کیا خبر۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۰۵۸)

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، قَالَ: كَانَ زُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى قَاضِيَ الْبَصْرَةِ، فَكَانَ يَؤُمُّ فِي بَنِي قُشَيْرٍ، فَقَرَأَ يَوْمًا فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ: {فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ}، خَرَّ مَيِّتًا.

حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قاضی بصرہ حضرت زرارہ بن اوفی تابعی رحمۃ اللہ علیہ نبی قشیر کے محلہ میں امامت کرایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ نماز فجر میں آیت مبارکہ

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ (المدثر: ۸، ۹) پڑھی اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اور فوت ہو گئے۔

(سنن الترمذی، ابواب السہو، رقم: ۴۴۵، ص ۱۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، شعب الایمان، رقم: ۹۳۹، ج ۱، ص ۵۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَمَعَنَا الرَّبِيعُ بْنُ خُثَيْمٍ فَمَرَرْنَا عَلَى حَدَّادٍ فَقَامَ عَبْدُ اللهِ يَنْظُرُ حَدِيدَةً فِي النَّارِ فَنَظَرَ رَبِيعٌ إِلَيْهَا فَتَمَايَلَ لِيَسْقُطَ فَمَضَى عَبْدُ اللهِ حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى أَتُونٍ عَلَى شَاطِئِ الْفُرَاتِ فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللهِ وَالنَّارُ تَلْتَهِبُ فِي جَوْفِهِ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ: "إِذَا رَأَتْهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا (الفرقان۔ ۱۲) إِلَى قَوْلِهِ: ثُبُورًا" قَالَ: فَصَعِقَ الرَّبِيعُ فَاحْتَمَلْنَاهُ فَجِئْنَا بِهِ إِلَى أَهْلِهِ قَالَ: ثُمَّ رَابَطَهُ إِلَى الْمَغْرِبِ فَلَمْ يُفِقْ ثُمَّ أَنَّهُ أَفَاقَ فَرَجَعَ عَبْدُ اللهِ إِلَى أَهْلِهِ.

ترجمہ: حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلے اور ہمارے ساتھ حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، چنانچہ ہم ایک لوہار کے قریب سے گزرے، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر اس کی بھٹی میں تپتے ہوئے لوہے کو دیکھنے لگے، پس جونہی حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے بھٹی میں تپتے ہوئے لوہے کو دیکھا تو ایک طرف جھک گئے اور نیچے گرنے لگے، پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چل پڑے اور ہم بھی جلدی سے

فرات کے کنارے پر واقع ایک بھٹی پر آئے، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب بھٹی میں بھڑکتی ہوئی آگ دیکھی تو اس آیت کریمہ تلاوت کرنے لگے:

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ، وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا

ترجمہ: جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی تو سنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا، اور جب اس کی کسی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے زنجیروں میں جکڑے ہوئے تو وہاں موت مانگیں گے" (الفرقان: ۱۲، ۱۳)

حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور ہم انہیں گھر کی طرف اٹھا لائے، پھر مغرب تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس رہے مگر انہیں افاقہ نہ ہوا، کچھ دیر بعد انہیں قدرے افاقہ ہوا تب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر واپس آئے۔

(حلیۃ الاولیاء، ج،۴ص،۹،۱۰،دار الحدیث، القاہرہ، سیر السلف الصالحین لاسماعیل بن محمد الاصبہانی، ج،۱ص،۶۲ ۷، والزہد لاحمد بن حنبل، رقم: ۱۹۴۵ص، ۲۶۹)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت ابراہیم بن موسی بن محمد اللخمی الغرناطی، المعروف، شاطبی، متوفی، ۷۹۰ھ، لکھتے ہیں:

فَهَذِهِ حَالَاتٌ طَرَأَتْ لِوَاحِدٍ مِنْ أَفَاضِلِ التَّابِعِينَ بِمَحْضَرِ صَحَابِيٍّ، وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ؛ لِعِلْمِهِ أَنَّ ذَلِكَ خَارِجٌ عَنْ طَاقَتِهِ، فَصَارَ بِتِلْكَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ كَالْمُغْمَى عَلَيْهِ، فَلَا حَرَجَ إِذًا.

ترجمہ: پس یہ حالات ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں افاضل تابعین رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک پر طاری ہوئے، اور اس پر اس صحابی رضی اللہ عنہ نے انکار نہ کیا، کیونکہ اس صحابی رضی اللہ عنہ کو علم تھا کہ بے شک یہ حالات اس کی طاقت سے باہر ہیں، پس وہ اس موعظۃ الحسنہ کے سبب بے ہوش کیے گئے شخص کی طرح ہو گیا، تو اس وقت اس حالت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (الاعتصام ص،۱۶۸، دار الکتاب العربی، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وقد دخل يزيد الرقاشي على عمر بن عبد العزيز رحمهما الله تعالى - يوماً، فقال له: عظني يا يزيد، فقال له: يا امير المؤمنين انك اول خليفة يموت، فبكى عمر وقال له: زدني - فقال له: ليس بينك وبين آدم اب حي، فبكى عمر وقال له: زدني فقال له: ليس بين الجنة والنار منزلة اخرى، فسقط عمر مغشياً عليه۔

ترجمہ: ایک دن حضرت یزید الرکاشی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا: اے یزید! رضی اللہ عنہ مجھ کو کوئی نصیحت کیجئے انہوں نے فرمایا: اے امیر المومنین! تم پہلے خلیفہ ہو جو انتقال کر جاؤ گے، (اس پر) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: (نصیحت میں) اضافہ کیجئے انہوں نے فرمایا: تمہارے اور تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان کوئی زندہ نہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پھر روئے اور فرمایا: کچھ اور بتائیں فرمایا: جنت اور دوزخ کے درمیان کوئی اور مقام نہیں یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

(تنبیہ المغترین ص،۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وقرأ الامام يوما فى صلاة الصبح (وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غٰفِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ) فارتعد حتى عرف ذلك منه

ترجمہ: حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے صبح کی نماز میں وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غٰفِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے" (ابراہیم

:۴۲) پڑھی تو بدن پر کپکپی طاری ہوگی۔ یہاں تک کہ دوسروں کو معلوم ہو رہی تھی۔

(الخیرات الحسان، ص،۴۰، مصر)

عن بريدة عن ابيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان جالسا على حراء ومعه أبو بكر وعمر وعثمان فتحرك الجبل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أثبت حراء فإنه ليس عليك إلا نبي أو صديق أو شهيد۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حراء پہاڑ پر تشریف فرما تھے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ موجود تھے، کہ پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی (وجد آ گیا)، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے حراء! تھم جا! تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ (مسند احمد، رقم: ۲۳۲۴)

حضرت علامہ شیخ یوسف خطار محمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انّ الجبال الرواسى قد طربت واهتزت فرحاًبر سور الله ومحبته فيه، فكيف حال المؤمن الصادق وَلِهَ بذكر محبوبه، واستولى حبه على قلبه وعلينا تحسن الظن بالناس وكل اعلم بنفسه۔بَلِ الْاِنسانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيرَةٌ (سورة القيامة الآية ۱۴) يٰاَيُّها الَّذِينَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ (سورة الحجرات، الآية، ۱۲)

ترجمہ: بے شک پہاڑ رسول اللہ ﷺ کی محبت، فرحت اور خوشی کی وجہ سے وجد کرتے ہیں اور جھومتے ہیں، تو اس سچے مومن کی کیا حالت ہوگی جو اپنے محبوب کے ذکر سے شدید عشق رکھتا ہو، اور اس کے دل پر محبوب کی محبت غالب آ گئی ہو؟ ہم پر لوگوں کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا لازم ہے اور ہر ایک اپنے آپ کو بہتر جانتا ہے

بَلِ الْاِنْسانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ

ترجمہ: بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔ (سورۃ القیامۃ، ۱۴)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ

ترجمہ: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو۔ (سورۃ الحجرات، ۱۲)

(الموسوعة اليوسفية فى بيان ادلة الصوفية، الجزء الاول، الحركة بالذكر ص، ۱۷۷)

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: نَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ، فَقَالَ: إِنَّ أُحُدًا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ فَقَالَ: هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ حته۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سامنے احد پہاڑ نظر آیا، تو ارشاد فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری، رقم: ۳۳۶۷، صحیح مسلم، ۱۳۶۵، سنن ابن ماجہ، رقم: ۳۱۱۵، موطا امام مالک، رقم: ۱۰، من کتاب الجامع، تاریخ المدینۃ لابن ابی شیبۃ، ج، ا، ص، ۸۱، مسند امام احمد، ج، ۳، ص، ۱۴۹، رقم: ۹۰۲۵، ۸۴۵۰،)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قِيلَ محبّةُ الحيّ لِلْجمادِ إعجابُهُ وَسكُونُ النَّفْسِ إِلَيْهِ وَالمؤَانَسَةُ بِهِ ؛لما يُرى فِيهِ مِنْ نَفْعٍ ومحبّةُ الجمادِ لِلْحَيّ ؛ مجازٌ عَنْ كَوْنِهِ نَافِعًا إِيّاهُ سَادًّا مَانِعًا بيْنَهُ وَبَيْنَ مَا يُؤْذِيهِ قَالَ الخطّابي: يُرِيدُ أَهْلَ أُحدٍ مِنَ الشُّهَدَاءِ وَالأَحْيَاءِ حَوَالَيْهِ، وَقَالَ محيي السُّنّةِ: الأَوْلى إِجْرَاؤُهُ عَلَى ظَاهِرِهِ وَلَا يُنكَرُ وَصفُ الجماداتِ بِحُبِّ الأَنْبِيَاءِ وَالأَوْلِيَاءِ وَأَهْلِ الطَّاعَةِ ؛ كَما حَنَّتِ الأُسْطُوانَةُ عَلَى مُفَارَقَتِهِ حَتَّى سَمِعَ القَوْمُ حَنِينَهَا، كَما أَخبر أَنَّ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ قَبْلَ الوَحْيِ، وَقَالَ الطِّيبِيُّ - رَحمه الله -: لَا يُنكَرُ أَنْ يَكُونَ جَبَلُ أُحُدٍ وَجمِيعُ أَجْزَاءِ المدِينَةِ كَانَتْ تحبُّهُ وَتحِنُّ إِلَى لِقَائِهِ حَالَ مُفَارَقَتِهِ۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ کسی زندہ کا جمادات سے محبت کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ چیز اس کو اچھی لگتی ہے اور نفس کو اس سے سکون حاصل ہوتا ہے، اور اس چیز میں دکھائی دینے والے نفع سے موانست (محبت) ہوتی ہے اور جمادات کا کسی زندہ سے محبت کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ مجاز ہے اس بات سے کہ یہ اس کے لیے نافع ہے، اور اس کے اور اس کو تکلیف دینے والی چیز کے درمیان روکاوٹ ہے۔ علامہ خطابی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اہلِ احد، شہداء اور احیاء (زندہ) لوگ مراد ہیں۔ علامہ محی السنہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس کو اپنے ظاہر معنی پر محمول کرنا بہتر ہے، اور انبیاء علیہم السلام، اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور اہلِ طاعت کے ساتھ جمادات کی محبت کا انکار نہیں کیا جاۓ گا، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کی مفارقت (جدائی) کی وجہ سے کھجور کے تنے کے رونے کا واقعہ ہے، یہاں تک کہ لوگوں نے بھی اس کے رونے کی آواز سنی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ مکہ میں ایک پتھر وحی آنے سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔

علامہ طیبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس بات کا انکار نہ کیا جاۓ کہ احد پہاڑ اور مدینہ منورہ کے تمام اجزاء آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی عدم موجودگی کی حالت میں آپ ﷺ کی ملاقات کے لیے مشتاق رہا کرتے تھے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب المناسک، باب حرم المدینۃ، ج، ۵، ص، ۸۱۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ - رضي الله عنه - قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ - صلى الله عليه وسلم - إِلَى أُحُدٍ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمانُ فَرَجَفَ بِهِمْ، فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ، قَالَ :اثْبتْ أُحُدُ فَما عَلَيْكَ إِلا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدَانِ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر صدیق و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم احد پر چڑھے تو وہ (ان سب کی تشریف آوری کی خوشی میں) کانپنے لگا (وجد کرنے لگا) حضور نے اسے اپنے پاؤں سے مارا فرمایا: اے احد! ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری، رقم: ۳۶۸۶، سنن ابوداود، رقم: ۴۶۵۱، سنن الترمذی، رقم: ۳۶۹۷، مسند احمد، ج، ۵، ص، ۳۳۱، مشکوۃ المصابیح، رقم: ۶۰۸۳)

شیخ علی بن سلطان المعروف بملا علی قاری، نقشبندی، علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۱۴ھ، لکھتے ہیں:

(فقال أثبت أحد) أي ولا تظهر شيئا على ظاهرك كالكاملين الواصلين على ما حكي أن الجنيد سئل ما بالك عند السماع ظاهرا مع تحقق حالك باطنا فقرأ (وترى الجبال تحسبها جامدة وهي تمر مر السحاب) النمل "۸۸" (فإنما عليك نبي وصديق وشهيدان) أي

و صحبة أهل التمكين و الوقار لا بد لها من تأثير خال عن الإظهار۔

ترجمہ: (فقال أثبت أحد) ''اے احد تھم جا!'' یعنی اے احد! اپنے جذبات کو کاملین واصلین کی طرح دبا کر رکھ، ظاہر نہ کر۔ حضرت سید الطائفہ جنید علیہ الرحمہ حکایت کی گئی ہے کہ ان سے پوچھا گیا سماع کے وقت آپ کی ظاہری اور باطنی حالت کیسی ہوتی ہے؟ تو آپ نے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ

ترجمہ: کاور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے (سورۃ النمل، ۸۸)

فإنما عليك نبي و صديق و شهيدان، ترجمہ: تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ یعنی اہلِ تمکین ووقار کی صحبت یقیناً مؤثر ہوتی ہے اور اظہار سے خالی ہوتی ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۔ کتاب المناقب، باب المناقب ہؤلاء الثلاثۃ ۱۱، ص، ۲۳۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

یہ حضرات یا تو احد پہاڑ اور وہاں پر شہداء کے مزارات کی زیارت کرنے تشریف لے گئے تھے یا ویسے ہی سیر و سیاحت کے لیے چڑھے تھے، پہاڑ خوشی میں وجد کرنے اور ہلنے لگا کہ آج مجھ پر ایسے قدم آئے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندے ولی ساری خلقت کے محبوب ہوتے ہیں ان کی تشریف آوری سے سب خوشیاں مناتے ہیں انہیں پتھر اور پہاڑ بھی جانتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج، ۸، ص، ص، ۴۰۸، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، لاہور)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

پہاڑ کیوں ہلا اس میں بہت قول ہیں۔ قوی اور ظاہر تر قول یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کے قدم پڑنے سے اسے شوق و محبت میں وجد آ گیا یہ حرکت اس کی وجدانی حالت تھی، ہوا چلتی ہے شاخیں ہلتی ہیں حضور ﷺ کے قدم پڑتے ہیں پتھر اور پہاڑ ہلتے ہیں، قرآن کریم میں سارے صفات نور، ہدایت، شفا پہلے ہی سے تھی مگر حضور انور ﷺ پر نازل ہونے سے اس میں مکی مدنی ہونے کی صفت پیدا ہوئی، اس میں درد سوز و گداز پیدا ہوا کہ لوگ اسے سن کر بغیر سمجھے ہوئے بھی تڑپتے ہیں تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ جیسے بیٹری جب کسی مشین سے چارج ہو جاوے تو اس میں پاور پیدا ہو جاتی ہے، یہ حدیث حضرات صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے وجدان کے حال آنے کی اصل ہے۔

پہاڑ کے نچلے حصے کو حضیض کہتے ہیں، اونچی چوٹی کو ذروہ یعنی وہ پہاڑ ایسا زور سے ہلا کہ اس کے پتھر پہاڑ کے نیچے گر گئے۔ جو لوگ صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے وجد پر اعتراض کرتے ہیں ان کے دل پتھر سے زیادہ سخت ہیں فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً۔ معلوم ہوا کہ پہاڑوں میں دانائی سمجھ بوجھ اور عشق رسول ﷺ کی لگن ہے اس لیے حضور انور ﷺ نے اسے ایڑی بھی ماری اور اس سے کلام بھی کیا وہ اس خطاب سے ٹھہر بھی گیا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب المناقب، باب مناقب عثمان، ج، ۸، ص، ۴۰۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخدري أَنَّ أُسَيْدَ بنَ حُضَيْرٍ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ سورَةَ الْبَقَرَةِ وَفَرَسُهُ مَرْبُوطَةٌ عِنْدَهُ إِذْ جَالَتِ الفرس فَسكت

فَسَكَتَتْ فَقَرَأَ فجالت الفرس فَسكت فَسَكَتَتْ الفرس ثُمَّ قَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانصرفَ وَكَانَ ابْنُهُ يحيى قَرِيبا مِنهَا فأشفق أَن تصيبه، فَلَمَّا أَخرَهُ رَفعَ رَأسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمثَالُ المصَابِيحِ فَلَمَّا أَصبحَ حَدَّثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيرٍ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيرٍ. قَالَ فَأَشْفَقْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ تَطَأَ يحيى وَكَانَ مِنهَا قَرِيبا فرفعت رَأْسِي فَانصرفْتُ إِلَيْهِ وَرَفَعْتُ رَأْسِي، إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمثَالُ المصَابِيحِ فَخَرَجَتْ حَتَّى لَا أَرَاهَا قَالَ: وَتَدْرِي مَا ذَاكَ؟« قَالَ لَا قَالَ: »تِلْكَ المَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنهُمْ

ترجمه: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اسید ابن حضیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس اثناء میں کہ وہ رات میں سورہ بقر پڑھ رہے تھے ان کا گھوڑا ان کے پاس بندھا تھا کہ گھوڑا کودنے لگا وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا پھر کودا وہ پھر چپ ہو گئے تو گھوڑا پھر ٹھہر گیا انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا پھر کودا آپ نے قرأت بند کر دی ان کا بیٹا یحیٰ گھوڑے سے قریب تھا آپ ڈرے کہ گھوڑا اس تک پہنچ جائے جب انہوں نے یحیٰ کو ہٹایا تو اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا دیکھا کہ شامیانہ کی طرح ہے جس میں چراغ جیسے ہیں جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں واقعہ عرض کیا فرمایا: اے ابن حضیر! رضی اللہ عنہ پڑھا کرو۔ اے ابن حضیر! رضی اللہ عنہ پڑھا کرو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں ڈرا کہ یحیٰ کو گھوڑا روند دے یحیٰ اس سے قریب ہی تھے تو میں ان کے پاس چلا گیا اور میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو شامیانہ سا تھا جس میں چراغ جیسی چیزیں تھیں میں باہر آ گیا حالانکہ وہ نظر نہ آئیں فرمایا کیا جانتے ہو یہ کیا تھا عرض کیا نہیں فرمایا یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز پر جھک پڑے تھے اگر تم پڑھتے رہتے فرشتے اس طرح سویرا کر دیتے لوگ انہیں دیکھتے فرشتے ان سے نہ چھپتے۔

(صحیح البخاری، رقم: ۵۰۱۸، صحیح مسلم، ۷۹۶، مشکوۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن، رقم: ۲۱۱۶)

شیخ علی بن سلطان المعروف بملا علی قاری، حنفی نقشبندی، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۱۰۱۴ھ، لکھتے ہیں:

(فَجَالَتِ الْفَرَسُ) فَعَلِمَ أَنَّ ذَلِكَ لِأَمْرٍ أَزْعَجَهَا عَنْ قَرَارِهَا، قِيلَ: تحركُ الْفَرَسِ كَانَ لِنُزُولِ المَلَائِكَةِ لِاسْتِمَاعِ الْقُرْآنِ خَوْفًا مِنهُمْ وَسُكُونُهَا لِعُرُوجِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ أَوْ لِعَدَمِ ظُهُورِهِمْ، أَوْ تَحَرُّكُ الْفَرَسِ لِوِجْدَانِ الذَّوْقِ بِالْقِرَاءَةِ وَسُكُونُهَا لِذَهَابِ ذَلِكَ الذَّوْقِ مِنهَا بِتَرْكِ الْقِرَاءَةِ۔

ترجمه: (فَجَالَتِ الْفَرَسُ) ''گھوڑا اچھل کود کرنے لگا''، یعنی گھوڑا پھرنا شروع ہوا مضطرب اور حیران و پریشان کی طرح جو کسی خوف سے ہو حرکت کرنے لگا۔ (فسکت) ''چنانچہ انہوں پڑھنا بند کر دیا''، یعنی حضرت اسید رضی اللہ عنہ قرأت سے رک گئے، تا کہ اس کے اچھلنے کودنے (وجد کرنے) کا سبب جان سکیں۔ (فسکنت) ''گھوڑنے نے بھی اچھل کود بند کر دی''، یعنی گھوڑا اس حرکت سے رک گیا۔ انہوں نے سمجھا شاید اچھلنے کودنے (وجد کرنے) کا سبب اتفاقی ہے (فقرأفجالت فسکت) ''پھر پڑھنا شروع کر دیا تو گھوڑنے نے اچھل کود شروع کر دی وہ پھر رک گئے''، یعنی اسی طرح۔ (فسکنت) ''تو گھوڑا بھی رک گیا'' انہوں نے سمجھا کہ کوئی معاملہ ہے۔ (ثم قرأ) ''پھر جب انہوں نے پڑھنا شروع کیا'' پھر حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا، کہ وہ معالے کی حقیقت کو دیکھیں، کچھ دیر رکنے کے بعد پھر پڑھنا شروع کیا۔ (فجالت الفوس) ''تو گھوڑنے نے اچھل کود شروع کی'' انہوں نے سمجھ لیا، کہ کوئی معاملہ ہے جس نے گھوڑے کو اس کی جگہ سے پریشان کر دیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ گھوڑے نے اس وجہ سے حرکت کی کہ فرشتے قرآن مجید سننے کے لئے نازل ہو رہے تھے وہ ان سے خوف کی وجہ

سے ڈر رہا تھا۔ جب وہ آسمان کی طرف چڑھنا شروع کر دیتے تو وہ ساکن ہو جاتا، یا ان کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ یا گھوڑا قرآن مجید کی قراءت کے ذوق پانے کی وجہ سے حرکت (وجد) کرتا، جب حضرت اسید ﷺ قراءت چھوڑ دیتے تو وہ بھی یہ ذوق ختم ہونے کی وجہ سے اچھلنا کودنا (وجد کرنا) چھوڑ دیتا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن، ج، ۵، ص، ۱۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

عن يحيى بن أبي كثير قال: بلغنا أنه إذا كان يوم نوح داود عليه السلام يأتي الوحش من البراري و تأتي السباع من الغياض و تأتي الهوام من الجبال و تأتي الطيور من الأوكار و تجتمع الناس لذلك اليوم و يأتي داود عليه السلام حتى يرقى على المنبر فيأخذ في الثناء على ربه فيضجون بالبكاء و الصراخ ثم يأخذ في ذكر الجنة و النار فيموت طائفة من الناس و طائفة من السباع و طائفة من الهوام و طائفة من الوحوش و طائفة من الرهبان و العذارى المتعبدات ثم يأخذ في ذكر الموت و أهوال القيامة و يأخذ في النياحة على نفسه فيموت طائفة من هؤلاء و طائفة من هؤلاء و من كل صنف طائفة.

ترجمہ: حضرت یحیٰ بن ابی کثیر ﷺ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب حضرت داوٗد ﷺ کے غم کا دن ہوتا تو وحشی جانور میدانوں سے، درندے جنگلات سے، شیر پہاڑوں سے، پرندے گھونسلوں سے جمع ہو جاتے اور انسان بھی اس دن اکٹھے ہو جاتے حضرت داوٗد ﷺ تشریف لا کر ممبر پر چڑھ جاتے اور سب سے پہلے اپنے رب کی تعریف بیان فرماتے تو یہ سب رو رو کر چیخ چیخ کر چیخ و پکار کرتے پھر حضرت داوٗد ﷺ جنت اور جہنم کا ذکر شروع فرماتے تو ایک گروہ انسانوں سے ایک گروہ درندوں سے، ایک گروہ شیروں سے، ایک گروہ وحشی جانوروں سے، ایک گروہ عبادت گذار مردوں اور ایک گروہ عبادت گذار عورتوں سے مر جاتا، اس کے بعد حضرت داوٗد ﷺ موت اور قیامت کے ہولناک مناظر کا ذکر فرماتے اور خود رونا شروع کر دیتے پس ایک گروہ اس سے، ایک گروہ اس سے اسی طرح ہر گروہ سے ایک ایک گروہ فوت ہو جاتا۔

(ابن أبي الدنيا، التخويف من النار، الباب الثالث، ص، ۴۷، ۴۸، مکتبۃ الصفا، القاہرہ)

وفی الحديث: فی مدح داود عليه السلام انه كان حسن الصوت بالنياحة على نفسه وتلاوة الزبور حتى كان يجمع الانس والجن، والطير السماع صوته، وكان يحمل من مجلسه آلاف من الجنائز۔

ترجمہ: حدیث شریف میں حضرت داوٗد ﷺ کی عمدہ آواز کی تعریف میں وارد ہے کہ وہ اپنے نفس پر جب غم کا ظہار کرتے اور زبور کی تلاوت فرماتے تو ان کی اچھی آواز سننے کے لئے انسان' جنات اور پرندے تک جمع ہو جاتے اور اس کا یہ اثر ہوتا تھا کہ ان کی ایسی مجلس سے ہزاروں جنازے اٹھائے جاتے تھے۔

(عوارف المعارف، الباب الثاني والعشرون، ص، ۱۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وقال ابن عباس: إنه كان يقرأ الزبور بسبعين لحنا، يلون فيهن، ويقرأ قراءة يطرب منها المحموم، فإذا أراد أن يبكى نفسه لم تبق دابة فی بر أو بحر إلا أنصتن يسمعن ويبكين.

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا: حضرت داوٗد ﷺ زبور کی قرأۃ ستر لہجہ، سر میں کرتے تھے، ان کی قراءت میں نرمی کو اختیار کرتے تھے، اور خوب قرأۃ

کرتے کہ اس سے آپ بخار والے کی طرح کپکپاتے تھے، تو جب خود رونا چاہتے تو زمینی اور سمندری کوجاندار باقی نہ رہتا مگر وہ خاموش ہو کر سنتے تھے اور روتے تھے۔

(شرح ابن بطال، لم یتغن بالقرآن، ج،۱۰،ص،۲۵۹، اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم، ج،۷،ص،۵۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۳۷۵ھ لکھتے ہیں:

ثم یقول اللہ تعالیٰ للحور العین اطربو عبادی کما نزھو اسماعھم عن المطربات فی الدنیا لاجلی وتلذذو بذکری وسماع کلامی فاسمعوھم باصواتکم حمدی وثنائی فتغنی لھم الحور العین وتجاوبھم تلک المزامیر فیطرب القوم فرحا بذلک السماع فی حضرۃ الوصال فاذا افاقو من الوجد وشبعو من الطرب یقولون یاربنا انا کنا فی دار الدنیا نحب ذکرک وکلامک العزیز فیقول اللہ عزوجل لھم نعم ان لکم عندی ما تشتھی انفسکم فی الجنۃ وانتم فیھا خالدون ثم یقول اللہ عزوجل یا داود فیقول یا رب العالمین فیقول قد امرتک یا داود ان تقوم علی المنبر وتسمع عبادی واحبائی عشر سور من الزبور فیرتقی داود علیہ السلام علی المنبر ویقرأ العشر من الزبور فیطرب القوم من صوت داود علیہ السلام اعظم من طربھم علی مغانی الجنۃ ویسکرون من الطرب، وصوت داود علیہ السلام یعدل تسعین مزمارا فاذا افاقو یقول اللہ سبحانہ وتعالیٰ یا عبادی ھل سمعتم صوتا اطیب من، ھذ اقط فیقولون لا واللہ ما طرق اسماعنا مثل صوت نبیک داود علیہ السلام ولا اطیب منہ فیقول اللہ عزوجل وعزتی وجلالی لاسمعنکم صوتا اطیب من ھذا یا حبیبی یا محمد ﷺ ارق المنبر واقرأ طہ ویس فیقرأ النبی ﷺ فیزید فی الحسن علی صوت داود علیہ السلامبسبعین سبعا فیطرب القوم وتطرب الکراسی تحتھم وقنادیل العرش والملائکۃ تموج من الطرب والحور العین وغلمان والولدان ولا یبقی فی الجنۃ الا طرب لحسن صوت النبی ﷺ من قرأۃ طہ ویس فیقول اللہ سبحانہ وتعالیٰ، یا احبابی ھل سمعتم اطیب من ھذ افیقولون یا ربنا وعزتک وجلالک ما سمعنا منذ خلقتنا صوتا احسن ولا اطیب ولا احلی من صوت حبیبنا محمد ﷺ فیقول اللہ تعالیٰ سبحانہ وعزتی وجلالی لاسمعنکم اطیب من ھذا فیقرأ الحق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ الانعام فاذا سمعو کلام الحق سبحانہ وتعالیٰ غابو اعن الطرب والوجد واضطربت الاملاک والحجب والستور والقصور والاشجار والنور وبحار النور وماجت الجنان واھتزت الاشجار والانھار طربا لکلام العزیز والغفار وتواجدت الجنۃ ودارت ارکانھا من الطرب واھتز العرش والکرسی والملائکۃ والروحانیون واھتزت الجنۃ بجمیع ما فیھا حبا واشتیاقا۔

ترجمہ: پھر اللہ ﷻ حورعین سے فرمائے گا: میرے بندوں کو خوشی کے نغمے سناؤ کیونکہ یہ میری رضا کے لئے دنیا میں گانوں کی آواز سے اپنے کانوں کو بچاتے تھے، میرے ذکر اور میرے کلام (یعنی قرآنِ مجید) کو سن کر لطف اندوز ہوا کرتے تھے، تو تم ان کو اپنی آواز میں میری حمد وثناء سناؤ۔ تو حورعین گائیں گی اور ساز بھی ان کے ہم آواز ہو کر بجتے ہوں گے سب لوگ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں اسے سن کر خوشی سے مست و بے خود ہو جائیں گے جب وجد و سرور سے افاقہ ہو گا اور سیر ہو جائیں گے تو عرض کریں گے: اے ہمارے رب ﷻ! ہم دنیا میں تیرا ذکر اور تیرا پیارا کلام پسند کیا کرتے تھے۔ تو اللہ ﷻ فرمائے گا: ہاں! بے شک میرے

پاس تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جس کی تمہیں جنت میں خواہش ہے اورتم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔

پھر اللہ ﷻ فرمائے گا: اے داؤد ﷺ! تو وہ عرض کریں گے: لَبَّیْکَ یَارَبَّ الْعَالَمِین (یعنی اے تمام جہانوں کے مالک میں حاضر ہوں)۔ اللہ ﷻ فرمائے گا: اے داؤد ﷺ! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم منبر پر کھڑے ہوکر میرے محبوب بندوں کو زبور شریف کی دس سورتیں سناؤ۔ چنانچہ حضرت داؤد ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوکر زبور شریف کی دس سورتوں کی تلاوت فرمائیں گے، حضرت داؤد ﷺ کی آواز جو کہ گانے والی جنتی حوروں کی آواز سے بھی بڑھ کر ہوگی اس سے اہل جنت خوشی ومسرت سے وجد وسرور میں آجائیں گے جیسے نشے میں ہوں اور حضرت سیدنا داؤد ﷺ کی آواز (خوش الحانی میں) نوے (۹۰) مزامیر کی آواز کے برابر ہوگی جب اہل جنت کو (وجد سے) سیر ہوکر افاقہ ہوگا تو اللہ ﷻ فرمائے گا: اے میرے بندو! کیا تم نے اس سے اچھی آواز کبھی سنی تھی؟ تو وہ عرض کریں گے: نہیں، اللہ ﷻ کی قسم! آج تک ہمارے کانوں نے نہ تیرے نبی حضرت سیدنا داؤد ﷺ کی آواز کی مثل آواز سنی تھی اور نہ اس سے بہتر اور پیاری آواز سنی تھی۔ پھر اللہ ﷻ فرمائے گا: میری عزت وجلال کی قسم! میں تمہیں اس سے بھی زیادہ اچھی آواز سناؤں گا، اے میرے محبوب! اے محمد ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوکر سورۂ یٰسٓ اور سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کیجئے۔ تو سلطانِ دوجہاں، صاحب قرآں، صاحب حسنِ صوت ﷺ تلاوت فرمائیں گے اور آپ ﷺ کی آواز حضرت سیدنا داؤد ﷺ کی آواز سے ستر (۷۰) گنا زیادہ خوش کن ہوگی، سارے جنتی، ان کے نیچے کرسیاں، عرش کی قندیلیں، ملائکہ، حور وغلماں اور بچے سب خوشی سے وجد وسرور میں آجائیں گے اور جنت کی کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جو نبی کریم ﷺ کی سورۂ یٰس اور سورۂ طٰہٰ کی تلاوت پر آپ کی آواز کی نغمگی اور حسن سے نہ جھومتی ہوگی۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: اے میرے محبوب بندو! کیا تم نے اس سے بھی زیادہ اچھی آواز کبھی سنی تھی؟ تو وہ عرض کریں گے: تیری عزت اور جلال کی قسم! جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی اور اپنے محبوب آقا ﷺ کی آواز سے زیادہ میٹھی آواز کسی کی نہیں سنی۔ اللہ ﷻ فرمائے گا، میری عزت وجلال کی قسم! میں تمہیں اس سے بھی زیادہ میٹھی اور زیادہ سریلی آواز سناؤں گا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خود سورۂ اَنعام سنائے گا، جب جنتی حق تبارک وتعالیٰ کا کلام سنیں گے تو وجد ومستی میں ہوش وحواس کھو بیٹھیں گے تمام مال واسباب، پردے، حجابات، محلات، درخت، حوریں اور نور کے سمندر بے قرار ہوجائیں گے، باغات جھوم اٹھیں گے، تمام درخت اور نہریں کلامِ عزیز وغفّار ﷻ کی مٹھاس سے وجد کرنے لگیں گی جنت بھی وجد میں آجائے گی اس کے ستون خوشی سے لہرائیں گے، عرش، کرسی، ملائکہ سب جھومنے لگیں گے اور جنت اپنے تمام ساز وسامان سمیت محبت وشوق سے وارفتہ ہوجائے گی۔

(قرۃ العیون ومفرح القلب المحزون، الباب، العاشر ص ۵۶، ۵۷، مکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

حضرت ابوالعباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی، قدس سرہ، متوفی ۵۷۸، لکھتے ہیں:

جاء في الآثار أن الله ما خلق في خلق السماوات والأرض ألذ من صوت إسرافيل عليه السلام فإذا قرأ في السماء قطع على أهل السماوات السبع ذكرهم وتسبيحهم لما أهبط الله آدم إلى الأرض بكى ثلثمائة عام فأوحى الله تعالى إليه يا آدم وما بكاؤك وفيم جزعك فقال يا رب لست أبكي شوقا إلى جنتك ولا خوفا من نارك وإنما بكائي شوقا إلى الملائكة المتواجدين حول العرش سبعين ألف صف جرد مرد يرقصون ويتواجدون ويدورون حول العرش ويد كل واحد منهم بيد صاحبه وهم يقولون جل

الملك ملكنا لو لا ملكنا هلكنا من مثلنا ومن مثلنا وأنت إلهنا ومن مثلنا وأنت حبيبنا ومستغاثنا وذلك دأبهم إلى يوم القيامة فأوحى الله تعالى، إليه يا آدم ارفع رأسك وانظر إليهم فرفع رأسه إلى السماء فنظر إلى الملائكة وهم يرقصون حول العرش جبرائيل رأسهم وميكائيل قوالهم فلما رآهم سكن روعه وأنينه وقيل في تفسير قوله تعالى فهم في روضة يحبرون أي يسمعون هذا أساس مقاصد العارفين في السماع والتواجد۔

ترجمہ: بعض آثار میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی مخلوقات میں اسرافیل علیہ السلام کی آواز سے زیادہ لذیذ، اور خوشگوار کسی کی آواز نہیں بنائی، جب وہ آسمان میں پڑھنا شروع کرتے ہیں، تو ساتوں آسمان کے فرشتے اپنا ذکر وتسبیح قطع کر دیتے، اور ان کی آواز سننے لگتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو وہ تین سو برس تک روتے رہے، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے آدم علیہ السلام یہ رونا کس لیے اور پریشانی کا سبب کیا ہے؟ آپ نے عرض کیا اے پروردگار نہ میں آپ کی جنت کے شوق میں روتا ہوں نہ جہنم کے خوف سے، میرا رونا صرف ان فرشتوں کے شوق میں ہے جو عرش کے گرد وجد کرتے رہتے ہیں، جن کی ستر ہزار صفیں ہیں، اور سب کے سب نوجوان خوبصورت ہیں ناچتے ہیں، وجد کرتے ہیں اور عرش کے گرد ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے چکر لگاتے اور یوں کہتے رہتے ہیں بہت بڑا بادشاہ ہے ہمارا بادشاہ، اگر ہمارا بادشاہ (ہم پر مہربان) نہ ہوتا تو ہم سب ہلاک (معدوم) ہو جاتے ہم جیسا کون ہے؟ جب آپ ہمارے معبود ہیں۔ ہم جیسا کون ہے، جب آپ ہمارے محبوب وفریادرس ہیں۔ قیامت تک وہ فرشتے اسی حال میں رہیں گے، (آدم علیہ السلام کو ان فرشتوں کے ذکر میں خاص لطف آتا تھا، دنیا میں آکر اس ذکر محبت میں نا آئیں تو غلبہ شوق سے مدت تک روتے رہے) اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آدم علیہ السلام ذرا اپنا سر تو اٹھاؤ اور دیکھو! آدم علیہ السلام نے جو سر اٹھایا تو ان فرشتوں پر نظر پڑگئی وہ عرش کے گرد رقص کر رہے تھے، جبرائیل علیہ السلام صدر (مجلس) تھے اور میکائیل علیہ السلام قوال (بنے ہوئے) تھے ان کو دیکھ کر (اور ذکر سن کر) ان کے دل کو سکون ہوا اور رونا موقوف ہو گیا۔ بعض علماء نے آیت:

فَهُمۡ فِيۡ رَوۡضَةٍ يُّحۡبَرُوۡنَ (الروم:۱۵)

کی تفسیر میں کہا ہے کہ اہل ایمان کو جنت میں گانا سنایا جائے گا۔ سماع و وجد سے عارفین کا جو کچھ مقصود ہے اس کی بنیاد یہی ہے۔

(البرہان المؤید، القلب وما حوی، ص۶۰، ۴، مکتبۃ المعارف، بیروت) ص، ۱۲۳، ۱۲۲

ابوالحسین المبارک بن عبدالجبار الصیرفی الطیوری، المتوفی ۵۰۰ھ، لکھتے ہیں:

سَمِعۡتُ أَبَا عَبۡدِ اللهِ يَقُولُ: سَمِعۡتُ أَبَا بَكۡرِ بۡنَ خَمِيسٍ الۡبَغۡدَادِيَّ يَقُولُ: ((أَوۡحَى اللهُ إِلَى دَاوُدَ فِي صِفَةِ أَوۡلِيَائِهِ: يَا دَاوُدُ بِطِيبِي صَحُوا، وَبِطِيبِي فَاحُوا، وَبِوَجۡدِي بَاحُوا، وَعَلَى قُرۡبِي نَاحُوا، وَمِنۡ أَجۡلِي صَاحُوا، وَإِلَيَّ غَدَوۡا وَرَاحُوا))

ترجمہ: حضرت ابوبکر بن خمیس بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی صفت کے بارے میں حضرت داود علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے داود! وہ میری پاکیزگی سے چیخیں مارتے ہیں، اور میری خوشبو سے آوازیں نکالتے ہیں، اور وہ میرے وجد سے (خوشی کا) اظہار کرتے ہیں، اور میرے قرب (کے نہ ہونے) پر غم کا اظہار کرتے ہیں، اور میری وجہ سے چیخیں مارتے ہیں، اور صبح، شام میری طرف (متوجہ ہوتے ہیں)۔

(الطیوریات، رقم: ۹۸۱، ج۳، ص۱۰۴۹، مکتبۃ اضواء السلف، الریاض)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، علیہ الرحمۃ، متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

وقال خبر النساج: قص موسى بن عمران، صلوات الله عليه، على قوم قصة، فرزعق واحد منهم، فانتهره موسى، فأوحى الله تعالى إليه: ياموسى، بطيبي ناحوا، وبحبي باحوا، وبوجدي صاحوا، فلم تنكر على عبادي۔

ترجمہ: حضرت شیخ المشائخ شیخ خیر النساج علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے لوگوں کو قصہ سنایا، ایک نے چیخ ماری، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے ڈانٹا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اے موسیٰ! علیہ السلام یہ لوگ میری خوشبو سے مہکتے ہیں میری محبت کا اظہار کرتے ہیں اور وجد سے چیخ مارتے ہیں لہٰذا تو میرے بندوں کی بات کو برا کیوں مانتا ہے؟

(الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص، ۱۸۸، دارالسلام، القاہرہ، مکتوبات صدی، ص، ۵۷۰)

مذکورہ بالا روایت کی شرح میں شیخ الاسلام زکریا بن محمد انصاری، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۹۲۶ھ، لکھتے ہیں:

فاني خلقت لهم من الوجد ما لا قدرة لهم على حمله فناحوا وباحوا وصاحوا۔

ترجمہ: پس میں نے ہی ان کے لیے وہ وجد پیدا کیا ہے جس کو برداشت کرنے کی ان کو طاقت نہیں ہے، پھر وہ غم اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور چیخیں مارتے ہیں

(شرح الرسالۃ القشیریۃ، ج، ۴، ص، ۲۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ مصطفی العروسی، علیہ الرحمۃ، حاشیہ میں لکھتے ہیں:

(قوله: فناحوا) اى ناحوا على انفسهم بسبب روية تقصيرهم، (وقوله: باحوا) اى اظهروا ما كانوا يكتمونه من لاعج اشواقهم، (وقوله: صاحوا) اى وكان صياحهم بواسطة غلبة اشواقهم، وقوة ماورد على قلوبهم من واردات الحق واشارات الصدق۔

(قولہ: فناحوا) یعنی اپنی کوتاہیوں کو دیکھنے کے سبب اپنے نفسوں پر غم کا اظہار کرتے ہیں، **(وقولہ: باحوا)** یعنی شوق کی جن چیخوں کو چھپاتے تھے ان کا اظہار کرتے ہیں، **(وقولہ: صاحوا)** یعنی ان کا چیخیں مارنا شوق کے غلبہ کے واسطہ سے ہے، اور اس قوت کی وجہ سے جو صدق کے اشارات اور حق کے واردات کی وجہ سے ان کے دلوں پر وارد ہوئی ہے۔

(نتائج الافکار القدسیۃ فی بیان شرح الرسالۃ القشیریۃ، ج، ۴، ص، ۲۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن أم كلثوم بنت العباس عن أبيها قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إذا اقشعر جلد العبد من خشية الله تعالى حرمه الله تعالى على النار۔

ترجمہ: حضرت ام کلثوم بنت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب بندے کے جسم پر اللہ کے خوف سے رونگٹے (بال) کھڑے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس بندے پر دوزخ حرام کر دیتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کنز العمال، تفسیر الثعلبی، الزمر: ۲۰، ج، ۸، ص، ۲۳۲، نوادر الاصول، در المنثور)

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اقْشَعَرَّ جِلْدُ الْعَبْدِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ تَحَاتَّتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ كَمَا يَتَحَاتُّ عَنِ الشَّجَرَةِ الْيَابِسَةِ وَرَقُهَا

ترجمہ: حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بندے کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو اس وقت اس سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح سوکھے درخت سے سوکھے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

(شعب الایمان، ۷۲۳، ج ۲، ص ۲۳۶، مجمع الزوائد، ۱۸۲۱۷، مسند البزار، رقم: ۱۳۲۲، ج ۴، ص ۱۴۳)

شیخ المشائخ امام شہاب الدین ابی حفص عمر بن محمد بن عبد اللہ سہروردی بغدادی شافعی قدس سرہ، متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں:

وهذه جملة لا تنكر و لا اختلاف فيها۔

ترجمہ: اور یہ وہ تمام امور ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس میں اختلاف کی گنجائش ہے۔

(عوارف المعارف، الباب الثانی والعشرون، ص ۱۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

گفت هے مستی چه خورد ستی بگو		گفت ازاں خوردم که هست اندر سبو

ترجمہ: کہا ارے! تو تو بدمست ہے۔ (سچ) بتا تو نے کیا چیز پی ہے۔ اس نے جواب دیا وہی چیز پی ہے جو مٹکے میں ہے۔

گفت آخر در سبو وا گو که چیست		گفت ازاں که خورده ام گفت آں خفی ست

ترجمہ: (کوتوال) بولا آخر یہ تو بتاؤ کہ مٹکے میں کیا چیز ہے؟ اس نے کہا وہی چیز ہے جو میں نے پی ہے کہ یہ تو گول مول بات ہے۔ (صاف صاف کہو)۔

گفت آنچه خوردهٔ آں چیست آں		گفت آں کاندر سبو مخفی ست آں

ترجمہ: کہا جو کچھ تو نے پیا ہے وہ ہے کیا؟ کہ وہ وہی ہے جو مٹکے کے اندر پوشیدہ ہے۔

دور مے شد ایں سوال و ایں جواب		ماند چوں خر محتسب اندر خلاب

ترجمہ: (غرض) ہر پھر کر (ان کا آپس میں) یہی سوال و جواب ہوتا رہا۔ (جس سے) کوتوال مجبور ہو گیا جس طرح گدھا کیچڑ میں (پھنس جائے)۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۷۲۵)

حضرت شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی، علیہ الرحمۃ متوفی ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:

مَسْأَلَةٌ: في جماعةِ صُوفِيَّةٍ اجتمَعُوا في مجلسِ ذِكرٍ ثُمّ إنّ شخصًا مِنَ الجماعةِ قامَ مِنَ المجلسِ ذاكِرًا واستمرَّ على ذلِكَ لِوارِدٍ حصَلَ لَهُ، فهَل لهُ فِعلُ ذلِكَ سَواءٌ كانَ باختيارِهِ أم لا؟، وهَل لِأحدٍ منعُهُ وزجرُهُ عنْ ذلِكَ؟.

الجوابُ: لا إنكارَ عليهِ في ذلِكَ. وقد سُئِلَ عنْ هذا السُّؤالِ بعينِهِ شيخُ الإسلامِ سراج الدين البلقيني فأجابَ: بأنَّهُ لا إنكارَ عليهِ في ذلِكَ، ولَيسَ لمانعِ التَّعدِّي بمنعِهِ، ويَلزَمُ المتعدِّيَ بذلِكَ التَّعزيرُ، وسُئِلَ عنهُ العلّامةُ برهان الدين الأبناسي فأجابَ بمِثلِ ذلِكَ، وزادَ أنّ صاحِبَ الحالِ مَغلُوبٌ، والمنكِرُ محرومٌ ما ذاقَ لَذّةَ التّواجُدِ ولا صفا لهُ المشرُوبُ، إلى أنْ قالَ في آخرِ جوابِهِ: وبالجملةِ فالسّلامةُ في تسليمِ حالِ القومِ، وأجابَ أيضًا بمِثلِ ذلِكَ بعضُ أئمّةِ الحنفيّةِ والمالكيّةِ كلُّهُم كتَبُوا على هذا السُّؤالِ بالموافقةِ مِن

غَيْرِ مُخالفَةٍ.

أَقُولُ: وَكَيْفَ يُنكَرُ الذِّكْرُ قَائِمًا وَالقِيَامُ ذَاكِرًا وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى: {الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ} (آل عمران، ۱۹۱) وَقَالَتْ عائشة - رَضِيَ اللهُ عَنْهَا - » كَانَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَذْكُرُ اللهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ ، «وَإِنِ انْضَمَّ إِلَى هَذَا القِيَامِ رَقْصٌ أَوْ نَحْوُهُ فَلَا إِنْكَارَ عَلَيْهِمْ، فَذَلِكَ مِنْ لَذَّاتِ الشُّهُودِ أَوِ المَوَاجِيدِ، وَقَدْ وَرَدَ فِي الحَدِيثِ رَقْصُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَمَّا قَالَ لَهُ: أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي ، «وَذَلِكَ مِنْ لَذَّةِ هَذَا الخِطَابِ، وَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَكَانَ هَذَا أَصْلًا فِي رَقْصِ الصُّوفِيَّةِ لِمَا يُدْرِكُونَهُ مِنْ لَذَّاتِ المَوَاجِيدِ، وَقَدْ صَحَّ القِيَامُ وَالرَّقْصُ فِي مَجَالِسِ الذِّكْرِ وَالسَّمَاعِ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنْ كِبَارِ الأَئِمَّةِ، مِنْهُمْ شَيْخُ الإِسْلَامِ عز الدين بن عبد السلام.

مسئلہ۔صوفیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی جماعت جب ذکر کیلئے جمع ہو چکی ہو پھر ایک شخص مجلس سے ذکر کرتے ہوئے اٹھ جائے اور انوار الٰہیہ کے ورود کی وجہ سے یہ حالت اس سالک پر مداومت سے طاری ہو جائے۔پس یہ کام اس سالک کیلئے جائز ہے یا نہیں، خواہ اختیار سے اٹھتا ہے یا بے اختیار ہو کر۔نیز اس سالک کو اس حال سے منع کرنا چاہیئے یا نہیں اور کیا اسے ڈانٹ ڈپٹ کرنی چاہیئے یا نہیں؟

جواب: اس سالک پر اس حال میں کوئی اعتراض اور انکار نہیں۔شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی علیہ الرحمۃ سے بھی یہی سوال کیا گیا تو انھوں نے بھی اسی طرح کا جواب دیا اور مزید فرمایا کہ سالک کو اس حال سے منع کرنا کسی کیلئے جائز نہیں اور منع کرنے والے کو سرزنش کرنا لازمی ہے۔حضرت علامہ برہان الدین ابناسی علیہ الرحمۃ سے بھی یہی سوال پوچھا گیا تو انھوں نے بھی یہی جواب دیا اور فرمایا یہ سالک صاحب الحال مغلوب ہے اور منکر محروم ہے۔کیونکہ اس نے تواجد کی لذت حاصل نہیں کی اور منکر کو عشق حقیقی کا مشروب نصیب نہیں۔خلاصہ یہ کہ صوفیائے کرام کے حال کو تسلیم کرنے میں سلامتی ہے۔اسی طرح بعض ائمہ احناف اور مالکیہ نے بھی یہی جواب دیا ہے۔سب نے اس سوال کے جواب پر اتفاق کیا ہے۔جس میں کسی مخالفت کی گنجائش نہیں میں (مفسر جلیل حضرت شیخ الشیوخ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ) کہتا ہوں کہ کیونکر کھڑے ہو کر ذکر کرنے سے یا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہونے سے منع کیا جائے گا۔

جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ

ترجمہ: عقل مند وہ لوگ ہیں جو کھڑے ہو کر بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔(سورۂ آل عمران، ۱۹۱) حضرت امہات المؤمنین سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔اسی طرح اگر سالک نے قیام کے ساتھ رقص کیا یا چیخ وپکار کی تب بھی اس پر کوئی اعتراض یا انکار نہ ہوگا کیونکہ یہ حالت شہود اور مواجید کی لذت کی بنا پر طاری ہوتی ہے اور حدیث شریف میں (حبشہ سے واپس آکر خیبر کی فتح کے بعد) حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا رقص نبی کریم ﷺ کے سامنے ثابت ہے۔جب آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا

کہ آپ (حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کے اخلاق اور شکل مجھ سے مشابہ ہیں۔پس اس خطاب کی لذت سے انھوں نے رقص کیا اور نبی کریم ﷺ نے ان پر کوئی انکار ظاہر نہیں فرمایا۔پس یہ حدیث تقریری صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے رقص اور وجد پر دلیل ہے کیونکہ حقیقی صوفیہ کرام علیہم الرحمۃ پر یہ حالت

مواجید کی لذت سے طاری ہوتی ہے اسی طرح مجالس ذکر اور محافل سماع میں قیام اور رقص بھی جائز ہے اور آئمہ کبار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے ثابت ہے جن میں شیخ الاسلام عزالدین عبدالسلام علیہ الرحمۃ کا نام سرفہرست ہے۔

(حاوی للفتاوی، الفتاوی المتعلقۃ بالتصوف، ص ۶۴۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

علامہ خیرالدین بن احمد بن علی رملی حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۰۸۱ھ، لکھتے ہیں:

اماالرقص ففيه للفقهاء كلام منهم من منعه ومنهم من لم يمنع حيث وجد لذة الشهود وغلب عليه الوجد واستدلوا بما وقع لجعفر بن ابی طالب لما قال له عليه الصلوٰة والسلام اشبهت خلقي وخلقي فی لفظ جعفر اشبه الناس بی خلقا وخلقا فحجل ای مشى على رجل واحدة وفی رواية رقص من لذة هذا الخطاب ولم ينكر عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رقصه وجعل ذٰلک اصلا لجواز رقص الصوفية عند مايجدونه من لذة المواجيد فی مجالس الذكر والسماع وفی التتارخانية مايدل على جوازه للمغلوب الذی حركاته كحركات المرتعش وبهذا افتى البلقيني وبرهان الدين الابناسی وبمثله اجاب بعض ائمة الحنفيه والمالكية وكل ذٰلک اذاخصلت النية وكانوا صادقين فی الوجد مغلوبين فی القيام والحركة عند شدة الهيام والشيئ قديتصف تارة بالحلال وتارة بالحرام، باختلاف القصد والمرام، وبتقرير جميع ماقالوه يطول الكلام۔

ترجمہ: رہا رقص (ناچ) تو اس میں فقہائے کرام کا کلام (اختلاف) ہے پس بعض ائمہ نے تو اس سے منع فرمایا لیکن بعض نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ جہاں شہود کی لذت پائے اور اس پر وجد غالب ہو تو (جائز ہے) اور انھوں نے اس واقعہ سے استدلال کیا کہ حضور ﷺ نے جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تم صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہو۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ آءے ہیں: جعفر سب لوگوں سے صورت و سیرت میں میرے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہے (یہ سن کر) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ایک پاؤں پر چلے یعنی رقص کیا۔

اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اس خطاب کی لذت اور سرور سے رقص کرنے لگے، اس کے باوجود حضور ﷺ نے ان کے رقص کرنے پر انکار نہیں فرمایا۔ پس اس کو صوفیائے کرام نے رقص کرنے کے جواز پر دلیل ٹھہرایا ہے جبکہ مجالس ذکر اور سماع میں صوفیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) مواجد کی لذت محسوس کریں۔

فتاویٰ تتارخانیہ میں ہے کہ مغلوب الحال کے وجد کے جواز پر جو چیز دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی حرکات رعشہ والے کی حرکات کی مانند ہوں۔ (یعنی بے ساختہ اور بے اختیار ہوں) علامہ بلقینی علیہ الرحمۃ اور علامہ برہان الدین ابناسی علیہ الرحمۃ نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور بعض ائمہ حنفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور مالکیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے بھی اسی کے مطابق جواب دیا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس وقت ہے جبکہ نیت خالص ہو اور وجد والے وجد میں سچے ہوں اور اٹھنے بیٹھنے اور حرکت میں جنون عشق کی شدت سے مغلوب ہوں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی چیز ارادے اور مقصد کے اعتبار سے کبھی حلال اور کبھی حرام سے متصف ہو سکتی ہے اور جو کچھ (اس باب میں) اہل علم نے ارشاد فرمایا اس سب کی تقریر باعث طول کلام ہے۔

(فتاویٰ خیریہ، کتاب الکراھیۃ والاستحسان، ج ۲، ص ۱۸۲، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی، علیہ الرحمہ متوفی، ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

المرَادُ بِهِ التَّمَايُلُ وَالخفض وَالرَّفعُ بِحَرَكَاتٍ مَوْزُونَةٍ كَمَا يَفعَلُهُ بَعْضُ مَنْ يَنْتَسِبُ إِلَى التَّصَوُّفِ. وَقَدْ نَقَلَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ عَنِ الْقُرْطُبِيِّ إِجمَاعَ الأَئِمَّةِ عَلَى حُرْمَةِ هَذَا الْغِنَاءِ وَضَربِ الْقَضِيبِ وَالرَّقْصِ۔۔۔ وَنَقَلَ فِي نُورِ الْعَيْنِ عَنِ التَّمْهِيدِ أَنَّهُ فَاسِقٌ لَا كَافِرٌ. ثُمَّ قَالَ، التَّحْقِيقُ الْقَاطِعُ لِلنِّزَاعِ فِي أَمْرِ الرَّقْصِ وَالسَّمَاعِ يَسْتَدْعِي تَفْصِيلاً ذَكَرَهُ فِي عَوَارِفِ المَعَارِفِ وَإِحْيَاءِ الْعُلُومِ، وَخُلَاصَتُهُ مَا أَجَابَ بِهِ الْعَلَّامَةُ النِّحْرِيرُ ابْنُ كَمَالِ بَاشَا بِقَوْلِهِ:

مَا فِي التَّوَاجُدِ إِنْ حَقَّقْتَ مِنْ حَرَجٍ		وَلَا التَّمَايُلِ إِنْ أَخْلَصْتَ مِنْ بَاسٍ
فَقُمْتَ تَسْعَى عَلَى رِجْلٍ وَحَقَّ لِمَنْ		دَعَاهُ مَوْلَاهُ أَنْ يَسْعَى عَلَى الرَّاسِ

الرُّخْصَةُ فِيمَا ذُكِرَ مِنَ الأَوْضَاعِ، عِنْدَ الذِّكْرِ وَالسَّمَاعِ، لِلْعَارِفِينَ الصَّارِفِينَ أَوْقَاتَهُمْ إِلَى أَحْسَنِ الأَعْمَالِ، السَّالِكِينَ المَالِكِينَ لِضَبْطِ أَنْفُسِهِمْ عَنْ قَبَائِحِ الأَحْوَالِ، فَهُمْ لَا يَسْتَمِعُونَ إِلَّا مِنَ الإِلَهِ، وَلَا يَشْتَاقُونَ إِلَّا لَهُ، إِنْ ذَكَرُوهُ نَاحُوا، وَإِنْ شَكَرُوهُ بَاحُوا، وَإِنْ وَجَدُوهُ صَاحُوا، وَإِنْ شَهِدُوهُ اسْتَرَاحُوا، وَإِنْ سَرَحُوا فِي حَضْرَةِ قُرْبِهِ سَاحُوا، إِذَا غَلَبَ عَلَيْهِمُ الْوَجْدُ بِغَلَبَاتِهِ، وَشَرِبُوا مِنْ مَوَارِدِ إِرَادَتِهِ، فَمِنْهُمْ مَنْ طَرَقَتْهُ طَوَارِقُ الهَيْبَةِ فَخَرَّ وَذَابَ وَمِنْهُمْ مَنْ بَرَقَتْ لَهُ بَوَارِقُ اللُّطْفِ فَتَحَرَّكَ وَطَابَ، وَمِنْهُمْ مِنْ طَلَعَ عَلَيْهِ الحبُّ مِنْ مَطْلَعِ الْقُرْبِ سَكِرَ وَغَابَ، هَذَا مَا عَنَّ لِي فِي الجَوَابِ، وَاللهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

اس سے مراد اوپر نیچے کی موزون حرکات کے ذریعے ٹیڑھا ہونا ہے جیسا کہ بعض تصوف کی طرف منسوب (صوفی سمجھے جانے والے) لوگ کرتے ہیں، فتاوی بزازیہ میں قرطبی کے حوالہ سے اس غناء (گانے)، دف (ڈھول) اور رقص کے حرام ہونے پر امت کا اجماع نقل کیا گیا ہے۔ اور تمہید سے نور العین میں نقل کیا گیا ہے کہ وہ فاسق ہے کافر نہیں۔۔۔ پھر فرمایا: رقص اور سماع کے معاملہ میں وہ تحقیق جس سے اختلاف ختم ہوجاتا ہے، وہ تفصیل کا تقاضا کرتی ہے (جوکہ) "عوارف المعارف" اور "احیاء العلوم" میں ذکر ہوئی ہے، اور اس کا خاصہ یہ ہے کہ جو علامہ نحریر ابن کمال پاشا علیہ الرحمہ نے سوال کے جواب میں فرمایا:

شعر

مَا فِي التَّوَاجُدِ إِنْ حَقَّقْتَ مِنْ حَرَجٍ		وَلَا التَّمَايُلِ إِنْ أَخْلَصْتَ مِنْ بَاسٍ
فَقُمْتَ تَسْعَى عَلَى رِجْلٍ وَحَقَّ لِمَنْ		دَعَاهُ مَوْلَاهُ أَنْ يَسْعَى عَلَى الرَّاسِ

ترجمہ: جو تواجد حقیقت پر مبنی ہو اگر جھومنا اخلاص سے ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں،

پھر تو کھڑے ہو کر ایک پاؤں پر دوڑنے لگا جسے اس کا مولا بلائے اس پر واجب ہے کہ سر کے بل دوڑ پڑے۔

ذکر اور سماع کے وقت اوضاع مذکورہ کی اجازت ہے ان عارفین کے لئے ہے جو اپنے اوقات بہترین اعمال بجالانے میں صرف کرتے ہیں اللہ تعالی کی راہ اختیار کرتے ہیں، اپنے نفس کو قبیح اعمال سے روکنے پر قادر ہوتے ہیں پھر وہ صرف اللہ تعالی ہی سے سنتے اور اسی کے مشتاق رہتے ہیں، اگر اس کی یاد میں مصروف ہوں تو رونے لگتے ہیں اگر اسے پالیں تو چیخنے چلانے لگتے ہیں بشرطیکہ وہ وجد سے مغلوب ہوں، پھر ان میں کوئی وہ ہیں جنہیں مصائب الہی نے جھنجھوڑا

توگر پڑے اور پگھل گئے اور ان میں کوئی وہ ہیں جن پر لطف وکرم کا نزول ہوا تو خوش ہوکر متحرک ہو گئے۔ میرے لئے یہی جواب ظاہر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ راہ صواب کو خوب جاننے والا ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج۶،ص،۴۰۸، ۴۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مجموعہ رسائل ابن عابدین رسالہ، شفاء العلیل وبل الغلیل الخ، ج۱،ص،۱۷۲، مکتبہ رشیدیہ ،کوئٹہ، پاکستان، بیروت، سہیل اکیڈمی لاہور)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

ولاكلام لنا مع الصدق من ساداتنا الصوفية المبرئين عن كل خصلة ردية فقد سئل امام الطائفتين سيدنا الجنيد ان اقواما يتواجدون ويتمايلون فقال دعوهم مع الله تعالى يفرحون ، فانهم قوم قطعت الطريق اكبادهم ، ومزق النصب فؤدهم ، وضاقوا ذرعا فلاحرج عليهم ، اذا تنفسوا مداواة لحالهم ، ولوذقت مذاقهم عذرتهم فى صياحهم ، وشق ثيابهم اه۔ ولا كلام لنا ايضا مع من اقتدى بهم وذاق من مشربهم ووجدمن نفسه الشوق والهيام فى ذات الملك العلام، بل كلامنا مع هؤلاء العوام الفسقة اللئام الذين اتخذوا مجلس الذكر شبكة لصيدالدنيا الدنية وقضاء لشهواتهم الشنيعة الردية ،من كلامهم واجتماعهم مع المردان والتلذذ بالغناء تنزيله على اوصافهم الحسان وغيره ذلك عا هو شاهد ولسنا نقصدمنهم تعيين احدفالله مطلع على احوالهم۔

ترجمہ: ہمارا کلام سچائی پر مبنی ہے، ہمارے سادات صوفیا گھٹیا عادات سے پاک ہیں (پس وہ نمائشی صوفیا سے نہیں)، چنانچہ دوگروہوں کے امام سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ تواجد کرتے ہیں اور ادھر ادھر جھومتے ہیں، اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ سے خوشی پاتے ہیں، کیونکہ یہ ایک ایسی قوم ہے کہ طریقت نے ان کے دل پھاڑ دیئے ہیں اور مصائب برداشت کرنے سے ان کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے ،ان کا حوصلہ کم ہو گیا ہے پس ان پر کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ وہ اپنے حال کی مداومت کے لیے تیز سانس لیتے ہیں، اگر تجھے بھی ان جیسا ذوق حاصل ہوتا تو ان کو اس چلانے اور کپڑے پھاڑنے میں معذور جانتا۔ اھ۔ اور ہمارا کلام ان سے بھی نہیں کہ جنہوں نے (مذکورہ بزرگوں کی) اقتداء کی اور ان کے مشرب کا ذائقہ چکھا اور اپنے اندر شوق اور جنون عشق، ملک علام (یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات) میں پایا۔ بلکہ ہماری گفتگو ان عام لوگوں کے ساتھ ہے جو فاسق اور کمینے ہیں جنہوں نے محفل ذکر کا جال حقیر اور معمولی دنیا کا شکار کرنے کے لئے اور اپنی ناراہ بری خواہشات کو پورا کرنے کے لیے لگا رکھا ہے اور بے ریش لڑکوں کو اپنے اردگرد جمع کر کے ان کے ساتھ شہوت کی باتیں کرتے ہیں اور گانوں سے لذت حاصل کرتے ہیں اور ان گانوں میں ان کے اوصاف بیان کرتے ہیں اور اس کے علاوہ خلافِ شرع کام کرتے ہیں، اور ہم اس میں کسی ایک کے تعین کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ان کے حالات سے پوری طرح آگاہ اور واقف ہے۔

(شفاء العلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین، ج۱،ص،۱۷۲، ۱۷۳، بحذف، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان، بیروت، سہیل اکیڈمی لاہور)

شیخ طریقت شیخ عبدالقادر عیسیٰ شاذلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

من هذا نرى أن ابن عابدين رحمه الله تعالى يبيح التواجد والحركة فى الذكر ،وأن الفتوى عنده الجواز،وأن النصوص المانعة التى،ساقها فى حاشيته المشهورة فى الجزاء الثالث تحمل على ماإذاكانت فى حلق الذكر منكرات ؛ من الات اللهو والغناء والضرب بالقضيب ،والاجتماع مع المراد الحسان ، وانزال المعانى على اوصافهم ،واتغزل بهم ،وما الى ذلك من المخالفات

۔ولیتمسک المانعون المستندون الی کلام ابن عابدین بر ایھم ،الا لعدم اطلاعھم علی کلامہ فی مجموعۃ الرسائل حیث فرّق؛ کما مر،بین الدخلاء والصادقین،و أباح فیھا التواجد للعارفین الواصلین؛والمقتدین بھم من المقلدین ،فراجع المصدرین یبن،لک الحق (۔ ولا شك أن التواجد هو تكلف الوجد وإظهاره من غير أن يكون له وجد حقيقة، ولا حرج فيه إذا صحت النية كما قال،العلامة ابن عابدين في حاشيته:) ما في التواجد ان حققت من حرج ولا التّمايل ان أخلصت من باس فاذا كان التواجد جائزا شرعا ولا حرج فيه كما نص عليها الفقهاء،فالوجد من باب أولى ۔وما وجد الصوفية وتواجدهم الا قبس مما كان عليه أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ: علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ذکر میں وجد وتواجد جائز ہے،اور آپ کا فتویٰ بھی اس کے جواز پر ہے۔اور علامہ شامی علیہ الرحمہ نے ردالمحتار کی تیسری جلد میں حلقہ ذکر سے جو ممانعت فرمائی،وہ اس صورت میں ہے جب محفل ذکر میں خلاف شرع کام ہو،ساز وسرود ہو اور نوخیز لڑکوں کو ساتھ بٹھایا گیا ہو۔اور وہ لوگ جو ابن عابدین علیہ الرحمہ کے اس کلام سے جذب وجد کی ممانعت پر استدلال کرتے ہیں،ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ آپ کے مجموعہ رسائل تک رسائی نہیں کر سکے۔اگر وہ مجموعہ رسائل پڑھ لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے حقیقی صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور لبادہ اوڑھنے والوں میں فرق کیا ہے اور حقیقی صوفیاء ومشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے لیے تواجد مباح قرار دیا ہے۔بے شک تواجد جو حقیقی وجد نہیں ہوتا،بلکہ اس میں تکلف اور تصنع ہوتا ہے،اس میں بھی کوئی حرج نہیں جب ذکر کی نیت صحیح ہو۔جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

ما في التواجد ان حققت من حرج ولا التّمايل ان أخلصت من باس

اگر تو حقیقت سے آشنا ہے تو تیرے تواجد میں بھی کوئی حرج نہیں،اور اگر تو مخلص ہے تو تیرا جھومنا بھی قابلِ اعتراض نہیں۔

جب تواجد شرعاً جائز ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں جس طرح کہ فقہاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے بیان کیا،تو وجد وتواجد بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔اور صوفیاءِ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا وجد اور تواجد اصحابِ رسول ﷺ کے مختلف احوال سے ماخوذ ہے۔

(حقائق عن التصوف،الحرکۃ فی الذکر،ص،۹۹)

علامہ محمد بن محمد،ابن شرف الدین خلیلی شافعی علیہ الرحمہ،متوفی،۱۱۴۷ھ،لکھتے ہیں:

(سئل)هل يجوز الاهتزاز حالة الذكر؟

(أجاب) وأما الاهتزاز في حالة الذكر فمندوب إليه؛لما روى الحافظ أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصفهاني بسنده عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه أنه وصف الصحابة يوما فقال: كانوا إذا ذكر الله مادوا كما تميد الشجر في اليوم الشديد الريح وجرت دموعهم على ثيابهم قال أهل اللغة: ماد يميد إذا تحرك، ومادت الأغصان تميد تمايلت. قال شيخنا العارف جمال الدين عبد الله بن حسام الدين خليل الاسترابادي البسطامي قدس الله تعالى روحه: وهذا صريح على أن الصحابة رضي الله عنهم كانوا يتحركون في الذكر حركة شديدة يمينا وشمالا؛ لأنه شبه حركتهم بحركة الشجر يوم الريح، ومن المعلوم أن الشجر في يوم الريح،يتحرك

حركة شديدة، فثبت مطلقا إباحة الميلان بهذا الأثر على أن الرجل غير مؤاخذ بما يتحرك ويقعد ويقوم ويلبث على أي نوع كان لا يكون منهيا عنه، ولم يرد عنه صلى الله عليه وسلم نهي عن الحركة في الذكر، ولو كان فيها كراهة لبينها لأمته فيها وردعنه؟

سوال: کیاذکر کی حالت میں حرکت کرنا جائز ہے؟

جواب: اور رہاذکر کی حالت میں جھومنا تو یہ مندوب ہے، اس لیے کہ حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وصف کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب وہ ذکر کرتے تھے تو اس طرح حرکت کرتے تھے جس طرح سخت ہوا کے دن درخت حرکت کرتا ہے اور ان کے آنسو ان کے کپڑوں پر بہتے تھے، ہمارے شیخ عارف باللہ جمال الدین عبداللہ بن حسام الدین خلیل استرابادی بسطامی قدس اللہ تعالیٰ روحہ نے فرمایا: یہ اس بات پر صراحت ہے کہ بے شک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذکر کی حالت میں دائیں، بائیں شدید حرکت کرتے تھے، پس اس حدیث سے حرکت کرنے کی اباحت (جواز) مطلق طور پر ثابت ہے، تو اس شخص پر کوئی مواخذہ نہیں ہے جو ذکر میں حرکت کرے اور بیٹھے اور کھڑا ہو اور کسی بھی حالت میں ٹھہرے، اس سے اس کو منع نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی نبی کریم ﷺ سے ذکر کی حالت میں حرکت کرنے کی کوئی ممانعت وارد ہوئی ہے، اور اگر ذکر میں حرکت کرنے میں کوئی کراہت ہوتی تو نبی کریم ﷺ اپنی امت کو اس کا بیان فرمادیتے، اور اس کا رد فرمادیتے۔

(فتاوی الخلیلی علی المذھب الشافعی، ج،۲،ص،۲۵۸،تا،۲۵۹،مصریہ،قدیمہ)

ابراہیم بن موسی بن محمد اللخمی الغرناطی، المعروف، شاطبی، متوفی، ۷۹۰،ھ، لکھتے ہیں:

وَأَمَّا التَّوَاجُدُ عِندَ السَّمَاعِ؛ فَهُوَ فِي الأَصْلِ رِقَّةُ النَّفسِ، وَاضطِرَابُ القَلْبِ فَيَتَأَثَّرُ الظَّاهِرُ بِتَأَثُّرِ البَاطِنِ؛ قَالَ اللهُ تَعَالَى: {الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ} (الحج،۳۵) أَي: اضطَرَبَتْ رَغَبًا أَوْ رَهَبًا، وَعَنِ اضطِرَابِ القَلْبِ يحصُلُ اضطِرَابُ الجِسْمِ؛ قَالَ اللهُ تَعَالَى: {لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيهِمْ لَوَلَّيتَ مِنهُمْ فِرَارًا} (الكهف،۱۸) الآيَةَ، وَقَالَ: {فَفِرُّوا إِلَى اللهِ} (الذاريات،۵۰) فَإِنَّمَا التَّوَاجُدُ رِقَّةٌ نَفسِيَّةٌ، وَهَزَّةٌ قَلْبِيَّةٌ، وَنَهضَةٌ رُوحَانِيَّةٌ، وَهَذَا هُوَ التَّوَاجُدُ عَنْ وَجْدٍ، وَلَا يُسْمَعُ فِيهِ نَكِيرٌ مِنَ الشَّرعِ، وَذَكَرَ السُّلَمِيُّ أَنَّهُ كَانَ يَستَدِلُّ بِهَذِهِ الآيَةِ عَلَى حَرَكَةِ الوَجدِ فِي وَقتِ السَّمَاعِ، (وَهِيَ): {وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا} (الكهف،۱۴) الآيَةَ، وَكَانَ يَقُولُ: إِنَّ القُلُوبَ مَرْبُوطَةٌ بِالمَلَكُوتِ، حَرَّكَتهَا أَنْوَارُ الأَذْكَارِ۔

ترجمہ: اور رہا سماع کے وقت تواجد، تو یہ اصل میں نفس میں رقت پیدا کرتا ہے اور دل میں اضطراب پیدا کرتا ہے، پس باطن کے متاثر ہونے کے سبب سے ظاہر متاثر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ۔

ترجمہ: اللہ کا ذکر ہوتا ہے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں۔ (الانفال:۲، الحج:۳۵)

یعنی رہب اور رغبت سے مضطرب ہوتے ہیں، اور قلب کے اضطراب سے جسم کو اضطراب حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا

ترجمہ: اے سننے والے اگر تو انہیں جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ (الکہف: ۱۸)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَفِرُّوا إِلَى اللهِ

ترجمہ: تو اللہ کی طرف بھاگو۔ (الذاریات: ۵۰)

پس تواجد نفس میں رقت پیدا کرتا ہے اور دل کو حرکت میں لاتا ہے اور روحانیت کو کھڑا کرتا ہے۔ یہ تواجد وجد کے متعلق ہوتا ہے۔ اس بارے میں شریعت کی طرف سے انکار نہیں سنا جاتا، اور حضرت سلمی نے ذکر کیا ہے کہ بے شک وہ سماع کے دوران حرکتِ وجد پر اس آیت سے استدلال کرتے تھے، اور وہ یہ ہے:

وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا۔

ترجمہ: اور ہم نے ان کی ڈھارس بندھائی جب کھڑے ہو کر بولے کہ ہمارا رب۔ (الکہف: ۱۴)

اور فرماتے تھے: بے شک دل ملکوت کے ساتھ باندھے ہوئے ہیں، اذکار کے انوار ان کو متحرک کرتے ہیں۔

(الاعتصام، ص ۱۶۱، دار الکتاب العربی، بیروت)

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ متوفی ۱۱۴۳ھ، لکھتے ہیں:

وربما غلب الوله على اهل الله تعالٰى والوجد حتى يغيبوا من وجودهم فتبدوا منهم احوال وافعال لو صدرت عن احد وهو مشاهد الفعل والاحساس بين يديهم لحكموا عليه انه خرج عن حدالعقل والحقوا تلك الافعال باحوال المجانين كالرقص والدوران وتخريق الاثواب وهى حالة شريفة علامة صحتها ان تحفظ علٰى صاحبها اوقات الصلٰوات وسائر الفرائض فترد عليهم فيها عقولهم وهذا حال جماعة من اولياء الله تعالٰى منهم ابو بكر الشبلى وابو الحسن النورى وسمنون المحب وسعدون المجنون وامثالهم۔

ترجمہ: اور بعض اوقات اہل اللہ پر حیرت اور وجد کی کیفیت غالب ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے وجود سے غائب ہو جاتے ہیں یا اپنا وجود کھو بیٹھتے ہیں تو ان سے ایسے حالات ظاہر ہوتے ہیں اگر شاہد فعل سے صادر ہوتے تو اس پر حکم لگاتے کہ یہ حد عقل سے خارج ہے جیسے ناچنا، گھومنا اور کپڑے پھاڑ ڈالنا۔ اور یہ ایک شریف حالت ہے اور اس کی صحت کی علامت یہ ہے کہ صاحب حالت پر اوقات نماز اور دیگر فرائض محفوظ ہوتے ہیں پھر اس حالت میں ان کی عقلیں لوٹا دی جاتی ہیں اور یہ حال اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی ایک جماعت کا ہے ان میں سے خواجہ شبلی علیہ الرحمہ حضرت ابو الحسن نوری علیہ الرحمہ، حضرت سمنون محب علیہ الرحمہ، حضرت سعدون مجنون علیہ الرحمہ اور ان جیسے دیگر اکابرین امت ہیں۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ، الصنف التاسع فی عامۃ آفات البدن المختلفۃ، ج ۵، ص ۱۳۲، ۱۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۱۱۴۱ھ، لکھتے ہیں:

وسمعت عمن ينتقد على فقراء الصوفية فى زماننا ويحيط عليهم انه، قال: من رايناه يتواجد منهم نغرزه بمسلة ونحوها من ابر الحديد، فان احس بها فهو كاذب فى وجده۔ وهذه حماقة وجهالة وعداوة لفقراء طريق الله واضحة ۔۔۔ ولو غرز النبى بابرة فى وقت نزول الوحى وغيبته عن عالم الحس بالكلية لتالم بذلك ووجد الوجع منه مع كمال صدقه فى حاله وقوله۔

ترجمہ: اور میں نے اپنے زمانے میں ان لوگوں سے سنا جو فقراء صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر تنقید کرتے ہیں، کہتا ہے: اگر ہم کسی شخص کو وجد کی حالت میں دیکھیں تو اس کے جسم میں کیل یا لوہے کی سوئی چبھو دیتے ہیں، پس اگر اس نے اس سے تکلیف محسوس کی تو وہ اپنے وجد میں جھوٹا ہے، حالانکہ یہ ان کی حماقت اور جہالت ہے اور اللہ تعالیٰ کے طریق کے فقراء رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ واضح عداوت ہے۔

اور اگر نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس میں بھی وقتِ نزول وحی سوئی چبھوئی جائے (معاذ اللہ) جو اس وقت عالمِ حس سے بالکل غائب ہوتے ہیں، تو آپ ﷺ کو تکلیف محسوس ہوگی، اور اس سے درد پائیں گے، حالانکہ آپ ﷺ اپنے حال اور قول میں کمال طور پر سچے ہیں۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، المبحث الاول فی الکلام الممنوع شرعاً، النوع الرابع الکذب، ج ۴، ص ۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اہلِ وجد و رقص کے متعلق نظریہ

اِنَّ الْاِمَامَ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَ محبًا لِلصُّوْفِيَّةِ محترمًا لِمَكَانَتِهِمْ وَ لَرُبَّمَا يُوْجَدُ لَهُ مِنَ التَّسَاهُلِ مَعَهُمْ مَالَمْ يُوْجَدْ لِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَئِمَّةِ قَالَ الْمخْبِرُ اَنَّهٗ كَانَ فِیْ بَلَدِنَا طَائِفَةٌ" يَرْقُصُوْنَ لِلذِّكْرِ حتّٰى يَسْقُطُوْا عَلَى الْاَرْضِ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِمُ الْاِمَامُ وَ يَزُوْرُوْنَهٗ وَيُكْرِمُهُمْ وَيَسْئَلُوْنَهٗ وَيُجِيْبُهُمْ۔

ترجمہ: حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے محبت رکھتے اور ان کا احترام کیا کرتے تھے اور بسا اوقات دوسرے آئمہ سے بڑھ کر ان سے تساہل و رعایت کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ روای نے بتایا کہ ہمارے قصبہ میں صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ ذکر کے وقت وجد میں آجاتے تھے اور رقص کرتے تھے۔ یہاں تک کہ زمین پر گر تے تھے۔ اس پر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی اعتراض نہ کیا۔ اور جب وہ حضرات آپ کی خدمت میں آتے تھے تو آپ ان کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ وہ ان سے مسائل پوچھتے تھے اور آپ ان کو جوابات مرحمت فرماتے تھے۔

(النصرۃ النبوۃ، اہل الفتوحات والاذواق، رسالہ التصوف بعدر سالہ نور الیقین، ص ۵، مطبوعہ اشیق استنبول ترکی)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو وجد آنا:

رُوِيَ أَنَّهُ سَمِعَ قَارِئًا يَقْرَأُ: هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ - وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ (المرسلات ۳۵،۳۶) فَتَغَيَّرَ الشَّافِعِيُّ، وَارْتَعَدَ، وَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ۔

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ایک قاری کو پڑھتے ہوئے سنا:

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۙ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ

ترجمہ: وہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے (۳۵) اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں (المرسلات: ۳۵،۳۶)

امام شافعی کا رنگ متغیر ہو گیا، اور جسم کانپنے لگا اور غش کھا کر گر گئے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، خطبۃ الکتاب، ج۱، ص ۶۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا وجد کے متعلق نظریہ:

وَذَكَرَ الحافِظُ بْنُ الأَخْضَرِ فِيمَنْ رَوَى عَنْ أَحْمَدَ فِي تَرْجَمَةِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْقَلَانِسِي قَالَ: قِيلَ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ: إِنَّ الصُّوفِيَّةَ يَجْلِسُونَ فِي المَسَاجِدِ بِلَا عِلْمٍ عَلَى سَبِيلِ التَّوَكُّلِ قَالَ: الْعِلْمُ أَجْلَسَهُمْ؟ فَقَالَ: لَيْسَ مُرَادُهُمْ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا كِسْرَةُ خُبْزٍ وَخِرْقَةٌ، فَقَالَ: لَا أَعْلَمُ عَلَى وَجْهِ الأَرْضِ أَقْوَامًا أَفْضَلَ مِنْهُمْ قِيلَ إِنَّهُمْ يَسْتَمِعُونَ وَيَتَوَاجَدُونَ قَالَ: دَعُوهُمْ يَفْرَحُونَ مَعَ اللهِ تَعَالَى سَاعَةً قِيلَ: فَمِنْهُمْ مَنْ يُغْشَى عَلَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمُوتُ فَقَالَ: {وَبَدَا لَهُم مِنَ اللهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ}. (الزمر، ۴۷)

ترجمہ: حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے ایک آدمی نے (شکوہ کے طور پر) عرض کیا: یہ صوفی لوگ بغیر علم سیکھے توکل کے طور پر مسجد میں بیٹھتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے (جواباً) فرمایا: علم ہی نے تو ان کو مسجد میں بٹھایا ہے، پھر فرمایا: ان کا دنیا سے صرف ایک روٹی کے ایک معمولی سے ٹکڑے اور کپڑے کے ٹکڑے پر گزارہ کرنا ہوتا ہے، اور فرمایا: میں روئے زمین پر ان سے افضل لوگوں کو نہیں جانتا، ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یہ لوگ سماع سنتے ہیں اور وجد وتواجد بھی کرتے ہیں، فرمایا: انکو چھوڑ دو کہ ایک گھڑی اپنے خالق و مالک سے شاداں رہیں، عرض کی گئی: ان میں سے بعض بے ہوش ہو جاتے ہیں اور بعض مر بھی جاتے ہیں، تو (جواباً قرآن مجید کی اس آیت کو) پڑھا:

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ۔

ترجمہ: اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔ (الزمر: ۴۷)

(یعنی یہ حالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو حاصل ہوتی ہیں۔ ان کے اختیار میں نہیں ہوتی ان کو تو گمان تک نہیں ہوتا کہ ہم پر یہ حالت وارد ہوگی)

پھر بتائیے ان سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو دنیا کے معمولی سے ذرہ پر بھی راضی رہے (یعنی اگر جاہل ہوتے تو اس قدر غربت سے ناشکری کرتے، ہر حال میں راضی با رضا رہ کر اطاعت کرنا ہی تو علم ہے) پھر اس نے (اعتراض طور پر) عرض کیا: یہ لوگ رقص اور وجد کرتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: (اس میں کوئی مضائقہ نہیں) وہ اللہ تعالیٰ سے خوش ہونے کی بناء پر ہی تو یہ (وجد و رقص) کرتے ہیں۔

(الآداب الشرعیۃ، ج۲، ص۴۳۵، غذاء الالباب شرح منظومۃ الآداب، ج۱، ص۳۱۳، الفروع، ج۹، ص۳۵۳، الفروع وتصحیح الفروع، ج۸، ص۳۸۷، کشاف القناع عن متن الاقناع، ج۱۷، ص۳۸۷، مطالب اولی النھی، ج۱۵، ص۳۶۳، الترتیب الاداریۃ، ج۲، ص۱۳۷، نزہۃ المجالس، ج۱، ص۵۸، مکتبۃ القدس، کوئٹہ)

اے فرزند! ولولۂ عشق وطنطنۂ محبت ونعرہاے شوق انگیز وصیحہ ہاے درد آمیز ووجد وتواجد ورقص ورقاصی ہمہ ظلال است ودر اوان ظہوراتِ تجلیات ظلیہ۔

ترجمہ: اے فرزند! عشق کا ولولہ، محبت کا زور و دبدبہ اور شوق انگیز نعرے، اور درد آمیز چیخ و پکار اور وجد و تواجد، اور رقص و رقاصی سب مقامات ظلال میں اور ظہورات وتجلیات ظلیہ کے وقت میں یہ سب ہوتے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ پنجم، مکتوب: ۳۰۲، ص، ۱۴۴، یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار، پشاور)

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی، قدس سرہ، متوفی، ۵۷۸، لکھتے ہیں:

أي سادة أنتم تذكرون الله في هذا الرواق وتتواجدون وتهتزون فيقول الفقهاء المحجوبون رقص الفقراء و يقول العارفون رقص، الفقراء فمن كان منكم وجدة كاذبا وقصده فاسدا وذكره من اللسان مع طمح الطرف إلى الأغيار فهو رقاص كما قال الفقهاء وصدق عليه ما قالوا ومن كان منكم وجده صادقا وقصده صالحا عملا بقوله تعالى الذين يستمعون القول فيتبعون أحسنه۔ وكان من الذين إذا سمعوا القول قصدوا المراد من القول۔

ترجمہ: بزرگو! تم اس خانقاہ میں ذکر اللہ کرتے، اور وجد کرتے، اور نشاط میں حرکت کرتے ہو تو جو علماء (دولت سے) محجوب ہیں یوں کہتے ہیں کہ درویش ناچ رہے ہیں، اور عارفین کہتے ہیں کہ درویش (اللہ) کو یاد کر رہے ہیں، پس جس کا وجد جھوٹا اور نیت فاسد ہے اور اس کا ذکر محض زبان سے ہو، اور (دل کی) نگاہ اغیار کی طرف اٹھی ہوئی ہو، وہ تو واقعی ناچنے ہی والا ہے جیسا کہ علماء (ظاہر) کہتے ہیں، ایسے لوگوں کی نسبت علماء کی بات سچی ہے اور جس کا وجد سچا ہو، اور نیت اچھی ہو، حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہو،

اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه

ترجمہ: جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ (سورۃ الزمر، ۱۸)

یعنی ان لوگوں میں سے ہو جو بات کو سن کر لفظوں پر نہیں رہتے، بلکہ مطلب اور مراد کا قصد کرتے ہیں۔

(البرهان المؤيد، القلب وما حوى، ص، ۴۵، مكتبة المعارف، بيروت)

شیخ ابو نصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی علیہ الرحمہ، متوفی، ۳۷۸ھ، لکھتے ہیں:

قال الشيخ رحمه الله: قال أبو سعيد بن الاعرابى رحمة الله عليه فى كتابه فى الوجد أن سائل سال فقال: أيما أفضل و أتم، الحركة فى، الوجد ام السكون فى ؟ وقد قال قوم :ان السكون و التمكن افضل واعلىٰ من الحركة والانزعاج، قال أبو سعيد: فالجواب فى، ذلک والله أعلم: أن الوادات من الاذكار، منها ما يوجب السكون، فالسكون فيها افضل من الحركة، و منها ما يوجب الحركة؛ فالحركة فيها أتم: أذ حكمها القهر لاهلها فاذا لم يقم بهذا القهر كان الوارد ضعيفا فى وروده ولو ورد بحقيقته لأوجب ضرورة الحركة والواردات من العلوم والأذكار الكئن عنها الوجد والستهتار على القلوب فيشاهدها ورايت جماعته يفضلون اهل السكون لكبر عقولهم و قوتها واشرافها على ماورد عليها و تمكنها فيه، و هذا العمرى كذالک، و لكن ربما ورد ما لا يلاوم العقول المخلوقه فيكون نوره اقوى و برهانه اقوى فيقوم شاهده منه و يعجز العقل عن ادراكه فيكون الوارد اقوى من العقل،

حکم هذه الحرکته اتم۔

ترجمہ: ابوسعید بن الاعرابی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الوجد میں لکھتے ہیں: ''ایک سوال کرنے والے نے پوچھا کہ وجد میں کامل ترین شخص کون ہے حرکت کرنے والا یا ساکن رہنے والا؟ صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی رائے میں سکون وتمکین سے رہنا کہیں افضل ہے حرکت کرنے سے یا جوش وجذبے میں آنے سے۔ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیتے ہوئے لکھا ہے: ''بلاشبہ واردات اذکار سے ہوتی ہیں اور ان میں سے بعض واردات ایسی ہوتی ہیں جو موجب سکون ہوتی ہیں لہٰذا ایسے میں ساکن رہنا ہی افضل ہے حرکت سے۔ اور بعض واردات ایسی ہوتی ہیں جو موجب حرکت ہوتی ہیں اس لئے متحرک رہنا افضل ہو جاتا ہے ساکن رہنے سے کیونکہ اس طرح کی واردات کے مزاج میں قہر یعنی غلبہ ہوتا ہے۔ اب اگر وہ اس غلبہ پر قائم نہ رہا تو واردات ضعیف ہوں گے اور اگر واردات ضعیف نہ ہوں تو حرکت ضروری ہے''۔ واردات، علوم واذکار سے پیدا ہوتی ہیں اور ان سے وَجد پیدا ہوتا ہے اور واجدان کا مشاہدہ بھی کرتا ہے۔

میں نے ایک جماعت صوفیہ کو دیکھا جو وجد میں اہل سکون کو اس لئے ترجیح دیتی ہے کہ ان کی عقلیں بڑی اور قوی ہوتی ہیں ان پر جو کچھ واردات ہوں ان کو سمجھتی اور ان پر استقامت رکھتی ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بھی درست ہے مگر بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ کچھ واردات اس قدر قوی نوری اور مضبوط برہان والی ہوتی ہیں کہ عقلیں ان کو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہیں ایسے میں جس وجد میں انسان متحرک ہو جائے تو بلاشبہ ایسی حرکت، ساکن رہنے سے افضل ہے۔

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد، باب فی الواجد الساکن والواجد المتحرک ایھما اتم؟ ص، ۲۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۳۷۸ھ، لکھتے ہیں:

قال أبو سعيد من الأعرابى: الوجد ما يكون عند ذكر مزعج، او خوف مقلق او توبيخ على زلة او محادثة بلطيفه، او اشارة الى فائدة، أو شوق الى غائب، او اسف على فائت، او ندم على ماض، او استجلابا و داع الى واجب او مناجاة يقابلة الظاهر بالظاهر و الباطن بالباطن، و الغيب بالغيب و السر باسر، استخراج ما لک بها عليک مما سبق لک، لتسعى فيه فيكتب لک بعد كونه منک، فيثبت لک قدم بلا قدم و ذكرى بلا ذكر، اذا كان هو المبتدى بالنعم و المتولى لها، و ملهم الشكر عليها، و المضيف اليک كسبها، فيثبت لک لک بها درجة عاجلة، و اليه يرجع الامر كله، فهذا جملة ظاهر علم الوجود۔

و قال ابو سعيد رحمه الله: الوجد مباشرة روح و مطالعة مزيد، لا يصبر عن قليله و لا يقدر على كثيره، التخيل منه متدارک، و الاستحثاث منه اليه متواتر، فلذالک يقع اللهف و ربما كان دونه التلف، فأما البكاء و الشهيق فلقربه ما يزداد اذ كان لم يعرف قبل، وروده و لا انس به مع سرعة تقصيه مع وقوعه حتى كانهما جميعا معا، فلم يتم الاستبشار بوروده حتى لحق الاسف على تقضيه، و الرعدة و الغشية و زوال الأعضاء و الغلبة على العقل فلعظم قدر اوارد و قوة سطونه، و كذلک كل وارد مستغرب او مفزع مهول، ففى سرعة وروده مع سرعة تقضيه حكمة بالغة و نعمة ظاهرة، و لو لا انه امسک اولياءه و القى على كل قلب من، ذلک ما أطاقه لطاشت عقولهم و ذهلت نفوسهم، و لكن لا حال معلومة و مناهل موردة، و ذلک لا يدوم لحظة او طرفة عين:

رفقا منه بأولیائه حتی ینسیهم فیما أرد کما یرید۔

ترجمہ: ابوسعید بن الاعرابی علیہ الرحمہ نے کہا: وجد مندرجہ ذیل احوال کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ بے قرار کردینے والا بیان، پریشان کن خوف، لغزش پر مواخذہ، کسی فائدے کی طرف خوب صورت کلام کے ذریعے اشارہ، غائب کا شوق، کھودینے پر ندامت، ماضی کا غم، حصول اور اپنے باطن کے ساتھ سرگوشی کرنا۔ باطن سے سرگوشی کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ظاہر کا ظاہر، باطن کا باطن، غیب کا غیب اور سر کا سر کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ اور یہ کہ اپنے حقوق وفرائض کو جان لیا جائے تاکہ تو اس میں کوشش کرے اور اس کے بعد تیرے لئے قدم کے بغیر ثابت قدمی اور ذکر کے بغیر ذکر لکھ دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نعمتوں کا مالک اور عطاء کرنے والا ہے وہی نعمتوں پر توفیق شکر عطا کرنے والا اور تجھے ان کے حصول پر مائل کرنے والا ہے لہذا وہی ان میں سے تمہیں درجہ دینے والا ہے۔ اور بے شک تمام امور کا مرجع اسکی کی ذاتِ والا صفات ہے۔

ابوسعید بن الاعرابی علیہ الرحمہ کہتے ہیں وجد، خوشیوں سے ہمکنار ہونے اور مزید سے آگاہ ہونے کو کہتے ہیں وجد کی یہ لذتیں تھوڑی ہوں تو صبر نہیں آتا اور زیادہ ہوں تو سنبھالی نہیں جاتیں۔ گمان وخیال اس سے قریب ہیں اور برانگیختہ ہونا مسلسل یہی وجہ ہے کہ پشیمانی سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ سب گنوادینے کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔ آہ وبکاء وجد کے آنے سے پہلے کوئی فائدہ نہیں پہنچا تا کیونکہ وجد طاری ہونے سے پہلے تو موجود ہی نہیں ہوتا۔ اور وجد سے انس نہیں پیدا ہوسکتا کیونکہ وہ واقع ہوتے ہی رخصت ہوجاتا ہے۔

وجد میں غشی، لرزہ، اعضاء کا زوال اور عقل پر غلبہ اسی صورت میں ہوتا ہے کہ واردات قوی ترین اور مؤثر ترین ہوتی ہے۔ کیفیت وجد کے تیزی سے آنے اور عجلت تمام رخصت ہونے میں ایک نکتہ دقیقہ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت پوشیدہ ہے وہ اس طرح کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو نہ بچاتا اور ہر قلب پر مالا یطاق کیفیت وجد کو دیر تک طاری رہنے دیتا تو عقلیں بکھر جاتیں اور جانیں تلف ہوجاتیں۔

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد، باب جامع مختصر من کتاب الوجد الذی ألفہ أبو سعید بن الأعرابی رحمہ اللہ ص، ۲۶۹، ۲۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی علیہ الرحمہ، متوفی ۳۷۸ھ، لکھتے ہیں:

ومنهم من ثبت فی وجده وشاهد من ذلک بتمکینه، فوصف بعض ماشاهده، فیکون ذلک حجة علی غیرهم، ولولا ذلک ماخبروا به توقیا علیه وصیانة له واشفاقا أن یضعوه غیر مضعه فیسلبوه، وربما وقع بهم الوجدمن المسموع قبل تدبره، ومن المنظور الیه قبل الفکرفیه، ولا یامنون أن یکون ذلک من الطبع واستحسان النفس مع مایجدون فیه من الرقة ویشهدون بعده من الزیادة فیلتبس علیهم تمیز الحق من الباطل، ولا یجب لمن یدعی معرفة خالفه ان یسکن الی سواه أویشغل خاطره بناقص أویقع وبمه علی زائل، وهذا وان کان مشکلا علیه لتشابهه فانه عند اهل النظر والتحصیل ممیز بالتفصیل اذ لیس ما تلقه القلوب بمشاهدتها کما توهمته بظنونها ولا من کان متروکا مهملا کمن کان محفوظا، ولا ما استجلب کونه کما فاض عن معدنه، ولا مانج عن الفکر کما رشح عن الذکر، وربما یختط ذالک علی اهل التمییز لعلة، وینکشف لهم بعدزوال العلة لان المتمیز بالفکر لیس کالمستهتر باالذکر ولا المتخیر المختار کمن غلب علیه الوجد والاستهتار ولیس هذا صفة کل واجد لا

ختلاف احوالهم، فمنهم من وجده عن العلم، ومنهم من وجده با لعلم ومنهم من وجده علم۔ فاما الوجد الذی یکون لاهل الثبات من السکون عن الحرکة و المنعة عن الخلوة لان الانس افناهم عن الوحشة و القرب عن رؤیة المسافة، فربما بدالهم باد فیتغالون فی وجودهم، وربما ردهم الی صفاتهم بقیا علیهم لما افتطر واعلیه من الحاجة الی الغذاء و النساء فیحشمهم ذالک من رؤیتهم ذالک انزعاجا یظنونه لعلة و قد خافوا زمانا فیلحقهم عند ذلک الوله لطلب ما فقدوه فیحملهم علی الاقتحام علی کل ما توهموا أنه یوصلهم، غلبت علیهم التمییز، فبادروا مسرعین، کلما رأوا سرابا ظنوه ماء، کلما رأوا ماء ظنوه سرابا، لغلبة الطمع، فهم علی وجوههم ذاهبون فی کل واد یهیمون و لکل بارق یتبعون، سبق سیلهم مطرهم ذکرهم فکرهم، الی کل سبب یسلمون، و علیه لا یعولون، و الطمع یطمع ابصارهم، و الیاس یزجرهم، فلا یأسهم یدوم فینصرف و لا طمعهم یصح فیأتلفوا، أشبه شیئ با المجانین، قد سمحت انفسهم بتلف مهجتهم عند ما یطلبون، لو توهمواه فی تیه سلکوه، او وراء سبحوا او ورواء نار تأجج اقتحموها کا الفراش اذا رأی ضوأ النار لا یقصر عن تقحمها ۔ أو ما رأیتهم مشردین مهیمین با المفاوز و المهالک و القفار، لا یأوون؟ الا انهم، فی ذالک محفوظون من الزلل بصدقهم فی قصدهم، فهم من الولم علی سنن۔ و اما من فاروق العلوم الظاهرة فغیر مامون علیه الزلل، و من سلک غیر المحجة کان من السلامة علی خطر۔

ترجمہ: واجدین میں سے کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو وجد میں ثابت قدم ہوتے ہیں اور جو کچھ وجد میں سے انھوں نے حاصل کیا ہوتا ہے، وہ ان کی تمکین کا نتیجہ ہوتا ہے، یہی لوگ ہیں جو وجد کی کیفیات کو بیان کرتے ہیں اور دوسرں کے لیے ان کا بیان حجت ہوتا ہے، اور اگر یہ لوگ دوسروں کو غلطی کا مرتکب ہونے سے بچا نے کے لیے انھیں صحیح احوال نہ بتاتے تو ان کی کیفیات سلب ہوجاتیں، بعض اوقات ان پر وجد کسی کلام کے سنتے وقت اس پر غور کرنے سے پہلے ہی طاری ہوجاتا ہے اور وہ اس خیال سے نہیں بچ سکتے کہ یہ وجد طبعی اثرات کے نتیجہ میں طاری ہوا ہے اور اس لحاظ سے ان پر وجد حقیقی وغیر حقیقی میں امتیاز کرنا مشکل ہوجاتا ہے کیونکہ ایسے وجد میں انھیں رقت بھی حاصل ہوتی ہے، اور اس کے بعد کیفیت میں اضافہ بھی محسوس ہوتا ہے، جو شخص اپنے خالق کی معرفت کا مدعی ہوا سے نہیں چا ہئے کہ وہ اس کے سوا کسی اور سے سکون و مسرت پائے یا کسی ناقص سے دل لگائے یا کسی زائل ہونے والے سے خیالات کے سلسلے کو جوڑے، اگر چہ اس کے لیے ایسا کرنا مشکل ہے، کیونکہ ان چیزوں میں بظاہر مشابہت بھی پائی جاتی ہے اس لیے اہل نظر صوفیہ نے اس التباس کو باعتبار فضیلت اس طرح واضح کیا ہے کہ قلوب اپنے ظن وگمان سے متصور کرتے ہیں نہ متروک و مہمل، محفوظ کے برابر ہوسکتا ہے نہ مصنوعی چیز، سرچشمے سے آتی ہوئی چیز کے برابر ہوسکتی ہے، اور نہ ہی فکر سے حا صل ہونے والی بات ذکر سے حاصل ہونے والی بات کے برابر ہوسکتی ہے، بعض اوقات تمیز کے باوجود بھی متفرق چیزوں میں فرق واضح نہیں ہو پاتا اس کی وجہ کوئی کمزوری ہوتی ہے۔ اور جب یہ کمزوری زائل ہوجائے تو فرق واضح ہوجاتا ہے۔ کیونکہ فکر کے ذریعے متمیز شے ذکر کے ذریعے چاہی گئی شے کے برابر نہیں ہوسکتی۔ اور نہ ہی صاحب اختیار وضبط اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے، جس پر وجد وفریفتگی غلبہ ہو مگر ہر واجد کی یہ صفت نہیں ہوتی، کیونکہ ان کے احوال یکساں نہیں۔ واجدین میں سے کسی کا وجد علم کے باعث ہوتا ہے۔ بعض کا علم کے ساتھ اور بعض کا وجد خالصتاً علم ہی ہوتا ہے۔ وہ وجد جس کا تعلق اصل ثبات سے ہے

۔وہ حرکت کے بجائے سکون اختیار کر کے حرکت کو ترک کرنے والوں میں پایا جاتا ہے۔خلوت سے دوری اس لیے کہ مانوس رہنے کی حالت نے انھیں وحشت سے دور کر دیا ہوتا ہے اور قرب نے ان کو مسافت سے علیحدہ کر رکھا ہوتا ہے۔بعض اوقات اہل وجد پر کوئی ایسی کیفیت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ لوگ اپنے وجود میں بڑھ جاتے ہیں ۔ اور بعض اوقات ان کا اپنی صفات بشری کی طرف لوٹنا ان کے لیے باقی رہتا ہے اور اپنی صفات بشری کے مطابق ہی وہ غذا اور عورت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔اور اس ضرورت سے وہ پریشان ہوجاتے ہیں کیونکہ اسے وہ اپنے وجد کے لیے نقص کے قائم مقام سمجھتے ہیں۔اور ایک عرصے تک خوف کا شکار رہتے ہیں اسی دوران کھوئی ہوئی کیفیت کو پانے کی طلب انھیں ایک ایسی پریشانی سے دوچار کر دیتی ہے۔

اور وہ ہر شے کے بارے میں یہی خیال کرتے ہیں کہ وہ انھیں گو ہر مراد پہنچا دے گی اور ان کے احساس پر تمیز اس قدر غالب آجاتی ہے کہ وہ جلد بازی میں دوڑنے لگتے ہیں اور جہاں کہیں سراب دکھائی پڑتا ہے اسے پانی سمجھ بیٹھتے ہیں اور جہاں کہیں پانی دیکھتے ہیں اسے سراب سمجھ بیٹھتے ہیں کیونکہ طمع کا غلبہ ہوتا ہے وہ ناک کی سیدھ میں چلے جا رہے ہوتے ہیں اور ہر وادی میں چکر کاٹتے ہیں اور ہر چمکنے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں ان کا سیلاب ان کی بارش سے بڑھ جاتا ہے اور ذکر فکر سے آگے نکل جاتا ہے، ہر سبب کے آگے سر خم کر دیتے ہیں اس سے مدد نہیں لیتے طمع ان کی نظروں کو اوپر اٹھائے رکھتا ہے اور ناامیدی ان کو روکتی ہے ان کی ناامیدی جاری نہیں رہتی کہ وہ لوٹ جائیں اور نہ طمع واقعتاً طمع ہوتی ہے کہ وہ تلف ہوجائیں، ان کی مثال ان دیوانوں کی سی ہوتی ہے جو محبوب کی خاطر اپنی زندگی تک کو قربان کر دیتے ہیں

اگر انھیں یہ خیال لاحق ہوجائے کہ محبوب لق ودق صحرا میں ہے تو وہ اس کی طرف چل پڑیں یا یہ وہم پڑ جائے کہ وہ سمندر کے پار ہے تو اسے عبور کر لیں یا بھڑکتی آگ کے ورے ہے تو اس میں بے خطر کود پڑیں اس پتنگے کی مانند جو جہاں کہیں آگ روشن دیکھتا ہے اس میں کود پڑتا ہے۔کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا کہ وہ جنگلوں، صحراؤں اور موت کی گھاٹیوں میں پریشان حال چکر کاٹتے پھرتے ہیں کہ انہیں ٹھکانا ملتا ہے اور نہ کوئی پناہ۔ایسے خطرات سے اگر وہ محفوظ رہ سکتے ہیں تو اپنی نیت اور ارادے کی صداقت اور شریعت کی اتباع کے ذریعے۔جس شخص نے ظاہری علوم "شریعت" سے دوری اختیار کی وہ لغزشوں سے بچ نہیں سکتا اور جس شخص نے شریعت کو چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کی تو وہ سلامتی سے دور خطرے کی طرف بڑھ رہا ہے۔

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد، باب جامع مختصر من کتاب الوجد الذی ألفہ ابو سعید بن الاعرابی رحمہ اللہ ،ص،۲۷۰،تا،۲۷۲،دار الکتب العلمیہ ،بیروت)

شیخ عبدالقادر عیسی قادری شاذلی، علیہ الرحمہ، لکھتے ہیں:

والخلاصة : يفهم مما سبق أن الحركه فى الذكر مباحة شرعاً، هذا بالاضافة الى ان الأمر بالذكر مطلق يشمل جميع الاحوال؛ فمن ذكر الله تعالى قاعداً او قائماً، جالساً او شياً، متحركاً او ساكناً ــــ فقد قام بالمطلوب ونفذ الأمر الالهى ـ فالذى يدعى تحريم الحركة فى الذكر او كراهتها هو المطالَب بالدليل، لأنه يخصص بعض الحالات المطلقة دون بعد بحكم خاص ـ وعلى كلٍ ؛ فان غاية المسلم فى دخوله حلقات الاذكار قيامه بعبادة الذكر ، وان الحركته فى ذالك ليست شرطا ، ولكنها وسيلة للنشاط فى تلك العباده وتشبة بأهل الوجدان صحت النية۔

فتشبهوا ان لم تكونو امثلهم		ان التشبه بالكرام فلاح

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ ذکر کے وقت حرکت، وجد، جھومنا وغیرہ شرعاً جائز ہے۔ مزید براں یہ کہ ذکر کے متعلق اللہ کا حکم مطلق ہے اور تمام احوال کو شامل ہے۔ جس نے اللہ کا ذکر کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، چلتے ہوئے، لیٹے ہوئے، حرکت کرتے ہوئے، جھومتے ہوئے اور بحالت سکون کیا، وہ امر الٰہی بجالایا اور ہر حال میں ذکر کرنا اللہ کے حکم کی تعمیل ہے، جو لوگ ذکر میں حرکت کرنے، وجد و جذب کے حرام و مکروہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ دلیل پیش کریں، کیوں کہ وہ مطلق حکم کو بلا دلیل مقید کرنا چاہتے ہیں۔

بہر حال مسلمان کا مطمع نظر یہی ہونا چاہئے کہ وہ ذکر کے حلقوں میں شامل ہو کر عبادتِ ذکر میں مشغول رہے کیونکہ یہ وجد وغیرہ ذکر کے لیے شرط نہیں، بلکہ یہ تو اس عبادت میں نشاط پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور اگر نیت صحیح ہو تو اہلِ وجد کے ساتھ مشابہت بھی فائدہ مند ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے۔

فتشبهوا ان لم تكونو امثلهم		ان التشبه بالكرام فلاح

ترجمہ: اگر ان کی مثل نہیں ہو تو ان لوگوں سے مشابہت اختیار کرلو کیونکہ نیکوں کی مشابہت اختیار کرنے میں کامیابی ہے۔

(حقائق عن التصوف، الحرکۃ فی الذکر، ص، ۱۰۰)

حضرت علامہ سفارینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

قالوا: وأما الحال الذي يلحق المتواجد فمِن ضعفِ حاله عن تحمل الوارد، وذلك لازدحام أنوار اللطائف في دخول باب القلب، فيلحقه دهش، فيعبث بجوارحه، ويستريح إلى الصعقة والصرخة والشهقة، وأكثر ما يكون ذلك لأهل البدايات. وأما أهل النهايات فالغالب عليهم السكون والثبوت لانشراح صدورهم، واتساع سرائرهم للوارد عليهم، فهم في سكونهم متحركون، وفي ثبوتهم متقلقلون۔

ترجمہ: مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا: کیفیت وجد طاری ہونے کا سبب یہ ہے کہ صاحب وجد میں واردات برداشت کرنے کی قوت نہیں ہوتی، کیونکہ اس کے دل پر انوار و لطائف کی کثرت ہوتی ہے تو اس پر وحشت طاری ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے اس کے اعضاء میں حرکت پیدا ہوجاتی ہے، کبھی وہ چیخنے لگتا ہے اور کبھی اس پر بے ہوشی طاری ہوجاتی ہے اور یہ حالت عموماً سلوک کے ابتدائی مراحل میں ہوتی ہے، اور رہے منتہی لوگ تو ان پر سکون و طمانیت غالب ہوتی ہے کیونکہ ان کے قلوب اور چینوں میں اتنی وسعت ہوتی ہے کہ وہ ان تمام چیزوں کو جذب کر لیتے ہیں، یہ لوگ بظاہر پرسکون نظر آتے ہیں لیکن ان کے دلوں پر جذبات و ہیجانات کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔

(غذاء الالباب، ج ۱، ص ۳۱۷، حقائق عن التصوف، ص، ۱۰۷)

شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عبد القاہر سہروردی، قدس سرہ، متوفی، ۵۶۳ھ، لکھتے ہیں:

وقال الصبيحى يجب أن يكون الواجد۔ اذا كان وجده صحيحاً محفوظاً فى حال وجده لايجرى عليه لسان الذم بحال وقيل الوجد سر صفات الباطن كما أن الطاعة سر صفات الظاهر، وصفات الظاهر الحركة والسكون وصفات الباطن الأحوال والأخلاق۔

ترجمہ: حضرت شیخ المشائخ صبیحی ؒ نے فرمایا جس شخص کو وجد آئے اس کے لیے واجب ہے کہ اگر اس کا وجد صحیح ہو تو وہ اپنے وجد کی حالت میں محفوظ ہو اور اس کی زبان پر کوئی برائی کا کلمہ جاری نہ ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ وجد صفاتِ باطن کا راز ہے۔ جیسا کہ طاعت صفات ظاہر کا راز ہے، اور صفاتِ ظاہر حرکت وسکون ہیں اور صفاتِ باطن احوال واخلاق ہیں۔

(آداب المریدین، ص، ۶۶، معہد الدرسات الاسیویۃ والافریقیۃ، الجامعۃ العبریۃ فی اورشلیم)

حضرت سیدنا امام ابوبکر بن ابواسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی ؒ، متوفی، ۳۸۰ھ لکھتے ہیں:

وَمعنی الوجد هُوَ مَا صَادف الْقلب من فزع أَو غم أَو رُؤيَة معنى من أَحْوَال الآخِرَة أَو كشف حَالَة بَين العَبْد الله عز وَجل

ترجمہ: گھبراہٹ یا غم جو دِل کو لاحق ہو یا احوال آخرت کی کسی کیفیت کا مشاہدہ کرنا یا بندے اور اللہ کے درمیان کسی حالت کا منکشف ہونا وجد کہلاتا ہے۔

(التعرف لمذہب التصوف، الباب الثالث والخمسون قولہم فی الوجد، ص، ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں حضرت خواجہ ابوابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بخاری لکھتے ہیں:

وببايد دانستن كه وجد در لغت عرب بر چهار معنى بيايد۔ عرب گويد: وجد يجد وجودا، چون چيزى گم كرده را بيابد، وجد يجد جدة، چون توانگر گردد: ووجد يجد وجداً، چون غمناک گردد از كارے بزرگ ودل وفهم او سوزان گردد وهر اندوهى كه آن با سوزش والم باشد عرب آنرا وجد گويند؛ واين طائفه از وجد اين معنى آخرين خواهند۔

اكنون در كتاب چنين ميگويد كه وجد آن است كه به دل رسد ودل از وآگاهى يابد از بيمى يا از غمى يا ديدن، چيز از احوال آن جهان كه بر سر او كشاده گردد؛ ويا حالى ميان او وميان خداوند كشاده گردد، ودر كتاب هم اين مقدار گويد، واين بر انواع است: شايد كه از بيم عذاب باشد، وشايد كه از درد فراق باشد، شايد كه سوزش محبت وشوق باشد، وآنچه به اين ماند از معانى سوزنده درد آرنده هر آن وقتى كه سر از اين معنى دريابد وسوزد اين طائفه گويند او را وجد پديد آمد يعنى حرقتى والمى در سر او پديد آمد وغالب آنست كه اين وجد يا از خوف باشد يا از فراق وچون اين وجد در سر پديد آيد وغلبه گيرد ظاهرش مضطرب گردد وبانگ وناله آيد، آن بانگ وناله او را تواجد خوانند۔ وبنكرند تا آن تواجد ظاهر او از كجا خواسته است وبظاهر چه ديده است يا چه شنيده است كه آن حرقت بر سر او را بجوش آورده است۔

ترجمہ: جان کہ لغت عرب میں وجد کے تین معنی آتے ہیں۔

(۱) عرب جب کسی گمشدہ چیز کو پالیتا ہے تو بولتا ہے وَجَدَ (پایا اس ایک آدمی نے) یَجِدُ (پاتا ہے یا پائے گا وہ ایک وہ ایک آدمی۔ وَجُوْدًا (پانا)

(۲) اور جب تونگر ہو جاتا ہے تو بولتا ہے وَجَدَ تونگر ہوا وہ ایک مرد یَجِدُ تونگر ہوتا ہے یا ہوگا وہ ایک مرد جدۃً تونگر ہونا۔

(۳) اور جب کسی کارِ عظیم سے غمناک ہوتا ہے اور اس کا دل اور فہم سوزان ہوتا ہے تو بولتا ہے وَجَدَ غمناک ہوتا ہے یا ہوگا وہ ایک مرد وَجْدًا غمناک ہونا۔

اور ہر اندوہ کہ وہ سوزش اور الم کے ساتھ ہو عرب اس کو وجد کہتا ہے

اور یہ طائفہ اس وجد سے آخری معنی کو لیتا ہے کہ کہتا ہے وَجَدَ یجدُ وجْدًا اور کتاب میں اسی قدر فرمایا اور اس کی قسمیں ہیں ہوسکتا ہے کہ عذاب کے ڈر سے ہو اور ہوسکتا ہے کے فراق کہ درد سے ہو اور ہوسکتا ہے کہ محبت اور شوق کی سوزش سے ہو یا جوان کی مثل ہو مثلاً معانی سوزندہ اور دردآرندہ وغیرہ اور جبکہ سر ان معانی سے درد پاتا ہے اور جلتا ہے تو یہ طائفہ بولتا ہے کہ اس کو وجد آ گیا یعنی حرقت (سوزش) اور الم اس کے سر میں ظاہر آ گیا۔

اور غالب یہ ہے کہ یہ وجد یا خوف سے ہوتا ہے یا فراق سے اور یہ وجد بندہ کے سر میں جب ظہور پاتا ہے تو غلبہ پکڑتا ہے اور ظاہر اس کا مضطرب ہو جاتا ہے اور شور اور نالہ شروع کرتا ہے اس کے اس شور نالہ کو تواجد بولتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کا یہ تواجد ظاہری کہاں سے اٹھا ہے اور ظاہر میں کیا دیکھا ہے یا کیا سنا ہے کہ جس کی حرقت نے اسکے سر کو جوش میں لا دیا۔

(شرح تعرف لمذہب التصوف، ج۴، ص۱۴۴۸، انتشارات اساطیر تہران)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

محو میباید نہ نحو ایں جابداں		گر تو محوی بے خطر در آب ران

ترجمہ: یاد رکھو اس جگہ محو چاہئے نہ کہ نحو۔ اگر تم محو ہو تو بلا خوف (سلوک کے) دریا میں کود پڑو۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۹۱۲)

جسم شاں در رقص و جانہا خود مپرس		وانکہ گردد جاں ازانہا خود مپرس

ترجمہ: ان کے جسم رقص کرتے ہیں اور روحوں کی تو کچھ نہ پوچھ اور جو (سراپا) جان بن جاتے ہیں۔ ان کی نسبت تو کیا ہی کہنا۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۴۸۰)

حضرت سیدنا امام ابوبکر بن ابواسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلابازی، حنفی علیہ الرحمہ، متوفی، ۳۸۰ھ لکھتے ہیں:

قَالُوا وَهُوَ سمع الْقُلُوب وبصرها قَالَ الله تَعَالَى {فَإِنَّهَا لَا تعمى الْأَبْصَار وَلَكِن تعمى الْقُلُوب الَّتِي فِي الصُّدُور} وَقَالَ {أَو أَلْقَى السّمع وَهُوَ شَهِيد}۔

صوفیاء (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں کہ یہ وجد دلوں کا سننا اور دیکھنا ہوتا ہے (ظاہری آنکھوں اور کانوں کا نہیں)۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (سورۃ حج، ۴۵)

ترجمہ: آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ وہ دل جو سینوں کے اندر ہیں وہ نابینا ہو جاتے ہیں۔"

اور پھر فرمایا اللہ نے اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ

ترجمہ: یا دل سے متوجہ ہو کر سنتا ہو۔

(التعرف لمذہب التصوف، الباب الثالث والخمسون قولہم فی الوجد، ص ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالاعبارت کی شرح میں حضرت خواجہ ابوابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بخاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

واین وجد بر مقدار مصیبت باشد، هر چند مصیبت عظیم تر وجد سخت تر۔ و وجد فراق بر مقدار محبت باشد۔ هر چند محبت قوی تر وجد صعب تر۔ واین را مثالی گفته اند چنانکه آبی که طحلب آن را روی بپو شانیده باشد، باد آنرا بجنباند و کدورت را از روی آب ببرد صفوت پدید آید۔ ونیز دیوانگان را چون خواهند که بیاشورانند زنجیر بجنبانند۔ وروا نباشد که هیچ کس را بخدا ایمان درست نباشد تا بخدا عارف نباشد و هر که عارف باشد لامحاله محب باشد، و چون محب باشد و دوست باوی نباشد از وجد چاره نباشد۔ پس هر که در خویشتن وجد نبیند او را محبت نیست؛ و چون محبت نیست معرفت نیست؛ و چون معرفت نیست ایمان نیست۔ واین از بهر آن گفتم که وجد از رقت قلب خیزد، و حق تعالی دل کافران را به قسوت صفت کرده می گوید؛ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللهِ؛ و جای دیگر گفت: فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً

ترجمہ: اور یہ وجد مصیبت کے انداز پر ہوتا ہے جتنی مصیبت بڑی اتنا ہی وجد سخت ہوتا ہے اور فراق کا وجد محبت کی مقدار پر ہوتا ہے کہ جتنی زیادہ قوی اتنا ہی وجد زیادہ سخت اور اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کائی (بُور) پانی کے اوپر چھا کر پانی کو ڈھانپ دیتا ہے ہوا اس کو ہلاتی ہے اور کدورت کو پانی سے دور کر دیتی ہے تو پانی صاف نظر آنے لگتا ہے اور نیز دیوانوں کو جب ہوش میں لانا چاہتے ہیں تو انکی زنجیر کو ہلا دیتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر ایمان کسی شخص کا درست نہیں ہوتا جب تک کہ خدا تعالیٰ کا عارف نہ ہو اور جو عارف ہوتا ہے وہ لاچار محب ہوتا ہے اور اس کا دوست ہوتا ہے (پھر اسے) وجد سے چارہ نہیں ہے۔ غرض جو اپنے آپ کو وجد میں نہیں دیکھتا اسے محبت نہیں ہے اور جب محبت نہیں ہے تو معرفت نہیں ہے اور جب معرفت نہیں ہے تو ایمان نہیں ہے اور یہ ہم نے اس واسطے کہا ہے کہ وجد قلب کی ذلت سے اٹھتا ہے خدا تعالیٰ نے کفّار کے دلوں کو قسوت سے متصف کیا ہے اور فرمایا کہ

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللهِ

ترجمہ: تو خرابی ہے ان کی جن کے دل یادِ خدا کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں (سورۃ زمر: ۲۲)

فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً

ترجمہ: وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ کرّے (سخت) (سورۃ بقرۃ)

(شرح تعرف لمذہب التصوف، ج۴، ص۱۴۵۱، انتشارات اساطیر، تھران)

حضرت سیدنا امام ابوبکر بن ابواسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی ۳۸۰ھ لکھتے ہیں:

فمن ضعف وجده تواجد والتواجد ظهور ما يجد في باطنه على ظاهره ومن قوى تمكن فسكن قَالَ اللهُ تَعَالَى {تقشعر مِنهُ جلُود الَّذين يخشون رَبهم ثمَّ تلين جلُودهم وَقُلُوبهم إِلَى ذكر الله}

لہٰذا جس کا وجد کمزور ہوگا وہ تواجد کرے گا اور تواجد یہ ہے کہ جو کیفیت انسان کے باطن میں محسوس ہو وہ اس کے ظاہر (بدن) پر ظاہر ہو جائے۔ اور جو قوی ہوگا وہ اس پر قابو پا جائے گا۔ لہٰذا اس میں حرکت پیدا نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۃ الزمر، ۲۳)

ترجمہ: جولوگ اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، پھران کی کھالیں اور دل اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہوکر نرم ہوجاتے ہیں۔

(التعرف لمذہب التصوف، الباب الثالث والخمسون قولہم فی الوجد ص، ۱۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالاعبارت کی شرح میں حضرت خواجہ ابوابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تواجد صفت ضعیفان وحال مریدان ومبتدیان باشد که اول حرقت به ایشان رسیده باشد نا آزموده وخونا کرده ببانک وناله ونعره افتند، باز چون قوی دل باشند بابلا خو کرده باشند والف گرفته، از آنچه بشنوند ویا بینند ایشان را جنبش نیاید۔ نبینی که چون رسول علیه السلام از احوال آخرت یا از جلال حق چیزے خبر دادی مستمعان را صعق وبلا پدید آمدی، واو علیه السلام ساکن از بهر ضعف ایشان، وقوت او۔

ونیز در قصه داؤد علیه السلام آمده است که روزبودے که زبور خواندی، چهار هزار دختر دوشیزه را زهره بدریدی واو ساکن از بهر ضعف ایشان ۔وقوت اوبود که او ساکن بود ودرا ایشان تواجد پدید آمد۔ ومثال این بظاهر سیلاب است که۔میرود وبانگ می دارد، چون بدریا رسید بیارآمد بس تواجد صفت روندکان است، چون به وطن رسند نیز تواجد نماند۔ ودیگر مثال، آتش که اندک اندک در کیرد، وهر چندقوی تر میشود بانک بیش کند۔ چون تمام بسوزد بیار آمد۔ ومثل تواجد چون جان کندن است ومثل تمامی وجد چون مرک ۔تادر حال نزع است فزغ وناله بینی، وچون بمرد بیار امید۔ مثل تواجد وجد این است که یاد کردیم۔ ومبرسم نیز همچنین، باشد۔ اول هزیان گوی باشد۔ چون علت متمکن شود خرس بار آرد۔ قال اللہ تعالیٰ تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم ثم، تلین جلودهم وقلوبهم الی ذکر الله خبر داد خدائی تعالیٰ که آن کسان که خدا را شناسند از خدا بترسند ودلها شان نرم شود چون ذکر خدا بشنوند۔ واین آیت از بهر درستی آورد که هر دل که در او وجد باشد چون یاد خدا شنود بترسد، واثر آن ترس بر ظاهر او پدید آید۔ آن ترس باطن وجد است وآن پدید آمدن تواجد۔

ترجمہ: تواجد ضعیفوں کی صفت ہے اور مریدوں مبتدیوں کی حالت ہے کہ ابتداء میں انہیں جو حرقت (سوزش) پہنچتی ہے (تو چونکہ ابھی وہ) نا آزمودہ اور خونا کردہ ہوتا ہے کہ اور نالہ اور نعروں میں اتر آتے ہیں مگر جب قوی دل ہوجاتے ہیں اور بلا کے خوگیر اور الیف بن جاتے ہیں تو وہاں سے جو جو کچھ دیکھتے سنتے ہیں پھر انھیں جنبش نہیں ہوتی تجھے معلوم نہیں کہ حضرت سالار امت ﷺ جب قیامت کے حالات اور حق تعالیٰ کے جلال سے کچھ بیان فرماتے ہیں تو سامعین کی چیخیں نکل جاتیں اور آپ سرکار ﷺ متمکن رہتے سامعین چونکہ ضعیف تھے وہ گر پڑتے اور حضور ﷺ قوی ہمت تھے ساکن رہتے اور نیز حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں آیا ہے کہ زبور کو جب پڑھنا شروع کرتے تو ایک موقع پر ۴۰۰۰ ہزار دوشیزہ لڑکیوں کے پتے پھٹ گئے اور آپ علیہ السلام برقرار رہتے۔ اور یہ ان کے ضعف اور ان کی قوت کا باعث ہے کہ داؤد علیہ السلام ساکن تھے اور لڑکیوں میں تواجد آ گیا (اور مرگئیں) اور ظاہر مثال اس کی سیلاب ہے کہ چلتا ہے اور شور کرتا ہے جب

دریا میں پہنچتا ہے تو ساکن ہوجاتا ہے

پس تواجد روندگاں کی صفت ہے کہ جب وطن میں پہنچ جاتے ہیں تو تواجد نہیں رہتا ہے اور نیز آگ کی مثال ہے کہ اوّل تھوڑی ہوتی ہے جب قوی ہوجاتی ہے تو شور برپا کردیتی ہے اور جب تمام جل جاتی ہے تو آرام پکڑ جاتی ہے اور تواجد کی مثل جان کنی کے حال جیسی ہے اور وجد کی تمامی مثل مرگ جیسی ہے کہ جب تک نزع کے حال میں ہے فزع اور نالہ کرتا ہے اور جب اخیر ہوجاتا ہے تو آرام پاجاتا ہے اور تواجد اور وجد کی یہ مثالیں ہیں جو ہم نے ذکر کی ہیں اور نیز برسام کا مریض کہ اوّل تو ہذیان گوئی شروع کرتا ہے مگر جب بیماری قرار پکڑ جاتی ہے تو گنگ ہوجاتا ہے۔

اور خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ

" تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۃ الزمر، ۲۳)

ترجمہ: اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں خداتعالیٰ نے خبر دی کہ جو لوگ خداتعالیٰ کو پہچان لیتے ہیں وہ خدا سے ڈرتے ہیں اور جب خداتعالیٰ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل نرم ہوجاتے ہیں اور یہ آیت کریمہ وجد پر دلیل ہے جو شخص وجد میں آتا ہے جب خداتعالیٰ کا ذکر سنتا ہے تو ڈر جاتا ہے اور اس خوف کا اثر اس کے ظاہر پر آجاتا ہے وہ باطنی اثر وجد ہے اور ظاہر اس کا اثر تواجد ہے۔

(شرح تعرف لمذہب التصوف، ج، ۴، ص، ۱۴۵۲، انتشارات اساطیر، تھران)

حضرت سیدنا امام ابوبکر بن ابواسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلابازی، حنفی علیہ الرحمہ، متوفی، ۳۸۰ھ لکھتے ہیں:

قَالَ النوري الوجد لهيب ينشأ في الأَسْرَار ويسنح عَن الشوق فتضطرب الجوَارِح طَربا أَو حزنا عِنْد ذَلِك الْوَارِد۔

ترجمہ: حضرت سیدنا امام ابوالحسین احمد بن محمد بن عبدالصمد نوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''وجد آگ کا شعلہ ہے جو شوق کی وجہ سے باطن میں اٹھتا ہے اور اس وارد کے پیش آنے پر خوشی یا غمی کی وجہ سے اعضاء بے قرار ہوجاتے ہیں۔

(التعرف لمذہب التصوف، الباب الثالث والخمسون قولہم فی الوجد، ص، ۱۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں حضرت خواجہ ابوابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بخاری علیہ الرحمہ، لکھتے ہیں:

وجد از شوق خیزد، از آن معنی که شوق از تاثیرات محبت است، هر چند محبت قوی تر شوق قویتر۔ محبت آتش سوزان است که در بعضی اخبار آمده است که خدا محبت را آتش کبری خوانده است، وصفت آتش آنست که چون آرامیده باشد بادی به وی رسد بر افروزد، و تا آرامیده است خلق از شرا و آمن اند، چون بر افروخت هر چند باد قوی تر شود فروغ او قوی تر شود و زفانه زدن پیشتر شود و بانگ او سخت تر شود و چریدن او بیشتر گردد، و هوا را گردا گرد خویش بتسباند و بعضی را بسوزاند و بعضی را سیاه گرداند و بعضی را برماند، و شررهای او هر جا که بیفتد تباهی کند۔

اکنون نوری این وجد را به آن زبانهٔ آتش مانند کند، یعنی دل محبان مانند آتشکده است لکن آن آتش آرامیده است و این محب با او خو کرده، چون وارد پدید آید از معنی فکرت که از دوست بیندیشد یا سخن دوست شنود یا چیزے مانند دوست بیند یا خبر دوست یابد،

این همه را وارد خوانند۔ واین وارد مانندہ باد است بر آتش محبت سلطان ، باد آن آتش را بجنباند و بر افروزد و زفانه زدن گیرد و در هر اندامی اثر کند ، چشم را به گریستن آرد و پای را به دویدن آرد و دست را بطپانچه زدن آرد و زبان ، را به فریاد ، وآتش که در سر افروزد قوی تر از آن آتش که دست یا پائے سوزاند۔ و چون اندامی به آتش بسوزد آرام و قرار نماند۔ چون دل به آتش شوق بسوزد قرار و آرام کے ماند؟

واین ظاهر است نزدیک هر کس که او را عقل است یا او را در محبت هیچ کونه ممار ، است افتاده است ، وباشد که این کس را دیوانه کرد اند ، وباشد که واله کرداند ، وباشد که در بیابان بر ماند ، وباشد زهره بچکاند و جان بستاند ، وباشد که بپخساند و در زحیر افگند ، تا در پخسیدن و در غم بکشد ، واین همه عجب نیست که آتش ، ظاهر نیز خود این فعلها بکند و آتش طبع نیز که صفرا است یا سوداهم این فعلها بکند۔

پس آتش محبت که در سر افتد و سلطان او قوی تر از همه آتشها است بیشتر کند ؛ و آتشی را که از بیرون پدید آید خلق را متحیر گرداند ، گریختن سازد تا از آتش برهد ؛ چون آتش در باطن پدید آید کجا توانند گریختن که هر کجا گریزی آتش باتو باشد۔ آتش ظاهر به آب بتوان کشتن ؛ آتش باطن را اگر دریای همه عالم بر او ریزی ، آتش گرد دو دریاها را بسوزد ، و دست مخلوقان به آتش ظاهر رسد تا او را بکشند ، یا حیلت سازند۔ باز دست مخلوقان به آتش باطن نرسد۔ آتش ظاهر چون زمانی بسوزد فرو ایستد ؛ وآتش باطن هر چند بسوزد قوی تر گردد۔ آتش ظاهر همیه سوزد و آتش باطن جان سوزد۔

ترجمہ: وجد شوق سے اٹھتا ہے اور شوق محبت کی تاثیرات سے ہے کہ جتنی محبت قوی تر اتنا ہی شوق زیادہ قوی ہوتا ہے او محبت ایک جلا دینے والی آگ ہے کیونکہ بعض اخبار میں آیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے محبت کو آتش کبریٰ فرمایا ہے اور آگ کی صفت یہ ہے کہ جب آرام دہ ہوتی ہے اور اسے ہوا پہنچتی ہے تو بھڑک اٹھتی ہے اور جب تک آرام دہ ہو خلقت اس کی شر سے ایمن ہوتی ہے اور جب بھڑک اٹھی تو جتنی ہوا زور کی ہوتی ہے اتنی ہی (آگ کی) بھڑک تیز ہوتی ہے اور شعلے اٹھتے ہیں اور آواز بھی سخت ہو جاتی ہے اور کھینچ تان بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور ہوا کو اپنے گرداگرد سمیٹ لیتی ہے بعض کو جلائے جاتی ہے اور بعض کو سیاہ بنائے جاتی ہے اور بعض کو چھوڑے جاتی ہے اور جس جگہ اس کے شرارے پہنچتے ہیں تباہی کر دیتے ہیں۔ ہنوز نوری صاحب اس وجد کو زمانہ آگ سے تمثیل دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ محبوب کا دل آتشکدہ ہے۔ لیکن یہ آگ آرام میں ہے اور محب اس کا خوگر ہے اور جب کوئی وارد پہنچتا ہے۔ مثلاً دوست کی سوچ یا دوست کی کوئی بات سنتا ہے یا دوست جیسی کوئی دیکھ بیٹھتا ہے یا دوست کی خبر پاتا ہے یہ سب آنندہ (وارد ہونے والے) ہیں اور یہ وارد آتش محبت پر ہوا کی مثل ہیں اور جب ہوا کا غلبہ اس آگ کو ہلاتا ہے تو بھڑک اٹھتی ہے اور شعلے گرانے لگتی ہے اور تمام اندام میں اثر کر دیتی ہے آنکھوں کو رونا دیتی ہے پاؤں کو دوڑنے اور ہاتھوں کو طمانچہ مارنے کی تلقین کرتی ہے اور زبان کو فریاد میں لاتی ہے اور جو آگ سر میں روشن ہوتی ہے وہ اس آگ سے قوی تر ہوتی ہے کہ دست و پا کو جلا دیتی ہے جب دنیا کی آگ سے اندام جل جاتے ہیں اور آرام اور قرار نہیں رہتا تو دل کو جب شوق کی آگ لگ جائے پھر آرام اور قرار کیسے ہو اور یہ ہر عقلمند کے نزدیک یا کہ جسے محبت میں قدرے رسوخ ہے مسلمہ ہے اور محال نہیں کہ اس شخص کو دیوانہ بنا دے اور محال نہیں کہ اس شخص کو دیوانہ بنا دے اور ہو سکتا ہے کہ اس کو والہ اور شیفتہ بنا دے اور جنگلوں میں بھگا دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زہرہ کو نچوڑ دے اور درگور کر دے اور ہو سکتا ہے کہ گریزاں بنا دے اور رنج و محن میں ڈال دے اور اس کشمکش میں

مار دے اور یہ کوئی عجیب نہیں ہے

کیونکہ ظاہری آگ خود یہ فعل رکھتی ہے اور آگ کی طبع صفرا یا سودا ہے اور صفرا اور سودا بھی یہی تاثیر رکھتے ہیں پس جس سر میں محبت کی آگ پڑتی ہے اس کا غلبہ بھی تمام آتشوں سے زبردست ہے اور زیادہ ہے اور جو آگ باہر کی ہے وہ خلقت کو متحیر کر دیتی ہے اور آگ سے بچاؤ کے لئے بھاگ جاتی ہے اور جب باطن کی آگ بھڑک اٹھے تو کہاں بھاگ سکے کیونکہ جہاں بھاگے گا آگ اس کے ہمراہ ہوگی اور اس ظاہری آگ کو پانی سے بجھا سکتے ہیں مگر آتش باطن کو اگر (کوئی) دنیا کے سمندروں سے بجھانا چاہے تو (وہ بھی) آگ ہو جائیں گے اور سمندروں کو جلا دے گی اور (نیز) اس ظاہری آگ وبھڑک کے لئے کسی حیلہ سے مخلوق کا دست (تصرف) پہنچ سکتا ہے مگر آتش باطن پر مخلوق کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور ظاہری آگ کچھ وقت تک جلتی (جلاتی) ہے پھر ٹھہر جاتی ہے اور باطن کی آگ جتنی جلتی ہے قوی ہو جاتی ہے اور ظاہری آگ لکڑیوں کو جلاتی ہے باطن کی آگ جان کو جلاتی ہے۔

(شرح تعرف لمذہب التصوف، ج، ۴، ص، ۱۴۵۳، انتشارات اساطیر، تھران)

حضرت سیدنا امام ابوبکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۳۸۰ھ لکھتے ہیں:

وَقَالَ بَعضهم الوجد بشارات الحق بالترقي إلى مقامات مشاهداته۔

ترجمہ: اور ان میں سے کسی کا ایک فرمان ہے: وجد حق تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی بشارات ہوتا ہے کہ وہ مشاہدہ الٰہی کو جا پہنچنے والا ہے۔

(التعرف لمذہب التصوف، الباب الثالث والخمسون قولہم فی الوجد، ص، ۱۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں حضرت خواجہ ابو ابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ومعنی این سخن، واللہ اعلم، آن است کہ ہر آن کس کہ از چیزی ترسان باشد یا چیزی را جویان باشد، چون از آن چیز اثری بیاید او را وجد افتد؛ و نشان، درستی، آن وجد آن باشد کہ اگر مقام خوف است گریزان تر گردد؛ و اگر مقام طلب است بر طلب حریص تر گردد کہ گفتہ اند؛ کل خائف ہارب و کل راغب طالب۔ پس این وجد او را بشارت گردد بر زیادت طلب، تا مراد بیابد، و بر زیادت ہرب تا از بلا برہد، بہ این معنی او را بشارت حق خواند کہ اگر حق سبحانہ او را از آنچہ می ترسید بنخواستی رہانیدن، یا بآنچہ می جست بنخواستی رسانیدن، این وجد درو پدید نیاوردی۔

وہر چیزی را در مقدمہ او بشارتی است، چنانکہ چون حق تعالیٰ خواست کہ یوسف را بہ یعقوب علیہما السلام باز رساند، باد صبا را بفرمود تا بوی یوسف بہ یعقوب رسانید ا۔ن یافتن بوی یوسف بشارت وجود یوسف گشت و نیز حق تعالیٰ باد را مبشر باران خواند و گفت؛ یرسل الریاح مبشرات۔ و چون قومی مشتاق باشند بہ باران جویان نسیم باران باشند چون بادی بیاید کہ در ان باد نسیم باران باشد شادی کنند؛ چنانکہ یعقوب مشتاق بود۔ چون بوی یوسف بیافت شادی کرد، نیز پیغامبر علیہ السلام گفت؛ نصرت بالصبا، مرا بہ باد صبا نصرت کردند؛ و آن آن بود کہ حق تعالیٰ باد صبا را مقدمہ گردانیدہ بود نصرت پیغامبر را و ظفر او را علیہ السلام، و چون بہ وقت جنگ باد صبا بدیدی دانستی کہ او را نصرت خواہد بودن، آن باد او را بشارت نصرت گشتی۔

و نیز خدا ما را خبر داد از حال جان دادن مومن، کہ او را بشارت دہد در وقت زوال روح، و گویند؛ الا تخافو و لا تحزنو و ابشرو بالجنۃ،

و این بشارت شاید که قولی باشد، وشاید که فعلی باشد که در او نشان بشارت باشد۔ ونظائر شریعت این است که یاد کردیم۔ ونیز این را دو معاملت نظیر است، ومثال آن آنست که اگر ملکی با کسی بدی خواهد کردن چون خادمان آن ملک به وی نگرند، در نگرستن ایشان تغیری بیند که بر شر دلیل کند۔ واگر ملک با وی نیکوی خواهد کردن چون خادمان آن ملک به وی نگرند از ایشان تعظیم واکرامی بیند که بشارت خبر گردد۔ پس وجد نیز بشارت حق باشد به این معنی که یاد کردیم۔

وشاید که این بشارت را معنی ای دگر باشد۔

و آن آنست که هر کس که اورا چیزی به کار نباشد یا از چیزی بیم نباشد، از ذکر آن چیز باک ندارد وچون بشنود بر او افسوس کند و بخندد۔ باز چون طالب باشد یا هارب بر مقدار غبت و رهبت و در او تغیر پدید آید۔ پس وجد پدید آمدن بشارت باشد بر انکه اگر در او رغبت و رهبت نیستی این وجد پدید نیامدی۔ و مثال این آنست که خداوند مصیبت می نالد و نظاره می خندد، و خداوند لهو و شادی طرب می کند، و نظاره فسوس می کند پس بر این معنی وجد بشارت باشد، و آن وجد مختلف باشد، باشد که پش از بانگی نباشد و باشد که، گریستن و فریاد باشد و باشد که جامعه دریدن و خویشتن زدن باشد و باشد که بیهوش گشتن باشد، و باشد که دیوانه شدن باشد و باشد که بیمار شدن باشد و مرک باشد و این بر مقدار قوت اصل باشد، همیچندانکه مشاهدت باشد، در باطن هم به آن مقدار وجد افتد و این به عرف و عادات در میان خلق ظاهر است۔ اما آنکه می گوید۔

(بالترقی الی مقامات مشاهداته) گفت این بشارت (باشد از حق) به بر شدن مقامات مشاهدات و از این بر شدن نه بلندی مکان مه خواهد بلندی قرب می خواهد، که هر که ملکی نزدیک تر او بزرگ تر۔ و این متعارف است که گویند کار که بلند تر است و هر که، را دولت مساعدتر باشد و ملک را نظر به او بیشتر باشد گویند کار فلان بلند تر است و چون کسی کامرانی و مرادهای بسیار یابد گویند فلان بلند تر شد و کار فلان بلند گشت پس این کس که در او وجد پدید آید، آن وجد نشان است بر آنکه سر او به جایی رسیده که نرسیده بود یا چیزی شنید که نشنیده بود تا در او این وجد پدید آمد اگر بر آن حال بودی که بیشتر بود وجد پدید نیامدی چنانکه پیشتر ازین پدید نیامد چون قرب مقامش به حق زیادت گشت این معنی ترقی گفت۔

ترجمہ: مطلب اس بات کا یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز سے ترساں ہوتا ہے یا کسی چیز کا جویاں ہوتا ہے جب اس جگہ سے کوئی اثر پاتا ہے تو اس کو وجد ہو جاتا ہے اور اس وجد کی درستی کا نشان یہ ہوتا ہے کہ اگر خوف کا مقام ہے تو بھاگنا زیادہ ہے اور اگر طلب کا مقام ہے تو طلب پر حریص زیادہ ہوتا ہے کہ کہاوت ہے ''کُلُّ خَائِفٍ هَارِبٌ وَ كُلُّ رَاغِبٍ طَالِبٌ'' ہر خائف بھاگنے والا ہوتا ہے اور ہر راغب طلب کنندہ ہوتا ہے پس اس کو زیادت طلب پر بشارت دی تا کہ مراد کو پالے اور زیادت خوف پر (بشارت دی) تا کہ بلا سے چھوٹ جائے اور بشارت حق اس کو بایں معنی کہا ہے کہ اگر حق تعالیٰ اس کو اس جگہ سے کہ ڈرتا تھا چھڑانا نہ چاہتا، یا اس جگہ کہ اسے طلب تھی پہنچانا نہ چاہتا تو اس میں یہ وجد ظاہر نہ لاتا اور ہر چیز کے مقدمہ میں اس چیز کی بشارت ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے یوسف ﷤ کو حضرت یعقوب ﷤ سے ملانا چاہا تو باد صبا کو حکم دیا کہ یوسف ﷤ کی بُو یعقوب ﷤ تک پہنچا دے۔ یوسف ﷤ کی بُو کا پانا (یعقوب ﷤ کے لئے) یوسف ﷤ کے وجود کی ایک بشارت تھی اور نیز حق تعالیٰ نے ہوا کو مبشّر فرمایا ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ

ترجمہ: اور وہی ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے اس کی رحمت کے آگے مژدہ سناتی۔ (اعراف، ۵۷)

جب قوم مینہ (بارش) کی مشتاق اور نسیم باراں کی جویاں ہوتی ہے تو ہوا آتی ہے جس میں نسیم باراں کی خوشبو ہوتی ہے تو قوم خوشی میں آجاتی ہے کہ یعقوب ﷺ، یوسف ﷺ کے دیدار کے مشتاق تھے جب یوسف ﷺ کی بُو پائی تو نہایت خوش ہوئے اور نیز حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''بادِ صبا سے میری مدد کی'' (لابن شیبہ) اور یہ اس طرح تھا کہ حق تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کی نصرت اور ظفر کے واسطے بادِ صباء کو مقدمہ بنایا ہوا تھا اور جنگ کے وقت جب بادِ صباء کو دیکھتے تو سمجھ جاتے کہ مجھ کو نصرت ہوگی۔ گویا آپ ﷺ کے واسطے بادِ صباء نصرت کی بشارت ہوتی اور نیز خدا تعالیٰ نے ہم کو مؤمن کے جان دینے کے حال سے خبر دی ہے کہ مؤمن کو نزع جان کے وقت بشارت دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں۔

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

ترجمہ: کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ (سورۃ حم سجدہ: ۳۰)

اور یہ بشارت قولی بھی ہوسکتی ہے اور فعلی بھی ہوسکتی ہے کیونکہ اس میں بشارت کا نشان ہوتا ہے یہ بیں شرتی نظائر جو ہم نے بیان کئے ہیں۔

اور نیز یہ دو معاملے ہیں جو اس کی مثال اور نظیر ہیں ایک یہ ہے کہ بادشاہ وہ جب کسی کے ساتھ بدی کا ارادہ کرتا ہے تو بادشاہ کے خدام اسکی طرف دیکھتے ہیں اور دیکھنے سے (معلوم کرتے ہیں) کہ بادشاہ کی طبع تفسیر واقعہ ہے تو شر پر دلیل پکڑتے ہیں اور اگر بادشاہ کسی کیساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے تو خادم بادشاہ کی طرف دیکھ کر اندازہ لگاتے ہیں کہ چونکہ اکرام اور تعظیم ہے بشارت کی خبر ہوگی پس وجد بھی حق تعالیٰ کی بشارت ہوتی ہے۔ اسی لحاظ سے جو ہم نے ذکر کی ہے اور دوسری یہ کہ ہر شخص کہ اسے ایک چیز بکار نہیں آتی ہے یا ایک چیز سے ڈرنہ ہو کہ ہر چیز کے ذکر سے خوف نہ رکھتا ہو۔ جب سن لیتا ہے تو افسوس بھی کرتا ہے اور ہنستا بھی ہے لیکن جب طالب ہوتا ہے یا ہارب، تو غیبت اور رہبت کے اندازہ پر اس میں تغیر پیدا ہوتا ہے

پس وجد بشارت کے ظاہر ہونے کا نام ہے کیونکہ اگر اس میں رہبت اور رغبت نہ ہوتی تو وجد پیدا نہ ہوتا۔ اور ایک اور بھی اس کی مثال یہ ہے کہ اہل مصیبت روتا ہے اور دیکھنے والے ہنستے ہیں اور اہل خوشی خوش ہوتا ہے اور دیکھنے والے افسوس کرتے ہیں پس اسی لحاظ سے وجد بشارت ہوتی ہے اور یہ وجد مختلف ہوتا ہے (بعض اوقات) آواز سے زیادہ نہیں ہوتا (اور بعض اوقات) رونا اور فریاد ہوتا ہے (بعض دفعہ) جامہ پھاڑنا اور اپنے آپ کو کوٹنا کا (رنگ رکھتا ہے) اور (بعض دفعہ) بیہوش ہونا ہوتا ہے کسی دفعہ دیوانہ پن کی صورت بن جاتی ہے اور کسی دفعہ بیمار ہو کر جانا ہوتا ہے اور یہ قوت اصل کے مقدار پر ہوتا ہے جس قدر باطن میں مشاہدہ ہو اسی قدر وجد پیدا ہوتا ہے اور یہ خلقت کے عرف اور عادت میں ظاہر ہے۔

لیکن یہ جو فرمایا کہ:

باالترقی الی مقامات مشاهداته

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے مشاہدات کے مقامات پر ترقی کی بشارت ہوتی ہے۔

اس بلندی سے بلندیِ مکان مرادنہیں ہے بلکہ قرب مراد ہے کہ جو بادشاہ کا نزدیک تر ہے وہی بزرگ تر ہے۔اور یہ مشہور ہے کہ کہتے ہیں فلاں کا کام بلند تر ہے اور جس کو دولت موافق ہو اور بادشاہ کی نظر اس کی طرف زیادہ ہو کہتے ہیں کہ فلاں کا کام بلند تر ہے۔اور جب کوئی مراد اور کامرانی زیادہ پاتا ہے تو کہتے ہیں کہ فلاں بلند تر ہوگیا،اس کا کام بلند تر ہوا اور اس شخص میں سن کر) وجد پیدا ہوتا ہے اور وہ نشان ہے اس کا سر وہاں پہنچا جہاں کہ پیشتر نہیں پہنچا تھا۔ یا ایک چیز کو سنا جسے پیشتر نہیں سنا تھا تو اس میں وجد پیدا ہوتا ہے اگر اسی حال پر ہوتا کہ پہلے تھا تو نہ وجد ہوتا جیسے پہلے نہیں تھا۔ (بس) جب اس کے مقام کا قرب حق تعالی سے زیادہ ہوا تو بایں معنی ترقی فرمایا۔ (شرح تعرف لمذہب التصوف، ج، ۴،ص، ۱۴۶۳،انتشارات اساطیر،تھران)

حضرت سیدنا امام ابوبکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلابازی،حنفی رحمۃ اللہ علیہ،متوفی،۳۸۰ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے کسی کے یہ اشعار پیش کیے ہیں:

من جاد بالوجد أحرَى أن يجود بِها		يفني الوُجود من الأفضال والمنن

ترجمہ: اس ہستی نے ہم پر وجد کی سخاوت کی ہے وہ اس بات کی زیادہ اہل ہے کہ ہم پر ان احسانات وعنایات کی سخاوت کرے جو اس وجد کو فنا کردیں۔

(التعرف لمذہب التصوف، الباب الثالث والخمسون قولہم فی الوجد،ص، ۱۳۳،دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں حضرت خواجہ ابو ابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بخاری، رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

گفت یک فائدہ این بیت آن است کہ این وجد از حق تعالی می بیند نہ از خود یعنی او باما جود کرد تاوجد در ما پدید اورد و چند بار یاد کردیم کہ وجد اثر شوق است و شوق صفت غایبان است اکنون چنین می گوید کہ چون با ماجود کرد محبت در ما نہاوتا از آن محبت شوق پدید آمد، و از آن شوق وجد پدید آمد ھم او سزاوار تر ست کہ باما جود کند بہ منتہا و بفضلہا، کہ این وجد در ما فانی گرداند؛یعنی چون وجد از شوق است شوق صفت غایبان است مارا بہ خود رساند تا نیز مارا بہ وجد حاجت نیابد۔ واین از بہر آن گفت کہ وجد تسلی است مشتاق را۔ کہ غم دوست بہ آن وجد بگسارد وغم دوست خوردن بہ وقت غایبی دوست باشد چون دوست حاضر گردد غم شادی گردد چنانکہ پیغامبر گفت لاراحۃ للمؤمن دون لقاء اللہ۔

ترجمہ: ایک فائدہ تو اس شعر کا یہ ہے کہ یہ وجد حق تعالیٰ کی طرف سے دیکھتا ہے نہ کہ اپنی طرف سے یعنی اس کے کرم اور فضل سے ہم میں وجد پیدا ہوا۔اور چند بار ہم کہہ چکے ہیں کہ وجد شوق کا اثر ہے اور شوق غائبوں کی صفت ہے اب یوں کہنا چاہئے کہ جب (اس نے) ہم پر عنایت کی اور ہم میں اپنی محبت کو رکھا اور اس محبت سے شوق اٹھا اور اس شوق سے وجد پیدا ہوا وہ اس کے بھی لائق تر ہے کہ اپنی منت اور اپنے فضل سے ہم پر یہ بھی بخشش کردے کہ اس وجد کو ہم میں فانی کردے یعنی وجد جب شوق سے ہے اور شوق غائبوں کی صفت ہے ہم کو اپنے تک پہنچادے کہ ہمیں وجد کی بھی حاجت نہ رہے اور یہ اس لئے کہا کہ وجد مشتاق کے لئے ایک تسکین ہے جو کہ اس وجد سے دوست کا غم کھاتا ہے اور دوست کا غم کھانا دوست کی غائبی میں ہوتا ہے اور جب دوست حاضر ہوتا ہے تو غم خوشی بن جاتا ہے۔ چنانچہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''مومن کو اللہ کی لقاء کے سوا آرام نہیں ہے''

(شرح تعرف لمذہب التصوف، ج، ۴،ص، ۱۴۶۵،انتشارات اساطیر،تھران)

حضرت سیدنا امام ابوبکر بن ابواسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی علیہ الرحمہ، متوفی ۳۸۰ھ لکھتے ہیں:

قَالَ سهل التجلي على ثَلَاثَة أَحْوَال تجلي ذَات وَهِي المكاشفة وتجلي صِفَات الذَّات وَهِي مَوضع النُّور وتجلى حكم الذَّات وَهِي الآخِرَة وَمَا فِيهَا معنى قَوْله تجلى ذَات وَهِي المكاشفة كشوف الْقلب فِي الدُّنْيَا كَقَوْل عبد الله بن عمر كُنَّا نتراءى الله فِي ذَلِك الْمَكَان يَعْنِي فِي الطّواف وَقَالَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم اعبد الله كَأَنَّك ترَاهُ وكشوف العيان فِي الآخِرَة

ترجمہ: حضرت سیدنا امام سہل بن عبداللہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''تجلی کی تین صورتیں ہیں۔

تجلیٔ ذات : (اور اسی کو تجلیٔ مشاہدہ بھی کہتے ہیں)،

دوسری تجلیٔ صفات الذات: (اور یہی مقام نور ہے)

اور تجلیٔ حکم الذات: (اور یہ آخرت اور وہ تمام امور ہیں جو وہاں ہوں گے)۔''

حضرت سیدنا امام سہل بن عبداللہ علیہ الرحمہ کا کہنا ہے تجلی ذات وهي المكاشفه اس سے مراد دنیا میں غلبہ حال کی وجہ سے پردے کا اٹھ جانا ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس مقام پر ہم اللہ کو دیکھ رہے تھے یعنی طواف میں۔ اور نبی کریم رؤف الرحیم حضرت آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا: اللہ کی تم اس طرح عبادت کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور ذاتِ الٰہی کا ایسا کھل جانا کہ آنکھوں سے دیکھ سکیں یہ آخرت میں ہوگا۔

(التعرف لمذهب التصوف، الباب الثامن والخمسون قولهم في التجلي والاستتار، ص ۱۴۰، ۱۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا امام ابوبکر بن ابواسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی علیہ الرحمہ، متوفی ۳۸۰ھ لکھتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو سُلَيْمَان وَالله مَا رَجَعَ من رَجَعَ إِلَّا من الطَّرِيق وَلَو وصلوا إِلَيْهِ مَا رجعوا عَنهُ والفاني يكون محفُوظًا فِي وظائف الحق كَمَا قَالَ الْجُنَيْد وَقيل لَهُ ان أَبَا الْحُسَيْن النوري قَائِم فِي مَسْجِد الشونيزي مُنْذُ أَيَّام لَا يَأْكُل وَلَا يشرب وَلَا ينَام وَهُوَ يَقُول الله الله وَيُصلي الصَّلَوَات لأوقاتها فَقَالَ بعض من حَضَره إِنَّه صَاح فَقَالَ الْجُنَيْد لَا وَلَكِن أَرْبَاب المواجيد محفوظون بَين يَدي الله فِي مواجيدهم فَإِن رد الفاني إِلَى الْأَوْصَاف لم يرد إِلَى أَوْصَاف نَفسه وَلَكِن يقَام مقَام الْبَقَاء بأوصاف الحق، وَلَيْسَ الفاني بالصعق وَلَا المعتوه وَلَا الزائل عَنهُ أَوْصَاف البشرية فَيصير ملكا أَو روحانيا وَلكنه مِمَّن فنى عَن شُهُود حظوظه كَمَا أخبرنَا قبل، والفاني أحد عينين إِمَّا عين، لم ينصب إِمَامًا وَلَا قدوة فَيجوز أَن يكون فناؤه غيبَة عَن أَوْصَافه فَيرى بِعَين العتاهه وَزَوَال الْعقل لزوَال تَمْيِيزه فِي مرافق نَفسه وَطلب حظوظه وَهُوَ على ذَلِك مَحْفُوظ فِي وظائف الحق عَلَيْهِ وَقد كَانَ فِي الْأمة مِنْهُم كثير مِنْهُم هِلَال الحبشي عبد كَانَ لِلْمُغيرَة بن شُعْبَة فِي حَيَاة النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم نبه عَنهُ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وأويس الْقَرنِي فِي أَيَّام عمر بن الْخطاب نبه عَلَيْهِ عمر وَعلي رَضِي الله عَنْهُمَا وَخلق كثير إِلَى أَن كَانَ عليا الْمَجْنُون وسعدون وَغَيرهمَا أَو يكون إِمَامًا يَقْتَدِي بِهِ ويربط بِهِ غَيره مِمَّن يسوسه فأقيم مقَام السياسة والتأديب فَهَذَا ينْقل إِلَى حَالَة الْبَقَاء فَيكون تصرفه بأوصاف الحق لَا بأوصاف نَفسه، والمتصرف بأوصاف الحق هُوَ مَا ذكرنَاهُ قبل۔

ترجمہ: حضرت سیدنا غوث یزدانی ابو سلیمان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جو لوگ بھی لوٹے ہیں وہ راستے ہی سے لوٹ گئے ہیں، اگر واصل ہو جاتے تو کبھی نہ لوٹتے۔ اور فانی اللہ ﷻ کے فرائض کی ادائیگی میں محفوظ ہوتا ہے جیسا کہ حضرت سیدنا قطب الارشاد جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے کہا ہے جب ان سے کسی نے کہا کہ حضرت سیدنا امام العارفین ابو الحسین نوری شونیزی علیہ الرحمہ کی مسجد میں کئی دنوں سے کھڑے ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ سوتے ہیں اور وہ اللہ ﷻ اللہ ﷻ کہہ رہے ہیں، وقت پر نماز ادا کرتے ہیں۔ اس پر حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ وہ تو ہوش میں ہیں تو حضرت سیدنا قطب الارشاد جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے کہا: ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ صاحبِ وجد کو وجد کی حالت میں محفوظ رکھتے ہیں۔ لہٰذا اگر فانی کو اوصاف بشریت کی طرف لوٹایا جائے گا تو اس کے نفسانی اوصاف کی طرف لوٹایا نہ جائے گا بلکہ اسے اوصافِ حق کے ساتھ مقام بقاء میں قائم رکھا جائے گا۔ اور وہ شخص جو بے ہوش ہو یا دیوانہ ہو یا جس سے اوصافِ بشری زائل ہو چکے ہوں فانی نہیں کہلاتا تا کہ فرشتہ یا روحانی بن جائے بلکہ فانی وہ ہے جو اپنے نفسانی حظوظ کے مشاہدہ سے فانی ہو۔

اور فانی دو طرح کا ہوتا ہے۔ یا تو وہ ایسا شخص ہوگا جسے (اللہ ﷻ کی طرف سے) امام یا پیشوا مقرر نہیں کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ اس کی فنا ایسی ہو کہ وہ اپنے ذاتی اوصاف سے بے خبر ہو جائے اور لوگ اسے دیوانہ اور زائل العقل سمجھیں اس لیے کہ وہ اپنی نفسانی آسائشوں اور اپنے حظوظ کا مطالبہ کرنے کی تمیز کھو بیٹھا ہوتا ہے بایں ہمہ وہ ان حقوق میں جو اس پر اللہ ﷻ کی طرف سے عائد ہوتے ہیں محفوظ ہوتا ہے۔ اس قسم کے لوگ اُمت میں بہت ہوئے ہیں۔ ان میں حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور حضرت آقائے دو جہاں، سرکارِ دو عالم ﷺ کی زندگی میں موجود تھے، ان کے متعلق حضرت مدنی تاجدار، سرورِ کون و مکان ﷺ نے خبر دی تھی۔ اور حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت سیدنا عاشق رسول ﷺ اویس قرنی رضی اللہ عنہ تھے، ان کی خبر حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے دی۔ اسی طرح بہت سے اور لوگ بھی ہوئے تا آنکہ علیان مجنون اور سعدون وغیرہ ہوئے۔

یا وہ فانی، امام ہوگا جس کی اقتداء کی جاتی ہو اور اس کے ساتھ دیگر لوگ مربوط ہوں گے جو ان کے حکم کے ماتحت ہوں گے۔ لہٰذا اسے لوگوں کی سیاست کرنے اور ان کو ادب سکھانے کے لیے کھڑا کیا گیا ہوگا۔ تو اس فانی کو بقاء کی حالت کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ لہٰذا یہ اوصافِ حق تعالیٰ کی مدد سے تصرف کرے گا، اپنے ذاتی اوصاف کے ساتھ نہیں۔ اور جو اوصافِ حق کی مدد سے تصرف کرتا ہے اس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

(التعرف لمذهب التصوف، الباب التاسع والخمسون قولهم في الفناء والبقاء، ص ۱۴۹، دار الكتب العلميه، بيروت)

حضرت سیدنا امام ابوبکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی، علیہ الرحمہ، متوفی ۳۸۰ھ لکھتے ہیں:

من فاته الحق فليس له شيء وإن ملك الكون ومن وجد الحق فله كل شيء وإن لم يملك ذرة

معناه هو قائم بحقه محجوب عن رؤية قيامه بحقه وهو مسلوب عن حظوظه وهو يرى نفسه قائمة بحظوظها ونصيبه من الحق وجود الحق وهو فيه مأسور وليس له متقدم ولا متأخر وأنسدونا لبعضهم.

مواجيد حق أوجد الحق كلها		وإن عجزت عنها فهوم الاكابر

ترجمہ: جس کے ہاتھ سے حق تعالیٰ نکل گیا اس کے پاس کچھ بھی نہیں خواہ وہ دنیا کا مالک کیوں نہ ہو اور جس نے حق کو پا لیا اس کے پاس سب کچھ ہے خواہ اس

کے پاس ایک پائی بھی نہ ہو۔اس کا مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے پر ثابت قدم ہے مگر وہ اپنے اس فعل کی طرف نہیں دیکھتا۔اس سے اس کے نفسانی حظوظ سلب کر لیے جاتے ہیں مگر پھر بھی وہ یہی خیال کرتا ہے کہ اس کا نفس ابھی تک حظوظ پر قائم ہے۔اللہ تعالیٰ سے اس کا حق یہی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کو پالے اور وہ اس خیال میں اس طرح مقید ہو چکا ہوتا ہے کہ اس کے لیے نہ جائے ماندن ہے نہ پائے رفتن۔

کسی کا شعر ہے

مواجيد حق أوجد الحق كلها		وإن عجزت عنها فهوم الاكابر

ترجمہ: یہ حق تعالیٰ کے وجد ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے موجود کیا ہے اگرچہ بڑے بڑے اکابر کی فہمیں بھی اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

(التعرف لمذہب التصوف، الباب الحادی والستون قولہم فی التوحید،ص ۱۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا امام ابوبکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی علیہ الرحمۃ ، متوفی ۳۸۰ ھ لکھتے ہیں:

ئل الجنيد عن العارف فقال لون الماء لون الاناء يعني انه يكون في كل حال بما هو أولى فيختلف أحواله ولذلك قيل هو ابن وقته۔

ترجمہ: کسی نے حضرت سیدنا امام الطریقہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے عارف سے متعلق سوال کیا تو فرمایا: پانی کا رنگ وہی ہوتا ہے جو اس کے برتن کا ہو۔ان کی مراد یہ ہے کہ وہ ہر حالت میں ایسا ہوتا ہے جو اس کے لیے بہتر ہو۔لہٰذا اس کے احوال بدلتے رہتے ہیں۔اسی لیے کہا گیا ہے کہ عارف اپنے وقت کا بیٹا ہوتا ہے۔

(التعرف لمذہب التصوف، الباب الثانی والستون قولہم فی صفۃ العارف،ص ۱۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَقَالَ سهل بن عبد الله أول مقام في المعرفة أَن يعطى العَبْد يَقِينا في سره تسكن بِهِ جوارحه وتوكلا في جوارحه يسلم بِهِ في دُنْيَاهُ وحياة في قلبه يفوز بهَا في عقباه۔قُلْنَا الْعَارِف هُوَ الَّذِي بذل مجهوده فِيمَا لله وَتحقق مَعْرفَته بِمَا من الله وَصَحَّ رُجُوعه من الاشياء إِلَى الله،قَالَ الله تَعَالَى {ترى أَعينهم تفيض من الدمع مِمَّا عرفُوا من الحق} يجوز أَن يكون مَا عرفُوا من الله من بره وإحسانه بِقَصْدِهِ إِلَيْهِم وإقباله عَلَيْهِم واختصاصه إيَاهُم من بَين ذويهم كَمَا قَالَ أبي بن كَعْب حِين قَالَ لَهُ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِن الله أَمرنِي أَن أَقرَأ عَلَيْك،فَقَالَ يَا رَسُول الله أَو ذكرت هُنَاكَ قَالَ نعم فَبكى أبي

ترجمہ: حضرت سیدنا دلیل العارفین خواجہ سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: معرفت میں پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ بندے کو اس کے باطن میں یقین حاصل ہو جائے جس سے اس کے اعضاء میں سکون پیدا ہو اور اس کے جوارح میں توکل ہو جس کے ذریعے وہ اپنی دنیا میں سلامت رہ سکے اور اسے دل کی زندگی عطا ہو جس کی وجہ سے آخرت میں کامیاب ہو سکے۔ہم (حضرت سیدنا امام ابوبکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب البخاری الکلاباذی علیہ الرحمۃ) کہتے ہیں کہ عارف وہ ہے جو اللہ عزوجل کے حقوق ادا کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کر دے اور جو انعامات اللہ عزوجل نے اس پر کئے ہیں ان سے اللہ کی معرفت کو حقیقی طور پر معلوم کرلے اور تمام اشیاء سے ہٹ کر صحیح معنوں میں اللہ عزوجل کی طرف چلا آئے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (سورۃ المائدہ ،۸۶)

ترجمہ: آپ دیکھیں گے کہ چونکہ انھیں اللہ ﷻ کی معرفت حاصل ہو چکی ہے، اس لیے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حق کی معرفت یہ ہو کہ انھوں نے اللہ ﷻ کے کرم اور احسان کو اس بات سے پہچانا ہو کہ اللہ ﷻ نے ان پر احسان کرنے کا ارادہ کیا اور ان پر نظر عنایت کی اور انھیں ان کے ہم جنسوں میں سے چن لیا جس طرح حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا جب نبی کریم رؤف الرّحیم ﷺ نے انھیں فرمایا کہ اللہ ﷻ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں قرآن پڑھ کر سناؤں۔ اس پر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس بارگاہ میں میرا ذکر ہوا ہے؟ آپ حضرت مدنی تاجدار، سرورِ کون و مکان ﷺ نے فرمایا ہاں۔ یہ سن کر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

(بخاری، فی تفسیر سورۃ، ۹۸، وفی مناقب الانصار، باب، ۱۶، ومسلم فی فضائل الصحابۃ، رقم: ۱۲۲، ۱۲۳، وفی صلاۃ المسافرین وقصرھا، رقم: ۲۴۵، ۲۴۶، والترمذی، فی المناقب، باب، ۳۲، ومسند احمد، ج، ۳، ص، ۱۳۰، ۱۳۷، ۱۸۵، ۲۱۸، ۲۳۳، ۲۷۳، ۲۸۳)(التعرف لمذھب التصوف، الباب الثانی والستون قولھم فی صفۃ العارف، ۱۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۹۷۳، لکھتے ہیں:

ولما دخل نيسابور كما في تاريخها وشق سوقها وعليه مظلة لا يرى من ورائها تعرض له الحافظان أو زرعة الرازي ومحمد بن أسلم الطوسي ومعهما من طلبة العلم والحديث ما لا يحصى فتضرعا إليه أن يريهم وجهه ويروي لهم حديثا عن آبائه فاستوقف البغلة وأمر غلمانه بكف المظلة وأقر عيون تلك الخلائق برؤية طلعته المباركة فكانت له ذؤابتان مدليتان على عاتقه والناس بين صارخ وباك ومتمرغ في التراب ومقبل لحافر بغلته فصاحت العلماء معاشر الناس أنصتوا فأنصتوا۔

ترجمہ: جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ نیشاپور میں تشریف لائے، چہرہ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا، حافظانِ حدیث امام ابوزرعہ رازی و امام محمد بن اسلم طوسی اور ان کے ساتھ بیشمار طالبانِ علم وحدیث حاضرِ خدمتِ انور ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کیا اپنا جمالِ مبارک ہمیں دکھائیے اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمائیے، امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا پردہ ہٹالیں خلقِ خدا کی آنکھیں جمال مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں۔ دو ۲ گیسوشانہ مبارک پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلقِ خدا کی وہ حالت ہوئی کہ کوئی چلّاتا ہے، کوئی روتا ہے، کوئی خاک پر لوٹتا ہے، کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے۔ اتنے میں علماء نے آواز دی: خاموش سب لوگ خاموش ہو رہے۔

(الصواعق المحرقۃ، المقصد الخامس، الفصل الثالث، ص، ۲۹۱، النوریہ الرضویہ، لاہور، مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان، ص، ۲۰۵)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوعلی فارمدی علیہ الرحمۃ کے حالات میں آپ پر جب خاص کیفیت طاری ہوئی اور وجد آیا تو آپ نے اپنے سارے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کچھ دیر تک وجد میں مشغول رہے۔ جب وجد کی کیفیت سے باہر آئے تو مرید آپ کے لباس کے ٹکڑے تبرک کے طور پر لینے لگے۔

(خزینۃ الاصفیاء، ص، ۲۹)

حضرت شیخ فرید الدین عطار، نیشاپوری، قدس سرہ، متوفی، ۶۲۷ھ، لکھتے ہیں:

نقل است کہ یکبار شوق بروی غالب شد ستونی بود برخاست و آن ستون را در کنار گرفت و چندان بفشارد کہ آن ستون پارہ شود۔

ترجمہ: حضرت شیخ المشائخ سیدنا معروف کرخی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ عالم وجد میں ستون کے ساتھ اتنی زور سے چمٹ گئے کہ وہ ستون ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب ہو گیا۔ (تذکرۃ الاولیا، ص، ۲۹۰، ایران)

وی را حالی تمام و وجدی عظیم بود۔ چون در مجلس سماع حال بر وی متغیر شدی صیحات و زعقات زدی اثر آن به مجلسیان سرایت کردی، و همه را وقت خوش گشتی۔

ترجمہ: حضرت سیدنا شیخ المشائخ مولانا شمس الدین محمد اسد علیہ الرحمہ آپ کو حال اور وجد کامل تھا۔ یہ کیفیت تھی کہ جب سماع کی مجلس میں آپ کی حالت بدلتی تو چیخیں نعرہ مارا کرتے۔ جس سے اہل مجلس پر بھی اثر ہو جاتا اور سب کا وقت خوش ہوتا۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص ۵۹۴، مرکز پخش: انتشارات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

شیخ ابو محمد قاسم بن عبد البصر کا کلام:

آپ کا کلام نہایت نفیس و عالی ہوتا تھا، منجملہ اس کے ہم کچھ اس جگہ بھی نقل کرتے ہیں۔

علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی علیہ الرحمہ، متوفی ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

وهوا هذا الوجد حجود ما لم يكن عن شاهد مشهود و شاهد الحق يفتي شراء هدا الوجود وينفى عن العين الوسن سكره يزيد على سكر الشراب وارواح الواجدين عطرة لطيفه وكلامهم يحيى اموات القلوب ويزيد فى العقول والوجد يقسط التميز ويجعل الا مساكن مكانا واحد والا عيان عينا واحد اوله رفع الحجاب ومشاهدة الرقيب وحضور الفهم وملا حطه الغيب ومحادثه السروايناس المفقود و شرط صحه الوجد القطاع اوصاف البشريه عن التعلق بمعنى الوجد حال وجوده ومن لافقد له لا وجدله، وهو مقامان ناظر و منظور اليه فالناظر مخاطب يشاهد الذى وجده فى وجده المنظور اليه مغيب وقد اختطفه الحق باول ماورداليه والوجود تهايه الوجد لان التواجد يوجب استيعاب العبد والوجد تم ورود ثم شهود ثم وجود فمتعدار الوجود يحصل الخمود و صاحب الوجود محور صحو فحال صحوه بقائه و حال حوه فنائه بالحق الى الحق وهاتان الحالتان معاقبتان ابدالوالوجود اسم لثلثه معان، الاول: موجود علم لدنى بقطع علم الشواهد صحبه مكاشفه الحق، والثانى: وجود الحق وجودا غير مقطوع والثالث وجود رسم الوجود فاذالوشف العبد بوصف الجمال سكر القلب فطرب الروح وهام السر فالصحو انما هو بالحق وكلما كان فى غير الحق لم يخل من حيرة لا حيرة شبهه بل حيرة فى مشاهدة نور العزة وكلما كان بالحق لم تعتور عليه علة ثمه الصحو من اوديته الجميع والوائع الوجود الجمع و منازل الحيات والحيات اسم لثلثه معان الاول حيات العلم ولها ثلثه انفاس نفس الخوف ونفس الرجاء ونفس المحبه والثانى حيات الجمع من الموت التفرقه ولها ثلثله انفاس نفس الاضطرار ونفس الافتقار ونفس الافتخار، والثالث: حيات الوجود من موت وہى حيات الحق ولها ثلثه انغاس نفس الهيبه وهو نفس بميت الا عتدال، ونفس الوجود وهو يمنع الانغصال، ونفس الانفراد يورث الاتصال وليس وراء ذلک ملحظ لنظاره من موت الجبل الفناء ولا طاقه للاشارة۔

ترجمہ: یعنی جو وجد کہ مشاہدے سے خالی ہو وہ وجد کذب و دروغ ہے اور شاہد شواہد وجود میں فنا اپنی ہستی وجود سے نکل جاتا ہے اور اس کا سکر سکر شراب سے بہت زیادہ ہوتا ہے اور واجدین کی ارواح نہایت پاکیزہ اور لطیف ہوتی ہے اور ان کا کلام مردہ دلوں کو زندہ اور عقل کو زیادہ کرتا ہے اور وجد تمیز کو اٹھا دیتا ہے اور مکانات متعددہ کو جو مکان واجد اور اعیان مختلفہ کو عین واجد کر دیتا ہے اور وجد کی ابتداء حجابات کا اٹھ جاتا اور تجلیات حق کا مشاہدہ کرنا اور فہم کا حاضر ہونا اور اسراز غیب کا ملاحظہ اور گم گشتگی اور تنہائی کو پسند کرنا۔ صحت وجد کی یہ شرط ہے کہ وجد کے سبب سے اوصاف بشریت منقطع ہو جائیں اور جس وجد سے کہ اوصاف بشریت سے فقدان (گم گشتہ ہونا) نہ حاصل ہو۔ درحقیقت وہ وجد نہیں اور وجد کے دو مقام ہیں۔ مقام ناظر اور مقام منظور الیہ۔ مقام ناظر: مقام مشاہدہ ہے اور مقام منظور الیہ مقام غیب ہے کہ حق تعالیٰ اسے اول وجد میں اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، کیونکہ تو اجد استیاب عبدیت اور وجد استغراق عبدیت اور وجود طلب فنا کو لازم کرتا ہے اور اس کی ترتیب اس طرح سے ہے کہ اول حضور، پھر ورود پھر شہود اور پھر وجود ہے، پھر وجود سے خمود حاصل ہوتا ہے اور صاحب وجود محو اور ہوشیاری میں رہتا ہے اس کی ہوشیاری اس کی بقاء اور اس کا محو اور اس کی فنا ہے اور اس کی یہ دونوں حالتیں ہمیشہ یکے بعد دیگرے رہتی ہیں۔ (متصوفین کے نزدیک) وجود کے تین معنی ہوتے ہیں۔ اول: وجود علم لدنی جس سے کہ علم شواہد قطع ہو جاتے ہیں اور اس سے مکاشفہ حق حاصل ہوتا ہے۔ دوم: وجود حق کہ پھر اس سے انقطاع نہ ہو سکے۔ سوم: وجود رسوم، وجود سے جب بندے کو مکاشفہ جمال ہو جاتا ہے تو اس کے دل میں سکر پیدا ہوتا ہے اور اس کی روح میں خوشنودی پیدا ہوتی ہے اور سر ظاہر ہوتا ہے اور حالت صحو نہیں حاصل ہوتی، مگر تجلیات حق سے۔ پھر جب صاحب وجود غیر حق کی طرف مشغول ہوتا ہے تو اسے حیرت طاری ہوتی ہے، مگر حیرت شبہ نہیں بلکہ حیرت مشاہدہ عزت و کمال اور جب ذات حق کی طرف مشغول ہوتا ہے تو پھر اس پر کسی امر کا توارد نہیں ہوتا، کیونکہ صحو مقامات جمعیت ولوائح وجود اور منازل حیات سے ہے اور حیات کے تین معنی ہیں۔

اول: حیات علم، اور حیات علم کے تین انفاس ہیں۔ نفس خوف، نفس رجاء، نفس محبت دوم: حیات، حیات حی کی جمع ہے جو کہ موت کے تفرقہ سے حاصل ہوتی ہے، اور اس کے بھی تین انفاس ہیں۔ نفس اضطرار، نفس افتقار، نفس افتخار۔ سوم: حیات وجود جو کہ موت کے تفرقہ سے حاصل ہوتی ہے اور یہ حیات حق ہے اور اس کے بھی تین انفاس ہیں۔ اول: نفس ہیبت، اس سے اشتغال بالغیر نہیں رہتا۔ دوم: نفس وجد جو کہ انفصال کو انع ہوتا ہے سوم: نفس انفراد اور اس سے اتصال ہوتا ہے اس سے آگے پھر نہ مقام نظارہ ہے اور نہ طاقت اشارہ۔ (غوث جیلانی۔ ص: ۳۱۶)

حضرت سیدنا شیخ ابوعبداللہ باکو علیہ الرحمہ کے حالات میں ہے:

پیش استاد امام ابو عبداللہ باکو شد۔ چون بنشستند، شیخ ابو سعید امام را گفت کہ "این خواجہ را بگو کہ دل بامن خوش کند" ابو عبداللہ گفت "دل خوش آن وقت جنم کہ ھر پنج شنبہ کہ بہ سلام من می آیی، بعد ازین نیایی" شیخ ابو سعید گفت "بسیار مشایخ و بزرگان را چشم، بر تو افتادہ است، مابدان نظر ھامی آییم نہ برای تو"۔ چون شیخ ابو سعید این بگفت، گریستن و خروش از جمع برآمد و شیخ ابو عبد اللہ نیز بسیار بگریست و آن انکار و داوری از درون وی برخاست، صافی شدند و جملہ جمع خوشدل برخاستند۔

چون شیخ ابو عبد اللہ را آن انکار نماند، بہ سلام شیخ ابو سعید می رفت، امّا ھنوز بر رقص و سماع ایشان انکار عظیم داشت و گاہ گاہ اظھار آن می کرد۔ شبی در خواب دید کہ ھاتفی وی را گفت کہ "قوموا و رقصوا للہ" بیدار شد و گفت "ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٔ

العظیم"این خواب شیطانی است۔دیگر بار بخفت، همچنین به خواب دید که هاتفی می گوید"قوموا ورقصوا للّٰہ" باز بیدار شد ولا حول کرد وذکری بگفت وسوره ای چندء قرآن بخواند، وسیم بار بخفت همان خواب دید۔دانست که آن خواب شیطانی نیست و به سبب آن انکار است که، بر شیخ ابو سعید دارد۔بامداد به خانقاه شیخ ابو سعید آمد۔چون به در خانهء شیخ رسید، شیخ ابو سعید در اندرون خانه می گفت"قوموا وارقصوا للّٰہ"شیخ ابو عبداللّٰہ دل خوش شد و انکار وی تمام رخاست۔

ترجمہ: استاد امام علیہ الرحمۃ اور احضرت ابوعبداللہ باکو علیہ الرحمۃ کے سامنے گئے۔جب بیٹھے تو شیخ ابوسعید علیہ الرحمۃ نے استاد امام علیہ الرحمۃ سے کہا کہ ان حضرت سے کہئے کہ مجھ سے دل صاف کرلیں۔حضرت ابوعبداللہ باکو علیہ الرحمۃ نے کہا کہ میں اس وقت خوش ہوں گا کہ جمعرات کو میرے پاس آؤ۔اور پھر نہ آؤ۔شیخ ابوسعید علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ بہت سے مشائخ اور بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی نظر آپ پر پڑی ہے۔ہم ان نظروں کی وجہ سے آتے ہیں۔نہ آپ کے لئے جب شیخ ابوسعید علیہ الرحمۃ نے یہ بات کہی تو تمام حاضرین سے رونا اور چیخنا شروع ہوگیا۔شیخ ابوعبداللہ علیہ الرحمۃ بھی رو پڑے اور وہ انکار رنجش دل سے جاتی رہی۔بلکہ صاف دل ہوگئے سب لوگ خوش ہوکر اٹھے۔جب شیخ ابوعبداللہ علیہ الرحمۃ کو وہ انکار نہ رہا۔تو وہ شیخ ابوسعید علیہ الرحمۃ کے سلام کو جایا کرتے۔لیکن ابھی ان کے رقص وسماع پر سخت انکار کرتے۔اور کبھی کبھی اس کا اظہار بھی کردیتے۔ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ہاتف غیبی ان کو کہہ رہا ہے: قوموا وارقصوا اللہ۔یعنی کھڑے ہو جاؤ اور اللہ عزوجل کے لئے رقص کرو۔جب بیدار ہوئے تو کہنے لگے: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ یہ خواب شیطانی ہے دوبارہ سو گئے۔تو پھر ہاتف کہتا ہے قوموا وارقصوا اللہ۔یعنی کھڑے ہو اور خدا کے لئے رقص کرو پھر بیدار ہوئے اور لاحول پڑھنے لگے۔ذکر کرنے لگے۔اور چند سورہ قرآن پڑھیں۔تیسری بار سوئے تو پھر وہی خواب دیکھا تب معلوم کیا کہ یہ خواب شیطانی نہیں ہے۔اور یہ اسی انکار کے سبب ہے۔کہ جو شیخ ابوسعید علیہ الرحمۃ پر کرتا ہوں صبح ہی شیخ ابوسعید علیہ الرحمۃ کی خانقاہ پر آئے جب خانقاہ کے دروازہ پر پہنچے تو شیخ ابوسعید علیہ الرحمۃ حجرہ میں کہتے تھے قوموا وارقصوا اللہ شیخ ابوعبداللہ علیہ الرحمۃ خوش ہوگئے اور وہ ان کا انکار بالکل جاتا رہا۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص،۳۲۷، مرکز بخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

امام حافظ ابونعیم اصفہانی علیہ الرحمۃ متوفی، ۴۳۰ھ، لکھتے ہیں، اور عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۴۱ھ، لکھتے ہیں:

سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْحُسَيْنِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عَبْدَ الْوَاحِدِ بْنَ بَكْرٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ أَبِي طَلْحَةَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ أَحْمَدَ الْجُرْجَانِيَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ ابْنَ كَمَالِ الْجُرْجَانِيِّ يَقُوْلُ: سُئِلَ يَحْيَى بْنُ مُعَاذٍ عَنِ الرَّقْصِ, فَأَنْشَأَ يَقُوْلُ: [البحر الهزج]

دَقَقْنَا الْأَرْضَ بِالرَّقْصِ		عَلٰى غَيْبِ مَعَانِيكَا
وَلَا عَيْبَ عَلَى الرَّقْصِ		لِعَبْدٍ هَائِمٍ فِيكَا
وَهٰذَا دَقُّنَا الْأَرْضَ		إِذَا طُفْنَا بِوَادِيكَا

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کے رقص کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ یہ اشعار سنائے:

ترجمہ: ہم نے رقص سے زمین کو روندا اور پامال کیا (یہ سب کچھ) تیرے معانی سے لطف اندوز ہونے کے لئے کیا۔رقص کرنے میں کوئی عیب نہیں اس بندہ کے لئے جو تیری ذات میں سرگشتہ اور گم ہوا اور محو ہوا۔اور یہ ہمارا زمین کو رقص کے ذریعے روندنا اور پامال کرنا اس لئے ہے کہ ہم تیرا ارادہ اور

قصد کرنے والے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء،۸، دار الحدیث، القاہرہ، الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الصنف التاسع فی عامۃ آفات البدن المختلفۃ، ج،۵، ص،۱۳۳، ۱۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی، علیہ الرحمۃ متوفی ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ قَدْ وَقَعَ المنعُ مِنْ بعضِ أَهلِ زَمَانِنَا وَأَفْتَى جَدِّي بِالجوازِ وَصَحَّحَ فَتْوَاهُ أَكَابِرُ الْعُلَمَاءِ مِنْ مُعَاصِرِيهِ بِبِلَادِ فَارِسَ ثُمَّ نَقَلَ فَتْوَى جَدِّهِ بِطُولِهَا وَنَقَلَ قَوْلَ العَارِفِينَ وَتحريمَ النَّوَوِيِّ الشَّبَّابَةَ، وَقَالَ وَلَمْ يُقِمِ النَّوَوِيُّ دَلِيلًا عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ نَقَلَ تَصْحِيحَ الجلالِ الدَّوَانِي فَتْوَى جَدِّهِ ثُمَّ كَلَامَ الدَّوَانِي فِي شرحِ الهياكلِ حَيْثُ قَالَ (الجلالِ الدَّوَانِي) الإِنْسَانُ يَسْتَعِدُّ بِالحركَاتِ العِبَادِيَّةِ الْوَضِيعَةِ الشَّرْعِيَّةِ لِلشَّوَارِقِ الْقُدْسِيَّةِ بَلْ المحققونَ مِنْ أَهْلِ التَّجْرِيدِ قَدْ يُشَاهِدُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ طَرَبًا قُدْسِيًّا مُزْعِجًا فَيَتَحَرَّكُونَ بِالرَّقْصِ، وَالتَّصْفِيقِ، وَالدَّوَرَانِ وَيَسْتَعِدُّونَ بِتِلْكَ الحرَكَةِ لِشُرُوقِ أَنْوَارٍ أُخَرَ إِلَى أَنْ يَنْقَضِيَ ذَلِكَ الحالُ عَنْهُمْ بِسَبَبٍ مِنَ الْأَسْبَابِ كَمَا عَلَيْهِ تَجَارِبُ السَّالِكِينَ۔ وَقَدْ أَفْتَى أَيْضًا مُصْلِحُ المذكورُ بِإِبَاحَةِ الرَّقْصِ أَيْضًا بِشَرْطِ عَدَمِ التَّثَنِّي، وَالتَّكَسُّرِ. اهـ.

ترجمہ: (جلال دوانی علیہ الرحمۃ نے) فرمایا: انسان کبھی شریعت کی مقرر کردہ عبادات ادا کرنے کی وجہ سے پاکیزہ انوار کے لیے استعداد رکھتا ہے بلکہ محققین میں سے اہل تجرید اپنے اندر طرب قدسی (پاکیزہ جھومنے) چیخنے، چلانے کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو رقص کرنا اور تالیاں بجانا اور بھاگنا، دوڑنا، اس طرح کی حرکات ان سے سرزد ہوتی ہیں، اور دوسرے انوار کے نزول کی وجہ سے اس حرکت کی استعداد رکھتے ہیں، یہاں تک کہ اسباب میں سے کسی سبب سے ان کا حال ختم ہوجاے، جیسا کہ اس پر سالکین کا تجربہ ہے۔ اور تحقیق مصلح الدین مذکور نے اباحتِ (جواز) رقص کا فتویٰ بھی دیا ہے، بشرطیکہ تثنی اور تکسر نہ ہو۔

(تنقیح الفتاوی الحامدیۃ، مسایل وفوائد شتی من الحظر والاباحۃ، ج،۲، ص،۵۵۸، ۵۵۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ الحرانی، متوفی ۷۲۸ھ، لکھتے:

وَمَا يحصلُ عِنْدَ السَّمَاعِ وَالذِّكْرِ المشْرُوعِ مِنْ وَجَلِ الْقَلْبِ وَدَمْعِ الْعَيْنِ وَاقْشِعْرَارِ الجسُومِ فَهَذَا أَفْضَلُ الْأَحْوَالِ الَّتِي نَطَقَ بِهَا الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ. وَأَمَّا الِاضْطِرَابُ الشَّدِيدُ وَالْغَشْيُ وَالموتُ وَالصَّيْحَاتُ فَهَذَا إِنْ كَانَ صَاحِبُهُ مَغْلُوبًا عَلَيْهِ لم يُلَمْ عَلَيْهِ كَمَا قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي التَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ فَإِنَّ مَنْشَأَهُ قُوَّةُ الْوَارِدِ عَلَى الْقَلْبِ مَعَ ضَعْفِ الْقَلْبِ وَالْقُوَّةُ وَالتَّمَكُّنُ أَفْضَلُ كَمَا هُوَ حَالُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحَابَةِ وَأَمَّا السُّكُونُ قَسْوَةً وَجَفَاءً فَهَذَا مَذْمُومٌ لَا خَيْرَ فِيهِ.

ترجمہ: اور وہ جو کچھ سماع اور ذکر مشروع کے وقت دل کا خوف اور آنکھوں سے آنسوؤں بہنا اور بدن کا لرزنا حاصل ہوتا ہے، پس یہ وہ افضل احوال ہیں جن پر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ناطق ہیں (یعنی ان کا ثبوت کتاب وسنت میں موجود ہے)۔ اور رہا شدید اضطراب اور بے ہوشی اور وفات پاجانا اور چیخیں مارنا، تو یہ اگر کسی شخص پر غالب آجایں تو اس پر کوئی ملامت نہیں، جیسا کہ تابعین اور ان کے بعد کے اولیاء اللہ کے احوال میں ہوتا تھا، پس بے شک اس کا منشاء وہ قوت وارد ہے جو ان کے دل کے کمزور ہونے کے باوجود ان کے دل پر وارد ہوتی ہے، اور قوت اور تمکین افضل ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تمکین کا حال حاصل تھا۔ اور رہا سکون، تو دل کی سختی اور جفاء ہے پس یہ مذموم ہے، اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ (مجموع الفتاوی، ج،۲۲، ص،۵۲۲)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲، ھ، لکھتے ہیں:

هر کرا دامانِ عشقے نابده		زان نثارِ نور بے بهره شده

ترجمہ: جس کے پاس عشق (وشوق) کا دامن نہیں (وہ) اس نثارِ نور سے بے بہرہ ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۲۹۲)

شیخ محمد خیر طمعہ حلبی، البختری، الشامی، علیہ الرحمۃ، لکھتے ہیں:

سرکار دو عالم ﷺ کو دور سے آتے دیکھ کر ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیوانوں کی طرح دیکھنے لگے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو کے موتی ڈھلک ڈھلک کر سرزمینِ مدینہ میں جذب ہونے لگے۔

(حزب الرحمٰن، ص، ۱۶۷/۱۷۲)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲، ھ، لکھتے ہیں:

خلق دیوانه شدند از شوقِ او		از فراقِ حال و قال و ذوقِ او

ترجمہ: اس کے شوق (دیدار) سے اور اس کے حال وقال وذوق کی جدائی سے مخلوق دیوانی ہوگئی۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۲۴۲)

قَالَ: كَيفَ تَرَكتُما حَبِيبِي مُحَمَّدًا صَلَّىَ اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ سَلْمَانُ: كَمَا يُحِبُّ اللهُ وَتُحِبُّ أَنتَ، فَلَمَّا أَقَامَ بِلَالُ الصَّلَاةَ أَدْخَلَاهُ المَسْجِدَ فَأَقَامَاهُ فِي آخِرِ الصَّفِّ، فَقَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّىَ اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ، فَشَهَقَ شَهقَةً، فَلَمَّا تَلَى: {حَتَّى زُرْتُمُ المَقَابِرَ} (التكاثر، ۲) شَهَقَ شَهقَةً أُخرَى وَفَارَقَ الدُّنيَا،

ترجمہ: حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: میرے حبیب محمد ﷺ کو تم نے کس حال میں چھوڑا ہے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا: آپ ﷺ ایسی حالت میں ہیں جیسی حالت میں اللہ تعالیٰ اور تم آپ ﷺ کو دیکھنا پسند کرتے ہو۔ پس جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور یہ حجرات ثعلبہ کو لیکر مسجد میں داخل ہوئے حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ آخری صف میں کھڑے ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے، أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ، کی قراءت کی تو حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے ایک چیخ ماری، پھر جب: حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (التکاثر: ۲) کی تلاوت کی تو دوسری بار ایک چیخ ماری اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

(تنبیہ الغافلین، باب الحکایات، رقم: ۹۹۵ ص، ۳۱۱، دار الحدیث، القارۃ)

شیخ محمد خیر طمعہ حلبی، البختری، الشامی، علیہ الرحمۃ، لکھتے ہیں:

حضرت ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری علیہ الرحمۃ آپ علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد ہے:

مثل الصوفی کعلة البرسام اوله هذیان وآخره سکوت فاذا تمکن خرس

ترجمہ: صوفی سرسام کی بیماری کی مانند ہے کہ پہلے ہذیان ہوتی ہے، آخر میں خاموشی، پھر جب قائم ہوجائے تو گونگا بنا دیتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ صفوت کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک وجد کی، دوسری نمود کی۔ نمود مبتدیوں کے لئے ہے، نمود سے مراد ہذیان ہے۔ وجد منتہیوں کے لئے ہے اور

حالت وجد کا بیان محال ودشوار ہوتا ہے۔ لہٰذا جب تک طالب ہے، علو ہمت سے گویا ہے اور گویائی اہل طلب کے نزدیک ہذیان ہے۔ جب وصال ہو گیا تو واصل آ گئے۔ ان کے لئے بیان واشارے کی حاجت نہیں رہتی، جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مبتدی تھے تو ان کی تمام ہمتیں رویت الٰہی کی تمنا میں رہیں اور رب ارنی انظر الیک

ترجمہ: اے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا کہ میں تیرے دیدار سے مشرف ہو جاؤں، کی مناجات کرتے رہے۔

یہ مقصود کی نارسائی میں نمود کی تعبیر ہے اور ہمارے آقا سید عالم ﷺ منتہی اور صاحب تمکین ہیں۔ جب آپ کا وجود مقام ہمت سے بلند ہوا اور ہمت فنا ہوئی تو ارشاد ہوا: **لا احصی ثناء وعلیک**

ترجمہ: میں تیری ثناء شمار نہیں کر سکتا۔ یہ منزلت رفیع اور مقام اعلیٰ ہے۔ واللہ اعلم!

(حزب الرحمٰن ص ۴۲۲/۴۲۱)

ذکر میں وجد کی مخالفت کرنے والا خود وجد میں آ گیا:

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۵۰ھ، لکھتے ہیں:

سوندک: الشیخ العارف باللہ تعالیٰ احد مشائخ الروم الشہیر بقوغہ جی دہ دہ حکی انہ کان عند المولی حمید الدین بن افضل الدین وھو یومئذ مفتی الروم، فدخل علیہ المولی الکرماستی وھو یومئذ قاضی القسطنطینیۃ، فشکا الیہ متصوفۃ الزمان وقال: انھم یرقصون ویصعقون عند الذکر، وھذا مخالف للشرع، فقال المولی حمید الدین للکرماستی: ان رئیسھم ھذا الشیخ، واشار الی الشیخ سوندک وقال: ان اصلحتہ صلح الکل، ثم قام المولی الکرماستی وصحب معہ الشیخ سوندک الی منزلہ واحضر مریدیہ وھیأ لھم طعاما فأطعمھم، فقال لھم: اجلسوا واذکروا اللہ تعالیٰ علی ادب ووقار وسکون، فقالوا: نفعل ذلک، فلما شرعوا فی الذکر صاح الشیخ فی اذن المولی الکرماستی صیحۃ عظیمۃ حتی قام وسقطت عمامتہ عن رأسہ ورداؤہ عن منکبہ، وشرع یصرخ ویصعق حتی مضی نحو ثلث نہار، فلما سکن اضطرابہ قال لہ الشیخ: لأی شیء اضطربت ایھا المولی، انت قلت انہ منکر، فقال لہ: تبت الی اللہ تعالیٰ عن ذلک الانکار ولا اعود الیہ ابدا۔ مات الشیخ سوندک بالقسطنطینیۃ فی اوائل القرن العاشر، قالہ النجم الغزی۔

ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ شیخ موصوف مفتی روم شیخ مولی حمید الدین بن افضل الدین علیہ الرحمہ کے ہاں قیام پذیر تھے۔ ایک دن قسطنطنیہ کے قاضی مولی کرماستی ان کے ہاں تشریف لائے۔ ان (مولی کرماستی) سے اس دور کے بنے بنائے صوفیوں نے شکایت کی کہ یہ لوگ (یعنی شیخ سوندک اور ان کے ساتھی) ذکر کے وقت رقص کرتے ہیں۔ اور چیختے چلاتے ہیں اور یہ بات شرع شریعت کے مخالف ہے اس پر مولی حمید الدین (مفتی روم علیہ الرحمہ) نے کرماستی (مفتی قسطنطنیہ علیہ الرحمہ) سے کہا کہ ان لوگوں کا سردار یہ شخص ہے۔ یعنی اس نے شیخ سوندک علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اگر آپ اسے ٹھیک کر دیں گے تو سارے ٹھیک ہو جائیں

گے۔ پھر مولیٰ کرماستی علیہ الرحمۃ تھے اور ان کے ساتھ شیخ سوندک علیہ الرحمۃ اپنے گھر کی طرف چل پڑے وہاں پہنچ کر شیخ علیہ الرحمۃ نے اپنے مریدین کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ان کے لیے کھانے کا اہتمام بھی کیا چنانچہ سب کو کھانا کھلایا۔ پھر ان سے کہا۔

بیٹھو اور بڑے ادب و وقار اور سکون سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ سب نے کہا ہم ایسے ہی کرتے ہیں۔ جب وہ ذکر الٰہی میں مصروف ہوئے تو شیخ علیہ الرحمۃ نے مولیٰ کرماستی کے کان میں زور سے چیخ ماری۔ حتیٰ کہ کھڑے ہو گئے ان کی پگڑی ان کے سر سے گر پڑی اور کندھوں سے چادر بھی گر پڑی اور چیخنے چلانے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ دن کا تہائی حصہ گزر گیا۔ پھر جب ان کی پریشانی اور اضطراب ختم ہوا تو شیخ علیہ الرحمۃ نے ان سے پوچھا۔

اے مولیٰ کس وجہ سے آپ تڑپ رہے تھے اور آپ کیوں پریشان ہو گئے تھے؟ آپ نے ہی تو کہا تھا کہ ایسا کرنا درست نہیں۔ اس کے جواب میں مولیٰ کرماستی علیہ الرحمۃ نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے اس انکار اور نادرست کہنے پر توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کے لیے ایسی بات اس بارے میں نہ کہوں گا۔ شیخ سوندک علیہ الرحمۃ نے قسطنطنیہ میں انتقال فرمایا۔ یہ دسویں صدی کے ابتدائی سالوں کی بات ہے۔ یہ نجم غزی نے بیان کیا۔

(جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۱۰۴، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

وصلی خُلَيْدٌ رَحمهُ اللهُ فقرَأَ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الموت فَرَدَّدَهَا مِرَارًا فنَادَاهُ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ كَمْ تُرَدِّدُ هٰذِهِ الْآيَةَ فَلَقَدْ قَتَلْتَ بِهَا أَرْبَعَةَ نفر من الجن لم يرفعوا رؤوسهم إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى مَاتُوا مِنْ تَرْدَادِكَ هٰذِهِ الْآيَةَ فَوَلِهَ خُلَيْدٌ بَعْدَ ذٰلِكَ وَلَهًا شَدِيدًا حَتَّى أَنْكَرَهُ أَهْلُهُ كَأَنَّهُ لَيْسَ الَّذِي كَانَ

ترجمہ: حضرت خلید علیہ الرحمۃ نے آیت مبارکہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کی تلاوت کی اور چند بار تکرار کیا، گھر کے ایک کونے سے آواز آئی (کم تردد) کب تک اسی آیت کی تکرار کرتے رہو گے اس سے چار جنوں کو تو مار چکے ہو جن کو آسمان کی طرف سر اٹھانے کی بھی ہمت نہ ہوئی پہلے ہی فوت ہو گئے، یہ سن کر آپ رنج و غم سے اس قدر نڈھال ہو گئے کہ اہل خانہ تک حیران رہ گئے، گویا کہ آپ بدل گئے تھے۔

(تحفۃ الاحوذی، کتاب الصلاۃ، باب اذا نام عن صلاتہ باللیل، وصلی بالنہار، ج ۲، ص ۵۳۶ ۔ ۵۳۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ در نماز شام امامت می کرد چون ایاک نعبد و ایاک نستعین گفت بیہوش شدہ او فتاد۔

ترجمہ: شیخ المشائخ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ شام کی نماز میں امامت کر رہے تھے جب ایاك نعبد و ایاك نستعین کہا تو بیہوش ہو کر گر پڑے۔

(تفسیر یعقوب چرخی، ص ۸، الرحیم اکیڈمی، کراچی، وتفسیر روح البیان، ج ۱، ص ۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مقام حضرت القدس میں پہنچ کر دریائے ہیبت میں جا گرتا ہے، اسی لیے واجد گر جاتا ہے اور اس پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔

صوفیہ کا وجد حق ہے:

آیات قطعیہ و احادیث صحیحہ و اقوال صریحہ بکثرت اس کے حق ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور وجد و حال کی منزل ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس کو ابتدائی منزل کہنے والے خشک زاہد ریاکار ہیں، خاکسار نے اس مسئلہ کو اپنی کتاب موسومہ بہ تحقیق الوجد میں نہایت وسعت و تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور اس کا ہر پہلو قرآن پاک و احادیث نبویہ سے ثابت کیا ہے، طالبان حق کے لیے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ (غوث جیلانی۔ ص: ۲۱۳)

علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

نیز شیخ تقی الدین علیہ الرحمہ موصوف بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابوالبرکات نے بیان کیا ہے کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ ہمارے عم بزرگ شیخ عدی بن مسافر علیہ الرحمہ کی خدمت میں تیس فقراء حاضر ہوئے کہ حضرت ہمیں حقیقت فقر سے آگاہ فرمائیے آپ نے ان سے حقائق فقر بیان فرمائے تو یہ لوگ سن کر اپنے کپڑے پھاڑتے اور ناچتے ہوئے جنگل کی طرف نکل گئے۔

(غوثِ جیلانی۔ص:۲۸۹)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری علیہ الرحمہ، متوفی، ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

قَالَ الأستاذ الإمَام رضى الله عَنهُ كنت بَيْنَ يدي الأستاذ أَبي عَلي رَحمهُ اللهُ يوما فجرى حَدِيث الشيخ أَبي عَبد الرَحمنِ السلمي رَحِمهُ اللهُ وأنه يقوم في السماع موافقة للفقراء فقَالَ الأستاذ أَبو عَلي مثله في حاله لعل السكون أولى بِهِ ثمّ قَالَ في ذَلِكَ المجلس أمض إلَيهِ فتجده وَهوَ قاعد في بَيت كتبه وعلى وجه الكتب مجلدة حمراء مربعة صغيرة فِيهَا أشعار الحسَين بن مَنصُور فاحمل تلك المجلدة ولا تقل لَهُ شَيئًا وجئني بِهَا وَكَانَ وقت هاجر فدخلت عَلَيهِ وإذا هوَ في بَيت كتبه والمجلدة موضوعة بحيث ذكر فلما قعدت أخذ الشيخ أَبو عَبد الرَحمنِ في الحدِيث وَقَالَ كَانَ بَعض النَّاس ينكر عَلى أحد من العُلَماء حركته في السماع فرأى ذَلِكَ الإنسَان يوما خاليا في بَيت وَهوَ يدور كالمتواجد فسئل عَن حاله فقَالَ: كانت مسألة مشكلة عَلى فتبين لي معناها فلم أتمالك من السرور حَتَى قمت أدور فقيل لَهُ مثل هَذَا يكون حالهم فلما رأيت مَا أمرني بِهِ الأستاذ أَبو عَلي وَمَا وصف لي عَلى الوجه الَّذِي قَالَ وجرى عَلى لسان الشيخ أَبي عَبد الرَحمنِ مَا كَانَ قَدْ ذكره بِهِ تحيرت وقلت: كَيف أفعل بينهما ثمّ فكرت في نفسي وقلت: لا وجه إلا الصدق فقُلْتُ: إن الأستاذ أبا عَلي وصف لي هذه المجلدة وَقَالَ لي احملها إلي من غَير أَن تستأذن الشيخ وأنا هوَ ذا أخافك وليس يمكنني مخالفته فأي شيء تأمر فأخرج مسدسا من كَلام الحسَين وفيه تصنيف لَهُ سماه كتاب الصيهور في نقض الدهور وَقَالَ: احمل هَذَا إلَيهِ وقل لَهُ: إني أطالع تلك المجلدة وأنقل منها أبياتا إلَى مصنفاتي فخرجت.

ترجمہ: استاد امام علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں استاد ابوعلی علیہ الرحمہ کے پاس تھا کہ شیخ عبدالرحمٰن سلمی علیہ الرحمہ کا ذکر چھڑ گیا کہ یہ سماع کی مجلس میں فقراء کی موافقت کرتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ استاد ابوعلی علیہ الرحمہ نے فرمایا کیا اس جیسا آدمی جس کی یہ حالت اور مرتبہ ہو (کیا وہ قیام کرتا ہے؟) شاید ان کے لئے سکون زیادہ بہتر ہوتا۔ پھر اسی وقت فرمایا اسکے پاس جاؤ تم اسے اپنے کتب خانہ میں بیٹھا پاؤ گے، کتابوں کے اوپر ایک سرخ رنگ کی چھوٹی سی کتاب ہوگی جس میں حسین بن منصور علیہ الرحمہ کے اشعار ہوں گے، یہ کتاب اُٹھا لینا اور انھیں کچھ نہیں کہنا اور کتاب میرے پاس لے آنا۔ اس وقت دوپہر کا وقت تھا۔ میں ان کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ اپنے کتب خانہ میں تھے اور کتاب وہیں پڑی تھی جہاں انھوں نے ذکر کیا تھا۔ جب میں بیٹھ گیا تو شیخ ابوعبدالرحمٰن علیہ الرحمہ باتیں کرنے لگے اور فرمایا ایک شخص ایک عالم پر اس لئے اعتراض کرتا تھا کہ وہ سماع میں حرکت کرتا تھا، اس عالم نے اس شخص کو اپنے گھر میں خلوت میں دیکھا کہ اس طرح چکر لگا رہا ہے جیسے کوئی وجد میں چکر لگا رہا ہو۔ اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو بتایا کہ ایک مشکل مسئلہ تھا جو حل نہ ہوتا تھا پھر حل ہو گیا، خوشی کے مارے میں اپنے پر قابو نہ پا

سکا، اس لئے میں نے اُٹھ کر چکر لگانا شروع کر دیا۔ اس شخص کو بتایا گیا کہ علماء اور صوفیاء کا بھی یہی حال ہوتا ہے جس پر تو اعتراض کرتا ہے۔ جب میں نے وہی کیفیت دیکھی جس کا استاد ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا تھا اور شیخ ابوعبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر یہ قصہ جاری ہوا جس کا انھوں نے ذکر کیا تو میں حیرت زدہ رہ گیا اور کہا کہ اب کیا طریقہ اختیار کروں اور (دل میں) کہا کہ اب سچ کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ لہٰذا میں نے عرض کیا استاد ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے اس کتاب کا ذکر کیا تھا اور فرمایا تھا شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بغیر میرے پاس لے آنا، مجھے آپ کا ڈر ہے اور میں استاد ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے خلاف بھی نہیں کر سکتا، اب آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے ایک اور کتاب نکالی جو حسین (بن منصور) رحمۃ اللہ علیہ کی مدس تھی اور اس جلد کے اندر انکی ایک اپنی تصنیف تھی جس کا نام "کتاب الصیہور فی نقض الدہور" تھا اور فرمایا ان کے پاس یہ کتاب لے جاؤ اور کہو کہ میں اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں، اس کے اشعار اپنی تصنیفات میں میں نقل کرتا ہوں۔ اس کے بعد میں چلا آیا۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب الفراسۃ، ص، ۱۲۹، ۱۳۰، دارالسلام، القاہرہ، تاریخ بغداد، ج، ۳، ص، ۴۲، تاریخ الاسلام، ج، ۹، ص، ۲۰۸، سیر اعلام النبلاء، ج، ۱۳، ص، ۴۸، ج، ۱۷، ص ۲۵۴، طبقات الشافعیۃ الکبری، للسبکی، ج، ۴، ص، ۱۴۵، طبقات الاولیاء، ج، ۱، ص، ۳۱۴)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۴۶۵ھ کہتے ہیں:

وَقَالَ رويم: حضرت وفاة أَبِي سَعِيد الخراز وَهُوَ يقُول فِي آخر نَفَسه: حنين قلوب العارفين إِلَى الذكر وتذكارهم وقت المناجاة للسر أديرت كؤوس للمنايا عَلَيْهِم فأغفو عَنِ الدنيا كإغفاء ذي السكر هومهم جوالة بمعسكر بِهِ أهل ود الله كالأنجم الزهر فأجسامهم فِي الأَرْض قتلى بحبه وأرواحهم فِي الحجب نَحْو العلا تسرى فَمَا عرسوا إلا بقرب حبيبهم وَمَا عرجوا عَن مس بؤس ولا ضر وقيل للجنيد إن أبا سعيد الخراز كان كثير التواجد عند الموت فقال لم يكن بعجيب أن تطير روحه اشتياقا۔

ترجمہ: رویم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت موجود تھا۔ وہ اپنے آخری دموں میں کہہ رہے تھے: عاشقوں کے دل اپنے محبوب کے ذکر کے مشتاق ہوتے ہیں۔ اور مناجات کے وقت بھی ان کی یاد اسی راز کیلئے ہے۔ جو ان کے محبوب کے درمیان ہوتا ہے۔ موت کے پیالے کا دور جب ان پر چلا تو وہ اس طرح دنیا سے غافل ہوئے جس طرح کہ ایک مست اپنے نشے میں غافل ہوتا ہے۔ ان کے افکار ایسے لشکر گاہ میں جولانی کرتے رہتے ہیں جہاں اللہ سے دوستی رکھنے والے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ ان کے جسم زمین میں اس کی محبت میں مشغول ہو چکے ہیں۔ مگر ان کی روحیں پردوں میں بلندی کی طرف جاتی ہیں یہ لوگ محبوب کے قریب پہنچ کر ہی ڈیرہ ڈالتے ہیں۔ اور کسی قسم کی تکلیف یا مصیبت سے ڈر کر یہ راستہ میں قیام نہیں کرتے۔ کسی نے جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ موت کے وقت بہت وجد میں تھے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ کوئی عجیب بات نہیں، کہ ان کی روح شوق سے اڑنے لگی ہو۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب احوالہم عند الخروج من الدنیا، ۱۶۴، ۱۶۵، دارالسلام، القاہرہ، احیاء العلوم، المقام الاول من المرابطۃ، ج، ۴، ۴۸۲، مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ج، ۲، ص، ۱۵۹) ص، ۵۴۷، ۵۴۸

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

وقيل: إِن دَاوُد عَلَيْهِ السَّلام كَانَ يستمع لقراءته الجن والإنس والطير والوحش إِذَا قرأ الزبور، وَكَانَ يحمل من مجلسه أربع مائة جنازة ممن قَدْ مَات ممن سمعوا قراءته.

ترجمہ: اور کہا گیا ہے: حضرت داؤد ﷺ جب زبور شریف پڑھا کرتے تو جن وانس، پرندے اور وحشی جانور آپ ﷺ کی قرأت سنا کرتے اور ان کی مجلس سے چار سو جنازے ان لوگوں کے اٹھتے جو آپ ﷺ کی قرأت سن کر جان جان آفریں کے سپرد کر دیتے۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص،۱۸۲، دارالسلام، القاہرہ)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

سمعت الشيخ أبا عَبد الرّحمٰنِ السلمي يَقول: سمعت محمّد بن عَبد الله بن عَبد العَزِيز يَقول: سمعت أبا عَمَر الأنماطي يَقول: سمعت الجنيد يَقول وَقَدْ سئل: مَا بال الإِنسَان يكُون هادئا فإِذَا سمع السماع اضطرب؟ فَقَالَ: إن الله تَعَالَى لما خاطب الذر في الميثاق الأوَّل بقوله: {أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى}(الأعراف،۱۷۲) استفرغت عذوبة سماع الكَلام الأرواح، فلما سمعوا السماع حركهم ذكر ذٰلِكَ.

ترجمہ: میں نے شیخ عبدالرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ حضرت محمد بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابوعمر الانماطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کسی نے سیدالطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ کیا بات ہے۔ کہ انسان پرسکون ہوتا ہے، مگر جب سماع سنتا ہے تب قرار ہو جاتا ہے؟

سیدالطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! جب اللہ تعالیٰ نے پہلے میثاق کے وقت ذُرِّیَّتِ آدم علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا "الست بربکم" (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) اور انہوں نے جواب میں "بلیٰ" (کیوں نہیں) کہا۔ تو اللہ تعالیٰ کے کلام کی مٹھاس نے تمام ارواح کو نکال لیا اور جب انہوں نے سماع سنا تو اس کے ذکر نے انہیں حرکت دی۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص،۱۸۳، دارالسلام، القاہرہ)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

وحكى جَعْفَر بن نصير عَنِ الجنيد أَنَّهُ قَالَ: تنزل الرحمة عَلَى الفقراء في ثلاثة مواطن: عِنْدَ السماع، فإنهم لا يَسْمَعُونَ إلا عَن حق ولا يقولون إلا عَن وجد، وعند أكل الطعام، فإنهم لا يأكلون إلا عَن فاقة، وعند مجاراة العلم، فإنهم لا يذكرون إلا صفة الأولياء.

جعفر بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے جنید رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کی، انہوں نے فرمایا! فقراء پر تین موقعوں پر رحمت نازل ہوتی ہے۔

(۱) سماع کے وقت اس لئے کہ وہ حق طریقہ سے سنتے ہیں اور وجد ہی میں بولتے ہیں۔

(۲) کھانا کھاتے وقت کیونکہ یہ بغیر فاقہ کے نہیں کھاتے۔

(۳) اور علمی مقابلہ کے وقت کیونکہ (وہ اللہ اور رسول ﷺ کی صفات بیان کرنے کیساتھ ساتھ) صرف اولیاء اللہ کی صفات بیان کرتے ہیں۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص،۱۸۳، دارالسلام، القاہرہ)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

سمعت محمّد بن الحسَين رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى يَقول: سمعت عَبد الوَاحِد بن بكر يَقول: سمعت عَبد الله بن عَبد المجيد الصوفي يَقول: سئل رويم عَن وجود الصوفية عِنْدَ السماع.

فَقَالَ: یشهدون المعاني الَّتي تعزب عَن غيرهم فتشير إليهم إِلَى إلي فيتنعمون بذَلِكَ من الفرح ثمّ يقطع الحجاب فيعود ذَلِكَ الفرح بكاء فمنهم من يخرق ثيابه وَمِنهُم من يصيح وَمِنهُم من يبكي كُل إِنسَان عَلى قدره۔

ترجمہ: اور میں محمد بن الحسین علیہ الرحمہ سے سنا کہ عبدالواحد بن بکر علیہ الرحمہ نے ان سے کہا کہ عبداللہ بن المجید الصوفی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ کسی نے رویم علیہ الرحمہ سے سماع کے وقت صوفیاء پر وجد طاری ہونے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا! یہ لوگ ان کیفیات کا مشاہدہ کرتے ہیں جو اوروں سے بعید اور مخفی ہوتی ہیں اور ان کو اپنی طرف آنے کی دعوت دیتی ہیں۔

لہٰذا یہ لوگ خوشی کے مارے اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ پھر حجاب اس سرور کو منقطع کر دیتا ہے۔ تو یہ خوشی رونے میں بدل جاتی ہے۔ چنانچہ بعض اپنے کپڑے پھاڑنے لگ جاتے ہیں، بعض چیختے ہیں اور بعض روتے ہیں۔ ہر شخص اپنے اپنے مرتبے کیمطابق اس کیفیت سے دوچار ہوتا ہے۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص، ۱۸۴، دارالسلام، القاہرہ)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، علیہ الرحمہ، متوفی، ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

وحكى أَحمد بن مقاتل العكي. قَالَ: لما دَخَلَ ذو النون المصري بغداد اجتمع إِلَيهِ الصوفية ومعهم قوال فاستأذنوه أَن يَقُول بيَن يديه شَيئًا فأذن فابتداء يقُول:

صغير هواك عذبني		فكيف بِهِ إِذَا احتنك
وأنت جمعت من قلبي		هوى قَدْ كَانَ مشتركا
أما ترثي لمكتئب		إِذَا ضحك الخلى بكى

قَالَ: فقام ذو النون وسقط عَلَى وجهه والدم يقطر من جبينه ولا يسقط عَلَى الأَرْض۔

ترجمہ: حضرت احمد بن مقاتل عکی علیہ الرحمہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ بغداد آئے تو صوفیاء اکٹھے ہو کر اُن کے پاس آئے اُنکے ساتھ ایک قوال بھی تھا انھوں نے حضرت ذوالنون علیہ الرحمہ سے کہا کہ وہ قوال کو کچھ گیت گانے کی اجازت دیں آپ علیہ الرحمہ نے اجازت دیدی اور اس نے یہ گیت گانا شروع کیا۔

صغير هواك عذبني		فكيف بِهِ إِذَا احتنك
وأنت جمعت من قلبي		هوى قَدْ كَانَ مشتركا
أما ترثي لمكتئب		إِذَا ضحك الخلى بكى

ترجمہ: تمہاری معمولی سی محبت نے مجھے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ اگر مجھ پر یہ غالب آجائے تو پھر کیا کیفیت ہوگی؟

تو نے میرے دل کی محبت کو جو دوسروں کے لئے بھی مشترک تھی اپنے لئے اکٹھا کر لیا۔

کیا تجھے اس غمناک پر رحم نہیں آتا جو روتا ہے جبکہ وہ لوگ جو عشق میں مبتلا نہیں ہیں ہنس رہے ہیں۔

احمد کہتے ہیں یہ سُن کر حضرت ذوالنون علیہ الرحمہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور منہ کے بل گر پڑے خون اُن کے سر سے ٹپک رہا تھا مگر زمین پر نہ گرتا تھا۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص،۱۸۵، دارالسلام، القاہرہ، کتاب اللمع فی التصوف ص،۴۸۱، روض الریاحین فی حکایات الصالحین، الحکایۃ الرابعۃ والثمانون بعد المئتین ص، ۲۴۸، ۲۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، علیہ الرحمہ، متوفی، ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

سمعت محمّد بن أحمد التميمي يقُول: سمعت عَبد الله بن عَلي الصوفي يقُول: سعت الرقي يقُول: سمعت ابن الجلاء يقُول: كَانَ بالمغرب شيخان لهما أصحاب وتلامذة يقال لأحدهما: جبلة وللثاني: رزيق فزار رزيق يوما جبلة في أَصْحَابه فقرأ رجل من أَصْحَاب رزيق شَيئًا, فصاح واحد من أَصْحَاب جبلة وَمَاتَ۔

ترجمہ: میں نے حضرت محمد بن احمد التمیمی علیہ الرحمہ سے سنا کہ عبداللہ بن الصوفی علیہ الرحمہ نے اُن سے کہا کہ الرقی نے کہ ابن الجلاء علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ مغرب میں دو شیخ تھے۔ دونوں کے مرید اور شاگرد تھے اُن میں سے ایک کا نام جبلہ اور دوسرے کا نام رزیق تھا۔ ایک بار رزیق اپنے مریدوں سمیت جبلہ کی زیارت کو آیا اور اُن کے کسی مرید نے کوئی چیز پڑھی جسے سُن کر جبلہ کے ایک مرید نے چیخ ماری اور مر گیا۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص،۱۸۵، دارالسلام، القاہرہ)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، علیہ الرحمہ، متوفی، ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

وسئل إِبْرَاهِيم المارستاني عَنِ الحركة عِنْدَ السماع؟ فقَالَ: بلغني أَن موسَى عَلَيْهِ السَّلام قص في بَنِي إسرائيل فمزق واحد مِنْهم قميصه فأوحى الله تَعَالَى إِلَيْهِ قل لَهُ: مزق لي قلبك ولا تمزق ثيابك۔۔

ترجمہ: کسی نے حضرت ابراہیم مارستانی علیہ الرحمہ سے سماع کے وقت حرکت کرنے کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا! مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں قصہ بیان کیا تو بنی اسرائیل کے ایک شخص نے اپنی قمیص پھاڑ ڈالی اس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس شخص سے کہو کے میرے لئے اپنے دل کو پھاڑو اور کپڑوں کو نہ پھاڑو۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص،۱۸۵، ۱۸۶ دارالسلام، القاہرہ)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، علیہ الرحمہ، متوفی، ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

سمعت أبا حاتم السجستاني يقُول: سمعت أبا نصر السراج يقُول: سمعت عَبد الوَاحِد بن علوان يقُول: كَانَ شاب يصحب الجنيد فكان إِذَا سمع شَيئًا من الذكر يزعق, فقَالَ: لَهُ الجنيد يوما: إن فعلت ذاك مرة أُخرَى لم تصحبني فكان إِذَا سمع شَيئًا يتغير ويضبط نَفسه حَتَّى كَانَ يقطر كُل شعرة من بدنه بقطرة, فيوما من الأيام صاح صيحة تلفت نَفسه.

ترجمہ: میں نے حضرت ابوحاتم السجستانی علیہ الرحمہ سے سنا کہ حضرت ابونصر سراج علیہ الرحمہ نے ان سے کہا کہ عبدالواحد بن علوان علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ ایک نوجوان حضور سیدنا جنید علیہ الرحمہ کی صحبت میں رہا کرتا تھا، جب بھی وہ قرآن سنتا چیخ مارتا۔ ایک دن حضور سیدنا جنید علیہ الرحمہ نے اس سے کہا! اگر تو نے پھر ایسا کیا تو تُو میری

صحبت میں نہ رہ سکے گا۔اب اگر کچھ سُنتا تو اسکی حالت بدل جاتی اور اپنے آپ پر قابو رکھتا۔یہاں تک کہ اس کے بدن کے ہر روئیں سے قطرہ ٹپکتا تھا پھر ایک دن اس نے ایسی چیخ ماری کہ جان دے دی۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع،ص،۱۸۶،دارالسلام،القاہرہ)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، علیہ الرحمہ،متوفی، ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

وحكي عن أبي سعيد الخراز قال: رأيت علي بن المرفق في السماع يقول: أقيموني، فاقاموه، فقام، وتواجد، ثم قال: أنا الشيخ الزفان. وقيل: قام الرقيُ ليلة إلى الصباح، يقوم. ويسقط على هذا البيت، والناس قيام يبكون، والبيت:

بالله فأردد فؤاد مكتئب		ليس له من حبيبة خلف

ترجمہ: ابوسعید الخراز علیہ الرحمہ سے حکایت ہے کہ میں نے علی بن مرفق علیہ الرحمہ کو ایک سماع میں دیکھا وہ کہہ رہے تھے کھڑا کردو۔لوگوں نے انھیں کھڑا کردیا انھوں نے اُٹھ کر وجد کا اظہار کیا پھر کہا میں پھرتیلا بوڑھا ہوں۔کہا جاتا ہے کہ رقی نے ایک بار ساری رات اس طرح گزری کہ وہ شعر پڑھتے اور اٹھتے اور گر پڑتے اور لوگ کھڑے رو رہے تھے۔

بالله فأردد فؤاد مكتئب		ليس له من حبيبة خلف

ترجمہ: خدا کے لئے اس غمزدہ کا دل واپس کردو جس کے لئے محبوب کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع،ص،۱۸۷،دارالسلام،القاہرہ)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، علیہ الرحمہ،متوفی، ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

سمعت محمد بن أحمد التميمي يقول: سمعت عبد الله بن علي الصوفي يقول: سمعت علي بن الحسين بن محمد بن أحمد بالبصرة يقول: سمعت أبي يقول: خدمت سهل بن عبد الله سنين كثيرة، فما رأيته تغير عند سماع شيء كان يسمعه من الذكر والقرآن وغيره، فلما كان في آخر عمره قُرِئ بين يديه "فاليوم لا يؤخذ منكم فدية" رأيته تغير، وارتعد، وكاد يسقط، فلما رجع إلى حال صحوه سألته عن ذلك، فقال يا حبيبي ضعفنا. وحكى ابن سالم قال: رأيته مرّة أخرى قرئ بين يديه الملك يومئذ الحق للرحمن فتغير وكاد يسقط،

ترجمہ: میں نے حضرت محمد بن احمد التمیمی علیہ الرحمہ سے سنا عبداللہ بن علی الصوفی علیہ الرحمہ نے ان سے کہا کہ علی بن الحسین بن محمد بن احمد بصری علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے سنا کہ میں نے کئی سال سہل بن عبداللہ علیہ الرحمہ کی خدمت کی مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ذکرِ قرآن یا کسی اور چیز کے سُننے سے ان میں کوئی تغیر پیدا ہوا ہو۔جب اُن کا آخری وقت آیا تو کسی نے اُن کے سامنے پڑھا:

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ

ترجمہ: آج کے دن تم سے کسی قسم کا تاوان قبول نہ کیا جائے گا۔(سورۃ الحدید:۱۵)

تو میں نے دیکھا کہ ان میں تغیّر آ گیا اور وہ کانپنے لگ گئے۔ اور قریب تھا کہ گر جائیں جب ہوش میں آئے تو میں نے اس متعلق دریافت کیا؟ تو فرمایا! دوست ہم کمزور ہو گئے ہیں۔ ابن سالم علیہ الرحمہ نے بیان کیا کہ ایک بار میں نے انھیں دیکھا کہ کسی نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی:

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ

ترجمہ: فی الحقیقت اس دن حکومت اللہ کی ہوگی۔ (سورۃ الفرقان:۲۶) تو اُن کا رنگ بدل گیا اور وہ گرنے لگے۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص،۱۸۷، دارالسلام، القاہرہ)

شیخ ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی، متوفی، ۳۷۸ھ، اور امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، علیہ الرحمہ، متوفی، ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

سمعت أحمد بن علي الكرخي العروف بلوجيهي يقول: كان جماعة من الصوفية مستجمعين في بيت الحسن القزاز، ومعهم قوالون يقولون، وهم يتواجدون۔

ترجمہ: میں نے حضرت احمد بن علی کرخی المعروف بلوجیہی علیہ الرحمہ فرماتے سنا کہ صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی ایک جماعت حسن قزاز کے گھر جمع ہوتی تھی، اوران کے پاس قوال بھی ہوتے تھے، قوال گاتے جاتے تھے اور وہ وجد کرتے جارتے تھے۔

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب السماع، باب فی وصف خصوص الخصوص واہل الکمال فی السماع ص، ۲۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص، ۱۸۷، دارالسلام، القاہرہ،) کتاب اللمع فی التصوف ص،۴۸۶)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری علیہ الرحمہ، متوفی، ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

وقيل السماع فِيهِ نصيب لكل عضو فَمَا يقع إِلَى العين تبكي وَمَا يقع إِلَى اللسان يصيح، وَمَا يقع عَلَى اليد تمزق الثياب وتلطم، وَمَا يقع إِلَى الرجل ترقص۔

ترجمہ: کہتے ہیں کہ سماع میں ہر عنصر اپنا حصّہ حاصل کرتا ہے۔ آنکھ کو جو حصّہ ملتا ہے آنکھ رونے لگ جاتی ہے، جو زبان کو ملتا ہے اس سے زبان چلّانے لگ جاتی ہے جو ہاتھ کو ملتا ہے تو ہاتھ اس کی وجہ سے کپڑے پھاڑنے اور تھپڑ مارنے لگتے ہیں اور جو پاؤں کو ملتا ہے اس سے پاؤں ناچنے لگ جاتے ہیں۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص، ۱۸۸، دارالسلام، القاہرہ)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری علیہ الرحمہ، متوفی، ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

سمعت محمَد بن الحسَين يَقُول: سمعت عَبدَ اللهِ بن علي يَقُول: اجتمعت ليلة مَعَ الشبلي رَحِمَهُ اللهُ تعالَى. فقَالَ: القوال شَيئًا فصاح الشبلي وتواجد قاعدا، فقيل لَهُ: يا أبا بَكر مَالك من بَينَ الجماعة قاعدا فقام وتواجد. وَقَال

لي سكرتان وللندمان واحدة		شئى خصصت به من بينهم وحدى	

ترجمہ: میں نے حضرت محمد بن الحسین علیہ الرحمہ سے سنا انھوں نے کہا حضرت عبداللہ بن علی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ ایک رات میں شیخ شبلی علیہ الرحمہ کے ساتھ تھا۔ قوال نے کوئی گانا گایا جس کے سننے سے شیخ شبلی علیہ الرحمہ نے چیخ ماری اور بیٹھے بیٹھے وجد میں آ گئے۔ لوگوں نے آپ سے کہا اے ابوبکر علیہ الرحمہ جب باقی سب لوگ کھڑے ہیں تو آپ اکیلے کیوں بیٹھے ہوئے ہیں اس پر شیخ شبلی علیہ الرحمہ کھڑے ہو کر وجد میں کہنے لگے

لي سكرتان وللندمان واحدة		شئی خصصت به من بینهم وحدی

ترجمہ: مندیم کو ایک مستی ہے اور مجھے دو یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو صرف مجھ ہی کو حاصل ہے۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص، ۱۸۹، دار السلام، القاہرہ)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۵۰۵، ھ لکھتے ہیں:

وحكي عن طاهر بن بلال الهمداني الوراق وكان من أهل العلم أنه قال كنت معتكفاً في جامع جدّة على البحر فرأيت يوماً طائفة يقولون في جانب منه قولاً ويستمعون فأنكرت ذلك بقلبي وقلت في بيت من بيوت الله يقولون الشعر قال فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم تلك الليلة وهو جالس في تلك الناحية والى جنبة أبو بكر الصديق رضي الله عنه وإذا أبو بكر يقول شيئاً من القول والنبي صلى الله عليه وسلم يستمع إليه ويضع يده على صدره كالواجد بذلك فقلت في نفسي ما كان ينبغي لي أن أنكر على أولئك الذين كانوا يستمعون وهذا رسول الله صلى الله عليه وسلم يستمع وابو بكر يقول فالتفت إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وقال، هذا حق بحق أو قال حق من حق أنا أشك فيه۔

ترجمہ: حضرت طاہر بن بلال ہمدانی علیہ سے حکایت نقل کرتے ہیں جو کہ اہل علم سے تھے۔آپ نے فرمایا کہ میں جامع جدہ میں معتکف (اعتکاف) میں تھا سمندر پر، تو میں نے دیکھا کہ ایک گروہ مسجد کے کونہ میں کچھ گا رہا ہے۔پس میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ لوگ اللہ کے گھر میں شعر پڑھتے ہیں۔تو میں نے اس کو اچھا نہ سمجھا، فرماتے ہیں کہ اسی رات میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ اسی کونہ میں تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کے پاس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کچھ شعر پڑھ رہے ہیں اور سید عالم ﷺ سن رہے ہیں اور آپ ﷺ اپنا ہاتھ مبارک وجد کی طرح اپنے سینہ بے کینہ پر رکھتے ہیں۔یعنی وجد میں ہیں پس میری طرف حضور انور ﷺ نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ درست ہے حق کے بموجب (سبب) یعنی شعر سنکر وجد کرنا حق ہے، تو نے اپنے جی (دل) میں کیوں اس سے انکار کیا۔

(احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الاول، ج، ۲، ص، ۳۸۱، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۵۰۵، ھ لکھتے ہیں:

فإن قلت فما بال هؤلاء لا يظهر وجدهم عند سماع القرآن وهو كلام الله ويظهر عند الغناء وهو كلام الشعراء فلو كان ذلك حقاً من لطف الله تعالى ولم يكن باطلاً من غرور الشيطان لكان القرآن أولى به من الغناء فنقول الوجد الحق هو ما ينشأ من فرط حب الله تعالى وصدق إرادته والشوق إلى لقائه وذلك يهيج بسماع القرآن أيضاً

وإنما الذي لا يهيج بسماع القرآن حب الخلق وعشق المخلوق ويدل على ذلك قوله تعالى {ألا بذكر الله تطمئن القلوب} وقوله تعالى {مثاني تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين جلودهم وقلوبهم إلى ذكر الله} وكل ما يوجد عقيب السماع في النفس فهو وجد فالطمانينة والاقشعرار والخشية ولين القلب كل ذلك وجد وقد قال الله تعالى {إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ

قلوبهم} وقال تعالى {لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعاً متصدعاً من خشية الله} فالوجل والخشوع وجد من قبيل الأحوال وإن لم يكن من قبيل المكاشفاتو لكن قد يصير سبباً للمكاشفات والتنبيهات ولهذا قال صلى الله عليه وسلم زينوا القرآن بأصواتكم۔

سوال: صوفیہ کو قرآن مجید سننے سے (جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے) وجد نہیں ہوتا اور راگ پر وجد ہوتا ہے اگر بالفرض وجد اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہوتا اور حق ہوتا اور شیطان کے فریب سے اور باطل نہ ہوتا تو چاہئے تھا کہ راگ کی بہ نسبت قرآن مجید سے بطریق اولیٰ وجد ہوا کرتا؟

جواب: یہ وجد حق ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی فرط محبت اور صدق ارادت اور اس کے شوق دیدار سے پیدا ہوتا ہے اور اس طرح کا وجد قرآن مجید کے سننے سے بھی جوش کرتا ہے۔ اور جو وجد کہ خلق کی محبت اور مخلوق کے عشق سے ہوا کرتا ہے وہ البتہ قرآن مجید کے سننے سے جوش میں نہیں آتا۔

قرآن مجید سے وجد ہونے پر خود قرآن گواہ ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

ترجمہ: بس لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔ (سورۃ الرعد: ۲۸)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ۔

ترجمہ: یہ کتاب ہے دہرائی ہوئی بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھال پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر۔ (سورۃ الزمر: ۲۳)

طمانیت اور بدن پر روؤں کا کھڑا ہو جانا اور خوف اور دل کی نرمی میں ان آیات میں مذکور ہیں وہ وجد ہی تو ہے اس لئے کہ وجد وہی ہوتا ہے جو سننے کے بعد نفس میں پایا جائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں۔ (سورۃ الانفال: ۲)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ۔

ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔ (سورۃ الحشر: ۲۱)

فائدہ: ان آیات میں حالات کے قبیل سے خوف اور خشوع وجد ہے اگرچہ مکاشفات کے قبیل سے نہیں مگر کبھی مکاشفات اور تنبیہات کا سبب ہو جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔

(احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج۲، ص۴۱۸، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

وذكر أن سلمان الفارسي أبصر شاباً يقرأ فأتى على آية فاقشعر جلده فأحبه سلمان وفقده فسأل عنه فقيل له إنه مريض فأتاه يعوده فإذا هو في الموت فقال يا عبد الله أرأيت تلك القشعريرة التي كانت بي فإنها أتتني في أحسن صورة فأخبرتني أن الله قد غفر لي بها كل ذنب۔

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کسی جوان کو تلاوت کرتے دیکھا اور جب وہ ایک آیت پر پہنچا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اس سے محبت ہو گئی چند روز اسے نہ دیکھا تو لوگوں سے اس کا حال معلوم کیا کسی نے کہا کہ بیمار ہے آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے تو وہ نزع میں ہے اس نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ کیفیت وجد جو کہ آپ سے میرے جسم پر ملاحظہ فرمائی تھی وہ اچھی صورت بن کر میرے پاس آئی اور مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ بخش دیئے۔

(احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج ۲، ص ۴۲۱، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

وأما تمزيق الثياب فلا رخصة فيه إلا عند خروج الأمر عن الاختيار ولا يبعد أن يغلب الوجد بحيث يمزق ثوبه وهو لا يدري لغلبة سكر الوجد عليه أو يدري ولكن يكون كالمضطر الذي لا يقدر على ضبط نفسه وتكون صورته صورة المكره إذ يكون له في الحركة أو التمزيق متنفس فيضطر إليه اضطرار المريض إلى الأنين ولو كلف الصبر عنه لم يقدر عليه مع أنه فعل اختياري فليس كل فعل حصوله بالإرادة يقدر الإنسان على تركه فالتنفس فعل يحصل بالإرادة ولو كلف الإنسان أن يمسك النفس ساعة لاضطر من باطنه إلى أن يختار التنفس فكذلك الزعقة وتمزيق الثياب قد يكون كذلك فهذا لا يوصف بالتحريم۔

ترجمہ: اور رہا وجد میں کپڑوں کے پھاڑنا تو اس کی اجازت نہیں۔ مگر اس صورت میں کہ انسان اپنے اختیار میں نہ رہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ دل پر وجد کا غلبہ اس درجہ کا ہو کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ دے اور وجد کے نشہ میں معلوم نہ ہو یا معلوم بھی ہو مگر کپڑے پھاڑنے کے نفس کو ضبط نہ کر سکتا ہو تو اس کا حال ایسا ہو گا جیسے زبردستی کسی سے کوئی کام لیا جائے۔ کیونکہ وہ تو تڑپنے اور کپڑے پھاڑنے میں بچاؤ کی صورت دیکھ کر مجبوری سے اختیار کرتا ہے جیسے بیمار آہ مجبوری سے کرتا ہے اگر کوئی اس کو بزور آہ سے روکے تو ہرگز اس سے بالکل صبر نہ ہو سکے گا باوجودیکہ فعل اختیاری ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جن افعال کا حصول ارادہ سے ہو انسان اس کے ترک پر قادر بھی ہو مثلاً سانس لینا بھی ارادہ سے حاصل ہوتا ہے لیکن اگر کسی سے کہا جائے کہ ایک گھنٹہ سانس روک لے تو وہ گھبرا کر سانس لینا اختیار کرے گا یہی حال چیخنے اور کپڑا پھاڑنے کا ہے کہ یہ بھی کبھی ایسے ہی ہوتے ہیں تو اسے حرام نہیں کہہ سکتے۔

(احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج ۲، ص ۴۲۹، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

(التواجد والوجد والوجود) فالتواجد: استدعاء الوجد بضرب اختيار، وليس لصاحبه كمال الوجد؛ إذ لو كان لكان واجداً،

باب التفاعل أكثره على إظهار الصفة، وليست كذلك.

قال الشاعر:

إذا تخازرت، ومابي من خزر		ثم كسرت العين من غير ماعور

فقوم قالوا: التواجد غير مسلم لصاحبه، لما يتضمن من التكليف ويبعد عن التحقيق.

وقوم قالوا: إنه مسلمَ للفقراء المجرَدين، الذين ترصَدوا لوجدان هذه المعاني، وأصلهم. خبر الرسول صلى الله عليه وسلم: أبكوا، فإن لم تبكوا، فتباكوا، والحكاية المعروفة لأبي محمد الجريري، رحمه الله، أنه قال: كنت عند الجنيد، وهناك ابن مسروق وغيره، وثمَ قوال، فقام ابن مسروق وغيره.. والجنيد ساكن، فقلت: يا سيدي، مالك في السماع شيء!! قال الجنيد: وترى الجبال تحسبها جامدة، وهي تمر مرَ السحاب ثم قال: وأنت يا أبا محمد، مالك في السماع شيء؟ فقلت: يا سيدي، أنا إذا حضرت موضعاً فيه سماع وهناك محتشم أمسكت على نفسي وجدي، فإذا خلوت أرسلت وجدي، فتواجدت.

فأطلق في هذه الحكاية التواجد، ولم ينكر عليه الجنيد.

سمعت الأستاذ أبا علي الدقاق، رحمه الله، يقول: لما راعي أبو محمد، أدب الأكابر في حال السماع، حفظ الله عليه وقته، ببركات الأدب، حتى يقول: أمسكت على نفسي وجدي فإذا خلوت أرسلت وجدي فتواجد؛ لأنه لا يمكن إرسال الوجد، إذا شئت، بعد ذهاب الوقت وغلباته.

ولكنه لما كان صادقاً في مراعاة حرمة الشيوخ، حفظ الله تعالى عليه وقته، حتى أرسل وجده عند الخلوة.

فالتواجد: ابتداء الوجد على الوصف الذي جرى ذكره، وبعد هذا.

والوجد: ما يصادف قلبك، ويرد عليك بلا تعمد وتكلف.

ولهذا قال المشايخ: الوجد: المصادفة والمواجيد: ثمرات الأورد. فكل من ازدادت وظائفه ازدادت من الله لطائفة.

سمعت الأستاذ أبا علي الدقاق، رحمه الله، يقول: الواردات: من حيث الأوراد: فمن لا ورد له بظاهره لا ورد له في سرائره، وكل وجد فيه من صاحبه شيء، فليس يوجد.

وكما أن ما يتكلفه العبد من معاملات ظاهرة يوجب له حلاوة الطاعات، فما ينازله العبد من أحكام باطنه يوجب له المواجيد.

فالحلاوات ثمرات المعاملات والمواجيد: نتائج المنازلات.

أما الوجود: فهو بعد الارتقاء عن الوجد.

ولا يكون وجود الحق، إلا بعد خمور البشرية، لأنه لا يكون للبشرية بقاء عند ظهور سلطان الحقيقة.

وهذا معنى قول أبي الحسين النوري: أنا منذ عشرين سنة بين الوجد والفقد: أي: إذا وجدت ربيَ فقدت قلبي، وإذا وجدت قلبي فقدت ربي. وهذا معنى قول الجنيد: علم التوحيد: مباين لوجوده، ووجوده مباين لعلمه.

وفي هذا المعنى أنشدوا:

وجودي أن أغيب عن الوجود		بما يبدو عليَّ من الشهود

فالتواجد: بداية. والوجود: نهاية والوجد واسطة بين البداية والنهاية.

سمعت الأستاذ أبا علي الدقاق يقول: التواجد يوجب استغراق العبد.

والوجود يوجب استهلاك العبد.

فهو كمن شهد البحر، ثم ركب البحر، ثم غرق في البحر.

وترتيب هذا الأمر: قصود، ثم ورود، ثم شهو، ثم وجود، ثم خمود.

وبمقدار الوجود يحصل الخمود، وصاحب الوجود له: صحو، ومحو.

فحال صحوة: بقاؤه بالحق، وحال محوه، فناؤه بالحق. وهاتان الحالاتان أبداً متعاقبتان عليه: فإذا غلب عليه الصَحو بالحق، فيه يصول، وبه يقول. قال عليه السلام، فيما أخبر عن الحق: فبي يسمع، وبي يبصر.

سمعت الشيخ أبا عبد الرحمن السلمي يقول: سمعت منصور بن عبد الله يقول: وقف رجل على حلقة الشبلي، فسأله: هل تظهر آثار صحة الوجود على الواجدين؟

فقال: نعم: نور يزهر مقارناً لنيران الاشتياق، فتلوح على الهياكل آثارها كما قال ابن المعتز:

وأمطر الكأس ماء من أبارقها		فأنبت الدر في أرض من الذهب
وسبح القوم لما أن رأوا عجباً		نوراً من الماء في نار من العنب
سلافة ورثتها عاد عن إرم		كانت ذخيرة كسرى عن أب فأب

وقيل لأبي بكر الدقيَ: إن جهما الدقيَ أخذ شجرة بيده في حال السماع في ثورانه، فقلعها من أصلها: فاجتمعا في دعوة، وكان الدقي، كفَ بصره، فقام الدقي يدور في حال هيجانه فقال الدقي: إذا قرب منيِ أرونيه.

وكان الدقي ضعيفاً، فمر به، فلما قرب منه، قالوا له: هذا هو. فأخذ الدقي ساق جهم فوقفه، فلم يمكنه أن يتحرك.

فقال جهم: أيها الشيخ، التوبة.. التوبة!! فخلاه: قال الأستاذ الإمام، أدام الله جماله: فكان ثوران جهم في حق، وإمساك الدقي بساقه بحق، ولما علم جهم أن حال الدقي فوق حاله رجع إلى الإتصاف واستسلم وكذا من كان بحق لا يستعطي عليه شيء. فأما إذا كان الغالب عليه المحو فلا علم، ولا عقل، ولا فهم، ولا حس.

سمعت الشيخ أبا عبد الرحمن السلمي، رحمه الله، يذكر بإسناده أن أبا عقال المغربي: أقام بمكة أربع سنين لم يأكل، ولم يشرب، إلى أن مات. ودخل بعض الفقراء على أبي عقال، فقال له: سلام عليكم.

فقال له أبو عقال: وعليكم السلام فقال الرجل: أنا فلان فقال أبو عقال: أنت فلان، كيف أنت؟ وكيف حالك؟:

وغاب عن حالته.

وقال هذا الرجل، فقلت له: سلام عليكم.

فقال: عليكم السلام وكأنه لم يرني قط.

ففعلت مثل هذا غير مرة، فعلمت أن الرجل غائب، فتركته، وخرجت من عنده.

سمعت محمد بن الحسين، يقول: سمعت عمر بن محمد بن أحمد يقول: سمعت امرأة أبي عبد الله لتروغندي تقول: لما كانت أيام المجاعة، والناس يموتون من الجوع، دخل أبو عبد الله التروغندي بيته، فرأى في بيته مقدار منوين حنطة، فقال: الناس يموتون من الجوع، وفي بيتي حنطة!! فخولط في عقله، فما كان يفيق إلا في أوقات الصلاة يصلي الفريضة ثم يعود إلى حالته، فلم يزلَ كذلك إلى أن مات.

دلّت هذه الحكاية على أن هذا الرجل كان محفوظاً عليه آداب الشريعة عند غلبات أحكام الحقيقة وهذا هو صفة أهل الحقيقة، ثم كان سبب غيبته عن تميزه: شفقته على المسلمين وهذا أقوى سمة لتحققه في حاله.

(واجد وجد اور وجود) صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ہاں مروّج الفاظ میں ''تواجد، وجد اور ''وجود'' بھی ہیں اپنے اختیار سے وجد لانے کو ''تواجد'' کہتے ہیں ۔لیکن اس قسم کے کے شخص کا وجد کامل نہیں ہوتا کیونکہ اگر یہ کامل ہوتا تو وہ ''واجد'' کہلاتا اور باب تفاعل عموماً کسی صفت کو تکلّف سے اظہار کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

اذا تخازرت ومابى من خزر		ثمّ كسرت العين من غير ماعور

ترجمہ: میں آنکھوں کو بناوت کے طور پر تنگ کر کے دیکھتا ہوں ۔حالانکہ میری آنکھیں چھوٹی نہیں ہیں ۔پھر آنکھوں کو بند بھی کر لیتا ہوں حالانکہ کہ کانا بھی نہیں ہوں۔

اسی لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''تواجد'' میں چونکہ تکلّف پایا جاتا ہے اور تحقیق سے بعید ہے ۔اس لئے غیر مسلّم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تواجد ان فقراء کے لئے مسلّم ہے جو مجرد ہیں اور جو ان کیفیات کو پالینے کی تلاش میں رہتے ہیں انکی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے: روؤ اگر رونا نہیں آتا تو رونے والی شکل بناؤ۔

حضرت ابو محمد جریری علیہ الرحمۃ کا قصہ مشہور ہے وہ فرماتے ہیں ایک بار میں حضور سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے پاس تھا اور اسوقت ابن مسروق علیہ الرحمۃ اور دوسرے لوگ بھی موجود تھے ایک قوال گا رہا تھا ابن مسروق علیہ الرحمۃ اور دوسرے لوگ تو اٹھ کھڑے ہوئے مگر حضور سید الطائفہ جنید علیہ الرحمۃ میں کوئی حرکت نہ ہوئی میں نے عرض کیا ۔جناب کیا آپ کو سماع سے لطف حاصل نہیں ہوتا؟ تو فرمایا۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ۔

ترجمہ: اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال (النمل، ۸۸)

پھر فرمایا اے ابو محمد! کیا تجھے بھی سماع سے لطف نہیں آتا، میں نے عرض کیا! جب میں کسی ایسی جگہ جاؤں، جہاں مجلس سماع قائم ہو اور کوئی قابل تعظیم ہستی ہو تو میں اپنے آپ کو وجد سے روک لیتا ہوں اور جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو وجد کو چھوڑ دیتا ہوں ۔اور تکلفاً وجد کی حالت پیدا کر لیتا ہوں ۔اس حکایت میں انہوں نے ''تواجد'' کا لفظ استعمال کیا ۔مگر حضور سید الطائفہ جنید علیہ الرحمۃ نے اس کو رد نہیں کیا ۔میں حضرت استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کو فرماتے سنا، کہ جب اس نے اکابر کے آداب کو

ملحوظ خاطر رکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس ادب کی برکت سے اس کے وقت کو محفوظ رکھا اور یوں بھی فرمایا۔ میں اپنے نفس کے وجد پر قابو پاتا ہوں اور جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو اُسے چھوڑ دیتا ہوں اور بناوٹی وجد پیدا کر لیتا ہوں۔ اس لئے کہ وقت اور غلبۂ وقت گزر جانے کے بعد اپنی مرضی سے وجد کو چھوڑ دینا ممکن نہیں لیکن چونکہ وہ شیوخ کے احترام کا لحاظ رکھنے میں صادق تھے تو اللہ نے بھی اس کے وقت کو محفوظ رکھا۔ تا کہ خلوت کے وقت وہ اپنے وجد کو کھلا چھوڑ سکے۔ لہٰذا جیسا کہ ذکر ہو چکا۔ تواجد ''وجد'' کی ابتدائی حالت ہوتی ہے۔ اس کے بعد ''وجد'' کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور ''وجد'' یہ ہے کہ کیفیت تمہارے دل پر طاری ہو اور بغیر ارادہ اور تکلف کے وارد ہو۔ اسی لئے مشائخ فرماتے ہیں ''وجد'' وہ کیفیت ہے جو اتفاقاً طاری ہو اور یہ کیفیت اوراد کا پھل ہے لہٰذا جس کے وظائف زیادہ ہوں گے اللہ کی عنایت بھی اس پر زیادہ ہونگی۔

میں نے حضرت استاد ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سُنا کہ صوفیاء پر جو واردات ہوتے ہیں وہ انکے اوراد کے مطابق ہوتے ہیں۔ لہٰذا جس کا ظاہر میں کوئی ورد نہیں اس کا باطن میں کوئی اثر نہیں۔ ہر وہ وجد جس میں کسی ذات کا دخل ہو۔ وجد نہیں کہلاتا۔ چنانچہ جس طرح کسی انسان کو اپنے ظاہر معاملات میں کدوکاوش کرنے سے عبادت کی لذت حاصل ہوتی ہے اسی طرح انسان اپنے ان احوال باطن سے جو اس پر نازل ہوتے ہیں وجد محسوس کرتا ہے مختصر یہ کہ حلاوت، معاملات کا ثمرہ ہے اور ''وجد'' عنایت ربانی کا نتیجہ۔

اب رہا ''وجود'' سو یہ وجد سے ترقی کر جانے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور جب تک بشریت فنا نہیں ہوتی ''وجود حق'' بھی حال نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ''سلطان حقیقت'' کے ظہور کے وقت بشریت باقی نہیں رہ سکتی۔ حضرت ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان: میں بیس سال کے عرصہ سے ''پانے'' اور گم کرنے کی الجھن میں پڑا ہوں۔ کا بھی یہی مطلب ہے کہ جب رب کو پاتا ہوں تو دل کو گم پاتا ہوں اور دل کو پاتا ہوں تو رب کو کھو دیتا ہوں۔

نیز حضور سید الطائفہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان: وجود رب سے مختلف ہے اور اس کا وجود علم سے مختلف ہے کا بھی یہی مطلب ہے اس سلسلہ میں یہ شعر بالعموم پڑھا جاتا ہے۔

وجودي أن أغيب عن الوجود		بما يبدو عليَّ من الشهود

ترجمہ: ان مشاہدات کی وجہ سے جو مجھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ میرا وجود اس وقت ہوگا جب میں وجود حق سے غائب ہو جاؤں۔

مختصر یہ کہ ''تواجد'' ابتداء ہے اور وجود انتہا اور وجدان دونوں کے درمیان کی کیفیت کا نام ہے۔

میں نے استاد ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو یوں فرماتے سنا کہ: ''تواجد'' میں بندے کے لئے ضروری ہے کہ عبدیت کاملہ اس میں پائی جائے۔ وجد میں بندے کو استغراق حاصل ہوتا ہے اور وجود میں بندے کی ہلاکت ہوتی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سمندر کے پاس آیا، پھر سمندر پر سوار ہوا اور پھر اس میں غرق ہو گیا اس کی ترتیب یوں ہے ''نقود پھر ورود، پھر شہود'' پھر ''وجود اور پھر خمود'' اور خمود اسی قدر ہوگا جس قدر وجود ہوگا۔

وجود والے انسان کی دو کیفیتیں ہوتی ہیں ''صحو'' اور ''محو'' صحو اس حالت کو کہتے ہیں جب کہ اس کی بقاء حق کیساتھ ہو اور محو کی وہ حالت ہوتی ہے کہ اسے حق کیساتھ فناء حاصل ہو۔ صاحب وجود پر یہ حالتیں باری باری آتی رہتی ہیں۔ جب اس پر صحو کی حالت غالب ہوتی ہے تو وہ حق کے ذریعہ حملہ بھی کرتا ہے اور بولتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں: میرے ذریعہ سے وہ سُنتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے وہ دیکھتا ہے۔

میں نے حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا۔

وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت منصور ﷫ بن عبداللہ کوفرماتے سنا کہ ایک شخص نے حضرت شیخ شبلی ﷫ ...

پرصحت وجود کے آثار ظاہر ہوتے ہیں؟

حضرت شیخ شبلی ﷫ نے جواب میں فرمایا:۔ہاں یہ ایک نور ہے جو اشتیاق کی آگ کیساتھ مل کر چمکتا ہے اور اس ...

المعتز نے کہا ہے۔

وأمطر الكأس ماء من أبارقها		فأنبت الدر في أرض من الذهب
وسبح القوم لما أن رأوا عجباً		نوراً من الماء في نار من العنب
سلافة ورثتها عاد عن إرم		كانت ذخيرة كسرى عن أب فأب

ترجمہ: پیالے نے اپنی ناڑیوں کا پانی برسادیا۔سونے کی زمین میں موتی نکل آئے۔جب لوگوں نے انگور کی آگ میں پانی کا نور دیکھا تو اللہ کی تسبیح ...

یہ ایسی شراب ہے جو قوم عاد کو قوم ارم سے ورثہ میں ملی اور آباؤ اجداد سے یہ کسریٰ کا ذخیرہ چلی آتی تھی۔

کسی نے ابوبکر دقی ﷫ کو کہا کہ جہم دقی ﷫ نے سماع کی حالت میں جوش میں آکر ایک درخت کو ہاتھ سے پکڑ کر جڑوں سے اکھیڑ دیا پھر اتفاق سے ایک دعوت میں دونوں اکھٹے ہوئے اس وقت ابوبکر دقی ﷫ بینائی سے محروم ہو چکے تھے جہم جوش میں آکر چکر لگانے لگے ابوبکر دقی ﷫ نے کہا جب یہ میرے قریب آئے تو مجھے بتانا دقی کمزور تھے جہم گزرے جب انکے قریب آئے تو لوگوں نے ابوبکر دقی ﷫ سے کہا یہ جہم ہے۔ابوبکر ﷫ نے جہم ﷫ کو پنڈلی سے پکڑ کر ٹھہرادیا۔جہم ﷫ میں اتنی طاقت نہ رہی کہ حرکت کرسکتے بے ساختہ پکار اٹھے،اے شیخ میری توبہ،تب ابوبکر ﷫ اس کو چھوڑ دیا۔استاد امام ﷫ فرماتے ہیں جہم ﷫ کا جوش بھی حق تھا اور دقی ﷫ کا پنڈلی پکڑنا بھی حق تھا جب جہم ﷫ کو معلوم ہو گیا کہ دقی کا مرتبہ ان سے بلند ہے تو انہوں نے انصاف کے تقاضے سے ہار مان لی اس طرح جو شخص حق پر ہوگا،کوئی چیز اس کے لئے مشکل نہیں مگر جب صوفی پر محویت کی کیفیت غالب ہو تو پھر اسے علم،عقل،فہم اور حس کچھ نہیں ہوتا۔

میں نے استاذ ابوعبدالرحمٰن سلمی ﷫ کو اپنے استاذ سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ ابوعقال ﷫ مغربی چار سال مکہ میں مقیم رہے اس عرصہ میں انہوں نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا،یہاں تک کہ ان کی وفات ہوتی ایک فقیر ان کے پاس آیا اور کہا السلام علیکم۔ابوعُقال ﷫ نے وعلیکم السلام کہا۔

اس شخص نے کہا میں فلاں ہوں۔ابوعُقال ﷫ جواب میں کہا،اچھا تو فلاں ہے تمہارا کیا حال ہے اور یہ کہہ کر اپنی حالت سے بے خبر ہو گئے۔یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے السلام علیکم کہا اور انہوں نے وعلیکم السلام کہا گویا انہوں نے مجھے مطلق دیکھا ہی نہیں میں کئی بار اس طرح کیا تو میں سمجھ گیا کہ ان پر غیوبت کی کیفیت طاری ہے لہٰذا میں ان کو چھوڑ کر چلا آیا۔

میں نے محمد بن الحسین ﷫ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے عمر بن محمد بن احمد سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ تروغبدی ﷫ کی بیوی کو کہتے ہوئے سنا کہ جب قحط سالی کا زمانہ تھا اور لوگ بھوکے مر رہے تھے تو ایک دن ابوعبداللہ تروغبدی ﷫ گھر آئے اور اپنے گھر میں تقریباً دو من گندم پایا۔یہ دیکھ کر فرمایا لوگ بھوکے مریں اور میرے گھر میں گندم ہو اس بات سے وہ اپنی عقل کھو بیٹھے صرف نماز کے وقت انہیں کچھ افاقہ ہوتا تھا فریضہ نماز ادا کرنے کے بعد انکی حالت پھر ہی ہو جاتی تھی اور مرتے دم تک ان کی یہی حالت رہی۔اس حکایت سے پتہ چلتا ہے کہ احکام حقیقت کے غلبہ کے باوجود یہ شخص آداب شریعت

پابندی سے ادا کرر ہا تھا۔ اہل حقیقت کا یہی حال ہے پھر اپنی عقل کو کھودینے کا سبب انکی وہ شفقت تھے جو انہیں مسلمانوں کیساتھ تھی۔ یہ بہت قوی علامت ہے کیونکہ باوجود اس کے کہ وہ عقل کھو بیٹھے تھے پھر بھی اپنی حالت پر آجاتے تھے۔

(الرسالۃ القشیریۃ، ص، ۴۲، ۴۳، دار السلام، القاہرہ)

شیخ نوری علیہ الرحمۃ کا حال:

حضرت امام عفیف الدین ابو سعادات عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی، یمنی، مکی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۷۶۸ھ لکھتے ہیں:

وسمع ابو الحسین النوری رضی اللہ تعالی عنہ منشدا یقول:

ما زلت انزل من ودادک منزلاً		تتحیر الالباب دون نزولہ

فتواجد وہام فی الصحراء، ووقع فی اجمہ قصب قد قطع، وبقیت اصو لہ مثل السیوف، فکان یمشی علیہا ویعید البیت الی الغداۃ والدم یسیر من رجلیہ، ثم وقع مثل الکران فورمت قدماہ ومات، رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔

حضرت ابو الحسن نوری علیہ الرحمۃ نے کسی کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

ما زلت انزل من ودادک منزلاً		تتحیر الالباب دون نزولہ

ترجمہ: تیری محبت میں ایسی منزل پر پہنچتا رہتا ہوں جہاں پہنچنے کے لئے عقلیں حیرت زدہ رہ جاتی ہیں۔

شعر سنتے ہی ان پر حال طاری ہوا اور وہ جنگل میں کٹے ہوئے بانسوں کی نوک دار جڑوں پر رقص کرتے ہوئے اس شعر کو دہراتے رہے۔ پاؤں لہولہان ہو گئے صبح تک یہی عالم رہا اس کے بعد بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ زخمی ہو کر پاؤں سوج گئے اور اسی حال وصال ہو گیا۔ علیہ الرحمۃ

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، الحکایۃ السادسۃ والسبعون بعد المئتین، ص، ۲۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وجد و حال امت مسلمہ کے خواص اولیاء کا حصہ ہے:

حضرت امام عفیف الدین ابو سعادات عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی، یمنی، مکی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۷۶۸ھ لکھتے ہیں:

عن ابی القاسم الجنید رضی اللہ تعالی عن قال: کنت مع جماعۃ فی جبل طور سیناء، فنزلنا علی عین ماء تحت دیر النصاری، و کان معنا قوّال، فقال شیئا، فظہر وجد الاصحاب، فقاموا و رقصوا وصاحب الدیر ینظر الینا من فوق الدیر و ینادی و یقول: باللہ علیکم و بحقّ الدّین الحنیفیّ الاّ جئتمونی، فلم یلتفت الیہ منّا أحد من طیب الوقت، فلما سکت الجمع و قعدوا، قال: من منکم الاستاذ؟ فاشاروا الیّ، فقال: یا استاذ ھذا الذی کنتم فیہ من السماع والحرکات و الرقص خصوص فی دینکم او عموم؟ فقلت: لا بل خصوص بشرط الزھد فی الدنیا، فقال: اشھد الاّ الہ الاّ اللہ، و اشھد انّ محمّدا رّسول اللہ ﷺ ھکذا وجدت فی انجیل، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السّلام انّ الخواصّ من امۃ محمّد ﷺ یتحرّکون عند السّماع بشرط الزّھد فی الدّنیا، و یکون لباسھم الصوف و الملوّنات، یرضون من الدّنیا بالبلغۃ۔

ترجمہ: واقعہ حضرت ابوالقاسم جنید ﷫ سے مروی ہے۔ حضرت صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی جماعت کے ساتھ کوہ طور پر تھے۔ نصرانیوں کے گرجا سے متصل ایک چشمہ پر اترے ہمراہ قوال تھا۔ اس نے سماع شروع کیا۔ صوفیہ پر وجد وحال طاری ہوا اور وہ کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے۔ گرجا کا راہب اوپر سے یہ منظور دیکھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قسم، اور دین حنیف کی قسم دے دے کہ انہیں اپنے پاس بلا رہا تھا۔ مگر کسی کو اس پر توجہ کی فرصت نہ تھی۔ جب وجد وحال ختم ہوا اور سب لوگ سکون واطمینان سے ہوئے تو راہب آیا اور پوچھا آپ لوگوں کا استاد ومرشد کون ہے؟ تمام لوگوں نے امام الطائفہ جنید ﷫ کی طرف اشارہ کیا۔ راہب نے شیخ سے پوچھا۔ یہ صرف تمہارے دین میں خاص لوگوں کی چیز ہے یا عام شے ہے؟

شیخ ﷫ نے فرمایا۔ یہ خاص چیز ہے جس کے لئے ترک دنیا اور تقویٰ بھی شرط ہے۔ راہب نے شیخ کی باتیں سن کر اسی وقت کلمہ شہادت **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ** ﷺ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔ راہب نے مزید کہا۔ میں نے انجیل میں دیکھا ہے کہ امت محمد ﷺ میں کے مخصوص حضرات ترک دنیا کی شرط کے ساتھ سماع میں حرکت کریں گے اور ان کا لباس رنگین یا اون کا ہوگا اور دنیا سے بقدر حاجت حاصل کریں گے۔

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، الحکایۃ السابعۃ والسبعون بعد المئتین ص، ۲۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت امام عفیف الدین ابوسعادات عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی، یمنی، مکی، ﷫، متوفی، ۷۶۸ھ لکھتے ہیں:

و کذالک کان بعض الفقھاء ینکر علی الصوفیۃ سماعھم فدخل علیہ بعض ہم یوما فوجدہ یدور فی بیتہ، فقال لہ: یا فقیہ، اراک تدور، فقال: کانت مسالۃ اشکلت علی، فاطلعت علیھا الان فملئت بذالک فرحا ولم اتمالک من الطرب، فقمت ودرت کما رایت، فقال لہ: یافقیہ ھذا فرحک بمسالۃ، فکیف تنکر علی من فرح باللہ تعالی، قلت: کم بین الفرح بالاطلاع علی حکم من احکام اللہ، والفرح بلاطلاع علی تجلیجمال اللہ تعالی وکمال صفاتہ وامتلاء القلب بمحبتہ والشوق الی لقاء ذاتہ والطرب بذکرہ، الحالی العذب الزلال والغیبۃ بواردات الاحوال والمنازلۃ فی المقامات العوال، والشرب من راح المحبۃ التی فیھا قال ،ھنیا الاھل الدیر کم سکروا بھا، وماشربوا منھا ولکنھم ھمو، علی نفسہ فنیبک من ضاع عمرہ، ولیس لہ منھا نصیب ولاسھم، وقال الاستاذ ابوالقاسم الجنید رضی اللہ تعالی عنہ: رایت النبی ﷺ فی المنام فقلت: یا رسول اللہ ﷺ ما تقول فی السماعات التی نحضرھا فی اللیلی، وربما تبدو منا الحکات فیھا، فقال ﷺ (ما من لیلۃ الا واحضر معکم، ولکن ابدووا بالقران واختموا بالقران)۔

ترجمہ: اور اسی طرح سماع کے منکر ایک فقیہ صاحب کے پاس ایک صوفی صاحب تشریف لے گئے۔ دیکھا تو فقیہ صاحب کے گھر کے اندر گردش کرتے جا رہے ہیں۔ صوفی صاحب آخر کس بات پر یہ گردش ہے؟

فقیہ صاحب ایک مسئلہ عرصہ سے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ابھی حل ہوا ہے اسی خوشی میں جھوم رہا ہوں۔ صوفی صاحب آپ ایک مسئلہ پر اس قدر جھوم رہے ہیں پھر بھلا اللہ پر وجد کرنے والوں کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ حضرت علامہ یافعی ﷫ توضیح فرماتے ہیں ان دونوں خوشیوں میں فرق ہے۔ ایک خوشی وہ ہے جو اللہ کے حکم کو سمجھنے پر حاصل ہوئی۔

اور ایک وہ ہے جب قلب اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق دید سے پر ہو جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی تجلی جمال اور صفت کمال پر اللہ تعالیٰ کے شیریں ذکر اور درد وحال اور مراتب کی بلندی سے نشاط پیدا ہوتا ہے اور بادہ محبت کا نشہ حاصل ہوتا ہے

حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے خواب میں حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت کی؛ عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، یہ سماع جن میں ہم راتوں کو حاضر ہوئے ہیں اور کبھی اس میں حرکتیں بھی پیدا ہوتی ہیں اس کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

فرمایا: میں ہر شب تمہارے ساتھ ہوتا ہوں مگر اسے قرآن شریف سے شروع کر کے قرآن شریف پر ہی ختم کیا کرو۔

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، الحکایۃ التاسعۃ والسبعون بعد المئتین ص، ۲۴۴، ۲۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت امام عفیف الدین ابو سعادات عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی، یمنی، مکی علیہ الرحمہ، متوفی، ۷۶۸ھ لکھتے ہیں:

وروی ان الامام الشافعی رضی اللہ تعالی عنہ سمع جاریۃ تغني و تقول: شعر،

خلیلی ما بال المطایا کانها		تراهاعلی الاعقاب بالقوم تنکص

فقال لابن علیۃ و کان معه: کیف تسمع، ایطر بک؟

فقال لا، فقال الشافعی: مالک حس" وحکی ان بعضهم قام لیلة الی الصباح، یقوم یسقط علی هذاالبیت والناس قیام یبکون

باللہ ردوا فعاد مکتئب		لیس له من حبیبه خلف

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ آپ نے ایک لڑکی کو یہ شعر پڑھتے سنا:

خلیلی ما بال المطایا کانها		تراهاعلی الاعقاب بالقوم تنکص

ترجمہ: اے دوست؛ ان سواریوں کو کیا ہو گیا ہے لگتا ہے قوم کو الٹے پاؤں لوٹا رہی ہیں۔

احمد بن علی ہمراہ تھے۔ آپ نے پوچھا یہ شعر سن کر تمہیں کچھ کیف آیا۔ انھوں نے عرض کیا کچھ بھی تو نہیں۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ تم تو بے حس ہو۔ ایک اور بزرگ یہ شعر سن کر وجد میں آ گئے۔

باللہ ردوا فعاد مکتئب		لیس له من حبیبه خلف

ترجمہ: خدا کے واسطے اس غمزدہ کا دل پھیر دو جسے اپنے حبیب کا ثانی نہیں ملتا۔

اسی کیف اور مستی میں رات بھر کھڑے رہے کبھی کبھی گر پڑتے پھر سنبھل کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ کے ساتھ مصاحبین بھی کھڑے روتے اور اشک بہاتے رہے۔

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، الحکایۃ الثمانون بعد المئتین ص، ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل ابن کثیر، علیہ الرحمہ، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے ہیں:

وَقَدْ قَرَأَ ابْنُ الْبُهْلُولِ يَوْمًا فِي جَامِعِ الْمَنْصُورِ قَوْلَهُ تَعَالَى: {أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ} (الحدید:۱۶) فَنَهَضَ إِلَيْهِ رَجُلٌ صُوفِيٌّ، وَهُوَ يَتَمَايَلُ، فَقَالَ: كَيْفَ قُلْتَ؟ فَأَعَادَ الْآيَةَ، فَقَالَ الصُّوفِيُّ: بَلَى وَاللهِ، وَسَقَطَ مَيِّتًا رَحِمَهُ اللهُ.

ایک روز جامع منصور میں حضرت بہلول علیہ الرحمہ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھا:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ

ترجمہ: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو اُترا۔ (الحدید:۱۶)

ایک صوفی شخص جھومتے ہوئے اس کی طرف کھڑا ہوا اور کہا: تو نے کیا پڑھا ہے؟ تو اس نے دوبارہ آیت پڑھی، پھر صوفی نے کہا اللہ کی قسم وہ وقت آ گیا ہے، اس کے بعد وہ صوفی شخص گر کر فوت ہو گیا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرے۔

(البدایۃ والنھایۃ، ج ۱۱، ص ۳۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل ابن کثیر علیہ الرحمہ متوفی ۷۷۴ھ، لکھتے ہیں:

قال ابن الأثير: في رجب منها اجْتَمَعَ جماعَةٌ مِنَ الصُّوفِيَّةِ بِرِبَاطٍ بِبَغْدَادَ في سماع فأنشدهم، وهو الجمال الحلي:

علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس سال کے رجب میں صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی ایک جماعت کا بغداد میں محفل سماع میں اجتماع ہوا، اس موقع پر جمالی حلی نے انہیں یہ اشعار سنائے:

أعاذلتي أَقْصِري		كَفَى بِمَشِيبِي عَذَلَ
شَبَابٌ كَأَنْ لم يكن		وشيب كأن لم يزل
وبثي ليال الوصال		أواخرها والأول
وصفرة لون المحب		عند استماع الغزل
لئن عاد عتبى لكم		حلالي العيش واتصل
فلست أبالي بما نالني		ولست أبالي بأهل ومل

ترجمہ: اے مجھے ملامت کرنے والی ملامت کم کر، میرا بڑھاپا ہی ملامت کرنے والا کافی ہے،

جوانی گویا تھی ہی نہیں، اور بڑھاپا شاید ہمیشہ رہے گا،

میرا غم وصل کی راتوں پر جوان کی ابتدا وانتہا پر ہے،

غزل کے سنتے وقت محبوب کے چہرے کا رنگ زرد ہے،

اگر دوبارہ تم سے میری ناراضگی ہوئی تو میری زندگی میٹھی اور متصل ہو جاتی،

مجھے جور نج والم پہنچا اس کی پرواہ نہیں اور نہ مجھے اہل ملال کی پرواہ ہے۔

قَالَ فَتَحَرَّكَ الصُّوفِيَّةُ عَلَى الْعَادَةِ فَتَوَاجَدَ مِنْ بينهم رجل يقال له أحمد الرَّازِيُّ فَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، فَحَرَّكُوهُ فَإِذَا هُوَ مَيِّتٌ.

علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: تو صوفیاء میں حرکت شروع ہو گئی جیسے ان کی عادت ہے، ان کے درمیان میں سے ایک شخص جسے احمد رازی علیہ الرحمہ کہتے ہیں اس

پر وجد طاری ہو گیا، پھر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب انہوں نے اسے ہلایا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔

(البدایۃ والنھایۃ، ج۱۳، ص۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الکامل فی التاریخ، ج۱۰، ص۲۰۴)

حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ، لکھتے ہیں:

الشَّيْخُ حَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ الْأَنْصَارِيُّ الضَّرِيرُ، كَانَ بِفَرْدِ عَيْنٍ أَوَّلًا، ثُمَّ عَمِيَ جملةً، وَكَانَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيُكْثِرُ التِّلَاوَةَ، ثُمَّ انْقَطَعَ إِلَى الْمَنَارَةِ الشَّرْقِيَّةِ، وَكَانَ يَحْضُرُ السَّمَاعَاتِ وَيَسْتَمِعُ وَيَتَوَاجَدُ، وَلِكَثِيرٍ مِنَ النَّاسِ فِيهِ اعْتِقَادٌ عَلَى ذَلِكَ؛ لِمُجَاوَرَتِهِ فِي الْجَامِعِ، وَكَثْرَةِ تِلَاوَتِهِ وَصَلَاتِهِ، وَاللهُ يُسَامِحُهُ، تُوُفِّيَ يَوْمَ السَّبْتِ فِي الْعَشْرِ الْأُوَلِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ بِالْمِئْذَنَةِ الشَّرْقِيَّةِ، وَصُلِّيَ عَلَيْهِ بِالْجَامِعِ، وَدُفِنَ بِبَابِ الصَّغِيرِ.

ترجمہ: شیخ حسن ابن احمد انصاری علیہ الرحمہ ابتدا میں ایک آنکھ سے نابینا تھے پھر مکمل نابینا ہو گئے تھے، اور قرآن مجید پڑھتے تھے اور تلاوہ کثرت سے کرتے رہتے تھے، پھر منارہ شرقیہ کی طرف یکسو ہو گئے، سماع کی مجلسوں میں حاضر ہوتے اور سن کر وجد میں آجاتے، اور "جامع" کے پڑوس میں رہنے اور کثرتِ تلاوہ کی وجہ سے اور اہتمام نماز کی وجہ سے کثیر لوگ آپ کے معتقد تھے، شرقی اذان گاہ میں ذی الحجہ کے پہلے عشرے بروز ہفتہ وفات پائی، "جامع" میں جنازہ پڑھا گیا اور بابِ صغیر میں دفن کیا گیا۔

(البدایۃ والنھایۃ، ج۱۴، ص۱۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی، قدس سرہ، متوفی ۵۷۸، لکھتے ہیں:

القوم سمعوا وطابوا ولكنهم سمعوا أحسن القول فاتبعوه وسمعوا غير الحسن فاجتنبوه تحلقوا وفتحوا مجالس الذكر وتواجدوا وطابت نفوسهم وصعدت أرواحهم لاحت عليهم بوارق الإخلاص حالة ذكرهم وسماعهم ترى أن أحدهم كالغائب على حال الحاضر كالحاضر على حال الغائب يهتزون اهتزاز الأغصان التي تحركت بالوارد لا بنفسها يقولون لا إله إلا الله ولا تشتغل قلوبهم بسواه يقولون الله ولا يعبدون إلا إياه يقولون هو وبه لا بغيره يتباهون إذا غناهم الحادي يسمعون منه التذكار فتعلو اهمتهم في الأذكار۔

ترجمہ: ان حضرات نے سماع سنا اور ان کے دل خوش ہو گئے، مگر وہ اچھی بات سنتے ہیں تو اس کا اتباع کرتے ہیں، اور بری بات سنتے ہیں تو اس سے بچتے ہیں (اب ان کے سماع کی حقیقت سنو) ان حضرات نے حلقے مقرر کئے، اور ذکر کی مجلسیں (جابجا) کھولیں اور (ذکر سے) ان کو وجد ہوا، ان کے نفوس پاکیزہ ہو گئے، ان کی روحیں بلند ہوئیں، ان پر حالت ذکر و سماع میں اخلاص کی بجلیاں چمکنے لگیں، اب تو ان کو دیکھئے گا کہ موجودات کی حالت سے بے خبر ہو گئے اور غائب کی حالت سے خبردار ہو گئے۔

پھر وہ ان شاخوں کی طرح ہلنے لگے جو ہوا کی وجہ سے ہلتی ہیں، خود نہیں ہلتیں، (اسی طرح یہ حضرات واردِ غیبی کی وجہ سے حرکت کرتے ہیں خود حرکت نہیں کرتے ہیں) یہ حضرات (وجد میں) لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں، اور خدا عزوجل کے سوا کسی چیز میں ان کا دل مشغول نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کہتے ہیں اور صرف اللہ ہی کی

بندگی کرتے ہیں، (وہی ان کا مقصود ہے اور کچھ مقصود نہیں، کبھی ہو کہتے ہیں اور اسی میں حیران ہوتے ہیں، نہ دوسرے کی (یاد میں)

(البرھان المؤید، حلقات الذکر والتوسلین ص، ۴۰، مکتبۃ المعارف، بیروت، الموسوعۃ الیوسفیۃ فی بیان ادلۃ الصوفیۃ، الجزء الاول، الحرکت بالذکر ص، ۱۸۳)

شیخ ابوعباس احمد بن احمد بن محمد بن عیسی زرّوق، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۸۹۹ھ لکھتے ہیں:

الواجد ان لاحظ معنی فی وجدہ افادہ علما او عملا او حالا، مع میلہ لسکون والاستلقاء ظاہرا فوجدہ من الحقیقۃ والمعنی۔ وان لاحظ الوزن والالحان، فطبیعی سیما ان وقع لہ اضطراب واحتراق فی النفس، وان لاحظ نفس الحرکۃ لیس الا فشیطانی سیما، ان اعقبہ اضطراب وھو شتہ فی البدن، واشتعال ناری فلزم اعتبار ذلک بوجہ من التحقیق تام، والا فترک سببہ اولی وافضل، لکل ذی دین یرید السلامۃ۔

ترجمہ: صاحبِ وجد اگر وجد کے دوران ایسا مطلب محسوس کرے جو اسے علم، عمل یا حال کا فائدہ دے۔ اس کے ساتھ ہی وہ آرام اور لیٹنے کی رغبت محسوس کرے تو اس کا وجد حقیقی اور معنوی ہے۔ اگر اس کی توجہ اشعار کی موزونیت اور خوش آوزی کی طرف ہو تو اس کا وجد طبعی ہے۔ خصوصاً اگر نفس میں اضطراب اور گرمی واقع ہو۔ اور اگر فقط حرکت ہی پیشِ نظر ہو تو شیطانی ہے خصوصاً اگر اس کے بعد اضطراب پیدا ہو۔ یعنی جسم میں سخت گرمی محسوس ہو جیسے آگ کا شعلہ لپک جائے اس لئے وجد کی مکمل تحقیق ضروری ہے ورنہ اس کے سبب (سماع) کا ترک کرنا ہی سلامتی کے طلبگار دیندار کے لئے ضروری ہے۔

(قواعد التصوف، قاعدۃ، ۱۴۳، ص، ۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

معارف آگاہی حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے اس قاعدے میں صحیح اور فاسد حال اور وجد کی علامات اور نشانیاں بیان کی ہیں فرماتے ہیں کہ اگر وجد والے کو اس کے وجد میں کوئی ایسا معنی حاصل ہو جو اسے ظاہری اعضاء یا دلوں کے اعمال کا فائدہ مند علم اور معرفت دے یا ایسا حال اور صفت دے جو سیر و سلوک میں اس کے لئے مفید ہو۔ اس کے ساتھ ہی اسے آرام اور لیٹنے کی طرف میلان محسوس ہو تو اس کا وجد حقیقی اور معنوی ہے۔ کیونکہ وہ اس وجد سے اپنے مقصد میں فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اگر اس کی توجہ کلام موزوں اور اچھی آوازوں کی طرف ہے اور اسے کوئی ایسا مطلب حاصل نہیں ہوتا جو علم، عمل یا حال کا فائدہ دے تو یہ سماع اور وجد طبعی ہے۔ آواز کی دلکشی، عمدگی اور باقی حواس کی لذت آفریں چیزوں کی طرف طبیعت کو اس آواز کا سننا اچھا لگتا ہے اس طرح نغمہ اور ترنم روح حیوانی کو متاثر کر جاتا ہے۔ ترنم کی اصل تاثیر روح حیوانی میں ہے معارف آگاہی حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نغمہ اور ترنم کی اصل اور بالذات تاثیر روح حیوانی میں ہے روحِ انسانی اس سے منزہ ہے اس کی شان صرف محویت، استغراق اور علم و معرفت ہے یا اس سے ملتے جلتے الفاظ فرمائے۔ بعض ارباب سماع و وجدان نے فرمایا کہ مطلب کا سمجھنا اور اس کا استنباط مریدین کے سماع کا حصہ ہے منتہی کا ذوق اور وجد نفس آواز سے ہے۔ اس کی ذات میں حق کی جلوہ گری ہوتی ہے نہ تو معانی کا فہم اس کی ذات میں جلوہ گر ہوتا ہے اور نہ ہی اشعار اور منظوم کلام سے سمجھا جانے والا مطلب۔ اور اگر وجد والا کلامِ موزوں اور آواز کی تاثیر سے محض حرکت پاتا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں تو یہ وجد شیطانی ہے۔

یہ حکم اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ماخوذ ہے:

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ

ترجمہ: (شیطان کو فرمایا) اور ڈگمگا دے ان میں جس کو تو ڈگمگا سکتا ہے اپنی آواز سے۔ (سورۂ بنی اسرائیل، ۶۴)

خصوصاً! سننے والے کو اضطراب اور جھنجھناہٹ لاحق ہو اور جسم میں آگ کا شعلہ سا لپک جائے (اَلشِّنَّۃُ، شین کے نیچے زیر اور نون مشدد، پانی کا چھینکنا اور اس کا بکھیر دینا) کیونکہ شیطان انسانوں پر اپنا شر چھینک دیتا ہے۔ آگ کے شعلے کا شیطان سے ہونا ظاہر ہے۔ جب سماع میں یہ معاملہ ہے کہ کبھی اس کا تعلق حقیقت سے ہوتا ہے کبھی طبیعت سے اور کبھی شیطان سے۔ تو اس کی تحقیق اور فرق کرنا ضروری ہے اور اگر فرق نہ ہو سکے (کہ کونسا وجد حقیقی ہے اور کونسا طبعی اور شیطانی؟) اور فرق کرنا ہے بھی مشکل۔ تو اس کے سبب یعنی سماع کا ترک کرنا سلامتی کے طالب ہر دیندار کے لئے اولیٰ اور افضل ہے۔

(فقہ و تصوف، ص ۱۷۹)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

اسی قسم سے رقص وغیرہ ہے مثلاً کپڑوں کا پھاڑنا، سینوں پر ہاتھ مارنا، زمین پر گر جانا اور لوٹ پوٹ ہونا جو شخص کسی طرح بھی شریعت کی مخالفت کا ارادہ نہ کرے اور جو کچھ وہ کرے اس کے علاوہ کچھ کرنا اس کے بس میں نہ ہو۔ بلکہ اس سے غیر اختیاری طور پر افعال سرزد ہوں۔ اس کی حرکتیں (رقاصاؤں کی طرح) منضبط نہ ہوں تو وہ معذور ہے اور معذور پر نہ مواخذہ ہے اور نہ ہی عتاب ہے۔

(فقہ و تصوف، ص ۱۷۸)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

جملہ در خشکی چو ماہی مے طپند		آپ را بکشا ز جو بردار بند

ترجمہ: سب کے سب یوں تڑپ رہے ہیں جس طرح خشکی میں مچھلی (خدا کے لئے) نہر سے بند اٹھا دو (اور) پانی کھول دو۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۲۴۳)

حضرت شیخ المشائخ خواجہ نجم الدین کبریٰ، قدس سرہ، متوفی، ۵۰۰، لکھتے ہیں:

اور حالت اور وجد والوں کی طرف نیاز کی نگاہوں سے دیکھے۔ اور ان کے پاس جا کر تواضع کرے۔ (مرصاد العباد، ص ۱۷۱، لاہور)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

طریق آن حضرت قدس اللہ سرہٗ العزیز آن بود کہ ہر کرامی پذیر فتند نخست توبہ اش میدادند و اگر عشق و محبت آن طالب را نجود بسیار میدیدند بطریق رابطۂ و نگاہداشت صورت خود بحقیقت جامعہ اش امر میکر دند و بسیار کشایش دی را ازین احضار و نگاہداشت صورت شریف پدیدا ر میگشت خواجۂ برہان نام از خواجہ ہای دہنیدی کہ ازا کابر خود نسبتہا و اجازتہا یا فتہ بود بخدمت ایشان رسید و طلب افادہ و افاضہ نمودہ ایشان وے را بہ نگاہداشت صورت خود دلالت نمودند و وے در تعجُب رفت و با محرمان خود گفت این شغل مناسب حال جمعی ست کہ اول قدم درین راہ نہادہ باشند مرا ایشان کرم نمودہ بمراقبہ عالی تر ازان اشارہ نمایند دو ستانش گفتند امتثال امر باید نمود و از فضول احتراز فرمود چون عقیدتش درست بود نا چار بہ نگاہداشت صرت مبارک پر داخت دو رزی رفتہ بود کہ آن صورت اور ا فرو گرفت و نسبت عظیم بروی استیلا نمود تا غلبہ سکر ش بجای رسید کہ باوجود تمکین و کبر سن مقدار دو

ذراع از زمین می جست و هر سوی خود را بدیوار و اشجار میزد تا آنکه چند تن که از جوانان دی را گرفته بودند قوت شان به نگاهداشت او فانمی کرد تا دید انچه دید۔

ترجمہ: قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ کا طریقہ یہ تھا کہ جس شخص کو بیعت کیلئے قبول فرماتے تو پہلے اس سے توبہ کراتے اور اگر اس طالب میں عشق ومحبت کا جذبہ زیادہ دیکھتے تو اسے رابطہ اور نگہداشت کے طریقہ پر اپنی صورت کا بہ حقیقت جامعہ امر فرماتے اس طرح یعنی اس احضار اور نگہداشت صورت (تصور شیخ) سے طالب کو بہت کچھ کشائش حاصل ہوتی۔ چنانچہ حضرت خواجہ برہان علیہ الرحمہ جو خواجگان دبیدی میں سے تھے اور اپنے بزرگوں سے نسبت اور اجازت حاصل کئے ہوئے تھے۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) کی خدمت میں آئے اور آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) سے مستفیض ہونے کے خواہش مند ہوئے۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) نے ان کو نگاہداشت صورت (یعنی تصور شیخ) کیلئے ارشاد فرمایا وہ سخت متعجب ہوئے اور اپنے رفیقوں سے کہنے لگے کہ یہ طریقہ تو ان لوگوں کیلئے مناسب ہے جو اس راہ میں پہلے پہل قدم رکھے۔

حضرت کرم فرما کر مراقبہ اعلیٰ کیلئے ارشاد فرمادیں تو بہتر ہوتا۔ ان کے دوستوں نے کہا جو کچھ حکم ہوا ہے۔ اس کی تعمیل چاہیئے اور خواہ مخواہ کی فضول باتوں سے احتراز کرنا چاہیئے۔ چونکہ ان (حضرت خواجہ برہان علیہ الرحمہ) کی عقیدت درست تھی اس لئے وہ نگہداشت صورت شریفہ میں مشغول ہو گئے۔ ابھی دو روز ہی گذرے تھے کہ ان پر نسبت عظیم غالب ہوگئی اور غلبہ سکر اس قدر ہوا کہ باوجود سنجیدگی اور بڑھاپے کے وہ زمین سے قریب دو گز اوپر اچھل جاتے تھے۔ اور ہر طرف دیوار اور درختوں سے خود کو ٹکراتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ جوان لوگ جو انھیں پکڑے ہوئے تھے ان کی قوت ان کی نگہداشت (تصور شیخ) کے مقابلے میں ہیچ ہوگئی۔ پھر جو کچھ دیکھا وہ دیکھا۔

(برکاتِ احمدیہ، زبدۃ المقامات ص، ۱۷۰، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ)

حضرت علامہ نور الدین محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی احراری، قدس سرہ، متوفی، ۸۹۸ھ، لکھتے ہیں:

خَلَف بن علی، رحمه الله تعالی، وی از بصره بود و با یحیی معاذ صحبت داشته بود. وقتی در مجلس یحیی بودم. یکی را وجدی پدید آمد. دیگری از شیخ پرسید که: وی را چه بوده: وی گفته که. است؟ گفت: سخن خدای شنید، سرّ وحدانیتّ بر دلش کشف شد، صفت انسانیت محو شد

ترجمہ: حضرت شیخ المشائخ خلف بن علی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت غوث صمدانی یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمہ کی صحبت میں تھا۔ ایک شخص کو وجد ہو گیا۔ دوسرے نے شیخ سے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس نے خدا کی بات سنی۔ وحدانیت کا راز اس کے دل میں کھل گیا۔ انسانیت کی صفت محو ہوگئی۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۵۴، مرکز پخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

حضرت علامہ نور الدین محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی احراری، علیہ الرحمہ، متوفی، ۸۹۸ھ، لکھتے ہیں:

در همه ماوراءالنهر و خراسان، کیفیت تصرف ایشان در طالبان و زایران اشتهار تمام دارد. هر که به دست بوس شریف ایشان مشرف شدی، از پای بیفتادی و دولت غیبت و بیخودی دست دادی. چنین استماع افتاده است که یک روز بامداد از خانه بیرون آمدند و کیفیتی

غالب داشتند. ھر کہ را نظر بر ایشان افتاد، ھمہ را کیفیت بیخودی روی نمود و بیخود بیفتادند۔

ترجمہ: تمام ماوراء النہر خراسان کے علاقہ میں آپ (حضرت شیخ المشائخ خواجہ حسن عطار علیہ الرحمہ) کے تصرف کی کیفیت طالبین اور زائرین میں مشہور تھی۔ جو شخص آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیتا وہ گر پڑتا۔ اس کو غیبت بیخودی کی دولت حاصل ہوجاتی۔ ایسا سنا گیا ہے۔ کہ ایک دن صبح کے وقت آپ گھر سے باہر نکلے۔ آپ پر کیفیت غالب ہوئی۔ جس شخص کی نگاہ آپ پر پڑتی سب کو بیخودی کی کیفیت ہوتی۔ اور گر پڑتا۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۴۰۱، مرکز پخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

حضور سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۵۶۱، ھ لکھتے ہیں:

واذا تحرک الفقیر علی آیة او بیت، فیجب ان یسلم له وقته، وان وقع للحاضرین علیه اشراف وراوا فیه تقصیراً او نقصان فالواجب علیهم الستر علیه والحمل عنه، فان اقتضی الوقت تنبیه فلینبهه بالرفق او بالقلب لا باللسان، وھاھنا یحتاج الی قوة حال وصفاء باطن وعلم دقیق واطلاع وآداب کاملة ومحافظة شدیدة حمیدة۔

ترجمہ: اگر درویش کوئی آیت یا شعر سن کر وجد میں آئے تو کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کو روکے بلکہ اس کی حالت کو اسی کے سپرد کردینا چاہیے اگر اتفاقاً کوئی تھام لے تو وجد والے کو چاہیے کہ تھامنے والے کے روکنے سے رک جائے۔ اگر درویش کسی آیت یا شعر کی وجہ سے وجد یا کیف میں آجائے تو اس کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے اگر کسی شخص کو اس میں بناوٹ اور تصنع نظر آئے تو برداشت کرے اس کی پردہ پوشی ضروری ہے، اگر یہ ضروری ہو کہ اس کو تنبیہ کی جائے تو اس کو نرمی اور محبت کے ساتھ سمجھا دیا جائے یا صرف اس بات کو دل میں رکھ لے زبان سے کچھ نہ کہے، حال حقیقی ہے یا تصنع ہے اس کی شناخت کے لئے قوت حال، صفائے باطن، تبحر علمی، اسرار و رموز سے واقف ہونا ضروری ہے۔

(غنیۃ الطالبین طریق الحق، فصل فی آدابھم فی السماع، ص، ۴۶۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت شیخ فریدالدین عطار، نیشاپوری، قدس سرہ، متوفی، ۶۲۷ ھ، لکھتے ہیں:

روزی مجلس گفت: چھل تن حاضر بودند ھژدہ تن جان بدادند و بیست و دو بیھوش شدند و ایشان را بر گردن نھادند و بخانہ ھا بردند۔

ترجمہ: (سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے) ایک مرتبہ دوران مجلس وعظ فرمایا: چالیس افراد موجود تھے، اٹھارہ انتقال کرگئے، بائیس پر غشی طاری ہوگئی، ان کو گردن پر اٹھا کر ان کے گھر چھوڑ آئے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ذکر جنید بغدادی، ص، ۳۷۷، ایران)

اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی، علیہ الرحمہ، (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰، ھ) لکھتے ہیں:

اس فقیر نے اپنے مشائخ سے نقل تواتر سے سنا ہے کہ دوسری بار جب حضرت شیخ کمال علیہ الرحمہ اپنے خلفاء صاحب حال سمیت حضرت شیخ جلال الدین علیہ الرحمہ کی زیارت کیلئے تھانیسر تشریف لائے تو اُس وقت حضرت شیخ محفل سماع میں رقص کررہے تھے اور ساری مجلس دست بستہ کھڑی تھی۔ حضرت شاہ کمال علیہ الرحمہ نے مجلس میں داخل ہوتے ہی دست بستہ ہوکر حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے پیچھے پیچھے پھرنا شروع کیا۔ اُن کے اصحاب نے عرض کیا کہ حضور اپنے کمالات کے باوجود کس وجہ سے اُن کے پیچھے گردش فرما رہے ہیں۔ شاہ کمال علیہ الرحمہ نے فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ روحانیتِ رسول اللہ ﷺ ان کی تعظیم کی خاطر ان کے ہمراہ گردش کررہی ہے۔

پس میں کون ہوں جو گردش نہ کروں۔

یہ خبر بھی تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ جب حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو سماع میں وجد طاری ہوتا تو حضرت رسالت پناہ ﷺ کی روحانیت مجلس میں موجود ہو جاتی اور ان کو فیوض و برکات سے نوازتی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ سر حلقۂ اقطاب، افراد اور محبوبان ہو گئے۔

(اقتباس الانوار، ص:۶۹۱)

حضرت علامہ نور الدین محمد عبد الرحمن جامی نقشبندی احراری، قدس سرہ، متوفی ۸۹۸ھ، لکھتے ہیں:

روزی به ری رسید. یکی وی را بشناخت گفت: آن استاد ابو علی دقاق است :بزرگان آمدند و استدعای درس کردند ,قبول نکرد۔ إلحاح بسیار کردند و منبر نهادند تا وعظ گوید. به منبر بالا رفت و اشارت به راست کرد گفت :الله اکبر. و روی به قبله کرد و گفت: و رضوانٌ من الله اکبر (۷۲/توبه) و به جانب چپ اشارت کرد و گفت: وَاللهُ خَیرٌ وَأَبقی (۷۳/طه) خلق به یک بار به هم بر آمدند و غریو بر خاست و چند کس بر جای بمردند. استاد در میان آن مشغله از منبر فرود آمد و برفت. بعد از آن وی را طلب کردند نیافتند۔

ترجمہ: ایک دن ایک پیر آیا ایک نے اس کو پہچان لیا کہ وہ حضرت شیخ المشائخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔ بزرگ لوگ آئے اور درس کی درخواست کی آپ نے قبول نہ کیا وہ بہت اصرار کرنے لگے اور منبر رکھا گیا تاکہ آپ وعظ کریں۔ آپ منبر پر چڑھے اور دائیں طرف اشارہ کیا اور کہا اللہ اکبر اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور کہا

''وَرِضْوَانٌ مِنَ اللهِ أَكْبَرُ''

ترجمہ: اللہ ﷻ کی رضامندی بہت بڑی ہے۔ (سورۃ التوبہ:۷۲)

بائیں طرف اشارہ کیا اور کہا

وَاللهُ خَيْرٌ وَأَبْقَى۔

ترجمہ: اللہ ﷻ بہتر ہے اور بڑا باقی رہنے والا ہے۔ (سورۃ طہ:۷۳)

لوگ ایک دم شور مچانے لگے اور چند شخص وہیں فوت ہوئے استاد اس شور میں منبر پر سے اتر پڑے اور چل دیئے۔ اس کے بعد ان کی تلاش کی گئی تو نہ ملے۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص:۲۹۸، مرکز پخش: انتشارات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

احسان خداوندی، وجد کا انکار کرنے میں جلدی نہ کرنا:

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

ومما منّ الله تبارک وتعالیٰ به علیّ: عدم مبادرتی بالانکار علی من قام وتواجد، ولو کان من الظلمة، او لم یکن له به عادة، فقد یکشف الله تعالیٰ الحجاب عن بعض القلوب فنحن الی وطنها الاول، فتتمایل کالشجرة التی کانها ترید قلع عروقها من الارض۔

ترجمہ: میں اس شخص پر انکار کرنے میں جلدی نہیں کرتا جو کہ کھڑا ہو کر وجد کرنے لگے۔ اگرچہ ظالموں میں سے ہو یا اسے اس کی عادت نہ ہو۔ پس کبھی اللہ تعالیٰ بعض کے قلوب سے حجاب کھول دیتا ہے تو وہ اپنے وطن اول کی طرف مشتاق ہوتے ہیں۔ پس جھومتے ہیں اس درخت کی طرح جس کی جڑیں تو زمین سے اکھاڑنا چاہتا ہے۔

(المنن الکبری، الباب الثالث عشر، ص، ۵۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، علیہ الرحمہ، متوفی ۱۳۵۰ھ، لکھتے ہیں:

ابو عبد اللہ محمد الواعظ: کان یسکن الخشابین بمصر، و کان الناس یأتون الیہ ویجلسون تحت منزلہ فیعظہم من طاقتہ۔ قیل: انہ وعظہم لیلۃ من اللیالی فاھتز منزلہ خمس مرات کالمستمع اذا ھزہ السماع۔ وکان یقول: یستحب للقاضی حضور مجلس الذکر لعلہ ان یکتسب بعد قساوۃ قلبہ لینا مات فی مصر و دفن فی البقعۃ بالقرب من قبر الامام ابی وداعۃ صاحب سعید بن المسیب۔

ترجمہ: حضرت ابو عبد اللہ محمد واعظ علیہ الرحمہ آپ مصر میں لکڑ ہاروں کے محلہ میں رہا کرتے تھے لوگ اگر آپ کے گھر کے نیچے بیٹھ جاتے اور آپ بالا کونی سے انہیں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ وعظ سن کر گھر جھومنے لگا مروی ہے کہ ایک رات آپ وعظ فرما رہے تھے کہ پانچ دفعہ آپ کا گھر یوں جھوما جس طرح دوران سماع کئی عاشق جھومتے ہیں آپ فرمایا کرتے تھے جج کے لیے یہ اچھی بات ہے کہ وہ مجلس ذکر میں حاضری دے شاید اس طرح اس کی شقاوت و قساوت قلبی نرمی میں بدل جائے آپ کی وفات مصر میں ہوئی اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے ساتھی امام ابو وداعہ علیہ الرحمہ کی قبر کے قریب ایک قطعہ ارضی میں مدفون ہوئے۔

(جامع کرامات الاولیاء، ج، ا، ص، ۱۵۸، ۱۵۹، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

نوشتہ بودند کہ روزے نشستہ بود کہ جوشے از نہاد ایں کس برخاست و نزدیک شد کہ صیحہاے پر درد از نہاد او بر آید بتکلف تمام از صیحہ نگاھداشت، ازیں سبب درد سینہ و درد پہلو برخاستہ است شکر کنند کہ درین طور جوش و شورش جان بسلامت ماند بسیارے از صوفیہ درین طور وقت قالب را از جان تہی کردہ اند، می آرند کہ ابراھیم خواص قدس سرہ روزے بر جمعے بگذشت کہ بذکر الٰھی جل، سلطانہ اشتغال داشتند، از ذکر آن جماعہ در ابراھیم چنان ذوق اثر کرد کہ در رقص شد ھفت شبانروز بدین منوال بود چون بھوش آمد تجدید وضو نمود دو گانہ ادا کرد و سر بسجدہ نہاد سہ بار یا اللہ یا اللہ بگفت و سر بر کرد و جان بداد۔

عاشق بھو اے دوست بیھوش بود		و ازیاد محب خویش مدھوش بود

آپ نے لکھا تھا کہ ''ایک روز بیٹھا تھا، اس عاجز کے اندر سے ایک جوش اٹھا اور قریب تھا کہ اس عاجز کے اندر سے درد بھری چیخیں نکلیں، پوری کوشش سے اپنے آپ کو چیخنے سے باز رکھا اس کی وجہ سے سینہ اور پہلو میں درد پیدا ہو گیا ہے۔'' شکر ادا کریں کہ اس طرح کے جوش و خروش میں جان سلامت رہ گئی (ورنہ) بہت سے صوفیوں نے اس قسم کی حالت میں جان دیدی ہے۔

نقل کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا سراج السالکین ابراہیم خواص علیہ الرحمہ ایک روز ایک ایسے مجمع کے پاس سے گزرے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں

مشغول تھا، اس جماعت کے ذکر الٰہی سے حضرت سیدنا سراج السالکین ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ میں ذوق وشوق نے ایسا اثر کیا کہ رقص کرنے لگے سات دن رات تک اسی کیفیت میں رہے، جب ہوش میں آئے تو نئے سرے سے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور سجدہ میں سر رکھ کر تین بار یا اللہ یا اللہ یا اللہ کہا، سر اٹھایا اور جان دیدی۔

عاشق بہ ہوائے دوست بیہوش بود		و از یاد محب خویش مدھوش بود

ترجمہ: عاشق دوست کی محبت میں بیہوش ہوجاتا ہے اور اپنے محب کی یاد سے مدہوش ہوجاتا ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۱۸، ص، ۸۹، ۹۰، گارڈن ویسٹ، کراچی)

عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

بمیرزا محمد فاروق در تضاد بندگی بارادت و مداحی روضۂ مبارک حضرت ایشان خود و شرافت بلدۂ سرہند۔

اللہ تعالیٰ بحصول مرادات مکرم داراد بلکہ از جمیع مرادات تہی کناد و بارادت خویش قیام دہاد مقام بندگی کہ نیستی و بی وجودیست و صف ارادت را بر نتابد کہ منبئ از ہستی و خودی ست و نقطۂ ہستی و انانیت بر سینۂ محب کوہ قاف است و سد سکندری کہ رفع آن بی سابقہ کرم امکان پذیر نیست مجرد اعمال صوریہ بی جذبات قویہ معنویہ ازیں گرداب نمی برآرد و تانائرہ آتش شوق در باطن مشتعل نسازند و عشق شرکت سوزند ھند نجات و تخلص ازین بار گران محال است تا سالک در بند ارادت خود است مرید است، و چون از ارادت و مرادات وارھد و بارادت او تعالیٰ قائم شود از مقام ارادت برآید مقام شیخی را شاید

درین جزو زمان این معنی کہ کمال نخستین است از کمالات ولایت و ہمچنین سائر کمالات ولایت از مزار فائض الانوار قدوۂ کبار حضرت پیر دستگیر قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس مفاض و مستفاداست و مجاوران آن روضۂ منورہ بلکہ طالبان اطراف و اکناف کہ ازروی صدق می آیند و سر نیاز بآن سدۂ سنیہ میسایند از این دولت مستفیض و مستفید میگردند و از یک نوش بصد جوش و خروش ترک، خویش نمودہ بمطلب پی می برند۔ امروز بقعۂ سرہند از کثرت فیوض و انوار و از بسیاری ظہور اسرار رشک ھند و غیر ھند است آنرا از ھند ندانند کہ دریچۂ ولایت است خاک ھند با آب ولایت یکجا شدہ است و بادۂ محبت با افیون جمع در طینت آن باھم آمیختہ لاجرم از جوش سکر عین و اثر را از طلبۂ آن بربودہ است سر و دستار از رقاصان آنجای برداش خوش گفت۔

بیت

ازان افیون کہ ساقی درمی افگند		حریفان را نہ سر ماند نہ دستار

مع ذلک از شربت جمع الجمع سیرابست و از شیر صحو و دعوت تر و تازہ ایں ہمہ ھدایت و ارشاد اثر آن ست و این دید و داد پرتو آن تا کجا لطافت طینت این بقعہ را بیان نماید و فیوض و اسرار وجود و ایثار آنرا ظاہر سازد کہ از طالبان ہوشمند مخفی نیست و بر منصفان صفا کیش پوشیدہ نہ از سجار اسرار آن گوہری بدست می آید کہ در جائہائی دیگر کمیاب است و از خمخانۂ آن بکام مشتاقان شربی می رسد کہ از آفاق و انفس می برد۔

مثنوی

بس کنم خود زیرکاں را این بس است		بانگ دو ک کردم اگر درده کس است

مرزا محمد فاروق کے نام بندگی اور ارادہ میں تضاد کے بارے میں اور حضرت ایشاں (غوث صمدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے روضۂ مبارکہ کی تعریف اور شہر سرہند کی بزرگی کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد وصلوۃ کے بعد: اللہ تعالیٰ مرادوں کے حصول کے ساتھ آپ کی عزت افزائی فرمائے بلکہ (دیگر) تمام مرادوں سے خالی کردے اور اپنے ارادے کے ساتھ قیام بخشے، بندگی کا مقام جو کہ نیستی اور بے وجودی (عدم وفنائیت) ہے ارادہ کے وصف کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ (ارادہ) ہستی اور خودی کی خبر دینے والا ہے اور ہستی و انانیت (میں پن) کا ایک نقطہ بھی محب کے سینہ پر کوہ قاف اور سدّ سکندری (بہت بڑا بوجھ اور رکاوٹ) ہے کہ جس کا دور کرنا کرم (فضل) کے وسیلہ کے بغیر ممکن نہیں ہے، باطنی جذبات قویہ کے بغیر صرف ظاہری اعمال اس گرداب سے نہیں نکالتے، اور جب تک شوق کی آگ کا شعلہ باطن کے نور روشن نہ کریں اور شرکت سوز، عشق نہ دیں اس بھاری بوجھ سے نجات اور رہائی محال ہے۔ جب تک سالک (مرید) اپنے ارادے کی قید میں ہے مرید ہے اور جب ارادے اور مرادوں سے رہائی حاصل کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے تو ارادے کے مقام سے نکل جاتا ہے اور شیخی کے مقام کے لائق ہو جاتا ہے۔

اس زمانے میں یہ معنی جو کہ ولایت کے کمالات میں سے پہلا کمال ہے اور اسی طرح ولایت کے تمام کمالات پیشوائے اکابر حضرت برھان حقیقت امام مجدد اعظم ﷺ کے مزار فائض الانوار سے مفاض ومستفاد (جاری وحاصل) ہیں اور اس روضۂ منورہ کے مجاورین (خدمت گار) بلکہ اطراف واکناف کے طالبان جو کہ صحیح اعتقاد کے ساتھ آتے ہیں اور نیازمندی کا سر اس آستانہ بلند سے گھستے ہیں ان دولتوں سے فیضیاب و بہرہ ور ہوتے ہیں اور ایک گھونٹ پی کر صد جوش وخروش کے ساتھ اپنے آپ کو ترک کر کے مطلب کو پہنچ جاتے ہیں۔ آج سرہند (شریف) کی زمین فیوض وانوار کی کثرت اور اسرار کے ظہور کی بہتات کی وجہ سے ہند وغیر ہند کیلئے رشک (کی جگہ) ہے، لوگ اس کو ہندوستان سے نہ جانیں کیونکہ یہ ولایت کی کھڑکی ہے ہندوستان کی خاک ولایت کے پانی کے ساتھ مل گئی ہے اور محبت کی شراب جمع کی افیون کے ساتھ اس کی طینت میں گھل مل گئی ہے اس لئے سکر کے جوش سے عین واثر کو اس کے طالبوں سے دور کر دیا ہے، اس جگہ کے رقص کرنے والوں سے سر ودستار (عمامہ شریف) اٹھا دیا ہے،

کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

ازاں افیون که ساقی درمے افگند		حریفاں رانه سرماندنه دستار

ترجمہ: اس افیون کی وجہ سے جو کہ ساقی نے شراب میں ڈال دی ہے حریفوں کو نہ سر (کا ہوش) رہا ہے اور نہ پگڑی کا

اس کے باوجود جمع الجمع کے شربت سے سیراب ہے اور صحو ودعوت کے دودھ سے تروتازہ ہے یہ سب ہدایت وارشاد اس (بقعہ) کا اثر ہے اور یہ دید وداد (دیکھنا اور دینا) اس (جگہ) کا پرتو ہے اس بقعہ (قطعۂ زمین) کی طینت کی لطافت کہاں تک بیان کرے اور اس کے وجود کے فیوض واسرار اور اس کے جود وایثار کو کہاں تک ظاہر کرے کہ یہ چیز عقل وہوش والے طالبوں سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور صفائی کی طبیعت والے منصفوں پر پوشیدہ نہیں ہے اس کے اسرار کے سمندروں سے ایسا موتی ہاتھ آتا ہے کہ دوسری جگہوں میں کمیاب ہے اور اس کے شراب خانے سے مشتاقین کے حلق میں ایک ایسا گھونٹ پہنچتا ہے جو کہ آفاق وانفس سے

بے خبر کردیتا ہے۔

بس کنم خود زیر کان را این بس ست		بانگ دو کردم اگر در دہ کس است

ترجمہ: میں بس کرتا ہوں کیونکہ عقل مندوں کیلئے یہی کافی ہے، اگر گاؤں میں کوئی شخص ہے تو میں نے خطرہ کی آواز لگادی ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۸۰، ص، ۱۹۹، ۲۰۰، گارڈن ویسٹ، کراچی)

ایسا جذب طاری ہوا کہ رات ہی کو میں دیوانہ وار دشت وصحرا میں چلا گیا:

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

درویشے کہ آثار جذبہ و دثار بے نفسی و علامات آزادی و سمات وارستگی در وے پیدا و ہویدا برد، نقل نمود کہ از بنگالہ با کبر آباد (آگرہ) آمدہ بودم و حضرت ایشان قدس سرہ درآن بلدہ تشریف داشتند۔ شبے بمنزل شریف آنحضرت رسیدم و ملتمس تعلیم ذکر گردیدم، اجابت فرمودند۔ حالے برمن مستولی گشت کہ ہمان شب دیوانہ وار از آنجا بیرون آمدم و بدشت و صحرا افتادم و مدتہا در کوہ و بیابان میگشتم و از خواب و خور و سکون و آرام خبر نداشتم۔ چگویم کہ درین میان چہ دیدم و بچہ چیزہا رسیدم؟

ترجمہ: ایک درویش نے کہ جس میں جذب کے آثار بے نفسی کی علامات اور آزادی و بے نیازی کی نشانیاں موجود تھیں بیان کیا کہ میں بنگال سے اکبرآباد (آگرہ) آیا ہوا تھا اور حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اس وقت اس شہر میں تشریف رکھتے تھے ایک رات آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور التماس کی کہ مجھے تعلیم ذکر فرمادیں آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) نے قبول فرمالیا (لیکن) اسی وقت مجھ پر ایسا جذب طاری ہوا کہ رات ہی کو میں دیوانہ وار وہاں سے باہر نکلا اور دشت وصحرا میں چلا گیا اور مُدّت تک کوہ و بیاباں میں پھرتا رہا اور مجھے سونے کھانے اور آرام کرنے کی خبر نہ رہی کیا کہوں کہ اس زمانے میں کیا کیا میں نے دیکھا اور کیا کیا حاصل کیا؟

(حضرات القدس، ص، ۱۶۴، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور)

حضور سیدی مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ کی محفل میں:

آپ کو بہت جذبہ حاصل تھا۔ آپ کی توجہ سے لوگ بے اختیار ہوجاتے تھے۔ ہزاروں آدمیوں نے آپ سے فیض حاصل کیا اور کامل و مکمل ہوگئے۔

وجد وشوق: آپ پر وجد وشوق کا ایک کیف ہر وقت طاری رہتا۔ مجلس عالی میں جب آپ بیٹھے تو اس طرح کہ گویا کوئی عاشق انتظار معشوق میں بیٹھا ہے، جب کسی کی زبان سے محبوب حقیقی کا نام اللہ صادر ہوتا تو آپ پر وجد طاری ہوجاتا، بسا اوقات بے اختیار ہوکر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے۔

(خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص:۹۱/ ۹۲)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

شبی از شبہای ماہ رمضان حضرت ایشان ماقدس سرہٗ بدست خادمی بہ آنحضرت فالودہ فرستادہ اند چون آن خادم از کوہیان سادہ لوح، بود بدروازۂ خاص رسیدہ حلقۂ درزدہ حضرت خواجہ دیگری رابیدار نکردہ خود برآمدہ اندو ظرف فالودہ را از دست او گرفتہ

فرمودہ اند نام تو چیست معروض داشتہ کہ بابا فرمودہ اند چون خادم شیخ احمد مائی بامائی بمجرد مراجعت آن خادم ویر جذبۂ سکر دنسبت فرد گرفتہ و فریاد کنان دافتان و خیزان خود را بحضرت ایشان مار سانیدہ آنحضرت پرسیدہ اند کہ حال چیست بشورش ومستی تمام میگفتہ کہ ہمہ جاچہ ور حجر دچہ در شجر وچہ درزمین و چہ در آسمان نوری بیرنگ بیغایت و نہایت می بینم کہ بیان آن نمیتوانم نمود۔

ترجمہ: ایک مرتبہ ماہ رمضان المبارک کی ایک رات کو ہمارے حضرت غوث یزدانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے ایک خادم کے ہاتھ ایک پیالہ فالودہ کا قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا۔ چونکہ وہ خادم ایک پہاڑی آدمی بھولا بھالا تھا۔ قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ کے دروازے خاص پر پہنچ کر دروازے کی زنجیر پیٹنے لگا۔ قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ نے کسی کو بیدار نہیں کیا اور خود ہی باہر آ کر فالودہ کا پیالہ اس خادم سے لیکر دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟

اس نے عرض کیا کہ مجھے بابا کہا کرتے ہیں۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) نے فرمایا کہ چونکہ تم ہمارے شیخ احمد کے خادم ہو اس لئے ہمارے ہو۔ اس خادم کے واپس ہوتے ہی اس پر سکر اور نسبت کا جذبہ غالب ہو گیا اور وہ روتا پیٹتا، گرتا پڑتا ہمارے حضرت غوث یزدانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت (مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) نے دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟ اس نے بہت جذب و مستی کے عالم میں عرض کیا کہ میں ہر جگہ شجر و حجر زمین و آسمان میں ایک بے رنگ نور دیکھتا ہوں۔ جو بے نہایت ہے۔ اور اس کو بیان نہیں کر سکتا۔

(برکاتِ احمدیہ، زبدۃ المقامات، ص ۱۷، ۱۸، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

گویند روزی عسکری بملازمت ایشان آمد ایشان بہ تقریب طہارت از مسجد برون رفتند خادم این سپاہی برون درعنان اسپ گرفتہ ایستادہ بودہ حین تخنح و استبرا بکرّات نظر کیمیا اثر ایشان بران خادم افتادہ بودہ چون بمسجد در آمدہ اند خبر رسیدہ کہ خادم آن عسکری راجذبہ و بیخودی بر خاک افگندہ است و میان اسپان چون گوی ہر سوی غلطان ست و از قبیل شام تا پاسی از شب ہمچنان در اضطراب بودہ بناگاہ بشوریدہ وروی ببازار نہادہ و ہمچنان در صحرا برون رفتہ دیگر ہیچکس از و خبری نیافت۔

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ ایک دن ایک فوجی شخص آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) طہارت کیلئے مسجد سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ اس فوجی کا خادم دروازے کے باہر گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے کھڑا تھا۔ طہارت کے وقت آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) کی نظر کیمیا اثر اس خادم پر کئی مرتبہ پڑی۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) جب مسجد میں تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ وہ خادم اس قدر جذب اور بیخودی میں مبتلا ہوا ہے کہ گھوڑوں کے درمیان گیند کی طرح لڑھکتا پھرتا ہے۔ شام سے رات کے کچھ حصے تک اسی طرح اضطراب میں رہا۔ پھر یکایک جنونی کیفیت میں وہ بازار کی طرف جا نکلا اور وہاں سے جنگل کی طرف چلا گیا اور پھر اس کی کوئی خبر معلوم نہ ہو سکی۔

(برکاتِ احمدیہ، زبدۃ المقامات، ص ۱۸، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

از دور نظارہ آن مجالس میکردند ناگاہ جذب و حالتی ایشان را روے میداد کہ از غایت سکر و بی آرامی جامہا پارہ میکردند و چون مرغ بسمل بر خاک می طپیدند گاہ مشاہدہ میشد کہ سی چہل تن بر ہم افتادہ بودند۔

بعضے مریدان مشایخ عظام آن شہر نیز ناچار آمدہ داخل مستفیضان شدند و بسا مفسدان بصلاح رسیدند و بسیار ہشیاران بادۂ بیخودی و جذبہ چشیدند

یعنی حضرت شیخ المشائخ میر محمد نعمان علیہ الرحمہ کی مجلس کو دوسرے بھی دیکھ لیتے تو ان کے قلوب پر اس قدر جذب و مستی کا غلبہ ہوجاتا کہ وہ غلبہ سکر کی وجہ سے اپنے کپڑے پھاڑ دیتے تھے۔ اور مرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپنے لگتے تھے۔ اس حد تک دیکھا گیا ہے کہ کبھی کبھی تیس چالیس آدمی یکبارگی ہوش کھو بیٹھتے اور زمین پر گر پڑتے۔

یہ جذب و مستی کی حالت دیکھ کر بعض مشائخ علیہ الرحمہ وقت کے مریدین بھی سیدنا شیخ المشائخ حضرت اقدس میر محمد نعمان علیہ الرحمہ کے حلقہ استفاضہ میں داخل ہوئے اور بہت سے مفسدین کی اصلاح ہوئی بکثرت ہوشمندوں نے بادۂ بیخودی و جذب کا جام نوش کیا۔

(برکاتِ احمدیہ، زبدۃ المقامات ص، ۳۳۲، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ سیف الدین علیہ الرحمہ کے حالات میں، مجلس میں تشریف رکھتے تو انتظار کی کیفیت طاری ہوتی جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کا انتظار کرتا ہے۔ اہل محفل میں سے کوئی جب اللہ کا نام زبان پر لاتا تو آپ سنتے ہی مدہوش ہوجاتے اور زمین پر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے۔

(خزینۃ الاصفیاء، ص، ۲۱۰)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شاہ محمد صادق قلندر نقشبندی علیہ الرحمہ کے حالات میں، ایک دن پیر طریقت میر نازک نقشبندی کی خانقاہ کی چھت پر چڑھے۔ اذان کہی اور عین اسی حالت اذان میں آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی۔ چھت سے زمین پر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔

(خزینۃ الاصفیاء، ص، ۲۵۸)

حضرت شیخ المشائخ شاہ درگاہ مجددی علیہ الرحمہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔

امام نے قرأت میں یُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورۃ البقرۃ، ۱۶۵) پڑھی۔

یہ آیت سنتے ہی ان کے دل سے محبت کی آگ کا لاوا ابل پڑا۔ آپ (حضرت شیخ المشائخ شاہ درگاہ مجددی علیہ الرحمہ) کے جسم مبارک میں تھوڑی سی حرکت ہوئی۔ فوراً پہلے امام اس کے بعد تمام مقتدی وجد میں آ گئے۔ جب مسجد سے "ھاؤ، ھو" کی آواز اٹھی تو اہل محلہ جمع ہو گئے اور مسجد میں قدم رکھتے ہی ان پر بھی وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ غرضیکہ جو کوئی بھی مسجد میں قدم رکھتا مدہوش ہوجاتا اور زمین پر ماہی بے آب کی طرح تڑپتا۔ یہ فیضان محبت الٰہی کا کرشمہ تھا جو وہاں بارش کی طرح برس رہی تھی۔ (خزینۃ الاصفیاء، ص، ۲۷۴)

علامہ فیض احمد فیض لکھتے ہیں:

۲۱۔ ۱۹۲۰ء کا ذکر ہے ایک روز عصر کے بعد مسجد سے مہمان رخصت ہو رہے تھے کہ کسی نے موت کا ذکر کیا۔ آپ پر کیفیت طاری ہوگئی۔ ایک لمبی ٹھنڈی سانس

لی اور حسرت بھرے لہجے میں فرمایا۔ابھی یہ نعمت کہاں۔

ع

شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

قصبہ گولڑہ میں ایک رات شادی کے موقع پر لڑکیوں نے پنجابی زبان میں گیت گاتے ہوئے۔ یہ شعر پڑھا

اچی ڈھکی گھر سامنے ڈاڈھیاں نال پریت		نال توڑی، ناں توڑساں، ناں توڑن دی نیت

گرمیوں کا موسم تھا۔آپ بالا خانہ کی چھت پر شغل وذکر الٰہی میں محو تھے کہ یہ شعر سن کر وجد ہو گیا۔شادی والے گھر میں خبر پہنچی تو لڑکیاں رات گئے تک اسی شعر کا تکرار کرتی رہیں۔جب آپ نے دعا دے کر منع فرما بھیجا تو انہوں نے گانا بند کیا۔ (مہر منیر،ص:۱۵۹)

اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

وجد کو حرام کہنا عجیب بات ہے وہ حالت اضطراری ہے جس پر حکم ہو ہی نہیں سکتا نہ کہ تحریم نہ کہ بالاجماع نہ کہ تحلیل پر خوف کفر، یہ احکام اصلاً درجہ صحت نہیں رکھتے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج،۲۲،ص،۵۵۱،رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

رقص میں بھی دو صورتیں ہیں اگر بیخودانہ ہے تو سلطان گیر وخراج از خراب (اس لئے کہ بادشاہ کسی غیر آباد اور ویران زمین میں کسی سے ٹیکس نہیں لیتا۔ت) وہ کسی طرح زیر حکم نہیں آسکتا، اور اگر بالاختیار ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں اگر تثنی وتکسر کے ساتھ ہے تو بلاشبہ ناجائز ہے۔تکسر لچکا تثنی توڑا یہ رقص فواحش میں ہوتے ہیں اور ان سے تشبہ حرام۔

اور اگر ان سے خالی ہے تو اہل بیعت کو مجلس عالم ومحضر عوام میں اس سے احتراز ہی چاہئے، کہ ان کی نگاہوں میں ہلکا ہونے کا باعث ہے۔اور اگر جلسہ خاص صالحین وسالکین کا ہو تو داخل تواجد ہے۔تواجد یعنی اہل وجد کی صورت بنانا، اگر معاذ اللہ بطور ریا ہے تو اس کی حرمت میں شبہ نہیں کہ ریا کے لئے تو نماز بھی حرام ہے۔اور اگر نیت صالحہ ہے تو ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں، یہاں نیت صالحہ دو ہو سکتی ہیں ایک عام یعنی تشبہ بصلحائے کرام:

ان لم تکونوا مثلهم فتشبهوا		ان التشبه بالكرام فلاح

ترجمہ: اگر تم ان کی مثل نہیں ہو تو پھر ان سے مشابہت اختیار کرو کیونکہ شرفاء اور معزز لوگوں سے تشبہ کامیابی کا ذریعہ ہے۔

حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم۔

ترجمہ: جو کسی قوم سے تشبہ کرے گا وہ انھیں میں سے ہے۔(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ، آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳)

دوسری حدیث میں ہے:

ان لم تبکوا فتباکوا۔

ترجمہ: اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوٰت باب فی حسن الصوت بالقرآن، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص۹۶)

دوسری نیت طالبان راہ کے لئے وجد کی صورت بنائے کہ حقیقت حاصل ہوجائے نیت صادقہ کے ساتھ بتکلف بننا بھی رفتہ رفتہ حصول حقیقت کی طرف منجر ہوجاتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۲۲، ص۵۵۲، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، لکھتے ہیں:

حکایت ۱۶۶: فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو چار مسئلوں میں شرح صدر ہے ایک مسئلہ قدر دوسرا روح، تیسرا مشاجرات صحابہ، چوتھا وحدت الوجود اور جب ان چاروں مسئلوں پر حضرت تقریر فرماتے تو سامعین پر ایک اطمینان اور وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔

(ارواح ثلاثہ یعنی حکایت اولیاء، ص۱۴۹)

وقال أبو سعيد بن الأعرابي الوجد رفع الحجاب ومشاهدة الرقيب وحضور الفهم وملاحظة الغيب ومحادثة السر وإيناس المفقود وهو فناؤك من حيث أنت وقال أيضاً الوجد أول درجات الخصوص وهو ميراث التصديق بالغيب فلما ذاقوه وسطع في قلوبهم نوره زال عنهم كل شك وريب۔

ترجمہ: ابوسعید بن اعرابی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ وجد سے مراد حجاب کا دور ہونا اور دوست کا مشاہدہ کرنا اور فہم کا موجود ہونا اور غیب کا دیکھنا اور راز قلبی سے گفتگو کرنا اور مفقود کو انس دینا یعنی اپنی خودی کو زائل کرنے سے مانوس ہوجانا۔ اور یہ بھی انہی کا قول ہے کہ وجد خصوصیت کے درجات میں سے اول ہے اور تمام امور غائبہ کی تصدیق ہے کہ جب صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) وجد کا مزا چکھتے ہیں اور ان کے قلوب پر اس کا نور چمکتا ہے تو انہیں کوئی شک اور شبہ باقی نہیں رہتا۔

(احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج۲، ص۳۱۳، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

فقراء کا انکار نہیں کرنا چاہیے

فرمایا: سلسلہ کے فقراء کی ایک جماعت رقص و سرود کر رہی تھی کہ اہل تماشا میں سے ایک کو خیال آیا: ان بدعتیوں میں بھی کوئی صاحب کمال ہوتا ہوگا۔

ان فقراء میں سے ایک نزدیک آیا اور کہا:

خاکساران جہاں را بہ حقارت من گر		تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

ترجمہ: تو جہان کے مسکینوں کو حقارت سے مت دیکھ، تجھے کیا خبر کہ اس گرد (غبار) میں کوئی سوار ہو؟

(خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص:۲۰۲/۲۰۳)

تواجد کا جواز

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کسی قوم سے مشابہت کرے گا وہ انھیں میں سے ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ، رقم:۴۰۳۱، مسند البزار، رقم:۲۹۶۶، سنن سعید بن منصور، رقم:۲۳۷۰، مسند احمد، رقم:۵۱۱۴)

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْكُوا، فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رو، اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوٰت باب فی حسن الصوت بالقرآن، رقم: ۱۳۳۷، ۱۹۶، الزہد لابی داؤد، رقم: ۳۶، مسند البزار، رقم: ۱۲۳۵، حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۲۶۱، ج ۲، ج ۳، ص ۱۰۳، ج ۸، ص ۱۵۸، شعب الایمان، رقم: ۱۸۹۱، ۱۹۶۰، مسند ابی یعلی الموصلی، رقم: ۶۸۹، السنن الکبری للبیہقی، رقم: ۲۱۰۵۸)

حضرت داتا گنج بخش، ابوالحسن علی بن عثمان جلابی، ہجویری، قدس سرہ، متوفی، ۴۶۵ھ، لکھتے ہیں:

و این خبر ناطقست بر اباحت تواجد و از ان بود کہ آن پیر گفت رضی اللہ عنہ ہزار فرسنگ بدوغ بروم تا یک قدم از ان صدق باشد۔

ترجمہ: اور یہ حدیث تواجد کے مباح ہونے پر گواہ ہے۔ اسی بناء پر کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ ہزار میل جھوٹ کے ساتھ چلو تو ایک قدم صداقت کا آتا ہے۔

(کشف المحجوب، ص ۵۴۱، کتب خانہ ملی، ایران)

سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی نقشبندی، حنفی، متوفی، ۱۱۴۳، قدس سرہ القدسی لکھتے ہیں:

لاشک ان التواجد وهو تكلف الوجد واظهاره من غير ان يكون له وجد حقيقة فيه تشبه باهل الوجد الحقيقي وهو جائز بل مطلوب شرعا قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم۔ رواه الطبراني في الاوسط عن حذيفة بن اليمان رضي الله تعالى عنه۔ وانما كان المتشبه بالقوم منهم لان تشبهه بهم يدل على حبه اياهم ورضاه باحوالهم وافعالهم۔

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ تواجد بناوٹ اور تکلف سے وجد لانا اور اس کا اظہار کرنا ہے بغیر اس کے کہ اسے حقیقی طور پر حالت وجد ہو، پس اس میں جو حقیقۃً اہل وجد ہیں ان سے تشبہ ہے۔ اور یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ شرعاً مطلوب ہے (کیا تمھیں معلوم نہیں کہ) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے۔ امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنے والا کیوں اسی قوم میں شمار کیا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کا کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شخص کی ان لوگوں سے دلی محبت ہے اور یہ ان کے حالات و افعال (اور روش) پر راضی ہے۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ، الصنف التاسع، فی آفات البدن المختلفۃ، ج ۵، ص ۱۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، والمکتبہ نوریہ رضویہ، ۲/۵۲۵)

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا رَضِيَ هَدْيَ الرَّجُلِ وَعَمَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مرد کسی شخص کی سیرت اور اس کے عمل سے خوش اور راضی ہو تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے بھی وہی عمل کیا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم: ۹۲۲، السنۃ لابن ابی عاصم، ج ۱، ص ۱۱، رقم: ۱۱، الابانۃ الکبری، لابن بطہ، رقم: ۳۰۷، مجمع الزوائد، رقم: ۱۳۱۱۹، کنز العمال، رقم: ۳۰۷۵، الجامع الصغیر، رقم: ۳۳۶۸)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ محمد عبدالرؤف مناوی، شافعی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۰۳۱ھ، لکھتے ہیں:

أي سيرته وطريقته ونعته وَذكر الرجل وصف طردي (وَعَمله) أي وَرضي عمله (فَهُوَ مثله) فَإِن كَانَ مَحْمُودًا فَهُوَ مَحْمُودًا ومذموما فمذموم وَالقَصْد الحث على تجنب أهل المعاصي وَنَحْوهم والاقتداء بالصلحاء في أفعالهم وأقوالهم۔

یعنی اس شخص کی سیرت اور اس کے طریقہ اور اس کی منقبت اور اس کے ذکر اور اس کے عمل سے راضی ہے، تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے بھی وہی عمل کیا، پس اگر وہ عمل محمود (اچھا) ہے تو وہ بھی محمود ہے اور اگر وہ عمل مذموم (برا) ہے تو وہ بھی مذموم ہے، اور گناہ گار قسم کے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر اور نیک لوگوں کے افعال اور اقوال کی اقتداء پر ترغیب مقصد ہے۔

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر، الجزء الاول ص، ۲۸۵، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض)

وَعَنْ أَبِي قِرْصَافَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ۔ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔: "مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حَشَرَهُ اللهُ فِي زُمْرَتِهِمْ

ترجمہ: حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم سے محبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس قوم کے زمرے میں اس کا حشر فرمائے گا۔ (مجمع الزوائد، رقم: ۱۸۰۳۱، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم: ۲۵۱۹، کنز العمال، رقم: ۲۴۶۷۸، الجامع الصغیر، رقم: ۱۲۱۲۲)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ محمد عبدالرءوف مناوی، شافعی، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۱۰۳۱ھ، لکھتے ہیں:

فَمن أحب أَوْلِيَاء الرَّحمن فَهُوَ مَعَهم فِي الْجنان وَمن أحب حزب الشَّيْطَان فَهُوَ مَعَهم فِي النيرَان وَفِيه بِشَارَة عَظِيمَة لمن أحب الصُّوفِيَّة أَوْ تشبه بهم وانه يكون مَعَ تفريطه بِالْقيامِ بِمَا هم عَلَيْهِ مَعَهم فِي الْجنَّة وَمن تشبه بهم انما فعل ذَلِك لمحبته اياهم

ترجمہ: پس جو شخص رحمٰن عزوجل کے اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں ان کے ساتھ ہوگا، اور جو شیطان کی جماعت سے محبت رکھتا ہے تو وہ ان کے ساتھ دوزخ میں ہوگا، اس میں عظیم اشارہ ہے اس شخص کے لیے جو صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے محبت رکھتا ہے، یا ان کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اپنے قیام میں تفریط (کمی) کے باوجود ان کے ساتھ جنت میں ہوگا۔ اور جو شخص ان کی مشابہت کرتا ہے تو در اصل ان کی محبت کی وجہ سے کرتا ہے۔

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر، الجزء الثانی ص، ۳۸۷، ۳۸۸، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض)

خاتم الفقہاء والمحدثین، شیخ الاسلام، احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی، مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۹۷۴ھ، وغیرہ، لکھتے ہیں:

(وَسُئِلَ) نفع الله بِهِ عَن رقص الصُّوفِيَّة عِنْد تواجدهم هَل لَهُ أصل ؟

(فَأجَاب) بقوله نعم لَهُ أصل فقد روى فِي الحَدِيث أَن جَعْفَر بن أبي طَالب رَضِي الله عَنهُ رقص بَين يَدي النَّبِي - صلى الله عليه وسلم - لما قَالَ لَهُ أشبهت خَلقي وخُلقي وَذَلِكَ من لَذَّة هَذَا الخطاب وَلم يُنكر عَلَيْهِ - صلى الله عليه وسلم - وَقد صَحَّ الْقيام والرقص فِي مجالِس الذّكر وَالسَّماع عَن جمَاعَة من كبار الْأَئِمَّة مِنْهُم عز الدّين شيخ الْإِسْلَام ابْن عبد السَّلَام۔

(سوال کیا گیا) اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے نفع عطا فرمائے، تواجد کے وقت صوفیہ کے رقص کے متعلق کہ کیا اسکی کوئی اصل ہے؟

(تو جواب دیا): ہاں اس کی اصل ہے، تحقیق حدیث شریف میں روایت کیا گیا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے رقص کیا۔ جب آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم سیرت اور صورت میں میرے مشابہ ہو۔ پس اس خطاب کی لذت سے انھوں نے رقص کیا اور نبی کریم ﷺ نے ان پر کوئی انکار ظاہر نہیں فرمایا۔ (پس یہ حدیث تقریری صوفیہ کرام کے رقص اور وجد پر دلیل ہے کیونکہ حقیقی صوفیہ کرام پر یہ حالت مواجید کی لذت سے طاری ہوتی ہے) اسی طرح مجالس ذکر اور محافل سماع میں قیام اور رقص بھی جائز ہے اور ائمہ کبار کی ایک جماعت سے ثابت ہے جن میں شیخ الاسلام عز الدین عبد السلام بھی شامل ہیں۔

(الفتاوی الحدیثیۃ، باب فی التصوف ص، ۳۹۱، ۳۹۲، قدیمی کتب خانہ، کراچی، فتاوی الخلیلی علی المذہب الشافعی، ج، ۲، ص، ۲۵۵)

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، نقشبندی، علیہ الرحمہ، متوفی ۱۱۴۱ھ، لکھتے ہیں:

ذکر الیافعی عن بعضھم قال: رأیت الشبلی قائما یتواجد وقد خرق ثوبہ وھو یقول:

حضرت علامہ یافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ المشائخ حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمہ کو دیکھا کہ کھڑے ہوئے تواجد کر رہے ہیں۔

اور اپنے کپڑوں کو پھاڑ دیا اور یہ شعر پڑھتے ہیں:

شققت ثوبی علیک حقا		مالثوبی اردت خرقا
اردت قلبی فصادفتہ		یدای بالجیب اذیرقا
لوکان قلبی مکان جیبی		کان للشق مستحقا

ترجمہ: میں نے اپنے کپڑوں کو آپ کے عشق میں پھاڑ دیا اور میرا کپڑوں کو پھاڑنے کا ارادہ نہیں تھا۔

میرا تو دل پھاڑنے کا ارادہ تھا۔ لیکن دل کے بجائے میرے ہاتھ نے کپڑوں اور گریبان سے ٹکر کھائی۔

اگر میرے گریبان کی جگہ میرا دل ہوتا تو یقیناً پھاڑنے کے لئے دل ہی مستحق تھا۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الصنف التاسع فی عامۃ آفات البدن المختلفۃ، ج۵، ص۱۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۱۴۱ھ، لکھتے ہیں:

ولا شک ان التواجد وھو تکلف الواجد واظھارہ من غیر ان یکون لہ وجد حقیقۃ فیہ تشبہ باھل الوجد الحقیقی وھو جائز بل مطلوب شرعاً قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم رواہ الطبرانی فی الاوسط عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالی عنہ۔

وانما کان المتشبہ بالقوم منھم لان تشبھہ بھم یدل علی حبہ ایاھم ورضاہ باحوالھم وافعالھم وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان الرجل اذا رضی ھدی الرجل وعملہ فھو مثل عملہ رواہ الطبرانی من حدیث عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ۔

ترجمہ: بلا شبہ اس تواجد میں حقیقی وجد کرنے والوں سے مشابہت ہے اور یہ جائز ہے بلکہ شرعاً مطلوب ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اسی (قوم) میں سے ہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنے والا کیوں اسی قوم میں شمار کیا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کا کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شخص کی ان لوگوں سے دلی محبت ہے اور یہ ان کے حالات و افعال (اور روش) پر راضی ہے

اور حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مرد کسی شخص کی سیرت اور اس کے عمل سے خوش اور راضی ہو تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے بھی وہی عمل کیا۔

امام طبرانی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الصنف التاسع فی عامۃ آفات البدن المختلفۃ، ج۵، ص ۱۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۴۱ھ، لکھتے ہیں:

ان لم تکونوا مثلھم فتشبھوا		ان التشبہ بالکرام فلاح

ترجمہ: اگر تم ان کی مثل نہیں ہو تو پھر ان سے مشابہت اختیار کرو کیونکہ شرفاء اور معزز لوگوں سے تشبہ کامیابی کا ذریعہ ہے۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الصنف التاسع فی عامۃ آفات البدن المختلفۃ، ج۵، ص ۱۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۴۱ھ، لکھتے ہیں:

اما التواجد و تکلف الوجد علی الوجہ الصحیح لاجل التشبہ بالصالحین و لغیر ذٰلک من المقاصد الحسنۃ فقد اشار الیہ العلامۃ عبد الکریم بن ھوازن القشیری فی اوائل رسالتہ المشھورۃ فی طریقۃ الصوفیۃ حیث قال التواجد استدعاء الوجد بضرب اختیار و لیس لصاحبہ کمال الوجد اذ لو کان لکان واجدا و باب التفاعل اکثرہ علی اظھار الصفۃ و لیست کذلک۔

ترجمہ: رہا یہ کہ وجہ صحیح کے مطابق تواجد اور نمائشی وجد برائے مشابہت صلحاء و برائے دیگر مقاصد نیک تو یہ ٹھیک اور درست ہے جیسا کہ علامہ شیخ قشیری علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ مشہورہ کی ابتداء میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا تواجد کسی نوع کے اختیار سے اپنے آپ پر حالت وجد طاری کرنے کا نام ہے جبکہ صاحب وجد میں کمال وجد نہ ہو (یعنی کما حقہ وجد نہ ہو) اس لئے کہ اگر اس میں حقیقی وجد ہوتا تو وہ واجد (وجد کرنے والا) کہلاتا کیونکہ تواجد باب تفاعل ہے اور یہ زیادہ تر حقیقت کی بنا پر نہیں، بلکہ بناوٹی و نمائشی اظہار صفت کے لئے آتا ہے۔ اور اس طرح نہیں ہے۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الصنف التاسع فی عامۃ آفات البدن المختلفۃ، ج۵، ص ۱۳۸، ۱۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، نقشبندی، علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۴۱ھ، لکھتے ہیں:

فقوم قالوا التواجد غیر مسلم لصاحبہ لما یتضمن من التکلف و یبعد عن التحقیق و قوم قالوا انہ مسلم للفقراء المجردین الذین ترصدوا الوجدان ھذہ المعانی و اصلھم خبر الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا۔

ترجمہ: اسی لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ تواجد صاحب تواجد کی طرف سے مسلّم یعنی تسلیم شدہ اور ٹھیک نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ یہ تکلف پر مبنی ہوتا ہے اور حقیقت سے بعید ہوتا ہے جبکہ کچھ لوگوں نے فرمایا کہ ان فقراء کے لئے درست ہے جو مجرد ہوں اور ان معانی کے پالینے کے منتظر اور خواہاں ہوں جو مطلوب و مقصود ہیں اور ان کی دلیل حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ لوگو! رویا کرو اور اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے کی صورت ہی بنالیا کرو۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الصنف التاسع فی عامۃ آفات البدن المختلفۃ، ج۵، ص ۱۳۸، ۱۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ ابو المحاسن رکن الاسلام محمد بن ابو بکر، حنفی، مفتی، المعروف، امام زادہ سمرقندی علیہ الرحمۃ، متوفی ۵۷۳ھ، اور عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۱۴۱ھ، لکھتے ہیں:

و من السنۃ ان یقرأ القرآن بحزن و وجد فان القرآن نزل بحزن فان لم یکن لہ حزن فلیتحازن۔

ترجمہ: سنت یہ ہے کہ غم اور وجد کے ساتھ (جھوم کر) قرآن مجید کی تلاوت کی جائے کیونکہ قرآن مجید غم کے ساتھ نازل ہوا ہے اور اگر کسی میں غم کا تاثر نہ ہو

توغمگین صورت بنالیا کرے۔

(شرعۃ الاسلام ،فصل فی سنن القراءۃ ،ص،۶۰،۶۱، دارالبشائر الاسلامیۃ ،بیروت ،الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ ، الصنف التاسع فی عامۃ آفات البدن المختلفۃ ،ج،۵،ص،۱۳۹، دارالکتب العلمیہ ،بیروت)

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی طوسی ،شافعی ،قدس سرہ ،متوفی ،۵۰۵،ھ لکھتے ہیں:

واعلم أيضاً أن الوجد ينقسم إلى هاجم وإلى متكلف ويسمى التواجد وهذا التواجد المتكلف فمنه مذموم وهو الذي يقصد به الرياء وإظهار الأحوال الشريفة مع الإفلاس منها ومنه ما هو محمود وهو التوصل إلى استدعاء الأحوال الشريفة واكتسابها واجتلابها بالحيلة فإن للكسب مدخلاً في جلب الأحوال الشريفة ولذلك أمرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من لم يحضره البكاء في قراءة القرآن أن يتباكى ويتحازن فإن هذه الأحوال قد تتكلف مباديها ثم تتحقق أواخرها

وكيف لا يكون التكلف سبباً في أن يصير المتكلف في الآخرة طبعاً وكل من يتعلم القرآن أو لا يحفظه تكلفاً ويقرؤه تكلفاً مع تمام التأمل وإحضار الذهن ثم يصير ذلك ديدناً للسان مطرداً حتى يجري به لسانه في الصلاة وغيرها وهو غافل فيقرأ تمام السورة وتثوب نفسه إليه بعد انتهائه إلى آخرها ويعلم أنه قرأها في حال غفلته وكذلك الكاتب يكتب في الابتداء بجهد شديد ثم تتمرن على الكتابة يده فيصير الكتب له طبعاً فيكتب أوراقاً كثيرة وهو مستغرق القلب بفكر آخر فجميع ما تحتمله النفس والجوارح من الصفات لا سبيل إلى اكتسابه إلا بالتكلف والتصنع أولاً ثم يصير بالعادة طبعاً وهو المراد بقول بعضهم العادة طبيعة خامسة فكذلك الأحوال الشريفة لا ينبغي أن يقع اليأس منها عند فقدها بل ينبغي أن يتكلف اجتلابها بالسماع وغيره فلقد شوهد في العادات من اشتهى أن يعشق شخصاً ولم يكن يعشقه فلم يزل يردد ذكره على نفسه ويديم النظر إليه ويقرر على نفسه الأوصاف المحبوبة والأخلاق المحمودة فيه حتى عشقه ورسخ ذلك في قلبه رسوخاً خرج عن حد اختياره فاشتهى بعد ذلك الخلاص منه فلم يتخلص فكذلك حب الله تعالى والشوق إلى لقائه والخوف من سخطه وغير ذلك من الأحوال الشريفة إذا فقدها الإنسان فينبغي أن يتكلف اجتلابها بمجالسة الموصوفين بها ومشاهدة أحوالهم وتحسين صفاتهم في النفس وبالجلوس معهم في السماع وبالدعاء والتضرع إلى الله تعالى في أن يرزقه تلك الحلة بأن ييسر له أسبابها ومن أسبابها السماع ومجالسة الصالحين والخائفين والمحسنين والمشتاقين والخاشعين فمن جالس شخصاً سرت إليه صفاته من حيث لا يدري ويدل على إمكان تحصيل الحب وغيره من الأحوال بالأسباب قول رسول الله صلى الله عليه وسلم في دعائه اللهم ارزقني حبك وحب من أحبك وحب من يقربني إلى حبك۔

اب معلوم کرنا چاہئے کہ وجد کی دوقسمیں ہیں۔

(۱) خودبخود دل پر ہجوم کرے۔

(۲) بتکلف وجد کیا جائے اس دوسری صورت کوتواجد یعنی حال لینا کہتے ہیں۔

تواجد کی بحث:

تواجد میں اگر مقصود ریاء ہو یا احوال شریفہ کا اپنے آپ میں ظاہر کرنا مقصد ہو حالانکہ واقع میں ان سے خالی ہے تو برا ہے۔ اگر اس لئے ہے کہ احوال شریفہ کا اس کے اندر حاصل ہوں اور ان کو کسب میں لایا جائے اسے وہ تدبیر سے کھینچ لانا چاہتا ہے۔ تو اچھا ہے اس نظریہ سے کہ آخر کسب کو احوال شریفہ کے کھینچ لانے میں دخل ہے اسی لئے حضور ﷺ نے تلاوت قرآن مجید میں فرمایا کہ جسے رونا نہ آئے اوہ رونی شکل بنائے اور بتکلف اظہار غم کرے کیونکہ یہ احوال اگرچہ ابتداء میں بتکلف کئے جاتے ہیں مگر انجام میں ثابت اور متحقق ہو جاتے ہیں اور اس کا انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ جو شخص قرآن مجید سیکھتا ہے پہلے بڑے تکلف سے یاد کرتا ہے اور تکلف کے ساتھ خوب سوچ سوچ کر ذہن پر زور دے کر پڑھتا ہے مگر خوب یاد ہو جانے کے بعد زبان پر ایسا چڑھ جاتا ہے کہ نماز وغیرہ میں غفلت کی حالت میں پڑھا تھا اسی طرح کاتب پہلے لکھنے میں بڑی محنت کرتا ہے پھر جب مشق ہو جاتی ہے تو لکھنا طبعی ہو جاتا ہے حتی کہ ورق لکھتا اور نقل کرتا چلا جاتا ہے اگرچہ دل دوسری فکر میں ڈوبا رہتا ہے۔

خلاصہ: جب صفات کو نفس اور اعضاء قبول کرتے ہیں انکے اکتساب کی صورت اول میں یہی ہوتی ہے کہ تکلف اور بناوٹ کرنا پڑتی ہے اور آخر کو عادت سے عادت ہو جاتی ہیں اور یہی مراد ہے اس قول سے کہ عادت طبع پنجم ہے پس اگر احوال شریفہ کسی کے اندر مفقود ہوں تو ان سے ناامیدی نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ چاہئے کہ انہیں بتکلف راگ سے یا اور کسی تدبیر سے حاصل کرے کیونکہ عادت میں ایسا دیکھا گیا ہے۔ کہ جس نے کسی دوسرے پر عاشق ہونا چاہا ہے حالانکہ پہلے سے عاشق نہیں تھا تو اس نے یہ تدبیر کی کہ اپنے نفس کے سامنے اس کا ذکر مدام کرتا اور جو اس میں عمدہ باتیں اور اخلاق حمیدہ تھے ان کا بیان کرنا اور علی الدوام اس کی طرف دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس پر عاشق ہو گیا اور عشق اس کے دل میں ایسا جم گیا کہ اس کی حد اختیار سے باہر نکل گیا۔ پھر اس نے اس کے بعد اس سے چھوٹنا چاہا تو نہ چھوٹ سکا۔

تو اسی طرح اللہ کی محبت اور اس کے دیدار کا شوق اور اس کی ناراضگی کا خوف اور دوسرے احوال شریفہ اگر انسان میں نہ ہوں تو چاہئے کہ ان کے حصول کی تدبیر کرے اس طرح کہ جو لوگ ان حالات سے موصوف ہوں ان کے پاس بیٹھ کر ان کے احوال دیکھا کرے اور ان کی صفات کو دل میں اچھا تصور کرے اور راگ سننے میں ان کا شریک ہو کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعاء و تضرع کرے کہ وہ حالت مجھے بھی مرحمت فرما اور اس کے سامان میرے لئے مہیا فرما۔

فائدہ: ان احوال کے سامانوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ راگ سننے اور نیک بخت بندوں اور خوف خدا کرنے والوں اور محبان اور مشتاقان ان کبریا اور خاشعین اللہ کے پاس بیٹھے اسے لئے کہ جو کسی کے پاس بیٹھتا ہے۔ اس کی عادات وصفات اس کے اندر بھی سرایت کر جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اسے خبر بھی نہیں ہوتی۔

استدلال: محبت و دیگر احوال کے حصول پر حضور ﷺ کی یہ دعاء علیل ہے۔

آپ نے دعا میں فرمایا: الٰہی مجھے عطا کر اپنی محبت اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرے اور اس کی محبت جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔

(احیاء العلوم، کتاب آدب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج۲، ص۴۱۷، ۴۱۸، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۳ھ، لکھتے ہیں:

وطریق مشغول ساختن این بود که اول استخاره اش می فرمودند بعدازان درخلوت شد مے طلبیدند وشغلے ازاشغالی سلسله عالیه نقشبندیه که دررسائل اکابراین سلسله مبین است می فرمودونسبت به بعضے بعضے کیفیات ازپیش خودبران مشغولی هازائدمیکردند چنانچه دررساله کود که دربیان طرق نوشته اند دیزادفرموده اند توجهے ورباب وے میکردند وهمتے مصروف میداشتند اکثرطالبان درصحبت اول بیخودشده برجائے خودمے افتادندودرآنها اثرے ازحرکت س شعورنمی بودتاهرگاه که صلاح حال آن ایں رساله را جامع دررقعات شریفه نوشته است۔ رقعه ۶۲ راوا باید دیدمی دیدندران بے کودمی میگزاشتندواین حالت بربعضے بانبوعی میگزشت که حاضران آنها اموات خیال می کردند۔ باز برعکس آں تصرف می کروند بهوش می آمدوقول الشیخ یحیی ویمیت، بوضوع، می پیوست بعدازطریان این حالت بیخودی دبی شعوری اکثراز اخلاق ذمیمه اومهذب ممی شددشکستے درکارخانه وجوداوپیدامے آم چنانچه مردم ازچهره واپے بمعانی محصوله اومی بروند ابتدا بتغیرادضاع وسے امرنمی فرمودند بعدازچشیدن لذت بیخودی او خود بوادی موفقت بادضاع مرضیه حضرت ایشان می آمدهم چنیں بهرکه مرحمت بیشترمی واشتندیاغلطی، دراستعداداش میبووبکرات تصرف برومی کردندوبحالت ب یخودیش می بروندوآں قدرقدرت بودکه اگرکسی رامیخواستندوریک روزبسرحد، فنادفنائے فنا که مقارن رتبه ولایت است میرسانیدونسبت بدوسه کس این معنی دریافته شده هرکسے راطریقے خاص پیش مے آمد بعضے راکشف و بعضے راترقیات درمقام قرب وبعضے راتلون احوال وباز کشف هم انواع بودکشف حقائق اشیاء وکشف توحیدوکشف قبورچنانچه ایں خط حضرت ایشان که دریں باب بفرزندوبرادرمیان شیخ احمدسرهندی مرقوم شده مؤیدآنست۔

ترجمہ: طریقت میں مشغول کرنے کا طریقہ اس طرح تھا۔ کہ پہلے استخارہ فرماتے۔ پھر اس کو خلوت میں بلاتے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شغلوں میں سے جیسے کہ اس سلسلہ کے بزرگوں کے رسالوں میں لکھے ہیں۔ کوئی شغل فرماتے۔ اور بعض کی نسبت ان شغلوں کے علاوہ بعض کیفیتیں اپنی طرف سے زیادہ بتلاتے۔ جن کو حضور نے اپنے رسالہ میں جو طریقوں کے بیان میں لکھا ہے۔ تحریر فرمایا ہے اور اس کے بارہ میں توجہ فرماتے اور ہمت صرف کرتے۔ اکثر طالب پہلی ہی صحبت میں بیخود ہو کر اپنی جگہ پر گر پڑتے۔ اور ان میں حرکت وشعور کا کوئی اثر باقی نہ رہتا۔ بعد اتنی دیر تک کہ جس میں اس کے حال کی بہتری دیکھتے۔ اسی بیخودی میں رہنے دیتے۔ یہ حالت بعض پر اس طرح گذرتی کہ حاضرین ان کو مردہ خیال کرتے۔ پھر جب اس کے برعکس تصرف کرتے تو ہوش میں آجاتے۔ گویا الشیخ یحیی ویمیت (شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) کا مفہوم ظاہر ہوتا تھا۔ اس حالت میں بیخودی اور بے شعوری کے طاری ہونے کے بعد طالب کے بہت سے برے اخلاق درست ہو جاتے۔ اور اس کے وجود کا کارخانہ زیروزبر ہو جاتا۔ چنانچہ لوگوں کو اس کے چہرہ ہی سے ان حاصل ہوئی ہوئی باتوں کا پتہ لگ جاتا۔ اور پہلے ہی اس کو اپنی وضع کے تغیر وتبدل کرنے کا حکم نہ کرتے۔ بلکہ بیخودی کی لذت چکھنے کے بعد وہ خود ہی حضور کی پسندیدہ وضع کے موافق اپنی حالت بدل لیتا۔ اسی طرح جس پر زیادہ مہربانی اور شفقت فرمانی ہوتی تھی یا اس کی استعداد ناقص ہوتی۔ تو کئی بار اس پر تصرف فرماتے۔ اور بیخودی کی حالت اس پر طاری کرتے۔ اور اس قدر قدرت رکھتے تھے۔ کہ اگر کسی کو چاہتے۔ تو ایک ہی دن میں فناء اور فناء فنا تک جو رتبہ ولایت کے قریب ہے۔ پہنچا دیتے تھے۔ دو تین آدمیوں کی نسبت ایسا واقعہ معلوم ہو چکا ہے اور ہر ایک کو خاص خاص طریق حاصل ہو جاتا۔ بعض کو کشف اور بعض کو مقام قرب میں ترقیاں حاصل ہوتیں۔ اور

بعض کا حال بدل جاتا۔ پھر کشف کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ کشف حقائق اشیاء کشف توحید اور کشف قبور۔ چنانچہ حضور کا یہ مبارک نامہ جو برادر میاں شیخ احمد سرہندی اوران کے فرزندار جمند کی طرف اس بارہ میں لکھا گیا ہے۔ اسی امر کی تائید میں ہے۔

(کلیات باقی باللہ، یعنی مجموعۂ کلام ورسائل وملفوظات ومکتوبات ،ص ۵۹، ۶۰، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ، لاہور)

دیوبندیوں کے پیر سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:

فرمایا جذبہ ایک ایسی چیز ہے کہ ایک شخص اونچی کھجور پر چڑھا کسی آواز سے اسکو جذبہ ہوا نیچے گر پڑا مگر صحیح سلامت رہا دوسرا بغیر جذبہ کا شخص گرا وہ مرگیا۔ جذبہ والے کوٹھوں پر سے گر کر سلامت رہے مگر ناواقف کیا جانے۔ ابتدائی زمانے میں آپ کے حلقہ میں سخت جذبہ ہوا کرتا تھا لوگ اسی وجہ سے آپ کو جذبہ والا پیر کہا کرتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جس پر ان کی نظر پڑ جائے اس پر جن چڑھا دیتے ہیں بعض اہل جذبہ غلبۂ حال کی وجہ سے کوٹھے کے اوپر سے زمین پر گر جاتے تھے مگر کوئی ضرب نہ آتی تھی۔ (مقامات فضلیہ ،ص ۳۶)

حضرت مولانا شیخ شاہ احمد سعید مجددی فاروقی، قدس اللہ سرہ، متوفی ۱۲۷۷ھ، لکھتے ہیں:

تعلیم ذکرش فرمودہ اند آئین وآئیں حضرت خواجہ ہر کہ را تعلیم ذکر می فرمودند ہمدر آں اثنائ تعلیم ذکر توجہ شامل حال او داشتند چوں مرغ نیم بسمل بر خاک می غلطیدند وبرخی از خود غائب شدہ بحیرت می رفتند وبعض را ہمدر آں کیفت عالم مثال یا ارواح یامعانی منکشف می گرددتاہم نظر تربیت ایشاں بصحو افاقتش می آورد مصداق الشیخ یحیی ویمیت بظہور می پیوست ونیز در کتاب مسطور در احوال مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مرقوم است کہ شیخ بدیع الدین را حضرت موصوف فرمودند کہ بر وضو کردہ دوگانہ ادا نمود بیا شیخ بدیع الدین می گوید چناں کردم دم بخلوتے بردند وتعلیم ذکر دل فرمودند وتوجہ نمودند چنانکہ از مستی وبیخودی بر خاک افتادم ہمچناں مرا برداشتہ بخانہ من بردند بعد از یکروز بافاقت آمدم در حضرات القدس در کرامت حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ می نویسد درویشی کہ آثار جذب بے تعینی وعلامات آزادگی وسمات وارستگی پیدا وہویدا بود نقل نمود کہ از بنگالہ باکبر آباد آمدہ بودم وحضرت ایشاں قدس سرہ دراں بلدہ تشریف داشتند شبے ملازمت شریف آنحضرت رسیدم وملتمس، تعلیم ذکر گردیدم اجابت فرمودندو تلقین نمودند دریں ضمن توجہی وتصرفی در حق من کردند کہ حال برمن مستولی گشت کہ ہماں شب، دیوانہ وار ازانجا بیروں آمدم وبدشت وصحرا افتادم مدتہا در کوہ وبیاباں می گشتم واز خواب وخورد وسکون وآرام خبر نداشتم چہ، گویم کہ در میاں دیدم وبچہ چیزہا رسیدم در مقامات حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرّہ در احوال ایشاں می نویسد کہ مولانا حضرت خواجہ محمد را فرمودند کہ نیک واقف باش فرصت بغایۃ اندک است مولانا محمد متوجہ حضرت خواجہ شد وایشاں باو الطاف نمودند آنگاہ خواجہ فرمودند اے مسلمان دریں محل چہ وقت بادباغ زاغانست مولانا محمد در گریہ شد وجامہ پارہ کرد واضطراب عظیم نمود روزے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ بامامت مشغول شدند ہیبتی در آں قوم کہ بخواجہ نماز می گزاردند پیدا شد ودرہر یک بکیفیتے تصرف کردند کہ نتوانستند نماز گزاردن مگر یک کس کہ بایشاں نماز گزارد وآں جماعت کہ در باغ خواجہ یوسف بودند ہفتاد تن بودند ہر یکے را حالتے بود بعضے می گریستند وبعضے در خاک می غلطیدند وبعض بطرفِ صحرا می رفتند

ودر احوالِ خواجہ حسن نواسۂ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہما مرقوم است کہ ہر کہ بدست بوس شریف ایشان مشرف شدے از پائے در افتادے و دولتِ غیبت و بیخودی دست دادے چنیں استماع افتادہ است کہ یک روز بامداد از خانہ بیرون آمدندے و کیفتے غالب، داشتند ہر کہ را نظر بر ایشان افتاد ہمہ را کیفیتِ بیخودی روئے نمود و بیخود افتادند و صلّی اللہ علیٰ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ۔

ترجمہ: حضرت خواجہ کا طریقہ یہ تھا کہ جسے ذکر کی تعلیم دیتے' اثنائے تعلیم ذکر اس کے حال پر توجہ شامل کئے رکھتے۔ طالبوں میں سے کچھ تو مرغِ نیم بسمل کی طرح خاک پر تڑپتے اور بعض اپنے آپ سے غائب ہو کر حیرت میں چلے جاتے اور بعض کو اسی کیفیت میں عالمِ مثال یا ارواح یا معانی منکشف ہو جاتا۔ تاہم آپ کی نظرِ تربیت انہیں حالت صحو (بیداری و ہوش) میں لے آتی اور **الشیخ یحیی ویمیت** (پیر جلاتا اور مارتا ہے) کا مصداق ظاہر ہوتا۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حالات میں بھی لکھا ہے کہ آپ نے حضرت شیخ بدیع الدین سے فرمایا۔ جاؤ وضو کر' دو رکعت ادا کر کے آجا۔'' شیخ کہتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی کیا۔ مجھے خلوت میں لے گئے' ذکرِ دل کی تعلیم فرمائی' توجہ دی حتیٰ کہ میں مستی و بے خودی سے زمین پر گر پڑا۔

لوگ مجھے اسی حالت میں اٹھا کر میرے گھر لے گئے۔ ایک دن کے بعد مجھے افاقہ ہوا۔ حضرات القدس میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی کرامت میں لکھا ہے کہ ایک درویش نے بیان کیا جس پر جذب بے تعین کے آثار آزادگی و وارفتگی کی علامت ظاہر تھیں کہ میں بنگال سے اکبر آباد آیا ہوا تھا۔ حضرت مجدد قدس سرہ بھی اس شہر میں تشریف فرماتے۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں پہنچا' تعلیمِ ذکر کی درخواست کی۔

آپ نے قبول فرمائی اور تلقین کی۔ اسی دوران مجھ پر اتنی توجہ اور تصرف فرمایا کہ مجھ پر ایک خاص حالت طاری ہوگئی' میں اسی رات وہاں سے دیوانہ وار باہر آیا۔ دست و صحرا میں گھومتا رہا' مدتوں کوہ و بیابان میں پھرتا رہا۔ مجھے نیند' آرام و سکون اور کھانے پینے کا بھی ہوش نہ تھا۔ کیا بتاؤں کہ میں نے اس دوران کیا دیکھا اور کن چیزوں تک پہنچا۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند علیہ الرحمۃ کے احوال و مقامات میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے مولانا محمد علیہ الرحمۃ سے فرمایا اچھی طرح سے سمجھ لو کہ وقت بہت تھوڑا ہے۔ مولانا محمد' حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت نے ان پر الطاف فرمایا۔ اس وقت خواجہ نے فرمایا: اے مسلمان اس جگہ بھی کیا وقت تھا' کووں کا باغ ہے۔'' مولانا محمد رونے لگے کپڑے پھاڑ دیئے اور بہت زیادہ بے قراری و اضطراب کا اظہار کیا۔

ایک روز حضرت خواجہ بزرگ علیہ الرحمۃ نماز پڑھا رہے تھے۔ مقتدیوں میں ہیبت ظاہر ہوئی اور آپ نے ہر نمازی میں اس طرح تصرف کیا کہ وہ نماز ادا نہیں کر سکتے تھے سوائے ایک شخص کے جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ سکے۔ خواجہ یوسف علیہ الرحمۃ کے باغ میں ستر آدمی تھے، ہر ایک پر حالت طاری تھی۔ بعض رو رہے تھے اور بعض زمین پر تڑپ رہے تھے کچھ صحرا کی طرف نکل گئے تھے۔

خواجہ بزرگ کے نواسے خواجہ حسن قدس سرہما کے حالات میں درج ہے کہ جو شخص بھی آپ کی دست بوسی کا شرف حاصل کرتا' گر پڑتا اور وہ غیبت و بے خودی کی دولت سے مالا مال ہوتا۔ سننے میں آیا کہ ایک روز صبح سویرے گھر سے باہر آئے' آپ پر خاص کیفیت طاری تھی۔ جس کی نظر بھی آپ پر پڑتی اس پر بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور وہ بے خود ہو کر گر پڑتا۔ **وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ واصحابہ۔**

(تحفۂ زواریہ در انفاس سعدیہ، مکتوب، پنجاہ و نہم، ص، ۷۷، تا ۷۹، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلشرز، کراچی)

حضرت مولانا شیخ شاہ احمد سعید مجددی فاروقی، قدس اللہ سرہ، متوفی، ۱۲۷۷ھ، لکھتے ہیں:

آنکه منع فرمودند حضرت مجدد رحمة الله علیه آنست که بر سبیل اختیار باشد و یا در مجلس سماع وغیره تا مشروع باشد چنانچه مشائخ، وقت حضرت مجدد رحمة الله علیه میکردند و حاجی صاحب خلیفه حضرت ماهستند حضرت شاه صاحب قبله اوشانرا قبول فرموده اند شما کیستید که انکار می کنید ملا عبدالصمد گفت که ما انکار حاجی صاحب نمی کنم وجد و تواجدرا انکار مکینم مخدوم، زاده و گفتند که، شماچه طور دانستید که مریدان حاجی صاحب همه باختیار می کنند وجد و تواجدرا از کشف دانستید یاد لها رایشانرا قطع کرده دانستید یابد گمانی میبرید مسلمانان۔ ملاعبدالصمد گفت که دانستم دانستم هر طور که دانستم مخدوم زاده گفتند که شمابه هیچ وجه ندا نستیدهم چنیں منازعت میکنند از حسد ملاعبدالصمد گفت نے نے امر معروف میکنم بسبب مسلمانی و دیگر مخاصمه ندارم مخدوم زاده ذُدو گفت که ایں چه امر معروف است سبحانه الله امر معروف یکبار به نرمی گفتن اس که این امر نه، خلاف شرع است، ماعلی الرسول الا البلاغ نص قطع است بریں نه ایں که منازعت کردن باوجودیکه حضرت صاحب قبله فهمایش می کنند نمی فهمید و علم هم ندارید عبارت فارسی راست نمی آید خواندن مکتوبات قدسی آیات راچه طور فهمیدید و مکتوبات چناں کتابی است که، علماو عرفااز فهمیدن آں عاجز آیند و شما مکتوبات از که خوانده آیدانداں شخص ایں معنی بشما فهما نیده است سند مکتوبات بیان کنید تا حقیقت معلوم شود۔ ملاعبدالصمد ایں راچیزے جواب نه داد و گفت خیر می فهم بعدازاں مخدوم زاده خورد به مرز محمد و پسر ملایار محمد که همراه ملاعبدالصمد بودند گفت که شما هم فهمیدید که حضرت صاحب ما چه میفرمانیدو ایشان قبل ازیں موافقت و تائید ملاعبدالصمد می کردند۔ هر دم بمخدوم زاده گفتند کلام حضرت راست است و قبول داریم باز مخدوم زاده گفت که ایں صاحب خویش رانعهمانید باز ملا عبدالصمد مکتوبات راگرفت وهمون مکتوب راکه پیر زادها صدور یافته ست خواندشروع کردتا، ایں جارسید که حضرت مجدّد رحمة الله علیه نوشته اند که ایں نامشروع است حضرت صاحب قبله فرمودند که معنی بیان کنید که امور نامشروعه کدام، هستند چیزے نگفت و باز خواندچند حضرت صاحب از شدة فرمودند که معنی بیان کنید که امور نامشروعه کدام هستند معنی، نمی فهمید و عبارت میخوانید آخر عقل هم دارید مخدوم زاده خرد گفتند که ایں انکار هر گز هر گز نکنید این طریقه فیض گرفتن و بر همین انکار کردن کے جائز است بعدازاں ملاعبدالصمد چیزی سکوت کرده، رخصت شدند حضرت صاحب فرمودند که عرض ماایں بود که نزاع باهم نکنند و باهم دوست باشند فقط۔

ترجمہ: جس چیز سے حضور سیدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے منع فرمایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ وجد و تواجد جو کہ اختیار سے ہو۔ یا سماع و رقص کے ساتھ ہو۔ آپ نے مطلق وجد سے منع نہیں فرمایا اس لئے کہ بے اختیار وجد' اس طریقہ عالیہ کے بہت سے بزرگوں سے ثابت شدہ ہے۔'' ملاعبدالصمد نے کہا: اگر بے اختیار ہو تو ایک آدمی یا دو آدمیوں کو ہوگا۔ نہ یہ کہ سب کا احاطہ کرے۔'' ہمارے حضرت نے فرمایا: بعض کی تاثیر سے سب کو وجد ہو جاتا ہے اور ایک دو کی تخصیص نہیں ہے۔ آپ نے مقامات کی یہ عبارت نہیں سنی کہ آپ کی یہ عنایت عام طور پر ہوا کرتی تھی۔ آپ کے مرشد شاہ آفاق صاحب مرحوم کے پیر بھی اتنی قوی تاثیر رکھتے تھے جو بیان میں نہیں آسکتی۔ چنانچہ شاہ جمال اللہ صاحب خلیفہ شاہ قطب الدین صاحب خلیفہ حضرت محمد زبیر صاحب (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی اتنی تاثیر تھی

کہ اگر یہ پرندے پر نظر ڈالتے تھے تو وہ مرغ نیم بسمل کی طرح اوپر سے نیچے گر جاتا تھا۔ مریدوں اور مخلصوں کے بارے میں کیا کہوں؟ مقصد یہ ہے کہ اس میں زیادہ تر بر سبیلِ عموم تھا اور سب بے اختیار ہوتا تھا۔'' ملا عبدالصمد نے کہا: ''حضور سیدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے طریقے میں نہیں ہے۔'' چھوٹے مخدوم زادہ نے کہا: آپ اپنی رائے کو ہمارے حضرت پر ترجیح دیتے ہو۔ ہمارے حضرت صاحب نے حضور سیدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے کلام کا معنیٰ بیان فرما دیا ہے اور مقامات کے احوال بھی آپ کو سنوا دیئے ہیں' آپ نے تطبیق بھی بیان کر دی ہے کہ حضور سیدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اس وجہ سے منع کیا ہے جو خود اختیار سے باہر ہو یا مجلسِ سماع وغیرہ میں نامشروع ہو۔ چنانچہ حضور سیدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے وقت مشائخ ایسا کرتے تھے۔ حاجی صاحب ہمارے حضرت کے خلیفہ ہیں۔ حضرت صاحب قبلہ نے انہیں قبول کیا ہے۔ آپ انکار کرنے والے کون ہوتے ہیں؟'' ملا عبدالصمد بولا: ''ہم حاجی صاحب کا انکار نہیں کرتے' وجد و تواجد کا انکار کرتے ہیں۔'' چھوٹے مخدوم زادہ نے کہا: ''آپ نے کیسے جانا کہ حاجی صاحب کے مرید سب با اختیار کرتے ہیں۔ آپ نے ان کے وجد و تواجد کو کشف سے جانا' یا ان کے دلوں کو چیر کر جانا یا آپ مسلمانوں سے بدگمانی کرتے ہیں؟'' ملا عبدالصمد نے کہا: ''میں نے جانا جس طرح بھی جانا۔'' چھوٹے مخدوم زادہ نے کہا: ''آپ نے کسی طریقہ سے بھی نہیں جانا' یونہی جھگڑا کرتے ہو حسد سے۔'' ملا عبدالصمد نے کہا: ''نہیں نہیں' میں بحیثیت مسلمان امر معروف کرتا ہوں' کسی سے مخاصمت و جھگڑا نہیں رکھتا۔'' چھوٹے مخدوم زادہ نے کہا: ''یہ کون سا امرِ معروف ہے سبحان اللہ' امرِ معروف ایک بار نرمی سے کہنا ہوتا ہے کہ یہ بات خلافِ شرع ہے۔ **ماعلی الرسول الا البلاغ** نصِ قطعی ہے۔ جھگڑا کرنا تو امرِ معروف نہیں' باوجودیکہ حضرت صاحب سمجھا رہے ہیں' آپ نہیں سمجھ رہے اور علم بھی نہیں رکھتے۔ فارسی عبارت صحیح آتی نہیں۔ آپ مکتوباتِ قدسی آیات کو کس طرح سمجھتے ہیں۔ مکتوبات اس قسم کی کتاب ہے کہ علماء و عرفاء اس کے سمجھنے سے عاجز آ جاتے ہیں۔ آپ نے مکتوبات کس طرح پڑھے ہیں؟ اور کس شخص نے آپ کو یہ معنی سمجھائے ہیں۔

مکتوبات کی سند بیان کیجئے تاکہ حقیقت معلوم ہو۔'' ملا عبدالصمد نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور کہا: خیر میں سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد چھوٹے مخدوم زادہ نے ملا عبدالصمد کے ساتھیوں ملا مرزا محمد اور فرزند ملا یار محمد سے کہا: آپ بھی سمجھ جایئے کہ ہمارے حضرت صاحب کیا فرماتے ہیں۔'' اس سے پہلے یہ دونوں ملا عبدالصمد کی تائید و موافقت کرتے تھے۔ دونوں نے مخدوم زادہ سے کہا۔ حضرت کا کلام سچ ہے ہم نے قبول کیا۔ مخدوم زادہ نے پھر کہا: اپنے ان صاحب کو بھی سمجھایئے۔

ملا عبدالصمد نے پھر مکتوبات لئے اور اس مکتوب کو جو پیرزادوں کے نام ہے پڑھنا شروع کیا' حتیٰ کہ اس جگہ تک پہنچا جہاں حضور سیدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ یہ نامشروع ہے۔ حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا: ''اس کا مطلب بیان کیجئے کہ نامشروع امور کون سے ہیں؟'' ملا عبدالصمد نے کچھ نہ کہا۔ اور پھر مکتوب پڑھا۔ حضرت شاہ نے سختی سے منع فرمایا: مطلب بیان کرو کہ امورِ نامشروعہ کون کون سے ہیں۔ مطلب نہیں سمجھتے ہو اور عبارت پڑھتے جاتے ہو۔ آخر عقل بھی رکھتے ہو؟'' چھوٹے مخدوم زادہ نے کہا: ''اس سے ہرگز انکار نہ کرو۔ اسی سلسلہ سے فیض لینا اور اسی کا انکار کرنا کب جائز ہے؟''

اس کے بعد ملا عبدالصمد تھوڑی دیر خاموش رہے اور رخصت ہو گئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا: ''ہمارا مقصد یہ تھا کہ باہم جھگڑا نہ کریں اور باہم دوست رہیں۔'' فقط

(تحفہ زواریہ در انفاس سعیدیہ، مکتوب، شصت و چہارم، ص ۸۶، ۸۷، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلشرز، کراچی)

حضرت مولانا شیخ شاہ احمد سعید مجددی فاروقی، قدس اللہ سرہ، متوفی، ۱۲۷۷ھ، لکھتے ہیں:

و فیض از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر دلہائے اولیاء رحمۃ اللہ علیہم وارد شد کہ بیتا بیہاو اضطراب و ولولہ نعرہ را باعث گشت و نعرہائے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ از عجائب احوال صوفیہ گفتہ اند و در صحبت حضرت خواجہ باقی باللہ و میر نعمان و مرزا مراد بیگ و رحم اشرف ایں ہر دو ازیں نہج دہ استفادہ داشتند نعرہ آہ و بیتابیہا بسیار حاصل می شد در خاندان حضرت میر ابو دل نقشبندی آہ و نالہ بسیار است اگر در اصحاب مولانا خالد این معاملہ ظاہر شد ہنر و خوبی مولانا خالد است۔ جائے طعن ناواقفان و ایں فیوض پیغمبر ما مخصائص محل مرضی این صیاح و بیقراریہا است و فیض از پیغمبر ما بخواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ رسید استہلاک و اضمحلال در پشت اصحاب حضرت خواجہ نقشبند سرایت نمود و فیض از پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم بر باطن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ د رویافت جامع، ایں حالات مسطور اولیاء رحمۃ اللہ علیہ و شامل کیفیات پشتہار اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ بس عالی و لطیف و بیرنگ ار تجلی دائمی ناشے است و تمام بدن را بجذبات دواردات می رسانندہ از لطائف عالمِ امر و عالم خلق برتر است سبحان اللہ و بحمدہ۔

ترجمہ: آنحضرت ﷺ سے فیض اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے دلوں پر وارد ہوتا تھا جو بے تابیوں، اضطراب اور ولولہ ونعرہ کا باعث ہوا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے نعرے احوال صوفیہ کے عجائب میں بیان کئے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کی صحبت میں میر نعمان، مرزا مراد بیگ اور رحم اشرف یہ دونوں اسی طریقہ سے استفادہ کرتے تھے۔ نعرے آہ اور بہت تابیاں حاصل ہوتی تھیں۔ حضرت میر ابودل نقشبندی کے خاندان (سلسلہ) میں آہ ونالہ بہت ہے اگر مولانا خالد کے ساتھیوں میں یہ معاملہ ظاہر ہو تو یہ مولانا خالد کا ہنر وخوبی ہے نہ کہ ناواقفوں کے لئے جائے طعن۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کے لئے یہ فیوض، ان چیخوں اور بے قراریوں کی پسندیدگی کے خصائص کا محل ہیں پیغمبر ﷺ سے فیض خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی پشت میں استہلاک (فنا) اور اضمحلال نے سرایت کیا اور ہمارے پیغمبر ﷺ سے فیض حضور سیدی امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے باطن پر وارد ہوا۔ اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے ان تحریر کردہ حالات کی جامع اور ان کی کیفیات کی شامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پشتیں ہیں جن سے عالی لطیف، بے رنگ ذاتی دائمی تجلی نکلتی ہے اور تمام بدن کو جذبات و واردات پہنچاتی ہیں۔ جو عالمِ امر اور عالمِ خلق کے تمام لطائف سے برتر ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

(تحفۂ زواریہ در انفاس سعیدیہ، مکتوب، شصت وہفتم ص، ۹۱، ۹۲، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلشرز، کراچی)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

روزی ((حضرت فاروق))۔ رضی اللہ عنہ۔ شتر سوار بہ کوچہ می گذشتند۔ قاری این (آیۃ) کریمہ را خواند: (ان عذاب ربک لواقع مالہ من دافع) (طور/۷۔۸) از استماعِ این، از ہوش رفتند و از شتر، بی خود بہ زمین افتادند۔ از آنجا بر داشتہ، بہ خانہ بردند و تامدتی از آن درد بیمار افتادند کہ مردم بہ عیادت ایشان می آمدند۔ آری! در توسطِ احوال در مقام فنا، نسیان از دنیا و آخرت میسر می گردد۔

ایک روز سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار ہو کر گلی سے گزر رہے تھے کہ قاری نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ، مَا لَهُ مِن دَافِعٍ،

ترجمہ: بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔(سورۃ الطور:۷،۸)

تو آپ اس آیت کے سنتے ہی بے ہوش ہو گئے۔اور اونٹ سے بے خود زمین پر گر پڑے۔وہاں سے اٹھا کر آپ کو گھر لایا گیا۔اور ایک مدت تک اس درد کی وجہ سے بیمار رہے۔اور لوگ آپ کی بیمار پرسی کے لیے آتے تھے۔ہاں مقام فنا میں حالات کے درمیان دنیا و آخرت سے فراموشی میسر آتی ہے

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۳۰۲ ج ۱،ص ۶۷۷ مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و للولایة درجات بعضها فوق بعض اذ علیٰ قدم کل نبی و لایة خاصة و اقصیٰ درجاتها ہی التی علیٰ قدم نبینا علیه و علی جمیع اخوانه من الصلوات اتمها و من التحیات ایمنها اذالتجلی الذاتی الذین لا اعتبار فیه للاسماء و الصفات و الشئون و الاعتبارات لابالایحاب و لا بالسلب مخصوص بولایته علیه الصلوٰة والسلام و خرق جمیع الحجب الوجودیة والاعتباریة علماً و عیناً یتحقق،فی هذا المقام فح یحصل الوصل عریاناً و یتحقق الوجد حقیقةً لا حسباناً والکمل من متابعیه علیه الصلوة والتحیة نصیب کامل،و حظ وافر من هذا المقام العزیز وجوده فعلیکم باتباعه صلی الله تعالیٰ علیه و اٰله وسلم ان کنتم متوجهین الیٰ تحصیل ہذه الدولة القصویٰ وتکمیل هذه الدرجة العلیا

ترجمہ: کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اس سے خاص ہے۔اور سب سے اعلیٰ درجے کی ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی علیه و علیٰ جمیع اخوانه من الصلوات اتمها و من التحیات اکلها۔ کے قدم پر ہے۔اس لیے کہ تجلی ذاتی جس میں اسماء صفات شیون واعتبارات کا نہ بطور ایجاب اور نہ بطور سلب کوئی اعتبار نہیں۔یہ حضور ﷺ کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے،اور علم و عین ہر لحاظ سے تمام وجودی اور اعتباری حجابات کا اٹھ جانا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔اس وقت وصل پوری طرح نصیب ہوتا ہے اور وجد درجہ گمان میں نہیں بلکہ حقیقتاً حاصل ہو جاتا ہے۔حضور ﷺ کی اتباع کرنے والوں میں سے کاملین کو نصیب کامل اور حصہ وافر اس نادار الوجود مقام سے عطا ہوتا ہے۔تو اگر تم لوگ اس بلند درجہ دولت اور اس درجہ علیا کے حصول کی توجہ رکھتے ہو تو حضور ﷺ کی اتباع و پیروی کو مضبوط پکڑو۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۲۱، ج ۱،ص ۱۰۰، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

مرشدے میر محمد نعمان ابقاہ اللہ شنودم یکبار شیخ مذکور بر بام مسجد فیروز آباد با چندین از یاران نشستہ بود کہ ناگاہ ویرا کیفیت و بیخودی غالب شد از سکر و جوش نعرہ خروشی زد و دون شد نزدیک بود کہ از لب بام مسجد کہ از انجا تا بزمین قریب چھل کر نا باشد بیفتد کہ یکی از حاضران دست و کمر اور ابگرفت محکم بالجملہ شیخ از خوبان روزگار ست و از ارباب فنا و نیستی و انکسار و از غیبت، خیر و شر یر و عیب جوئی غنی و فقیر بر کنار و از مجاوران فرا ء فایض الانوار

ترجمہ: حضرت سیدی و مرشدی میر محمد نعمان علیہ الرحمہ سے میں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ مذکور، مسجد فیروز آباد کی چھت پر اپنے چند احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے

تھے کہ یکا یک شیخ کو کیفیت اور بیخودی طاری ہوگئی۔ چنانچہ سکر اور جوش سے نعرہ مارنے لگے اور دوڑنے لگے۔ قریب تھا کہ مسجد کی چھت سے کہ وہاں سے زمین چالیس گز تھی گر پڑتے۔ لیکن حاضرین میں سے ایک شخص نے ان کا ہاتھ اور کمر مضبوطی سے پکڑ لی۔ الغرض، شیخ مذکور اپنے زمانے کے بہت اچھے لوگوں میں سے ہیں، اچھے ارباب فنا و نیستی وانکساری میں سے ہیں۔ اچھے برے لوگوں کی غیبت اور امیر و فقیر کی عیب جوئی سے الگ تھلگ ہیں۔ اور اپنے پیر بزرگوار کے مزار فائض الانوار کے مجاوروں میں سے ہیں۔

(برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۸۸، ناشر المکتبۃ الشیق، استانبول، ترکیہ)

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

از فقرا و اغنیا و اهل غفلت و ارباب حضور' جذبه و سکرے درو ے استیلا می یافت که از غلبۂ آن مستی جامها پاره کردے و چون مرغ نیم بسمل بر زمین طپیدے و گاه سی چهل کن یکبار بے طاقتی می کردند و بے اختیار بر زمین می افتادند بلکه نظارگیان چو صوفیان و منکران مانند معتقدان از مدهوشی و بی خودی بر زمین می غلطیدند و می طپیدند و کاروبار تصرف آن بزرگوار بجائے رسیده که بسیارے از مریدان مشائخ عظام که دران شهر بودند بے اختیار گشته داخل ربقۂ ارادت ایشان شدند و بسیارے فاسقان بصلاح آمدند و بسیارے از هوشیاران بادۂ بیخودی و جذبه چشدند

ترجمہ: فقیر و امیر اور اہل غفلت یا اہل حضور پر آپ کی صحبت اور تصرف کا اثر سے اس قدر جذب و مستی کا غلبہ ہوا کہ وہ لوگ اپنے کپڑے پھاڑ دیتے تھے اور مرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپتے تھے اور کبھی کبھی تیس چالیس آدمی یکبارگی ہوش کھو بیٹھتے اور زمین پر گر پڑتے بلکہ دیکھنے والوں میں سے بھی صوفیہ اور منکر بھی معتقدوں کی طرح مدہوشی اور بےخودی سے زمین پر لوٹتے تھے اور تڑپتے تھے میر صاحب کے تصرفات اس حد تک ہوتے کہ دوسرے مشائخ کے مرید بھی جو اس شہر میں تھے بے اختیار ہو کر ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور بہت سے فاسق بھی اصلاح پذیر ہو گئے اور بہت سے ہوش والے بیخودی اور جذب سے سرشار ہو گئے۔

(حضرات القدس، ج، ۲ ص، ۳۰۳، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

باب نمبر ۷

وجد میں مختلف آوازیں:

سوال: (۱۶۱) مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا

اس میں بے معنی الفاظ ہوتے ہیں۔

اول میں ''کلمہ توحید'' پڑھی جاتی ہے۔ پھر اس میں تغیر کی جاتی ہے۔ کبھی ہو اللہ کبھی صرف ہو کبھی ہاہا اور ہای ہو! وغیرہ الفاظ رہ جاتے ہیں جو خالص بے معنی الفاظ ہیں اور یہ لوگ پھر بھی اسے ذکر جانتے ہیں۔

فھد ہم اللہ ای علم افسد وا۔ اگر آپ یقین نہیں کرتے تو آؤ گھر کی بھیدی سے سنو۔

پیر سیف الرحمن ارچی لکھتا ہے:

فقد یجری علی لسانہ اللہ اللہ اللہ۔ اوھو، ھو، ھو، اولا، لا، آہ، آہ، آہ، آوعا، عا، عا، اور آ، آ آو۔ اوھا، ھا، ھا۔

اس زبان سے کبھی اللہ اللہ اللہ جاری ہوتا ہے اور کبھی اسی زبان پر بے اختیار ہو ہو ہو ہو جاری ہوتا ہے۔ اور کبھی لا لا لا لا اور کبھی آہ آہ آہ اور آ آ آ اور کبھی ۔۔اور باہ باہ (آگے اور بھی الفاظ لکھے جاتے ہیں) مثلاً اللہ ہو، ہو اللہ ہو عا، عا آ، آہو، لا آ، ہا اللہ ہا۔ وغیرہ تحیط (**یتخبطہ الشیطان من المس**، عبدالمقدس) اس زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ (ہدایت السالکین ص ۲۳۷)

(تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص ۲۰۹)

الجواب:

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی، علیہ الرحمۃ، متوفی ۵۹۳ھ، لکھتے ہیں:

فان أن فيها أو تأوه أو بكى فارتفع بكاؤه فإن كان من ذكر الجنة أو النار لم يقطعها لأنه يدل على زيادة الخشوع وإن كان من وجع أو مصيبة قطعها لأن فيه إظهار الجزع والتأسف فكان من كلام الناس.

ترجمہ: اگر کوئی شخص نماز میں آہ آہ کر لے یا اوہ کر لے یا روئے بلند آواز سے تو اگر یہ سب کچھ جنت یا دوزخ کے ذکر کی وجہ سے ہے تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ تو خشوع کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔

(الہدایہ شرح البدایہ، باب مایفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، ج ۱، ص ۱۳۷، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، حنفی علیہ الرحمہ، متوفی ۵۸۷ھ، لکھتے ہیں:

وَلَوْ أَنَّ فِي صَلَاتِهِ أَوْ بَكَى وَارْتَفَعَ بُكَاؤُهُ فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ مِنْ ذِكْرِ الْجَنَّةِ أَوْ النَّارِ لَا تَفْسُدُ الصَّلَاةُ وَإِنْ كَانَ مِنْ وَجَعٍ أَوْ مُصِيبَةٍ يُفْسِدُهَا؛ لِأَنَّ الْأَنِينَ أَوْ الْبُكَاءَ مِنْ ذِكْرِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ يَكُونُ لِخَوْفِ عَذَابِ اللهِ وَأَلِيمِ عِقَابِهِ وَرَجَاءِ ثَوَابِهِ فَيَكُونُ عِبَادَةً خَالِصَةً وَلِهَذَا مَدَحَ اللهُ تَعَالَى خَلِيلَهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - بِالتَّأَوُّهِ فَقَالَ {إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ} (التوبة،۱۱۴) وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ {إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ} (هود،۷۵) لِأَنَّهُ كَانَ كَثِيرَ التَّأَوُّهِ فِي الصَّلَاةِ «وَكَانَ لِجَوْفِ رَسُولِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ فِي الصَّلَاةِ ، «وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَالصَّوْتُ الْمُنْبَعِثُ عَنْ مِثْلِ الْأَنِينِ لَا يَكُونُ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ فَلَا يَكُونُ مُفْسِدًا؛ وَلِأَنَّ التَّأَوُّهَ وَالْبُكَاءَ مِنْ ذِكْرِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ يَكُونُ بِمَنْزِلَةِ التَّصْرِيحِ بِمَسْأَلَةِ الْجَنَّةِ وَالتَّعَوُّذِ مِنْ النَّارِ وَذَلِكَ غَيْرُ مُفْسِدٍ كَذَا هَذَا، وَإِذَا كَانَ ذَلِكَ مِنْ وَجَعٍ أَوْ مُصِيبَةٍ كَانَ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ وَكَلَامُ النَّاسِ مُفْسِدٌ.

وَرُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ قَالَ: إذَا قَالَ آهِ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ وَجَعٍ أَوْ مُصِيبَةٍ، وَإِذَا قَالَ: أَوْهِ تَفْسُدُ صَلَاتُهُ؛ لِأَنَّ الْأَوَّلَ لَيْسَ مِنْ قَبِيلِ الْكَلَامِ بَلْ هُوَ شَبِيهٌ بِالتَّنَحْنُحِ وَالتَّنَفُّسِ، وَالثَّانِي مِنْ قَبِيلِ الْكَلَامِ وَالْجَوَابُ مَا ذَكَرْنَا.

ترجمہ: اور اگر وہ نماز کے دوران رونے لگا اور رونے آواز بلند ہوگئی، تو اگر تو اس کا رونا جنت اور دوزخ کے ذکر کی وجہ سے ہے، تو اس سے اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر اس کا رونا کسی درد یا مصیبت کی وجہ سے تو اس سے اس کی نماز باطل ہوجائے گی، کیونکہ جنت و دوزخ کے ذکر پر آہستہ یا اونچی آواز سے رونا اللہ تعالیٰ عذاب اور اس کی گرفت کے ڈر سے یا اس سے صلے کی امید کی بنا پر ہوتا لہٰذا یہ تو خالص طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح اور رافت قلبی سے فرماتے ہیں:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ

ترجمہ: بیشک ابراہیم علیہ السلام ضرور بہت آہیں کرنے والا متحمل ہے۔ (سورۃ التوبہ: ۱۱۴)

ایک اور مقام پر فرمایا:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ

ترجمہ: بیشک ابراہیم علیہ السلام تحمل والا بہت آہیں کرنے والا رجوع لانے والا ہے۔ (سورۃ ھود: ۷۵)

کیونکہ وہ نماز میں بکثرت رویا کرتے تھے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے نماز کے دوران میں ایسی آواز نکلتی تھی جیسے ہنڈیا سے اس کی پکتے وقت نکلتی ہے۔ بہر حال اگر رونے کی یہی وجہ ہو تو تب تو رونے کی آواز (عام کلام) نہ ہوگی اور اس سے نماز فاسد نہ ہوگی علاوہ ازیں اس لیے بھی کہ جنت و دوزخ کے ذکر پر آہ و بکی کرنا گویا صراحۃً جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگنا ہے جس سے نماز فاسد نہیں ہوتی لہٰذا اس سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اگر یہ رونا کسی درد یا مصیبت کے باعث ہو، تب تو یہ عام بات چیت میں شامل ہوگا اور عام بات چیت نماز کو فاسد کر دیتی ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص لفظ اہ کہے گو ایسا درد یا مصیبت کے باعث بھی ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اگر اس نے اوہ کہا تو نماز فاسد ہوجائے گی اس لیے کہ اول الذکر عام بات چیت میں سے نہیں

ہے بلکہ وہ کھانسنے یا لمبا سانس لینے کے مشابہ ہے جب کہ دوسرا لفظ عام بول چال میں شامل سمجھا جاتا ہے اس کا جواب وہ ہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، فصل بیان حکم الاستخلاف، ج۱، ص۳۴۸، دار الفکر، بیروت)

علامہ زین الدین بن نجیم حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی ۹۷۰ھ، لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ وَالْأَنِينُ وَالتَّأَوُّهُ وَارْتِفَاعُ بُكَائِهِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ مُصِيبَةٍ لَا مِنْ ذِكْرِ جَنَّةٍ أَوْ نَارٍ) أَيْ يُفْسِدُهَا ۔۔۔ أَمَّا الْأَنِينُ فَهُوَ أَنْ يَقُولَ آهٍ كَمَا فِي الْكَافِي وَالتَّأَوُّهُ هُوَ أَنْ يَقُولَ أَوَّهْ ۔۔ وَأَمَّا ارْتِفَاعُ الْبُكَاءِ فَهُوَ أَنْ يَحْصُلَ بِهِ حُرُوفٌ ۔۔ وَقَوْلُهُ لَا مِنْ ذِكْرِ جَنَّةٍ أَوْ نَارٍ عَائِدٌ إلَى الْكُلِّ أَيْضًا فَالْحَاصِلُ أَنَّهَا إنْ كَانَتْ مِنْ ذِكْرِ الْجَنَّةِ أَوْ النَّارِ فَهُوَ دَالٌّ عَلَى زِيَادَةِ الْخُشُوعِ وَلَوْ صَرَّحَ بِهِمَا فَقَالَ اللَّهُمَّ إنِّي أَسْأَلُك الْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِك مِنْ النَّارِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ وَجَعٍ أَوْ مُصِيبَةٍ فَهُوَ دَالٌّ عَلَى إظْهَارِهِمَا فَكَأَنَّهُ قَالَ إنِّي مُصَابٌ ۔

ترجمہ: نماز میں آہ، اوہ اور حروف پر مشتمل رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے، جب درد یا مصیبت کی وجہ سے ہو اور اگر جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے ہو تو پھر نماز فاسد نہیں ہوتی۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ اگر یہ حالت جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے ہو جائے تو یہ خشوع کی زیادہ ہونے کی دلیل ہے، اور اگر جنت اور دوزخ پر تصریح کر دی، پس اس طرح دعا کی کہ: اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں۔ تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور اگر درد اور مصیبت کی وجہ سے ہو تو پھر یہ اس درد اور مصیبت کی دلیل ہے تو گویا کہ اس نے کہا کہ میں مصیبت زدہ ہوں (تو نماز فاسد ہو جائے گی)

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، ج۲، ص۵، ۶، بحذف، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وقال سیدی یوسف العجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: وما ذکروہ من آداب الذکر محلہ فی الذاکر الواعی المختار، اما المسلوب الاختیار فہو مع ما یرد علیہ من الاسرار، فقد یجری علی لسانہ: اللہ، اللہ، اللہ، اللہ، أو ہو ہو ہو، او لا لا لا أو آہ آہ آہ، أو عا عا عا أو آ آآ، أو ہ ہ ہ أو ہا ہا ہا أو صوت بغیر حرف أو تخبیط، وادبہ عند ذلک التسلیم للوارد فاذا انقضی الوارد فادبہ السکون من غیر تقول۔

ترجمہ: سید یوسف عجمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں صوفیا کرام نے آداب کے سلسلے میں جو کچھ ذکر کیا اس کا محل وہ ذاکر ہے جو یاد رکھنے والا مختار ہو اور جس کا اختیار باقی نہ رہا اس پر اسرار (راز) وارد ہوتے ہیں اور اس کی زبان پر اس طرح جاری ہوتا ہے "اللہ اللہ اللہ اللہ" یا "ھو ھو ھو" یا "لا لا، لا" یا آہ آہ آہ" یا آآآ" یا "ھا ھا ھا" یا "ہ ھا ھا" یا کسی حرف یا حرکت کے بغیر آواز جاری ہوتی ہے اس وقت اس کا ادب یہ ہے کہ جو کیفیت طاری ہو رہی ہے اسے تسلیم کرے جب وہ آنے والی کیفیت ختم ہو جائے تو کوئی بات کیے بغیر سکون اختیار کرنا اس کا ادب ہے۔

(الانوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ، ج۱، ص۳۹، مکتبۃ المعارف، بیروت)

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، حنفی، متوفی ۱۱۶۱ھ و جماعۃ من علماء الہند، لکھتے ہیں:

السَّمَاعُ وَالْقَوْلُ وَالرَّقْصُ الَّذِي يَفْعَلُهُ الْمُتَصَوِّفَةُ فِي زَمَانِنَا حَرَامٌ لَا يَجُوزُ الْقَصْدُ إلَيْهِ وَالْجُلُوسُ عَلَيْهِ وَهُوَ وَالْغِنَاءُ وَالْمَزَامِيرُ سَوَاءٌ وَجَوَّزَهُ أَهْلُ التَّصَوُّفِ وَاحْتَجُّوا بِفِعْلِ الْمَشَايِخِ مِنْ قَبْلِهِمْ قَالَ وَعِنْدِي أَنَّ مَا يَفْعَلُونَهُ غَيْرُ مَا يَفْعَلُهُ هَؤُلَاءِ فَإِنَّ فِي زَمَانِهِمْ رُبَّمَا يُنْشِدُ وَاحِدٌ شِعْرًا فِيهِ مَعْنًى يُوَافِقُ أَحْوَالَهُمْ فَيُوَافِقُهُ وَمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ رَقِيقٌ إذَا سَمِعَ كَلِمَةً تُوَافِقُهُ عَلَى أَمْرٍ هُوَ فِيهِ رُبَّمَا يُغْشَى عَلَى عَقْلِهِ

فَيَقُومُ مِنْ غَيْرِ اخْتِيَارٍ وَتَخْرُجُ حَرَكَاتٌ مِنْهُ مِنْ غَيْرِ اخْتِيَارِهِ وَذَلِكَ مِمَّا لَا يُسْتَبْعَدُ أَنْ يَكُونَ جَائِزًا مِمَّا لَا يُؤْخَذُ بِهِ وَلَا يُظَنُّ فِي الْمَشَايِخِ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مِثْلَ مَا يَفْعَلُ أَهْلُ زَمَانِنَا مِنْ أَهْلِ الْفِسْقِ وَالَّذِينَ لَا عِلْمَ لَهُمْ بِأَحْكَامِ الشَّرْعِ وَإِنَّمَا يَتَمَسَّكُ بِأَفْعَالِ أَهْلِ الدِّينِ كَذَا فِي جَوَاهِرِ الْفَتَاوَى.

ترجمہ: سماع (گانا) اور قوالی، اور رقص جو ہمارے زمانے کے بناوٹی صوفی کرتے ہیں وہ حرام ہے اور اس کی طرف قصد کر کے جانا اور وہاں بیٹھنا جائز نہیں ہے، اور یہ اور غناء (گانا) اور مزامیر برابر ہیں، اور بناوٹی اہلِ تصوف نے اس کو جائز رکھا ہے اور اپنے سے پہلے مشائخ کے فعل کو حجت لاتے ہیں، فرمایا: میرے نزدیک حق بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگلے مشائخ نے ایسا نہیں کیا ہے جیسا کہ یہ لوگ کرتے ہیں، چنانچہ ان کے زمانے میں بسا اوقات کسی شخص نے ایک شعر پڑھا، اس میں ایسا مطلب ہوتا جو ان کی حالت کے موافق ہوتا۔

جس نے ان کے دل کو نرم کر دیا اور جس کا قلب رقیق ہوتا ہے وہ جب ایسا لفظ سنتا ہے جو اس کی حالت کے موافق ہوتا ہے تو اکثر اس کی عقل پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور وہ بے اختیار کھڑا ہو جاتا ہے اور اس سے غیر اختیاری حرکات صادر ہوتی ہیں، تو ایسی بات کا جائز ہونا کوئی بعید نہیں ہے، اور اس پر مواخذہ نہ کیا جائے، اور اگلے مشائخ کی نسبت یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ لوگ ایسے فعل کرتے تھے جیسے اس زمانے کے فاسق لوگ کرتے ہیں، اور وہ جن کو احکام شرع کا علم نہیں، وہ کرتے ہیں۔ اور دینداروں کے افعال سے ہی سند لائی جاتی ہے۔ یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔

(الفتاوی الہندیہ، فیما یفسد الصلاۃ، ج ۱، ص ۴۳۱، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

علامہ عالم بن علاء انصاری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۷۸۶ھ۔ لکھتے ہیں:

ولو انّ فی صلاته او تاوه اوبکی فارتفع بکاؤه، وفی الخانیة: فحصل له حروف، فان کان من ذکر الجنة او النار فصلاته تامة، وان کان من وجع او مصیبة فسدت صلاته عند ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله۔

ترجمہ: اگر کسی نے نماز میں آہ، اوہ، کی یا رونا اونچا ہو گیا اور فتاوی خانیہ میں ہے کہ اونچا رونا یہ ہے کہ اس کی وجہ سے حروف حاصل ہو جائیں، پس اگر یہ حالت جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے ہو جائے تو نماز کامل ہے اور اگر دنیاوی درد یا مصیبت کی وجہ سے ہو تو اس کی نماز فاسد ہوگی، یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ دونوں کا قول ہے۔

(الفتاوی التاتارخانیہ، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما لا یفسد، ج ۲، ص ۲۲۴، مکتبہ فاروقیہ، کوئٹہ)

بحر العلوم واقف مذاہب اربعہ حضرت شیخ المشائخ عبد الرحمن جزیری، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۱۳۶۰ھ، لکھتے ہیں:

الأنين والتأوه والتأفف والبكاء إذا اشتملت على حروف مسموعة فإنها تبطل الصلاة إلا إذا كانت ناشئة من خشية الله تعالى أو من مرض بحيث لا يستطيع منعها وهذا الحكم متفق عليه بين الحنفية والحنابلة۔

ترجمہ: نماز میں کراہنے، آہیں بھرنے، اف کرنے یا رونے میں اگر حروف کی آواز سنائی دے تو نماز باطل ہو جائے گی، اگر یہ حالت اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ہو یا ایسی مرض وجہ سے ہو جس کو ضبط نہ کیا جا سکے، تو نماز باطل نہ ہوگی۔ حنفیہ اور حنابلہ اس پر متفق۔

(الفقہ علی مذاہب الاربعۃ، کتاب الصلاۃ، الانین والتاوہ فی الصلاۃ، ج ۱، ص ۲۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ المشائخ ابونصر عبداللہ بن علی بن سراج طوسی، قدس سرہ، متوفی، ۳۷۸ھ لکھتے ہیں:

وكان سهل بن عبد الله عليه الرحمه، اذا مرض احد من اصحابه يقول له: اذا اردت ان تشتكى فقل: اوه، فانه اسم من اسماء الله تعالى، يستروح اليه المريض، ولا تقل له: اوخ، فانه اسم من اسماء الشيطان۔

ترجمہ: سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے کوئی بیمار پڑ جاتا تو وہ اس سے کہا کرتے تھے، جب تجھے شدتِ تکلیف سے کراہنا ہو تو 'اوہ' کہو کیونکہ یہ اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور 'اوخ' نہ کہو کیونکہ یہ شیطان کا نام ہے۔

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب، آداب المتصوفۃ، ص،۱۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

عاشقان دل بیاد داده مر حضرت عزت او را تا بو که عزت وصل او در یابند هو آمد ودر عالم عشق شوق چون از طرفین بودهائے هو درخور ست وعظیم معتبر ست۔

ترجمہ: عاشق لوگ اپنے دل میں خدا کو یاد کرتے ہیں تا کہ اس کے ملنے کی خوشبو سے بہرور ہوں تو ان کے دل سے اسم ''ھو'' نکلتا ہے، اور جب عالم عشق میں ذوق وشوق کی جانبین سے زیادتی ہوتی ہے تو ہائے اور ھو کی صدائیں بلند ہوتی ہیں جو از خود عظیم و بلند ترین مقام ہے۔

(اخبار الاخیار، ص،۴۰، النوریہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۱۲۴۰ھ لکھتے ہیں:

وکلام ایشان رضی اللہ عنہم بجز بندگی خود ومعبودیت حق سبحانہ هر گز دریافت نمیشود وآنچه از جناب امیر المؤمنین خلیفه رسول اللہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجهه در اتحاد وتوحید نقل کنند ثابت نمیشود وکمالے که در قرن اول از حضرت پیغمبر صلی اللہ علیه وسلم باهل آن رسیده مقتضی نسبت بندگی است با حق تبارک وتعالیٰ در قرون متأخره صوفیه علیه پدید آمدند وکمالے دیگر ازان حضرت حق سبحانه۔ بر این اکابر ظاهر شد وآن نسبت قلبی است مقتضائے آن ذوق وشوق ونعره وآه است گرمی وحرارت محبت که از صوفیه صافیه مرویست۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام میں اپنی بندگی (بندہ ہونے) اور حق سبحانہ کی عبودیت (معبود ہونے) کے سوا ہرگز کچھ نہیں ملتا۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ نسبت بندگی کا تقاضا کرتا ہے۔ بعد کی صدیوں میں کبار صوفیہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان ... پر ذات حق سبحانہ سے ایک اور کمال ظاہر ہوا اور وہ نسبت قلبی ہے۔ جس کا تقاضا ذوق وشوق اور نعرہ وآہ ہے۔ محبت کی گرمی وحرارت جو سچے صوفیہ سے مروی ہے۔

(مکاتیب شریفہ، مکتوب، شصت ونہم، ص، ۵۳، المکتبۃ ایشق بشارع دارالشفقۃ، استانبول، ترکیہ)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، لکھتے ہیں:

(۴۳) ایک دن حضرت شاہ حافظ امام الدین ... ہوئے اور آہ آہ کرنے لگے حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب برادری حاجی صاحب کہ نسبت ارادت بھی حاجی

صاحب سے رکھتے تھے عیادت کو آئے اور کہا آہ آہ کیوں کرتے ہو اللہ اللہ کرو انہوں نے کچھ خیال نہ کیا اور آہ میں مشغول رہے ایک دن اتفاقاً حضرت مفتی صاحب بھی اسی درد میں مبتلا ہوئے اور اللہ اللہ کرنے لگے اور آہ منہ سے نہ نکلا حضرت شاہ صاحب نے تشریف لاکر فرمایا جب تک آہ نہ کرو گے صحت نہ ہوگی چنانچہ یہی ہوا کہ مرض ترقی کرتا گیا کسی طرح تخفیف نہ ہوئی۔ بالآخر مفتی صاحب نے آہ کرنا شروع کیا اور صحت حاصل ہوگئی۔ یہ مقام عبودیت تھا اور تزلل وعبدیت محبوب (خدا) کو محبوب ہے اور اسی میں رضا وتسلیم بھی مقصود ہے اور اللہ اللہ مقام الوہیت ہے (حاشیہ) قولہ اللہ اللہ مقام الوہیت ہے قول الوہیت سے مراد عروج وعبودیت سے مراد نزول عارفین پہنچانتے ہیں کہا اس وقت مرض سے نزول مقصود ہے جب تک اس کے آثار کو اختیار نہیں کیا جاتا۔ اس مقصود کے انتظار میں مرض زائل نہیں ہوتا ۱۲ منہ۔

(۴۴) فرمایا کہ مولود تمامی اہل حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہوسکتا ہے البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔

(حاشیہ) قولہ ہمارے واسطے حجت کافی ہے اقول یعنی ان کے مقابلے میں جو منع میں افراط کرتے ہیں باقی جن کا منع کرنا منکرات کے ہے اس کی تائید تو خود اس ملفوظ میں ہے باقی منکرات کیا کیا ہیں اس میں اجتہادی اختلاف ہوسکتا ہے ۱۲ منہ قولہ مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے اقول جو دوسروں پر حجت نہیں۔

(امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق، ص، ۴۲)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں کہ علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک نماز میں آہ کرتا ہے۔ یا کبھی روتا کبھی ہنستا ہے، اور کبھی اسکا ایک پیر، اور کبھی دونوں پیر اٹھ جاتے ہیں۔ اگر اس شخص سے دریافت کرتے ہیں کہ تم کیوں ایسا کرتے ہو تو وہ شخص جواب دیتا ہے مجھے بے اختیاری سے ہوتا ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ہنسی اگر آواز سے ہے تو مفسد نماز ہے۔ اگر قہقہہ کی حد تک ہو تو ناقص وضو بھی، اور اگر آواز پیدا نہ ہو صرف تبسم ہو تو نہ مبطل نماز نہ ناقص وضو، اور پہلی صورت میں اس کی کوئی بھی نماز نہ ہوگی۔ امامت کیا کرسکے اور آہ کرنا یا رونا نماز کو فاسد کرتا ہے۔ مگر جب اضطراب ہو تو نماز مفسد نہیں۔

والانین والتاوہ والتافیف والبکاء بصوت لوجع او مصیبۃ الا المریض لایملک نفسہ عن انین وتاوہ لانہ حینئذٍ کعطاس وسعال وجشاء وتثاوب وان حصل حروف للضرورۃ طحطاوی علی المراقی میں ہے۔ ومحل الفسادہ عند حصول الحروف اذا مکنہ الامتناع عنہ امااذالم یمکنہ الامتناع عنہ فلا تفسد بہ عند الکل الامتناع کمافی الظہیریہ کالمریض اذالم یمکنہ منع نفسہ عن الانین والتاوہ لانہ حینئذٍ کالعطاس والجشاء اذا حصل بہما حروف،

اور جب بلا اختیار ہے تو امامت بھی کرسکتا ہے اور پاؤں کا اٹھانا مکروہ ہے جب اختیار سے نہیں، مجبوری ہے۔ (فتاوٰی امجدیہ، ج، ا، ص، ۱۲۸،)

مسئلہ: مسئولہ محمد اسد اللہ طالب علم مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف ۱۰ جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ اگر نماز میں جنت کی یاد سے یا نار (دوزخ) کی یاد سے بلند آواز سے کوہ کاہ کرے تو فقہاء کے نزدیک نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اس صورت میں نماز کی جگہ سے ہٹ جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ذکر جنت یا دوزخ پر اگر گریہ طاری ہوا اور آہ اف وغیرہ ہما الفاظ زبان سے نکل گئے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر دو قدم ایسی حالت میں آگئے یا پیچھے ہٹ گیا جب بھی حرج نہیں (درمختار) میں ہے۔

لالذکر جنۃ او نار۔ لان الانین و نحو اذ کان یذکر هما صار کانه قال انهم انی اسئلک الجنۃ واعوذ بک من النار ولو صرح به لا تفسد صلاته۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی امجدیہ، ج،۱،ص،۱۸۱)

ظفر احمد عثمانی دیوبندی وعبدالکریم دیوبندی لکھتے ہیں:

سوال: ضلع بریسال میں بعض چشتیہ طریقہ کے درویش گاہے بگاہے چیخیں مارتے ہیں۔ اور یہ حال نماز میں زیادہ ہوتا ہے۔ کبھی، ہا، ہو، کر کے چیخ مارتے ہیں ان کی عجیب آواز سن کر اجنبی آدمی خوفزدہ ہو جاتے ہیں نماز میں بھی کبھی آگے جاتے اور کبھی پیچھے کی طرف ہٹتے ہیں کبھی کود کر اوپر کی جانب اٹھ جاتے ہیں جس سے دونوں پاؤں زمین سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ کبھی قرأت یا التحیات کے چند الفاظ بلند آواز سے پڑھ لیتے ہیں اور پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ یہ افعال ہم سے بلا اختیار سرزد ہوتے ہیں لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت کی رو سے افعال مذکورہ درست ہیں یا نہیں؟ اور ان درویشوں سے بیعت ہونا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر واقعی بے اختیار بحالت اضطرار ان سے یہ حرکات صادر ہوتی ہیں جس کو صوفیہ کی اصطلاح میں غلبہ حال کہتے ہیں تو چیختے چلاتے اور قہقہہ مارنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ قرأت یا التحیات سے کسی قدر بلند آواز سے پڑھنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ خواہ جان بوجھ کر ہو (جبکہ یہ درویش تو مجذوب و بے خبر ہیں) امام کی قرأت سے متاثر کروانے سے بھی نماز میں فرق نہیں آئیگا۔ حاشیہ طحطاوی میں ہے کہ نماز اس وقت ٹوٹے گی، جب کسی سے حروف صادر ہوں اور کنٹرول کر سکنے کے باوجود نہیں روک رہا۔ البتہ اگر روکنے پر قادر ہی نہ ہو تو نماز ہو جائے گی۔ جیسے کھانسنے والے مریض کی نماز ہو جاتی ہے، یہ جواب اس وقت ہے۔ جب یہ حرکات بالاضطرار صادر ہوتے ہوں۔ اور ان کو ہوش باقی نہ رہا ہو۔ اگر ہوش بھی سلامت نہیں اور اس درجہ بے خبری ہو۔ کہ اگر ریح بھی خارج ہو جائے تب بھی ان کو خبر نہ ہو تو ایسی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی اور وضو بھی اور جس کی ان حرکات سے نمازی ڈریں اسکو غلبہ حال کے وقت جماعت میں شامل نہ ہونا چاہیے۔

رہا مرید ہونا تو اگر یہ لوگ متبع شریعت ہوں اور کسی شیخ محقق سے مجاز یا خلیفہ ہوں تو اس سے بیعت ہونا بھی جائز ہے ورنہ نہیں۔

(امدادالاحکام، ج،۲،ص،۱۶۶،تا،۱۶۸،ملخصا، زکریا بکڈپو دیوبند، ضلع سہارنپور)

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَه اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ ارْزُقْنِیْ اِجْتِنَابَه

اے اللہ ﷺ! ہم پر حق کی حقانیت واضح کرا اور ہمیں اس کی اتباع عطا فرما، اے اللہ ﷺ! ہم پر باطل کا بطلان واضح کرا اور ہمیں اس سے اجتناب عطا فرما

آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین۔

باب نمبر ۱۷

سوال: (۱۶۲) اعتراض: مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا

سال سے کم عرصہ میں ولایت کی سند مل جاتی ہے۔

سیفی عامی کو بلکہ بعض صوفی و عالم کو بھی کہہ دیتے ہیں کہ تیرا دل جاری ہے وہ کہے گا دل جاری کیا ہوتا ہے؟ تو پھر اپنا دل ہلا کر دکھائیں گے اور کہیں گے یہ ذکر کر رہا ہے اب اچھا بھلا آدمی پھنس جاتا ہے کہ یہ کتنا نیک آدمی ہے جس کا دل حرکت کر کے ذکر میں مصروف ہے بس وہ پوچھے گا کہ یہ کیسے اور کہاں سے جاری ہوتا ہے تو سیفی کہے گا کہ خانقاہ سیفیہ میں پیر مبارک صاحب کے پاس جاؤ۔ اب وہ کہے گا کہ میں فلاں پیر کا مرید ہوں۔ سیفی کہے گا کب سے۔ وہ کہے گا دس سال سے تو سیفی کہے گا کیا نفع پایا ابھی تک تیرا دل بھی ذاکر نہیں بنا۔ تو اس طرح پھانس لیتے ہیں۔ سال سے کم عرصہ میں ولایت کی سند مل جاتی ہے اور پیری مریدی کا کاروبار کرنے کی اجازت ہو جاتی ہے لیکن ہر خلیفہ سند ولایت میں خانقاہ سیفیہ کا ہی محتاج رہتا ہے۔

(صفحہ ۴۸، ۴۹، ۵۰، الفتنۃ الشدیدۃ)

الجواب:

امام عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کہ اولیاء و علماء و محدثین و فقہاء سب کے امام ہیں۔

فرماتے ہیں: لو لا الاسناد لقال فی الدین من شاء ماشاء۔

ترجمہ: اگر اسناد نہ ہوتا تو جس کا جو دل چاہتا دین میں کہہ دیتا۔

(صحیح مسلم، مقدمۃ الکتاب، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۱۲) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۶، ص ۵۹۰، ۵۹۱، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی، (زمانہ تالیف ۱۱۳۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

آنچه بصد سال کسے یافته		هم نفسے در نفسے یافته

ترجمہ: جو نعمت کہ کسی کو سو سال کے بعد ملے ان کو ایک لمحے میں مل گئی۔

(اقتباس الانوار، ص: ۵۲۲)

حضرت علامہ مولانا شیخ ابن مہذب اپنی کتاب ''عجائب واسطہ'' میں لکھتے ہیں کہ آپ کی آخر عمر میں آپ کے خلفاء کی تعداد اسی ہزار ایک سو تھی۔ عراق کا کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں آپ کے دو چار خلیفہ نہ ہوں۔ اور عقیدت مند مریدوں کا تو کوئی شمار نہ تھا۔ جب آپ سنہ ۵۵۵ھ میں زیارت بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو آقا

ئے دوجہان مدنی تاجدار رسالت پناہ کے روضہ مقدس کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوئے، گنبد خضرا کے قریب پہنچ کر آپ نے با آواز بلند کہا "السلام علیک یاجدی" فوراً روضہ اطہر سے ندا آئی کہ "وعلیک السلام یاولدی" اس نداء مبارک کو سن کر آپ پر وجد طاری ہوگیا، آپ کے علاوہ جتنے آدمی وہاں موجود تھے سب نے آواز کو سنا۔

(البیان المشید، ص، ۲۴)

جب حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی علیہ الرحمہ لاہور آئے تو حضرت خواجہ نے آپ کو ایک مکتوب لکھا اس وقت آپ سنبھل میں تھے، جب مکتوب گرامی ان کو ملا فوراً حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچنے کا قصد کیا جب وہاں پہنچے تو حضرت خواجہ علیہ الرحمہ نے آپ کو اکابر نقشبندیہ کا سلوک طے کرایا تین دن میں اس سلسلہ کا تمام سلوک آپ نے طے کرایا۔ پھر حضرت خواجہ نے ان کو مرید کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ آپ وہ خوش نصیب ہیں جن کو سب سے پہلے حضرت خواجہ علیہ الرحمہ نے اجازت عنایت فرمائی ہے۔ آپ نے دس سال تک حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی صحبت اٹھائی۔

(تذکرہ خواجہ باقی باللہ، ص ۹۵)

جو کچھ کہ میں نے ایک ساعت میں حاصل کیا بیس سال کی ریاضت میں نہیں پایا

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

وهم مولانا (۲) (۲۔مولانا محمد حنیف کابلی علیہ الرحمہ) مذکورہ نقل کرد کہ درویشے صفا کیشے بامن می گفت کہ متوجہ حرمین شریفین زادھما اللہ تعالیٰ شرفاً و کرامۃً بودم، چون بسرھند رسیدم بشرف عتبہ بوسی خادمان حضرت ایشان مشرف گردیدم۔ از نماز فارغ شدہ بودند، می خواستند کہ بخلوت گاہ روند، درین اثنا من سلام کردم و در پیش ایشان بپائے ایستادم۔ حضرت ایشان بخادم فرمودند کہ برو' از خانہ مانان بیار، خادم رفت و پارچۂ نانے آورد، ایشان آن نان از دست خادم گرفتہ، بدست خود در بغل من انداختند و فرمودند کہ اے درویش! وقت نیک ست، ھمین پارچۂ نان مرشد تست، بہ تربیت تو کافی ست، بعد از ان از خدمت ایشان مرخص شدم، ہر ساعت احوال من در تزاید بود، و ہر لحظہ حالے دیگر روئے می نمود، و آنچہ دریک ساعت یافتم در بیست سالہ ریاضت خود کہ کشیدہ بودم، بوئے از ان نشنیدہ بودم و رنگے از ان ندیدہ۔

ترجمہ: حضرت علامہ مولانا محمد حنیف کابلی علیہ الرحمہ بیان کرتے تھے کہ ایک صفا کیش درویش نے مجھے بتایا کہ میں حرمین شریفین کے لیے عازم سفر ہوا جب سرہند شریف پہنچا تو حضرت غوث یزدانی الشیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے آستانۂ عالیہ کی حاضری سے بھی مشرف ہوا اس وقت حضرت غوث یزدانی الشیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ نماز عشاء سے فارغ ہو چکے تھے اور خلوت گاہ میں تشریف لے جانا چاہتے تھے اسی اثناء میں مین نے سلام عرض کیا اور حضرت غوث یزدانی الشیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے سامنے کھڑا ہوگیا آپ (حضرت شہباز لامکانی قیوم اول مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) نے خادم سے فرمایا کہ "جاؤ میرے گھر سے روٹی لے آؤ، خادم گیا اور روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آیا آپ نے وہ روٹی خادم کے ہاتھ سے لے کر اپنے ہاتھ سے میرے بغل میں ڈال دی اور فرمایا۔ اے درویش وقت اچھا ہے یہی روٹی تمہارے لئے مرشد کی حیثیت سے تمہاری تربیت کیلئے کافی ہے" اس کے بعد میں آپ (حضرت شہباز لامکانی قیوم اول مجدد الف

نی علیہ الرحمۃ) سے رخصت ہوا اور ہر گھڑی میری کیفیات بڑھتی گئیں اور ہر لحظہ میرے حالات میں تبدیلی پیدا ہوتی گئی اور جو کچھ کہ میں نے ایک ساعت میں حاصل کیا بیس سال کی ریاضت میں جو میں نے کی تھی اس کی بو بھی نہ پائی تھی اور اس کا رنگ نہ دیکھا تھا۔

(حضرات القدس، ص،۲۰۱، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور)

اپنے کمال کے حصول اور سلوک کی تکمیل کی خبر بھی دے دی:

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

مولانہ محمد یوسف از علمائے وقت بود۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ تربیت وے بحضرت ایشان حوالہ نمودہ بودند۔ در اثنائے سلوک اجلش در رسید، باحتضار (در حالت جانکنی) بود کہ حضرت ایشان بر بالین وے رسیدند و متوجہ اتمام سلوک وے گردیدند و وے را ازتوجہ خود درین باب اطلاع بخشیدند و ہر ساعت از حال وے می پرسیدند۔ وے از ترقیات و تلقیات خود کہ از توجہ آنحضرت حاصل، روزگار وے می گشت، معروض می داشت آنکہ کار او را بتصرف باتمام رسانیدند و او نیز از حصول کمال و اتمام سلوک خود؟ داد و ہمان زمان جان بجانان سپرد۔ نازم بوقوت تصرف حضرت ایشان کار سنین را بیک آن بر آوردند۔

ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف سمرقندی علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے بڑے عالموں میں سے تھے قطب الاقطاب حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے ان کی تربیت حضرت شیخ کبیر امام ربانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حوالے فرمادی تھی۔ سلوک طے کرنے کے زمانے میں ان کی موت کا وقت آ گیا اور وہ جان کنی کے عالم میں تھے کہ (حضرت شیخ کبیر امام ربانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) ان کے سرہانے پہنچ گئے اور ان کے سلوک کی تکمیل کیلئے توجہ فرمائی اور ان کو اس معاملے میں اطلاع بھی دے دی اور ہر لحہ ان کا حال بھی دریافت فرما رہے تھے

اور وہ بھی اپنی ترقیات اور تلقیات جو آپ (حضرت شیخ کبیر امام ربانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کی توجہ سے حاصل ہو رہی تھیں آپ (حضرت شیخ کبیر امام ربانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) سے عرض کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ (حضرت شیخ کبیر امام ربانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے تصرف (توجہ شریف) سے ان کا کام تکمیل کو پہنچ گیا اور انھوں نے بھی اپنے کمال کے حصول اور سلوک کی تکمیل کی خبر بھی دے دی بس اسی دم ان کا انتقام ہوگیا (حقیر حضرت علامہ شیخ المشائخ بدرالدین علیہ الرحمۃ کو) فخر حاصل ہے کہ آپ (حضرت شیخ کبیر امام ربانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے برسوں کا کام ایک آن میں (اس شخص کیلئے) مکمل کر دیا۔

ع

از کریمان کارہا دشوار نیست

ترجمہ: کریموں پر نہیں کام مشکل

یک لحظہ عنایت تو ای بندہ نواز		بہتر ز ہزار سالہ تسبیح و نماز

ترجمہ: کرم ہو آپ کا اک لحظہ بھی تو بہتر ہے ہزار سال کی تسبیح اور نوافل سے۔

(حضرات القدس، ص،۱۶۳، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور)

اپنے خلیفہ پر یقین اور ایک ہفتہ میں ولایت فنا فی اللہ بقا باللہ ولایت خاصہ

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے ایک خاص مرید نے جو کہ سیّدزادہ تھے نہایت تضرّع اور نیازمندی سے آپ (حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کی خاص توجہ کیلئے التماس کی تو آپ (حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ) نے فرمایا کہ انشاءاللہ جب وہ (حضرت سرداراولیاء شہباز لامکانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) سرہند شریف سے آئیں گے تو میں (حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ) ان سے التماس کروں گا کہ تمہارا کام ایک ہفتے میں پورا کردیں اور درجہ ولایت تک تم کو پہنچا دیں لیکن اس ارشاد کے بعد اتفاق یہ ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے ہمارے حضرت (حضرت سرداراولیاء شہباز لامکانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کی ملاقات نہ ہوسکی آخر جب ہمارے حضرت (حضرت سرداراولیاء شہباز لامکانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کی تشریف آوری حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد دہلی شریف میں ہوئی اور جب آپ (حضرت سردار اولیاء شہباز لامکانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد (توجہ کے متعلق) سنا تو آپ (حضرت سرداراولیاء شہباز لامکانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے فرمایا کہ اگر صدق دل سے اور پورے اعتقاد سے آؤ تو (انشاءاللہ) حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے فرمان کے مطابق تمہارا کام ایک ہفتے میں پورا کرادوں گا لیکن افسوس کہ اس شخص کو پھر یہ سعادت نصیب نہ ہوسکی۔

(حضرات القدس، ص، ۴۳)

ایک ہفتہ میں فنا اور ایک ماہ میں سلوک باطن:

حضرت قیوم ثانی شمس العارفین خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کا سالک کوئی بھی آپ کے پاس صرف ایک ہفتہ رہنے سے فنا حاصل کرلیتا اور ایک ماہ میں باطنی سلوک ختم کرکے خلافت لے لیتا۔

(روضۃ القیومیہ، ج ۲، ص، ۲۶۶)

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

شیخ احمد برکی قدس سرہ از خلفائے حصرت ایشان است' عالم و عامل بودہ در اصل از بلدۂ واد ا (در مخطوطہ دوم: شہر واد) است کہ میان کابل و قندھار واقع است و والد ماجد وے خدمت خواجہ از آنجا انتقال نمودہ در بلدۂ کانکریت معروف بہ برک متوطن شدہ۔ مسکن وے در اینجا ست۔ مکتوبات قدسی آیات حضرت ایشان بدان ملک رسیدہ۔ شیخ بشرف مطالعہ کلام آن فخر انام مشرف گردیدہ سابقۂ سعادت ابدیہ دل وے را باعتقاد آنحضرت ہدایت نمود۔ بھمان حال بے اھمال متوجہ حضرت سرھند گشت و بشرف ملازمت آنحضرت مستسعد گردید و از یمن توجہ حضرت ایشان و صدق ارادت خود در یک ھفتہ کار او بانجام رسید و

حضرت ایشان، او را خلافت دادہ رخصت فرمودند۔

ترجمہ: شیخ احمد برکی قدس سرہ بھی حضرت کے خلفاء میں سے ہیں، عالم و عامل تھے شہر وادا جو کابل اور قندھار کے درمیان ہے آپ کا اصل وطن ہے لیکن آپ کے والد وہاں سے ہجرت کر کے شہر کانکریت عرف برک میں منتقل ہو گئے تھے وہیں آپ کا مکان ہے مکتوبات شریف کے اجزاء شیخ کے ایک دوست کے ذریعے وہاں پہنچے تو شیخ ان کے مطالعے سے متاثر ہو کر حضور سیدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے معتقد ہو گئے اور اسی حال میں سرہند کی طرف روانہ ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضری کی سعادت سے مشرف ہوئے اور حضرت کی توجہ کی برکت سے اور ان کے صدق ارادت کی وجہ سے وہ ایک ہی ہفتے میں درجۂ کمال کو پہنچ گئے اور حضور سیدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے انہیں خلافت دے کر رخصت فرما دیا۔

(حضرات القدس، ج،۲، ص،۳۵۱، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

یہاں کی ایک گھڑی دوسروں کے یہاں تمام عمر رہنے سے بہتر ہے:

حضرت میاں ابوالحسن علیہ الرحمۃ نے حضرت غوث جہاں فرید عصر مخدوم ابوالقاسم نقشبندی کی شہرت سنی تو اپنے طبعی شوق کی بنا پر کشاں کشاں حضرت غوث جہاں فرید عصر مخدوم ابوالقاسم نقشبندی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں چلے آئے اور تعجب کی بات یہ کہ تین، چار چلے تو درکنار ایک چلہ بھی پورا نہ کیا بلکہ زیادہ سے زیادہ چار پانچ روز حضرت (حضرت غوث جہاں فرید عصر مخدوم ابوالقاسم نقشبندی علیہ الرحمۃ) کی صحبت میں رہے اور فائز المرام ہو کے اپنے گھر کی طرف واپس آ گئے اس مختصر سے عرصہ میں حضرت غوث جہاں فرید عصر مخدوم ابوالقاسم نقشبندی علیہ الرحمۃ نے ان کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرما دیا جب وہ اپنے گھر پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو خلاف عادت آپ (حضرت میاں ابوالحسن علیہ الرحمۃ) کے اتنے جلد آنے پر بڑا تعجب ہوا۔ اور لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تمہارا طریقہ تو یہ ہے کہ کسی بھی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہو تو کم از کم ایک چلہ (چالیس دن ۴۰) تو ضرور ان کی صحبت کر کے آتے ہو لیکن اس دفعہ کیا بات ہے کہ تم نے ایک چلہ بھی وہاں پورا نہیں کیا! تمہارا دل وہاں نہیں لگا یا وہ جگہ تمہیں پسند نہ آئی اور تمہارے معیار کے مطابق نہیں تھی (حضرت میاں ابوالحسن علیہ الرحمۃ) فرمانے لگے، آہ! یہ کیا تم کہہ رہے ہو (اتی جی ھک گھڑی بین جی جھار) یعنی ایک ایسی بارگاہ میں پہنچا تھا اور مجھے ایک ایسی صحبت نصیب ہوئی تھی جہاں کی ایک گھڑی دوسروں کے یہاں تمام عمر رہنے سے بہتر ہے'' یعنی وہ گوہر جس کی مجھے تلاش تھی اور جس کی طلب میں میں در بدر کی ٹھوکریں کھاتا تھا وہ مجھے الحمد اللہ اس آستانہ (عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ) پر تین چار روز میں ہی مل گیا۔

(سندھ کے صوفیائے نقشبند، ج،۱، ص،۵۶۷)

پیر پٹھاں پر (40 دن کا) چلہ کشی اور نقشبندیوی کی ایک نظر برابر ہے

منقول ہے ایک شخص نے درگاہ حضرت پیر پٹھاں میں تصوف کے کسی خاص مقام کے حصول کیلئے ایک چلہ کھینچا جب چالیسویں رات ہوئی تو تحصیل مراقبہ میں حضرت پیر پٹھاں نے اس سے فرمایا کہ بابا نہ اس زمانہ میں لوگوں کی وہ محنت ہے اور نہ وہ طلب کرنے والے ہیں تم جس مقام کے طالب ہو وہ تمہیں بغیر محنت کے کیسے حاصل ہو سکتا ہے بیچارہ بد دل اور خولہ ہو کر وہاں سے لوٹا اور حضرت شیخ المشائخ قدوۃ السالکین مخدوم ابوالقاسم نقشبندی مجدّدی علیہ الرحمۃ کی شہرت سن کر آپ (حضرت شیخ المشائخ قدوۃ

السالکین مخدوم ابوالقاسم نقشبندی مجدّدی علیہ الرحمہ) کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھوڑے ہی دنوں میں تصوّف کے جس مقام کا وہ طالب تھا اس سے بلند تر مقامات پر فائز المرام ہوا ایک روز اس نے تنہائی میں حضرت شیخ المشائخ قدوۃ السالکین مخدوم ابوالقاسم نقشبندی مجدّدی علیہ الرحمہ سے درگاہ حضرت پیر پٹھاں پر چلّہ کشی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضرت پیر پٹھاں نے تو ایسا فرمایا تھا اور میں آپ (حضرت شیخ المشائخ قدوۃ السالکین مخدوم ابوالقاسم نقشبندی مجدّدی علیہ الرحمہ) کی خدمت میں رہ کر چند دن میں اس مقام سے کہیں بالاتر گزر چکا ہوں آپ (حضرت شیخ المشائخ قدوۃ السالکین مخدوم ابوالقاسم نقشبندی مجدّدی علیہ الرحمہ) نے فرمایا بیشک بابا پیر پٹھاں نے جو کچھ فرمایا تھا وہ صحیح ہے جو کچھ بھی انسان کو حاصل ہوتا ہے محنت سے حاصل ہوتا ہے مگر یہاں (نقشبندیوں کے پاس) خدا کی رحمت کا بحر بیکراں جوش میں آیا ہوا ہے جو ہر خشک زمین کو سیراب کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہب (عوض کے بغیر حاصل کرنا) ایک دوسری چیز ہے اور کسب ایک اور چیز سبب خواہ درزی ہو یا کہ دھوبی اگر تم اس سے سوال کرو کہ تم ایک لاکھ روپیہ جمع کر سکتے ہو تو وہ بغیر تامّل کے جواب دیگا کہ میرے لئے یہ ناممکنات میں سے ہے لیکن وہ شخص جس کو بادشاہ وقت نے طلب کر کے اپنی مہربانی سے ایک ہی وقت میں دس لاکھ روپیہ دے دیا ہو اگر اس سے بھی سوال کیا جائے تو وہ بھی جواب دے گا کہ اگر خون چاہیئے تو یہ ایک منٹ میں ممکن ہے۔

(تحفۃ الزائرین ،ص،۳۶۶)

چالیس روز کے بجائے دو یوم میں ہی تکمیل کار:

شیخ الجامعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگلے روز بابا غلام فرید علیہ الرحمہ پیش ہوا تو حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ اس درویش کا برا حال ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ’’بابا، میں نے کہا تھا کہ چند روز صبر اور تحمّل سے وظائف کا ورد کرو، اگر ایسے ہی بے تاب ہو تو کیا چالیس دن کا روزہ رکھ لو گے۔‘‘

بابا کہتا تھا کہ میں نے سوچا مر تو ویسے ہی رہا ہوں۔ اس طرح جلد چھٹکارا ہو جائے گا۔ چنانچہ اسی رات چالیس روز کا روزہ رکھ لیا۔ دو دن رات گزر گئے۔ لیکن مجھے نہ بھوک معلوم ہوتی تھی نہ پیاس۔ آتش شوق نے کسی چیز کا ہوش ہی باقی نہ رہنے دیا تھا۔ تیسرے روز حضرت علیہ الرحمہ نے بلوا بھیجا اور فرمایا۔ بابا، مبارک ہو۔ تمہارا کام ہو گیا۔ اب اس چیز کی حفاظت کرنا یہ کہہ کر اپنے سامنے میرا روزہ افطار کروا دیا۔ اگر چہ میری خواہش یہی تھی کہ میں چالیس روز ہی کا روزہ پورا کروں۔

(مہر منیر،ص:۱۵۲)

خلیفہ ہفتہ ماہ اور سہ ماہ میں بنا دیتے:

مفتی شاہ حسین گردیزی (دامت برکاتہم عالیہ) لکھتے ہیں:

طالبان عرفان حق جمع ہو گئے۔ خانقاہ میں عبادت و ریاضت کی مشقیں ہونے لگیں۔ اللہ ہو کی ضربیں لگتیں۔ یا حی یا قیوم کے وظیفے ہوتے۔ ذکر بالجہر کی صدائیں بلند ہوتیں۔ ہر درویش اپنی استطاعت کے مطابق استفاضہ کرتا۔ کوئی برسوں اور مہینوں میں، کوئی ہفتوں اور دنوں میں مراد پاتا اور کوئی صرف نگاہ سے ہی کشاد پا کر ذاتِ حقیقی کے جلوؤں میں سرمست ہو کر دوام و بقا کی سرمدی لذتوں سے سرشار ہوتا اور ساتھ ہی تدریس کے ذریعے فصوص و فتوحات اور مثنوی معنوی کے رموز و نکات کا بیان ہوتا۔ اس طرح دِل اُجلے ہوتے اور انسان پاکیزہ بنتے۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے جاہل، عالم ہوئے اور عالم واصل باللہ ہوئے اور

آپ کی ذاتِ بابرکات سے اربابِ سیف نے عدالت کا سبق لیا اور اصحابِ قلم نے زورِ قلم حاصل کیا۔ چور اور رہزن ولی اللہ بنے۔ کسان ہل چلاتے تسبیح پڑھنے لگے عورتیں چکی پیستے اور آٹا گوندھتے ذکر جہر کرنے لگیں گویا آپ نے عرفان الٰہی کے دریا بہا دیے اور ایک عالم کو صبغۃ اللہ میں رنگ لیا۔

(تجلیات مہر انور، ص:۴۹)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابرِ بہار		کہ اگر خار و اگر گل همه پروردۂ تست

ترجمہ: اے ابر بہار! چمن تیرے فیض و کرم کا اس لئے شکر گزار ہے کہ اس کے کانٹے اور گل بہ معنی پھول سب تیرے ہی پالے ہوئے ہیں۔

(مرج البحرین، ص،۷۴ محمد اعلی، ناظم آباد، کراچی)

مجلس شوریٰ:

اس دورِ جدید میں ہمارے مرشد کریم حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ بھی اس طرح لوگوں کو ہفتہ مہینہ سہ ماہ سال میں فارغ کر دیتے ہیں اور خلیفہ بنا لیتے ہیں تو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ پیر صاحب تو اتنی جلدی سے خلافت دیتے ہیں اور ہمارے پیر تو مجاہدہ اور ریاضات وغیرہ کرواتے ہیں اور پھر بھی سو میں سے کسی ایک کو خلیفہ بناتے ہیں میرے بھائی اس میں اعتراض کی کیا بات ہے جس کے پاس جتنا فیض ہوگا اتنا دوسروں کو دیگا جو خود ہر چیز سے صاف ہوگا تو دوسروں کو کیا دیگا۔ صوفیاء نقشبند کو وہ لوگ جانتے ہیں جو فیض اور برکات سے مستفیض ہوں اور جن کو فیض اور برکات ملی ہوں۔

باب نمبر۷

سوال: (۱۶۳) مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا

دعویٰ نمبر ا:۔ میرے سارے مریدین وخلفاء ولی ہیں اوران سے انکار کفر ہے۔ (صفحہ ۳۵، الفتنۃ الشدیدۃ)

اصل عبارت نمبر ۲:۔ میرے تقریبًا آٹھ ہزار خلفاء کرام ہیں اور سب کے سب فنا نفسی اور فنا قلبی سے مشرف ہیں اور کامل ومکمل اولیاء ہیں۔ تو اگر تم صرف مجھے مانتے ہو اوران کی ولایت سے منکر ہو تو یہ بھی کفر ہوگا۔ کیونکہ تمام اولیاء کو ماننا لیکن صرف ایک ولی سے انکار کفر ہے۔ جس طرح تمام انبیاء پر ایمان لانا اور صرف ایک نبی سے انکار کفر ہے۔ (صفحہ ۲۶۰) (صفحہ ۳۵، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال: (۱۶۴) اب مجھے پیر صاحب سے یہ پوچھنے کا حق ہے بلکہ ہر مسلمان کو جواب طلبی کا شرعی حق ہے کہ پیر صاحب تم نے اپنے ہر مرید وخلیفہ کو کس دلیل قطعی شرعی سے ولی قرار دیا ہے کیا قرآن وحدیث اور اجماع سے ان کی ولایت ثابت ہے؟ پھر انکی ولایت سے انکار کرنے والے کو کسی دلیل شرعی سے کافر کہا ہے؟ حالانکہ تم نے اپنی کتاب ھدایت السالکین کے صفحہ ۸۶ پر لکھا ہے کہ ''فقیر بلا دلیل شرعی فتوی صادر نہیں کرتا کیونکہ یہ فقیر حنفی مذہب کا تابع ہے'' اپنے اس قول کو سچ ثابت کرنے کے لئے مذہب حنفی کی کسی کتاب سے ثابت کردو کہ آٹھ ہزار سیفی خلفاء کی ولایت سے انکار کفر ہے؟ **فاتوا بکتابکم ان کنتم صادقین**

آئی جان شکنجے اندر جیویں ویلنے وچ گنا ‎ ‎ ‎ دسو سیفیو رل مل مینوں جند کیویں بن کڈاں

(صفحہ ۴۶، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال: (۱۶۵) اعتراض کے طور پر مولانا بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

فیہ اشعار باتہ یجوز تزکیۃ نفسہ او لغیرہ باعلام من اللہ تعالی بتوسط الوحی والاھام بشرط انلا یکون ذالک علی وجہ البطر والتکبر فانھا من رذائل النفس۔

ترجمہ: اس میں خبرداری کی بات کی ہے کہ تزکیہ نفس (ولایت وقرب خاص کا دعویٰ اپنا یا غیر کا اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جائز ہوگا۔ وحی اور الہام کے واسطہ سے بشرطیکہ یہ دعویٰ ادنی دکھانے اور تکبر سے نہ ہو کیونکہ یہ دو وصف نفس کی رذالتوں سے ہیں۔ تفسیر مظہری آیت **الم تر الی الذین یز کون انفسھم** کے تحت پارہ ۵ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب بوادر النوادر کے (صفحہ ۵۸۸ ج ۲) پر لکھا کہ اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ نظر الی الظاہر کسی کو شیخ ،زاہد، عارف، عاشق اور سالک کہنا جائز ہے لیکن ولی اللہ کہنا نا جائز ہے کیونکہ ولایت یعنی قرب خاص اور مقبولیت امر خفی ہے۔ اس کا دعوی شہادت من غیر علم میں داخل ہے اسی واسطے حدیث میں: **لایز کی علی اللہ احدا ویقول واللہ حسبہ او کما قال** یعنی بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص ولی ہے باقی حقیقت حال

سے علام الغیوب ہی واقف ہے۔

اگر پیر صاحب سیفیوں کی ولایت کو کشف والہام سے ثابت کریں تو میں کہوں گا کہ پیر صاحب کا کشف والہام بھی عجیب اختیاری ہے کہ صرف سیفیوں کی ولایت ہی مکشوف ہوتی ہے۔ باقی قادری، چشتی سہروردی سلسلہ میں اولیاء خرط القتاد مکشوف ملہوم ہوتے ہیں یعنی سلسلہ سیفیہ کے علاوہ باقی کسی سلسلہ میں کوئی ولی نظر ہی نہیں آتا اسی لئے سیفیوں کی ولایت سے انکار کو کفر قرار دیا۔ پیر صاحب کا یہ فتویٰ نفسانی ہے پیٹ کی آگ کو خوب بجھایا ہے۔

(صفحہ ۴۹، ۵۰، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال: (۱۶۶) ولی کون ہوتا ہے: ولی اللہ کہلانے کا حق دار کب ہوتا ہے؟ ان سوالوں کا جواب فخر السادات، جامع المعقولات والمنقولات، منبع البرکات والکرامات آیۃ من آیات حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ مرشدی وسندی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ **سالک را الی اللہ بعد مشاہدہ و تجلیات ھو الظاھر اور نیز تجلیات ھو الباطن اولا بحسب خصوصیات و تمیزات** اپنے کے اور ثانیا بافناء بعض تمیزات ان کے مرتبہ جمع میں اور بالکلیہ فنا کے مرتبہ جمع الجمع میں ولی اللہ کہلانے کا حقدار ہے۔ (فتاویٰ مہریہ صفحہ ۵۲) (صفحہ ۴۸، الفتنۃ الشدیدۃ)

پیر سیف الرحمٰن علیہ الرحمۃ تو صرف فناء نفسی وقلبی والے کو ولی اللہ کہتے ہیں۔

ہاں البتہ ولایت معینہ منصوصہ پر نصوص مطلقہ سے ثبوت لانا جائز ہوگا جیسے اصحاب کہف کی ولایت، مریم علیہا السلام کی ولایت، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی ولایت، حضرت آسیہ خاتون کی ولایت، حضرت آصف بن برخیا علیہ الرحمۃ کی ولایت اور حضرت خضر علیہ السلام کی ولایت۔ ان مذکورہ کی ولایت قطعی منصوصی ہے جس کے انکار پر کفر لازم آئے گا اور وہ اولیاء بھی منصوصی ہوں گے جن کی ولایت پر مسلمانوں کی اکثریت نے اتفاق کیا ہو جیسے حضرت اویس قرنی، حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ، حضرت پیرانِ پیر غوث الاعظم علیہ الرحمۃ، حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ، حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ، حضرت داتا گنج بخش ہجویری علیہ الرحمۃ۔ باقی کسی غیر منصوصی معین شخص کی ولایت امر باطنی خفی ہے جس پر اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہے۔

سیفیوں کی ولایت سے انکار کو مطلق اولیاء کے انکار سے دلیل لانا مکابرہ اور تجاہل عارفانہ ہے پھر اس پر نبوّت ورسالت کے انکار سے دلیل لانا اور بھی جاہل بننا ہے۔

(صفحہ ۴۷، الفتنۃ الشدیدۃ)

الجواب:

حضرت مبارک مع خلفا حضرات کو ولایت خاصہ ولایت عامہ حاصل ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ

ترجمہ: کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا (ف ۱۷۱)

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ

ترجمہ: اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اتاریں اور ان کے منکر نہ ہوں گے مگر فاسق لوگ

اس سے معلوم ہوا کہ جبریل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام بلکہ سارے فرشتوں سے افضل ہیں، اسی لئے ان کا ذکر پہلے ہوا۔ کیوں کہ حضرت جبریل علیہ السلام

غذائے روح یعنی وحی لاتے ہیں، اور حضرت میکائیل علیہ السلام غذائے جسم یعنی بارش لاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں باپ سے استاد و پیر کا درجہ زیادہ ہے کہ جسم ماں باپ سے ملا اور علم و ایمان استاد و پیر سے۔

معلوم ہوا کہ خدا کے پیاروں سے عداوت خدا سے عداوت ہے اور خدا کے پیاروں کی محبّت رب کی محبّت ہے

فاتبعونی یحببکم اللہ

یہ بھی معلوم ہوا کہ محبوب کے خدام بھی پیارے ہوتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام خادم انبیاء ہیں، اسی لئے خدا کو اتنے پیارے ہیں کہ ان کا دشمن رب کا دشمن ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک فرشتے سے عداوت سارے فرشتوں سے عداوت۔ یہی حال انبیاء، اولیاء سے عداوت رکھنے کا ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، سورۂ بقرہ تحت الآیہ ۹۸ ص ۲۳،)

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

ترجمہ: پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ نری ضد میں ہیں تو اے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا اور وہی ہے سنتا جانتا۔ (سورۃ البقرۃ:۱۱۱)

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ہر خوش عقیدہ نیک اعمال اخلاص سے کرنے والا اللہ ﷻ کا ولی ہے کیوں کہ اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے لئے بھی یہی فرمایا گیا۔

(ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، سورۂ بقرہ تحت الآیۃ ۱۱۱، ص ۲۶،)

حضرت شاہ ابو الحسن احمد نوری علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۳۲۴ھ، لکھتے ہیں:

ولی کو ولی نہ جاننا اور جو ولی نہ ہو اسے ولی سمجھنا دونوں ہی باتیں ممنوع ہیں کہ کمال بے ادبی اور شقاوت قلبی ہے جس طرح کسی نبی کی تکذیب فی الفور کفر اس طرح ولی کی تکذیب اگرچہ کفر نہیں فسق اور بے باکی ہے) مگر اس انجام کار کی شامت و وبال آدمی کو سرحد کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ یوں ہی قتل نبی فی الحال کفر ہے اور قتل ولی فی الحال فسق۔ مگر ولی کا قتل کرنے والا بھی اپنا ایمان سلامت نہیں لے جا سکتا، جیسا کہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے

(سراج العوارف فی الوصایا و المعارف، ص، ۸۸،)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ المُؤْمِنِ يَكْرَهُ المَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں اسے اعلان جنگ دیتا ہوں اور میرے کسی بندے کا بمقابلہ فرائض عبادتوں کے دوسرے ذریعہ سے مجھ سے قریب ہونا مجھے زیادہ پسند نہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے

قریب ہوتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو اسے دیتا ہوں اور اگر میری پناہ لیتا ہے تو اسے پناہ دیتا ہوں اور جو مجھے کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی میں تردد نہیں کرتا جیسے کہ میں اس مؤمن کی جان نکالنے میں توقف کرتا ہوں جو موت سے گھبراتا ہے اور میں اسے ناخوش کرنا پسند نہیں کرتا ادھر موت بھی اس کے لیے ضروری ہے۔

(صحیح البخاری، رقم: ۶۵۰۲، مشکوۃ المصابیح، رقم: ۲۲۶۶، حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۵، صحیح ابن حبان، رقم: ۳۴۷، السنن الکبری للبیہقی، ج ۳، ص ۳۴۶، ج ۱۰، ص ۲۱۹، کتاب الاسماء والصفات للبیہقی، ص ۴۹۱، صفوۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۲۲۶۶، کنز العمال، رقم: ۲۱۳۲۷)

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: مَنْ أَذَلَّ لِي وَلِيًّا، فَقَدِ اسْتَحَلَّ مُحَارَبَتِي۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے ولی کو ذلیل کیا، اس کے لیے میری جنگ حلال ہوگئی۔ (مسند احمد، رقم: ۲۶۱۹۳، مسند البزار، رقم: ۹۹)

عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللهَ يَقُولُ: مَنْ أَهَانَ لِي وَلِيًّا فَقَدِ اسْتَحَلَّ مُحَارَبَتِي۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: جس نے میرے ولی کی توہین کی، اس کے لیے میری جنگ حلال ہوگئی۔ (المعجم الاوسط، رقم: ۹۳۵۲، ج ۹، ص ۱۳۹)

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ: قَالَ: مَنْ آذَى لِي وَلِيًّا فَقَدِ اسْتَحَلَّ مُحَارَبَتِي۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب ﷻ سے روایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جس نے میرے ولی کو ایذاء پہنچائی، اس کے لیے میری جنگ حلال ہوگئی۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج ۱، ص ۵، الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک، لابن شاہین، رقم: ۲۸۶، ج ۱، ص ۹۰، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، رقم: ۴۹۸۳، ج ۲، ص ۲۴۷)

امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الحربَ تَنشأُ عَنِ الْعَداوَةِ وَالْعَداوَةُ تَنشأُ عَنِ المخالَفَةِ وَغَايَةُ الحربِ الهلاكُ وَاللهُ لَا يَغْلِبُهُ غَالِبٌ فَكَأَنَّ المعنَى فَقَدْ تَعَرَّضَ لِإِهْلَاكِي إِيَّاهُ فَأَطْلَقَ الحربَ وَأَرَادَ لَازِمَهُ أَيْ أَعْمَلُ بِهِ مَا يَعْمَلُهُ الْعَدُوُّ المحارِبُ قَالَ الْفَاكِهَانِيُّ فِي هَذَا تَهْدِيدٌ شَدِيدٌ لِأَنَّ مَنْ حَارَبَهُ اللهُ أَهْلَكَهُ وَهُوَ مِنَ المجَازِ الْبَلِيغِ لِأَنَّ مَنْ كَرِهَ مَنْ أَحَبَّ اللهُ خَالَفَ اللهَ وَمَنْ خَالَفَ اللهَ عَانَدَهُ وَمَنْ عَانَدَهُ أَهْلَكَهُ ۔۔۔ قَدْ أَجْرَى اللهُ الْعَادَةَ بِأَنَّ عَدُوَّ الْعَدُوِّ صَدِيقٌ وَصَدِيقَ الْعَدُوِّ عَدُوٌّ فَعَدُوُّ وَلِيِّ اللهِ عَدُوُّ اللهِ فَمَنْ عَادَاهُ كَانَ كَمَنْ حَارَبَهُ وَمَنْ حَارَبَهُ فَكَأَنَّمَا حَارَبَ اللهَ

ترجمہ: پس بے شک جنگ عداوت سے پیدا ہوتی ہے اور عداوت مخالفت سے پیدا ہوتی ہے، اور جنگ کی انتہا ہلاک کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ پر کوئی غالب نہیں آسکتا، تو گویا کہ معنی یہ ہے کہ جو اس سے تعرض کرے گا وہ اپنے آپ کو ہلاک کرے گا، پس اس پر جنگ کا اطلاق ہوا، اور اس کا لازم معنی مراد ہے یعنی میں اس کے ساتھ وہ عمل کروں گا جو جنگ کرنے والا دشمن کرتا ہے۔ حضرت فاکہانی فرماتے ہیں: اس میں سخت ڈانٹ ہے، اس لیے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جنگ

کی، اس کو ہلاک کر دے گا، اور یہ مجاز بلیغ میں سے ہے کیونکہ جس نے اس کو برا جانا جس کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہو تو اس نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی اللہ تعالیٰ اس سے دشمنی کرتا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ دشمنی کرتا ہے تو اس کو ہلاک کرتا ہے۔ تو جو شخص اولیاء اللہ سے دوستی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا فرماتا ہے۔۔ اللہ تعالیٰ نے عادت کو جاری فرما دیا ہے کہ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے اور دشمن کا دوست دشمن ہوتا ہے، پس ولی اللہ کا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو جو ولی اللہ سے عداوت رکھنے والا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو اس سے (اللہ ﷻ سے) اس سے جنگ کرنے والا ہے، اور جس نے ولی اللہ سے جنگ کی تو گویا کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے جنگ کی۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب، الرقاق، باب، التواضع، ج، ۱۲، ص، ۲۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

انور شاہ کشمیری، دیوبندی متوفی، ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

عداوۃ ولی کأنّها عداوۃ الله تعالی۔

ترجمہ: ولی اللہ کی عداوت گویا کہ اللہ تعالیٰ کی عداوت ہے۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب، الرقاق، ج، ۶، ص، ۲۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر، مکی، ہیتمی، شافعی، متوفی، ۹۷۴ھ، لکھتے ہیں:

تَنْبِيهٌ: عَدُّ هَذَا كَبِيرَةً هُوَ مَا صرح بِهِ بَعْضُهُمْ، وَهُوَ صَرِيحُ هَذَا الْوَعِيدِ الَّذِي لَا أَشَدَّ مِنْهُ إذْ مُحَارَبَةُ اللهِ - تَعَالَى - لِلْعَبْدِ لَمْ تُذْكَرْ إلَّا فِي أَكْلِ الرِّبَا وَمُعَادَاةِ الْأَوْلِيَاءِ، وَمَنْ عَادَاهُ اللهُ لَا يُفْلِحُ أَبَدًا بَلْ لَا بُدَّ وَالْعِيَاذُ بِاللهِ - تَعَالَى - مِنْ أَنْ يَمُوتَ عَلَى الْكُفْرِ، عَافَانَا اللهُ مِنْ ذَلِكَ بِمَنِّهِ وَكَرَمِهِ، ثُمَّ رَأَيْت الزَّرْكَشِيَّ فِي الْخَادِمِ أَشَارَ إلَى ذَلِكَ حَيْثُ قَالَ بَعْدَ الْحَدِيثِ وَتَأَمَّلْ هَذَا الْوَعِيدَ وَهُوَ حِينَئِذٍ وَأَكْلُ الرِّبَا فِي قَرْنٍ (فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ) (البقرة، ۲۷۹) وَفِي فَتَاوَى الْبَدِيعِيِّ مِنْ الْحَنَفِيَّةِ: مَنْ اسْتَخَفَّ بِالْعَالِمِ طَلَقَتْ امْرَأَتُهُ وَكَأَنَّهُ جَعَلَهُ رِدَّةً انْتَهَى، وَقَالَ بَعْضُ الْأَئِمَّةِ - يَعْنِي الْحَافِظَ الْإِمَامَ ابْنَ عَسَاكِرَ -: اعْلَمْ يَا أَخِي وَفَّقَكَ اللهُ وَإِيَّانَا، وَهَدَاكَ سَبِيلَ الْخَيْرِ وَهَدَانَا أَنَّ لُحُومَ الْعُلَمَاءِ مَسْمُومَةٌ. وَعَادَةُ اللهِ فِي هَتْكِ مُنْتَقِصِيهِمْ مَعْلُومَةٌ، وَمَنْ أَطْلَقَ لِسَانَهُ فِي الْعُلَمَاءِ بِالثَّلْبِ بَلَاهُ اللهُ قَبْلَ مَوْتِهِ بِمَوْتِ الْقَلْبِ (فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور، ۶۳)

تنبیہ: اسے کبیرہ گناہوں مین شمار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بعض علماء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے اس کے کبیرہ گناہ ہونے کی تصریح کی ہے اور یہ اس سخت تر وعید سے بالکل ظاہر ہے کیونکہ اللہ ﷻ نے اپنی محاربت یعنی جنگ کو صرف سود کھانے اور اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے عداوت رکھنے کے معاملے میں ذکر فرمایا ہے اور جس سے اللہ ﷻ محاربت فرمائے وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتا بلکہ ضروری ہے کہ اس کی موت کفر پر ہو (اَلْعِيَاذُ بِاللهِ) اللہ ﷻ ہمیں اپنے فضل وکرم سے اس گناہ سے عافیت عطا فرمائے۔ آمین، بجاہ النبی الامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم۔ میں نے علامہ زرکشی کو دیکھا کہ انہوں نے الخادم میں مذکورہ حدیثِ پاک ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: اس شدید وعید میں غور کرنے کے بعد اس سے ملی ہوئی سود کھانے پر وارد وعید پر بھی غور کرلو کہ اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

ترجمہ: پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔ (سورۃ البقرۃ:۲۷۹)

احناف کے فتاویٰ بدیعی میں ہے: جس نے کسی عالم کے حقوق کو ہلکا جانا (بطورِ علم) اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل جائے گی اور اس کے اس عمل نے گویا اسے مرتد کردیا۔

امام حافظ ابن عساکر علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: اے میرے بھائی! اللہ ﷻ ہم دونوں کو توفیق بخشے اور بھلائی کے راستے پر چلائے، جان لے کہ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے گوشت زہر آلود ہیں اور ان کی عزت دری (یعنی توہین) کے معاملہ میں اللہ ﷻ کی عادت معلوم ہے کہ جو علماء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو ملامت کریگا اللہ ﷻ اسے موت سے پہلے ہی مردہ دلی میں مبتلا کردے گا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

ترجمہ: تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔ (سورۃ النور: ۶۳)

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، ج ۱، ص ۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أَيْ: بِمُحَارَبَتِي إِيَّاهُ لِأَجْلِ وَلِيِّي، أَوْ بِمُحَارَبَتِهِ أَيْ يَعْنِي: فَكَأَنَّهُ محارِبٌ لي، قال الأئمة ليس فى المعاصى من توعد الله اربابها بانه محاربه الا هذا وآكل الربا قَالَ تَعَالَى: (فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ) (البقرة،۲۷۹) وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى مَا فِي هَاتَيْنِ الخصلَتَيْنِ مِنْ عِظَمِ الخطَرِ، إِذْ محارَبَةُ اللهِ لِلْعَبْدِ تَدُلُّ عَلَى سُوءِ خَاتِمَتِهِ، لِأَنَّ مَنْ حَارَبَهُ اللَّهُ لَا يُفْلِحُ أَبَدًا۔

ترجمہ: میری طرف سے اس کے ساتھ جنگ میرے ولی کی وجہ سے یا اس کی طرف سے میرے ساتھ جنگ ہے، یعنی گویا کہ وہ میرے مقابلہ میں لڑنے والا ہے، ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ معاصی میں سے یہ اور سود کو چھوڑ کر باقی کوئی ایسی معصیت نہیں جس کے ارتکاب کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کی وعید دی گئی ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ تو یقین کرلو اللہ ﷻ اور اللہ ﷻ کے رسول ﷺ سے لڑائی کا۔ (سورۃ البقرۃ:۲۷۹) اور یہ وعید ان دو گناہوں کے زیادہ خطرناک ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ سے جنگ کرنا اس کا خاتمہ برا ہونے پر دلیل ہے۔ اس لیے کہ جس کی جنگ اللہ تعالیٰ سے ہو جائے وہ کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب، الدعوات، باب، ذکر اللہ ﷻ والتقرب الیہ، ج ۵، ص ۱۴۳، المکتبۃ الرشیدیہ، کوئٹہ)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

یعنی جو میرے ایک ولی کا دشمن ہے وہ مجھ سے جنگ کرنے کو تیار ہو جائے، خدا کی پناہ۔ یہ کلمہ انتہائی غضب کا ہے صرف دو گناہوں پر بندے کو رب تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ دیا گیا ہے۔ ایک سود خور دوسرے دشمن اولیاء رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (البقرۃ:۲۷۹) علماء فرماتے ہیں کہ ولی کا دشمن کافر ہے اور اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے۔ (مرقات) خیال رہے کہ ایک ہے ولی اللہ سے اس لیے عداوت وعناد کہ ولی اللہ ہے یہ

تو کفر ہے اسی کا یہاں ذکر ہے اور ایک ہے کسی ولی سے اختلاف رائے یہ نہ کفر ہے نہ فسق لہٰذا اس حدیث کی بناء پر یوسف علیہ السلام کے بھائی اور وہ صحابہ جن کی آپس میں لڑائیاں رہیں ان کو برا نہیں کہا جاسکتا کہ وہاں اختلاف رائے تھا عناد نہ تھا۔ عناد و اختلاف میں بڑا فرق ہے۔

(مراۃ المناجیح، باب ذکر اللہ والتقرب الیہ، ج ۳، ص ۳۰۸، ضیاء القرآن، لاہور)

علامہ نور الدین ابو الحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۱۳ھ، اور شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر، مکی، ہیتمی، شافعی، رحمۃ اللہ علیہ متوفی، ۹۷۴ھ، لکھتے ہیں:

وعن عبداللہ بن علی بن عصرون التمیمی الشافعی قال رحلت وانا شاب الی بغداد فی طلب العلم وکان ابن السقا یومئذ رفیقی فی الاشتغال بالنظامیۃ وکنا نتعبد ونزور الصالحین وکان ببغداد یومئذ رجل یقال لہ الغوث، وکان یقال عنہ انہ یظہر اذا شاء وخفی اذا شاء فقصدت انا وابن السقا والشیخ عبدالقادر الجیلانی وہو شاب یومئذ الی زیارتہ فقال ابن السقا ونحن فی الطریق، الیوم اسألہ عن مسئلۃ لایدری لہا جوابا، فقلت وانا اسئلہ عن مسئلۃ فانظر ماذا یقول فیہا وقال سیدی الشیخ عبدالقادر قدس سرہ الباہر معاذاللہ ان اسألہ شیئًا، وانا بین یدیہ اذًا انظر برکات رویتہ فلما دخلنا علیہ لم نرہ فی مکانہ فمکثنا ساعۃ فاذا ہو جالس فنظر الی ابن السقا مغضبا وقال لہ ویلک یا ابن السقا تسألنی عن مسئلۃ لم أردلہا جوابا وہی کذا وجوابہا کذا، انی لاری نار الکفر تلہب فیک۔ ثم نظر الی وقال یا عبداللہ تسألنی عن مسألۃ لتنظر مااقول فیہا ہی کذا وجوابہا کذا لتخرن، علیک الدنیا الی شحمتی اذنیک باساءۃ ادبک۔ ثم نظر الی سید عبدالقادر وادناہ منہ واکرمہ وقال لہ یا عبدالقادر لقد ارضیت اللہ ورسولہ بادبک کانی اراک ببغداد وقد صعدت علی الکرسی متکلما علی الملا وقلت قدمی ہٰذہٖ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ، وکانی اری الاولیاء فی وقتک وقد حنوا رقبہم اجلالا لک، ثم غاب عنا لوقتہ فلم نرہ بعد ذٰلک، قال واما سیدی الشیخ عبدالقادر فانہ ظہرت امارۃ قربہٖ من اللہ عزوجل واجتمع علیہ الخاص والعام، وقال قدمی ہٰذہٖ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ واقرت الاولیاء بفضلہ فی وقتہ واما ابن السقا فأنہ اشتغل بالعلوم الشرعیۃ حتی برع فیہا، وفاق کثیرًا من اہل زمانہ، واشتہر بقطع من یناظرہ فی جمیع العلوم، وکان ذا لسان فصیح، وسمت بہی، فأدناہ الخلیفۃ منہ، وبعثہ الی ملک الروم رسولا، فرأہ الملک ذافنون وفصاحۃ، وسمت، فأعجب بہ وجمع لہ القسیسین والعلماء بدین النصرانیۃ، وناظروہ فأفحمہم عجزاً، فعظم عند الملک، ثم رأی، بنتا للملک ففتن بہا وسأل الملک ایاہا ان یزوجہا بہ فابی الاان یتنصر فاجابہ وزوجہ بہا، فذکر ابن السقا کلام الغوث وعلم، انہ اصیب بسببہ۔ واما انا فجئت الی دمشق واحضرنی السلطان نورالدین الملک الشہید ذکر من حضر المشائخ والعلماء فی المجلس الذی قال فیہ ذٰلک واکرہنی علی ولایۃ الاوقاف فولیتہا واقبلت علی الدنیا اقبالا کثیرًا فتصدق قول الغوث فینا کلنا۔

ترجمہ: امام عبداللہ بن علی بن عصرون تمیمی شافعی سے روایت ہے میں جوانی میں طلب علم کے لئے بغداد گیا اس زمانے میں ابن السقا مدرسہ نظامیہ میں میرے

ساتھ پڑھا کرتا تھا، ہم عبادت اور صالحین کی زیارت کرتے تھے، بغداد میں ایک صاحب کو غوث کہتے تھے، اور ان کی یہ کرامت مشہور تھی کہ جب چاہیں ظاہر ہوں جب چاہیں نظروں سے چھپ جائیں، ایک دن میں اور ابن السقا اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ اپنی نوعمری کی حالت میں اس غوث (یعنی حضرت سیّدنا ابو یعقوب یوسف ہمدانی نقشبندی علیہ الرحمہ) کی زیارت کو گئے، راستے میں ابن السقا نے کہا آج ان سے وہ مسئلہ پوچھوں گا جس کا جواب انہیں نہ آئے گا۔ میں نے کہا میں بھی ایک مسئلہ پوچھوں دیکھوں گا کیا جواب دیتے ہیں، حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ الاعلی نے فرمایا معاذ اللہ کہ میں ان کے سامنے ان سے کچھ پوچھوں میں تو انکے دیدار کی برکتوں کا نظارہ کروں گا۔ جب ہم ان غوث کے یہاں حاضر ہوئے ان کو اپنی جگہ نہ دیکھا تھوڑی دیر میں دیکھا تشریف فرما ہیں ابن السقا کی طرف نگاہ غضب کی اور فرمایا: تیری خرابی اے ابن السقا! تو مجھ سے وہ مسئلہ پوچھے گا جس کا مجھے جواب نہ آئے تیرا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے، بے شک میں کفر کی آگ تجھ میں بھڑکتی دیکھ رہا ہوں۔ پھر میری طرف نظر کی اور فرمایا اے عبداللہ! تم مجھ سے مسئلہ پوچھو گے کہ میں کیا جواب دیتا ہوں تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ، ضرور تم پر دنیا اتنا گوبر کرے گی کہ کان کی لَوتک اس میں غرق ہو گے، بدلہ تمہاری بے ادبی کا۔ پھر حضرت شیخ عبدالقادر کی طرف نظر کی اور حضور کو اپنے نزدیک کیا اور حضور کا اعزاز کیا اور فرمایا: اے عبدالقادر! بے شک آپ نے اپنے حسن ادب سے اللہ و رسول کو راضی کیا گویا میں اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ آپ مجمع بغداد میں کرسی وعظ پر تشریف لے گئے اور فرما رہے ہیں کہ میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے، اور تمام اولیائے وقت نے آپکی تعظیم کیلئے گردنیں جھکائی ہیں۔ وہ غوث یہ فرما کر ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئے پھر ہم نے انہیں نہ دیکھا۔ حضرت شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ پر تو نشان قرب ظاہر ہوئے کہ وہ اللہ ﷻ کے قرب میں ہیں خاص و عام ان پر جمع ہوئے اور انہوں نے فرمایا: میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ اور اولیاء وقت نے اس کا ان کے لئے اقرار کیا، اور ابن السقا علوم شرعیہ میں مشغول ہو گیا حتیٰ کہ اپنے زمانے والوں پر فائق ہو گیا اور مشہور ہو گیا کہ تمام علوم میں اپنے مناظر کو زیر کر دیتا ہے بڑا فصیح و بلیغ تھا۔ خلیفہ نے اسکو اپنا مقرب بنایا اور اسے بادشاہ روم کی طرف بھیجا۔ بادشاہ روم اسکو صاحب فنون و فصیح دیکھ کر متعجب ہوا اور اس کے ساتھ مناظرہ کے لئے پادریوں اور نصرانی علماء کو جمع کیا انہوں نے اس سے مناظرہ کیا تو اس نے سب کو چپ کرا دیا جس کی وجہ سے بادشاہ کے ہاں معظم ہو گیا۔ پھر اس نے بادشاہ کی بیٹی دیکھی اور اس پر عاشق ہوا اس سے نکاح کی درخواست کی اس نے نہ مانا مگر یہ کہ نصرانی ہو جائے، اس نے یہ نصرانی ہونا قبول کر لیا، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ رہا میں، میرا دمشق جانا ہوا وہاں سلطان نور الدین شہید نے مجھے افسر اوقاف کیا اور دنیا بکثرت میری طرف آئی۔ غوث کا ارشاد ہم سب کے بارے میں جو کچھ تھا صادق آیا۔

(بہجۃ الاسرار ذکر اخبار المشایخ منہ بذلک ص ۱۹، ۲۰، موسسۃ الشرف، بلاھور، باکستان، مصطفی البابی، مصر ص ۶، الفتاوی الحدیثیۃ مطلب فی قول الشیخ عبد القادر قدمی ہذہ علی رقبۃ الخ ص ۴۱۴، ۴۱۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی، داراحیاء التراث العربی بیروت ص ۱۲۲ تا ۱۲۳)

مذکورہ بالا حکایت میں شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی ہیتمی شافعی علیہ الرحمہ، متوفی ۹۷۴ھ، مزید لکھتے ہیں:

وَأما ابن السقا فَإِنَّهُ اشتغل بالعلوم الشَّرعِيَّة حَتَّى برع فِيهَا وفَاق فِيهَا كثيرا من أهل زَمَانه واشتهر بِقطع من يناظره في جميع الْعُلُوم وَكَانَ ذَا لِسَان فصيح وسمت به ثمَّ مرض فألقوه بِالسوقِ يسْأَل الْقُوت فَلَا يجاب وعلته كآبة وَسَوَاد حَتَّى مر عَلَيْهِ من يعرفهُ فَقَالَ لَهُ مَا هَذَا قَالَ فتنة حلت بي سَببهَا مَا ترى قَالَ لَهُ هَل تحفظ شيأ من الْقُرْآن قَالَ لَا إِلَّا قَوْله (رُبمَا يود الَّذين كفرُوا لَو كَانُوا مُسلمين)

قَالَ ثمَ خرجت عَلَيْهِ يَوْمًا فرأيته كَأَنَّهُ قد حرق وَهوَ فِي النزع فقبلته إِلَى الْقبْلَة فَاستَدَارَ إِلَى الشرق فعدت فعَاد وَهَكَذَا إِلَى أَن خرجت روحه وَوَجهه إِلَى الشرق وَكَانَ يذكر كَلَام الْغَوْث وَيعلم أَنه أُصِيب بِسَبَبِهِ۔

ترجمہ: اور جب ابن السقا بہت بڑا عالم جیداور علوم شرعیہ میں اپنے اکثر اہل زمانہ پر فائق اور حافظ قرآن اور علم مناظرہ میں کمال سربرآوردہ تھا جس سے جس علم میں مناظرہ کرتا اسے بند کر دیتا، (ایسا شخص جب شان غوث میں گستاخی کی شامت سے معاذ اللہ نصرانی ہو گیا)۔۔۔

مگر جب بیمار پڑا اسے بازار میں پھنکوادیا بھیک مانگتا اور کوئی نہ دیتا، ایک شخص کہ اسے پہچانتا تھا گزرا اس سے پوچھا تو تو حافظ تھا اب بھی قرآن کریم میں سے کچھ یاد ہے۔ کہا سب محو ہو گیا صرف ایک آیت یاد رہ گئی ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ

ترجمہ: بہت آرزوئیں کریں گے کافر کاش مسلمان ہوتے۔ (سورۃ الحجر: ۲)

(امام ابن ابی عصرون) فرماتے ہیں پھر ایک دن میں اسے دیکھنے گیا اسے پایا کہ گویا اس کا سارا بدن آگ سے جلا ہوا ہے، وہ نزع میں تھا، میں نے اسے قبلہ کی طرف کیا ہو وہ پورب کو پھر گیا، میں نے پھر قبلہ کو کیا وہ پھر پھر گیا۔ اسی طرح میں جتنی بار اسے قبلہ رخ کرتا وہ پورب کو پھر جاتا یہاں تک کہ پورب ہی کی طرف منہ کئے اس کا دم نکل گیا، وہ ان غوث کا ارشاد یاد کیا کرتا اور جانتا تھا کہ اسی گستاخی نے اس بلا میں ڈالا۔

(الفتاوی الحدیثیۃ مطلب فی قول الشیخ عبد القادر قدمی ہذہ علی رقبۃ الخ، ص، ۴۱۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی، داراحیاء التراث العربی بیروت ص ۴۱۵)

شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر، مکی، ہیتمی، شافعی، متوفی علیہ الرحمہ، ۹۷۴ھ، لکھتے ہیں:

وَفِي هَذِه الْحِكَايَة الَّتِي كَادَت أَن تتواتر فِي الْمَعْنى لِكَثْرَة نَاقِلِيهَا وعدالتهم فِيهَا أبلغ زجر وآكد ردع عَن الْإِنْكَار على أَوْلِيَاء الله تَعَالَى خوفًا من أَن يَقع الْمُنكر فِيهَا وَقع فِيهِ ابْن السقا من تِلْكَ الْفِتْنَة المهلكة الأبدية الَّتِي لَا أقبح مِنْهَا وَلَا أعظم مِنْهَا نعوذ بِاللَّه من ذَلِك ونسأله بِوَجْهِهِ الْكَرِيم وحبيبه الرؤوف الرَّحِيم أَن يؤمننا من ذَلِك وَمن كل فتْنَة ومحنة بمنه وَكَرمه وفيهَا أَيْضا أتم حث على اعْتِقَادهم وَالْأَدب مَعَهم وَحسن الظَّن بهم مَا أمكن۔

ترجمہ: اور یہ حکایت قریب تواتر ہے کہ اس کے ناقلین بکثرت ثقہ عادل ہیں۔ اس واقعہ میں اولیاء کرام پر انکار سے کمال جھڑکنا اور سخت منع ہے اس خوف سے کہ منکر اس مہلک فتنے میں پڑ جائے گا جو ہمیشہ ہمیشہ کی ہلاکت ہے اور اس سے بدتر کوئی خباثت نہیں جس میں ابن السقا پڑ گیا، اللہ ﷻ کی پناہ۔ ہم اللہ ﷻ سے اس کے وجہ کریم اور اس کے حبیب رؤف رحیم ﷺ کے وسیلے سے مانگتے ہیں کہ ہم کو اپنے احسان و کرم کے ساتھ اس سے اور ہر فتنہ و محنت سے امان بخشے۔ نیز اس واقعہ میں کمال ترغیب ہے کہ اولیاء کرام کے ساتھ عقیدت و ادب رکھیں اور جہاں تک ہو ان پر نیک گمان کریں۔

(الفتاوی الحدیثیۃ مطلب فی قول الشیخ عبد القادر قدمی ہذہ علی رقبۃ الخ، ص، ۴۱۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی، داراحیاء التراث العربی بیروت ص ۴۱۵)

شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی، شافعی، متوفی علیہ الرحمہ، ۹۷۴ھ، لکھتے ہیں:

يَنْبَغِي لكل ذِي عقل وَدين أَن لَا يَقع فِي ورطة الْإِنْكَار على هَؤُلَاءِ الْقَوْم فَإِنَّهُ السم الْقَاتِل كَمَا شوهد ذَلِك قَدِيمًا وحديثا وَقد قدمنَا

صِحَة قصَة ابن السقاء المنكر على ولي الله فَأَشَارَ لَهُ أنه يَمُوت كَافِرًا۔۔۔ وَكلما حول للقبلة يتَحَوّل إِلَى الشرق حَتَّى طلعت روحه وَهُوَ كَذَلِك وَإِنَّهُ كَانَ أوجه أهل زَمَانه علما وذكاء وشهرة۔۔۔ وَجَاء عَن الْمَشَايِخ العارفين وَالأَئِمَة الْوَارِثين أَنهم قَالُوا أقل عقوبَة الْمُنكر على الصَّالِحين أَن يحرم بركتهم قَالُوا ويخشى عَلَيْهِ سوء الخاتمة نَعُوذ بِاللَّه من سوء الْقَضَاء وَقَالَ بعض العارفين من رَأَيْتُمُوهُ يُؤْذِي الْأَوْلِيَاء وينكر مواهب الأصفياء فاعلموا أَنه محارب لله مبعد مطرود عَن حَقِيقَة قرب الله۔ وَقَالَ الإِمَام الْمجمع على جلالته وإمامته أَبُو تُرَاب النخشبي رَضِي الله عَنهُ إِذا ألف الْقلب الْإِعْرَاض عَن الله صَحبته الوقيعة فِي أَوْلِيَاء الله تَعَالَى ۔وَقَالَ الإِمَام الْعَارِف شاه بن شُجَاع الكرماني مَا تعبد متعبد بِأَكْثَر من التحبب إِلَى أَوْلِيَاء الله لِأَن محبتهم دَلِيل على محبَة الله عز وَجل۔وَقَالَ أَبُو الْقَاسِم الْقشيرِي قبُول قُلُوب الْمَشَايِخ للمريد أصدق شَاهد لسعادته وَمن رده قلب شيخ من الشُّيُوخ فَلَا محَالة يرى غب (العاقبة) ذَلِك وَلَو بعد حِين وَمن خذل بترك حُرْمَة الشُّيُوخ فقد أظهر رقم شقاوته وَذَلِكَ لَا يخطئ انْتهى۔

وَيَكْفِي فِي عُقُوبَة الْمُنكر على الْأَوْلِيَاء قَوْله - صلى الله عليه وسلم - فِي الحَدِيث الصَّحِيح من آذَى لي وليا فقد آذنته بِالْحَرْبِ أَي أعلمته أَنِّي محَارب لَهُ وَمن حَارب الله لَا يفلح أبدا وَقد قَالَ الْعلمَاء لم يحارب الله عَاصِيا إِلَّا الْمُنكر على الْأَوْلِيَاء وآكل الرِّبَا وكل مِنْهُمَا يخْشَى عَلَيْهِ خشيَة قريبَة جدا من سوء الخاتمة إِذْ لَا يحارب الله إِلَّا كَافِرًا۔

ترجمہ: ہر اہلِ عقل اور اہلِ دین کو چاہئے کہ اس قوم (اولیاء، صوفیاء) کے انکار کے گڑھے میں نہ گرے کیونکہ یہ زہر قاتل ہے، جیسا کہ اس کے جدید اور قدیم شواہد پائے جاتے ہیں۔اور ہم ولی اللہ کے منکر ابن السقا کا صحیح قصہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ کفر کی حالت میں مرا۔اور جب اس کے چہرے کو قبلہ کی طرف پھیرتے تو وہ مشرق کی طرف پھر جاتا، یہاں تک کہ اس کی روح نکل گئی اور وہ اسی طرح تھا۔حالانکہ وہ اپنے اہلِ زمانہ سے علم اور ذہانت اور شہرت کے اعتبار سے زیادہ تھا۔

اور عارفین مشائخ عظام اور وارثین آئمہ اکرام فرماتے ہیں:

منکرین صالحین (اولیاء) کے لئے بہت کم سزا یہ ہے کہ منکرین ان اولیاء کرام کی برکت سے محروم ہیں۔اور فرماتے ہیں: ان پر برے خاتمہ کا خوف ہے۔ہم برے فیصلہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔بعض عارفین نے فرمایا: جب دیکھو کہ کوئی شخص کسی ولی اللہ کو ایذا دیتا ہے اور برکاتِ اصفیاء کا منکر ہے تو سمجھ لو کہ وہ خدا سے جنگ کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی حقیقت سے دور اور مردود ہے۔بزرگی اور امامت کے جامع امام حضرت ابوتراب نخشبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو جس شخص کا دل اللہ تعالیٰ سے منہ موڑنے کا خوگر ہو جاتا ہے۔تو اس کے نتیجے میں وہ اولیاء اللہ کی برائی کرنے کے فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔حضرت امام عارف شاہ بن شجاع کرمانی قدس اللہ سرہ نے فرمایا: اولیاء اللہ کی محبت سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے، کیونکہ اولیاء اللہ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت پر دلیل ہے۔

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری علیہ الرحمۃ، فرماتے ہیں:

مشائخ کے دل کا مرید کو قبول کر لینا مرید کی سعادت مندی کا بہترین ثبوت ہے اور جسے مشائخ میں سے کسی شیخ کے دل نے رد کر دیا، وہ یقیناً اس کا

انجام دیکھ لے گا، خواہ کچھ مدت بعد ہی دیکھے۔ اور جو شخص مشائخ کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے رسوا ہوا تو اس نے بدبختی کی علامت ظاہر کر دی اور اس قسم کا شخص بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ (الرسالہ القشیریۃ، باب الوصیۃ للمرید، ص ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔

اور منکرین اولیاء کے لئے وہی عذاب کافی ہے جو صحیح حدیث قدسی میں حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے میری ولی سے دشمنی کی اس سے میں اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ یعنی میں نے اُسے بتا دیا کہ میں اس سے جنگ کروں گا۔ جس نے خدا سے جنگ کی وہ کبھی نجات نہیں پائے گا۔ اور علمائے کرام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے کوئی گناہ گار جنگ نہیں کرتا مگر منکرِ اولیاء اور سود خور۔ اور ان میں سے ہر ایک کے متعلق خطرہ ہے کہ ایمان ضائع کر کے مریگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے جنگ تو کافر ہی کرتا ہے۔

(الفتاوی الحدیثیۃ، مطلب فمن ینکر علی الصوفیۃ، ص ۴۳۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

عالم محقق قطب العارفین علامہ ابو سعید محمد بن مصطفی، نقشبندی، حنفی، علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:

وَعَنْ أَفْضَلِ الدِّينِ لَوْ أَنَّ إِنْسَانًا أَحْسَنَ الظَّنَّ بِجَمِيعِ أَوْلِيَاءِ اللهِ تَعَالَى إِلَّا وَاحِدًا مِنْهُمْ لَمْ يَنْفَعْهُ حُسْنُ الظَّنِّ عِنْدَ اللهِ تَعَالَى. وَعَنْ خَوَاجَهْ عَبْدِ الْخَالِقِ الْغَجْدَوَانِي إِيَّاكَ وَأَنْ تَطْعَنَ فِي أَوْلِيَاءِ اللهِ وَالْمَشَايِخِ، فَإِنَّ طَاعِنَهُمْ لَا يُفْلِحُ أَبَدًا وَعَنْ بَعْضِهِمْ أَنَّ مُعَادَاةَ الْمَشَايِخِ وَالْعُلَمَاءِ الْعَامِلِينَ كُفْرٌ۔

ترجمہ: حضرت سیدی افضل الدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "اگر کوئی شخص اللہ کے تمام ولیوں کے ساتھ بہت اچھا گمان رکھے مگر بلا عذر شرعی صرف کسی ایک ولی سے اچھا گمان نہ رکھے تو ایسا حسن ظن اسے بارگاہ الٰہی میں کوئی فائدہ نہ دے گا۔ اور حضرت شیخ المشائخ خواجہ عبد الخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: اولیاء اللہ اور مشائخ کو طعنہ دینے (اور ان کا نکار کرنے) سے بچو۔ کیونکہ ان کو طعنہ دینے والا (اور ان کا انکار کرنے والا) کبھی بھی فلاح نہیں پاتا۔ اور بعض علماء کرام نے فرمایا: مشائخ عظام اور باعمل علمائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے دشمنی کرنا کفر ہے۔

(بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ، الباب، الاول، ج ۱، ص ۱۵۵، مکتبۃ العلوم الدینیۃ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

شیخ المشائخ ابو نصر عبد اللہ بن علی بن سراج طوسی، قدس سرہ، متوفی ۳۷۸ھ لکھتے ہیں:

قال بعض الحکماء، اذا ألف القلب الاعراض عن اللہ تعالی، اورثہ الوقیعۃ فی اولیاء اللہ تعالی۔

ترجمہ: ایک دانا بزرگ نے فرمایا: جب دل اللہ تعالیٰ سے جدا ہونے اور منہ موڑنے کا خوگر ہو جاتا ہے۔ تو اس کے نتیجے میں وہ اولیاء اللہ پر اعتراض و تنقید کرنے کے فتنے میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب تفسیر الشطحیات، ص ۳۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر، مکی، ہیتمی، شافعی، متوفی ۹۷۴ھ، لکھتے ہیں:

وَمَنْ حَارَبَهُ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَا يُفْلِحُ أَبَدًا، بَلْ قَالَ بَعْضُ الْأَئِمَّةِ: إِنَّ ذٰلِكَ سَبَبٌ لِسُوءِ الْخَاتِمَةِ وَالْعِيَاذُ بِاللهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى. هٰذَا فِيمَنْ عَادَى وَلِيًّا فَكَيْفَ بِمَنْ عَادَى أَوْلِيَاءَ كَثِيرِينَ۔

ترجمہ: اور جس شخص سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جنگ کی وہ کبھی بھی فلاح نہیں پائے گا، بلکہ بعض ائمہ کرام فرماتے ہیں: بے شک یہ برے خاتمے کا سبب ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ۔ یہ تو اس شخص کے بارے میں ہے جو ایک ولی سے عداوت رکھے تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو بہت سارے اولیاء سے عداوت رکھتا ہے۔

(الفتاوی الفقہیۃ الکبری، ج۴، ص۱۸۲، المکتبۃ الاسلامیہ، بیروت)

ومن حارب الله وأولياءه فلينتظر العاقبة عاجلا أو آجلاً۔

ترجمہ: اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے جنگ کی تو اسے جلدی یا دیر سے انجام کا انتظار کرنا چاہیے۔

(ارشیف ملتقی اہل التفسیر، ۲۳۱۴۲)

تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم بن محمد ابن تیمیہ حنبلی، دمشقی، متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

فإن من حارب الله ورسوله وعباده المؤمنين كان من أعداء الله لا من أولياء الله

ترجمہ: پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کے مومنین بندوں سے جنگ کی تو وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ہے اولیاء اللہ میں سے نہیں ہے

(جامع المسائل لابن تیمیۃ، عزیز شمس، ج۲، ص۹۶، دار عالم الفوائد للنشر والتوزیع)

من حارب الله ورسوله من رؤوس الكفر۔

ترجمہ: جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کی تو یہ کفر کے سروں میں ہے۔ (ارشیف منتدی الفصیح، ۲، ۴۴۲۹۱، ملتقی اہل اللغۃ، ج۱۰، ص۱۸۴۸)

ويقولون: لعنة الله على من ينكر على أوليائه۔ ويقولون: من أنكر على الأولياء يسلب منه الإيمان والقرآن والعلم، ويخشى عليه سوء الخاتمة۔

ترجمہ: اور فرماتے ہیں کہ جو شخص اولیاء اللہ کا انکار کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ جو شخص اولیاء اللہ کا انکار کرتا ہے اس سے ایمان، قرآن اور علم چھین لیا جاتا ہے، اور اس کے خاتمہ خراب ہونے کا خوف ہے۔ (جھود علماء الحنفیۃ، ج۲، ص۱۰۲۰)

حضرت شیخ فرید الدین عطار، نیشاپوری، قدس سرہ، متوفی ۶۲۷ھ، لکھتے ہیں:

حبِ درویشاں کلیدِ جنت است		دشمنِ ایشاں سزائے لعنت است

ترجمہ: اللہ والوں کی محبت جنت کی کنجی ہے اور اہل اللہ کا دشمن لعنت کا مستحق ہے۔

(پند نامہ، ص۱۱، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

محمد بن عبد اللہ خرشی، مالکی، متوفی ۱۱۰۱ھ لکھتے ہیں:

وَمَنْ حَارَبَ اللّٰہَ تَعَالٰى فَقَدْ كَفَرَ۔

ترجمہ: اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے جنگ کی تو اس نے کفر کیا۔

(شرح مختصر خلیل للخرشی، ج۸، ص۶۵، دار الفکر، بیروت)

محمد بن محمد ابن شرف الدین خلیلی شافعی قادری، متوفی ،۱۱۴۷ھ لکھتے ہیں:

وقال الشيخ أبو نصر السراج رحمه الله تعالى: إن هؤلاء الذين يطعنون على هذه العصابة لا يكون فيهم أحد يرجع إلى دين، وكلهم منسلخون من الدين أعاذنا الله تعالى.۔

ترجمہ: اور شیخ ابونصر السراج علیہ الرحمہ نے فرمایا: بے شک وہ لوگ جو اس جماعت (اولیاء اللہ) پر طعنہ زنی کرتے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی دین کی طرف واپس نہیں آیا، اور وہ تمام کے تمام دین سے نکل گئے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ (فتاوی الخلیلی علی المذہب الشافعی، ج۲، ص۲۶۷، مصریہ قدیمیہ)

دوہبہ بن مصطفیٰ زحیلی، لکھتے ہیں:

ومن حارب الله ورسوله استحق القتال، لتجاوز شرع الله وأحكامه.۔

ترجمہ: اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کی تو وہ مستحق ہے اس بات کا کہ اس سے جنگ کی جائے، اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے احکام سے تجاوز کرنے کی وجہ سے۔ (التفسیر المنیر الزحیلی فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، ج۳، ص۸۹، دار الفکر المعاصر، دمشق)

محمد بن احمد بن مصطفیٰ بن احمد المعروف ابی زہرہ، متوفی ،۱۳۹۴ھ لکھتے ہیں:

ومن حارب الله فإن الله غالبه، وهو مهزوم لا محالة، وإن الله سيعاقبه على عظيم ما ارتكب.۔

ترجمہ: اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے جنگ کی تو بے شک اللہ تعالیٰ اس پر غالب آئے گا، اور وہ لازمی طور پر شکست کھائے گا، اور بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب اس کے بہت بڑے کرتوت پر سزا دے گا۔ (زہرۃ التفاسیر، ج۲، ص۱۰۵۸، دار الفکر العربی)

ابو العباس احمد بن محمد المہدی بن عجیبہ حسنی انجری فاسی، صوفی، متوفی ،۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

الإشارة: ما قيل في منكري خصوصية النبوة، يقال في منكري خصوصية الولاية إذا اشتغل بأذاهم، يعني: أنَّ مَن أنكر على الأولياء المتقدمين قد أصابهم ما أصابهم، إما ذل في الظاهر، أو طرد في الباطن، وأنتم أيها المنكرون على أهل زمانكم مثلُهم. أمنتقدكم خير مِن أولئكم أم لكم براءة مِن العذاب في كتب الله تعالى؟ أم يقولون: نحن جميع، أي: مجتمعون على الدين، لا يصيبنا ما أصاب الكفار، فيقال لهم: سيهزم جمعكم، ويتفرّق شملكم، وتفضوا إلى ما أسلفتم، نادمين على ما فعلتم، ولن ينفع الندم حين تزل القدم، فتبقون في حسرة البُعد على الدوام، فالكفار حُرموا من جنة الزخارف، وأنتم تحرمون من جنة المعارف، مع غم الحجاب وذُل البعد عن الحضرة القدسية.

ترجمہ: اس میں اشارہ ہے کہ جو نبوت کی خصوصیت کے منکرین کے بارے میں کہا گیا، ولایت کی خصوصیت کے منکرین کے بارے میں کہا گیا ہے، جب ان کو تکلیف دینے میں مشغول ہوتے ہیں، یعنی بے شک جس شخص نے متقدمین اولیاء اللہ کا انکار کیا تو ان کو وہ مصیبت پہنچی جو ان کو مصیبت پہنچی، یا ظاہری طور پر ذلیل کیے گئے یا باطنی طور پر مردود کیے گئے، اور اے اپنے اہلِ زمانہ کے منکرو! تم اُن کی مثل ہو؟ کیا عیب نکالنے والو تم ان سے بہتر ہو یا تمہارے لیے عذاب سے نجات پانا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے؟ یا وہ کہتے ہیں کہ ہمارا دین پر اجتماع ہے، جو مصیبت کفار کو پہنچی وہ ہمیں نہیں پہنچے گی، تو ان سے کہا جائے گا عنقریب وہ

تمہاری جماعت کو شکست دے گا، اور تمہاری جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، اور تم متفرق ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے والے لوگ ہوئے، اپنے کیے پر ندامت کرو گے، اور جس وقت تمہارے قدم پھسل گئے تو ندامت ہرگز نفع نہ دے گی، تو تم ہمیشہ طور پر دوری حسرت میں باقی رہو گے، پس کفار پر رونق باغ سے محروم کیے گئے، اور تم معارف کے باغ سے محروم کیے جاؤ گے، حجاب کا غم تمہارے ساتھ ہوگا اور حضرت قدسیہ سے دوری کی ذلت میں رہو گے۔

(البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید، ج،۵،ص، ۵۳۴، الدکتور حسن عباس زکی، القاہرہ)

ابو العباس احمد بن محمد المہدی بن عجیبہ حسنی انجری فاسی، صوفی، متوفی، ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

فالإنكار على الأولياء شؤمه سوء الخاتمة۔

ترجمہ: پس اولیاء اللہ کے انکار کی نحوست برا خاتمہ ہے۔ (البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید، ج،۱،ص،۵۰۶ الدکتور حسن عباس زکی، القاہرہ)

ابو العباس احمد بن محمد المہدی بن عجیبہ حسنی انجری فاسی، صوفی، متوفی، ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

و من اشتغل بإذاية الأولياء، ولم يتب، مات على سوء الخاتمة، وذلك جزاء من حارب الله - والعياذ بالله -.

ترجمہ: اور جو شخص اولیاء اللہ کو تکلیف دینے میں مشغول ہوا، اور توبہ نہ کی، اس کی برے خاتمہ پر موت آئے گی، اور یہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کا بدلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ (البحر المدید فی رفسیر القرآن المجید، ج،۲،ص،۴۱۱، الدکتور حسن عباس زکی، القاہرہ)

علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۷۰ھ، لکھتے ہیں:

(إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا)، (سورة فصلت، ۴۰) فيه إشارة إلى سوء المنكرين على الأولياء فإنهم من آيات الله تعالى والإنكار من الإلحاد نسأل الله تعالى العفو والعافية۔

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا

ترجمہ: بیشک وہ جو ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں ہم سے چھپے نہیں۔ (حم السجدہ:۴۰)

اس میں اولیاء اللہ کے منکرین کی برائی کی طرف اشارہ ہے، بے شک وہ جو (اولیاء اللہ) اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں اور ان (اولیاء اللہ) کا انکار کرنا الحاد (بے دینی) ہے ہم اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(تفسیر روح المعانی، سورۃ فصلت، تحت الآیۃ: ۵۴، ج،۲۵،ص،۱۵، دار التراث العربی، بیروت)

محمد جمال الدین بن محمد سعید بن قاسم حلاق قاسمی، متوفی، ۱۳۳۲ھ، اور محمد علی صابونی، لکھتے ہیں:

ومن حاربه الله ورسوله لا يفلح أبدا. وفيه إيماء إلى سوء الخاتمة۔

ترجمہ: اور جس شخص سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جنگ کی وہ کبھی بھی فلاح نہیں پائے گا اور اس میں برے خاتمہ کی طرف اشارہ ہے۔

(تفسیر القاسمی، محاسن التاویل، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۹، ج،۲،ص،۲۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، روائع البیان تفسیر آیات الاحکام، ج،۱،ص،۳۸۸، مکتبۃ الغزالی، دمشق، موسسۃ مناہل العرفان، بیروت)

مفسر قرآن صوفی با کمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ،۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

واشارة الى ان اهل الأهواء ينكرون على الأولياء ويستدعون منهم اظهار الكرامات وعرض الفتوحات ولكن إذا فتح الله على قلوب أوليائه لا ينفع الايمان بفتوحهم زمرة أعدائه إذلم يقتدوا بهم ولم يهتدوا بهدايتهم فما لهم الا الحسرات والزفرات فانتظار المقر المقبل لفتوحات الألطاف وانتظار المنكر المدبر لهواجم المقت وخفايا المكر والقهر نعوذ بالله تعالى.

ترجمہ: اور اس میں ان اہلِ ہوا کی طرف اشارہ ہے جو اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر انکار کرتے ہیں اور اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے کرامات کے اظہار کی درخواست کرتے ہیں اور فتوحات، کامیابیوں کے ظاہر ہونے کی درخواست کرتے ہیں اور لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کرام کو فتح و نصرت سے نوازتا ہے تو ان کے دشمنوں کے گروہ کو ان فتوحات پر ایمان لانا نفع نہ دے گا۔

جبکہ انہوں نہ تو اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی اقتدا کی اور نہ ہی ان کی سیرت سے ہدایت حاصل کی، پھر ان لوگوں کو حسرتوں اور پریشانیوں ،مصیبتوں کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا، اور جو اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو ماننے والے ہیں، اور ان کے کمالات کا اقرار کرنے والے ہیں انہیں عنایات، مہربانیوں کی فتوحات، کامیابیوں کا انتظار کرنا چاہیے۔ اور جو منکر، بدبخت، بدنصیب ہیں انہیں اچانک غضبِ الٰہی اور خفیہ تدبیر اور قہر کا انتظار کرنا چاہیے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ (تفسیر روح البیان، سورۃ السجدۃ تحت الآیۃ ۳۰، ج ۷، ص ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی با کمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ،۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

فينبغي للمرء ان يعتزل عن الباطل أيا كان لا عن الحق، وربما رأينا بعض اهل الإنكار في الغالب يعتزل عن صحبة الرجال، ثم لا يكتفي باعتزاله حتى يؤذيهم باللسان، فيكون باهانة الأولياء عدو الله تعالى، ومحروما من فوائد الصحبة وعوائد المجلس، فلزم على أهل الحق أن يتعوذوا بالله من شرور الظلمة والجبابرة، وأهل الإنكار والمكابرة، كما تعوذ الأنبياء عليهم السلام۔

ترجمہ: پس انسان پر لازم ہے کہ وہ باطل سے دور رہے نہ کہ حق سے دور ہے، (بلکہ حق کا دامن مضبوط تھامے) اور ہم نے بہت دیکھا ہے کہ منکرین اکثر اوقات اولیاء اللہ کی صحبت سے دور رہتے ہیں پھر ان سے صرف دور ہی نہیں رہتے بلکہ ان کو زبان سے تکلیف دیتے ہیں تو اولیاء اللہ کی توہین کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دشمن ہو جاتے ہیں، اور ان کی مجلس میں آنے اور ان کی صحبت کے فوائد سے بھی محروم ہو جاتے ہیں، پس اہلِ حق پر لازم ہے کہ ان کہ ظلم و جبر کہ اور شر انکار و تکبر کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں، جیسا کہ انبیاء ﷺ نے پناہ مانگی۔ (تفسیر روح البیان، سورۃ الدخان، تحت الآیۃ ۲۲، ج ۸، ص ۴۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی با کمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ،۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

قال الشيوخ قدس الله أسرارهم اقل عقوبة المنكر على الصالحين ان يحرم بركتهم وقالوا ويخشى عليه سوء الخاتمة نعوذ بالله من، سوء القضاء قال الأستاذ ابو القاسم الجنيد قدس سره التصديق بعلمنا هذا ولاية يعني الولاية الصغرى دون الكبرى۔

ترجمہ: مشائخ عظام (قدس اللہ اسرارھم) فرماتے ہیں: اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے منکر کی کم از کم سزا یہ ہے کہ وہ ان کے برکات سے محروم رہتا ہے

رمشائخ عظام (قدس اللہ اسرارہم) فرماتے ہیں: (بلکہ) منکر ولی کے خاتمہ خراب ہونے کا خطرہ ہے۔ہم سوء قضاء سے پناہ مانگتے ہیں۔حضرت استاذ ابوالقاسم سیدنا جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے اس علم (اولیاء کے علوم) کی تصدیق کرنا ولایت صغریٰ ہے ولایت کبریٰ کے علاوہ۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الاحقاف، تحت الآیۃ، ۷، ج ۸، ص ۵۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

فالایمان باللہ و بالأنبیاء والأولیاء أصل الأصول کما ان الإنکار والاستکبار سبب الحرمان والخذلان فان أقل عقوبة المنکر علی الصالحین ان یحرم برکتهم قال ابو تراب النخشبی قدس سرہ إذا ألف القلب الاعراض عن اللہ لصحبته الوقیعة

چون خدا خواهد که پرده کس درد		میلش اندر طعنه پاکان برد

وقال الشیخ العارف شاہ شجاع الکرمانی قدس سرہ ما تعبد متعبد بأکبر من التحبب الی أولیاء اللہ تعالی لان محبة اولیاء اللہ دلیل علی محبة اللہ، واللہ یهدی من یشاء الی مقام المحبة والرضی، ولا یهدی الظالمین المعاندین، لانهم من اهل سوء القضاء۔

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور انبیاء عظام پر ایمان لانا اور اولیاء اکرام پر ایمان لانا اصل الاصول ہے، جیسا کہ بے شک انکار کرنا اور تکبر کرنا محرومی اور رسوائی کا سبب ہے پس بے شک صالحین (اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)) کے منکر کی کم از کم سزا یہ ہے کہ وہ ان کے برکات سے محروم رہتا ہے۔حضرت ابوتراب بدخشی قدس اللہ سرہ نے فرمایا: جب دل اللہ تعالیٰ سے اعراض، روگردانی کرنے سے مانوس ہوجاتا ہے۔تو وہ اولیاء اللہ کی برائی کرنے کے فتنہ میں پڑھ جاتا ہے۔

چون خدا خواهد که پرده کس درد		میلش اندر طعنه پاکان برد

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کا پردہ فاش کرنا چاہتا ہے تو اس کا میلان اولیاء اللہ پر طعنہ زنی کر دیتا ہے۔

حضرت شیخ عارف شاہ شجاع کرمانی قدس اللہ سرہ نے فرمایا:

اولیاء اللہ کی محبت سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے، کیونکہ اولیاء اللہ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت پر دلیل ہے۔اور اللہ تعالیٰ مقام محبت اور رضا کی اسے ہدایت بخشتا ہے جسے چاہتا ہے۔اور ظالمین اور معاندین کو ہدایت نہیں دیتا کیونکہ وہ بری تقدیر والے ہیں (یعنی ان کے ازل سے تالے بند ہیں)۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الاحقاف، تحت الآیۃ، ۱۱، ج ۸، ص ۵۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ بیہقی وقت، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

وَاعتَرَضَ بِذٰلِكَ الدَّعوىٰ عَلَيهِ السَّلَام بَعضُ النَّاسِ اِمَّا جَهلاً اَو عِنَادًا فَوَيلٌ لِمَن عَانَدَ اَولِيَاءِ اللهِ تَعَالىٰ لَم يَذهَب عَلىٰ حُسنِ الظَّنِّ فِي شَأنِهِم۔ وَاللهُ اَعلَم۔

ترجمہ: بعض آدمیوں نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے اس دعویٰ (میں محمد رسول اللہ ﷺ کی مٹی سے ہوں) پر یا بوجہ جہالت کے یا بوجہ ضد و عناد کے اعتراض کیا۔پس خرابی ہے اس شخص کے لئے جو اولیاء اللہ سے دشمنی اختیار کرتا ہے اور ان سے حسنِ ظن نہیں رکھتا۔واللہ اعلم۔

(التفسیر المظہری، سورۃ طہ، تحت الآیۃ: ۵۵، ج ۴، ص ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، لکھتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعًا فَقَالَ لَا تَذْهَبُ الْأُمَّةُ حَتّٰى يَلْعَنَ آخِرُهَا أَوَّلَهَا۔ وَأَدْخَلَ بَعْضُهُمْ فِي هٰذَا مَنْ سَبَّ بَعْضَ الْأَوْلِيَاءِ وَعُلَمَاءِ السَّلَفِ، وَذَكَرَهُمْ بِالسُّوْءِ، وَافْتَرٰى عَلَيْهِمْ مَالَمْ يَقُوْلُوْهُ كَمَا شَاهَدْنَاهُ ــــ وَيَخْشٰى عَلَى الْمُتَصَدِّيْ لِذَالِكَ مِنْ سُوْءِ الْخَاتِمَةِ نَفَعَنَا اللهُ تَعَالٰى بِبَرَكَاتِهِمْ وَحَشَرَنَا فِيْ زُمْرَتِهِمْ۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت دنیا سے نہ جائے گی یہاں تک کہ ان میں سے بعد میں آنے والے اپنے پیش روؤں پر لعنت کریں گے۔ اور علماء نے اس میں اس شخص کو بھی داخل کیا ہے جو اولیاء اللہ کو برا بھلا کہے گا اور علماء سلف صالحین کو برائی سے یاد کرے گا اور ان پر افترا اور جھوٹ گھڑے گا۔ انہوں نے کہا تھا، جیسا ہم نے دیکھا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے سوئے خاتمہ کا ڈر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اولیاء اللہ کے وجود سے اور ان کی برکات سے ہمیں نفع عطا فرمائے اور قیامت کے دن ان کی جماعت میں اٹھائے۔

(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، القسم الاول فی تعظیم العلی الاعظم القدر النبی ﷺ فصل ومن ذلک مااطلع علیہ من الغیوب، ج ۴، ص ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

أَنَّ الْوَلِيَّ لَا يَعْرِفُ صِفَاتَهُ إِلَّا الْأَوْلِيَاءُ فَمِنْ أَيْنَ لِغَيْرِ الْوَلِيِّ نَفْيُ الْوِلَايَةِ عَنْ إِنْسَانٍ؟ مَا ذَاكَ إِلَّا مَحْضُ تَعَصُّبٍ، كَمَا نَرٰى فِيْ زَمَانِنَا هٰذَا مِنْ إِنْكَارِ ابْنِ تَيْمِيَةَ عَلَيْنَا وَعَلٰى إِخْوَانِنَا مِنَ الْعَارِفِيْنَ فَاحْذَرْ يَا أَخِيْ مِمَّنْ كَانَ هٰذَا وَصْفُهُ وَفِرَّ مِنْ مَجَالَسَتِهِ فِرَارَكَ مِنَ السَّبُعِ الضَّارِيْ۔

ترجمہ: محقق بات ہے کہ ولی اللہ کی صفات کو اور ذات کو ولی اللہ ہی پہچان سکتا ہے اور جب غیر ولی اللہ، ولی اللہ کی نفی کرتا ہے یا طعن کرتا ہے، یہ نفی یا طعن تعصب محض کے سوا کچھ نہیں۔ جیسا تو دیکھتا ہے، اس ہمارے زمانہ میں ابن تیمیہ کا انکار کرنا ہم پر اور دوسرے ہمارے بھائی عارفین پر۔

پس اے بھائی! ڈر اس شخص سے اور اس کی مجلس سے اور وعظ سے دور بھاگ جس کی یہ حالت ہو کہ اولیاء اللہ پر طعن کرتا ہو اور اس طرح بھاگ جس طرح انسان درندہ (پھاڑنے والے) سے بھاگتا ہے۔

(لواقح الانوار فی طبقات الاخیار المعروف بالطبقات الکبریٰ، ص ۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

جماعت بی دولتان که طعن در اهل الله می نمایند هجو و نکوهش آن جماعة مجوز است بلکه مستحسن۔

ترجمہ: بے نصیبوں کی ایک جماعت جو اہل اللہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں ان کی ہجو اور مذمت کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۱۳۹، ج ۱، ص ۳۰۸، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

((شیخ الاسلام هروی)) می فرماید: الهی چیست اینکه دوستان خود را کردی که هر که ایشان را شناخت، تو را یافت و تا تو را نیافت، ایشان را نشناخت، بعض این طائفه، سم قاتل است و طعن ایشان موجب حرمان ابدی است، نجانا الله سبحانه و ایاکم عن هذا الابتلاء

((شیخ الاسلام)) فرمود: الهی! هر که را خواهی بر اندازی، او را مابادر اندازی۔

بی عنایات حق و خاصان حق		گر ملک باشد، سیاه هستش ورق

این رجوع و انابت که حق۔ سُبحَانَه وَ تعَالیٰ۔ به تجرید شما را کرامت فرموده است، نعمت عظمیٰ تصور فرمایند۔ و از حضرت حق سبحانه، استقامت بر آن طلبند۔

والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفی علیه وعلی آله الصلوات والتسلیمات۔

ترجمہ: شیخ الاسلام ہروی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ الٰہی تو نے اپنے دوستوں کو کیا کر دیا ہے۔ کہ جس نے انہیں شناخت کرلیا تجھے پالیا، اور جب تک تجھے شناخت نہ کرسکا انہیں بھی نہ پاسکا۔ اس گروہ کے ساتھ بغض وعناد زہر قاتل ہے، اور ان پر اعتراض اور نکتہ چینی ابدی محرومی کا موجب ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس ابتلاوآزمائش سے نجات دے۔ شیخ الاسلام علیہ الرحمہ مذکور نے فرمایا ہے۔ الٰہی تو جسے مردود بارگاہ کرنا چاہتا ہے اسے ہم سے الجھادیتا ہے۔

بی عنایات حق و خاصان حق		گر ملک باشد، سیاه هستش ورق

ترجمہ: حق تعالیٰ اور خاصان حق تعالیٰ کی عنایات اور مہربانیوں کے بغیر کوئی فرشتہ صفت بھی ہو تو اس کا نامہ اعمال سیاہ ہی رہے گا،

یہ رجوع اور انابت جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے از سرنو تمہیں عطا فرمائی ہے اسے نعمتِ عظمیٰ تصور کریں اور حق سبحانہ سے اس پر استقامت طلب کریں۔ ہر متبع ہدایت اور مصطفی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۰۶، ج، ا، ص، ۲۷۲، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((ملا قاسم علی بدخشی)) در بیان خسارت جماعه ای که بر اهل اللہ اعتراض کنند۔

کتابتی که محبّت آثاری، ((مولانا قاسم علی)) فرستاده بودند رسید، مضمون به وضوح پیوست۔ قال اللہ تعالیٰ (من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعلیها) (فصلت/۴۴) ((خواجه عبداللہ انصاری)) رحمة اللہ علیه۔ می فرمایند: الهی! هر که را خواهی بر اندازی، با مادر اندازی۔

ترسم آن قوم که بر دُرد کشان می خندند		بر سر کار خرابات کنند ایمان را

حق۔ سُبحَانَه وَ تعَالیٰ۔ کافۀ اهل اسلام را از انکار فقرا وطعن در ایشان نگاهدارد بحرمة سید البشر۔ علیه وعلی اله الصلوات والتسلیمات۔ وَالسّلام۔

ترجمہ: ملا قاسم علی چشتی کی طرف صادر فرمایا۔ اس جماعت کی نامرادی اور خسارے کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتی ہے۔ محبت کے نشانات والے مولانا قاسم علی جو خط ارسال کیا تھا موصول ہوا۔ اس کے مضمون سے بھی واقفیت حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعلیها، جو شخص نیک کام کرے گا اپنے ہی نفع کے لیے کرے گا اور جو برائی کرے تو اس کا وبال اس کی اپنی ہی جان پر آ کر رہے گا۔ (فصلت: ۴۴)

خواجہ عبداللہ انصاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں الٰہی و جسے برباد کرنا چاہتا ہے اسے ہمارے طعن وتشنیع میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ترسم آن قوم که بر دُرد کشان می خندند		بر سر کار خرابات کنند ایمان را

مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ جو مے نوشوں پر ہنستے ہیں، شراب خانہ میں کہیں اپنا ایمان ہی نہ ضائع کر بیٹھیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ تمام اہل اسلام کو فقراء (اولیاء اللہ) کے انکار اور ان پر اعتراض سے بچائے بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔ والسلام۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۱۱۸، ج، ا، ص، ۲۸۷، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

مولوی نصر اللہ خان ولد حاجی محمد شاہ خان ابن محمد حیدر خان ھوتکی، لکھتے ہیں:

يعني فقراء نائبان آن حضر تند پس دشمن ايشان منجر به دشمني آن حضرت عليه السلام مي گردد. اين عمل بر علاوه ضرر ديني و اخروي، سبب ذلت دنيوي نيز مي گردد۔

ترجمہ: یعنی فقراء، اولیاء اکرام حضور نبی کریم ﷺ کے نائب ہوتے ہیں پس ان کی دشمنی آنحضرت ﷺ کی دشمنی کی طرف کھینچتی ہے۔ یہ عمل دینی اور اخروی نقصان کے علاوہ، ذلتِ دنیوی کا سبب بھی بنتا ہے۔

(شرح مکتوبات قدسی آیات، دفتر، اول، مکتوب، ۱۱۸، ج، ا، ص، ۲۲۱، خانقاہ مجددی، کابل، افغانستان)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وهيچ اعتراض را در حركات و سكنات او مجال ندهد، اگر چه آن اعتراض، مقدار حبۂ خردله باشد، زيرا كه اعتراض راغير از حرمان نتيجه نيست وبي سعادت ترين جميع خلايق عيب بين اين طايفۂ عليه است۔ نجانا الله سبحانه عن هذا البلاء العظيم۔

ترجمہ: اور پیر کی حرکات وسکنات میں اعتراض کو قطعاً گنجائش نہ دے چاہے رائی کے دانہ برابر اعتراض ہو۔ کیوں کہ اعتراض کا نتیجہ محرومی کے سوا کچھ نہیں اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بے سعادت وہ شخص ہے جو اس گروہ اولیاء اللہ میں عیب نکالے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بلائے عظیم سے نجات دے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۲۹۲، ج، ا، ص، ۱۰۷، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران اردو ج ۲ ص ۱۳۲)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

اما شخصي كه منكر آن بزرگ است، يا آن بزرگ از او دربار است، هر چند به ذكر الهي۔ تعاليٰ وتقدس۔ مشغول است، اما از حقيقت رشد و هدايت محروم است۔ همان انكار و آزار سد راه فيض او مي گردد بي آنكه آن عزيز متوجه عدم افاده او شود و قصد ضرر او نمايد، حقيقت هدايت از وي مفقود است۔ (البته) صورتِ رشد است، صورت بي معني، قليل النفع است۔

ترجمہ: لیکن وہ شخص جو اس بزرگ کا منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے آزردہ ہے۔ اگر چہ وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ لیکن وہ رشد وہدایت کی حقیقت سے محروم ہے۔ یہی انکار وآزار اس کے فیض کا مانع ہوجاتا ہے۔ بغیر اس امر کے وہ بزرگ اس کے عدم افادہ کی طرف متوجہ ہو یا اس کے ضرر پہنچانے کا قصد کرے۔ کیونکہ ہدایت کی حقیقت اس کے حق میں مفقود ہے۔ وہ صرف رشد کی صورت ہے اور صورت بے معنی سے بہت کم نفع پہنچتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۲۶۰، ج، ا، ص، ۵۴۳، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

اين زمان حب اين عارف به حب او تعاليٰ كشد و بغضِ او به بغضِ او۔ سبحانه۔ وهمچنين تعظيم و توقير وی تعظيم و توقير حق است۔ سبحانه۔ و اهانت و سوء ادب وی منجر به اهانت و سوء ادب او تعاليٰ (است)۔

همین نسبت بوده اصحاب آن سرور رابه آن سرور۔ علیه وعلیهم الصلوات و التحیات علی تفاوت درجاتهم۔ که حب و بغض ایشان منجر به حب و بغض آن سرور است۔ علیه و علیٰ اله الصلوٰة والسلام۔ که فرموده:۔ علیه الصلوة والسلام: ((من احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم))۔

ترجمہ: اس وقت اس عارف کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت تک لے جاتی ہے اور اس کا بغض خدا تعالیٰ کے بغض تک پہنچا دیتا ہے اور اسی طرح اس کی تعظیم وتوقیر اللہ تعالیٰ کی تعظیم وتوقیر ہے اور توہین اور بے ادبی خدا تعالیٰ کی توہین اور بے ادبی تک پہنچا دیتی ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۱۰، ج ۲، ص ۶۴۸، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

اعلم أن المنكر على الأولياء ساقط من عين الله وهالك في الدنيا والآخرة وأنه في لعنة الله ومحاربته۔

ترجمہ: تو جان لے کہ اولیاء اللہ کا انکار کرنے والا اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے گرنے والا ہے اور دنیا اور آخرت میں ہلاک ہونے والا ہے اور بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کی جنگ میں ہے۔

(فرق معاصرۃ تنتسب الی الاسلام وبیان موقف الاسلام منھا، ج ۳، ص ۹۲۶، ارشیف ملتقی اہل الحدیث، ج ۶۰، ص ۳۱۱)

عارف باللہ سیدی شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی، نابلسی، حنفی، نقشبندی، متوفی ۱۱۴۳ھ، لکھتے ہیں:

وقال السیدی افضل الدین لو ان انساناً احسن الظن بجمیع اولیاء اللہ تعالی الا واحداً منهم بغیر عذر مقبول فی الشرع لم ینفعه حسن الظن عند اللہ تعالیٰ ولذٰلک لا تجد ولیاً حقاًله قدم الولایة الا و مر مصدق بجمیع اقرانه من الاولیاء منهم یختلف فی ذٰلک اثنان کما انه لم یختلف وذکر الشیخ الاکبر محی الدین بن العربی عنه ان معداة اولیاء والعلماء العاملین کفر عند الجمهور وقل من عادیٰ احداً من الاولیاء والعلماء العاملین او لاشرفاءٔ فقد عادیٰ ایمانه وقال سیدی علی الخواص من عادیٰ احداً من الاولیاء اللہ تعالیٰ والعلماء خالفة ضرورة وفی مخالفة الولی والعالم الضلال والهلاک لهم وقد اطلنا الکلام فی هذاالمقام فی کتابنا (المطالب الوافیة بما یقی بالمرام) والحاصل ان لانکار بالقلب او باللسان علی احدٍ من اولیاء اللہ تعالیٰ هم علماء العملون وسوآء کانوا احیاء او کانو اموتیٰ وکلهم احیاء عند من یعرفهم بحیاة اللہ تعالیٰ لا بانفسهم وکلهم موتی من حیاتهم بانفسهم سوآء عرفهم من ینکر علیهم او لم یعرفهم وانکر مالم یعرف من احوالهم الصحیحة وافعالهم المستقیمة عند اللہ تعالیٰ فهو کفر صریح والمنکر کافر باجماع المسلمین علی مقتضی جمیع مذاهب اهل الاسلام لانه انکر دین السلام والشریعة محمدیة وهو لا یعرف انه انکر ذٰلک لجهله وغباوة بل یظنّ انه انکر امراً باطلاً وفعلاً قبیحاً تصوره فی نفسه وحکم بانه لیس بولی وانأه فاسق او کافر او ملحد او زندیق والولی فی حقیقیة امره من حیث ما یعلمه اللہ تعالیٰ منه برئی من جمیع ما عتقد فیه ذٰلک المنکر وعمله ذٰلک الذیٰ انکر علیه وقوله ذٰلک الّذی انکر علیه ایضاً لیس شئی منهما باطلاً فی الشریعة ولا کفراً ولا الحاداً ولا زندیقة بل ذٰلک الفعل طاعة وقربة الی اللہ تعالیٰ وذیلک القول قول حق وصواب وهو محض ایمان وحقیقة معرفة ایقان ولٰکنّ سماه ذٰلک امنکر کفراً او الحاد او زندیقة لمحض جهله وعناده وعدم ارتفاعه بالقصور عن علوم الاولیاء ومعارف الصدیقین وعدم احساسه بطمس بصیرته وعمیٰ قلبه عن ادارک مدارکهم والکشف عن حقائق اسرارهم ولمعات انوارهم فالمنکر یتقلّب فی اودیه الکفر

والضلال والالحاد والزندقة وهو معتقد انه يتقلب فی اودية الايمان والطاعة وارشاد الناس الی لاحتراز عن الخطاء والضلال والنصيحة والهدیٰ وهو لا يشعر فکفره عند الله تعالیٰ سيظهر لهو لامثاله فمن يوافقه علی الانکار المذکور يوم القيامة يوم يقوم الناس لرب العالمين۔ فانه الحاکم العادل الذی يعلم المظلوم من الظالم ويعلم المحقق من المبطل ولکن الآن فی الدنيا لا يحکم المنکر هو بنفسه علی نفسه بالکفر ولا امثاله يحکمون عليه بذلک لاصرار المنکرين کلهم علی عقيدة واجبة هی الانکار فالحکم عليهم بالسلام مبنی علی مجرد زعمهم ذٰلک کما ان الحکم عليهم بالکفر مبنی علی اعتقاد اهل الاسلام العارفين بکلام اولياء المطلعين علی احوالهم الصحية المستقيمة ولا يعذرون المنکرين بالجهل لان لهم مندوحة عن الانکار بايکال الامر الی الله تعالیٰ والتسليم فيما لا يعرفه والاعتراف بانّ الله تعالیٰ يعلم من احوال الناس مالا يعلم هو والجهل فی الشريعة ليس بعذر فی مثل هذا اذا هو مثل جهل اليهود والنصارٰی والمجوس وعباد الاصنام بما جآء به محمد من الحق والدين الصحيح فانّه ليس بعذر عند اهل التصديق بذلک کما انه ليس بعذر عند الله تعالیٰ ايضاً۔

ترجمہ: حضرت سیدی افضل الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”اگر کوئی شخص اللہ کے تمام ولیوں سے حسن ظن رکھے مگر بلا عذر شرعی صرف کسی ایک ولی سے اچھا گمان نہ رکھے تو ایسا حسن ظن اسے بارگاہ الٰہی میں کوئی فائدہ نہ دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تمہیں مقام ولایت پر فائز کوئی ولی ایسا نہیں ملے گا جو اپنے ہم عصر تمام اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی تصدیق نہ کرتا ہو (یعنی ولی کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے زمانے کے تمام اولیائے عظام کو سچا جانتا ہے) اور اس معاملہ میں کسی دو ولیوں کا بھی اختلاف نہیں جیسا کہ اللہ عزوجل کے بارے میں کسی دو نبیوں کا اختلاف نہیں تو جس نے بدگمانی کے ذریعے اللہ عزوجل کے کسی ولی کو ایذا (یعنی تکلیف) پہنچائی یقیناً اس نے شریعت کی حدود سے تجاوز کیا۔“

حضرت سیدنا شیخ ابو المواہب شاذلی علیہ الرحمہ کے فرامین مبارکہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ”جو ”اصحاب وقت“ (یعنی اولیائے عظام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)) کی عزت وتوقیر سے محروم کیا گیا (یعنی اس نے ان کی تعظیم نہ کی تو) بے شک وہ بارگاہ الٰہی سے دھتکارے جانے اور غضب الٰہی کا مستحق ٹھہرا۔“ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ”اولیائے عظام اور باعمل علمائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے دشمنی کرنا جمہور کے نزدیک کفر ہے۔“ مزید فرمایا: ”جس نے کسی ولی یا باعمل عالم دین یا کسی دینی معزز شخص سے دشمنی کی بے شک اس نے اپنے ایمان سے دشمنی کی۔“

حضرت سیدی علی خواص علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کسی ولی یا عالم دین سے دشمنی کی تو ضرور اس نے اس کی مخالفت کی اور ولی اور عالم کی مخالفت میں گمراہی وہلاکت ہے۔“

اور ہم (یعنی علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمہ) نے اپنی کتاب ”المطالب الوفية“ میں اس مقام پر طویل گفتگو کی ہے جو حصول مقصد کیلئے کافی ووافی ہے۔

اور حاصل یہ ہوا کہ کسی ایک ولی اللہ علیہ الرحمہ سے قلب یا زبان سے انکار کرنا، خواہ وفات پاچکے ہوں یا زندہ ہوں۔ اور تمام اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) خداوند قدوس کی حیات سے زندہ ہیں جو کوئی ان کی پہچان کر سکتے ہیں اور نفس کے لحاظ سے نہ کیونکہ تمام اولیاء حیاتِ نفس کے لحاظ سے مردہ ہیں خواہ منکر نے پہچان لیا ہو اور یا نہ پہچانا ہو اور انکار کرنے لگا جبکہ منکر اولیاء کے احوال صحیحہ اور افعالِ مستقیمہ عند اللہ سے ناواقف ہے تب بھی تمام مذکور صورتوں میں یہی انکار کفرِ صریح ہے اور

منکر اجماع مسلمین اور جمیع مذاہبِ اسلام کے نزدیک کافر ہے کیونکہ یہ منکر دینِ اسلام اور شریعتِ محمدیہ سے انکار کرنے لگا۔

اور منکر نہیں سمجھتا کہ میں اسلام سے منکر ہوں اس لئے کہ منکر جاہل اور غبی ہے (اگرچہ مدعی علم ہو) بلکہ گمان کرتا ہے کہ میں امرِ باطل اور فعلِ قبیح کا منکر ہوں اور اپنے نفس میں یہ حکم کیا کہ یہ امرِ باطل ولی کا فعل ہے یا قول ہے تو اس وجہ سے ولی اللہ پر فتویٰ لگایا کہ یہ ولی اللہ نہیں بلکہ کافر، فاسق ملحد اور زندیق ہے۔

حالانکہ ولی اللہ نفس الامر میں اللہ تعالیٰ کے علم کے موافق منکر کی منسوب کردہ قبائح سے بری الذمہ ہیں اور قبیح اعمال وعقائد سے مجتنب ہیں اور ولی اللہ کے افعال میں سے کوئی بھی فعلِ باطل فی الشرعیہ، کفر الحاد اور زندیقت تصور کیا کیونکہ منکر جاہل محض اور معاند محض ہے اور اولیاء اکرام علیہ کے علوم عالیہ سے قاصر ہونے پر اعتراف نہیں کرتا اور یقین علیہ کے معارف سے اپنے قصور پر معترف نہیں اور اپنے بصیرت کا ازالہ محسوس نہیں کیا اور اپنے دل کی عدم کی ادراک علیٰ مدارکِ الاولیآء پر واقف نہیں پس منکر اولیاء علیہ کفر اور گمراہی الحاد اور زندقت کے بیابانوں میں چکر لگاتا ہے۔ اور منکر کا گمان ہے کہ میں ایمان، طاعت لوگوں کو خطاء سے بچانے کیلئے ارشاد اور گمراہی میں واقع ہونے سے احتراز کیلئے ارشاد اور نصیحت اور ہدایت کے بیابانوں میں چکر لگاتا ہوں اور منکرین حقیقتِ حال سے واقف نہیں اور منکرین جاہل سے معذور نہیں ہیں کیونکہ ان کیلئے انکار سے بچنے کیلئے راہ موجود ہے اور وہ یہ کہ بات اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں۔ اور جن چیزوں سے واقف نہیں ان امور میں تسلیم کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ وہ امور جانتا ہے جو کہ منکرین نہیں جانتے اور جاہل منکرین اس طرح کے امور میں عذر نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ جاہل یہود، نصاریٰ مجوس اور بت پرستوں کے جاہل کی طرح ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے حق حقیق اور دینِ صحیح سے جاہل تھے پس یہ اہلِ تصدیق کے نزدیک عذر ہرگز نہیں ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی عذر نہیں۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج۱، ص۴۸۹ تا ۴۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سیر انفسی ولایت کے طریقوں میں نہایت:

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

عدم فناست در جهت جذبه و آن عبارت است از عدم شعور به خود و باوصاف خود وجود عدم بقائی ست که برین فنا مترتب شود این فنا و بقا چون در جهت جذبه است که سلوک بآن ضم نگشته است از عود بوجود بشریت ایمن نیست پس ولایت بآن بحصول نه پیوند دو فنا و بقاے حقیقی است که ولایت بآن مربوط است و از عود مذکور ایمن است و دوام آنر الازم فنائے حقیقی نسیان ماسوی اوست تعالیٰ وزوال علم ماعدا حضرت ایشان ماقدس سرهٔ فرموده اند که اگر زوال علم حصولی اشیاست فنائے قلبی است و اگر زوال علم حضوری ست که عبارت از نفس حاضر است فناے نفس است وجود فنا بقائی ست که برین فنا مترتب می شود و بوجود موهوب بولادت ثانیه موجوده گردد حضرت خواجه نقشبند قدس سره بهمیں معنی فرموده اند که وجود عدم بوجود بشریت عود می کند اما وجود فنا بوجود بشریت عود نمی کند۔

عدمِ فنا: (کا مطلب) جذبہ کی جہت میں فنا ہے اور یہ اپنے ساتھ اور اپنے اوصاف کیساتھ شعور نہ ہونے سے عبارت ہے۔

وجودِ عدم: ایک بقا ہے جو کہ اس فنا پر مرتب ہوتی ہے، یہ فنا و بقا چونکہ اس جذبہ کی جہت میں ہے کہ جس کے ساتھ سلوک شامل نہیں ہوا ہے اس لئے

وجودبشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہیں ہے پس اس کے ساتھ ولایت حاصل نہیں ہوتی، اور فنا و بقائے حقیقی ہی ہے کہ جس کے ساتھ ولایت وابستہ ہے اور عود مذکور سے محفوظ ہے اور دوام اس کے لئے ضروری ہے۔

فنائے حقیقی: اس اللہ تعالیٰ کے ماسوا کا نسیان اور غیر اللہ کے علم کا زوال ہے۔ ہمارے حضرت عالی (امام محبددا عظم رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے کہ اگر اشیاء کے علم حصولی کا زوال ہے تو (یہ) فنائے قلبی ہے اور اگر علم حضوری کا زوال ہے کہ جس سے مراد نفس حاضر (سالک کی اپنی ذات) ہے تو فنائے نفس ہے۔

وجودفنا: وہ بقا ہے جو کہ اس فنا پر مرتب ہوتی ہے اور (سالک) ولایت ثانیہ سے وجود موہوب کے ساتھ موجود ہوجاتا ہے۔

حضور سیدی امام الطریقہ خواجۂ بہاء الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس معنی میں فرمایا ہے کہ وجود عدم و وجود بشریت کی طرف عود کرتا ہے لیکن وجود فنا و جود بشریت کی طرف عود نہیں کرتا۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۱۶۵، ص، ۳۲۹، گارڈن ویسٹ، کراچی)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

نوشته بودند که روزے این فقیر ملهم شد اگر جنید صفت میخواهی ذر خود مشغول باش، در خود مشغول شدن چیست و جنید صفت بچه معنی است۔ مخدومامی تواند که در خود مشغول شدن عبارت از سیر انفسی باشد که بجذبه معبر است و سلوک سیر آفاقی است یعنی از سلوک بجذبه آئی و از آفاق بانفس در آئی که یافت در بیرون خود نیست۔

بیت

همچونابینا مبر هر سوے دست		باتو درزیر گلیم است هرچه هست

و این سیر انفسی نهایته است در اطوار ولایت و جنید صفت متحقق شدن است بکمال او قدس سره که سیر انفسی باشد۔ نوشته بودند که سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی قدس سرمر گفته است جائے که سالک بسالها نرسد سلطان خیال بیک لمحه می رساند و ازین قول تعجب داشتید که خیال چه چیز است که کسے رابجاے پرساند و اگر بالفرض چیزے پیش سالک آرد چگونه بر آن اعتماد نماید بر خواب و خیال چه اعتبار است مخدوما آنچه سلطان العارفین فرموده است حق است بآن معنی که بمدد سلطان خیال راه سنین بیک لمحه قطع می یابد راه غیب الغیب بمدوهم قطع می شود و معاملات بیچونی بیاری خیال صورت پذیر دو مدرک میگردد حضرت ایشان ماقدسنا الله بسره نوشته اند مدار سلوک این راه بوهم و تخیل است احوال و مواجید ک ی معانی جزائیه این راه است بوهم مدرک می گردد و تجلیات و تلوینات سالکان در مرآت خیال مشهود می شود فلو لا لوهم یقصر الفهم ولولا الخیال یستر الحال درین راه هیچ چیز نافع تراز وهم و خیال یافته نشد و اکثر ادرا و انکشاف شان مطابق واقع بر آمد، وهم است که پنجاه هزار ساله راه را که درمیان عبد و رب است بکرم خداوندی در اندک مدت قطع می نماید و بدرجات وصول می رساند و خیال است که دقائق اسرار غیب الغیب رادر مرآت خود منکشف می سازد و سالک مستعدرا مطلع می گرداند، هذا کلامه قدس سره والسلام۔

ترجمہ: آپ نے لکھا تھا کہ ''ایک روز اس فقیر کو الہام ہوا کہ اگر تو جنید صفت (ہونا) چاہتا ہے تو اپنے آپ میں مشغول ہوجا۔ اپنے آپ میں مشغول ہونا کیا چیز

ہے؟اور جنید صفت کس معنی میں ہے‘‘؟

میرے مخدوم! ہوسکتا ہے کہ اپنے آپ میں مشغول ہونے سے مراد سیر انفسی ہو جس کو جذبہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سلوک سیر آفاقی ہے یعنی تو سلوک سے جذبہ میں آجا اور آفاق سے انفس میں داخل ہوجا کیونکہ یافت (پانا) اپنے سے خارج میں نہیں ہے

ہمچو نابینا مبر ہر سوے دست		باتو درزیر گلیم است ہرچہ ہست

ترجمہ: تو اندھے کی مانند ہر طرف ہاتھ نہ لیجا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کمبل کے نیچے ہے

اور یہ سیر انفسی ولایت کے طریقوں میں نہایت ہے اور جنید صفت (سے مراد) اُن (حضور سیدی سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ) کے کمالات کے ساتھ متصف ہونا ہے جو کہ سیر انفسی ہے۔آپ نے لکھا تھا کہ ’’سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس جگہ سالک کئی سال میں نہیں پہنچتا سلطان العارفین غوث صمدیت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ایک لحہ میں پہنچا دیتا ہے اور آپ نے اس قول پر تعجب کیا کہ خیال کیا چیز ہے جو کسی شخص کو کسی جگہ پہنچائے اور اگر بالفرض وہ کوئی چیز سالک کے سامنے لائے تو وہ اُس پر کس طرح اعتماد کرے،خواب وخیال کا کیا اعتبار ہے۔‘‘ میرے مخدوم! جو کچھ سلطان العارفین غوث صمدیت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے وہ حق ہے اس معنی میں کہ سلطان العارفین غوث صمدیت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ خیال کی مدد سے برسوں کا راستہ ایک لحہ میں طے ہوجاتا ہے،غیب الغیب کا راستہ وہم (خیال) کی مدد سے طے ہوتا ہے بیچونی (بے کیفی) کے معاملات خیال کی مدد سے صورت پذیر ہوتے اور ادراک میں آجاتے ہیں۔ہمارے حضرت عالی (غوث صمدیت قیوم اوّل مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے کہ ’’اس راستہ کے طے کرنے کا مدار تو ہم وتخیل پر ہے،احوال ومواجید (کیفیات) جو کہ اس راستہ کے جزئی معانی ہیں وہم ہی کے ساتھ ادراک میں آتے ہیں اور سالکوں کی تجلیات وتلوینات خیال کے آئینے میں مشہود ہوتی ہیں پس اگر وہم نہ ہوتا تو فہم قاصر رہ جاتی اور خیال نہ ہوتا تو حال پوشیدہ رہ جاتا،اس راستہ میں وہم وخیال سے زیادہ نفع دینے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی اور اُن کا اکثر ادراک وانکشاف واقع کے مطابق ظاہر ہوا،وہم (خیال) ہی ہے جو کہ پچاس ہزار سال کی راہ کو کہ بندہ اور رب جل جلالہ کے درمیان ہے اللہ تعالیٰ کے کرم سے تھوڑی مدت سے طے کرا دیتا ہے اور وصول کے درجات تک پہنچا دیتا ہے اور خیال ہی ہے جو کہ غیب الغیب کے دقائق واسرار کو اپنے آئینہ میں منکشف کرتا ہے اور صاحب استعداد سالک کو مطلع کر دیتا ہے۔‘‘ یہ اُن (حضرت سیدنا امام مجدد الفِ ثانی) قدس سرہٗ کا کلام ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، دوم، مکتوب، ۶۸،ص، ۱۱۴، ۱۱۵، گارڈن ویسٹ، کراچی)

علامہ صدر الدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز، حنفی، دمشقی، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ: "وَالمؤمِنُونَ كُلُّهُمْ أَوْلِيَاءُ الرَّحمنِ".

ش: قَالَ تَعَالَى: {أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ} (یونس، ۶۳، ۶۲) الآية. الوَلِيُّ: مِنَ الوَلَايَةِ بِفَتْحِ الوَاوِ،

الَّتِي هِيَ ضِدُّ العَدَاوَةِ، وَقَدْ قَرَأَ حَمْزَةُ: "مَا لَكُمْ مِنْ وِلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ" (الأنفال، ۷۲) بكسر الواو، وَالبَاقُونَ بِفَتْحِهَا، وَقِيلَ: هما لُغَتَانِ. وَقِيلَ: بِالفَتْحِ النُّصرةُ، وَبِالكَسْرِ الإِمَارَةُ، قَالَ الزَّجَّاجُ: وَجَازَ الكَسْرُ، لِأَنَّ فِي تَوَلِّي [بعضِ] القَوْمِ بَعْضًا جِنْسًا مِنَ الصِّنَاعَةِ

وَالعَمَلِ، وَكُلُّ مَا كَانَ كَذَلِكَ مَكْسُورٌ، مِثْلُ: الخِيَاطَةِ وَنَحْوِهَا. فَالمُؤْمِنُونَ أَوْلِيَاءُ اللهِ، وَاللهُ تَعَالَى وَلِيُّهُمْ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: {اللهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ [وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ]} (البقرة،٢٥٧) الآية. وَقَالَ تَعَالَى: {ذَلِكَ بِأَنَّ اللهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لهم (محمد،١١) وَالمُؤْمِنُونَ وَالمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ} (التوبة،٧١) الآية. وَقَالَ تَعَالَى: {إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ} (الأنفال،٧٢) إِلَى آخِرِ السُّورَةِ، وَقَالَ تَعَالَى: {إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ، وَمَنْ يَتَوَلَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الغَالِبُونَ} (المائدة،٥٦،٥٥) فَهَذِهِ النُّصُوصُ [كُلُّهَا] ثَبَتَ فِيهَا مُوَالَاةُ المُؤْمِنِينَ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ، وَأَنَّهُمْ أَوْلِيَاءُ اللهِ، وَأَنَّ اللهَ وَلِيُّهُمْ وَمَوْلَاهُمْ، فَاللهُ يَتَوَلَّى عِبَادَهُ المُؤْمِنِينَ، فَيُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ، وَيَرْضَى عَنْهُمْ وَيَرْضَوْنَ عَنْهُ، وَمَنْ عَادَى لَهُ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَهُ بِالمُحَارَبَةِ، وَهَذِهِ الوِلَايَةُ مِنْ رَحْمَتِهِ وَإِحْسَانِهِ، لَيْسَتْ كَوِلَايَةِ المَخْلُوقِ لِلْمَخْلُوقِ لحاجة إِلَيْهِ، قَالَ تَعَالَى: {وَقُلِ الحَمْدُ للهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي المُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا} (الإسراء،١١١) فَاللهُ تَعَالَى لَيْسَ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ، بَلْ للهِ العِزَّةُ جَمِيعًا، خِلَافَ المُلُوكِ وَغَيْرِهِمْ مِمَّنْ يَتَوَلَّاهُ لِذُلِّهِ وَحَاجَتِهِ إِلَى وَلِيٍّ يَنْصُرُهُ.

وَالوِلَايَةُ أَيْضًا نَظِيرُ الإِيمَانِ، فَيَكُونُ مُرَادُ الشَّيْخِ: أَنَّ أَهْلَهَا فِي أَصْلِهَا سَوَاءٌ، وَتَكُونُ كَامِلَةً وَنَاقِصَةً، فَالكَامِلَةُ تَكُونُ لِلْمُؤْمِنِينَ المُتَّقِينَ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: {أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ، الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ، لَهُمُ البُشْرَى فِي الحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ}، فَـ{الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ} مَنْصُوبٌ عَلَى أَنَّهُ صِفَةُ أَوْلِيَاءِ اللهِ، أَوْ بَدَلٌ مِنْهُ، أَوْ بِإِضْمَارِ أَمْدَحُ، أَوْ مَرْفُوعٌ بِإِضْمَارِ "هُمْ"، أَوْ خَبَرٌ ثَانٍ لِـ"إِنَّ"، وَأُجِيزَ فِيهِ الجَرُّ، بَدَلًا مِنْ ضَمِيرِ عَلَيْهِمْ، وَعَلَى هَذِهِ الوُجُوهِ كُلِّهَا فَالوِلَايَةُ لِمَنْ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ، وَهُمْ أَهْلُ الوَعْدِ المَذْكُورِ فِي الآيَاتِ الثَّلَاثِ، وَهِيَ عِبَارَةٌ عَنْ مُوَافَقَةِ الوَلِيِّ الحَمِيدِ فِي مَحَابِّهِ وَمَسَاخِطِهِ، لَيْسَتْ بِكَثْرَةِ صَوْمٍ وَلَا صَلَاةٍ، وَلَا تَمَلُّقٍ وَلَا رِيَاضَةٍ. وَقِيلَ: الَّذِينَ آمَنُوا مُبْتَدَأٌ، وَالخَبَرُ: لَهُمُ البُشْرَى، وَهُوَ بَعِيدٌ، لِقَطْعِ الجُمْلَةِ عَمَّا قَبْلَهَا، وَانْتِثَارِ نَظْمِ الآيَةِ.

وَيَجْتَمِعُ فِي المُؤْمِنِ وِلَايَةٌ مِنْ وَجْهٍ، وَعَدَاوَةٌ مِنْ وَجْهٍ، كَمَا قَدْ يَكُونُ فِيهِ كُفْرٌ وَإِيمَانٌ، وَشِرْكٌ وَتَوْحِيدٌ، وَتَقْوَى وَفُجُورٌ، وَنِفَاقٌ وَإِيمَانٌ. وَإِنْ كَانَ فِي هَذَا الأَصْلِ نِزَاعٌ لَفْظِيٌّ بَيْنَ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَنِزَاعٌ مَعْنَوِيٌّ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ أَهْلِ البِدَعِ،

ترجمہ: (ط) تمام مومن اولیا اللہ ہیں۔

(ش) ارشاد خداوندی ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ، الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ

ترجمہ: خبردار جو خدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے۔ (یونس ٦٢۔٦٣)

لفظ (ولی) ولایۃ بفتح الواو سے مشتق ہے اس کے معنے عداوت کے خلاف کے ہیں۔

ہزہ قاری نے ارشاد خداوندی مالکم من ولا یتھم تمہیں ان کی دوستی سے کچھ حاصل نہیں واو کے کسرہ کے ساتھ دیگر قراء نے فتح کے ساتھ پڑھا ہے ایک قول ہے دونوں مستعمل ہیں ایک قول میں فتح کے ساتھ نصرت کے معنے میں استعمال کیا ہے زجاج نے کسرہ کو جائز قرار دیا ہے اس لئے کہ بعض لوگوں کے ساتھ معاملات کرنا ضاعت اور عمل ہے اور معرفت قاعدہ کے مطابق صنعت والے صیغے کسرہ کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں جیسے خیاطت کپڑے سینے کا پیشہ ہے اس کے مثل اور الفاظ بھی ہیں پس ایماندار اللہ کے ولی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ

ترجمہ: جولوگ ایمان لائے ہیں ان کا دوست خدا ہے کہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جولوگ کافر ہیں ان کے دوست طاغوت ہیں کہ انہیں نور سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔ (البقرہ۔ ۲۵۷)

نیز فرمایا:

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ

ترجمہ: یہ اس لئے کہ جو مومن ہیں ان کا خدا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں (محمد۔ ۱۱)

نیز فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ

ترجمہ: مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ (التوبہ۔ ۷۱)

نیز فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ

ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے وہ اور جنھوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ (الانفال ۷۲)

نیز فرمایا:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ، وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ

ترجمہ: تمہارے دوست تو خدا اور اس کے پیغمبر اور مومن ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور (خدا کے آگے) جھکتے ہیں اور جو شخص خدا اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا وہ تو خدا کی جماعت میں داخل ہوگا اور خدا کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔ (المائدہ۔ ۵۵۔ ۵۶)

پس ان تمام نصوص سے ایمانداروں کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ رکھنا ثابت ہے نیز تمام ایماندار اللہ کے دوست ہیں اور اللہ ان کا دوست ہے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں سے موالات رکھتا ہے ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں اللہ ان سے خوش ہے وہ اللہ سے خوش ہیں جس

شخص نے اللہ کے دوست کے ساتھ دشمنی کی وہ اللہ کے ساتھ لڑائی کے لئے میدان میں نکلا پس یہ ولایت اللہ کی رحمت اور اس کا احسان ہے لوگوں کی آپس میں دوستی کی طرح نہیں ہے کہ اس میں احتیاج ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا

ترجمہ: اور کہو کہ سب تعریف خدا ہی کو ہے جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے اور نہ اس وجہ سے کہ وہ عاجز وناتواں ہے نہ کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کو بڑا جان کر بڑائی کرتے رہو۔ (الاسراء۔۱۱)

پس اللہ اس لئے دوست نہیں بنا تا کہ اس میں کچھ کمزوری ہے بلکہ اللہ کے لئے ہی تمام غلبہ ہے لیکن بادشاہوں اور دیگر لوگوں کی دوستی کمزور اور احتیاج پر مبنی ہوتی ہے وہ مدد کے امیدوار ہوتے ہیں ولایت بھی ایمان کی مانند ہے شیخ طحاوی کا مقصد یہ ہے کہ اصل ولایت میں تمام برابر ہیں اس میں بھی ایمان کی طرح مراتب کے لحاظ سے کمال اور نقص موجود ہے کامل ولایت کے حقدار پرہیزگار ایماندار لوگ ہیں ارشاد خداوندی ہے۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ، الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ، لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

ترجمہ: سن رکھو کہ جو خدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔ (یونس ۶۲)

پس: الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ کا جملہ اولیاء اللہ کی صفت یا بدل یا امدح پوشیدہ ماننے کی بنا پر منصوب ہے یا ہم پوشیدہ سمجھیں گے اس بنا پر وہ مرفوع ہوگا یا ان کی دوسری خبر ہے نیز علیہم کی ضمیر سے بدل بنا کر مجرور پڑھنا بھی جائز ہے ان تمام صورتوں میں ولایت کے حقدار وہ لوگ ہیں جو ایماندار اور پرہیزگار ہیں تینوں آیات میں جس وعدہ کا ذکر ہے وہ اس کے حقدار ہیں۔ ولایت کا مطلب یہ ہے کہ وہ محبت کے کاموں اور ناراضگی کے کاموں میں اللہ کی موافقت کا خیال رکھتے ہیں محض زیادہ روزے رکھنا اور کثرت کے ساتھ نوافل ادا کرنا چاپلوسی اختیار کرنا اور جسم کو تکلیف پہنچانے کا نام ولایت نہیں ہے ایک قول میں: الذين امنوا مبتدا اور لهم البشرى خبر ہے لیکن احتمال بعید ہے کیونکہ جملہ ماقبل سے منقطع ہو رہا ہے نیز اس آیت کا نظم بھی ختم ہو جاتا ہے۔

ایماندار انسان میں من وجہ ولایت من وجہ عداوت دونوں کا اجماع ممکن ہے جیسا کہ کفر ایمان شرک توحید تقویٰ بدمعاشی نفاق ایمان کا جمع ہونا ممکن ہے اگرچہ اہل سنت کے درمیان نزاع معنوی ہے۔

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص،۳۵۷، تا،۳۵۹، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

علامہ صدرالدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز، حنفی، دمشقی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

وَقَدْ وَقَعَ فِي كَلَامِ كَثِيرٍ مِنَ النَّاسِ أن لابن آدم ثَلَاثَةَ أَنْفُسٍ: مُطْمَئِنَّةٍ، وَلَوَّامَةٍ، وَأَمَّارَةٍ، قَالُوا: وَإِنَّ مِنْهُمْ مَنْ تَغْلِبُ عَلَيْهِ هَذِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَغْلِبُ عَلَيْهِ هَذِهِ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: {يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ} (الفجر،۲۷) وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ} (القيامة،۲۱) إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ} (يوسف،۵۳) وَالتَّحْقِيقُ: أَنَّهَا نَفْسٌ وَاحِدَةٌ، لَهَا صِفَاتٌ، فَهِيَ أَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ، فَإِذَا عَارَضَهَا الْإِيمَانُ صَارَتْ لَوَّامَةً، تَفْعَلُ الذَّنْبَ ثُمَّ تَلُومُ صَاحِبَهَا، وَتَلُومُ بَيْنَ الْفِعْلِ وَالتَّرْكِ، فَإِذَا قَوِيَ الْإِيمَانُ صَارَتْ مُطْمَئِنَّةً. وَلِهَذَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ

سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ" .مَعَ قَوْلِهِ: "لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ"، الحديث.

اکثر لوگوں کے کلام سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ ابن آدم کے تین نفس ہیں مطمئنہ لوامہ اور امارہ بعض پر امارہ غالب ہے بعض پر مطمئنہ غالب ہے جیسا کہ فرمایا۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ

ترجمہ: اے مطمئن روح۔(الفجر ۲۷)

نیز فرمایا:

وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ

ترجمہ: نفس لوامہ کی قسم۔(القیامہ ۲)

نیز فرمایا:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ

ترجمہ: کیونکہ نفس برائی کا حکم دینے والا ہے۔(یوسف ۵۳)

لیکن تحقیق یہ ہے کہ نفس تو ایک ہی ہے اس کے صفات جدا جدا ہیں اس میں شک نہیں کہ نفس برائی کا حکم دیتا ہے جب ایمان اس کا معارضہ کرتا ہے تو وہ لوامہ کہلاتا ہے یعنی جب اس سے گناہ سرزد ہوتا ہے تو نفس لوامہ اس کو ملامت کرتا ہے وہ کبھی گناہ پر آمادہ ہوتا ہے تو کبھی رکتا ہے جب ایمان کو غلبہ حاصل ہو جائے اور وہ قوی ہو جائے تو نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اس کا اچھا کام پسند ہو اور برا کام ناپسند ہو تو وہ مومن ہے (الاحادیث الصحیحہ ۵۵۰)اس کے ساتھ ساتھ آپ کا یہ ارشاد بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جب زنا کرنے والا زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

(شرح العقیدۃ الطحاویہ،ص،۳۹۴،۳۹۵،قدیمی کتب خانہ،مقابل آرام باغ،کراچی)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی،شافعی،قدس سرہ،متوفی،۹۷۳ھ،لکھتے ہیں:

قال الشيخ فى باب الوصايا من الفتوحات: اياكم ومعاداة اهل لا اله الا الله فان لهم من الله الولاية العامة فهم اولياء الله ولو اخطؤوا وجاؤوا بقراب الارض خطايا لا يشركون بالله شيئاً فان الله يتلقى جميعهم بمثلها مغفرة ومن ثبتت ولايته حرمت محاربته، وانما جاز لنا هجر احد من الذاكرين لله لظاهر الشرع من غير ان نؤذيه او نزدريه واطال فى ذلك، ثم قال: واذا عمل احدكم عملا توعد الله عليه بالنار فليمحه بالتوحيد فان التوحيد ياخذ بيد صاحبه يوم القيامة لا بد من ذلك والله تعالى اعلم فتامل فى هذا المبحث وامعن النظر فيه فانك لا تجده فى كتاب والله سبحانه وتعالى اعلم والحمدلله رب العالمين۔

ترجمہ: شیخ نے فتوحات کے باب الوصایا میں فرمایا کہ اپنے آپ کو لا اله الا الله محمد رسول الله پڑھنے والوں کی عداوت سے بچاؤ کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ سے ولایت عامہ ہے، پس وہ اولیاء اللہ ہیں گرچہ خطا کار ہوں اور زمین کی پرائی کے برابر خطائیں لائیں۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان سب کو اسی کے مثل بخشش کے ساتھ استقبال فرمائے گا۔اور جس کی دوستی ثابت ہوگئی اس سے لڑنا حرام ہوا۔

اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں میں سے کسی کو چھوڑنا صرف ظاہر شرع کے لئے جائز ہے۔اس کے بغیر کہ ہم اسے ایذاء پہنچائیں یا اسے حقیر جانیں۔اور طویل کلام فرمایا۔

پھر فرمایا کہ جب تم میں کسی نے ایسا عمل کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے آگ کی وعید سنائی تو اسے چاہئے کہ اسے توحید کے ساتھ محو کردے۔کیونکہ توحید قیامت کے دن صاحب توحید کی دستگیری کرے گی۔اس کے بغیر چارہ نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔پس اس بحث میں غور کر۔اور اس کا گہری نظر سے مطالعہ کر۔کیونکہ تو اسے کسی کتاب میں نہیں پائے گا۔واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔والحمد اللہ رب العلمین۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر،ص،۴۸،۴۹،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی،شافعی،متوفی،قدس سرہ،۹۷۳ھ،لکھتے ہیں:

وكان السرى السقطى يقول: لا فرق بين قول العبد ان الله خلقنى ورزقنى وصورنى وعلمنى العلم والقرآن وجعلنى مباركا، وبين ان يقول انا ولى الله، وانا من العلماء العاملين، ونحو ذلك، لان كل مؤمن ولى لله تعالىٰ قال الله تعالىٰ: (الله ولى الذين امنوا يخرجهم من الظلمت الى النور) (البقرة:۲۵۷) ولا يخلو العالم قط من العمل بعلمه ولو فى مسالة واحدة، فيشكر الله تعالىٰ الذى جعله من العلماء العاملين، ومن نفى عن نفسه الولاية والعلم مطلقا فقد قل شكره، انتهى۔

ترجمہ: اور سری سقطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بندے کا کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا اور مجھے رزق دیا۔مجھے صورت بخشی۔مجھے علم اور قرآن کریم پڑھایا اور مجھے بابرکت کہا اور یہ کہنا کہ میں اللہ تعالیٰ کا ولی ہوں۔میں علماء عاملین میں سے ہوں وغیرہ ذلک۔دونوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ہر مومن اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔

ترجمہ: اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے انہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔(البقرہ ۲۵۷)

اور عالم کبھی عمل سے خالی نہیں ہوتا جو اس کے علم میں ہو گرچہ ایک مسئلہ کے بارے میں ہو۔پس وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اسے علماء عاملین میں سے کیا۔اور جو اپنے آپ سے ولایت اور علم کی مطلقاً نفی کرتا ہے تو اس کا شکر قلیل ہے۔انتہی۔

(المنن الکبری،تقدیم،ص،۴۹،۵۰،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی،شافعی،قدس سرہ،متوفی،۹۷۳ھ،لکھتے ہیں:

وحكى لي شيخ الإسلام المحدث الشيخ أمين الدين إمام جامع الغمري بمصر عن شيخ الإسلام صالح البلقيني أن والده الشيخ،سراج الدين مر يوما بباب اللوق فوجد هناك زحمة. فقال ما هذه الزحمة ؟ فقالوا له : شخص من أولياء الله يبيع الحشيش فقال لو خرج الدجال حينئذ في مصر لاعتقدوه من شدة جهلهم . كيف يكون شخص حشاش من أولياء الله ؟ إنما هو من الحرافيش ثم ولى فسلب الشيخ جميع ما معه حتى الفاتحة فتنكرت عليه أحواله وصارت الفتاوى تأتي إليه فلا يعرف شيئا ونسي ما قاله في حق الحشاش۔

ترجمہ: مجھے جامع غمری مصر کے امام شیخ الاسلام محدث امین الدین نے شیخ الاسلام صالح بلقینی علیہ الرحمہ کے حوالے سے بتایا کہ ان کے والد شیخ سراج الدین علیہ الرحمہ ایک دن باب اللوق سے گزرے اور وہاں بھیڑ دیکھی، پوچھا کہ یہ بھیڑ کیسی؟ لوگوں نے بتایا کہ ایک شخص گھاس بیچ رہا ہے اور ولی ہے، اس نے کہا کہ اگر مصر میں دجال اس موقع پر نکل آئے تو چونکہ وہ بہت جاہل ہیں لہٰذا اس کے عقیدت مند بن جائیں گے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ گھاس بیچنے والا ولی اللہ ہو؟ مجھے تو یہ سپیرا (سانپوں والا) معلوم ہوتا ہے اور یہ کہہ کر چلا گیا، چنانچہ اس نے اس سے سورۂ فاتحہ سمیت سب کچھ چھین لیا، اس کے حالات بگڑ گئے، لوگ اس کے پاس فتوے لاتے لیکن اسے کچھ علم نہ ہوتا، وہ اس بات کو بھول گیا جو اس نے گھاس بیچنے والے کے بارے میں کہی تھی۔

(لواقح الانوار القدسیۃ فی بیان العہو والمحمدیۃ، ص،۱۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا امام ابوبکر بن ابواسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۳۸۰ھ لکھتے ہیں:

وَالوِلَايَة وِلايتان وِلَايَة تخرج من الْعَدَاوَة وَهِي لعامة المؤمنينَ فَهَذِهِ لَا توجب مَعْرفتهَا والتحقق بهَا للأعيان لَكِن من جِهَة الْعُمُوم فَيُقَال الْمُؤمن ولي الله وَلَايَة اخْتِصَاص واصطفاء واصطناع وَهَذِه توجب مَعْرفتهَا والتحقق بهَا وَيكون صَاحبهَا مَحْفُوظًا عَن النّظر إِلَى نَفسه فَلَا يدْخلهُ عجب وَيكون مسلوبا من الْخلق بِمَعْنى النّظر إِلَيْهِم بحظ فَلَا يفتنونه وَيكون مَحْفُوظًا عَن آفَات البشرية وَإِن كَانَ طبع البشرية قَائِما مَعَه بَاقِيا فِيهِ فَلَا يستحلي حظا من حظوظ النَّفس استحلاء يفتنه فِي دينه واستحلاء الطَّبْع قَائِم فِيهِ وَهَذِه هِيَ خُصُوص الْوِلَايَة من الله للْعَبد وَمن كَانَ بِهَذِهِ الصّفة لم يكن لِلْعَدو إِلَيْهِ طَرِيق بِمَعْنى الإغواء لقَوْله جلّ وَعز (إِن عبادي لَيْسَ لَك عَلَيْهِم سُلْطَان)، (الحجر، ۴۲)۔

ترجمہ: ولایت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ولایت وہ ہے جو بندے کو عداوت سے نکال کر دوستی کی طرف لے آتی ہے اور یہ ولایت عام مسلمانوں کی ولایت ہے اور اس قسم کی ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ یہ ہر فرد کے لیے متحقق ہو البتہ عموم کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مومن اللہ کا ولی ہے۔ اور دوسری قسم ولایت خاص ہے۔ یہ ولایت انتخاب اور برگزیدگی کی ولایت ہے۔ اس قسم کی ولایت کا علم اور تحقق ضروری ہے۔ اس قسم کے صاحب ولایت کو اپنے نفس کی طرف دیکھنے سے بچالیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس میں غرور پیدا نہیں ہوتا۔

اور اسے مخلوق سے سلب کرلیا جاتا ہے۔ اس معنی میں کہ یہ کسی خواہش یا آرزو کی غرض سے مخلوق کی طرف نگاہ نہیں کرتا۔ لہٰذا اس میں ریا پیدا ہی نہیں ہوتا اور اسے بشری آفات سے بھی بچالیا جاتا ہے اگرچہ انسانی طبیعت اس میں اسی طرح موجود اور باقی رہتی ہے۔ چنانچہ اسے حظوظِ نفس میں سے کوئی حظ بھی اس قدر اچھا نہیں لگتا کہ وہ اس کے لیے اس کے دین میں ابتلا کا سبب بن سکے حالانکہ وہ طبیعت جو انھیں اچھا سمجھتی ہے، اس میں اسی طرح موجود ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا امور اللہ کی طرف سے ولایتِ خاصہ میں سے ہیں اور جس شخص کا یہ حال ہو، دشمن (شیطان) کو اس تک راستہ نہیں مل سکتا یعنی اسے بہکا نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَان

ترجمہ: تجھے میرے بندوں پر غلبہ حاصل نہ ہوگا۔ (سورۃ الحجر، ۴۲)

(التعرف لمذہب التصوف، الباب السادس والعشرون، ص، ۸۲، ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

(اللہ ولی الذین اٰمنو) و این زمان۔ بعنایۃ اللہ سبحانہ۔ سالک، مستعد آن گست کہ قدم در طریقت نہد و روبہ ولایت خاصہ آرد۔

اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ (سورۃ البقرہ: ۲۵۷)

اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی سے سالک اس امر کی استعداد پیدا کر لیتا ہے۔ کہ طریقت میں قدم رکھے اور ولایت خاصہ کی طرف رخ کرے

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۵۰، ج، ۲، ص ۱۶۹ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت سید مقبول یزدانی شاہ اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ نے لکھا:

برادر عزیز الوجود شیخ عبدالعزیز دعائے ولایت آراو ثنائے قربت افزا درویش اشرف کی جانب سے قبول فرمائیں اور اے برادر عرف صوفیہ میں احوالِ ولایت و اقوالِ سرایت ''قربت'' سے عبارت ہے۔ کہ ولایت سے ولی مشتق ہے۔ کہ جس کا معنی قرب ہے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱ ولایت عامہ

۲۔ ولایت خاصہ

۱۔ ولایت عامہ: یہ ولایت تمام مومنین کے مابین مشترک ہے۔

اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوا یُخْرِجُھُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَی النُّوْرِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان کے سبب کہ اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔ انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ (سورۃ بقرہ ۲۵۷)

۲۔ ولایت خاصہ: یہ ولایت اصحاب وصول کے ساتھ مخصوص و ارباب حصول کے ساتھ منصوص ہے۔

وہی عبارۃ عن النفاء العبد فی الحق وبقایہ بہ۔

ترجمہ: اور یہ بندوں کی طرف سے حق میں فنا و بقا سے عبارت ہے۔

قطعہ

پاد شاهان سریر دوستی		کان بودنزدیکی دور از هوای
بردوگونه اند خامه و عامه بهم		هریکی از همد گر باشد جدای
ایں یکے در مومناں عام شد		وآں دگر خاصه آمده دراولیاء

ترجمہ: دوستی کے تخت کے بادشاہان ہوا سے دور نزدیک کی طرح ہیں۔

اس کی دو قسمیں ہیں۔ خاصہ اور عامہ۔ ہر ایک دوسرے سے جدا ہے۔

ایک مومنوں میں عام ہے۔ اور دگر اولیاء میں خاص ہے۔

فالولی ہوالفانی فیہ والباقی بہ۔ پس ولی وہ ہے جوحق میں فانی ہو۔ اوراس کے ساتھ باقی ہو۔

قطعه

ولی آنکس آمد در اصحاب دین		که فانی بود در قیود هوائی
چو فانی شود در صفات خدائی		بیابد باوصاف ایزد بقای

ترجمہ: اصحاب دین کی اصطلاح میں ولی وہ ہے۔ جو قیود ہوائی میں فانی ہوجائے۔

جب وہ خدا کی صفات میں فانی ہوجائے گا تو اللہ تعالیٰ کے اوصاف کے سبب سے بقا حاصل کریگا۔

(مکتوبات اشرفی/ پہلا ایڈیشن،ص:۲۰۰)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

اعلم ان الولاية على قسمين عامة وهى مشتركة بين جميع المؤمنين كما قال الله تعالى اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يخرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وخاصة وهى مختصة بالواصلين الى الله من اهل السلوك والولاية عبارة عن فناء العبد فى الحق والبقاء به ولا يشترط فى الولاية الكرامات الكونية فانها توجد فى غير الملة الاسلامية لكن يشترط فيها الكرامات القلبية كالعلوم الالهية والمعارف الربانية فهاتان الكرامتان قد تجتمعان كما اجتمعتا فى الشيخ عبد القادر الكيلاني والشيخ ابى مدين المغربي قدس الله سرهما فانه لم يأت من اهل الشرق مثل عبد القادر فى الخوارق ومن اهل الغرب مثل ابى مدين مع مالهما من العلوم والمعارف الكلية وقد تفترقان فتوجد الثانية دون الاولى كما فى اكثر الكمل من اهل الفناء. واما الكرامات الكونية كالمشى على الماء والطيران فى الهواء وقطع المسافة البعيدة فى المدة القليلة وغيرها فقد صدرت من الرهابنة والمتفلسفة الذين استدرجهم الحق بالخذلان من حيث لا يعلمون كما سبق فى سورة البقرة عند قوله تعالى ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالحِجارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً الآية. والنبوة والرسالة كالسلطنة اختصاص الهى لا مدخل لكسب العبد فيها. واما الولاية كالوزارة فلكسب العبد مدخل فيها فكما يمكن الوزارة بالكسب كذلك يمكن الولاية بالكسب وفى الحقيقة كل منهما اختصاص عطائى غير كسبى حاصل للعين الثابتة من الفيض الأقدس وظهوره بالتدريج بحصول شرائطه وأسبابه يوهم المحجوب فيظن انه كسبى بالتعمل فاول الولاية انتهاء السفر الاول الذي هو السفر من الخلق الى الحق بازالة التعشق عن المظاهر والأغيار والخلاص من القيود والأستار والعبور على المنازل والمقامات والحصول على المراتب والدرجات وبمجرد حصول العلم اليقيني للشخص لا يلحق باهل المقام لانه انما يتجلى الحق لمن انمحى رسمه وزال عنه اسمه ولما كانت المراتب متميزة قسم ارباب هذه الطريقة المقامات الكلية الى علم اليقين وعين اليقين وحق اليقين فعلم اليقين متصور الأمر على ما هو عليه وعين اليقين بشهوده كما هو وحق اليقين بالفناء فى الحق والبقاء به علما وشهودا وحالا لا علما فقط ولا نهاية لكمال الولاية فمراتب الأولياء غير متناهية والطريق التوحيد وتزكية

النفس،عن الأخلاق الذميمة وتطهيرها من الأغراض الدنيئة فمن جاهد فى طريق الحق فقد سعى فى الحلق نفسه بزمرة الأولياء ومن اتبع الهوى فقد اجتهد فى الالتحاق بفرقة الأعداء والسلوك الارادة لاجل الفناء فان المريد من يفنى إرادته فى ارادة الشيخ فمن عمل برأيه امرا فهو ليس بمريد:

وفى المثنوى

مكسل از پيغمبر ايام خويش		تكيه كم كن بر فن وبر كام خويش
كرچه شيرى چون روى ره بيدليل		همچوروبه ودر ضلالى وذليل
هين مپر الا كه با پرهاى شيخ		تا به بينى عون ولشكرهاى شيخ

وينبغى للمؤمن ان يجتهد فى تحصيل سير اولياء الله واقل الأمر أن لا يقصر فى حبهم فان المرء مع من أحب ان يحشر معه فلا بد من الجهة الجامعة من وجه خاص۔

ترجمہ: ولایت کی دو اقسام ہیں:

(۱) ولایتِ عامہ

یہ بحمدہ تعالیٰ ہر مسلم کلمہ گو کو نصیب ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے انہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔(سورۃ البقرۃ:۲۵۷)

(۲) ولایت خاصہ

یہ اہل سلوک میں سے واصلین باللہ کو نصیب ہوتی ہے۔

ولایت بمعنیٰ بندے کا فنا فی اللہ و بقا باللہ ہونا۔

ولایت میں کرامات کونیہ کا صدور ضروری نہیں اس لیے کہ ایسی کرامات تو ملت اسلامیہ کے مخالفین میں بھی پائی جاتی ہیں البتہ کرامات قلبیہ کا ہونا ولایت میں شرط ہے۔کرامات قلبیہ علوم الٰہیہ و معارف ربانیہ کو کہا جاتا ہے۔کبھی یہ دونوں ایک انسان میں مجتمع ہوسکتی ہیں جیسے محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ان ہر دو قسم کی کرامات کے جامع تھے۔اسی طرح شیخ ابومدین مغربی قدس سرہ بھی جامع الکرامات الکونیہ والقلبیہ تھے۔جیسے مشرق میں شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہر قسم کے کرامات میں لاثانی تھے،اسی طرح مغرب میں شیخ ابوعلی مدین مغربی قدس سرہ کرامات میں بے نظیر تھے۔کبھی ان دونوں کرامات میں سے صرف ایک قسم کے ولی ہوتے ہیں،بعض میں صرف کرامات قلبیہ ہوتی ہیں اکثر کاملین اہل فنا (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اپنی کرامات قلبیہ کے حامل ہوتے

ہیں۔کرامات کونیہ جیسے پانی پر چلنا،ہوا میں اڑنا لمبی مسافتیں تھوڑے سے عرصہ میں طے کر لینا۔کا صدور،جیسے اہل اسلام سے صادر ہوتی ہیں ایسے ہی یہودیوں نصرانیوں کے راہبوں اور فلسفیوں سے بھی ظاہر ہوتی ہیں،بے دینوں سے ایسی کرامات کا صدور بطور استدراج ہوتا ہے۔

سورۃ بقرۃ کی آیت:"ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً"(سورۃ البقرۃ:۷۴)میں ہم نے اس مسئلہ کو تفصیل سے عرض کر دیا ہے۔

نبوت اور رسالت دراصل ایک باطنی بادشاہی ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جسے بخشتا اسی کی ساتھ مخصوص ہوتی ہیں اس میں بندے کے کسب کو کسی قسم کا دخل نہیں۔ولایت بمنزلہ وزارات کے ہے اسے کسب سے حاصل کیا جاسکتا ہے اس کے حصول میں بندے کو دخل ہے جیسے وزارات کو بندہ اپنی حسن کارکردگی سے حاصل کرسکتا ہے ایسے ہی ولایت کو بھی اعمال حسنہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

درحقیقت یہ بھی نبوت کی طرح عطائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیض وفضل سے نصیب ہوتی ہے لیکن چونکہ اس میں چند شرائط واسباب ہوتے ہیں ان کے استعمال سے درمیانی حجابات اٹھ جاتے ہیں۔چونکہ وہ حجابات تدریجاً ہٹتے ہیں اس سے وہم ہوتا ہے کہ شاید ولایت بھی کسبی ہے۔

ولایت کی منزل اول یہ ہے کہ مظاہر کے عشق اور اغیار کی محبت دور کرنے اور قیود واستار سے چھٹکارا پانے کے بعد سالک کا سفر خلق سے شروع ہو کر حق کی طرف ختم ہوا اس طرح کی مقامات ومنازل طے کرتا ہوا بہت بڑے مراتب ودرجات کو پہنچے صرف علم یقینی کے حصول سے سالک اہل مقام کو نہیں پالیتا جب تک کہ وہ راہ ورسم اور نام ونمود کو مٹا نہ ڈالے اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ کے تجلیات اس خوش نصیب کو ہوتے ہیں جس نے ہستی موہوم کو فنا کر دیا ہو۔چونکہ مراتب ولایت مختلف ہیں اسی لئیے طریقت والوں کو تین قسموں پر منقسم کیا گیا ہے۔یعنی ان میں بعض علم الیقین،بعض عین الیقین،بعض حق الیقین کے حامل ہوتے ہیں۔امر الٰہی جیسا کہ ہے اس کے تصور کو علم الیقین،اس کے مشاہدہ کو عین الیقین اور ہر حیثیت سے فنا فی الحق اور بقا باالحق ہونے کو حق الیقین کہتے ہیں یعنی شہوداً وعلماً وحالاً ہر لحاظ سے فنا ہونے پر یہ مرتبہ نصیب ہوتا ہے۔بعض لوگ صرف علماً فانی ہونے کے بعد اس مرتبہ کے حصول کے قائل ہیں ان کا یہ خیال غلط ہے۔

چونکہ ولایت کے مراتب غیر منتہیٰ ہیں اس لیے مراتب اولیاء بھی غیر منتہیٰ ہوتے ہیں۔

توحید پر ثابت قدم ہونا نفس کو اخلاق ذمیمہ سے پاک کرنا اور اسے اغراض دنیویہ اور دینیہ سے صاف رکھنا جو طریقہ حق میں جدّ وجہد کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ کو زمرۂ اولیاء میں داخل کر رہا ہے اور جو خواہش نفسانی کی اتباع میں لگا رہتا ہے وہ سمجھے کہ وہ اپنے آپ کو دشمنان خدا میں شامل کر رہا ہے۔

اصطلاح تصوف میں سلوک فنا فی اللہ کے راہ پر چلنے کا نام ہے وہ اس لئے کہ مرید اپنے ارادوں کو اپنے پیرومرشد کے ارادوں میں فنا کر دیتا ہے۔جو مرید اپنے شیخ ،پیرومرشد کے رائے کے خلاف کرتا ہے وہ مرید نہیں مَرید(سرکش)ہے۔مثنوی شریف میں ہے:

مگسل از پیغمبر ایام خویش		تکیه کم کن بر فن و بر کام خویش
گر چه شیری چون روی راه بے دلیل		همچون روبه در ضلالی و ذلیل
مین مپر الاّ که با پرهائے شیخ		تا بینی عون و لشکر هائے شیخ

ترجمہ: اپنے وقت وزمانہ کو پیغمبر ﷺ سے نہ پھسلا،اپنے فن اور کام پر بھروسہ نہ کر،

اگر چہ تو شیر ہے(لیکن)جب تو بغیر دلیل راہ چلے گا،تو ذلت اور گمراہی میں لومڑی کی طرح ہے،

خبردار شیخ کے اڑائے بغیر نہ اڑ، تاکہ تو شیخ کے لشکر اور مدد کو دیکھ۔

مومن پر لازم ہے کہ اولیاء کی سیرتوں کو اپنائے ورنہ کم از کم ان سے عقیدت ومحبت پر التزام کرے۔ اس لئے کہ ہر مرد قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبّت وعقیدت ہوگی اس لئے اگر چہ ایک جانب سہی اسے تو جامع طریق سے حاصل کرے

(تفسیر روح البیان، سورۃ یونس، تحت الایۃ، ۶۴، ج، ۴، ص، ۶۷، ۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حسنِ ظن کی عمدہ مثال:

عارف باللہ سیدی شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی، نابلسی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۴۳ھ، لکھتے ہیں:

وقال الشيخ ابراهيم بن طريف رحمه الله تعالى يقول: ياولدى ماارى فى العالم الا ولياًلله تعالى بالنظر فانه لايخلو من يعرفنى ان يوكن حامدا لما انا عليه او ذاما فان حمدنى فاقول هذا اولى ما رآنى الا بصورته مماهو عليه والحمد لله الذى ارانى وليا من اوليائه۔ وان ذمتى اقول هذا رجل قد كشف الله له عن عينى ولا يكاشف الا ولى۔ وهذا رجل يسمنى بما ينسب الى ومذكر لى حتى لتحفظ من هذه الصفة فهكذا فليكن المريد من الناس فكيف مع شيخه؟

ترجمہ: حضرت سیدنا شیخ ابراہیم بن طریف علیہ الرحمہ مجھ (یعنی شیخ اکبر علیہ الرحمہ) سے فرمایا کرتے تھے: ''پیارے بیٹے! میں اپنی ذات پر نظر کرتے ہوئے دنیا میں ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کا ولی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ مجھے جاننے والا شخص دو حال سے خالی نہیں ہوتا یا تو وہ میرے معاملات کی تعریف کرتا ہے یا پھر مذمت۔ پس اگر وہ میری تعریف کرے تو میں کہتا ہوں: ''یہ ولی ہے کہ اس نے مجھے اپنی ہی حالت پر دیکھا جس پر یہ خود قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنے اولیاء میں سے ایک ولی کی زیارت کرائی۔'' اور اگر وہ میری مذمت کرے تو میں کہتا ہوں: ''یہ وہ شخص ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے میرا عیب ظاہر فرما دیا اور ایسا کشف وہ ولی پر ہی فرماتا ہے اور وہ شخص مجھے میری طرف منسوب بات سے ہی پکارتا ہے اور مجھے اس صفت سے بچانے کے لئے نصیحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو نصیحت ولی اللہ ہی کرتا ہے۔''

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ اعتقاد اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کے ساتھ تھا۔ لہٰذا ایک مرید کو لوگوں کے ساتھ ایسا ہی اعتقاد رکھنا چاہئے۔ پس جب عام لوگوں کا یہ معاملہ ہے تو پھر اپنے شیخ اور پیرومرشد کے ساتھ کس قدر حسنِ ظن ضروری ہوگا۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج، ۱، ص، ۴۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۱) اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں

(۲) اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی مخصوص تعداد نہیں ہوتی بلکہ سات سے لیکر الیٰ ماشاء اللہ تعالیٰ۔ خواہ چالیس ہوں، بارہ ہوں، چودہ ہوں، تیس ہوں، ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد ہوں صحابہ کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) سب کے سب اولیاء تھے اور لاکھوں کی تعداد میں تھے اسی طرح تابعین، تبع تابعین، مریدین شاہ نقشبند، مریدین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ، مریدین شیخ شہاب الدین سہروردی، مریدین خواجہ معین الدین چشتی اور دیگر مشائخِ عظام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے خلفاء اور مریدین لاکھوں کی تعداد میں تھے اور سب کے سب اولیاء کرام تھے اور اس زمانہ میں فقیر سیف الرحمان پیر

ارجی ﷺ کے مریدین اور خلفاء کرام جوکہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور ولایت سے مشرف ہیں۔ الغرض اولیاء کی عدد اکثر کیلئے حد نہیں ہے۔

(۳) اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی صفات وہی ہونگی جو حدیث نمبر بارہ (۱۲) میں مذکور ہوئیں اور ان صفات کے لوازم اور ملائمات بھی ان مبارک ہستیوں میں موجود ہونگے۔

(۴) **وھم فی الارض کلّھا** سے معلوم ہوا کہ اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) عام زمین میں مختلف مواضع پر موجود ہونگے کسی خاص جگہ کی تصریح تخصیص کیلئے مستلزم نہیں۔

اسی طرح وجود اولیاء فی کلّ زمان کے متعلق

عارف باللہ سیدی شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی، نابلسی، حنفی، نقشبندی، متوفی ۱۱۴۳ھ، لکھتے ہیں:

والصوفية من حيث هم موجودون فيما يعلمهم الله تعالى الى يوم القيامة۔

ترجمہ: صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) اللہ تعالیٰ کے علم کے موافق قیامت کے دن تک موجود رہیں گے۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج۲، ص۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی ﷺ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

ع

چون بهر دورے ولی قائم است		تا قیامت آزمائش دائم است

ترجمہ: جب تک ہر زمانے میں ایک ولی موجود رہے گا اس وقت تک (دشمنوں اور مخالفوں سے) جھگڑا ہوتا رہے گا۔ (لب لباب مثنوی شریف ص ۱۳۱)

ولایت بھی دو قسم پر ہے، عام اور خاص:

حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری ﷺ، متوفی ۱۳۲۴ھ، لکھتے ہیں:

ولایت عامہ (کہ ہر مسلمان کو حاصل ہے) اس آیہ کریمہ سے مستنبط اور ماخوذ ہے کہ **اللہ ولی الذین آمنوا (الآیۃ)** یعنی ہر صاحب ایمان بایں معنی ولی اللہ ہے اور ولایت خاصہ سے مراد ہے فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو جانا یعنی بندے سے جملہ موجودات کا شعور اٹھ جائے اور ذات باری تعالیٰ میں مستغرق اور فانی ہو جائے یہ ولایت خاصہ ہے جو راہ سلوک پر چلنے والوں کو ان کے مجاہدوں اور باطنی ریاضتوں کے ذریعے محض بعطائے الٰہی نصیب ہوتی ہے جبکہ ولایت عامہ اسلام لاتے ہی حاصل ہو جاتی ہے جبکہ کفار کو یہ دولت کبھی میسر نہیں ہوتی۔

(سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ص، ۸۳،)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بسیادت مآبی سید محمود صدور یافته در بیان آنکه این راه که مادر صدد قطع آنیم همگی هفت گام است و در بیان آنکه مشائخ نقشبندیه ابتداء سیر از عالم امر اختیار کرده اند بخلاف مشائخ سلاسل دیگر و طریقِ این بزرگواران طریق اصحاب کرام است وَمَایُنَاسِبُ ذَالِکَ:

التفات نامۂ گرامی ورودیافت ازانجا شوق استماع سخنان این طائفه علیه مفهوم گشت لاجرم سخنی چند به تحریر آورداجابة للمسئول، و ترغیبا الی المامول مخدوما این راه که ما درصدد قطع آنیم همگی هفت گام است بَعَدَدِ هفت لطیفۂ انسانی دوقدم در عالمِ خلق اند که بقالب و نفس تعلق دارند و پنج قدم در عالمِ امر اند که بقلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ مربوط اند و درهر قدمی ازین اقدام سبعه، ده هزار حُجُب خرق مینمایند نورانیة کانت تلک الحجب اوظلمانیة ان الله سبعین الف حجاب من نورو ظلمةو بگام اول که در عالمِ امر میزنند تجلی افعال رومیدهدو بگام دوم تجلی صفات و بگام سوم شروعی در تجلیات ذاتیه می افتدثم وثم علی تفاوت درجاتها کمالاً یخفی علی اربابهاو بهر خُطوه از خُطوات سبع از خود دور می اُفتد و بحق سبحانه نزدیک حتی یتم القرب بتمام هذه الاقدام فحِ شرفوابالفناء والبقاء وبلغوا الی درجة الولاَیة الخاصةمشائخ طریقه علیه نقشبندیه قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَسرَارَهُمْ ابتدأ این سیر از عالمِ امر اختیار کرده اند و عالمِ خلق را نیز درضمن این سیر قطع مینمایند بخلاف مشائخ سلاسلِ دیگر قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَسرَارَهُم هٰذاطریقِ نقشبندیه، اَقربِ طُرق آمد لاجرم نہایت دیگران در بدایت ایشان مندرج گشت

مصرعه

قیاس کُن زِگلستانِ من بهارِ مرا

طریق این بزرگواران بعینہ طریقِ اصحابِ کرام است رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیہِمْ اَجْمَعِیْنَ چه این بزرگواران را در اول صحبت خیر البشر علیه، وعلیٰ آلِهِ الصلوٰت والتسلیمات بطریقِ اندراجِ نہایت در بدایت آن میسّر می شد که کُمّلِ اولیأ امّت را در نہایت کم است که دست دهد لهٰذا وَحْشِی قاتل حضرت حمزه علیه الرحمة که یکبار در صحبتِ خیر البشر صلی الله علیه وسلم رسیده بود از اُوَیْسِ قَرَنیٰ که خیر التابعین است افضل، آمد سئل عن عبدالله بن المبارک رضی الله تعالی عنه ایهما افضل معاویة ام عمربن عبدالعزیز فقال الغبار الذی دخل انف فرس معاویة مع رسول الله صلی الله علیهِ وآله وسلم خیر من عمربن، عبد العزیز کذامرۃپس باید اندیشید گروهی که در بدایت ایشان نہایت دیگران مندرج، گردد نہایتِ ایشان چه خواهدبود و دردرک دیگران چه طور خواهد گنجید ''وَمَایَعْلَمُ جُنُوْدَرَبِّکَ اِلَّاهُوَ''

قاصرے گر کند این طائفه را طعن وقصور		حاش لله که بر آرم بزبان این گله را
همه شیرانِ جهان بستۂ این سلسله اند		روبه از حیله چسان بگسلد این سلسله را

رزقنا الله سبحانه وایاکم محبة هذه الطائفة العزیز وجودها کاغذ هر چند مختصر افتاده است اما، معارف بلند و حقایق ارجمند دران اندراج، یافته اندعزیز خواهندداشت (والسلام)

ترجمہ: جناب سیادت مآب سید محمود علیہ الرحمہ کی طرف صادر فرمایا اس بیان میں کہ جس راہ کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں کل سات قدم ہے اور اس بیان میں کہ دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے برخلاف مشائخ نقشبندیہ نے سیر کی اِبتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور ان بزرگوں کا طریقہ (بعینہٖ) اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔

آپ کا بزرگ عنایت نامہ صادر ہوا، چونکہ اُس سے اِس بزرگ گروہ (حضراتِ نقشبندیہ) کی باتیں سننے کا شوق معلوم ہوا، اس لئے آپ کی خواہش

پورا کرنے اور مقصود کی طرف رغبت دلانے کے لئے چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

میرے مخدوم! یہ راستہ جس کے طئے کرنے کے ہم درپئے ہیں انسان کے سات لطیفوں کی تعداد کے مطابق (یعنی قلب، روح، سر،خفی، اخفی، نفسی، قالب) کل سات قدم ہے (جن میں سے) دو قدم عالمِ خلق میں ہیں جو کہ قالب یعنی بدن عنصری اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ قدم عالمِ امر میں ہیں جو کہ (لطائف) قلب، روح، سر،خفی اور اخفی کے ساتھ وابستہ ہیں، اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم میں دس ہزار پردے پھاڑنے پڑتے ہیں خواہ وہ پردے نورانی ہوں یا ظلمانی

ان للّٰہ سبعین الف حجاب من نور و ظلمة

ترجمہ: بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے نور وظلمات کے ستر ہزار پردے ہیں۔

اور پہلا قدم جو عالمِ امر میں رکھتے ہیں (اس میں) تجلیٔ افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم میں تجلیٔ صفات اور تیسرے قدم میں تجلیاتِ ذاتیہ (میں سیر) شروع ہوتی ہے علیٰ ہٰذا القیاس باقی لطائف میں ان کے درجات کے تفاوت کے لحاظ سے ترقی ہوتی جاتی ہے جیسا کہ اس راستہ کے سالکوں سے مخفی نہیں ہے، اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم پر (سالک) اپنے سے دور اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ ان قدموں کے پورا ہونے تک حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا قرب بھی پورے طور پر حاصل ہوجاتا ہے، پس اس وقت وہ فنا و بقا سے مشرّف ہوجاتے ہیں اور ولایت خاصہ کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ کرام قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَسْرَارَهُم نے دوسرے سلسلوں کے مشائخ کرام قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَسْرَارَهُم کے برخلاف اس سیر کی ابتداء عالمِ امر سے اختیار کی ہے اور عالمِ خلق کو بھی اسی سیر کے ضمن میں طئے کر لیتے ہیں اسی لئے طریقۂ نقشبندیہ سب طریقوں سے اَقرب ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں درج ہوگئی ہے۔

مصرعہ

قیاس کُن زِگلستانِ من بهارِ مرا

ترجمہ: قیاس کر میرے گلشن سے تو بہار میری

ان بزرگوں کا طریقہ بعینہٖ اصحابِ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا طریقہ ہے کیونکہ ان حضرات (اصحابِ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)) کو حضرت خیر البشر علیه وعلیٰ آله الصلوٰت والتسلیمات کی پہلی ہی صحبت میں انتہاء کے ابتداء میں درج ہونے کے طریق پر وہ کمال حاصل ہوجاتا تھا جو امت کے کامل اولیاء اللہ کو انتہا میں بھی شاذ و نادر ہی حاصل ہوتا ہے، اسی لئے حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ (حضور اکرم ﷺ کے چچا) کا قاتل وحشی رضی اللہ عنہ جو ایک ہی مرتبہ حضرت خیر البشر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا حضرت سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے جو کہ تابعین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سب سے بہتر ہیں (کئی درجہ) افضل ہے۔ حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ (یعنی ان دونوں میں سے کون افضل ہے) تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''وہ گرد و غبار جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (جہاد کے سفر میں) حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں پڑا ہے وہ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے کئی درجہ بہتر ہے'' پس سوچنا چاہیے کہ جس گروہ کی ابتداء میں دوسروں کی انتہا درج ہو تو

ان کی انتہا کہاں تک ہوگی اور دوسروں کی علم وفہم میں کس طرح سمائے گی۔

''وَمَايَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّاهُوَ

ترجمہ: بیشک تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا (سورۃ المدثر، آیت ۳۱)

قاصرے گر کند این طائفه را طعن و قصور		حاش لله که بر آرم بزبان این گله را
همه شیرانِ جهان بستهٔ این سلسله اند		روبه از حیله چسان بگسلد این سلسله را

ترجمہ: اگر کوئی ناداں کرے طعن اس گروہِ پاک پر ،حاش للہ گر زباں پر لاؤں میں اس کا گلہ

کل جہاں کے شیر وابستہ ہیں اس زنجیر سے،لومڑی توڑے گی کیونکر مکر سے یہ سلسلہ

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ مَحَبَّةَ هٰذِهِ الطَّائِفَةِ الْعَزِيْزِ وُجُوْدُهَا

ترجمہ: حق تعالیٰ ہم کو اور آپ سب کو اس عزیز الوجود گروہ کی محبت عطا فرمائے

کاغذ اگر چہ چھوٹا ہے لیکن (اس پر) اعلیٰ معارف اور بلند قدر حقائق درج ہوئے ہیں امید ہے کہ ان کو عزیز رکھیں گے، والسلام

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب ۵۸، ص ۳۱،۳۲، مکتبہ امدادیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

فائدہ:

(۱) جاننا چاہئے کہ ظلمانی پردوں سے مراد غفلت کے پردے ہیں جو کہ انسان کے دس لطائف کی کدورت سے پیدا ہوتے ہیں اور نورانی پردوں سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت وکبریائی کے پردے ہیں (قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ) واضح ہو کہ لطائفِ عشرہ کو لطائف سبعہ کی طرف راجع کرتے ہیں یعنی پانچ عالمِ امر کے اور دو عالمِ خلق کے پس ان ساتوں لطیفوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں دس ہزار حجابات ہوئے۔

(۲) یہ حدیثِ قدسی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے قول سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے، حضرت سیدنا علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت سیدنا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس کو ایک طویل حدیث میں بیان کیا ہے۔

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بدان که ولایت عبارتست از فنا وبقا وآن دو نوع است عامه وخاصه ومرادِ ما از ولایتِ عامه مطلق ولایت است واز ولایت خاصه ولایت محمدیه است علی صاحبها الصّلوٰة والسلام والتحیة وفنا در ولایت خاصه اَتَم است وبقا در وی اکمل وهر که مشرّف گشت باین نعمت عظمیٰ بدنش بلاریب بطاعت حق، سبحانهٗ وتعالیٰ منقاد گردید وصد روے از برائے اسلام حقیقی انشراح یافت ونفسِ او از امّارگی ولوامگی مخلصی یافته باطمینان رسید پس وے از مولائے خویش حق جلّ وعلا راضی گشت ومولائے وے از وی راضی شد وقلب وے مرمقلّب قلب را صحیح وسالم ماند وروحِ او کلیةً بمکاشفهٔ حضرت صفات لاهوت واصل گشت وسرِّ وے بمقام مشاهده بلوغ یافت

باملاحظه شیون و اعتبارات و اندرین مقام بتجلیات ذاتیه برقیه نیز مشرّف گردید و خفی وی بسبب کمال تنزّه و تقدّس و کبریاء مطلوب حقیقی متحیر ماند و اخفاء وی را اتصالی بے تکیُف و بیقیاس بحصول انجامید هذا۔

مصرعه

هنیئا لارباب النعیم نعیمها

و میباید دانست که ولایت خاصه محمدیه علیٰ صاحبها الصّلوٰة و السلام و التحیة ممتاز است و بائن از تمامی مراتب ولایت در هر دو طرف عروج و نزول امّا در طرف عروج پس زیرا که فنائِ اَخفی و بقأ آن مختص است باین ولایتِ خاصه و عروج در سائرِ ولایات تا بخفی است فقط باتفاوتِ درجات اینها یعنی بعضے را از اَرباب ولایات عروج صرف تا بمقام روح است و بعضے دیگر را تا بمقام خفی و این اعلیٰ مراتب ولایت عامه است و امّا در طرفِ نزول پس زیرا که اَجساد اولیائِ امتِ محمدیه را علیه و علیٰ آله الصلوٰة و السلام و التحیة نیز نصیبے است از کمالات درجات این ولایت چه آنحضرت صلی الله علیه وسلم بجسد شریف وے سیر کنانیده شد در شب معراج تا بمکانے که خواست حق تعالیٰ و عرض کرده شد بروے جنت و نار و وحی نموده شد بسوئ او آنچه وحی نموده شد و مشرّف شد آنجا برویت بصری و این نوع از معراج مخصوص است بآن سرور علیه الصلوٰة و السلام و مر اولیاء را که متابع اند وی را بکمال متابعت و سالکند زیر قدم وی نیز نصیبے است ازین مرتبه مخصوصه

ع

وللارض من کاس الکرام نصیب

غایة مافی الباب اینست که وقوع این رویت در دنیا مخصوص است بآن سرور علیه الصلوٰة و السلام و حالتیکه حاصل است مر اولیاء را که زیر قدم وے اند رویت نیست و فرق میانِ رویت و آن حالت در رنگِ فرق است میان اصل و فرع و شخص و ظل و نیست هیچ یکے ازین هر دو عین دیگر۔

ترجمہ: معلوم ہونا چاہئے کہ ولایت فنا اور بقا کا نام ہے۔ اور یہ ولایت عام ہوگی یا خاص۔ اور عامہ سے ہماری مراد مطلق ولایت ہے۔ اور خاصہ سے ولایت محمدیہ علی صاحبها الصلوٰة و السلام و التحیه مراد ہے۔ ولایت محمدیہ ﷺ میں فنا اَتم اور بقا اکمل حاصل ہوتی ہے۔ تو جو نیک بخت اس نعمتِ عظمیٰ سے مشرف کیا گیا۔ اس کا جسم طاعت کے لئے نرم ہوگیا۔ اس کا سینہ اسلام کے لئے کھل گیا۔ اور اسکا نفس مطمئنہ ہوگیا۔ تو اس کا نفس اپنے مولا سے راضی ہوگیا۔ اور اسکا مولا اس سے راضی ہوگیا۔ اور اسکا دل رب تعالیٰ کی ذات کے لئے خالص ہوگیا۔ اور اسکی روح پورے طور پر صفات لاہوت کے مکاشفے کے لئے آزاد ہوگئی۔ اور اسکا سرّ شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کیساتھ موصوف ہوگیا۔

اور اس مقام میں تجلّیات ذاتیہ سے مشرّف ہوگیا۔ اور اس کا لطیفہ خفی رب تعالیٰ کے کمال تنزہ اور تقدّس کبریا کے سامنے دریائے حیرت میں ڈوب گیا۔ اس کا لطیفہ اخفیٰ اس ذات کیساتھ بے کیف اور بے مثال طریقہ پر اتصال پذیر ہوگیا۔

مصرعہ

هنيئا لارباب النعيم نعيمها

ترجمہ: ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں۔

اور ایک بات جو ذہن میں رکھنی چاہئے یہ ہے کہ ولایتِ خاصہ محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ عروج ونزول کے تمام طریقوں میں دوسرے تمام مراتب وولایت سے ممتاز اور الگ ہے۔ لیکن عروج میں تو اس طرح کہ لطیفہ اخفیٰ کی فنا اور لطیفہ خفی اسی ولایتِ خاصہ کیساتھ مختص میں ہے۔ باقی تمام ولایتوں کا عروج اپنے درجات کے فرق کیمطابق صرف لطیفہ خفی تک ہے۔ یعنی بعض اربابِ ولایت کا عروج مقامِ روح تک ہے۔ اور بعض کا عروج سرتک۔ اور کچھ دوسروں کا عروج لطیفہ خفی تک ہے۔ اور یہ ولایت عامہ کے درجات کی آخری حد ہے اور جانب نزول میں اس طرح کہ ولایت محمدیہ علی صحبھا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے اولیاء کے اجسامِ طاہرہ کو بھی اس ولایت کے درجات کمال سے حصہ ملتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کو شب معراج جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا جسدِ عنصری کیساتھ عروج حاصل ہوا۔ اور آپ ﷺ پر جنت ودوزخ پیش کئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے جن علوم کی وحی آپ ﷺ پر نازل کرنی تھی نازل کی۔ اور وہاں آپ ﷺ حق تعالیٰ کی رؤیت بصری سے مشرّف کئے گئے اور اس طرح کی معراج حضور پرُنور ﷺ کے لئے خاص ہے۔ اور وہ اولیاء جو حضور ﷺ کی کمال متابعت سے موصوف ہیں اور آپ ﷺ کے قدم مبارک کے نیچے چلتے ہیں انھیں بھی اسی مرتبہ مخصوصہ سے حصہ ملتا ہے۔

مصرعہ

وللارض من كاس الكرام نصيب

ترجمہ: کریم لوگوں کے پیالے میں زمین کا بھی حصہ ہے۔

اس باب میں آخری بات یہ ہے کہ دنیا میں رویت کا وقوع حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو اولیاء کرام آپ ﷺ کے قدم کے نیچے ہیں انھیں جو حالت نصیب ہوتی ہے وہ رؤیت کی حالت نہیں اور رؤیت اور اس حالت میں فرق اصل اور فرع اور شخص اور اسکے سایہ کا فرق ہے۔ رؤیت اور یہ حالت ایک دوسرے کا عین نہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ سوم، مکتوب ۱۳۵، ص ۱۳ تا ۱۵، مکتبہ امدادیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

تاج العارفین قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۴۶ھ، لکھتے ہیں:

برادران دین کے نام اللہ تعالیٰ کی حدیث قدسی کی تحقیق کے بارے میں لکھا گیا۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد برادران دین مطالعہ فرمائیں کہ حدیث قدسی میں آیا ہے: ان فی جسد بنی آدم مصنعۃ وفی المضغۃ قلب وفی القلوب فواد وفی الفواد سروفی السرخفی وفی الخفی اخفی والاخفی انا۔ تر۔ (بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اس لوتھڑے میں ایک قلب ہے، اور اس قلب میں ایک فواد ہے، اور اس فواد میں ایک سر (راز) ہے اور سر میں ایک خفی ہے اور اس خفی میں ایک اخفی ہے اور وہ (اخفی میں ہوں) چنانچہ سمجھنا اور جاننا چاہیے کہ بزرگ صوفیہ کی اصطلاح میں ان لطائف خمسہ کے علاوہ لطیفۂ نفس کو بھی شامل سلوک کیا گیا ہے اور سب سے زیادہ ضروری مطلب اس لطیفہ کو سنوارنا ہے، اس کی اہمیت کے باوجود اس حدیث قدسی میں اس کا ذکر یا تو اس کی ابتدائی کمینگی اور بخیلی کی وجہ سے نہیں آیا یا پھر تمام

لطائف کو احاطہ اور شامل کرنے کی بنا پر آخر میں ہوگا۔ یا پھر کسی اور وجہ سے ہوگا۔ الغرض ہر لطیفہ کے ظہور کے لیے جسم کے اندر مخصوص جگہ ہے، جو اپنی مخفی قابلیتوں کی نسبت سے ظہور میں آتا ہے اور اس ظہور کو ظہور ظلی کہتے ہیں۔

اور ایک ظہور مکان کے تعین کے بغیر بدن کے اندر نفس اور ذات کے ظہور سے واقع ہوتا ہے۔ اس ظہور کو ظہور اصلی جانتے ہیں اور سمجھ لینا چاہیے کہ لطیفۂ قلبی کے ظہور کا مقام صنوبری لوتھڑا ہے، جو بائیں پستان کے قریب دو انگل نیچے ہے اور یہ مرتبہ ولایت خاصہ کی ابتدا کا ہے۔ اس مقام پر ولایت خاصہ سالک کی شروع کی مشغولیت لفظ ''اللہ'' کے ذکر سے ہوتی ہے اور ذکر کی صفائی اس وقت ہوتی ہے جب یہ صنوبری لوتھڑا سوائے اللہ کے نام کے نقش کے تمام دوسرے نقوش سے پاک ہوجائے اور اس صفائی کی علامت آئینۂ خیال میں سرخ رنگ کے لطیفہ کی نمود ہے۔ اور لطیفۂ روحی کے ظہور کا مقام جس کو حدیث میں ''فواد'' کے نام سے پکارا گیا ہے دائیں پستان کے نیچے قبل ازیں ذکر کردہ فاصلہ پر ہے۔ اور لطیفۂ سری کے ظہور کا مقام سینے کے درمیان ہے اور لطیفہ خفی کے ظہور کا مقام پیشانی میں اور لطیفۂ اخفی کے ظہور کا مقام دماغ میں ہے۔

یہ تحقیق حضرت شیخ المشائخ حضرت پیر دستگیر آدم بنوری علیہ الرحمۃ کی ہے۔ اگرچہ بعض عزیز اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں لیکن یہ اختلاف کشفی ہے اور اس لطیفہ کے سالک کی ابتداء بھی اسم اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے اور لطیفۂ روح کی نمود سفید رنگ سے شروع ہوتی ہے۔ لطیفۂ سری کی نمود سبز رنگ میں، لطیفۂ نفس کی نمود زرد رنگ میں، لطیفۂ خفی کی نمود زیادہ سیاہ رنگ میں ہوتی ہے اور یہ بلند ذکر ہر ایک کو اس کی استعداد کے مطابق اپنی ایسی تجلیات سے نوازتا ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں۔ اس مقام پر سالک کی رسائی ظلی مظاہر کے ان لطائف کی مخفی صلاحیتوں کے ساتھ ہوتی ہے جن کا کوئی ظہور نہیں ہوتا۔ سوائے نوع بنوع تجلیات کے اس وصل کو وصل ظلی کہتے ہیں جب سالک کی استعداد اسے اس مرتبہ سے آتے ترقی کے لائق بنادے، تو کسی قسم کے لفظ و حروف کے تکلف کے بغیر وہ باطنی نظر سے ذات پاک کو دیکھنے والا اور اس کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔

(مجموعۃ الاسرار، مکتوب، ۴، ص، ۴۳۸، تا، ۴۴۰، حضرت شیخ عبد النبی شامی ٹرسٹ، ۱۸۶۔ شادمان، ۲، لاہور)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:

و انا الفقیر عبد الاحد عفی اللہ عنہ دریں رسالہ بعینہا نقل کردہ می شود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم علیٰ کل حال همشیرہ عزیزہ خدا پرست از لطائف انسانی پرسیدہ بودند معلوم نمانید کہ لطائف پنجگانہ انسانی کہ قلب و روح و سرّ و خفی و اخفی باشد از عالم امرند مقام آنہا فوق العرش ست کہ بلامکانیت موصوف عالم ارواح نیز آنرا گویند حق جل و علیٰ بکمال قدرت خویش آن لطائف را تعشق و تعلق ببدن انسانی وادہ از آنجا فرود آوردہ ہر یکے را بموضعے خاص از بدن کہ مناسب آن بود جادادہ است قلب را جانب چپ از سینہ بہ پستان جادادہ است۔

ترجمہ: راقم فقیر عبد الاحد عفا اللہ عنہ وہ مکتوب اس رسالہ میں بعینہٖ نقل کئے جاتے ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ علیٰ کل حال ہمشیرہ عزیزہ خدا پرست نے لطیفہ انسانی پوچھے تھے سو معلوم کریں کہ پانچ لطیفہ انسانی کہ قلب و روح و سر و خفی و اخفی ہیں عالم امر سے ہیں ان کا مقام فوق العرش ہے جسے لامکان کہتے ہیں اور عالم ارواح بھی اُسے کہتے ہیں حق جل و علیٰ کمال قدرت سے اپنے اُن لطائف کو بدن انسانی سے تعشق اور تعلق دیکر وہاں سے نیچے اوتار کر ہر ایک

خاص جگہ میں انسان کے بدن میں جو مناسب تھا جائے دی ہے قلب کو سینہ کے بائیں طرف پستان میں جائے دی ہے۔

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، ص ۶۰، عباسی کتب خانہ، جونا مارکیٹ، کراچی)

عمدۃ المفسیرین زبدۃ العارفین حضرت مولانا محمد یعقوب چرخی، علیہ الرحمۃ، متوفی ۸۳۸ھ، لکھتے ہیں:

و گفتہ اند کہ عمر دوبارہ می بایست تا بندہ یکبار تجربہ کند و بار دیگر عمل کند بآن ازین ارشاد فہم شد کہ در عبادت نافلہ نیز ھوا میرود و گفتند کہ عبادت نفل باید کہ باذن شیخ فانی فی اللہ باشد کہ وے از ھوا خلاص شدہ است و بہ ھوا رو کردہ نمی شود ھیچ انگور پختہ غورہ نمی شود ھیچ میوۂ پختہ دیگر باکورہ نشدہ است الفانی لایرد باکورہ میوۂ کہ اول برسد این فقیر از ایشان پرسیدم کہ اگر ھمچنین، شیخ یافت نشود چکنم گفتند ھر گہ کہ عبادت بکنید بعد از ان استغفار بکنید و حضرت خلیفۂ ما خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ این فقیر را فرمودند کہ بعد از ھر نماز بیست بار استغفار بگوے ھم صدبار میشود اَسۡتَغۡفِرُ اللہَ الَّذِیۡ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡہِ مائۃ مرۃ یعنی در دل منٔ پردہ پیدا میشود ھمچو رابر تنگ پس استغفار می کنم در ھر روزے صدبار

نفس خود را زن شناس از زن بتر		زانکہ آن جزو است ونفست کل تر
مشورت بانفس خود گرمے کنی		ھرچہ فرماید خلاف آن کنے
گر نماز و روزہ مےفرمایدت		نفس مکارست چیزے زایدت
مشورت بانفس خود اندر مقال		ھرچہ گوید عکس آن باشد کمال
آنچہ گوید نفس توکانجا بدست		مشنوش چون کار او ضد آمدہ است
تو خلافش کن کہ از پیغبران		ھمچنین آمد وصیت درجھان

ترجمہ: کہتے ہیں انسانی زندگی دوبارہ ہونی چاہیئے تاکہ بندہ ایک بار تجربہ کرے اور دوسری زندگی میں عمل کرے۔ نیز اس ارشاد عالی سے یہ مفہوم ہوا کہ عبادات نافلہ میں بھی ہوائے نفس کی دست درازیوں اور شب خونوں کا عمل دخل رہتا ہے۔ عارفانِ حق واصل باللہ علماء نے فرمایا ہے کہ نفلی عبادت شیخ کامل جو فانی فی اللہ ہو اس کی اجازت سے ہونی چاہیئے، کیونکہ وہ ہوائے نفس سے رہائی و چھٹکارا پاچکے ہوتے ہیں اور خواہشات نفسانی کو رد کر چکے ہوتے ہیں، کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ پختہ اور شیریں انگور کبھی کچا اور کھٹا یا تر نہیں بن سکتا اور کوئی میوہ بھی پک کر دوبارہ ابتدائی باکورہ حالت میں نہیں بدل سکتا ہے۔

الفانی لایرد اور اس فقیر نے ایسے ہی کامل باخدا مردان طریقت سے پوچھا یعنی اپنے شیخ کامل سے کہ اگر کسی کو ایسا شیخ کامل نصیب نہ ہو تو وہ کیا کرے، تو آپ نے فرمایا عبادت کرے اس کے بعد کثرت سے استغفار پڑھا کرے اور ہمارے خلیفہ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار علیہ الرحمۃ نے اس فقیر کو ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد بیس بار یہ استغفار پڑھے تو سو بار کا اجر ملے گا۔

اَسۡتَغۡفِرُ اللہَ الَّذِیۡ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡہِ

اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ گھنے بادل کی طرح میرے دل میں ایک پردہ سا پڑا جاتا ہے پس میں ہر روز سو بار استغفار کرتا ہوں۔

نفس خود را زن شناس از زن بتر		زانکه آن جزو است ونفست کل بتر
مشورت بانفس خود گرمے کنی		هرچه فرماید خلاف آن کنی
گر نماز و روزه مے فرمایدت		نفس مکارست چیزے زایدت
مشورت بانفس خود اندر مقال		هرچه گوید عکس آن باشد کمال
آنچه گوید نفس توکانجا بدست		مشنوش چون کار او ضد آمد است
تو خلافش کن که از پیغبران		همچنین آمد وصیت درجهان

ترجمہ: اپنے نفس کو ایک بدکار عورت سے بھی برا خیال کر اس لئے کہ وہ عورت تو جزوی طور پر غلط کار ہے اور تیرا نفس تو سراپا شر اور برائی ہے، اگر تو اپنے نفس سے مشورہ کرتا ہے تو پھر جو وہ کہے اس کے خلاف کر۔ اگر وہ تجھے صرف نماز اور روزہ پر کہے تو پھر بھی وہ مکار ہے اس سے زائد تجھے چاہئے کہ کچھ کرے۔ اپنے نفس سے مشورہ کرنے میں بھی خطرہ ہے پس جو بھی وہ کہے اس کی مخالفت میں ہی کمال ہے، تیرا نفس کسی چیز کو برا کہے تو اس کی مت سن! کیوں کہ نفس کا کام ہی الٹا ہوتا ہے۔ پس تو نفس کی مخالفت کر اس لئے کہ پیغمبران حق کی دنیا میں یہی وصیت ہے۔

(تفسیر یعقوب چیرخی ص، ۱۵۴، ۱۵۵، الرحیم اکیڈمی، لیاقت آباد کراچی)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

طیِ منازل وصول بآن ولایت نیز مربوط باعمالِ شریعت ست ذکرِ الٰهی جلّ شانه که عمدهٔ این راه ست از مامورات شرعیه است واجتناب از مناهیِ شرعیه نیز از ضروریاتِ این راه ست وادائے فرائض از مقربات است وطلبِ پیرِ راه بین وراه نما که وسیله تواند شد نیز مامورِ شرعی است قال الله تعالیٰ: وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

ترجمہ: ولایت خاصہ تک منازل کا طے کرنا اعمال شریعت (محمدی ﷺ) کے ساتھ وابستہ ہے۔ ذکر الٰہی جل شانہ جو اس راہ کا عمدہ طریقہ ہے۔ وہ مامورات شرعیہ سے ہے۔ اور مناہی شرعیہ سے بچنا بھی اس راہ کی ضروریات میں سے ہے اور فرائض کی ادائیگی (حق تعالیٰ کا) مقرب بناتی ہے۔ اور راہ بین وراہ نما (راستے کا جاننے والا اور راستہ دکھانے والا) پیرو مرشد کی تلاش بھی جو وسیلہ ہو سکے مامور شرعی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (اللہ تعالیٰ) تک پہنچنے کیلئے وسیلہ تلاش کرو۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب، ۵۰ مکتبہ امدادیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

ابراهیم بن شیبان که از مشائخ طبقات است (قدس الله تعالیٰ ارواحهم) میگوید که "علم الفناء والبقاءیدور علیٰ إخلاص الواحدانیة وصحة العبودیّة وما سوٰی ذٰلک فمغالیط وزندقه" والحق که راست می فرماید واین کلام از استقامتِ او خبر می دهد فنافی الله عبارت

از فنا در مرضیاتِ اوست سبحانہ وعلیٰ ھذا القیاس السیر الی اللہ والسیر فی اللہ ونحوھما۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابراہیم بن شیبان جو مشائخ طبقات (طبقہ رابعہ) میں سے ہیں (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) فرماتے ہیں۔

''فنا اور بقا کا علم اخلاص وحدانیت اور صحت عبودیت کے گرد گھومتا ہے۔ اس کے ماسوا سب مغالطے اور بے دینی کی باتیں ہیں''۔

اس بزرگ نے بالکل درست فرمایا ہے۔ ان کا یہ کلام ان کی استقامت کی خبر دیتا ہے۔ فنا فی اللہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے کاموں میں فنا ہو جائے۔ اسی طرح سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ وغیرہ کے معنی ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب، ۹۷، ص، ۹۰، مکتبہ امدادیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

تجلیاتِ ذاتیہ کا مقام:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۶۹)

ترجمہ: تو وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام سے سرفراز فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیق اور شہداء اور نیک اعمال لوگ۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

ذکر اللہ سبحانہ للذین أنعم اللہ علیہم أربعۃ أصناف علی ترتیب منازلھم فی القرب وحث کافۃ الناس أن لا یتاخروا عنھم: أول الأصناف الأنبیاء علیہم السلام الذین مبادیٔ تعیناتھم صفات اللہ تعالی وھم المستغرقون فی التجلیات الذاتیۃ الصرفۃ الدائمیۃ بلا حجاب الصفات المعبر عنھا بکمالات النبوۃ الفائزون الراسخون فی ھذا المقام بالأصالۃ المبعوثون لتکمیل الخلائق وجذبھم، الی مراتب القرب علی حسب استعداد أفراد الأمۃ وکسبھم وحسب مشیئۃ اللہ تعالی المبلّغون من اللہ تعالی أحکامہ الی الناس مایصلح دنیا ھم وآخرتھم، وثانیھم الصدیقون وھم المبالغون فی الصدق المتصفون بکمال متابعۃ الأنبیاء ظاھراً وباطناً المستغرقون فی کمالات النبوۃ والتجلیات الذاتیۃ الصرفۃ الدائمیۃ بلا حجاب بالوراثۃ والتبعیۃ، و ثالثھم الشھداء الباذلون أنفسھم فی سبیل اللہ لیفاض علیھم نوعًا من التجلیات الذاتیۃ بسبب بذلھم ذواتھم فی سبیل اللہ، ورابعھم الصالحون الذین أصلحوا أنفسھم بازالۃ الرذائل و قلوبھم بشرب بحار الحب ودوام الذکر المانع عن الاشتغال بغیر اللہ سبحانہ وأبدانھم عن المعاصی فصلحوا التجلّیات الظلال والأفعال بعد حصول الفناء والبقاء علی الکمال وتحصلوا ابرخاً من التجلیات الذاتیۃ ان شاء اللہ تعالی ولو من وراء حجب الصفات، وھم الذین سمعوا ابلسان القوم بالأولیاء۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انعام یافتہ لوگوں کی چار قسمیں بیان کی ہیں اور قرب کے لحاظ سے اُن کی ترتیب قائم کی ہے اور سب لوگوں کو (در پردہ) ترغیب دی ہے کہ (مؤخر الذکر تینوں گروہوں میں سے کسی گروہ میں شامل ہو جائیں

(۱) انبیاء۔

ان کا مبدأ تعین (وتشخص) اللہ کی صفات قدسیہ ہیں بغیر حجاب صفات کے یہ دوامی انوار ذاتیہ میں غرق ہوتے ہیں۔ تجلیات ذاتیہ کا ہی دوسرا نام کمالات نبوت ہے بغیر کسی کی وساطت کے یہ گروہ اس مقام پر فائز اور راسخ ہوتا ہے تاکہ دوسرے انسانوں کی تکمیلِ انسانیت کر کے اُن کی استعداد اور صلاحیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی منشاء ومشیت کے زیرِ اثر قربِ الٰہی کی طرف مختلف لوگوں کو کھینچ کر لے آئیں یہی گروہ اللہ کے احکام بندوں تک پہنچاتا ہے تاکہ بندوں کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں

(۲) صدیقین۔ یہ لوگ انبیاء کے کامل پیرو اور ظاہر باطن ہر طرح سے اتباع انبیاء کرنے والے بڑے سچے، کمالات نبوت یعنی تجلیات ذاتیہ میں ڈوبے ہوئے اور بوراثت انبیاء بغیر حجاب صفات کے محض پیغمبروں کا کامل اتباع کرنے کی وجہ سے بحر انوار قدسیہ میں غرق ہوتے ہیں۔

(۳) شہداء۔ یہ گروہ راہ خدا میں اپنی جانیں دے دیتا ہے تاکہ جانی قربانی کے عوض اس کو تجلیات ذاتیہ کا ایک مخصوص حصہ حاصل ہو جائے اور اس پر انوار ذاتیہ کی خصوصی شعاع پڑ جائے۔

(۴) صالحین۔ یعنی وہ لوگ جو تمام رزائل اور بری باتوں سے اپنے نفوس کو پاک رکھتے اور ہمیشہ یادِ خداوندی میں غرق رہ کر غیر اللہ کے ساتھ وابستگی سے پرہیز رکھتے ہیں اور گناہوں کی کثافت سے اپنے جسم کو بھی آلودہ نہیں کرتے جب فناء ذاتی اور بقاء باللہ کے کمال پر پہنچ جاتے ہیں تو تجلیات ذاتیہ کا کچھ پَرتو ان پر پڑ جاتا ہے اگرچہ تجلی ذاتی کی یہ پرتو اندازی حجاب صفات کے پیچھے سے ہوتی ہے انھی کو لوگ اولیاءِ کرام کہتے ہیں۔

(التفسیر المظہری، ج۲، ص۱۵۰، ۱۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

کسے کہ می گوید کہ وجودیہ وشہودیہ از اہل بدعت اند قولش قابل اعتبار نیست ومنشاء قولش جہل وناواقفیت است از احوالِ اولیاء واز معنی توحید وجودی وشہودی وشاعرے کہ ذم ہر دو فرقہ ساخت قابل ملامت ست۔

ترجمہ: جو کہتا ہے کہ وجودیہ اور شہودیہ اہل بدعت سے ہیں اس کا قول قابل اعتبار نہیں، اس کی وجہ اسکا احوال اولیاء معنی توحیدِ وجودی اور شہودی سے جہالت ناواقفیت ہے اور وہ شاعر جو ان دونوں طبقات پر طعن کرتا ہے قابل مذمت ہے۔

(مجموعہ فتاوٰی عبدالحی، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ۲/۵۸)

وعظ ونصیحت میں:

شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن علی بن جعفر خرقانی، قدس سرہ، متوفی، ۴۲۵ھ لکھتے ہیں:

خداوندان دل کسانی اند کہ دل نگاہ دارند وبیدلان کسانی اند کہ اندیشہ دل ایشان ہمہ یاد خداوند بود جل جلالہ، وہر چہ خوش تر از آنکہ خداوندمی بیند کہ بر دل وی جز یاد حق نباشد وہر چہ مادون اوست بر دل او نگذرد۔

ترجمہ: صاحبان دل وہ لوگ ہیں جو دل کو محفوظ رکھتے ہیں اور بدون دل (دل کے بغیر) وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کی ساری فکر خدا تعالیٰ کی یاد (میں) ہے۔ کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص جو یہ دیکھے کہ اس کے دل پر یاد حق کے علاوہ کچھ بھی نہیں اور جو چیز بھی ماسوی اللہ ہے، اس کا اس کے دل پر گزر نہیں ہوتا۔"

(نور العلوم، باب، دوم در وعظ ونصیحت، ص، ۷۷، تہران)

باب نمبر۷۳

سوال: (۱۶۷) مولانا عبد المقدس جلبی وال نے لکھا

اس زمانے میں بعض جاہل پیر اور بزعم خود مرشدین پیدا ہوئے ہیں جو لوگوں کو ذکر واذکار کرنے کی ترغیب دیتے ہیں جس کے لئے وہ خود ساختہ طریقے بناتے ہیں اور بعض سادہ لوح قسم کے لوگ اور خالی الذہن انکے مرید بن جاتے ہیں اور پھر یہ جاہل اور جہلاء کا ٹولہ ملکر خوب زور وشور سے ذکر کرتے ہیں۔

(تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص،۱)

سوال: (۱۶۸) مزید لکھا ہے:

ہر وہ عبادت، عبادت ہے جس کا طریقہ عمل رسول اللہ ﷺ کا بتلایا گیا ہو یا آپ ﷺ کے خلفاً راشدین مھدیین اور دیگر جاوید ودرخشندہ ستاروں صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے طریقہ عمل کے مطابق ہو ورنہ ہر عبادت وہ عبادت ہی نہیں جو خلاف سنت ہو (تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص،۲)

الجواب:

مشائخ کے اعمال محتاج سند نہیں

(اعمالِ مشائخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف وایجادِ مشائخ کو ہمیشہ گنجائش) بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمالِ مشائخ سے ایک عمل سمجھئے کہ بغرض روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوتِ حدیث کی کیا ضرورت، صیغہ اعمال میں تصرف واستخراجِ مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعثِ نفع بندگانِ خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا کتبِ ائمہ وعلما ومشائخ واساتذہ شاہ ولی اللہ وشاہ عبد العزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا باتوں سے مالا مال ہیں اُنہیں کیوں نہیں بدعت وممنوع کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں:

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہا سے قرابادین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن وچشم را بآں نورد وختن "دیانور" رامکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدھد واحادیث نفس می نشاند اھ ملخصا۔

ترجمہ: اعمالِ تصریفیہ میں نئی نئی ایجاد کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھولنا ایسا ہی ہے جیسے اطباء قرابادین سے نسخوں کا استخراج کر لیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اول صبح صادق سے سفیدی تک صبح کے مقابل بیٹھنا اور آنکھ کو اس کے نور وا جالے کی طرف لگانا اور یا نور کا لفظ بلد بار بار ایک ہزار تک پڑھنا کیفیت ملکیہ کو قوت دیتا ہے اور وسواس سے نجات دلاتا ہے۔ اھ ملخصاً۔

اس ہوامع شاہ ولی اللہ میں ہے: چند نوع کرامت ازھیچ ولی الآ ماشاء اللہ منفک نمی شوداز انجملہ فراست صادقہ و کشف واشراف برخواطر واز انجملہ ظہور تاثیر در دعاورقے واعمال تصریفیہ او تاعالم بفیض نفس او منتفع شود۔ ھ ملتقطا۔

ترجمہ: چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے الّا ماشاء اللہ جدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراستِ صادقہ، کشفِ احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اوران میں سے دُعا وتعویذ، دَم اور اعمالِ تصرفیہ میں برکت ہے یہاں تک کہ سارا جہاں ان کے اس فیض سے مستفید ہوتا ہے اھ ملتقطا۔

عہ ۲: ہامعہ خامسہ تحت قول شیخ ﷺ وہب لنا من لدنک ریحاطیۃ الخ

(فتاوی رضویہ، ج۵، ص۵۷۱، ۵۷۲، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

شاہ ولی اللہ القول الجمیل گویند

شاہ ولی اللہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں:

(۲) مولوی خرمعلی در ترجمہ این عبارت گفت۔

صحبتنا و تعلمنا آداب الطریقۃ متصلہ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان لم یثبت تعین الآداب والاتلک الاشغال۔

(۲) مولوی خرمعلی شاہ صاحب کی مذکورہ بالا عربی عبارت کا ترجمہ یہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: "ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ ﷺ تک، اگرچہ تعین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں" اھ ملخصاً

(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، فصل ۱۱، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳)

(۳) ھم در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید۔

(۳) یہی صاحب القول الجمیل کے ترجمہ شفاء العلیل میں لکھتے ہیں:

"حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے۔ الخ" (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، فصل ۱۱، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۷)

(۴) ھمدران از شاہ عبدالعزیز صاحب آرد۔

(۴) اسی میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتے ہیں:

"مولانا حاشیے میں فرماتے ہیں اور اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات اور ہیات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسب مخفیہ کے سبب سے۔" الخ

(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، فصل ۱۱، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۱)

(۵) باز خود می گوید۔

(۵) پھر خود لکھا ہے:

"یعنی ایسے امور کو مخالفِ شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔" (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، فصل ۱۱، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۱)

(فتاوی رضویہ، ج۹، ص ۵۸۳، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

باب نمبر ۷۴

ختم خواجگان پر اعتراضات:

سوال: (۱۶۹) مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا

یہ طریقہ (ختم خواجگان) بدعت ہے قرآن وسنت میں اسکا کوئی ثبوت نہیں اور نہ خلفاء راشدین سے اسکا ثبوت ملتا ہے کہ کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''ختم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پڑھی ہو یا کبھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ختم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑھی ہو یا کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفاء ثلاثہ پڑھی ہو یا کسی تابعی یا تبع تابعین میں سے کسی نے یہ فعل کیا ہو کہ خلفاء راشدین کی ختم کی ہو۔

(تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص، ۱۸۱)

سوال: (۱۷۰) مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا

جب یہ عمل ختم خواجگان خیر القرون مشہود لھا بالخیر میں نہیں تھا تو یہ محدثات الامور میں سے ہے اور ہر محدث بدعت ہے۔ اور ہر بدعت ضلالت وگمراہی ہے

(تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص، ۱۸۲)

سوال: (۱۷۱) مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا

خلاصہ یہ ہے کہ ختم خواجگان دو وجود سے بدعت اول خود یہ طریقہ غیر ثابت ہے دوسری وجہ تکرار سورۃ جس طرح کی اس میں ہے بدعت ہے جس سے اجتناب نہایت ضروری ہے۔

(تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص، ۱۸۷)

الجواب:

ختم خواجگان کے اعتراضات کا جواب:

ختم خواجگان جو کہ حاجات کے لیے تریاق اور توبہ کے لیے مجرب ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پھر سو مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ۷۹ مرتبہ سورۂ الم نشرح، ایک سو ایک مرتبہ سورۂ اخلاص، ام الکتاب کی سات مرتبہ قرأت ہر سورۃ کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم، سو مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھیں۔

اس کا ثواب حضرات خواجگان سے منسوب کیا جائے

اس رسالہ (لطائف المدینہ) کی تالیف سے شوال ۱۰۶۸ھ کو فراغت ہوئی۔ (لطائف المدینہ، ص، ۷۱ تا ۸۲)

ذکر طریق کیفیت ختم حضرات خواجگان رحمہم اللہ

حضرت علامہ نعیم اللہ بہرائچی، نقشبندی، مظہری، متوفی، ۱۲۸۴ھ لکھتے ہیں:

کسی نیت ومقصد سے ختم پڑھیں گے تو چاہیے کہ اول ہاتھ اٹھا کر سورۂ فاتحہ ایک بار پڑھیں اس کے بعد سورۂ فاتحہ، بسم اللہ کے ساتھ سات بار اس کے بعد درود شریف سو بار، اس کے بعد سورۂ الم نشرح، بسم اللہ کے ساتھ اناسی بار، اس کے بعد سورۂ اخلاص بسم اللہ کے ساتھ ایک ہزار بار، ہر سوۂ فاتحہ بسم اللہ کے ساتھ سات بار، اس کے بعد درود شریف سو بار، اس کے بعد فاتحہ پڑھ کر چاہیے کہ اس ختم کا ثواب ان بزرگ حضرات کی ارواح کو جن سے یہ ختم منسوب ہے کو پہنچائیں اس واسطے کہ ان بزرگوں کے نام کے تعین (مقرر کرنے) میں اختلاف ہے اس کے بعد ان بزرگوں کے وسیلہ سے خداوند تعالیٰ سے اپنے مطالب کے حاصل ہونے کی دعا کریں اور مقصد پورا ہونے تک ختم جاری رکھنا چاہیے۔ وانہ میسر لکل عسر (بے شک وہ ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے) ایک شخص تنہا پڑھے یا زیادہ جس قدر موجود ہوں تقسیم کا لحاظ کر کے لیکن وتر (طاق عدد) کا لحاظ رکھنا بہتر ہے اس لیے کہ اللہ وتر ویحب الوتر واللہ ناصر و معین" (اللہ تعالیٰ یکتا اکیلا ہے اور طاق عدد کو پسند کرتا ہے اور اللہ ناصر و مددگار ہے) خانقاہ عالی جاہ کا معمول ختم میں یہ تھا کہ فاتحہ کے بعد آخر دعا بلند آواز سے پڑھتے تھے تا کہ ان کلمات کا جو حلقہ میں پڑھے تھے کا ثواب حضرات علیہ طریقہ نقشبندیہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی ارواح پاک کو پہنچائیں اور حق سبحانہ وتعالیٰ سے امداد واعانت، ان کے واسطے طلب کرتے ہیں کہ ظاہری و باطنی فتوحات کے دروازے حضرت میرزا صاحب اور ان کے تمام یاروں کے لیے کھول دے۔ حضور سیدی امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے ختم میں بھی اسی طرح دعا کا معمول تھا۔

ذکر طریق کیفیت:

ختم حضور سیدی امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ

یہ ختم شریف تمام مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے اور دینی و دنیوی مشکلات کے حل کے لیے مجرب (آزمایا ہوا) ہے۔ اور درود شریف، سو بار اس کے بعد کل لا حول ولا قوۃ الا باللہ (گناہ سے بچنا اور طاعت کی قوت نہیں ہے مگر خدا تعالیٰ کی مدد سے) بغیر زیادتی یعنی العلی العظیم پانچ سو دفعہ اسکے بعد پھر سو بار درود شریف یہ ختم ہمیشہ پڑھنا چاہیے جب تک مطلب حاصل ہو اور مشکل حل ہو جائے۔ مزید بعض حضرات اکابر نے لکھا ہے کہ ترقیاں حاصل کرنے اور دینی و دنیوی درجات کی زیادتی کے لیے اسمائے حسنیٰ (باری تعالیٰ) میں سے چند نام جو کہ مقصد کے مناسب ہوں کو بھی ہمیشہ پڑھنا چاہیے ہر روز سو بار یا فتاح (سب کاموں کا کھولنے والا) سو بار یا وہاب (بہت دینے والا) سو بار یا رزاق (بڑا روزی رساں) سو بار یا معز (عزت دینے والا) سو بار یا رافع (بلند کرنے والا) سو بار یا سلام (سلامتی والا) رات یا دن میں جس وقت میسر ہو۔ ان کو پڑھے لیکن معذوری وسستی کے وقت میں نہ پڑھے اللہ ناصر و مددگار ہے۔ دعائے حزب البحر کا ہمیشہ پڑھنا قاری کے لیے تلوار کی طرح (اثر کرنے والی) بھی ہے۔ اور ڈھال (مصیبتوں سے) بھی ہے یہ خانقاہ شمسیہ کے معمولات میں سے ہے "خدائے تعالیٰ تمام بلاؤں اور آفات سے حفاظت میں رکھے۔ او سورۂ قریش جو کہ ہر بلا کے لیے قلعہ ہے۔ بھی شر (برائی) کو دور کرنے لیے گیارہ بار یا ایک سو بار اور درود شریف اول اور آخر میں پانچ دفعہ ہر روز بعد نماز فجر پڑھے۔ (معمولات مظہریہ، ص، ۲۱۰)

ختم جمیع خواجگان نقشبندیہ (قدس اللہ اسرارہم)

دیوبندیوں کے پیر سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:

یہ ختم شریف قضائے حاجات کے لیے دوسرے سلاسل میں بھی معمول ہے طریقہ اس کا یہ ہے کہ اول ہاتھ اٹھا کر سورۂ فاتحہ شریف ایک مرتبہ پڑھ کر دعا مانگے کہ یا اللہ اس ختم خواجگان کو قبول فرمالے اور جن بزرگوں کی طرف یہ ختم منسوب ہے ان کو اس کا ثواب پہنچادے اس کے بعد سورۂ فاتحہ مبارکہ مع بسم اللہ ہفت بار۔ درود شریف ایک صد بار۔ سورۂ الم نشرح مع بسم اللہ ہفتاد ونہ بار۔ سورۂ اخلاص مع بسم اللہ یک ہزار بار۔ سورۂ فاتحہ مبارک مع بسم اللہ ہفت بار۔ درود شریف یک صد بار۔ **یاقاضی الحاجات** ۔ یک صد بار، **یا کافی المهمات** ۔ یک صد بار۔ **یادافع البلیات** ۔ یک صد بار۔ **یاشافی الامراض** ۔ یک صد بار۔ **یارافع الدرجات** ۔ یک صد بار۔ **یامجیب الدعوات** ۔ یک صد بار۔ **یاارحم الراحمین** ۔ یک صد بار ہر اسم شریف کے اول میں صرف ایک دفعہ اللّٰھم ملائے اور یاارحم الراحمین سے پہلے ایک مرتبہ برحمتک ملادے اور کہے یا اللہ اس ختم شریف کا ثواب اپنے فضل وکرم سے ان بزرگوں کو جن کی طرف یہ منسوب ہے اور ان کے پیران طریقت کو اپنے نبی کریم ﷺ تک اور ان کے خلفاء وخدام کو خصوصاً جمیع حضرت نقشبندیہ کی ارواح مبارکہ کو پہنچادے۔

بعض بزرگان سلسلۂ نقشبندیہ کے ختم شریف:

ختم حضرت سید محمد شاہ صاحب مدظلہ العالی،

درود شریف یک صد بار، رَبِّ اغفِر وَارحَم وَاَنتَ خَیرُالرّٰحِمین۔ ودرود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت مولانا کلیم اللہ شاہ صاحب مسکین پوری

درود شریف یک صد بار۔ وَمَن یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجعَل لَّہٗ مَخرَجًا وَّیَرزُقہُ مِن حَیثُ لَا یَحتَسِبُ وَمَن یَّتَوَکَّل عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسبُہٗ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمرِہٖ قَد جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیءٍ قَدرًا۔ پنجصد صد بار درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت مولانا عبدالغفور العباسی المدنی ۔

درود شریف یک صد بار۔ یالطیفاً بخلقہ یاعلیما بخلقہ یا خبیر اً بخلقہ الطف بنا یالطیف یا علیم یا خبیر ۔ پنج صد بار۔ دو درود شریف یک صد بار۔ ختم دوم درود شریف یک صد بار یالطیف۔ پنج صد بار الطف بی فی تیسیر کل عسیر، فان تیسیر کل عسیر علیک یسیر واسئلک الیسر والعافیة فی الدین والدنیا والآخرة۔ ایک بار (اگر ہر اک سو کے بعد پڑھے تو زیادہ بہتر ہے) درود شریف یکصد بار۔

ختم حضرت خواجہ محمد فضل علی شاہ ۔

ذٰلِکَ فَضلُ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الفَضلِ العَظِیمِ ۔ پنجصد بار اور اول وآخر درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت خواجہ سراج الدین صاحب علیہ الرحمۃ

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر۔ پنج صد بار اور اول وآخر درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی

سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم وبحمدہ۔ پنج صد بار اول وآخر درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

رب لاتذرنی فرداو انت خیر الوارثین۔۔ پنج صد بار اول وآخر درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت خواجہ شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

یا رحیم کل صریخ ومکروب وغیاثہ ومعاذہ یا رحیم۔ پنجصد بار اول وآخر درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت شاہ عبداللہ غلام علی مجدد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

یا اللہ یا رحمن یا رحیم یا ارحم الرحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد

۔پنجصد بار اول وآخر درود شریف یک صد بار اور ہر سینکڑے کے بعد ایک مرتبہ

اللھم ارزقنی حبك وحب من یحبك وحب عمل یبلغنی الی حبك۔ پڑھے

ختم حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

یا حی یا قیوم برحمتك استغیث۔ پنجصد بار اول وآخر درود شریف یکصد بار اور ہر سینکڑے کے بعد ایک مرتبہ اصلح لی شأنی کله ولا تکلنی الی نفسی طرفة عینی۔ پڑھے

ختم حضرت خواجہ محمد معصوم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

لاالہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین۔ پنجصد بار اول وآخر درود شریف یک صد بار اور ہر سینکڑے کے بعد ایک مرتبہ فاستجبنا له ونجیناہ من الغم وکذالك ننجی المؤمنین۔ پڑھے۔

ختم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پنجصد بار اول وآخر درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

یا باقی انت الباقی۔ پنجصد بار اول وآخر درود شریف یک صد بار اور ہر سینکڑے کے بعد ایک مرتبہ کل من علیها فان و یبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام۔ پڑھے۔

ختم حضرت خواجہ شاہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

یا خفی اللطف ادرکنی بلطفك الخفی۔ پنجصد بار اول وآخر درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ پنجصد بار اول وآخر درود شریف یک صد بار اور ہر سینکڑے کے بع

ایک مرتبہ نعم المولیٰ ونعم النصیر پڑھے۔

ختم حضرت خیر الخلق سید الاولین والآخرین سیدنا ومولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

سہ صد سیزدہ بار۔ اللھم صل علی سیدنا ومولنا محمد وعلی آله واصحابه صلوۃ تنجینا بھا من جمیع الاھوال والآفات وتقضی لنا بھا جمیع الحاجات وتطھرنا بھا من جمیع السیات وترفعنا بھا عندك اعلی الدرجات وتبلغنابھا اقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیوۃ وبعد الممات انك علی کل شئ قدیر۔

نوٹ: ان میں سے ہر ختم شریف کے پڑھتے وقت اول ہاتھ اٹھا کر سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ پڑھ کر کہے کہ یہ ختم شریف فلاں بزرگ کا ہے یا اللہ اس کو قبول فرمالے اور اس کا ثواب ان بزرگ کو پہنچادے پھر ختم شریف پڑھے اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ پڑھ کر دعا مانگے کہ اس ختم کا ثواب اپنے فضل وکرم سے فلاں بزرگ کو اور ان کے پیران طریقت کو نبی کریم ﷺ تک اور ان کے خلفاء وخدام کو پہنچادے۔ اس کے بعد ان بزرگ کے وسیلے سے جو دعا چاہے مانگے۔

(ف) ان سب ختموں کے پڑھتے وقت تھوڑا سا پانی کسی ظرف میں رکھ لیا جائے اور بعد ختم کے تمام شرکاء ختم اس پر دم کریں، یہ پانی شفائے امراض کیلئے عجیب چیز ہے۔

(مقامات فضلیہ ص ۱۹۱، خانقاہ نقشبندیہ فضلیہ، مسکین پور، تحصیل جتوئی، ضلع مظفر گڑھ)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

شاہ ولی اللہ صاحب اسی انتباہ میں قضائے حاجات کے لئے ختم خواجگان چشت قدست اسرارہم کی ترکیب بتاتے اور اس کے آخر میں یوں فرماتے ہیں:

دہ مرتبہ درود بخوانندہ ختم کنند وبر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند وحاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز میخواندہ باشند ہ اِن شاء اللہ در ایام معدودہ مقصود بحصول انجامد۔

ترجمہ: دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر ختم دیں اور کچھ شیرینی پر خواجگان چشت کے نماز کی فاتحہ پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کریں، یہ عمل روزانہ کریں ان شاء اللہ چند روز میں مقصود حاصل ہو جائے گا۔

(الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، ذکر طریقہ ختم خواجگان چشت، مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی، ص ۱۰۰)

مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

دعائے حزب البحر وظیفہ صبح وشام وختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارھم ہر روز بجہت حل مشکلات باید خواند۔

ترجمہ: حزب البحر شریف کا وظیفہ صبح وشام اور روزانہ خواجگان (قدس اسرارہم) کا ختم مشکلات کے حل کے لئے پڑھیں۔

(ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں، از مجموعہ کلمات طیبات ملفوظات، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ص ۷۷)

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں: **ختم خواجھا رضی اللہ تعالیٰ عنھم وختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز بعد حلقہ صبح لازم گیرید۔**

ترجمہ: ختم خواجگان اور ختم حضرت مجدد صاحب ﷺ صبح حلقہ ذکر کے بعد ضروری کریں۔

(مکتوبات از مجموعہ کلمات طیبات ملفوظات مکتوب بست وہشتم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ص ۴۱ و ۴۲)

مکتوب آخر میں کہتے ہیں:

ختم حضرت خواجها وختم حضرت مجددرضی اللہ تعالیٰ عنهم نیزاگر یاران جمع آیند بعد ازحلقه صبح بران مواظبت نمایند که ازمعمولات مشائخ ست وفائده بسیار وبرکت بے شمار دارد۔

ترجمہ: ختم خواجگان وختم حضرت مجدد صاحب ﷺ صبح کے حلقہ ذکر کے بعد پابندی سے کریں کیونکہ یہ مشائخ کے معمولات میں سے ہے، بہت مفید اور بابرکت ہے۔

(ملفوظات، ازمجموعہ کلمات طیبات ملفوظات نصائح ووصایا، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ص ۹۲)

اور مرزا صاحب موصوف کے معمولات مسمّٰی بہ معمولات مظہری سے اس کی ترکیب یوں منقول:

اول دست برداشته سوره فاتحه یکبار بخواند۔۔۔الخ

ترجمہ: پہلے ہاتھ اٹھا کر ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھیں۔۔۔۔۔الخ

(معمولات مظہری، حاشیہ برعبارت مذکورہ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ص ۹۲)

بعدازاں ازجناب خدائے عزوجل حصول مطالب بتوسل این بزرگواران باید خواست وتاسر انجام مقصود مداومت باید نمود۔۔۔الخ

ترجمہ: اس کے بعد اللہ ﷻ سے اپنی حاجت کے حصول کے لئے ان بزرگوں کے توسل سے دعا کرنی چاہئے تاکہ انجام میں دائمی طور پر مقصد ظاہر ہو جائے۔الخ

(معمولات مظہری، ازمجموعہ کلمات طیبات، حاشیہ برعبارت مذکور، نصائح ووصایا، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۹۲)

شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی علیہ الرحمہ، (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر مرید کو کوئی دینی یا دنیوی مہم (مشکل) پیش آئے تو وضو کر کے دو رکعت نماز نفل ادا کرے۔ اس کے بعد اپنے مشائخ کا شجرہ مع ایک ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے انشاء اللہ تعالیٰ ضرورت پوری ہو جائے گی۔

(اقتباس الانوار، ص:۸۵۹)

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی، نقشبندی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں:

قدقال الشيخ العارف عبدالوهاب الشعراني فی کتابه المسمی مدارج السالکین اعلم ایها الطالب المرید وفقنا الله تعالی وایاک لمرضاته انه من لم یعلم آباءه واجداده فی الطریق فهو اعمی وربما انتسب الی غیر ابیه۔

ترجمہ: شیخ عارف عبدالوہاب شعرانی قدس سرّہ نے اپنی کتاب "مدارج السالکین" میں لکھا ہے: جان لو اے راہ حق کے طالب خدا تعالیٰ ہمیں اور آپکو اپنی رضا کے لئے وقف فرمائے جو طریقت میں اپنے مشائخ کو نہیں جانتا تو وہ اندھے کی طرح ہے بعض اوقات اپنے آپکو اپنے شیخ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص، ۱۰، ۱۱، المکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

حضرت مؤیدالدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۲ھ، لکھتے ہیں:

اگر شجره طلب کنند نامهائے مشائخ راتا حضرت مولانا نوشته بدهید تا یادگیرند مارا ازخرابی خود شرم می آید که نام مادر سلک خواجهادر آید گاهے برائے توفیق، فاتحه خوانید این جماعه که مصافحه خواهند کرو۔

ترجمہ: اگر شجرہ طلب کریں تو مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نام حضرت مولانا علیہ الرحمہ تک لکھ دیں۔ تا کہ یاد کرلیں۔ ہمیں اپنے باطن کی باعث شرم آتی ہے۔ کہ ہمارا نام بھی خواجگان کے سلسلہ میں لیا جائے۔ کبھی کبھی ہماری توفیق کے لئے دعاء فاتحہ کیا کریں۔ جولوگ مصافحہ کرنا چاہیں۔

(کلیات باقی باللہ، یعنی مجموعۂ کلام ورسائل وملفوظات ومکتوبات، رقعہ، ۸، ص، ۸۱، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ، لاہور)

حضرت شیخ المشائخ شیخ عبدالاحد علیہ الرحمہ کے مرشد کریم حضرت سیدنا قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اور شجرہ شریف کو اس طرح لکھنا چاہئے کہ پہلے اپنے نام سے شروع کرنا چاہئے اور تمام مشائخ اور رسول اللہ ﷺ سے التماس ومناجات پر ختم کرنا چاہئے بعض مشائخ ادب کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے نام گرامی سے شروع کرتے ہیں لیکن ہمارے مشائخ کا طریقہ یہی ہے کہ اپنے نام سے ابتدا کر کے توجہ اور التجاء مشائخ عظام سے کرتے ہیں اگر مرید صادق مشائخ کے ساتھ حلقہ بگوش ہو جائے تو مشائخ عظام فیضان کے چشمے کھول دیتے ہیں پس مرید کو چاہئے کہ اپنے آپ کے ساتھ کوئی چیز منسوب نہ کرے بلکہ جو کچھ حاصل ہو مشائخ کا کرم سمجھے اور اپنے آپ کو صرف آلہ کار اور بہانہ تصور کرے۔ نیز اس کام میں حصول دنیا اور عزت ومقبولیت کا خیال دل میں نہ لائے۔ تا کہ مشائخ کے سامنے رسوائی نہ ہو

واللہ الموفق للعباد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی امداد فرماتا ہے۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ ص ۲۸۱)

حضرت سیدنا حاجی امداداللہ مہاجر مکی، چشتی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۳۱۷ھ، لکھتے ہیں:

ختم خواجگان قادریہ کا طریقہ: کسی بڑی بات کے حاصل ہو جانے کے لیے پہلے دو نفل پڑھے اس کے بعد ایک سو گیارہ بار سورۂ الم نشرح بعد کلمہ تمجید ایک سو گیارہ بار اور سورۂ یٰسین ایک بار پڑھے اور اگر بڑا ختم کرنا ہے تو سورۂ الم نشرح ایک ہزار گیارہ مرتبہ پڑھے اور چھوٹے ختم کی صورت میں ایک سو اکتالیس بار لیکن ہر صورت میں اس کے بعد ایک سو گیارہ بار درود شریف پڑھے اور خدا سے اپنی مراد مانگے۔

(کلیات امدادیہ، ص ۶۵)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

سوال: ثواب ختم اگر بخواهند که بروح یکے بخشند اول باید که بروح مطهر سرور کائنات علیه افضل الصلوات والتحیات بگذرانند بعدازان بروح میت بخشند واگر چنین (این چنین) نکنند ثواب بمن قرء بنیة نمی رسدو نیز می باید که به روحِ جمیع اهلِ ایمان به بخشدوالا ثواب من قرء بنیة راقسمت می کنند آیافی الواقع همچنین است یانه، واگر فی الواقع چنین است درختم حضرات خواجها چراچنین نکنند جواب صدقه رااول بروحانیت پیغمبر صلی الله تعالیٰ علیه وعلی آله وسلم گذرانیدن ومیت راطفیلی آنسرور ساختن ازمستحسنات است وامید قبول بیشترمی شودو باجابت اقرب می افتد، نه ازارکان وواجبات صدقه است (ازارکان دواجبات صدقه نیست) که صدقه بے آن هرگز مقبول نشودو اگردریں باب نقل معتمد علیه داشته باشند باید که ظاهر سازند و گذرانیدن ثواب عمل ارواح جمیع مؤمنین و مؤمنات نیز مستحسن است که بهر کدام ثواب کامل برسد وازاجرمن قرء بنیته هیچ کم نشودو آنکه نوشته

اندالا، ثواب من قرٔ بنیة راقسمت می کنند دریں باب نقلے ظاهر نیست، وآنکه نوشته اند که درخزانة الروایة چنین است، مخدوما درخزانة الروایة که دیده شد مقدمهٔ ثانیه بنظر نیامد عجب ست از کجا نوشته اندو درختم حضرات خواجها اول نام آنسرور علیه وعلی آله الصلوة والسلام بگیر ندنیک ومستحسن می نماید لیکن،ازبزرگان باین طریق شنوده شده است همان طور کرده می شودو شریک،ناساختن پیغمبر راصلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ آله وسلم درین ختم وجه دیگر است وجیه وآن وجه ازمکتوب بست وهفتم ازمکتوب جلد ثالث حضرت ایشان ماواضح ولائح است اگر آن مکتوب رامطالعه کنند حل اکثر شبهات شودو این ختم برایے برآمدن حاجات وکشایش مشکلات ودفع بلیات دراهل این طریق معمول وماثور است۔

ترجمہ: سوال: اگرختم کا ثواب کسی شخص کی روح کو بخشنا چاہیں تو پہلے سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی روحِ مطہر کو پیش کرنا چاہئے اس کے بعد میت کی روح کو بخشیں اور اگر اس طرح نہ کریں تو جس شخص کی نیت سے پڑھا ہے اس کو ثواب نہیں پہنچتا اور نیز چاہئے کہ تمام اہلِ ایمان کی ارواح کو نہ بخشیں ورنہ جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب کو تقسیم کریں گے۔ کیا فی الواقع اسی طرح ہے یا نہیں؟ اور اگر فی الواقع اسی طرح ہے تو حضرت خواجگان کے ختم میں اس طرح کیوں نہیں کرتے؟

جواب: صدقہ کے ثواب کو اول پیغمبر خدا کی روح مبارک کو پیش کرنا اور میت کو سرکار مدینہ رحمت دو عالم ﷺ کا طفیلی بنانا مستحسن امور میں سے ہے اور قبولیت کی امید بہت زیادہ ہوجاتی ہے اور قبولیت کے زیادہ قریب ہوجاتا ہے، ایسا کرنا صدقہ کے ارکان وواجبات میں سے نہیں ہے کہ اس کے بغیر صدقہ ہرگز قبول ہی نہ ہو، اور اگر آپ اس بارے میں کوئی قابلِ اعتماد نقل رکھتے ہیں تو اس کو ظاہر کرنا چاہئے اور عمل (نیکی) کا ثواب تمام مومنین ومومنات کی ارواح کو پیش کرنا بھی مستحسن ہے کہ ہر ایک کو پورا ثواب پہنچتا ہے اور جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے ''ورنہ جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب کو تقسیم کرتے ہیں'' اس بارے میں کوئی نقل (روایت) ظاہر نہیں ہے، اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ''خزانۃ الروایۃ میں اسی طرح ہے'' میرے مخدوم! خزانۃ الروایۃ کو جب دیکھا گیا تو مقدمۂ ثانیہ نظر نہیں آیا، تعجب ہے کہ آپ نے کہاں سے لکھا ہے، اور حضرت خواجگان کے ختم میں اگر پہلے سرکار مدینہ رحمت دو عالم ﷺ کا اسم مبارک لیں تو نیک ومستحسن معلوم ہوتا ہے لیکن بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے اسی طرح سنا گیا ہے اور اسی طرح کیا جاتا ہے۔

اور پیغمبر ﷺ کو اس ختم میں شریک نہ کرنے کی ایک اور عمدہ وجہ ہے اور وہ وجہ ہمارے حضرتِ عالی (امام العارفین حضور مجدد اعظم علیہ الرحمۃ) کے مکتوباتِ شریفہ کی تیسری جلد کے ستائیسویں مکتوب سے واضح وظاہر ہے اگر آپ اس مکتوب کا مطالعہ کریں تو اکثر شبہات کا حل ہوجائے اور یہ ختم (ختم خواجگان) حاجات کے برآنے اور مشکلات کے حل ہونے اور آفات کے دُور ہونے کے لئے اس طریقہ والوں میں معمول ومنقول ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، دوم، مکتوب، ۶۳، ص، ۶۲، گارڈن ویسٹ، کراچی)

شیخ المشائخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۳۳ھ، لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ نے فرمایا لائق فرزند وہ ہے جو اپنے پیر کی زبان سے سنے تو ہوش کے کانوں سے سنے اور اس پر پہرہ دے اور اسے بجا لائے۔ پھر فرمایا کہ لائق فرزند وہ ہے کہ جو کچھ اپنے پیر کی زبان سے سنے اپنے شجرہ میں لکھ لے خود استفادہ کرے اور خلقت کو بھی اس سے محروم نہ رکھے تاکہ قیامت کو شرمسار نہ ہو۔

(انیس الارواح، مجلس، ۲۸، ص، ۵۵)

عبدالقدوس جلبی وال سے سوال کرنے کا حق کہ ان حضرات کے بارے میں کیا کہنا چاہئے؟

ان صاحبوں سے کوئی نہیں کہتا کہ یہ طریقے قرون ثلٰثہ میں کہاں منقول ہیں، ان میں کچھ ثواب یا تقرب الی اللہ کی امید ہوتی تو صحابہ ہی بجالاتے اور سید عالم ﷺ کی فاتحہ شیرینی پر دلاتے، والحمدللہ علی وضوح الحق (حق کے واضح ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔)

ثالثاً خیر صلوۃ الاسرار شریف تو ایک عمل لطیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض ودفع اعراض کے لئے پڑھتا ہے مزاج پرسی ان حضرات کی ہے جو خاص امور ثواب وتقرب رب الارباب میں جو محض اسی نیت سے کئے جاتے ہیں ہمیشہ تجدید واختراع کو جائز مانتے اور ان محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں وہ کون، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مرزا مظہر جانجاناں، شیخ مجدد الف ثانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)، مولوی اسمٰعیل دہلوی، مولوی خرم علی بلہوری وغیرہم جنہیں منکرین بدعتی وگمراہ کہیں تو کس کے ہوکر رہیں، خود شاہ ولی اللہ قول الجمیل میں اپنے اور اپنے پیران مشائخ کے آداب طریقت واشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں:

لم یثبت تعین الاداب ولاتلک الاشغال۔

ترجمہ: یہ خاص آداب واشغال نبی ﷺ سے ثابت نہ ہوئے۔

(القول الجمیل مع شفاء العلیل، گیارہویں فصل، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۱۷۳) (فتاوٰی رضویہ، ج ۷، ص ۶۲۳ تا ۶۲۵، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

اب خدا جانے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے اور انہیں خاص ان امور دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں نئی نئی باتیں جو قرآن میں حدیث میں نہ صحابہ میں نہ تابعین میں، نکالنی اور عمل میں لانی اور ان سے امید وصول الی اللہ رکھنی، کس نے جائز کی۔

مسئلہ: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سئل عن علم فکتمہ الجمہ اللہ یوم القیمۃ بالجام من نار۔ اخرجہ احمد وابوداود والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس سے کوئی علمی بات پوچھی جائے وہ اسے چھپائے اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے آگ کی لگام دے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی نے تحسین کی۔ نسائی، ابن ماجہ، حاکم نے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے صحیح روایت کیا۔

(سنن ابوداؤد، باب کراہیۃ منع العلم، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور، ۲/ ۱۵۹، جامع الترمذی، باب ماجاء فی کتمان العلم، مطبوعہ، امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی، ۲/ ۸۹ مسند احمد بن حنبل، مروی از مسند ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۲/ ۳۰۵، ۳۴۴، ۳۵۳، ۴۵۹) (فتاوٰی رضویہ، ج ۷، ص ۶۲۸، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

شجرہ خوانی سے متعدد فوائد ہیں:

شجرہ خوانی سے متعدد فوائد ہیں:

اوّل رسول اللہ ﷺ تک اپنے اتصال کی سند کا حفظ۔

دوم صالحین کا ذکر کہ موجب نزول رحمت ہے۔

سوم نام بنام اپنے آقایان نعمت کو ایصال ثواب کہ ان کی بارگاہ سے موجب نظر عنایت ہے۔

چہارم جب یہ اوقات سلامت میں ان کا نام لیوار ہے گا وہ اوقات مصیبت میں اس کے دستگیر ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تعرّف الی اللہ فی الرخاء یعرفک فی الشدۃ۔ رواہ ابو القاسم بن بشران فی امالیہ عن ابی ہریرۃ وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم بسند حسن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ترجمہ: تو خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کو پہچان وہ مصیبت میں تجھ پر نظر کرم فرمائے گا۔ اس کو ابو القاسم بن بشران نے امالی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور اسی کے غیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(کنز العمال، حدیث ۳۲۲۱ ،مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۷۹/۲)(فتاوٰی رضویہ، ج ۲۶، ص ۵۹۰، ۵۹۱، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

انداز تربیت:

آپ آدمی کو دیکھ کر جوہر آدمیت اور حوصلہ معلوم کرلیا کرتے تھے۔ عبادت اور ذکر کر کے دوسرے مشاغل کے علاوہ صبح و شام حلقہ قائم کرتے تھے۔ جس میں ایک سو کے قریب اپنے مریدوں کو بلا ناغہ توجہ دیا کرتے تھے۔ اپنے عقیدتمندوں کو مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ دعائے حزب البحر اور ختم خواجگان پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے اور زبان ہلائے بغیر ذکر قلبی کو ترجیح دیتے تھے۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۱، ص ۲۷۵، ۲۷۶)

تفصیلی فہرست

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
۱	باب نمبر ۴۶	۱
۲	بطور اعتراض، صاحبزادہ جناب یار جان صاحب نے فرمایا	۱
۳	کراچی میں بھی ایک مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے مرید (سے مراد حضرت اقدس صوفی نثار الحق سیفی) ایسے ہیں جو آج بڑے پیر بن چکے ہیں	۱
۴	الجواب:	۱
۵	علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:	۱
۶	اور کوئی شیخ اس کے سامنے خندہ پیشانی کا اظہار نہیں کرتا جس نے اپنے شیخ کا عہد توڑا ہو مگر وہ اور وہ مرید دونوں غضب کا شکار ہوتے ہیں۔	۱
۷	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:	۲
۸	اے بے تمیز اپنے پاؤں پر رسی باندھ کر (ایک ہی آستانہ پر مقیم رہ) تاکہ اے رند مشرب کہیں تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے۔	۲
۹	مجلس شوریٰ کی جانب سے جواب:	۲
۱۰	تعدد پیر کے جواز کی صورت:	۳
۱۱	حضرت علامہ شیخ بدر الدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:	۳
۱۲	باب نمبر ۴۷	۴
۱۳	پیر کو تبدیل کرنے کا عدم جواز:	۴
۱۴	سوال: (۱۱۱) مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں	۴

۱۵	دعوت اسلامی اور اسکے امیر مولانا محمد الیاس قادری کی آپ تکفیر وتضلیل کرتے ہیں	۴
۱۶	مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:	۴
۱۷	سوال اعتراض کے طور پر کیا دعوت اسلامی والے ان اوصاف سے مرصع ومرقع نہیں۔	۴
۱۸	الجواب:	۴
۱۹	دعوت اسلامی والوں کی بات بعد میں پہلے پیرا میر دعوت اسلامی کی بات کرو۔	۴
۲۰	حضرت علامہ مولانا مفتی محمد بشیر القادری صاحب لکھتے ہیں:	5
۲۱	علامہ سعید اللہ خان قادری لکھتے ہیں:	5
۲۲	الجواب:	5
۲۳	عرض: شیخ (یعنی اپنے کامل پیر) سے بظاہر کوئی ایسی بات معلوم ہو جو خلافِ سنت ہے تو اس سے پھرنا کیسا؟	5
۲۴	ارشاد: محرومی اور انتہائی گمراہی ہے۔	5
۲۵	جواب: گمراہ طریقت وہ شخص ہے جو کہ شریعت کے خلاف عمل کرے اور یا طریقت کے خلاف چلے اور پیر کی اطاعت سے باہر ہو جائے۔	5
۲۶	امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:	5
۲۷	اولیائے کرام فرماتے ہیں: لا یفلح مرید بین شیخین۔ **ترجمہ** جو مرید دو پیروں کے درمیان ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا۔	۶
۲۸	علامہ امام عبد الوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:	۸
۲۹	علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:	۱۰
۳۰	بزرگوں نے فرمایا:	۱۰
۳۱	ہد نہ توڑ کیونکہ جس نے عہد توڑا وہ ذلیل ہوا اور ہاتھ سے باہر ہوا یعنی خوار ہوا،	۱۰
۳۲	حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا:	۱۰
۳۳	شیخ عبد الحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی قدس اللہ سرہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:	۱۲
۳۴	شیخ ابو عبد اللہ محمد محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۳۸ھ، کا فیصلہ:	۱۳
۳۵	حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ، لکھتے ہیں:	۱۳
۳۶	سید محمد بن مبارک کرمانی، میر خورد، چشتی علیہ الرحمۃ، متوفی ۷۷۰ھ، لکھتے ہیں:	۱۳

۳۷	حضرت شیخ المشائخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا قول بھی اسی کا شاہد ہے۔	۱۵
۳۸	شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا اچھا کہا:	۱۵
۳۹	تیرے آستانہ کے سوا اس زمانہ میں کوئی جگہ پناہ وحصول مقصد کی نہیں۔	۱۵
۴۰	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲، ھ، لکھتے ہیں:	۱۵
۴۱	(ارے!ایک) کتے سے کم رتبہ نہ بن اگر تو اصحاب کہف کے کتے کا ہم رتبہ بن گیا ہے تو اسی دروازے کا طواف کئے جاؤ (جس نے دہانہ غار کو نہیں چھوڑا)۔	۱۵
۴۲	(کیا تم کتوں سے بھی گئے گزرے ہو۔ جو اپنے پہلے مرشد کے ساتھ وابستہ نہیں رہتے)۔	۱۵
۴۳	حضرت شیخ المشائخ خواجہ نجم الدین کبریٰ، متوفی، ۵۰۰، لکھتے ہیں:	۱۶
۴۴	حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی نقشبندی علیہ الرحمۃ "انفاس رحیمیہ" میں لکھتے ہیں:	۱۷
۴۵	واپس چلے جاؤ اور شیخ ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمۃ کو راضی کرلو:	۱۷
۴۶	سلوک میں دوسرے شیخ کے اجتماع سے روکنے کی وجہ:	۱۷
۴۷	سید شاہ اشرف سمنانی علیہ الرحمۃ نے لکھا دو پیر کے بارے میں:	۱۸
۴۸	حضرت شیخ کلیم اللہ چشتی علیہ الرحمۃ کی زیارت:	۱۸
۴۹	اپنے پیر سے بے ادبی تمام سلسلہ عالیہ کے ساتھ بے ادبی ہے:	۱۸
۵۰	اپنے پیر کو راضی کرو پھر دادا پیر بھی راضی:	۱۹
۵۱	سید محمد بن مبارک کرمانی، میر خورد، چشتی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۷۷۰، ھ، لکھتے ہیں:	۲۱
۵۲	علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:	۲۱
۵۳	مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں	۲۲
۵۴	**باب نمبر ۴۸**	۲۶
۵۵	سوال: (۱۱۳) اعتراض مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:	۲۶
۵۶	ایسے لوگ ہرگز ہرگز اہل قلب کہلانے کے مستحق نہیں بلکہ با حسد اور اہل کلب (کتے والے) ہیں اور بسبب تقلید طالب دنیا ہیں۔	۲۶
۵۷	الجواب:	۲۶

۵۸	ان کا تعلق محرکات باطنیہ سے ہے مثلاً عقل، سر، روح خفی جیسے نور روح کے پردے۔	۲۶
۵۹	شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی، متوفی ۵۶۱ھ، لکھتے ہیں:	۲۶
۶۰	نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:	۲۷
۶۱	امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:	۲۸
۶۲	عالم امر و عالم خلق:	۲۸
۶۳	سرّ و خفی و روح و قلب لطائف حضرات نقشبندیہ قدست اسرارہم سے ہیں	۲۸
۶۴	جسم کو اس طرح اسم میں چھپالو کہ ہو گیا الف بسم میں پوشیدہ:	۲۸
۶۵	پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، چشتی، سیالوی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۳۵۶ھ، لکھتے ہیں:	۲۸
۶۶	تعین قلبی، روحی، سری، خفی، اخفیٰ۔	۲۹
۶۷	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:	۲۹
۶۸	تمہاری نظر ہفت (افلاک) اور شش (جہات) سے غائب نہ ہوگی۔	۲۹
۶۹	حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:	۳۰
۷۰	شیخ عبد الحق نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:	۳۱
۷۱	**باب نمبر ۴۹**	۳۲
۷۲	سوال: (۱۱۴) پیارے اسلامی بھائیو نفل جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے لکھا	۳۲
۷۳	طریقہ کہ چار آدمی ایک کی اقتداء کریں	۳۲
۷۴	ایک کی اقتداء کرنا مکروہ نہیں اور تین کے ایک کی اقتداء کرنے میں اختلاف ہے۔	۳۲
۷۵	طحطاوی علی مراقی الفلاح میں زیر قول شارح:	۳۲
۷۶	فرض چھوڑ کر نفل بجالانا:	۳۲
۷۷	یوں ہی شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ	۳۳
۷۸	حضرت شیخ الشیوخ امام شہاب الملۃ والدین سہروردی قدس سرہ العزیز عوارف شریف کے باب الثامن والثلثین میں	۳۳
۷۹	حضور پرنور سیّد عالم ﷺ فرماتے ہیں:	۳۳

۸۰	سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:	۳۴
۸۱	جونماز ادا کرے اور زکوٰۃ نہ دے وہ مُسلمان نہیں کہ اسے اس کا عمل کام آئے۔	۳۴
۸۲	حضرت شیخ الاسلام مولانا عصام الدین ہروی رحمۃ اللہ علیہ شرح وقایہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں	۳۹
۸۳	فتاویٰ سراجیہ (مولانا مفتی سراج الدین اوشی بن عثمان بن محمد رحمۃ اللہ علیہ) میں ہے	۳۹
۸۴	فتاویٰ غیاثیہ میں (حضرت شیخ محمد بن احمد بن سہل ابوبکر شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا	۳۹
۸۵	رعبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح بخاری حنفی حلوائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے	۴۰
۸۶	امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:	۴۱
۸۷	وہ بدعت جو مسلمان کو کفر میں مبتلا کردے تو ایسا کافر بدعتی دارالاسلام میں ذمی کافر سے بدتر ہے	۴۱
۸۸	میں نے غم دل تھوڑا سا بیان کیا ہے میں ڈر گیا ہوں کہ تو دل آزردہ ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔	۴۲
۸۹	حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک نماز عشاء نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ ہے۔ (کذافی بحرالرائق)	۴۴
۹۰	دارالعلوم امجدیہ کے فتویٰ کا عکس:	۴۵
۹۱	باب نمبر ۵۰	۴۶
۹۲	تبلیغی جماعت اور دعوت اسلامی کا انتخابی نشان:	۴۶
۹۳	پیشانی پر نشان کی حقیقت:	۴۶
۹۴	سوال: (۱۱۴) مولانا محمد بشیر قادری کراچی والے لکھتے ہیں:	۴۶
۹۵	اہل اللہ کی پیشانیوں پر سجدہ کا نشان سچے مومن کی نشانی ہے۔ (ردّ ضرب النعال ص، ۱۲)	۴۶
۹۶	اس علامت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:	۴۶
۹۷	باب نمبر ۵۱	۵۱
۱۰۰	سوال: (۱۱۵) اعتراض کے طور پر مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں	۵۱
۱۰۱	''سیف الرجال'' میں کشمیری صاحب کو امام العصر اور شیخ الکبیر رحمۃ اللہ علیہ قرار دیا ہے۔	۵۱
۱۰۲	مولوی احمد علی شاہ نے اور فرضیت سلوک میں خواجہ محمد سیفی نے دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی کو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔	۵۱
۱۰۳	الجواب:	۵۱

۱۰۴	پیر محمد چشتی صاحب لکھتے ہیں:	۵۱
۱۰۵	علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:	۵۱
۱۰۶	فتویٰ پڑھو!	۵۲
۱۰۷	اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:	۵۲
۱۰۸	اہل فضل (واہل علم) کو دیکھ کر کھڑے ہوجایا کریں	۵۲
۱۰۹	اب اعلیٰ حضرت کا دوسرا فتویٰ پڑھو! بدمذہب کو عالم دین کہنے کا حکم:	۵۲
۱۱۰	فرقہ اول: بے علم نادان، ان کے عذر دو قسم کے ہیں۔	۵۷
۱۱۱	سوال: (۱۱۶) مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں:	۵۹
۱۱۲	آپ کے بڑے بڑے القاب ودعاوی آپ کی کتاب پر درج ہیں	۵۹
۱۱۳	اگر نہیں تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا صرف نام اور ان کو صرف مولوی اور دیوبندی مولوی کو علامہ اور علیہ الرحمۃ لکھنے کی کیا وجہ ہے؟	۵۹
۱۱۴	وہ القابات یہ ہیں: (۱) قیوم زمان ☆ (۲) قطب الارشاد ☆	۵۹
۱۱۵	اعلیٰ حضرت کے مرشد کے نزدیک مجدد اعظم (الشیخ احمد مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) ایک عام شخص ہے	۵۹
۱۱۶	غلام مصطفیٰ رضوی مجددی نے فتویٰ دیا:	۶۰
۱۱۷	اب اعلیٰ کے القابات دیکھیں اور انصاف کریں!	۶۰
۱۱۸	مجدد اعظم، فقیہ افخم، امام اہلسنت، سیدنا اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن (متوفی: ۱۳۴۰ھ)	۶۱
۱۱۹	القابات کے حوالہ جات دیکھئے:	۶۱
۱۲۰	**باب نمبر ۵۲**	۶۳
۱۲۱	سوال: (۱۱۸) اعتراض: مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں	۶۳
۱۲۲	آپ نے ''ہدایت السالکین'' میں شیعی امام خمینی اور پیر محمد کی تصویر شائع کی ہے۔	۶۳
۱۲۳	الجواب:	۶۳
۱۲۴	ہمارا مطلب یہ تھا فوٹو لگانے سے یہ پیر محمد چشتی سنی بریلوی ہے تو اغیار کے ساتھ کیوں بیٹھا ہے،	۶۳
۱۲۵	بدمذہبوں کے پاس بیٹھنا کیسا؟	۶۳

۱۲۶	باب نمبر ۵۳	۶۷
۱۲۷	سوال:(۱۱۹)تصویر رکھنا، بنانا، دیوار پر لگانا:	۶۷
۱۲۸	مبارک ﷺ کا فرمان: جس کسی نے میری تصویر نکالی وہ فاسق وفاجر ہے، غور کرو۔	۶۷
۱۲۹	پیر عابد حسین سیفی رضوی نے لکھا ہے:	۶۷
۱۳۰	جذبہ اتباع سنت:	۶۷
۱۳۱	اعلیٰ حضرت کا تصویر پر مکمل فتویٰ (جلد،۲۷،ص،۴۱،۴۲) پر موجود ہے۔	۶۸
۱۳۲	باب نمبر ۵۴	۷۲
۱۳۳	سوال:(۱۲۰)بطورِ اعتراض مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں:	۷۲
۱۳۴	بفضلہٖ تعالیٰ عشق رسالت اور ڈنکے کی چوٹ اظہارِ حق	۷۲
۱۳۵	الجواب: اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کے حبیب ﷺ کی غلامی ڈنکے کی چوٹ پر	۷۲
۱۳۶	’’انجمن فدایان امام احمد رضا پاکستان‘‘ لکھ کر دھوکہ دیا ہے	۷۲
۱۳۷	الجواب: مولانا ابوداؤد صادق صاحب جماعت اہلسنت میں کوئی وہابی کام کرسکتا ہے	۷۲
۱۳۸	علامہ شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی جیسے سخت تابع اعلیٰ حضرت کے پکے عاشق ہیں	۷۲
۱۳۹	کہ وہ ہمارے قلم اور قدم دونوں کو لغزش سے محفوظ فرمائیں؟	۷۲
۱۴۰	الجواب: تم نے فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں کیا لکھا ہے صرف ۵۲ صفحے باقی تمام مسلک اعلیٰ حضرت کے علماء کا نقل کردہ ہے اب ذرہ میدان میں آؤ عالمانہ سوال کرو عالمانہ جواب دیں گے عالمانہ اعتراض کروگے عالمانہ جواب دیں گے	۷۳
۱۴۱	جواب: مولانا صاحب (نبوت) نبوت لفظ کاتب کی غلطی ہے مو	۷۳
۱۴۲	باب نمبر ۵۵	۷۴
۱۴۳	سوال:(۱۲۵)اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا	۷۴
۱۴۴	بھیڑ کی شکل میں بھیڑیا۔کیا لکھتا ہے؟	۷۴
۱۴۵	بھیڑ کی شکل میں بھیڑیا پیر سیف الرحمٰن اور آپ کے مریدوں کے مذموم عقائد	۷۴
۱۴۶	انسانی لباس میں بھیڑئے بھولے بھالے سنیوں کو گمراہ کررہے ہیں	۷۴
۱۴۷	ترجمہ: اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے بلاؤ۔(سورۃ الحجرات:۱۱)	۷۴

۱۴۸	علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:	۷۵
۱۴۹	عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:	۸۰
۱۵۰	جب تم مجھے گالی دو گے تو میں کیسے سر جھکاؤں گا، والدین کو گالی دینے کے بعد صلح نہیں ہوتی۔	۸۲
۱۵۱	خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:	۸۲
۱۵۲	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:	۸۲
۱۵۳	گمراہ بددین کو شیطان کہا جاسکتا ہے اور اسے بھی جو لوگوں میں فتنہ پردازی کرے،	۸۵
۱۵۴	باب نمبر ۵۶	۸۶
۱۵۵	حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کا تقویٰ، سودی رقم:	۸۶
۱۵۶	اس نے کم و بیش تیس (۳۰) لاکھ روپے بارہ شریف میں تیار ہونے والی مسجد کیلئے بطور چندہ دینا چاہے۔	۸۶
۱۵۷	ہمارا سچا دین حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ جیسی ہستیوں کی بدولت اپنی اصلی شکل میں موجود ہے۔	۸۶
۱۵۸	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:	۸۷
۱۵۹	مثلاً ایک شخص نے دس ٹکے دو ٹکے کے حساب سے سود پر قرض لیے تو پورے بارہ ٹکے حرام قرار پائیں گے۔	۸۸
۱۶۰	باب نمبر ۵۷	۹۵
۱۶۱	سوال: (۱۲۹) ماں، باپ، بزرگوں کے ہاتھ، پاؤں چومنا:	۹۵
۱۶۲	مکتوب: بنام میاں محمد حنفی سیفی راوی ریان، لاہور،	۹۵
۱۶۳	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:	۹۷
۱۶۴	باب نمبر ۵۸	۹۸
۱۶۵	سوال: (۱۳۰) علم غیب ذاتی کا بیان:	۹۸
۱۶۸	حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں	۹۸
۱۶۹	باب نمبر ۵۹	۱۰۱
۱۷۰	سوال: (۱۳۱) اعتراض کے طور پر دیوبندیوں کے مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا:	۱۰۱
۱۷۱	علم غیب عطائی حضور ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نیز اولیاء کرام کے لئے ثابت ہے؟	۱۰۱
۱۷۲	الجواب:	۱۰۱

۱۷۳	علم غیب عطائی:	۱۰۱
۱۷۴	مولانا نسیم فریدی دیوبندی لکھتے ہیں:	۱۱۹
۱۷۵	انکشاف انبیاء ﷺ مجدد الف ثانی ﷺ	۱۱۹
۱۷۶	مضافات سرہند میں چالیس پیغمبروں کی قبریں ہیں:	۱۲۵
۱۷۷	اگر میری تین باتوں کا جواب (جو میرے دل میں ہیں) وہ دے دیں گے:	۱۲۶
۱۷۸	علامہ شیخ بدر الدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:	۱۲۶
۱۷۹	باب نمبر ۶۰	۱۲۹
۱۸۰	سوال: (۱۳۲) اعتراض کے طور پر دیوبندیوں کے مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا:	۱۲۹
۱۸۱	۲۔حضور اقدس ﷺ حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم اور آپکی برکات وفیوض کائنات کے ذرہ ذرہ میں موجود ہیں۔	۱۲۹
۱۸۲	الجواب:	۱۲۹
۱۸۳	آنحضرت ﷺ پر لفظ بشر کے اطلاق اور آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے متعلق استفسار کا جواب:	۱۲۹
۱۸۴	مولانا حاجی رحمت اللہ علیہ سے ملاقات:	۱۳۱
۱۸۵	باب نمبر ۶۱	۱۳۳
۱۸۶	سوال: (۱۳۵) اعتراض کے طور پر دیوبندیوں کے مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا	۱۳۳
۱۸۷	۳۔حضور اقدس ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام ﷺ اپنی اپنی قبور میں زندہ اور اصحاب تصرف ہیں۔	۱۳۳
۱۸۸	مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:	۱۳۳
۱۸۹	قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:	۱۳۳
۱۹۰	حضرت علامہ بغوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شہدائے بدر کی روحیں ہر رات عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہیں	۱۳۵
۱۹۱	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں	۱۳۹
۱۹۲	مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا فتویٰ	۱۴۱
۱۹۳	علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:	۱۴۱
۱۹۴	باب نمبر ۶۲	۱۶۵

۱۹۵	سوال: (۱۳۴) اعتراض کے طور پر دیوبندیوں کے مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا	۱۶۵
۱۹۶	۴۔ نمازِ جنازہ کے بعد دعا اور حیلۂ اسقاط ثابت ہیں۔ (تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص،۵۳۳)	۱۶۵
۱۹۷	نمازِ جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت:	۱۶۵
۱۹۸	نمازِ جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا کرنے کا حکم:	۱۶۸
۱۹۹	نمازِ جنازہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی:	۱۶۹
۲۰۰	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا:	۱۷۱
۲۰۱	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نمازِ جنازہ سے پہلے دعا کرنا	۱۷۲
۲۰۲	علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:	۱۷۶
۲۰۳	اسقاط کا مال دفن سے پہلے ادا کرنا چاہیے۔ اگر دفن کے بعد ادا کیا جائے تب بھی جائز ہے۔	۱۷۶
۲۰۴	علامہ پیر ابوالحسن زید فاروقی مجددی میلاد شریف کے بارے میں لکھتے ہیں:	۱۷۷
۲۰۵	محفل میلاد شریف کی ابتداء:	۱۷۷
۲۰۶	آئمہ کے اقوال:	۱۷۸
۲۰۷	امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:	۱۷۸
۲۰۸	امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:	۱۷۹
۲۰۹	امام القراء حافظ ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:	۱۷۹
۲۱۰	مولوی ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی ''الآثار المرفوعۃ فی اخبار لاموضوعۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں:	۱۸۱
۲۱۱	وہ کونسا مسئلہ ہے جس میں کسی نہ کسی نے مخالفت نہ کی ہو۔	۱۸۴
۲۱۲	امام ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:	۱۸۵
۲۱۳	امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:	۱۸۶
۲۱۴	علامہ عزالدین عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ اعلام نے بدعت کی باقاعدہ تقسیم کی ہے اور کہا ہے کہ ''بدعت پانچ قسم پر ہے:	۱۸۶
۲۱۵	موجودہ زمانہ کی بدعات:	۱۸۷
۲۱۶	تعیین تاریخ کا ٹھیک نہیں اور اس وجہ سے کارِ خیر میں قباحت آ گئی۔	۱۸۸
۲۱۷	تاریخ میلاد:	۱۸۹

۲۱۸	امام سبکی علیہ الرحمہ کا قیام تعظیم:	۱۹۶
۲۱۹	امام مالک علیہ الرحمہ کا واقعہ:	۱۹۶
۲۲۰	حافظ سیوطی علیہ الرحمہ رسالہ مسالک الحنفا کے خاتمہ میں لکھتے ہیں:	۲۰۱
۲۲۱	حافظ سیوطی علیہ الرحمہ تنزیہ الانبیاء کے اواخر میں لکھتے ہیں:	۲۰۲
۲۲۲	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک منافق کی گردن مارنا:	۲۰۳
۲۲۳	تفسیر روح البیان میں شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ سورۂ عبس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:	۲۰۳
۲۲۴	سوال: (۱۳۶) اعتراض کے طور پر دیوبندیوں کے مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا	۲۰۶
۲۲۵	۷۔ مزارات اولیاء اللہ پر حاضری وہاں دعائیں مانگنا ان کا عرس منانا موجب ثواب و برکت ہے۔ (تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص، ۵۳۴)	۲۰۶
۲۲۶	الجواب:	۲۰۶
۲۲۷	حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا آخری عرس:	۲۰۶
۲۲۸	زبان مبارک پر آخری لفظ السلام علیک یا نبی اللہ! ﷺ تھا۔	۲۰۶
۲۲۹	عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کا اہتمام:	۲۰۶
۲۳۰	شیخ ہادی کی وفات ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی:	۲۰۷
۲۳۱	حضرت مجدد الف ثانی کے عرس پر سلطنت مغلیہ کی تقسیم کا اعلان ہوا:	۲۰۷
۲۳۲	علامہ شیخ بدر الدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:	۲۰۷
۲۳۳	ہر سال حضرت خواجہ (قطب الارشاد محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ) کے عرس کے زمانے میں دہلی تشریف لے جاتے تھے	۲۰۷
۲۳۴	**باب نمبر ۶۳**	۲۰۸
۲۳۵	علم ظاہر کے استاد سے علم باطن کے استاد کی فضیلت زیادہ ہے:	۲۰۸
۲۳۶	سوال: (۱۳۷) معترضین کے مفتی اعظم پیر محمد چشتی لکھتے ہیں:	۲۰۸
۲۳۷	پیر کا مرتبہ وحق استاد کے مرتبہ وحق سے زیادہ کہہ کر آپ علماء و مدرسین سے انکے شاگردوں کو کاٹ رہے	۲۰۸
۲۳۸	الجواب:	۲۰۸
۲۳۹	شیخ المشائخ ابو نصر عبداللہ بن علی بن سراج طوسی، قدس سرہ، متوفی [illegible] لکھتے ہیں:	[illegible]

۲۴۰	علماء کا ایسا نہیں دیکھا جو گروہ صوفیہ سے زیادہ فضیلت رکھتا ہو۔	۲۰۸
۲۴۱	درویش کی ابتداء عالم کی انتہا:	۲۰۹
۲۴۲	عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:	۲۰۹
۲۴۳	قطب الارشاد شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔	۲۱۱
۲۴۴	عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی، یمنی، مکی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۷۶۸ھ لکھتے ہیں:	۲۱۱
۲۴۵	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:	۲۱۲
۲۴۶	دیوبندیوں کے علامہ مولانا اللہ یار خان نقشبندی لکھتے ہیں:	۲۱۴
۲۴۷	مشائخ طریقت پر اعتراض کا نقصان:	۲۱۴
۲۴۸	کہ ان میں اعتراض کی ملاوٹ معلوم ہوتی ہے اور انکار کی بو آتی ہے۔	۲۱۶
۲۴۹	بزرگوں کے اقوال وافعال پر اعتراض کرنا نہایت زہریلے سانپ کی طرح ہے۔	۲۱۶
۲۵۰	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:	۲۱۷
۲۵۱	احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:	۲۱۷
۲۵۲	استاد کا مرتبہ باپ سے زیادہ ہے کہ وہ روح کا باپ ہے، نہ نطفہ کا،	۲۱۷
۲۵۳	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:	۲۱۸
۲۵۴	**باب نمبر ۶۴**	۲۲۱
۲۵۵	تصوف فرض عین:	۲۲۱
۲۵۶	سوال: (۱۳۶) اعتراض: مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا	۲۲۱
۲۵۷	دعویٰ نمبر ۱۴: علم باطن فرض عین ہے اور اسکا منکر کافر ہے۔ (الفاظ میں تحریف دیکھئے)	۲۲۱
۲۵۸	اصل عبارت نمبر ۱: علم باطن فرض عین ہے اور اس کی طلب بھی ہر مسلمان پر فرض عین ہے	۲۲۱
۲۵۹	اب پیر صاحب پر سوال وارد ہوتا ہے کہ مردوں کو اس فرض کی ادائیگی پر لگا رکھا ہے عورتوں کو کیوں محروم رکھا ہوا ہے؟	۲۲۱
۲۶۰	ابوالحسن علی بن جعفر خرقانی، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۴۲۵ھ لکھتے ہیں:	۲۲۲
۲۶۱	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:	۲۲۲
۲۶۲	شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:	۲۲۲
۲۶۳	علامہ شیخ یوسف خطار محمد لکھتے ہیں:	۲۲۳

۲۶۴	علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:	۲۲۴
۲۶۵	شیخ عبدالقادر عیسی قادری شاذلی علیہ الرحمہ، لکھتے ہیں:	۲۲۶
۲۶۶	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:	۲۲۶
۲۶۷	علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:	۲۲۹
۲۶۸	ابونصر عبداللہ بن علی بن سراج طوسی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۳۷۸ھ لکھتے ہیں:	۲۳۳
۲۶۹	سیدی شیخ یوسف خطار محمد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:	۲۳۴
۲۷۰	امام ابی العباس احمد بن محمد علی بن حجر المکی الہیتمی، شافعی علیہ الرحمہ، متوفی، ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:	۲۳۴
۲۷۱	محمد بن ابراہیم بن عبداللہ تویجری لکھتے ہیں:	۲۳۵
۲۷۲	علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:	۲۳۶
۲۷۳	علامہ محمد عبدالرؤف مناوی، شافعی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۰۳۱ھ، لکھتے ہیں:	۲۳۷
۲۷۴	شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:	۲۳۸
۲۷۵	امام شہاب الدین ابی حفص عمر بن محمد بن عبداللہ سہروردی بغدادی شافعی قدس سرہ، متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں:	۲۳۸
۲۷۶	حضرت ابومحمد عبدالقادر جیلانی، حنبلی علیہ الرحمہ متوفی، ۵۶۱ھ، لکھتے ہیں:	۲۳۹
۲۷۷	علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۸۸ھ، لکھتے ہیں:	۲۴۳
۲۷۸	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ متوفی ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:	۲۴۳
۲۷۹	علامہ سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۲۳۱ھ، لکھتے ہیں:	۲۴۳
۲۸۰	شیخ فریدالدین عطار، نیشاپوری علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۲۷ھ، لکھتے ہیں:	۲۴۶
۲۸۰	شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ متوفی، ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:	۲۴۶
۲۸۱	برہان الاسلام ابراہیم زرنوجی، تلمیذ صاحب ہدایہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:	۲۴۶
۲۸۲	مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین احمد یحیٰ منیری، قدس سرہ، متوفی، ۷۸۲ھ، لکھتے ہیں:	۲۴۷
۲۸۳	عبدالقادر جیلانی، حنبلی علیہ الرحمہ، متوفی، ۵۶۱ھ، لکھتے ہیں:	۲۴۷
۲۸۴	عبداللہ بن ضیف اللہ الرحیلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:	۲۵۰
۲۸۵	حضرت قطب الارشاد خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:	۲۵۶
۲۸۶	معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:	۲۵۶

۲۸۷	احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ء، لکھتے ہیں:	۲۵۷
۲۸۸	انہیں میں سے ہیں مسائل حلال وحرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع واخلاص وتوکل وغیرہا	۲۵۸
۲۸۹	علامہ مناوی تیسیر میں زیر حدیث مذکور لکھتے ہیں:	۲۵۸
۲۹۰	حضرت علامہ بلخی نے تحریر فرمایا ہے:	۲۵۸
۲۹۱	عارف باللہ فقیر اللہ علوی شکارپوری، نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، لکھتے ہیں:	۲۵۹
۲۹۲	سید ابوبکر المعروف سید بکری مکی ابن سید محمد شطا دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:	۲۵۹
۲۹۳	امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۷۶ھ، لکھتے ہیں:	۲۶۰
۲۹۴	حضرت صالح بن عبداللہ بن حمید امام وخطیب الحرم المکی رحمۃ اللہ علیہ، لکھتے ہیں:	۲۶۰
۲۹۵	حضرت محمد نصر الدین محمد عویضہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:	۲۶۰
۲۹۶	عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:	۲۶۱
۲۹۷	حضرت امیر عارف باللہ عبدالقادر الجزائری رحمۃ اللہ علیہ، لکھتے ہیں:	۲۶۲
۲۹۸	قطب العارفین فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ، نے فرمایا:	۲۶۲
۲۹۹	حضرت علامہ سید مظفر علی شاہ قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:	۲۶۳
۳۰۰	ابوالحسن علی بن عثمان جلابی، ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۴۶۵ھ، لکھتے ہیں:	۲۶۴
۳۰۱	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:	۲۷۰
۳۰۲	(ایک) علم احکام (دوسرا) علم اسرار، اور (انبیاء کی) وراثت کا عالم (کہلانے کا مستحق) وہی شخص ہو سکتا ہے جو دونوں قسم کے علم سے بہرہ ور ہو،	۲۷۱
۳۰۳	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:	۲۷۲
۳۰۴	دین میں تصوف کی حیثیت وہی ہے جو جسم کے لئے روح کی ہے:	۲۷۳
۳۰۵	علامہ شیخ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۱۲۰۴ھ، لکھتے ہیں:	۲۷۳
۳۰۶	اہل سنت وجماعت کا مدار شریعت وطریقت پر ہے:	۲۷۳
۳۰۷	علامہ محمد نور بخش توکلی کے نزدیک تصوف واجب ہے۔	۲۷۳

٣٠٨	دیوبندیوں کے علامہ مولانا اللہ یارخاں نقشبندی لکھتے ہیں:	٢٧٤
٣٠٩	دیوبندیوں کے پیر سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:	٢٧٤
٣١٠	جن فقہانے سلوک کوواجب کیا:	٢٧٥
٣١١	حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں:	٢٧٥
٣١٢	عالم محقق شیخ طاہر بن سلام ابن قاسم انصاری خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ "جواہر فقہ" میں فرماتے ہیں:	٢٧٨
٣١٣	علامہ محمد آفندی برکلی حنفی رحمۃ اللہ علیہ طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں	٢٧٨
٣١٤	حضور سیّدی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:	٢٨٠
٣١٥	قاعدہ کلیہ:	٢٨١
٣١٦	شیخ اکبر نے اپنی کتاب "الامر المحکم المربوط" میں فرمایا	٢٨٨
٣١٧	تاج الدین ہندی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، تاجۃ الکبریٰ میں رقمطراز ہیں	٢٩٢
٣١٨	احمد یارخان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:	٢٩٢
٣١٩	الجواب:	٢٩٣
٣٢٠	(نمبر، ٢، عورتوں کے بارے میں)	٢٩٣
٣٢١	تصوف میں خواتین کا کردار، عورت مرد یا مرد عورت:	٢٩٣
٣٢٢	**عمدۃ المکتوبات علی اجازۃ ارشاد السالکات**	٢٩٦
٣٢٣	فتنہ انگیزوں نے یہ فتنہ شائع کیا ہے کہ عورتیں منصب ارشاد کے لائق نہیں ہیں	٢٩٦
٣٢٤	بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی باطنی نسبت کا اظہار۔	٣٠٥
٣٢٥	ارشادخط:	٣٠٧
٣٢٦	حضرت قیوم جہاں رضی اللہ عنہ کا ارشادنامہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔	٣٠٧
٣٢٧	اس کی طالبات کی تعداد سات سو (٧٠٠) تک جا پہنچی ہے۔	٣٠٩
٣٢٨	علم لذیذ ہوتا ہے اور لذیذ ترین علم اللہ تعالیٰ اس کی صفات اور افعال کا علم ہے۔	٣١١
٣٢٩	حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:	٣١٢

۳۳۰	حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ بی بی یہ بات تمہیں کس طرح معلوم ہوئی، انہوں نے کہا کہ آپ جس وقت فلاں عورت کو ذکر کی تلقین فرما رہے تھے	۳۱۳
۳۳۱	علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:	۳۱۳
۳۳۲	فائدہ مجلس شوریٰ:	۳۱۴
۳۳۳	سوال: (۱۳۸) مولانا محمد بشیر القادری کراچی والا نے لکھا اعتراض کے طور	۳۱۵
۳۳۴	ایسے ٹھگوں سے بچیں۔ جنہوں نے ولایت کو بازیچہ اطفال بنا دیا ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کا معصوم دل ہلا کر ولایت کی پگڑی سر پر رکھ دیتے ہیں	۳۱۵
۳۳۵	الجواب: سنو!	۳۱۵
۳۳۶	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:	۳۱۵
۳۳۷	اس طریق میں بوڑھے اور جوان اور عورتیں اور بچے وصول میں برابر ہیں۔ بلکہ مردے بھی اس دولت سے امیدوار ہیں۔	۳۱۵
۳۳۸	**باب نمبر ۶۵**	۳۱۶
۳۳۹	سوال: (۱۳۹) اعتراض: مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:	۳۱۶
۳۴۰	دعوی نمبر ۵: میں ایک ہی صحبت میں چمکا دیتا ہوں۔	۳۱۶
۳۴۱	ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۵۷۸، لکھتے ہیں:	۳۱۶
۳۴۲	سراج السالکین سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ نے لکھا	۳۱۶
۳۴۳	میر برہان شیخ الشیوخ امیر کلال علیہ الرحمۃ کے حالات میں،	۳۱۶
۳۴۴	حضرت شیخ فرید الدین عطار، نیشاپوری، قدس سرہ، متوفی، ۶۲۷ھ، لکھتے ہیں:	۳۱۷
۳۴۵	خواجہ کا کا ابو الفقیر علیہ الرحمۃ کی بستی کے حالات میں ابو قصر کے سب مرید ایسے تھے	۳۱۷
۳۴۶	اللہ کہنے سے پتھر دو ٹکڑے ہو گیا:	۳۱۸
۳۴۷	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:	۳۱۸
۳۴۸	محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:	۳۱۹
۳۴۹	توجہ قسری:	۳۲۰

۳۵۰	توجہ قسری کا مطلب یہ ہے کہ ایک توجہ میں شیخ کامل سالک کو ابتداء سے لے کر انتہا تک پہنچا دیتا ہے	۳۲۰
۳۵۱	فقیر کو اتنی قدرت عطا فرمائی ہے کہ اگر ایک خشک لکڑی پو توجہ دوں تو ایک عالم اس سے منور ہو جائے گا	۳۲۱
۳۵۲	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں	۳۲۱
۳۵۳	کسی طالب پر نظر پڑتی تھی اس کا حال متغیر ہو جاتا تھا اور بے خودی اور جذب و محویت کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے	۳۲۲
۳۵۴	حدیث فعلی میں توجہ اور تصرف کی مثال:	۳۲۲
۳۵۵	دیوبندیوں کے عارف باللہ اللہ یار خان لکھتے ہیں:	۳۲۲
۳۵۶	فائدہ:	۳۲۳
۳۵۷	۱۔ توجہ کی غرض غفلت کو دور کرنا اور نور ایمان کو تیز کرنا ہوتا ہے۔	۳۲۳
۳۵۸	**باب نمبر ۶۶**	۳۲۴
۳۵۹	حضرت علامہ مولانا اظہار الحق بن علامہ مفتی سید احمد علی شاہ سیفی نے لکھا:	۳۲۴
۳۶۰	حضرت اقدس کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تو ان کے مرید ہی نہیں تھے،	۳۲۴
۳۶۱	طریقت میں اس جاہل نے بدعت اختیار کی ہے اور یہ مبتدع ہے۔	۳۲۴
۳۶۲	یہ جاہل صرف ذکر کی تلقین کرتا ہے،	۳۲۴
۳۶۳	کیونکہ اسے نہ تو ایمان مجمل آتا ہے اور نہ ہی ایمان مفصل آتا ہے۔	۳۲۴
۳۶۴	مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبزادہ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوتِ طعام دیا، صاحبزادہ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے فیض کے حصول کے لیے	۳۲۴
۳۶۵	مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود تھا اس کا اذن مل گیا۔	۳۲۴
۳۶۶	حضور سیّدی حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے عمل سے دو باتیں معلوم ہوئیں:	۳۲۵
۳۶۷	**باب نمبر ۶۷**	۳۳۰
۳۶۸	لطائف کا بیان	۳۳۰
۳۶۹	سوال: (۱۴۲) مولانا پیر محمد چشتی نے لکھا خط میں اعتراض کے طور پر	۳۳۰

۴۷۰	آپ سینہ کے نیچے دو کو ہلا کر اسکو کلمہ طیبہ کے ساتھ جریان قلب یا اجراء قلب کا نام دیکر خلق خدا کو اپنی کرامت وروحانی طاقت کا تاثر دے رہے ہیں،	۳۳۰
۴۷۱	وہاں جا کر بداخلاقی، بدسلوکی، بدکرداری، تکبر ورعونت، نفرت وشحونت اور تصوف کا رسمی طریقہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔	۳۳۰
۴۷۲	بلکہ ہمیں بے ایمانی، منافقت، بے غیرتی اور کفر وارتداد کے قیمتی تحفے دیکر شام کے وقت خانقاہ سے نکال دیا۔	۳۳۰
۴۷۳	خانقاہ سیفیہ میں سوائے دل ہلانے کے کوئی تصوف والی بات نہیں	۳۳۰
۴۷۴	دعوی نمبر ۲۲: دل کا کودنا کرامت ہے۔	۳۳۰
۴۷۵	سادہ لوح لوگوں کو غلطی میں ڈالتے ہیں اوران کے استقلال میں رخنہ پیدا کرتے ہیں کہ تو اتنا عرصہ فلاں بزرگ کی مجلس میں رہا مگر ابھی تک تیرا قلب جاری نہیں ہوا۔ پس تو نے کیا فائدہ حاصل کیا۔	۳۳۱
۴۷۶	طریقت کا لبادہ اوڑھ کر محض چند شعبدات کے ذریعے عوام کو ٹھگنے والے بہت پیدا ہو گئے	۳۳۲
۴۷۷	پھیپھڑے کی حرکت کو قلب کا جاری ہونا سمجھتے ہیں	۳۳۳
۴۷۸	الجواب: (۱)	۳۳۳
۴۷۹	مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:	۳۳۳
۴۸۰	حضور سیدی حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق	۳۳۴
۴۸۱	شیخ احمد رفاعی الحسنی، قدس سرہ، متوفی، ۵۷۸، لکھتے ہیں:	۳۳۷
۴۸۲	علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ متوفی، ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:	۳۳۷
۴۸۳	علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:	۳۳۸
۴۸۴	الحدس اس کی حرکت کی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے یہ نفس کی طرف سے حد اوسط تک پہنچ جاتا ہے۔	۳۳۸
۴۸۵	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:	۳۳۹
۴۸۶	علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ متوفی، ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:	۳۳۹
۴۸۷	مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ، لکھتے ہیں:	۳۴۰
۴۸۸	شیخ محمد خیر طعمہ حلبی، البختری، الشامی رحمۃ اللہ علیہ، لکھتے ہیں:	۳۴۱
۴۸۹	محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:	۳۴۱
۴۹۰	علم وعمل اور عالم وجاہل:	۳۴۱

۳۹۱	معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۲ ھ، لکھتے ہیں:	۳۴۲
۳۹۲	احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:	۳۴۲
۳۹۳	ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے	۳۴۲
۳۹۴	شیخ طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ نے لکھتے ہیں:	۳۴۳
۳۹۵	دیوبندیوں کے عارف باللہ سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:	۳۴۳
۳۹۶	حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی علیہ الرحمہ، متوفی، ۵۶۱، ھ، فرماتے ہیں:	۳۴۵
۳۹۷	باب نمبر ٦٨	۳۴۷
۳۹۸	اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن نے اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں لکھا:	۳۴۷
۳۹۹	ہرگز ہرگز اہل قلب کہلانے کے مستحق نہیں بلکہ باحسد اور اہل کلب (کتے) ہیں اور بسبب تقلید طالب دنیا ہیں۔	۳۴۷
۴۰۰	قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۸۱۰ ھ، لکھتے ہیں:	۳۴۷
۴۰۱	لفظ سِرّ اور اخفی کی تحقیق:	۳۴۸
۴۰۲	شاہ غلام علی دہلوی، قدس سرہ علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۲۴۰، ھ لکھتے ہیں۔	۳۵۱
۴۰۳	دیوبندیوں کے علامہ مولانا اللہ یار خاں نقشبندی لکھتے ہیں:	۳۵۲
۴۰۴	مضغہ میں قلب اور قلب میں فواد اور فواد میں سر اور سر میں خفی اور خفی میں اخفی اور اخفی میں یعنی اللہ تعالیٰ۔	۳۵۳
۴۰۵	ذاکر کے مراتب ذکر کے اندر:	۳۵۳
۴۰۶	قطب الاقطاب شیخ عبد القدوس گنگوہی چشتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:	۳۵۳
۴۰۷	پیر طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ، لکھتے ہیں:	۳۵۳
۴۰۸	دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ ھ، لکھتے ہیں:	۳۵۳
۴۰۹	دیوبندیوں کے مفتی محمد ظفر عثمانی نے البیان المشید کے ترجمہ میں لکھا:	۳۵۴
۴۱۰	علامہ نور الدین محمد عبد الرحمن جامی نقشبندی احراری، قدس سرہ،	۳۵۴
۴۱۱	آبگینہ (شیشے کی طرح) ہیں اور ٹوٹنے سے زیادہ تیز یعنی تکلیف دہ ہوجاتے ہیں	۳۵۷
۴۱۲	ہوشیار لومڑی اول پھنستی نہیں اگر پھنستی ہے تو دونوں پاؤں سے پھنستی ہے اب شیر کے پنجے میں پھنس گئے ہو، جواب طلب	۳۵۷
۴۱۳	اس نے اسے افسانہ قرار دیا وہ خود افسانہ ہے	۳۵۷

۴۱۴	شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی، متوفی، ۵۶۱ھ، لکھتے ہیں:	۳۵۷
۴۱۵	جو اللہ کا ہو گیا، اللہ اُس کا ہو گیا:	۳۵۸
۴۱۶	علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:	۳۶۰
۴۱۷	تو اس کی کیفیت حیرت ہی حیرت	۳۶۰
۴۱۸	احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:	۳۶۲
۴۱۹	عالم دو ہیں: عالم امر و عالم خلق،	۳۶۲
۴۲۰	زیارت کعبہ و زیارت دل:	۳۶۲
۴۲۱	شش جہات:	۳۷۵
۴۲۲	قلب کے پانچ درجات اور محض قلبِ بسیط:	۳۷۷
۴۲۳	خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:	۳۷۷
۴۲۴	میں گم ہو چکا ہوں مجھے تلاش نہ کرو، اور گم شدہ لوگوں سے بات نہ کرو۔	۳۸۱
۴۲۵	شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی، (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:	۳۸۳
۴۲۶	احوال پیش آ کر غائب کیوں ہو جاتے ہیں؟	۳۸۳
۴۲۷	**باب نمبر ۶۹**	۳۸۵
۴۲۸	اعتراضات برائے وجد:	۳۸۵
۴۲۹	مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔	۳۸۵
۴۳۰	یہ اعتراض فتنۃ الشدیدۃ میں مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے کیا ہے۔	۳۸۵
۴۳۱	اگر رومال کی جھاڑ اور اشارے نہ ہوں تو شاید کسی سیفی کو وجد نہ آئے	۳۸۵
۴۳۲	تمام اُمت مسلمہ کے علما کرام و مشائخ عظام کرتے ہیں اس لیے کہ ایسا وجد کسی آیت یا حدیث سے اخذ نہیں	۳۸۵
۴۳۳	سیفیوں کا بناوٹی وجد کہ ہر وقت جسم کے زور سے پستانوں کو ہلاتے رہنا	۳۸۵
۴۳۴	وجد کا انکار پیر محمد چشتی نے کیا تو سیفیہ فتنہ کی پوری مشینری حرکت میں آئی	۳۸۵
۴۳۵	امام حافظ جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن الجوزی اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں	۳۸۶
۴۳۶	آج کل کے جہل سیفی یا ان جیسے دوسرے لوگ جودلوں کے جاری ہونے کا دعویٰ کرتے	۳۸۹

۴۳۷	اپنی طرف کھینچیں، باہا کی آوازیں اور طرح طرح کی چیخیں ماریں اور ان تمام خرافات ولغویات کو وجد یا رقص کا نام بتائیں	۳۹۱
۴۳۸	پھر سیف الرحمٰن اور اس کے خلفاء کا شیخ الحدیث پیر محمد چشتی مدظلہ العالی پر اپنا کفر جھاڑنا پاگل پن ہے	۳۹۲
۴۳۹	مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا:	۳۹۲
۴۴۰	اسمیں اطمینان ووقار جاتا ہے:	۳۹۲
۴۴۱	اس میں تضیع مال ہوتا ہے۔	۳۹۲
۴۴۲	علامہ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری المالکی قرطبی علیہ الرحمۃ	۳۹۵
۴۴۳	صوفیاء کا مذہب باطل، جہالت اور گمراہی ہے۔ اسلام تو صرف کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا نام ہے۔	۳۹۶
۴۴۴	اپنی طاقت اور کوشش کے موافق خوب جواب دیں۔	۳۹۹
۴۴۵	حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں	۳۹۹
۴۴۶	ہم سب سے پہلے ابن جوزی کا تعارف کرائیں گے۔	۴۰۰
۴۴۷	ضعیف حدیثوں کی پذیرائی کس کس نے کی ہے:	۴۰۰
۴۴۸	حافظ ابن جوزی اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:	۴۰۰
۴۴۹	حافظ منذری اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:	۴۰۱
۴۵۰	امام نووی علیہ الرحمۃ اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:	۴۰۱
۴۵۱	حافظ ذہبی علیہ الرحمۃ اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:	۴۰۱
۴۵۲	حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:	۴۰۲
۴۵۳	حافظ سیوطی علیہ الرحمۃ اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:	۴۰۳
۴۵۴	ابن قیم الجوزیہ اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کا بیان:	۴۰۴
۴۵۵	ضعیف حدیث باب احکام میں:	۴۰۴
۴۵۶	احناف کے نزدیک ضعیف السند حدیث کی اہمیت:	۴۰۴
۴۵۷	فقہاء مالکیہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک ضعیف السند حدیث کی اہمیت:	۴۰۵
۴۵۸	شافعیہ کے نزدیک ضعیف السند حدیث کی اہمیت:	۴۰۵

۴۵۹	حنابلہ کے نزدیک ضعیف السند حدیث کی اہمیت:	۴۰۶
۴۶۰	ظاہریہ کے نزدیک ضعیف السند حدیث کی اہمیت:	۴۰۶
۴۶۱	ضعیف حدیث باب احکام کے علاوہ میں:	۴۰۸
۴۶۲	ضعیف حدیث کے بارے میں امام بخاری کا موقف:	۴۰۸
۴۶۳	ضعیف حدیث کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ:	۴۱۱
۴۶۴	ضعیف حدیث کے بارے میں یحییٰ بن معین علیہ الرحمہ کا موقف:	۴۱۲
۴۶۵	ضعیف حدیث کے بارے میں ابوبکر بن العربی کا موقف:	۴۱۲
۴۶۶	ضعیف حدیث کے بارے میں ابوشامۃ مقدسی کا موقف:	۴۱۲
۴۶۷	شبیر احمد عثمانی فتح الملہم میں اس پر تبصرہ یوں فرماتے ہیں:	۴۱۳
۴۶۸	ضعیف حدیث کے بارے میں ابن تیمیہ کا موقف:	۴۱۳
۴۶۹	ضعیف حدیث کے بارے میں علامہ شوکانی کا موقف:	۴۱۳
۴۷۰	شیخ محمد خیر طعمہ حلبی، البخترى، الشامی علیہ الرحمہ، لکھتے ہیں:	۴۱۳
۴۷۱	اپنے زمانہ کے ان علماء پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:	۴۱۴
۴۷۲	واعظین پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:	۴۱۴
۴۷۳	علماء پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:	۴۱۵
۴۷۴	حکام وسلاطین پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:	۴۱۵
۴۷۵	عوام پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:	۴۱۶
۴۷۶	دولت مندوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:	۴۱۶
۴۷۷	حضرت ابوالعباس احمد بن محمد قصاب علیہ الرحمہ	۴۲۰
۴۷۸	احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:	۴۲۵
۴۷۹	ابن جوزی اور امام شوکانی وہابیہ:	۴۲۵
۴۸۰	موضوعات: سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا تمہیں اتنا کافی تھا	۴۲۶
۴۸۱	علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی علیہ الرحمہ نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:	۴۲۶

۴۸۲	موضوعات:	۴۲۷
۴۸۳	امام عبداللہ بن اسعد یافعی، قدس سرہ، متوفی ۷۶۸ھ، لکھتے ہیں:	۴۲۸
۴۸۴	شیخ حمزہ علیہ الرحمہ کی حکایت پر اعتراض وجواب	۴۲۸
۴۸۵	اہل توکل کی پہلی قسم	۴۳۰
۴۸۶	اہل توکل کی دوسری قسم	۴۳۱
۴۸۷	اہل توکل کی تیسری قسم	۴۳۱
۴۸۸	حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمہ کے عمل پر اعتراض	۴۳۲
۴۸۹	شیخ احمد بن ابوالحواری علیہ الرحمہ کے واقعہ پر اعتراض	۴۳۲
۴۹۰	صاحب تجرید بزرگ کے واقعہ پر اعتراض	۴۳۳
۴۹۱	حضرت قطب احمد بن عبداللہ علیہ الرحمہ کے واقعہ کا انکار	۴۳۴
۴۹۲	اہل جذب وتجرید کے بارے میں شبہات کا ازالہ	۴۳۷
۴۹۳	وجد کی حقیقت کے لیے پہلے ضروری ہے:	۴۳۹
۴۹۵	صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے سکر ومستی کے واقعات:	۴۳۹
۴۹۶	صوفیاء کے اقوال سے متعلق کتابوں کے مطالعہ کی شرطیں:	۴۴۰
۴۹۷	راہِ تسلیم اور غلبۂ وجد وحال:	۴۴۳
۴۹۸	اقسام وجد:	۴۴۴
۴۹۹	شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی، علیہ الرحمہ، (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:	۴۴۴
۵۰۰	دوسری قسم:	۴۴۴
۵۰۱	تیسری قسم:	۴۴۵
۵۰۲	چوتھی قسم:	۴۴۶
۵۰۳	پانچویں قسم:	۴۴۷
۵۰۴	قف محمد ﷺ کے حکم میں نکتہ:	۴۴۸
۵۰۵	تیسرا مفہوم:	۴۴۹
۵۰۶	چھٹی قسم:	۴۴۹

۵۰۷	ساتویں قسم:	۴۵۰
۵۰۸	اب ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جواب کی طرف گامزن ہیں۔	۴۵۰
۵۰۹	حضرت یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمہ کا قول ہے:	۴۵۱
۵۱۰	محمد الیاس گھمن، عبدالمقدس وغیرہا، کی ساری محنت خراب، بے کار، سنو لوگو! بڑے محدث، علامہ، امام، منکر وجد علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی، حنبلی، متوفی، ۵۹۷ھ کو وجد آ گیا،	۴۵۲
۵۱۱	حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل ابن کثیر علیہ الرحمہ متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے ہیں:	۴۶۳
۵۱۲	اب ہم اللہ کے فضل وکرم سے مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۱ھ، کی اپنی تفسیر سے وجد کے حوالہ جات درج کرتے ہیں۔	۴۶۳
۵۱۳	اب اللہ کے فضل اور اس کے کرم سے ہم وجد و تواجد کو قرآن، احادیث و آثار مبارکہ اور مذاہب اربعہ اور سلاسل اربعہ اور دیگر کتب سے ثابت کریں گے۔	۴۶۹
۵۱۴	حضرت علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی، حنفی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۲۷۰ھ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:	۴۶۹
۵۱۵	قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۲۲۵ھ، کہتے ہیں:	۴۷۰
۵۱۶	شیخ عارف باللہ ابومحمد صدر الدین روز بہان بن ابی نصر بقلی علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۰۶ھ	۴۷۵
۵۱۷	علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:	۴۷۵
۵۱۸	شیخ الجن والانس حضرت ابومحمد عبدالقادر جیلانی، حنبلی، متوفی، ۵۶۱ھ، لکھتے ہیں:	۴۸۶
۵۱۹	روحانی رحمانی وجد:	۴۸۸
۵۲۰	شیخ ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۳۷۸ھ، لکھتے ہیں:	۴۸۹
۵۲۱	علامہ محمد عبدالحی، کتانی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۳۸۲ھ لکھتے ہیں:	۴۹۱
۵۲۲	شیخ الاسلام ابواسماعیل خواجہ عبداللہ بن محمد انصاری، ہروی، قدس سرہ، متوفی، ۴۸۱ھ، لکھتے ہیں:	۴۹۲
۵۲۳	دیوبندیوں کے پیر سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:	۴۹۲
۵۲۴	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:	۴۹۳
۵۲۵	شیخ علی بن سلطان المعروف بملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، لکھتے ہیں:	۴۹۴
۵۲۶	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:	۴۹۴
۵۲۷	حدیث کی شرح میں محمد بن علان بن ابراہیم البکری الصدیقی الشافعی، المتوفی، ۱۰۵۷ھ لکھتے ہیں:	۴۹۶

۵۲۸	حال، وجد:	۴۹۷
۵۲۹	مولانا سید حافظ محمد حیات صاحب ربانی نوشاہی علیہ الرحمۃ، لکھتے ہیں:	۴۹۹
۵۳۰	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بڑے زور سے چیخ مارنا۔	۵۰۲
۵۳۱	مفتی مکہ مکرمہ علامہ احمد زینی دحلان، و محمد رضا، علیہ الرحمۃ متوفی ۱۳۶۹ھ، وغیرہ لکھتے ہیں:	۵۰۴
۵۳۲	علامہ محمد عبدالحی، کتانی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۳۸۲ھ لکھتے ہیں:	۵۰۴
۵۳۳	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۸۵۳ھ، لکھتے ہیں:	۵۰۴
۵۳۴	عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:	۵۱۲
۵۳۵	حضرت علامہ شیخ یوسف خطار محمد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:	۵۱۳
۵۳۶	مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:	۵۱۵
۵۳۷	علامہ فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۳۷۵ھ لکھتے ہیں:	۵۱۸
۵۳۸	حضرت ابوالعباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی، قدس سرہ، متوفی، ۵۷۸، لکھتے ہیں:	۵۱۹
۵۳۹	ابوالحسین المبارک بن عبدالجبار الصیرفی الطیوری، المتوفی، ۵۰۰ھ، لکھتے ہیں:	۵۲۰
۵۴۰	امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:	۵۲۱
۵۴۱	مذکورہ بالا روایت کی شرح میں شیخ الاسلام زکریا بن محمد انصاری، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۹۲۶ھ، لکھتے ہیں:	۵۲۱
۵۴۲	علامہ مصطفی العروسی، علیہ الرحمۃ، حاشیہ میں لکھتے ہیں:	۵۲۱
۵۴۳	شیخ المشائخ امام شہاب الدین ابی حفص عمر بن محمد بن عبداللہ سہروردی بغدادی شافعی قدس سرہ، متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں	۵۲۲
۵۴۴	معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:	۵۲۲
۵۴۵	حضرت شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی، علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:	۵۲۲
۵۴۶	علامہ خیرالدین بن احمد بن علی رملی حنفی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۰۸۱ھ، لکھتے ہیں:	۵۲۴
۵۴۷	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی، علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:	۵۲۴
۵۴۸	علامہ محمد بن محمد، ابن شرف الدین خلیلی شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۱۴۷ھ، لکھتے ہیں:	۵۲۷
۵۴۹	ابراہیم بن موسی بن محمد اللخمی الغرناطی، المعروف، شاطبی، متوفی، ۷۹۰ھ، لکھتے ہیں:	۵۲۸
۵۵۰	عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۴۱ھ، لکھتے ہیں:	۵۲۹

۵۵۱	عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۱۴۱ھ، لکھتے ہیں:	۵۳۰
۵۵۲	امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا اہلِ وجد و رقص کے متعلق نظریہ	۵۳۰
۵۵۳	امام شافعی علیہ الرحمہ کو وجد آنا:	۵۳۰
۵۵۴	حضرت ابوالعباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی، قدس سرہ، متوفی ۵۷۸، لکھتے ہیں:	۵۳۲
۵۵۵	شیخ ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی علیہ الرحمہ، متوفی ۳۷۸ھ، لکھتے ہیں:	۵۳۳
۵۵۶	حضرت علامہ سفارینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:	۵۳۷
۵۵۷	شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی، قدس سرہ، متوفی ۵۶۳ھ، لکھتے ہیں:	۵۳۷
۵۵۸	مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں حضرت خواجہ ابوابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بخاری لکھتے ہیں:	۵۳۸
۵۵۹	امام احمد بن حجر ہیتمی مکی علیہ الرحمہ، متوفی ۹۷۳، لکھتے ہیں:	۵۵۱
۵۶۰	حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوعلی فارمدی علیہ الرحمہ کے حالات میں	۵۵۱
۵۶۱	شیخ فریدالدین عطار، نیشاپوری، قدس سرہ، متوفی ۶۲۷ھ، لکھتے ہیں:	۵۵۱
۵۶۲	شیخ ابومحمد قاسم بن عبدالبصر کا کلام	۵۵۲
۵۶۳	علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی علیہ الرحمہ، متوفی ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:	۵۵۲
۵۶۴	سیدنا شیخ ابوعبداللہ باکو علیہ الرحمہ کے حالات میں ہے:	۵۵۳
۵۶۵	حضرت یحیٰی بن معاذ رازی علیہ الرحمہ کے رقص کے بارے میں پوچھا گیا	۵۵۴
۵۶۶	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیۃ الحرانی، متوفی ۷۲۸ھ، لکھتے:	۵۵۵
۵۶۷	شیخ محمد خیر طعمہ حلبی، البختری، الشامی، علیہ الرحمہ، لکھتے ہیں:	۵۵۶
۵۶۸	ذکر میں وجد کی مخالفت کرنے والا خود وجد میں آ گیا:	۵۵۷
۵۶۹	صوفیہ کا وجد حق ہے:	۵۵۸
۵۷۰	امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری علیہ الرحمہ، متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:	۵۵۹
۵۷۱	شیخ ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی، متوفی ۳۷۸ھ،	۵۶۵
۵۷۲	م امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:	۵۶۶
۵۷۳	حضرت استاد ابوعلی علیہ الرحمہ کو فرماتے سنا کہ صوفیاء پر جو واردات ہوتے ہیں	۵۷۲
۵۷۴	وجد و حال امت مسلمہ کے خواص اولیاء کا حصہ ہے:	۵۷۴

۵۷۵	عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی، یمنی، مکی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۷۶۸، ھ لکھتے ہیں:	۵۷۴
۵۷۶	حضرت ابوالعباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی، قدس سرہ، متوفی، ۵۷۸، لکھتے ہیں:	۵۷۸
۵۷۷	خواجہ نجم الدین کبریٰ، قدس سرہ، متوفی، ۵۰۰، لکھتے ہیں:	۵۸۰
۵۷۸	علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:	۵۸۰
۵۷۹	محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی احراری، قدس سرہ، متوفی، ۸۹۸ھ، لکھتے ہیں:	۵۸۱
۵۸۰	حضور سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۵۶۱ھ لکھتے ہیں:	۵۸۲
۵۸۱	حضرت شیخ فریدالدین عطار، نیشاپوری، قدس سرہ، متوفی، ۶۲۷ھ، لکھتے ہیں:	۵۸۲
۵۸۲	اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی، علیہ الرحمہ، (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:	۵۸۲
۵۸۳	احسان خداوندی، وجد کا انکار کرنے میں جلدی نہ کرنا:	۵۸۳
۵۸۴	حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، علیہ الرحمہ، متوفی ۱۳۵۰ھ، لکھتے ہیں:	۵۸۴
۵۸۵	خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:	۵۸۴
۵۸۶	ایسا جذب طاری ہوا کہ رات ہی کو میں دیوانہ وار دشت وصحرا میں چلا گیا:	۵۸۷
۵۸۷	حضور سیدی مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ کی محفل میں:	۵۸۷
۵۸۸	وجد وشوق:	۵۸۷
۵۸۹	محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:	۵۸۸
۵۹۰	علامہ فیض احمد فیض لکھتے ہیں:	۵۸۹
۵۹۱	امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:	۵۹۰
۵۹۲	اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، لکھتے ہیں:	۵۹۱
۵۹۳	فقراء کا انکار نہیں کرنا چاہیے	۵۹۱
۵۹۴	تو جہان کے مسکینوں کو حقارت سے مت دیکھ، تجھے کیا خبر کہ اس گرد (غبار) میں کوئی سوار ہو؟	۵۹۱
۵۹۵	تواجد کا جواز	۵۹۱
۵۹۶	احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی، مکی شافعی علیہ الرحمہ، متوفی، ۹۷۴ھ، وغیرہ، لکھتے ہیں:	۵۹۳
۵۹۷	خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۲ھ، لکھتے ہیں:	۵۹۷

۵۹۸	دیوبندیوں کے پیر سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:	۵۹۹
۵۹۹	باب نمبر ۷۰	۶۰۶
۶۰۰	وجد میں مختلف آوازیں	۶۰۶
۶۰۱	مثلاً اللہ ہو، ہو اللہ ہو عا، عا آ، آہو، لا آ، ہا اللہ ہا۔ وغیرہ تحیط (یتخبطه الشیطان من المس، عبدالمقدس) اس زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ (ہدایت السالکین ص ۲۳۷)	۶۰۶
۶۰۲	الجواب:	۶۰۶
۶۰۳	علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی، علیہ الرحمہ، متوفی ۵۹۳ھ، لکھتے ہیں:	۶۰۶
۶۰۴	علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، حنفی علیہ الرحمہ، متوفی، ۵۸۷ھ، لکھتے ہیں:	۶۰۷
۶۰۵	علامہ زین الدین بن نجیم حنفی علیہ الرحمہ، متوفی، ۹۷۰ھ، لکھتے ہیں:	۶۰۸
۶۰۶	علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:	۶۰۸
۶۰۷	مولانا شیخ نظام، حنفی، متوفی ۱۱۶۱ھ وجماعۃ من علماء الہند، لکھتے ہیں:	۶۰۸
۶۰۸	علامہ عالم بن علاء انصاری دہلوی علیہ الرحمہ، متوفی ۷۸۶ھ۔ لکھتے ہیں:	۶۰۹
۶۰۹	شیخ المشائخ عبدالرحمن جزیری، علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۳۶۰ھ، لکھتے ہیں:	۶۰۹
۶۱۰	محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:	۶۱۰
۶۱۱	حضرت شاہ غلام علی دہلوی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۲۴۰ھ لکھتے ہیں:	۶۱۰
۶۱۲	دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، لکھتے ہیں:	۶۱۰
۶۱۳	ظفر احمد عثمانی دیوبندی وعبدالکریم دیوبندی لکھتے ہیں:	۶۱۲
۶۱۴	اے اللہ ﷻ! ہم پر حق کی حقانیت واضح کر اور ہمیں اس کی اتباع عطا فرما،	۶۱۲
۶۱۵	باب نمبر ۷۰	۶۱۳
۶۱۶	سوال: (۱۶۲) اعتراض: مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا	۶۱۳
۶۱۷	سال سے کم عرصہ میں ولایت کی سند مل جاتی ہے۔	۶۱۳
۶۱۸	الجواب:	۶۱۳
۶۱۹	امام عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ کہ اولیاء وعلماء ومحدثین وفقہاء سب کے امام ہیں۔	۶۱۳

۶۲۰	شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی، (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:	۶۱۳
۶۲۱	علامہ مولانا شیخ ابن مہذب اپنی کتاب ''عجائب واسطہ'' میں لکھتے ہیں کہ آپ کی آخر عمر میں آپ کے خلفاء کی تعداد اسی ہزار ایک سوتھی۔	۶۱۳
۶۲۲	ایک ساعت میں حاصل کیا بیس سال کی ریاضت میں نہیں پایا	۶۱۴
۶۲۳	حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:	۶۱۴
۶۲۴	اپنے کمال کے حصول اور سلوک کی تکمیل کی خبر بھی دے دی:	۶۱۵
۶۲۵	ایک ہفتہ میں ولایت فنافی اللہ بقاباللہ ولایت خاصہ	۶۱۶
۶۲۶	ایک ماہ میں سلوک باطن:	۶۱۶
۶۲۷	یہاں کی ایک گھڑی دوسروں کے یہاں تمام عمر رہنے سے بہتر ہے:	۶۱۷
۶۲۸	پیر پٹھاں پر (40دن کا) چلہ کشی اور نقشبندیوی کی ایک نظر برابر ہے	۶۱۷
۶۲۹	چالیس روز کے بجائے دو یوم میں ہی تکمیل کار:	۶۱۸
۶۳۰	خلیفہ ہفتہ ماہ اور سہ ماہ میں بنادیتے:	۶۱۸
۶۳۱	**باب نمبر ۲۷**	۶۲۰
۶۳۲	سوال: (۱۶۳) مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا	۶۲۰
۶۳۳	دعویٰ نمبر ۱:۔ میرے سارے مریدین وخلفاء ولی ہیں اور ان سے انکار کفر ہے۔	۶۲۰
۶۳۴	اب مجھے پیر صاحب سے یہ پوچھنے کا حق ہے بلکہ ہر مسلمان کو جواب طلبی کا شرعی حق ہے	۶۲۰
۶۳۵	آئی جان شکنجے اندر جیویں ویلنے وچ گنا دسو سیفیو رل مل مینوں جند کیویں ہن کڈاں	۶۲۰
۶۳۶	قاضی ثناءاللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:	۶۲۰
۶۳۷	الجواب:	۶۲۱
۶۳۸	حضرت مبارک مع خلفا حضرات کو ولایت خاصہ ولایت عامہ حاصل ہے:	۶۲۱
۶۳۹	حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۳۲۴ھ، لکھتے ہیں:	۶۲۲
۶۴۰	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شافعی، متوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:	۶۲۳
۶۴۱	انورشاہ کشمیری، دیوبندی متوفی، ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:	۶۲۴

۶۴۲	شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر، مکی، ہیتمی، شافعی، متوفی، ۹۷۴ھ، لکھتے ہیں:	۶۲۴
۶۴۳	علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:	۶۲۵
۶۴۴	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:	۶۲۵
۶۴۵	علامہ نور الدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی علیہ الرحمۃ متوفی ۷۱۳ھ	۶۲۶
۶۴۶	اور عارفین مشائخ عظام اور وارثین آئمہ اکرام فرماتے ہیں:	۶۲۹
۶۴۷	علامہ ابوسعید محمد بن مصطفی، نقشبندی، حنفی، علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:	۶۳۰
۶۴۸	ابونصر عبداللہ بن علی بن سراج طوسی، قدس سرہ، متوفی، ۳۷۸ھ لکھتے ہیں:	۶۳۰
۶۴۹	شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر، مکی، ہیتمی، شافعی، متوفی، ۹۷۴ھ، لکھتے ہیں:	۶۳۰
۶۵۰	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن ابی القاسم بن محمد ابن تیمیہ حنبلی، دمشقی، متوفی، ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:	۶۳۱
۶۵۱	محمد بن عبداللہ خرشی، مالکی، متوفی، ۱۱۰۱ھ لکھتے ہیں:	۶۳۱
۶۵۲	محمد بن محمد ابن شرف الدین خلیلی شافعی قادری، متوفی، ۱۱۴۷ھ لکھتے ہیں:	۶۳۲
۶۵۳	ابوالعباس احمد بن محمد المہدی بن عجیبہ حسنی انجری فاسی، صوفی، متوفی، ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:	۶۳۳
۶۵۴	علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۷۰ھ، لکھتے ہیں:	۶۳۳
۶۵۵	محمد جمال الدین بن محمد سعید بن قاسم حلاق قاسمی، متوفی، ۱۳۳۲ھ، اور محمد علی صابونی، لکھتے ہیں:	۶۳۳
۶۵۶	حضرت شیخ عارف شاہ شجاع کرمانی قدس اللہ سرہ نے فرمایا:	۶۳۵
۶۵۷	قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:	۶۳۵
۶۵۸	علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، لکھتے ہیں:	۶۳۶
۶۵۹	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:	۶۳۶
۶۶۰	مولوی نصر اللہ خان ولد حاجی محمد شاہ خان ابن محمد حیدر خان ہوتکی، لکھتے ہیں:	۶۳۸
۶۶۱	شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی، نابلسی، حنفی، نقشبندی، متوفی ۱۱۴۳ھ، لکھتے ہیں:	۶۳۹
۶۶۲	سیر انفسی ولایت کے طریقوں میں نہایت	۶۴۱
۶۶۳	عدم فنا:	۶۴۱

۶۶۴	وجود و عدم:	۶۴۱
۶۶۷	وجود فنا:	۶۴۲
۶۶۸	ت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:	۶۴۲
۶۶۹	علامہ صدر الدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز، حنفی، دمشقی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:	۶۴۳
۶۷۰	علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:	۶۴۷
۶۷۱	امام ابوبکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۳۸۰ھ لکھتے ہیں:	۶۴۹
۶۷۲	حضرت سید مقبول یزدانی شاہ اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ نے لکھا:	۶۵۰
۶۷۳	علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:	۶۵۱
۶۷۴	ولایتِ عامہ	۶۵۲
۶۷۵	ولایت خاصہ	۶۵۲
۶۷۶	حسنِ ظن کی عمدہ مثال:	۶۵۴
۶۷۷	اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں	۶۵۴
۶۷۸	اسی طرح وجود اولیاء فی کلّ زمان کے متعلق	۶۵۵
۶۷۹	ولایت بھی دو قسم پر ہے، عام اور خاص:	۶۵۵
۶۸۰	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:	۶۵۵
۶۸۱	معلوم ہونا چاہئے کہ ولایت فنا اور بقا کا نام ہے۔	۶۵۹
۶۸۲	حضرت شیخ عبد الغنی شامی نقشبندی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۱۴۶، لکھتے ہیں:	۶۶۰
۶۸۳	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:	۶۶۱
۶۸۴	مولانا محمد یعقوب چرخی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۸۳۸، لکھتے ہیں:	۶۶۲
۶۸۵	تجلیاتِ ذاتیہ کا مقام:	۶۶۴
۶۸۶	وعظ و نصیحت میں:	۶۶۵
۶۸۷	حضرت ابو الحسن علی بن جعفر خرقانی، قدس سرہ، متوفی، ۴۲۵ھ لکھتے ہیں:	۶۶۵
۶۸۸	باب نمبر ۷۳	۶۶۶

۶۸۹	سوال: (۱۶۷) مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا	۶۶۶
۶۹۰	اس زمانے میں بعض جاہل پیر اور بزعم خود مرشدین پیدا ہوئے ہیں	۶۶۶
۶۹۱	ہر عبادت وہ عبادت ہی نہیں جو خلاف سنت ہو (تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص، ۲)	۶۶۶
۶۹۲	مشائخ کے اعمال محتاج سند نہیں	۶۶۶
۶۹۳	شاہ ولی اللہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں:	۶۶۷
۶۹۴	شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتے ہیں:	۶۶۷
۶۹۵	باب نمبر ۷۴	۶۶۸
۶۹۶	ختم خواجگان پر اعتراضات:	۶۶۸
۶۹۷	سوال: (۱۶۹) مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا	۶۶۸
۶۹۸	یہ طریقہ (ختم خواجگان) بدعت ہے قرآن وسنت میں اسکا کوئی ثبوت نہیں اور نہ خلفاء راشدین سے اسکا ثبوت ملتا ہے	۶۶۸
۶۹۹	جب یہ عمل ختم خواجگان خیر القرون مشہود لھا بالخیر میں نہیں تھا	۶۶۸
۷۰۰	الجواب:	۶۶۸
۷۰۱	ختم خواجگان کے اعتراضات کا جواب:	۶۶۸
۷۰۲	علامہ نعیم اللہ بہڑا یچی، نقشبندی، مظہری، متوفی، ۱۲۸۴ھ لکھتے ہیں:	۶۶۹
۷۰۳	ختم حضور سیدی امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ	۶۶۹
۷۰۴	دیوبندیوں کے پیر سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:	۶۷۰
۷۰۵	بعض بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کے ختم شریف:	۶۷۰
۷۰۶	مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:	۶۷۲
۷۰۷	شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی علیہ الرحمہ، (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:	۶۷۳
۷۰۸	علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی، نقشبندی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں:	۶۷۳
۷۰۹	خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۳ھ، لکھتے ہیں:	۶۷۳
۷۱۰	قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:	۶۷۴
۷۱۱	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، چشتی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۳۱۷ھ، لکھتے ہیں:	۶۷۴
۷۱۲	خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:	۶۷۴

۷۱۳	خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ، علیہ الرحمۃ ، متوفی ، ۶۳۳ھ ، لکھتے ہیں :	۶۷۵
۷۱۴	شجرہ خوانی سے متعدد فوائد ہیں	۶۷۶
۷۱۵	انداز تربیت	۶۷۷
۷۱۸	**تفصیلی فہرست**	۶۷۸

"وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ
اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" (التوبہ:۱۰۰)

ترجمہ: اور سب اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی

ہر کس کہ تراشناخت جاں راچہ کند فرزند و عیال و خان ومان راچہ کند

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی دیوانہ تو دو جہاں راچہ کند

ترجمہ: جس نے تجھے پہچان لیا وہ اپنی جان اہل وعیال اور خاندان کا کیا کرے گا

تو اپنا دیوانہ بنانے کے بعد اس کو دونوں جہاں عطا فرماتا ہے تیرا دیوانہ دونوں جہاں کا کیا کرے گا

شرفِ انصار

از

مجلس شوریٰ

مجددالف ثانی ٹرسٹ

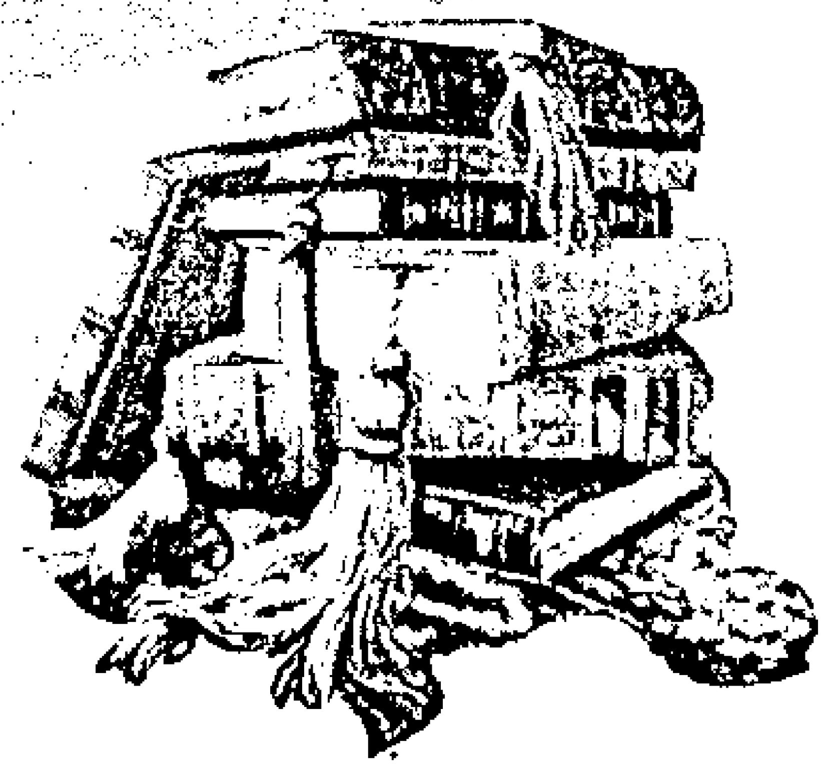

ناشر تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ (البقرۃ:۱۱)

ترجمہ: اور جب کہا جائے انہیں کہ مت فساد پھیلاؤ زمین میں تو کہتے ہیں کہ ہم ہی تو سنوارنے والے ہیں

اِکرامِ مُسلم

یا

فسادُ فی الارض

از

علماءِ مجلس شوریٰ

مجددالف ثانی ٹرسٹ

ناشر تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

تجلیاتِ صُوفیاء

یہ کتاب سترہ ابواب پر مشتمل ہے،

جس میں شریعت وطریقت کے کئی مسائل، مثلاً

علم، عمل، خشیت الٰہی، سنت و بدعت، پیری مریدی، تصوف، لباس میں عمامہ شریف اور تہبند یا شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکان، اساتذہ والدین پیر ومرشد بزرگان دین کے آداب وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

ناشر

تبلیغ صوفیاء دعوت الیٰ الخیر

سالکین کے لیے چند ضروری کتب

تفسیر ضیاء القرآن ....حضرت علامہ پیر کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ
تفسیر و ترجمہ ....اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ و مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ
احکام القرآن ....مولانا محمد جلال الدین قادری
سنی بہشتی زیور ....مفتی خلیل برکاتی۔ مولانا عالم فخری
رکن الدین (پانچ حصے) ....حضرت مولانا رکن الدین علیہ الرحمۃ
مکتوبات مجددیہ ....حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ
مکتوبات معصومیہ ....حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ
نفحات الانس ....علامہ عبد الرحمن جامی علیہ الرحمۃ
تذکرۃ الاولیا ....خواجہ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ
عوارف المعارف ....شیخ المشائخ شہاب الدین سہروری علیہ الرحمۃ
سیرت مجدد اعظم ....از نثار الحق سیفی مجددی
تجلیات صوفیاء ....
رسائل مجدد اعظم علیہ الرحمۃ ....
اکرام الحق فی رد اظہار الحق ....از علما مجلس شوریٰ مجدد الف ثانی ٹرسٹ
شرف انصار ....
عمدۃ المقامات مع عمدۃ الجوابات ....

وصیت فرمان مجدد اعظم علیہ الرحمۃ

قرآن و حدیث کے وہ معنی معتبر ہیں جو علماء اہل سنت و جماعت نے سمجھے کیوں کہ ہر (ہوائے نفس) شخص اپنے آپ کو قرآن و حدیث سے ثابت کرتا ہے۔ منجانب تبلیغ صوفیاء دعوت الیٰ الخیر (جماعت ناجیہ)

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

ترجمہ: اور فرما دو کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند

کس بہ میدان در نمی آید سواران را چہ شد

ترجمہ: توفیق وسعادت کا گیند درمیان میں پڑا ہے، کوئی بھی میدان میں نہیں آتا سواروں کو کیا ہو گیا ہے

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

ترجمہ: یہ اچھا طریقہ ہے کہ دوستوں کا راز، دوسروں کی بات میں ادا کر دیا جائے

عمدۃ المقامات

مع

عمدۃ الجوابات

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ پر کیے گئے

اعتراضات کے جوابات

جلد چہارم

از

ناشر

مجلس شوریٰ مجدد الف ثانی ٹرسٹ
تبلیغ صوفیاء محبت الٰہی